مذاق العارفین

ترجمہ جلد سوم

احیاء علوم الدین

واقف زلال صدور کی انواع علل معنوی مین تصنیف مشہور علامۂ زمان فخر کبرای اہل اسلام محی مراسم دین متین حضرت
امام برگزیدۂ اولیای کرام مقتدای ادانی واعالی امام **محمد غزالی** علیہ رحمۃ اللہ تعالے زبان عربی
اکابر واصاغر طبقہ اسلام کی کوشش بلیغ وسعی فراوان سے پہلے مقام مصر مین طبع ہوا تھا اور
ازرہ ہونے کے دو مرتبہ اوسی عربی مطبوعہ کی نقل اس مطبع مین طبع ہوی جب اہل اسلام
نسخہ جلیلہ مخزن دینی کا حال سنا تو بدرجہ غایت اوسکی ترجمہ کے مشتاق ہوے چنانچہ اکمل الفضلا
سعی زمان لوذعی دوران مقبول زمن حاجی مولوی **محمد احسن** صاحب صدیقی نانوتوی
بریلی کالج نے بہ صحت احادیث علی الخصوص تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا
حاشیہ پر لکھدیا ہے الحق کہ مترجم ممدوح نے اسکے ترجمہ مین جو عرق ریزی و کوشش
لائق شایان تھی بمزید کاہش فرمائی اسکی قدردانی کا حضرات اسلام پر انصاف ہی

بنام نامی

فلک رکاب قدردان علما و فضلا بہبود خواہ دین اسلام مستطاب معلی القاب نواب
میر غلام بابا خان صاحب بہادر رئیس سورت دام اقبالہ
بمددگاری جناب منشی **میان داد خان** صاحب سیاح رفیق نواب مسبوق الالقاب

ماہ جولائی ۱۸۷۵ء

بمقام لکھنؤ

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین

تمت

قل ھو للذین آمنوا ھدی وشفاء

ہادی حق شناسی مطلوب کا احیا ہے کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی

مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ اے چارہ ساز و بندہ پرور + ہر دم ہے تجھی سے استعانت + جلد ثالث کو کر دون پوری
یہ زور قلم مین کر عنایت + رباعی گو حمد سے بہتر نہین کچھ بھی مذکور + لا احصی کا مضمون نبی
کا ہے لیکن مشہور + کیا نسبت خاک کو ہے با عالم پاک + انسان جو کرے دعوی سراسر ہے قصور

دیباچہ حمد اوس خدا کو سزاوار ہے جسکے جلال کے ادراک مین دل اور خواطر سرگردان ہین
اور اوسکے نور کی اوسنے تجلی سے آنکھین اعلے نظرین حیران سب رازہاے مخفی اور مکنونات ضمیر
جانتا ہے اور اپنی سلطنت کی تدبیر مین مشیر و وزیر سے بے پروا عیبونکو چھپانا دلونکو پھیر دینا اوسکا
کام ہے اور غفار الذنوب اور ستار العیوب اوسکا نام اور صلوۃ و سلام حضرت شفیع المذنبین
سید المرسلین پر کہ انہون نے دین کی ابتری کو درست فرمایا اور بے دینونکو جڑ سے اکھاڑا اور
آل پاک و صحابہ طیبین پر بہت سا سلام بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ شرف انسان
جس سے کہ اوسکو اور مخلوقات پر فضیلت ہے وہ استعداد معرفت خداے پاک ہے اور یہی
دنیا مین جمال و کمال انسان ہے اور آخرت مین اوسکا ذخیرہ و سامان اور استعداد معرفت
قسمت ہوئی اور کسی عضو کو نہین ہوئی کیونکہ خدا تعالے سے نزدیک ہونا اور اوسکو پہچاننا
اور اوسکے لیے کام کرنا اور اوسکی طرف دوڑنا یہ سب کام قلب ہی کا ہے اور اسرار حضور و
مکاشفہ بھی اوسی سے متعلق ہے دوسرے اعضا اوسکے آلات اور تابع اور خدمتگار ہین و
طرح کام لیتا ہے جیسے مالک غلام سے یا حاکم رعیت سے یا کاریگر آلات سے غرض کہ اللہ

ب اور یہی سعادت قرب الٰہی سے بھی مشرف ہوتا ہے پس اگر صفائی اور تزکیہ نصیب ہو گیا
پہنچتا ہے اور اگر آلودگی مین پڑا رہا تو بدبختی اور نا امیدی کا مورد ہوتا ہے حاصل کیہ
خدا تعالےٰ کی اطاعت دل ہی کرتا ہے اور اعضاء ظاہری مین صرف عبادت کی سبب
ل جاتا ہے اور عصیان اور تمرد بھی دل ہی کا کام ہے اور اسوقت اعضا مین تخشع اور برائی
دار ہو جاتے ہین اسکی روشنی اور تاریکی سے ظاہر کے محاسن اور قبائح کا ظہور ہوتا ہی کیونکہ
ن مین سے وہی نکلتا ہے جو اوسکے اندر ہوتا ہی اور دل ایسی چیز ہے کہ آدمی جب اسکو
ن لے تو اپنے نفس کا عالم ہو جاتا ہے جسکے جاننے پر مدار خدا تعالےٰ کی معرفت کا ہے اور اگر
سے جاہل رہے تو نفس سے بھی جاہل رہتا ہے اور نفس کی جہالت سے خدا تعالےٰ کو بھی
ن پہچان سکتا اس لیے کہ جو اپنے قلب سے ہی جاہل ہے تو غیر سے بطریق اولےٰ جاہل ہوگا
اکثر لوگ اپنے قلوب اور نفوس سے نا واقف ہین اور اونکے بیچ مین اور اونکے نفسونکے درمیان مین
ب ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور خدا کا حائل ہونا اسطرح ہے
دل کو مشاہدہ اور مراقبہ اور ادراک صفات قلبی سے روک دے اور یہ کیفیت معلوم ہونے دے کہ دل
دا تعالےٰ کی دو انگلیون مین کسطرح پہیرتا رہتا ہے اور یہ کہ کسطرح بعض اوقات اوسکا میلان
ل السافلین کی طرف ہوکر شیاطین کی حد تک پہونچتا ہے اور بعض اوقات اوسکی رغبت
علیین کیطرف ہوکر عالم ملائکہ مقربین تک عروج کر جاتا ہے اور جو شخص اپنے قلب کا حال نجانے
سکی نگہبانی اور محافظت کرے اور خزاین ملکوتیہ جو اوسپر وارد ہوتے ہین اونکا امیدوار رہے
ون لوگون مین سے ہے جنکے حق مین خدا تعالےٰ فرماتا ہے نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ
الْفٰسِقُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ قلب کا پہچاننا اور اوسکے صفات کی حقیقت کو دریافت کرنا
ہا دین اور بنیاد طریق سالکین ہے اور چونکہ ہم نصف اول کتاب مین عبادات و معاملات متعلق
ہائے ظاہری کا حال لکھ چکے ہین جسکو علم ظاہر کہتے ہین اور وعدہ کر چکے ہین کہ نصف ثانی
صفات مہلکہ اور منجیات جو قلب پر جاری ہوتے ہین اور جنکا نام علم باطن ہے بیان کرینگے
ن لیے ضرور ہوا کہ قبل تفصیل مہلکات اور منجیات کے دو باب لکہین اول مین عجائب صفات
لاق قلبی کا مذکور ہو اور دوم مین کیفیت ریاضت قلب اور اوسکے اخلاق کی تہذیب کا طریق
ا عجائب قلبی کو بطریق ضرب امثال ذکر کرتے ہین کہ جلد سمجھ مین آوے ورنہ اسکی عجائب

۱ اللہ بیچ میں ہو جاتا ہے آدمی کے اور اوسکے دل کے ۱۲

۲ اونہون نے بہلا دیا اللہ کو پہر اوس نے بہلا دیے اونکو اونکی جی ۱۲

باب اول ذکر عجائبات قلبی کا مشتمل پندرہ بیانون پر

بیان اول نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معنی کا اور یہ کہ ان چارون اسماسے کیا مراد ہے

جاننا چاہیے کہ ان چارون لفظونکا استعمال فصول مہلکات اور منجیات مین ہوتا ہے اور علما مین بہت ایسے لوگ کم ہین جو ان الفاظ کے معانی کا اختلاف اور اونکا مصداق جانتے ہون اور اکثر غلطی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ انکے معنے نہین جانتے اور انکے معانی مختلفہ مین مشترک آنے کا خیال پہچانتے ہین لہذا ہم انکے معانی وہ بیان کرینگے جن سے ہماری غرض متعلق ہی لفظ اول قلب ہے اسکے دو معنی ہین اول تو وہ گوشت کا ٹکڑا گاودم جو سینے کی بائین جانب ہی اور اسکے بیچ مین خلا ہی جسمین سیاہ خون رہتا ہی جو منبع اور معدن روح کا ہے لیکن ہمکو اوس شکل وکیفیت کا بیان کرنا مقصود نہین اوس سے غرض اطبا کی متعلق ہوتی ہے دینی غرض اوس سے کوئی متعلق نہین اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مردہ مین بھی موجود ہوتا ہے پس جب ذکر قلب کا اس کتاب مین آویگا تو اوس سے یہ معنی مراد نہونگے اسلیے کہ ان معنی کے اعتبار سے تو دل ایک گوشت کا ٹکڑا بیقدر ہے اور عالم محسوسات ظاہری سے ہے یہانتک کہ جانورونکو بھی آنکھ سے سوجھ سکتا ہے آدمیونکا تو کیا ذکر ہے اور دوسرے معنے دل کے یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ روحانی ربانی ہے جسکو قلب جسمانی سے تعلق ہے اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہے اور مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب یہی ہے اور اسی سے بازپرس ہے اور جو وجہ علاقہ کی اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے ہے اوسکی ادراک مین اکثر لوگونکی عقل حیران ہے کیونکہ اوسکا تعلق قلب جسمانی سے ایسا ہے جیسا تعلق اعراض کا اجسام سے یا صفات کا اپنے موصوف سے یا تعلق کاریگر کا اپنے آلہ سے یا مکین کا مکان سے اور ہم جو اوس وجہ کو نہین بیان کرتے اوسکی دو سبب ہین اول تو یہ کہ یہ امر علوم مکاشفہ یعنے اسرار غیبی سے متعلق ہے اور ہم کو اس کتاب مین صرف علوم معاملہ بیان کرنے مقصود ہین دوم یہ کہ اسکی تحقیق روح کے راز فاش ہونے پر موقوف ہے اور یہ وہ راز ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا پس دوسرے کو بھی لب کشائی اسباب مین نچاہیے غرضکہ اس کتاب مین جس جگہہ ہم قلب لکہین گے اوس سے یہی لطیفہ مراد ہوگا اور ہماری غرض بھی یہی ہے کہ اوسکے اوصاف اور احوال بیان کرین اوسکی حقیقت فی ذاتہ کا بیان کرنا نہین اس لیے کہ مدار علم معاملہ کا اوسکے صفات اور حالات کے جاننے پر ہے اوسمین

ایک جسم لطیف ہے جسکا منبع قلب جسمانی کا خلو ہے اور وہانسے بذریعہ شریانونکے تمام اعضاء کے بدن مین پھیلتی ہے اور اوسکا بدن مین پھیلنا اور حیات اور حواس خمسہ کا اعضا کو دینا ایسا ہے جیسا ایک چراغ کسی گھر مین رکھدو اور اوس سے چار طرف روشنی پھیل جاوے اور گھر کے اندر جس جگہ یہ روشنی جاوے وہان اُجالا ہوجاوے پس روح بمنزلہ چراغ کے ہے اور حیات بمنزلہ نور کے اور روح کا باطن مین حرکت کرنا اور بدن مین ساری ہونا ایسا ہے جیسا چراغ مثلاً اطراف گھر مین پھرایا جاوے۔ یہ معنی روح کے اصطلاح اطبا کی ہے یعنی روح ایک بخار لطیف ہے جو حرارت قلب سے نضج پاتا ہے پس ان معنون کا بیان کرنا ہماری غرض نہین اس سے غرض اطبا کی متعلق ہے جو علاج بدن کرتے ہین اور اطبا دین جو قلب کی معالجہ اس لیے ہوتے ہین کہ اوسکو جوار رب العالمین تک پہونچاوین وہ اس روح سے ذرا بھی بحث نہین کرتے بلکہ اونکی غرض دوسرے معنی سے ہے اور روح کے دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ مدرکہ ہے انسان مین اور یہ وہی معنی ہین جسکی شرح دوسرے معنی قلب مین ہم کرچکے ہین اور یہی معنی مراد ہین اس آیت شریفہ مین قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي اور یہ ایک ایسی عجیب ربانی شے ہے کہ جسکے کنہ حقیقت کے ادراک مین اکثر عقول و فہم عاجز ہین تیسیر لفظ نفس ہے یہ بھی معنوں مین مشترک بولا جاتا ہے منجملہ ان کے دو معنی ہمارے مقصود کے موافق ہین اول یہ کہ نفس انسان مین وہ شے ہے جو قوت غضب اور شہوت کی جامع ہے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اہل تصوف مین یہ معنی اکثر شائع ہین اونکے نزدیک نفس وہی ہے جسمین صفات مذمومہ انسانی جمع ہین اور اسی بنا پر وہ لوگ فرماتے ہین کہ نفس پر مجاہدہ کرنا چاہیے اور نفس کو خوب توڑنا چاہیے اور اس حدیث شریف مین بھی کہ اَعْدٰى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ یہی معنی مراد ہین۔ دوسرے معنی نفس کے یہ ہین کہ نفس ایک لطیفہ ربانی ہے جسکا ہم پہلے ذکر کرچکے اور اس اعتبار سے واقع مین انسان وہی ہے اور نفس انسان اور ذات انسان بھی اوسیکو سمجھنا چاہیے البتہ اتنا ہے کہ بحسب اختلاف احوال صفات مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پس جب شہوات سے مزاحمت کرتے کرتے اوسکا اضطراب دور ہوجاتا ہے اور فرمان برداری مین ٹھہر جاتا ہے تو اوسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جسکے باب مین خدا تعالےٰ فرماتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً کیونکہ نفس کے اول معنی جو ہم بیان کر چکے ہین ان ہوئے اونکے اعتبار سے اوسکا اللہ کیطرف رجوع کرنا متصور نہین ہوتا بلکہ وہ تو اللہ سے دور اور جماعت شیطان سے ہے۔ اور جب اوسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی

ح ۲ سب مین زیادہ بڑا دشمن تیرا النفس ہے جو تیرے پہلوؤں مین ہے ۱۲ بیہقی در کتاب الزہد روایت ابن عباس اور اسمٰعیل بن عبدالرحمن بن عوف سند ضعیف سے ۱۲

ف ۳ اے چین پکڑنے والی جی پھر چل اپنے رب کی طرف تو اوس سے راضی وہ تجھسے راضی ۱۲

کوردکتا رہتا ہے اور اوسپر اعتراض کرتا رہتا ہے تو اوسکو نفس لوامہ کہتے ہین اس لیے کہ وہ اپنے مالک کو عبادت مولے مین قاصر پاکر ملامت کرتا ہے اسکا ذکر بھی خدا تعالے نے فرمایا ہے لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (آیت ۱) اور جب نفس شہوانی کی روک نہ کرے بلکہ مقتضاے شہوات اور حرکات شیطانی کا مطیع اور منقاد ہوجاوے تو اوسکو امارہ بالسوء کہتے ہین جیساکہ خدا تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام یا عزیز مصر کی بی بی کے حال مین ارشاد فرمایا ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (آیت ۲) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امارۃ بالسوء سے مراد نفس باعتبار معنے اول ہو تو اس صورت مین نفس بمعنی اول نہایت ہی برا ہے اور دوسرے معنی کی روسے عمدہ ہے اس لیے کہ وہ اپنی معنی کے اعتبار سے ذات وحقیقت انسانی ہے جو معرفت الٰہی و دیگر معلومات کی عالم ہے چوتھا لفظ عقل ہے اور وہ بھی معانی مختلفہ مین مشترک ہے جنکا بیان ہم باب العلم مین کرچکے اور اونمین سے دو معنون کے ساتھہ ہماری غرض متعلق ہے اول تو یہ کہ کبھی عقل بولتے ہین اور اوس سے مقصود علم حقائق امور کا ہوتا ہے اس صورت مین عقل صفت علمیہ ہوگی جسکا محل قلب ہے دوسرے یہ کہ کبھی عقل کہتے ہین اور اوس سے مراد مدرک علوم ہوتی ہے تو اس صورت مین عقل بھی وہی لطیفہ مذکورہ بالا ہوگی اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ جو عالم ہے وہ شے بنفسہ موجود اور قائم بذات خود ہے اور صفت علم اوسمین حلول کی ہوئی ہے اور صفت غیر ہوتی ہے اپنے موصوف کی پس عقل سے کبھی تو یہ صفت علم مراد ہوتی ہے اور کبھی محل ادراک یعنی موصوف اوس صفت کا مراد ہوتا ہے اور یہی معنی ہین عقل کے اس حدیث شریف مین کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ کیونکہ صفت علم تو قائم بالذات نہین ایک عرض ہے اوسکا اول مخلوق ہونا کیسے کہا جاے تو ضرور ہے کہ اوسکا محل اوس سے پہلے یا اوسکے ساتھہ مخلوق ہو ورنہ خطاب کسطرح ممکن ہوگا جو اسی حدیث مین مذکور ہے کہ خدا تعالے نے اوسکو فرمایا کہ سامنے آ تو سامنے آئی پھر فرمایا پیچھے پھر تو پشت پھیری اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین عقل سے محل صفت علمی مراد ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان چارون الفاظ قلب و نفس و روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہین یعنی قلب جسمانی اور روح جسمانی اور نفس شہوانی اور علوم اور پانچوین معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی وہ ان چارون لفظون مین مشترک ہے اس صورت مین لفظ چار ہوے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے دو دو معنی ہوے اور چونکہ اکثر علما پر ان الفاظ کا اختلاف اور اشتراک مشتبہ ہوگیا ہے اسی سبب سے وہ خواطر مین لکھتے ہین کہ یہ خاطر قلب ہے اور یہ خاطر نفس ہے اور یہ خاطر روح ہے مگر ناظر کو ان

(حاشیہ) ۱ قسم کھاتا ہون جی کی جو الاہنا دیتا ہے ۱۲

۲ اور مین پاک نہین کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے برائی ۱۲

سب سے پہلے خدا تعالے نے عقل کو پیدا کیا

آ سامنے آ پیچھے پھر ... اسکی ... ۱۲

چیزون مین کچھ معانی کا اختلاف معلوم نہین ہوتا اسی قباحت کے دور کرنے کے لیے ہم نے
ان الفاظ کی شرح اول کر دی۔ اور جہان کہین قرآن مجید یا حدیث شریف مین لفظ قلب واقع
ہے پس اوس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان مین سمجھتی ہے اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہے اور اوسکو
کنایۃً اوس قلب پر بولتے ہین جو آدمی کے سینہ مین ہے کیونکہ اوس لطیفہ اور جسم قلب مین ایک علاقہ
خاص ہے اور اگرچہ وہ تمام بدن سے متعلق ہے اور سب اعضا سے کام لیتا ہے لیکن تعلق اوس کا
اور اعضا سے بواسطہ قلب کے ہی یعنی لطیفہ مذکورہ کا تعلق اول قلب جسمانی ہی سے ہے گویا کہ
قلب جسمانی اوسکا محل اور دار السلطنت اور مرکب ہے اور اسی جہت سے سہیل تستری رحمہ اللہ نے
قلب جسمانی کو عرش سے اور سینہ کو کرسی سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ قلب عرش ہے
اور صدر کرسی ہے اور اس سے کوئی یہ نسمجھے کہ اونکی غرض یہ ہے کہ قلب عرش خدا کا ہی اور صدر
اوسکی کرسی ہے کیونکہ یہ امر تو محال ہے بلکہ مراد اونکی یہ ہے کہ قلب جسمانی اور صدر لطیفہ قلبی کے لیے دار السلطنت
اور تختگاہ ہین کہ اول اوسکا تصرف یہان ہی سے شروع ہوتا ہے غرضکہ قلب جسمانی اور صدر کو
لطیفہ قلبی سے وہ نسبت ہی جو عرش و کرسی کو ہی خدا سے پاک سے اور یہ تشبیہ بھی صرف بعض
وجوہ سے درست بیٹھتی ہے اور چونکہ اوس سے ہماری غرض متعلق نہین اس لیے فروگذاشت کر دیتے ہین

دوسرا بیان قلب کے لشکرون کا

واضح ہو کہ اللہ تعالے کے لشکر قلوب اور ارواح اور دوسرے عالمون مین اتنے ہین کہ اونکی حقیقت
اور گنتی سوا اوسکے اور کوئی نہین جانتا جیسا کہ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ[1] اسوقت ہم
اب بعض لشکر قلب کے بیان کرتے ہین کیونکہ ہماری غرض قلب ہی سے متعلق ہے پس جاننا چاہیے
کہ قلب کے دو لشکر ہین ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے محسوس ہوتا ہے اور ایک وہ جو عقل کی آنکھ سے
سوجھتا ہی اور یہ دونون قلب کے لیے بمنزلہ خادم اور مددگار کے ہین اور یہان لشکر کے یہی معنی ہین
پس وہ لشکر جو ظاہری آنکھ سے سوجھتا ہے وہ ہاتھ پاؤن آنکھ کان ناک اور تمام اعضا ظاہری
اور باطنی ہین کہ سب کی سب اوسکے خادم اور مسخر ہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونمین تصرف کرتا ہے
یہ سب اوسکی اطاعت کے لیے پیدا ہوئے ہین حتی کہ اوسکے خلاف کی قدرت نہین رکھتے اور اوس سے
منحرف نہین ہو سکتے ہین مثلاً جب آنکھ کو حکم کھلنے کا کرتا ہے کھل جاتی ہے اور پاؤن کو چلنے کا کہتا ہے
تو چلنے لگتا ہے زبان کو بولنے کے لیے حکم ناطق دیتا ہے تو بولنے لگتی ہے اور اسیطرح تمام اعضا کا
حال ہے اور اعضا اور حواس کا مطیع ہونا قلب کے لیے من وجہ ایسا ہی جیسا فرشتے اللہ تعالے کے

[1] اور کوئی نہین جانتا تیرے رب کے لشکر مگر وہی آپ ۱۲

مطیع ہین کہ وے بھی طاعت الٰہی کے لیے مخلوق ہوئے ہین خلاف کی قدرت نہین رکہتے بلکہ اونکا حال یہہ ہے
لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ البتہ ایک بات کا فرق ہے کہ فرشتے اپنی طاعت اور امر الٰہی
کی بجا آوری کے عالم بہی ہوتے ہین اور اعضا مین یہہ بات نہین مثلاً آنکہ کی پلکین کہلنے اور بند ہونے مین
اطاعت قلب کی تو کرتی ہین مگر اونکو مطلق نہ اپنے وجود کی خبر ہے اور نہ اس اطاعت کی خبر
اور چونکہ قلب کو حاجت سواری اور زاد راہ کی اوس سفر کے لیے ہوتی ہے جسکے لیے پیدا ہوا ہے
یعنی سفر معرفت الٰہی اور قطع منازل دیدار رحمانی کے جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ
الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اسی لیے اوسکو ان اعوان اور مددگارونکی حاجت پڑی ان مین
سے اوسکی سواری تو بدن ہے اور زاد راہ علم ہے اور جن اسباب سے کہ یہہ زاد راہ تک پہونچکر توشہ
حاصل کرتا ہے وہ اعمال نیک ہین اور بندہ کے لیے ممکن نہین کہ راہ سلوک الی اللہ بدون سکونت بدن
اور بسر کرنے دنیا کے حاصل ہوسکے کیونکہ بڑی منزل تک پہونچنے کے لیے چھوٹی منزل کا قطع کرنا
ضرور ہے اور اسی بنا پر اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ واقع ہوا ہے گویا دنیا بھی ایک منزل ہدایت ہے
اور اس کا دنیا اس وجہ سے نام ہوا کہ قدر و منزلت مین اوس دوسری منزل سے کم ہے۔ غرض
کہ قلب کو ضرور ہے کہ اس عالم مین زاد راہ حاصل کرے اور بدن وہ سواری ہے جسکے باعث سے
دنیا مین پہنچ جاتا ہے پس اوسکی حفاظت اور کفالت بہی ضرور ہوئی اور اوسکی حفاظت اسطرح ہے
کہ جو غذا وغیرہ اوسکے موافق ہو وہ اوسکو دیجاوے اور جو اسباب اوسکے ہلاک کے ہون وہ اوس سے
دور کیے جاوین اس اعتبار سے حصول غذا کے لیے دو خادمون کی حاجت ہوئی ایک باطنی جسکا نام
بہوک اور خواہش ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہ وغیرہ اعضا جنسے غذا حاصل ہو اسی لیے قلب مین بقدر
حاجت خواہش بہی پیدا کی گئی اور اعضا جو ذریعہ خواہش ہین وہ بہی عنایت ہوئے اسیطرح مہلکات
سے بچنے کے لیے دو لشکرونکی ضرورت ہوئی ایک باطنی جسکو غضب کہتے ہین اور جسکے باعث دشمنون سے
انتقام لیتا ہے اور مہلکات کو دور کرتا ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہ اور پاؤن وغیرہ جنسے غضب
کے وقت حسب مقتضائے غضب کام لیتا ہے گویا ان اعضا کا وجود بدن مین مثل ہتیارونکے ہے
اب جو شخص محتاج غذا کا ہے جب تک اوسکو غذا کا حال معلوم نہو تو صرف محبت غذا اور بہوک
سے کام نچلے گا اس لیے قلب کو غذا کے پہچاننے کے لیے دو خادمون کی ضرورت ہوئی ایک باطنی
یعنی ادراک حواس خمسہ ظاہری کا اور ایک ظاہری یعنی مواضع حواس خمسہ ظاہری کے کہ آنکہ
و کان و ناک وغیرہ ہین۔ اور قلب کو جو ان اشیا کی طرف حاجت ہے اوسکی وجہ مفصل اور یہہ ایسی

۱۰ نا حکمی نہین کرتے اللہ کی جو بات انکو فرمائی اور وہی کرتے ہین جو حکم ہوا ۱۲

۲۰ اور مین نے جو بنایا جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو ۱۲

یا حکمت ہی اتنا طول کلام چاہتی ہے کہ بہت سی جلدوں مین بھی بیان نہو سکے اور ہم نے کچھہ تھوڑا سا باب الشکر مین لکھا ہے اوسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ قلب کی خادم تین قسم کے ہین ایک تو وہ کہ اوسکو کسی شئے کی طرف رغبت دلاوین خواہ حصول نفع کی طرف مثل بہوک کے خواہ ضرر دور کرنیکی طرف مثل غضب کے اس قسم کے خادم کو ارادہ بہی کہتے ہین دوسری قسم وہ ہے جو حصول مقصود کے لیے اعضا کو حرکت دیتی ہے اوسکو قدرت وطاقت کہتے ہین جو تمام اعضا خصوصاً رگ وپے مین پہیلی ہوئی ہے تیسری قسم جاسوسون کیطرح مدرک اور پہچاننے والی ان اشیا کی ہے وہ قوت دیکہنے اور سونگہنے اور سننے اور چکہنے اور چہونے کی ہے جو اعضاء معینہ مین موجود ہے اس قسم کا نام علم وادراک ہے اور ان باطنی لشکرون مین سے ہر ایک کی ساتہہ ظاہری لشکر بھی ہین یعنی اعضاء مرکب گوشت وپوست وچربی وخون وہڈی وغیرہ سے یہ اعضا آلات واسباب پہلے لشکرون کے ہین مثلاً قوت گرفت انگلیون سے متعلق ہے اور قوت بینائی آنکہہ مین ہے اور علی ہذا القیاس اور قوی کو سمجہنا چاہیے اور ہم کو اعضاء ظاہری سے بحث نہین کیونکہ یہ عالم ظاہری سے ہین بلکہ ہم اون اعوان قلبی کا ذکر کرتے ہین جو آنکہہ سے نہین سوجہتے اور وہ اون سب مین سے قسم سوم ہے یعنی قوائے مدرک اور انکی دو قسمین ہین ایک تو وہ جسکا ٹہکانا اعضائے ظاہری مین ہے یعنی حواس خمسہ ظاہری جو متعلق اعضاء ظاہری آنکہہ کان ناک وغیرہ سے ہین اور ایک وہ جنکا مسکن منازل باطنی مین ہے یعنی دماغ کی تجویفون مین اور یہ بہی پانچ ہین اسلیے کہ آدمی کسی چیز کو دیکہکر جو اپنی آنکہین بند کر لیتا ہے تو اوس شئے کی تصویر اپنے نفس مین پاتا ہے اسکو خیال کہتے ہین پہر یہ صورت بعض باتین یاد رکہنے سے اوسکے ساتہہ رہتی ہے وہ حافظہ کہلاتا ہے پہر یاد کی چیز کو سوچتا ہے اور بعض کو بعض سے ملاتا ہے اور جو بہولا ہوا ہوتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور صورت جون کی تون نفس مین ہوتی جاتی ہے پہر محسوسات کی سب باتونکو حس مشترک سے اپنے خیال مین جمع کر لیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن مین یہ قوتین ہین حس مشترک اور خیال اور فکر اور ذکر اور حفظ۔ اور اگر خدا تعالے قوت حفظ اور فکر اور ذکر اور خیال پیدا نہ فرماتا تو دماغ ان چیزون سے خالی ہوتا جیسے اب ہاتہہ پاؤن وغیرہ اون سے خالی ہین غرضکہ جیسے یہ قوتین باطنی ہین اسیطرح انکی جگہین بہی باطنی ہین **ف** مترجم کہتا ہے کہ اطبا کے نزدیک جو حواس خمسہ باطنی ہین وہ سب کو معلوم ہین اور نام بہی اونکے مشہور مصنف رح نے جو تبدیل کی ہے نہ معلوم کس رعایت سے کی ہے اونکی تقریر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے پس یہ اقسام ہین قلب کی لشکرونکے اور انکا بیان اسطرح کہ کم علمونکی بہی سمجہہ مین آجاوے طول چاہتا ہے

اورگو اس جیسی کتاب مین غرض یہی ہے کہ منتہی لوگونکو نفع ہو پہر بھی ہم مثالین لکھہ لکھکر ایسا بیان کرتے ہین جسکو مبتدی بھی سمجھ سکین

تیسرا بیان مثالین قلب کے باطنی خادمونکی

جاننا چاہیے کہ قلب کے دو خادم غضب اور شہوت کبہی اوسکی فرمان برداری بدرجۂ اتم کرتے ہین تو اوسوقت قلب کو سلوک مین اونسے مدد ملتی ہے بلکہ اون دونونکو اپنے سفر الی اللہ مین اچہا رفیق سمجھتا ہے اور کبہی یہ دونون اوسکی نافرمانی کر کے اوس سے باغی ہوجاتے ہین تو یہ نوبت پہونچتی ہے کہ اوسیکو غلام کر لیتے ہین اور موجب اوسکی بربادی کا ہوتے ہین اور جس سفر سے کہ اوسکو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے اوس سے باز رہتا ہے مگر اوسکے مددگار اور بہی ہین جسکو علم اور حکمت اور تفکر کہتے ہین اور اونکا بیان عنقریب آتا ہے پس ایسے وقت نازک مین قلب کو مناسب ہے کہ اون مددگارون سے جو اللہ کے گروہ کہلاتے ہین اون دونون خادمونکے مقابلہ کے لیے استعانت چاہے اسلیے کہ وہ دونون کبہی شیطان کی جماعت مین ملجاتے ہین اور قلب کو دباتے ہین پس اگر قلب نے استعانت نکی اور غضب اور شہوت کا مطیع ہوگیا تو یہی صورت ہلاکی اور نقصان بین کی ہے اور اکثر لوگون کا یہی حال دیکہا جاتا ہے کہ اونکی عقلین شہوات کی ایسی مطیع ہوگئی ہین کہ اپنی شہوات کے پورا کرنیکے لیے حیلے ڈہونڈہتے ہین اور مناسب یون تہا کہ عقل کی ضروریات مین شہوت اوس کی مطیع رہتی اب ہم ناظرین کے سمجہانیکے لیے اسکی توضیح تین مثالون سے کرتے ہین **مثال اول** فرض کرو کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ مذکورہ بالا بادشاہ ہے اور بدن اوسکا شہر اور دار السلطنت اور جوارح اور قوی اوسکے کارکن اور عملہ اور قوت عقلیہ اوسکا وزیر خیرخواہ و باتدبیر ہے اور غضب اوس شہر کا کوتوال ہے اور شہوت اوسکا غلام بدسرشت جو اوس شہر مین کہانا وغیرہ لایا کرتا ہے اور بڑا مکار چہوٹا فریبی پلید ہے کہ خیرخواہونکی صورت مین آکر بظاہر خیرخواہی کرتا ہے مگر اوسکی خیرخواہی مین سراسر فساد اور زہر قاتل ہے اور اوسکی عادت یہ ٹہرگئی ہے کہ وزیر باتدبیر کے ساتھہ اوسکی تجویزونمین نزاع کرتا رہتا ہے یہانتک کہ کوئی گہڑی اوسکے نزاع سے خالی نہین ہوتا ایسی صورت مین اگر بادشاہ اپنے امور سلطنت مین وزیر کے مشورہ پر چلیگا اور اوس غلام پلید کے کہنے سے روگردان رہیگا اور یہ بات ٹہان لیگا کہ اسکے خلاف ہی مین بہتری ہے اور اپنی وزیر کی خاطرداری سے کوتوال کی بہی تادیب کریگا اور وزیر کی طرف ہوکر اوسکو اوس غلام خبیث اور اوسکے تابعین پر تعین فرمادیگا تاکہ غلام مذکور اپنے درجہ سے بڑہنے نپاوے مغلوب اور محکوم بنا رہے

زیادہ منہ نہ لگے تو ظاہر ہے کہ بادشاہی انتظام بہت درستی اور عدل کے ساتھ ہوگا اسی طرح اگر نفس عقل سے استعانت لیگا اور غضب کی تادیب کر کے اوسکو شہوت پر مسلط رکھیگا اور کبھی غضب کو کم کرنیکے لیے شہوت سے مدد چاہیگا اور کبھی شہوت کے دبانیکے لیے غضب کو اوسپر مسلط کر کے مقتضیات شہوت کو برا سمجھیگا تو اوسکے قوی سب درجہ اعتدال پر رہینگے اور اوسکے اخلاق سب بہتر ہونگے اور اگر اس طریق سے عدول کریگا تو اون لوگوں مین سے ہوگا جنکی شان مین خدا تعالے فرماتا ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ اور یہ ارشاد ہے وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث اور جو شخص کہ نفس کو شہوات سے روکتا ہے اوسکے حق مین یون ارشاد ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ اور کیفیت ان چیزونکی ساتھ مجاہدہ کرنے اور ایک کو دوسرے پر مسلط کرنیکے انشاء اللہ عنقریب باب ریاضت نفس مین آویگی دوسری مثال فرض کرو کہ بدن ایک شہر ہے اور اوسکا حاکم مدبر عقل ہے یعنی وہ چیز جو انسان کے اندر ادراک کرتی ہے اور حواس ظاہری اور باطنی اوسکے لشکر اور اعوان ہین اور اعضا اوسکے رعیت اور نفس امارہ یعنی شہوت و غضب اوسکا دشمن کہ اوسکے سلطنت کا خواہان ہے اور رعیت کو تباہ کیا چاہتا ہے تو اب بدن کو ایک مورچہ جاننا چاہیے جسمین بادشاہ خود حفاظت کے لیے موجود ہے پس اگر اپنے دشمن سے لڑکر اوسکو بہگادیگا یا مغلوب کرلیگا تو اسکا کام دربار اعلی مین پسند ہوگا جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً اور اگر اس مورچہ کو کہو بیٹھیگا اور اپنی رعیت کو بیکار کردیگا تو خدا کے نزدیک مذموم ہوگا اور اوسکی سزا اوسکو دیجاویگی جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ایسے شخص سے قیامت کو یون کہا جاویگا اے خبیث نگہبان تونے گوشت کہایا اور دودہ پیا مگر گم ہوئی چیز کا ٹہکانا نہ لگایا اور شکستہ کو درست نہ کیا آج مین تجہسے عوض لونگا اور اسی مجاہدہ کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ تیسری مثال عقل کو ایک سوار سمجھنا چاہیے جسکا ارادہ شکار کا ہے اور شہوت کو اوسکا گہوڑا اور غضب کو اوسکا کتا خیال کرنا چاہیے پس اگر سوار حاذق اور ماہر ہوگا اور گہوڑا بہی سدہا ہوا اور کتا بہی تعلیم یافتہ تو بیشک اپنے مقصد کو پہونچیگا اور جب سوار بذات خود فن سواری سے جاہل ہوگا اور گہوڑا سرکش اور کتا دیوانہ تو نہ گہوڑا ہی اوسکا کہنا کریگا اور نہ کتا اشارہ پر چلیگا پس ایسے شخص کو شکار کا ملنا تو درکنار

اپنی جان ہی بچانی دشوار ہوگی اس مثال مین سوار کو سواری نہ آئی مثال انسان کی جہالت
اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہے اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبہ شہوت کی خصوصاً شہوت شکم
اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبہ غضب کے ہے اللہ تعالی اپنے فضل و عنایت سے اوس سے بچاوے

چوتھا بیان قلب انسان کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزین ہم نے اعضا و حواس سے بیان کی ہین وہ اللہ تعالے نے تمام حیوانات
کو بھی دی ہین مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانونکو بھی حاصل ہین
دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہے تو اوس کی عداوت اپنے دل سے معلوم
کر کے فوراً بھاگتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہے پس اب ہم وہ
چیز ذکر کرتے ہین جو خاص قلب انسانی مین پائی جاوے اور جسکے باعث اوسکو شرف اور
تقرب الی اللہ کی لیاقت ہے اور وہ دو باتین ہین ایک علم اور دوسرا ارادہ علم تو امور دنیوی
اور اخروی اور حقائق عقلی کا ہے کہ یہ امور نہ محسوسات کی حد مین داخل ہین اور نہ حیوانات
کو انمین انسان کے ساتھ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہین مثلاً
انسان یہ حکم کرتا ہے کہ ایک شخص کا دو مکانونمین ہونا ایک ہی حالت مین غیر ممکن ہے پس یہ
حکم ہر شخص کے واسطے ہے گو اوس نے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہین اس صورت مین
اوسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اوسکی حس کے ادراک سے زائد ہے اور جب علم ظاہر بدیہی مین
یہ امر سمجھ چکے تو اور تمام نظریات مین اور بھی ظاہر تر ہے اور ارادہ سے یہ غرض ہے کہ جب انسان
عقل سے انجام کار کو سوچتا ہے اور اوسمین بہتری معلوم ہوتی ہے تو اوسکی طبیعت مین ایک
شوق اوس بہتری کا اور اوسکے لوازم کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہے اسکو ارادہ کہتے ہین اور یہ
ارادہ وہ نہین جو ارادہ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہے بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادہ کے
ضد ہے مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اوسکا ارادہ کرتی ہے اور اوسکے لیے
مال تک خرچ کرتی ہے یا بیماری کی حالت مین شہوت کا میل لذیذ کھانون کیطرف ہوتا ہے اور
عاقل آدمی اپنے نفس مین اوس سے ایک مانع پاتا ہے اور یہ مانع شہوت کیطرف سے نہین ہے اور اگر
خدا تعالے عقل کو تو پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہے اور اس ارادہ کو پیدا نہ فرماتا جسکے
باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہے تو عقل کا حکم بیفائدہ محض ہوتا غرضکہ
قلب انسانی مین وہ علم و ارادہ ہے جو تمام حیوانات مین نہین بلکہ اول اول لڑکونمین بھی نہین ہوتا

کیونکہ یہ ارادہ اونمین بعد بلوغ کی پیدا ہوتا ہی اور شہوت و غضب اور حواس ظاہری و باطنی اونمین سب
موجود ہوتی ہین ہان ان علوم کی حاصل ہونیکی لڑکے مین دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اوسکی دل مین علم بدیہی
باتونکا آجاوی مثلاً جن چیزونکا وجود ظاہر مین نہین ہوسکتا اونکا محال جانتا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجھنا
تو اس صورت مین اوسکو علوم نظریہ تو حاصل نہونگی مگر اونکی حصول کی قریب ہوجاویگا اور اوسکا حال علوم
نظریہ مین ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سی تو عاری ہی مگر مفردات حروف اور دوات
و قلم کو جانتا ہی اسطرحکا کاتب اگرچہ درجہ کتابت پر نہین پہونچا مگر اوسکی قریب ہوجاتا ہی۔ دوسرے یہ کہ علوم
اوسکو اکتساب اور تجربہ اور فکر سی حاصل ہو وین اور اونکا مخزن اوسکی پاس ہی جب چاہی اونکی طرف
رجوع کری تو ایسی شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہی کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اوسکو کاتب کہینگے
کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہے اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کی مدارج مین اعلی درجہ
ہے لیکن اس درجہ مین مراتب غیر متناہی ہین کہ اونمین لوگ کثرت اور قلت معلومات کے باعث
یا شرافت اور خست معلومات کی جہت سی متفاوت ہین اور نیز طریق حصول مین بھی تفاوت ہوتا ہے
کہ بعض قلوب کو اول ہی وہلہ مین بسبیل مکاشفہ الہام الٰہی سے حاصل ہوجاتے ہین اور بعض کو
نوبت اکتساب اور تعلم کی پہونچتی ہے پہر بعضے سریع الفہم ہوتے ہین اور بعضے بطی الحصول اور یہ مقام
مین درجات انبیا و علما اور اولیا اور حکما کے مختلف ہین اور درجات ترقی کی کچھ انتہا نہین اسلیے
کہ معلومات الٰہی کی کچھ حد نہین اور سب مین اعلی رتبہ اوس نبی کا ہوتا ہے جس پر سب حقیقتین
بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفہ الٰہی سے بہت جلد منکشف ہوجائین اور اسی سعادت سے بندہ کو
خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہے مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین
ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل
کی کچھ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچتا ہے اوسکا اوسکی نیچے کی منزلون کا حال
معلوم رہتا ہے لیکن جو منزلین اوسکے آگے ہین اونکو علماً تو نہین جانتا الا کبھی ایماناً بالغیب
اونکی تصدیق کرتا ہے جیسے ہم نبوت اور نبی پر ایمان رکھتی ہین اور اونکی وجود کی تصدیق
کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوائے نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کی بچہ کو شیر خوار کا
حال معلوم نہین ہوتا اور شیر خوار کو تمیز دار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اوسکو کیا کیا بدیہی
باتین حاصل ہوگئین ہین اور تمیز دار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے اوسنے
کیا کیا سیکھا ہے اسیطرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالے نے اولیا اور انبیا پر کیا کیا الطاف

ورحمت زیادہ فرماتے ہین مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا اور یہ رحمت جو بمنزلہ جود اور کرم خداوندی کے عام ہے کسی کے ساتھہ اوسکی طرفسے بخل نہین مگر ظہور اس رحمت کا اون دلونمین ہوتا ہی جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ لَنَفَحَاتٍ أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا اور ان پر تاک لگانا اسطرح ہے کہ دل کو پاک رکھین اور خبث وکدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہے اوس سے اجتناب کرین جیسا کہ عنقریب اوسکا بیان آنے والا ہے اور خدائے پاک کی اسی جود کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین يَنْزِلُ اللّٰهُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَأَسْتَجِيبَ لَهُ اور اس حدیث قدسی مین لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَأَنَا إِلَى لِقَائِهِمْ أَشَدُّ شَوْقًا اور اس حدیث قدسی مین مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ان سب احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلون سے پوشیدہ رہتے ہین تو منعم حقیقی کیطرفسے کچہ بخل اور روک نہین بلکہ خبث اور کدورت جو دلونمین رہتی ہے وہی باعث حجاب انوار معرفت ہوتی ہے کیونکہ دلونکا حال برتن کا سا ہے جب تک برتن مین پانی بھرا رہیگا اوسمین ہوا نہین جاسکیگی اسیطرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا اوسمین معرفت نجاسکیگی اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین لَوْلَا أَنَّ الشَّيَاطِينَ يَحُومُونَ عَلَى قُلُوبِ بَنِي آدَمَ لَنَظَرُوا إِلَى مَلَكُوتِ السَّمَاءِ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہوا کہ خاصیت انسان علم اور حکمت سے اور اشرف علوم علم اللہ جل شانہ اور اوسکی صفات اور افعال کا ہے کہ جسمین کمال انسانی ہے اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت رب العزت اوسکو حاصل ہوتی ہے غرض کہ بدن نفس کی سواری ہے اور نفس محل علم ہے اور علم انسان کا مقصود اور اوسکی خاصیت ہی کہ جسکے واسطے پیدا ہوا ہے اور جس طرح پر کہ گھوڑا بوجھہ اٹھانے مین گدہے کا شریک ہی اور خوبصورتی اور دوڑ دہوپ مین اوس سے خاص ہے تو گویا گھوڑے کی خاصیت یہی ہے اور اوسیکے لیے پیدا ہوا ہے پس اگر اس بات سے عاری ہوگا تو گدہے کے درجہ کو پہنچ جائیگا اسیطرح انسان بہت سی باتونمین گھوڑے اور گدہے کا شریک ہے مگر جو خاصیت انسانی ہے اوسکے باعث اون دونوسے ممتاز ہے اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین کے اوصاف مین سے ہے اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان مین ہے اسواسطے کہ انسان باعتبار غذا اور نشو ونما کے تو سبزہ ہے اور حس وحرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہے اور صورت وقد وقامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہے لیکن خاصیت اوسکی حقائق اشیا کی معرفت ہے

۱ جو کچھ دروازہ رحمت اللہ کھولے کوئی اوسکا روکنے والا نہین اور جسکو روک لے کوئی اوسکا کھولنے والا نہین ۱۲

۲ خدای تعالی کی رحمت کی بہت سی ہوائین ہین تمہاری زندگی کے ایام مین پس تم اونکی تاک مین رہو ۱۲

۳ خدا تعالی ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا اور ارشاد کرتا ہے کوئی مانگنے والا ہے کہ اوسکی دعا قبول کرون ۱۲

پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قوا سے اسطرح کام لیا کہ علم اور عمل مین اوسکو استعانت ہوئی ایسا
شخص مشابہ فرشتونکے ہے اور اونمین لاحق ہونے کا سزاوار ہے اور اگر اوسکو ملک ربانی کہا جاوے
تو بجا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہے
مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کیطرف مصروف کی
اور چوپایونکی طرح کہانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہوکر یا تو نرا بیل ناتجربہ کار ہوگا یا حریص
مثل سور کے یا غرانیوالا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کی یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل
لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتونکا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہے اور آدمی مین کوئی
عضو یا حاسہ ایسا نہین کہ جس سے وصول الی اللہ کیطرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب الشکر مین
کچھہ تھوڑا سا بیان اسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگا ویگا وہ فلاح کو پہونچیگا
اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسان کی سعادت کامل اسیمین ہے
کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو
سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دارالسلطنت اسکی
قلب ہی اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہے اوس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی
خبرین اوسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ جسکا مسکن موخر دماغ ہے اوسکا خزانچی
ہے اور زبان اوسکی ترجمان اور اعضا متحرکہ اوسکی محرر اور حواس خمسہ اوسکی جاسوس ہین اور ہر واحد
انمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہے آنکہ عالم رنگ پر متعین ہے اور کان عالم آواز پر
اور ناک عالم خوشبو پر اور علی ہذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کی اخبار جمع کرلیتے ہین اور قوت
خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہے وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد
کرتی ہے اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے جسقدر سلطنت کی
تدابیر مین یا جس سفر کے درپے ہوا اوسکی تکمیل مین یا جس دشمن کے ساتھہ منازعت ہے اوسکے قلع قمع
مین یا رہزنون کے دور کرنے مین ضرورت ہو اوسقدر لے لیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور
کامیاب اور خدا کی نعمتونکا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکہا یا کام تو لیا مگر اوسمین اپنے دشمنون
یعنی شہوت اور غضب اور لذائذ فانی اور آبادی رہگذر مسمی بہ دنیا کا ہی لحاظ رکہا تو شقی اور سیہ رو
اور خدا کی نعمتونکا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اسکا تابع تہا تلف کریگا اور دشمنان خدا کی عزت
اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اوسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور خرابی معاد کا ہوگا

نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہم نے بیان کی ہے حضرت کعب احبار رض نے اوسکی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان کی آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤن قاصد اور قلب بادشاہ ہے پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اوسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رض نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ بھی یہی فرماتی تھے اور حضرت علی رض نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ زمین مین خدا کی برتن قلوب ہین اونمین سے اوسکو زیادہ محبوب وہ ہے جو نرم اور صاف اور سخت ہے پھر ان لفظون کی تفسیر یون فرمائی کہ اپنے بھائیونکے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو اسمین اشارہ ہے اس آیت کریمہ کیطرف کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ یہ مثال نور مومن اور اوسکے دل کی ہے اور اس آیت مین اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہے اور زید بن اسلم نے لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہے فرمایا ہے کہ وہ مومن کا قلب ہے اور سہل تستری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی ہے یہ ہین مثالین قلب کی

ابو نعیم و ترمذی و طبرانی در مسند شامیین بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا و بیہقی در شعب بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

ف ۲ نرم دل ... ۱۲

ف ۳ ... اوسکی روشنی کی جیسے ... ایک چراغ ۱۲

پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اوسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اوسمین چار اوصاف سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس جہت سے کہ اوسپر غضب مسلط ہے افعال سباع کا مرتکب ہوتا ہے اور عداوت اور کینہ اور لوگونسے دہول دہپا گالی گلوچ کرتا ہے اور شہوت کے مسلط ہونے کے باعث بہائم کے افعال یعنے حرص و حسد و طمع وغیرہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ دعوی ربوبیت کا کرتا ہے اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ربانیت کا مدعی ہونا اور عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتونکو پسند کرتا ہے اور آرزومند تمام علوم کی اطلاع کا ہوتا ہے بلکہ علم اور معرفت اور حقائق امور پر ہونے کا مدعی ہوتا ہے اور جب علم کیطرف منسوب ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض اور ظاہر ہے کہ جمیع امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریائی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہے اور انسان مین اسکی حرص موجود ہے اور چونکہ باوجود اشتراک غضب و شہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے

ف ۴ ... ۱۲

ف ۵ ... ۱۲

جدا ہے تو اسمین شیطانیت بھی ہے جس سے شریر کہلاتا ہے اور اپنی تمیز کو شر کی صورتون مین استعمال
کرتا ہے اور اپنی غرضین مکر و حیلہ و فریب سے حاصل کرتا ہے اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہے اور
یہ سب عادتین شیطانونکی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت اور شیطانیت
اور سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہے اور یہ چارون قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین
چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اوسکی شہوت ہے اسلیے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہے تو
رنگ اور شکل کے باعث برا نہین بلکہ شدت حرص اور بسیار خواری سے مذموم ہے اور کتا آدمی کا
غضب ہے کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہے اور کتا جو کاٹ لیتا ہے باعتبار صورت و شکل کے یہ امر اونسے
سرزد نہین ہوتا ہے بلکہ معنی سبعیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اونمین پائی جاتی ہے اسیطرح
انسان کے باطن مین بھی تکلیف دہی اور غضب درندہ کا سا موجود ہے اور حرص و طمع سور کی سی
پس سور اپنے حرص کے باعث فحش اور مناہی کیطرف بلاتا ہے اور درندہ غضب کی جہت سے ظلم
اور ایذا کیطرف اور شیطان ان دونون کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہے اور ایک کو
دوسرے پر بھڑکاتا رہتا ہے اور اونکی جبلی صفت کو اونکی نظر مین اچھا کرتا رہتا ہے اور عقل انسانی
جو بمنزلہ حکیم کے ہے اسپر مامور ہے کہ شیطان کے مکر و حیلہ کو دفع کرے یعنی اپنی بصیرت کاملہ اور نور
واضح سے اوسکا مکر و اشتگاف کر دے اور سور اور کتے کو مسلط کر کے اوسکی شہوت توڑے کیونکہ غضب
سے شہوت ٹوٹتی ہے اسیطرح سور کو کتے پر مسلط کر کے اوسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا
مغلوب رکھے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات بنیگی اور مملکت بدن مین عدل ظاہر ہوگا اور
سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم اونکو مغلوب نکر سکا تو یہ چیزین اوسکو دبا لیتی ہین
اور اوس سے خدمت لیتی ہین تو اب اوسکو سور کے پیٹ بھرنے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈنے
پڑتے ہین اور ہمیشہ ان دونونکا غلام رہتا ہے اور یہ حال اکثر لوگونکا ہے کہ اونکی اکثر ہمت شکم اور
شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسا آدمی بت پرستون پر
پتھر کی پرستش کا اعتراض کرتا ہے اور اگر اوسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال تبلائی جاوے
اور مکاشفہ والون کیطرح اوسکی صورت حال کو مجسم بنا کر بیداری یا خواب مین دکھلایا جاوے
تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع اور اوسکے اشارہ
اور امر کا منتظر ہے اور جب اپنی خواہش کی کوئی چیز مانگتا ہے فوراً اوسکی تعمیل اور بجا آوری مین
اوٹھ کھڑا ہوتا ہے یا یون معلوم ہوگا کہ خود ایک دیوانے کتے کیطرف مائل ہے اور اوسکی عبادت

اور اطاعت کر رہا ہے اور اوسکے التماس کو بسمع رضا سن رہا ہے اور اوسکی طاعت کی بجا آوری مین
فکر و تدقیق کر رہا ہے اور ان باتون سے اپنے شیطان کی خوشی مین ساعی ہوتا ہے کیونکہ شیطان ہی
سور اور کتے کو بہڑکاتا ہے اور انسان سے خدمت لینے کے واسطے اونکو برانگیختہ کرتا ہے تو اسوجہ سے
سور کتے کی کیا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہے پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور
سکنات اور سکوت اور نطق اور قیام و قعود کو تاکتا ہے اور غور سے ملاحظہ کرے پھر اگر انصاف کریگا
تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انہین چیزونکی پرستش مین سعی کرتا رہتا ہے اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے
کہ مالک کو مملوک کر دیا اور آقا کو غلام بنا دیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرا دیا اسلیے کہ غلبہ اور سرداری کے
قابل عقل تھی جسکو اسنے اون تینون چیزون کا مغلوب اور خادم کر دیا پس نتیجہ اونکی طاعت کا یہ ہوگا
کہ اوسکے دل پر ایسے صفات آوینگے جنسے دل پر زنگ ہو جاویگا اور انجام کار باعث اوسکے
ہلاک کی ہونگی خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اوس سے صادر ہونگی بے حیائی خبث اسراف
بخل ریا ہتک رکہائی بیہودگی حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی
طاعت سے دل پر یہ صفات منتشر ہونگی تہور عدم صیانت تعلی خودستائی مغلوب الغضب ہونا
تکبر عجب استہزا تحقیر خلق ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت جو طاعت
غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی ہے اوس سے مکر و فریب و حیلہ اور دغابازی اور خیانت
اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتی ہین۔ اور اگر امر بالعکس ہوا اور سب کو
صفت ربانیت کی سیاست سے دبا لیا تو دل مین صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت
اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استحقاق
تقدم خلق پر بباعث کمال علم اور جلال کے اور نیز اس صورت مین شہوت و غضب کی عبادت
سے مستغنی ہو جاویگا اور خنزیر شہوت کی روکنے سے اور اوسکی حد اعتدال پر رکھنے سے بہت سی
صفات شریفہ پیدا ہونگی مثلاً عفت اور قناعت اور سکون اور زہد اور ورع اور تقوی اور
انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسیطرح قوت غضب کے روکنے اور
مغلوب کرنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگی شجاعت اور کرم اور رفعت اور ضبط
نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور جوانمردی اور توقیر و اصالت وغیرہ پس اس معاملہ مین
دل کو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو اون تینون امور مؤثرہ نے لے رکھا ہے اور یہ آثار پے در پے دل پر پہونچتے
رہتے ہین مگر آثار محمودہ مذکورہ بالا سے آئینہ قلب کے زیادہ تر جلا اور نور و چمک بڑہتی ہے یہانتک

کہ اوسمین تجلی حق جلوہ گر ہوتی ہے اور جو امر دینی مطلوب ہو اوسکی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور ایسے ہی دل کیطرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا جَعَلَ لَہٗ وَاعِظًا مِنْ قَلْبِہٖ اور اسمین بھی جس شخص کے لیے اوسکے دل سے واعظ موجود ہے اوسکے لیے خدا کیطرف سے نگاہبان رہتا ہی اور ایسے ہی دلمین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہے جسکے لیے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور آثار مذمومہ جو آئینہ قلب پر عکس افگن ہوتے ہین اونکا حال سیاہ دہوئین کا سا ہے کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہے وہ کالا ہوتا جاتا ہے اسیطرح دل بہی اِن آثار سے تاریک ہوتی ہوتے بالکلیہ خدا تعالیٰ اسے محجوب ہو جاتا ہی اور اسی پردہ کا نام طبع اور رین ہے یعنی مہر اور زنگ جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ اور فرمایا اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ اس آیت شریف مین نہ سننے کو کثرت گناہونکے باعث مہر لگ جانیکے ساتھ مربوط کیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ سننے کو تقوے کے ساتھ ربط دیا ہی اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ غرضکہ جب گناہونکی کثرت سے دل پر مہر ہو جاتی ہے تو وہ ادراک حق اور روستی دین سے اندھا ہو جاتا ہی اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہی اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہی اور بالکل اسی مین ہمت صرف کرتا ہی اور جب کہ آخرت اور اوسکے احوال کا ذکر سنتا ہی تو ایک کان سے سنکر دوسرے سے نکالڈالتا ہی اور یہ ذکر اوسکے دلمین قیام نہین کرتا اور تدارک اور توبہ کیطرف رغبت نہین دلاتا تو ایسون کا یہ حال ہی کہ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ اور یہی معنی ہین سیاہی قلب کی جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سعید مین ہی میمون بن مہران فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہی اور اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہو جاتا ہی اور جب توبہ کرتا ہی تو مٹ جاتا ہے پہر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہی تو اوس نقطہ مین زیادتی ہوتی ہے یہانتک کہ ہوتی ہوتے ساری دلپر سیاہی دوڑتی ہی اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَجْرَدُ فِیْہِ سِرَاجٌ یَزْھَرُ وَقَلْبُ الْکَافِرِ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جلشانہ کی طاعت اور شہوت کی مخالفت سے دلکو جلا ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی سے دل سیاہ ہوتا ہی پس جو کوئی گناہ کرتا ہی تو اوسکا دل سیاہ ہو جاتا ہی اور اگر گناہ کے بعد نیک کام کرتا ہی اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہی تو اگرچہ سیاہی دور ہو جاتی ہے مگر نور مین نقصان جب بہی رہتا ہی جیسے آئینہ پر دم کرو اور اوسکو صاف کر ڈالو پہر دم کرکے پہر صاف کرو

تو اوسمین کچھ کدورت رہجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَۃٌ قَلْبٌ اَجْرَدُ فِیْہِ سِرَاجٌ یَزْہَرُ فَذٰلِکَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ وَقَلْبٌ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ فَذٰلِکَ قَلْبُ الْکَافِرِ وَقَلْبٌ اَغْلَفُ مَرْبُوْطٌ عَلٰی غِلَافِہٖ فَذٰلِکَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ وَقَلْبٌ مُصْفَحٌ فِیْہِ اِیْمَانٌ وَّنِفَاقٌ مَثَلُ الْاِیْمَانِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْبَقْلَۃِ یَمُدُّہَا الْمَاءُ الطَّیِّبُ وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْقَرْحَۃِ یَمُدُّہَا الْقَیْحُ وَالصَّدِیْدُ فَاَیُّ الْمَادَّتَیْنِ غَلَبَتْ عَلَیْہِ حُکِمَ لَہٗ بِہَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ ذَہَبَتْ بِہٖ اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس آیت مین تبلادیا کہ جلا قلب کا ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہی اور ذکر تقوی الٰہی کرتے ہین بس معلوم ہوا کہ تقوی فکر کا پہاٹک ہی اور ذکر کشف کا دروازہ ہی اور کشف فوز اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہے

چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہی یعنی وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہے اور سب اوسکی اطاعت و خدمت کرتے ہین اوسکا حال حقائق معلومات کی نسبت کر ایسا ہے جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت صور محسوسات کی یعنی جسطرح کہ چیزونکی تصویر آئینہ مین منقش ہو کر اوسمین موجود رہتی ہے اسیطرح ہر ایک معلوم کی تصویر آئینہ قلب مین عکس افگن ہو کر اوسپر واضح ہو جاتی ہے اور جسطرح کہ آئینہ اور چیز ہے اور صورت چیزونکی اور چیز اور اونکا آئینہ مین آجانا اور چیز اسیطرح دل کے باب مین بھی تین چیزین جدا جدا ہین ایک قلب دوسرے حقائق اشیا تیسرے حصول نفس ان حقائق کا قلب مین پس عالم تو قلب ہی جسمین کہ حقائق اشیا کی صورتین حلول کرتی ہین اور معلوم حقائق اشیا ہین اور علم ان حقائق کی صورتونکا آئینہ قلب مین حاضر ہوتا ہے ایک اور مثال عالم اور معلوم اور علم کی یہ ہے کہ قبضہ اور گرفت کے لیے تین چیزین چاہییں ایک گرفت کرنیوالا مثلاً ہاتھہ دوسرے جسکو گرفت کرتا ہے مثلاً تلوار تیسرے ملنا ہاتھہ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہین اسیطرح معلوم کی تصویر کا دل مین پہونچنا علم کہلاتا ہے اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہے اور دل بھی موجود مگر علم نہین ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جس طرح تلوار بھی ہو اور ہاتھہ بھی مگر جب تک ہاتھہ مین نہ آویگی تو گرفت نہین کہلاویگی ہان اتنا فرق ہے کہ گرفت مین بعینہ تلوار ہاتھہ مین آجاتی ہے اور معلوم بعینہ دل مین نہین آتا مثلاً کوئی اگر آگ کو جان لیوے تو خود آگ اوسمین نہین چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اوسکی ظاہری شکل کے مطابق ہے وہ دل مین آتی ہے اسی جہت سے اوسکو آئینہ کے ساتھہ مشابہت دینی مناسب ہے کیونکہ آئینہ مین بھی خود انسان نہین چلا جاتا بلکہ ایک نقش و صورت اوسکی مطابق حاصل ہوتی ہے

اسیطرح دل مین بھی معلوم کی صورت ہی آجاتی ہے اور بڑی وجہ مشابہت کی آئینہ کے ساتھہ یہ ہے کہ آئینہ مین پانچ وجہ سے صورت معلوم نہین ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہو یعنی اوسکے جوہر مین نقصان ہو یا اوسکی شکل ٹہیک نہو دوسرے یہ کہ اوسمین کسی اور وجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ مین عکس پڑے وہ اوسکے سامنے نہو مثلاً اوسکے پیچھے ہو چوتھے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ مین آڑ ہو پانچوین یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ مین دیکھنی ہے اوسکی جہت معلوم نہو کہ اوس بموجب آئینہ ٹہیک سمت پر رکھا جاوے اسیطرح آئینہ قلب بھی ایسی چیز ہے کہ اوسمین تمام امور مین امر حق منکشف ہو سکتا ہے مگر قلوب مین جو بعض علوم نہین آتے تو اونکا سبب وہی پانچ چیزین ہین اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکونکا قلب ہوتا ہے کہ اوسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سی نہین ہوتا دوسرے کدورت گناہونکی اور میل معاصی کا کہ بباعث کثرت شہوات کے قلب پر پیاپے آتا ہے اور اوسکی صفائی اور جلا کو کہو دیتا ہے تو اس تاریکی کی وجہ سے حق بات اوسمین ظاہر نہین ہو سکتی اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو عقل اوس سے جدا ہو جاتی ہے اور پہر کبھی اوسکے پاس نہین آتی یعنی اوسکے دلمین ایسی کدورت آجاویگی کہ اوسکا اثر کبھی نہین جاویگا کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہی کہ گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نکرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دل مین نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کر چکا ہے تو فائدہ نیکی کا کچھہ نہوا جیسا قلب پہلے گناہ کے تہا ویسا ہی ہو گیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع مین بڑا نقصان ہے جسکا کچھہ علاج نہین دیکھو جس آئینہ پر زنگ لگجاتا ہی اور صیقل سے دور کیا جاتا ہے وہ اوس آئینہ کے برابر نہین ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیجاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کیطرف متوجہ ہونا اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء قلب اور صفاء باطن کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سی پہرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہو مگر اوسکا قلب طالب امر حق نہین بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کی تہیہ مین اپنی ہمت کو مصروف رکہتا ہے اور اپنی فکر کو حقائق خفیہ الٰہیہ اور حضرت ربوبیت کے تامل مین نہین لگاتا تو اوسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن اوسمین جلوۂ حق نہین ہوتا بلکہ اوسمین وہی امر منکشف ہوتا ہے جسکا اوسکو خیال رہتا ہی مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق مین تہی یا نفس کے

---

۱ جنہون نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سوجہا دینگے اونکو اپنی راہین ۱۲

۲ جو شخص کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہو اللہ تعالیٰ اوسکو ایسی چیز دیتا ہے علم جو اوسکو معلوم نہون ابونعیم در حلیہ بروایت انس رضی اللہ عنہ ۱۲

خفیہ عیوب جاننے مین یا مصالح معیشت کی باب مین تو یہی باتین منکشف ہوجاوینگی اور جب
یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اعمال اور تفصیل طاعات مین مانع انکشاف جلوہ حق ہے تو جو لوگ
اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اوسکی لذات و علائق مین مصروف رکھتے ہین اونپر کسطرح کشف
حقیقی ہوسکتا ہے چوتھا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہے مثلاً کوئی مطیع آدمی جسنے اپنی شہوات کو
دبا رکھا ہے اگر کسی حقیقت کی دریافت مین فکر کرے تو بعض اوقات اوسکو امر حق نہین منکشف
ہوتا اس لیے کہ بباعث تقلید آبائی یا حسن ظن کے کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہے کہ یہی
اعتقاد امر حق مین اور اوسکے دلمین حجاب ہوجاتا ہے اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد ہے
اور تقلید کی باعث اوسکی دل پر جم رہتی وہ مانع ہے اس سے کہ اوسکا خلاف اوسکی دل پر منکشف
ہوجاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہے کہ جسکے باعث اکثر متکلمین اور مذاہب کے متعصبین امر حق سے محجوب ہین
بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین و آسمان مین رہتی ہے وہ بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے ہین کہ بعض
اعتقادات تقلیدیہ اونکی نفوس مین ایسے جم جاتے ہین کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہین پانچوین
عدم واقفیت اوس جہت کی جس سے مطلوب ملے مثلاً کوئی طالب علم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا
چاہے تو جب تک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نہ کریگا اور اون معلومات کو بہ ترتیب خاص
کہ علما کے نزدیک معتبر ہو نہ رکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات جبلی نہین ہین
اونکا علم بدون دوسرے معلومات کی نہین آسکتا بلکہ ہر ایک علم کے لیے یہ ضرور ہے کہ دو علم اوس سے
پہلی حاصل ہون اور اونمین ترکیب و ازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح
کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہے پہر جیسا کہ بچہ مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدہے
اور انسان سے نہین مل سکتا بلکہ اوسکے لیے گھوڑا اور گھوڑی چاہیے کہ ان دونون مجامعت ہو کر
مطلوب حاصل ہو اسیطرح ہر ایک علم کیواسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق اونکی ترکیب کا چاہیے
جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت اون اصول کی اور اونکی کیفیت ترکیب مانع ادراک ہوتی ہے
جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کی معلوم نہونے سے صورت عکس افگن نہین ہوتی اور ایک مثال واضح تر
یہ ہے کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھلے تو اگر آئینہ کو اپنے منہ کے سامنے رکھیگا
تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اوسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت
نہ سوجھیگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھ سے اوجھل ہوگیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور
آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایک کو تو وہ محاذی پشت کے رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھ کے سامنے رکھے

کہ دونون آئینون مین بہی محاذات رہے اسصورت مین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہی اسلیے کہ اسکی پشت کا عکس پیچہے کے آئینہ مین پڑیگا اور اوسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکہا ہوا ہے پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تہا وہ دوسرے مین معلوم ہونے لگے گا اسیطرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑہکر عجیب ہوتی ہین اور روی زمین پر ایسا کوئی نہین کہ جسکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہوجایا کرے تو یہی سبب قلوب کے لیے مانع معرفت حقائق امور کا ہوجاتا ہے ورنہ ہر ایک قلب کو باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہی اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہی اور سب جواہر مین اسی خاصیت کی باعث ممتاز و اشرف ہی اور اسی کیطرف اللہ جلشانہ نے اس آیت شریف مین اشارہ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی انسان مین ایک خاصیت ہی کہ جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے ممتاز ہوا اور تحمل امانت الٰہی کے قابل ٹھہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہے کہ ہر ایک شخص کا دل اوسکے اوٹہانیکی لیاقت رکہتا ہے مگر جو اسباب ہمنے ذکر کیے اون کے باعث امر واجبی تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ وَیُمَجِّسَانِهٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ اشارہ ہی بعض اسباب کیطرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب بنتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اوس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچہا کہ یا حضرت خدا تعالیٰ کہان ہے زمین مین یا آسمان مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندونکے دل مین ہے سچ ہے ؎ ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے + میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے + اور حدیث قدسی مین ارشاد ہے نہ میری گنجایش زمین مین ہی نہ آسمان مین اور میری گنجایش میرے بندہ مومن کے دل مین ہے جو نرم اور ساکن ہو اور ایک حدیث مین ہی کہ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ کُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقِیْلَ مَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقَالَ هُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ الَّذِیْ لَا غِشَّ فِیْهِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غَدْرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو دیکہا تقویٰ کے باعث حجاب دور ہوگیا اور جس شخص کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان سے حجاب اوٹہہ جاتا ہے تو صورت ملک اور ملکوت کی اوس کے دل مین ظاہر ہوتی ہے تو اوسکو

ایسی جنت نظر پڑتی ہے کہ اوسمین سے تھوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین کے برابر
ہو اور سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہے کہ ان آسمانون اور زمینون مین نہین سما سکتی
کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہے پھر بھی حد
و نہایت رکھتا ہے لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکھہ سے نہین سوجھتے اور اونکے
لیے نور بصیرت درکار ہے وہ بے حد و پایان ہے ہان جسقدر کہ قلب مین اونکا ظہور ہوتا ہے وہ مقدار اتنا ہی
ہے مگر اونکو اگر بذات خود دیکھو یا باعتبار علم الٰہی کے خیال کرو تو کچھہ ٹھکانا نہین بے انتہا ہین اور سب
عالم ملک و ملکوت کا اگر ایک ساتھہ لیا جاوے تو اوسکا نام حضرت ربوبیت ہے کیونکہ حضرت
ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہے اسلیے کہ سواے خدا کے جو کچھہ موجود ہے وہ یا اوسکے افعال ہین
یا مملکت یا بندے تو جسقدر اسمین سے قلب پر واضح ہوتا ہے بعضون کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے
مگر اہل حق اوسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہین اور جنت مین وسعت ملک موافق وسعت معرفت
کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال مین سے جسقدر اسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اوسی قدر
وسعت بھی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہے کہ دل صاف و شستہ
ہو اور جلا پاوے اور اوسکی جلا سے یہ غرض ہے کہ نور ایمان یعنی لمعۂ معرفت اوسمین آجاوے اور یہی
مراد ہے اس آیت شریف مین فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ اور اس دوسری
آیت مین بھی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اب اس تجلی اور ایمان کے
تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہے کہ محض تقلید پر اوسکی بنا ہوتی ہے دوسرا مرتبہ ایمان
متکلمین کا کہ اوسمین کچھہ حجت و دلیل بھی ہوتی ہے مگر اسکا درجہ بھی ایمان عوام کے قریب ہی ہے
تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہے اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان
کرتے ہین وہ یہ ہے کہ مثلاً زید کے گھر مین ہونیکی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہوسکتی ہے ایک تو
یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اوسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہو اور کسیطرح کی
جھوٹی بات اوسکی طرف سے مشہور ہوئی ہو نہ اوسکے قول مین گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے
کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گھر مین ہے یہ مثال اوس ایمان کی ہے جو محض تقلید سے ہو یعنی
ایمان عوام کی کیونکہ اونکا بھی یہی حال ہے کہ جب سن تمیز کو پہونچکر اپنے ماں باپ سے اللہ تعالیٰ
کے وجود اور علم و قدرت و ارادہ و جمیع صفات الٰہی کو اور انبیا کے مبعوث برحق ہونے کو اور جو
احکام وے لاے ہین اونکے سچ ہونے کو سنتے ہین فوراً ایمان لاتے ہین اور اوسپر ثابت رہتے ہین

اور اوسکا خلاف اونکے دلمین نہین گذرتا کیونکہ اپنے ماباپ اور استاتذہ کی طرف حسن ظن ہوتا ہے پس اسطرحکا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہے اور ایسے ایمان دار اصحاب یمین مین سے ہین ادنی درجے کے ہوتے ہین مقربین مین سے نہین ہوتے کیونکہ تقرب مین کشف اور بصیرت اور نور یقین سے سینہ کا منور ہونا بھی ہوتا ہے جو اسطرح کے ایمان مین نہین پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد باب مین جو خبر بعض لوگ یا بہت سے لوگ بیان کرین اوسمین غلطی بھی ممکن ہے دیکھو یہود اور نصاری کے لڑکونکو بھی اپنے ماباپ کی قول پر اطمینان ہوتا ہے مگر جس بات کے وہ معتقد ہین وہ غلط ہے کیونکہ اونکے دلون پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانون کا اعتقاد حق ہے اور یہ حقیقت اس جہت سے نہین کہ اونکو اوسکی اطلاع ہوگئی بلکہ اس جہت سے ہے کہ دلون مین حق بات ہی پڑی دوسری طرح یہ ہے کہ آدمی زید کی آواز گھر مین سے سنے اور خود دیوار کی آڑ مین ہو تو اس سے بھی معلوم ہوگا کہ زید گھر مین ہے اور جسقدر تصدیق دوسرے شخص کے کہنے سے ہوتی آواز سننے سے بیشک اوس سے کسیقدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سے سن رکھو کہ زید گھر مین ہے پھر اوسکی آواز بھی اندر سے سنو تو زیادہ یقین ہوجاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل وصورت بولنے والی کی دھیان مین گذر جاتی ہے اور دلمین یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلان شخص کی ہے پس یہ مثال دوسری قسم کے ایمان کی ہے جسمین کچھ دلیل کا بھی ملاو ہوتا ہے مگر غلطی اسمین بھی ممکن ہے کیونکہ ایک آواز دوسرے سے ملتی ہوئی بھی ہوسکتی ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کے نقل کرنیکو بتکلف ویسا ہی بولنے لگتے ہین اور یہ امر سامع کو معلوم نہین ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور آواز کی مشابہت اور نقل وحکایت سے کچھ غرض نہین رکھتا تیسری طرح یہ ہے کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو دیکھ لے کہ گھر مین موجود ہے پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہے اسکو معرفت حقیقی اور مشاہدہ یقینی کہتے ہین کہ اونکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے اونکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین کو متضمن ہے مگر اسمین ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہوجاتی ہے کہ اوسکے ساتھ احتمال غلطی کا نہین رہتا ہان اونمین بھی مقدار علوم اور کشف مین تفاوت ہوتا ہے علم کے درجہ کا تفاوت تو یون سمجھنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورہ بالا مین ایک شخص زید کو گھر کے صحن مین قریب جاکر خوب روشنی مین دیکھے اور دوسرا شخص اوسکو کسی کوٹھری مین یا دور سے یا شام کے وقت دیکھے تو پہلے شخص کا دیکھنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا ادراک بھی گو اسوجہ سے عمدہ ہے کہ دیکھنے کے بعد یقین اوسکی وجود کا ہوگیا مگر اوسکے خیال مین زید کی شکل وصورت مین جو علامات ہون گے

وہ اچھی طرح نہ آوینگی اسیطرح مشاہدہ امور مین بھی فرق ہوا کرتا ہے کہ بعضونکو خوب دقائق اور
خفیہ تک معلوم ہوجاتے ہین اور بعضے اوسنے محروم رہتے ہین اور جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہے
ویسا ہی معلوم مین بھی ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر و عمرو وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے
نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کی معلومات زیادہ ہونگی یہی حال قلب کا باعتبار علوم کے واللہ اعلم بالصواب

ساتواں بیان قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے یعنے علوم عقلی اور دینی اور دنیاوی اور اخروی کے

پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ قلب اپنی طبیعت سے حقائق معلومات کے قبول کرنیکا مستعد ہے اب یہ بیان
ہوتا ہے کہ جو علوم اوسمین آتے ہین اونکی دو قسمین ہین ایک عقلی اور ایک شرعی پھر عقلی کی بھی دو قسم
ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور ایک وہ کہ سیکھنے سے آوین اور جو سیکھنے سے حاصل ہوتی ہین وہ بھی
دو طرح کی ہین یا دنیاوی ہین یا اخروی اور علوم عقلی سے ہماری یہ غرض ہے کہ نفس عقل اونکی
مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اوسمین دخل نہو اونمین سے بدیہی وہ ہین کہ جنہین یہ معلوم نہو کہ یہ کہانسے
اور کس طور حاصل ہوئی مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانونمین ایک ہی وقت نہین ہوسکتا
اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہوسکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن
سے جانتا ہے مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنے انکا کوئی سبب قریب ظاہری
نہین جانتا ورنہ یہ تو جانتا ہے کہ یہ علوم خدا کیطرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکھنے سے
آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنمین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہے اور ان دونون قسمونکو عقل کہتے ہین چنانچہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے رباعی دو قسمین ہین عقل کی یہ مجھسے سنلو
اول طبعی ہے دوم سمعی جانو + طبعی کے بدون ہووے سمعی نہ فیض + خورشید سے جیسے نفع اندھے کو نہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ مَا خَلَقَ اللّٰہُ خَلْقًا
اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنَ الْعَقْلِ اس سے عقل اول قسم کی مراد ہے اور اس ارشاد مین کہ اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ
اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اَنْتَ بِعَقْلِکَ دوسری قسم کی عقل مراد ہے کیونکہ تقرب الی اللہ عقل
غریزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سے حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اسکے لیے علوم مکتسبہ درکار ہین
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہے تقرب کے لیے اون علوم کی حاصل کرنے مین کہ جنسے قرب
رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کرسکتا ہے ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو بمنزلہ آنکھ
کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اوسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی

ایک ایسا لطیفہ ہے جو اندہے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہے گو وہ اپنی آنکھین بند کرکے یا اندہیری رات مین ہو اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہے اوسکو بجاے قوت ادراک آنکھ یعنے رویت عین اشیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھہ سے جو ادر علوم وقت طفلی سے سن تمیز او ربلوغ تک مخفی رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھہ بہی جب تک آفتاب نہین چمکتا او رمبصرات پر اوسکا نور نہین پہیلتا تب تک کچہہ کام نہین کرتی اور وہ قلم کہ جس سے خداتعالی معلوم کو قلب پر نقش فرماتا ہے بمنزلہ قرص آفتاب کی خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم نہین حاصل ہوتا اوسکی وجہ یہی ہے کہ اوسوقت تک اوسکی قلب کی تختی مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلم سے ہماری یہ غرض ہے کہ خدا کی ایک ایسی چیز پیدا کی ہے جس سے علوم کا نقش دل پر ہوجاتا ہے جیسا خود فرمایا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اور خداتعالی کا قلم ہماری تمہاری قلم کی صورت کا نہین جیسے اوسکے اوصاف خلق کے اوصاف سے بالکل جدا ہین اوسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر وعرض ہونے سے منزہ ہے غرض کہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین ان وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہوسکتی ہے مگر شرف اور رتبہ مین کچہہ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہے جو لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہے اور وہ بمنزلہ سوار کے ہے اور بدن بمثل گھوڑے کے اور سوار اگر اندہا ہو تو اوسکا زیادہ ضرر ہے بہ نسبت گھوڑے کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو دوسرے سے کچہہ بہی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی او رظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہے تو خداوند کریم نے بہی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی اور اسیطرح اس آیت شریفہ مین وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ادراک قلبی کو رویت سے بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اوسمین کچہہ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہین رہتی بلکہ گنجایش اعتراض کی باقی رہتی ہے اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ ضد ادراک کو نابینائی سے تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ اور فرمایا وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔ بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو سننا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہون اور وہ کتاب اللہ اور حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکہنے اور اونکے معانی کے سمجہنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی کا کمال اونہین سے ہوتا ہے اور قلب امراض اور دردون سے اونہین کے باعث بچا رہتا ہے غرض کہ علوم عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو اونکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ وہم صحت بدن کے لیے صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور اونکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے

۱ ف یعنی سکہایا قلم سے سکہایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا ۱۲

۲ ف جہوٹ نہین کہا دل نے جو دیکہا ۱۲

۳ ف اور اسیطرح ہم دکہانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمانون اور زمین کی ۱۲

۴ ف سو یہ کہ آنکھین اندہی نہین ہوتین پر اندہے ہوجاتے ہین دل جو سینون مین ہین ۱۲

۵ ف اور جو کوئی رہا اس جہان مین اندہا سو پچہلے جہان مین اندہا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے ۱۲

کیونکہ یہ باتین خود بخود عقل سے نہین معلوم ہوتین مگر سننے کے بعد اونکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت
ہوتی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سننے کو عقل سے گزیر نہین پس جو شخص کہ
محض تقلید ہی کا ہو رہا ہے اور عقل کو بالاے طاق رکہے وہ جاہل ہے اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرکر
اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کیطرف ملتفت نہو وہ مغرور ہے طالب کو چاہیے کہ ان دونون طرح کے علومکو
چہوڑے اور دونون اصلونکا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے
بیمار شخص کو اگر دوا نملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسیطرح قلوب کی بیماری کا علاج اونہین معجونونسے
ہو سکتا ہے جو شریعت کی شفاخانہ سے ملتی ہین یعنی وظائف عبادات اور اعمال جنکو اصلاح قلوب کے
لیے حکماء روحانی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے ترتیب دیا ہے پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج
عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا جیسا اوس بیمار کو ہوتا ہے
جو دوا نہ کہاوے اور غذا کہاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کی خلاف ہین اور دونونکا
جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات اونکی لاعلمی سے ہے وہ لوگ نور بصیرت سی عاری ہین بلکہ ایسے لوگونکے
نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بہی ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور اونکو
جمع کرنے سے عاجز ہوکر یہ گمان کرتے ہین کہ اس دین ہی مین تناقض ہے اور حیران ہوکر دین مین سے ایسے
نکل جاتے ہین جیسا بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ اونکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف
معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہ تہی اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اندہا آدمی کسیکے گہر مین جاوے اور
اتفاقاً اوسکا پاون برتنون پر پڑجاوے اور لوگون سے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین
رکہہ چہوڑے ہین انکو اپنی موقع پر کیون نہین رکہا تو وہ لوگ اوس سے کہین کہ میان صاحب برتن تو سب
اپنے اپنی موقع سے ہین مگر آپکو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپنی آپ تقصیر
نسمجہے اور دوسرونکا قصور بتلاوے یہی نسبت علوم دینیہ کیطرف علوم عقلیہ کی ہے پہر علوم عقلی کی
دو قسمین ہین دنیوی اور اخروی دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات
اور حرفہ اور اخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالے اور اوسکی صفات و افعال کا
جیسا کہ باب العلم مین ہم مفصل کہہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اسی نظر سے کہ
اگر کوئی شخص انہین سے ایک کیطرف بتمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اوسکی بصیرت دوسرے جانب سے کم ہوگی
اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دونون
مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسرے مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے ہین

اور تیسری مین فرمایا کہ وہ دونون مثل دو سوتونکے ہے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناخوش ہوگی
اور یہی سبب ہے کہ جو لوگ امور دنیا مین خوب ہوشیار ہوتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور
حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سے جاہل ہوتے ہین اور جن لوگونکو دقائق علوم آخرت میسر ہوتے ہین
وہ اکثر علوم دنیا نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگونکی دونون باتونکے جمع کرنیکو وفا نہین کرتی
جب ایک کو سیکھتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین
وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ یعنی جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے
اپنے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگونسے ملاقات کی ہے کہ اگر تم اونکو دیکھو تو مجنون کہو اور اگر وے
تمکو دیکھین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سنے کہ علمار علوم ظاہری
اوسکے منکر ہون تو یہ شبہ کرے کہ اونکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہی بلکہ یون سمجھے کہ یہ ہو نہین سکتا
کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اوسے ملجاوے امر دنیا اور آخرت بھی ایسے ہی ہین دیکھو
اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِہَا وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ
اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور یہ بھی فرمایا کہ یَعْلَمُوْنَ ظَاہِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ اور فرمایا
فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ذٰلِکَ مَبْلَغُہُمْ مِّنَ الْعِلْمِ حاصل یہ کہ امور دنیا و دین
مین کمال بصیرت اونہین لوگونکو حاصل ہے جنکو اللہ تعالی نے اپنے بندونمین سے تدبیر معاش اور معاد
دونون عنایت فرمائی ہین اور وہ زمرۂ انبیا علیہم الصلوۃ کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الہی
سے تائید ہوتی رہتی ہے اونکے دلونمین سب امور کی گنجایش ہے اور کچھہ وقت نہین مگر اور لوگونکے
قلوب اگر امر دنیا مین لگے ہونگے تو آخرت کی کمال سے قاصر رہینگے

آٹھوان بیان فرق کا الہام اور تعلم مین اور امر حق کی وضوح ہونے مین صوفیہ اور علمائے ظاہر مین

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہین اور دلمین کبھی کبھی آتے ہین اونکا دلمین آنا کئی طرح ہوتا ہے کبھی
تو دل پر ایسی طرح آجاتے ہین گویا کسی نے بے خبر دلمین ڈال دیے اور کبھی بطریق تعلم اور
استدلال کے حاصل ہوتے ہین پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہین اونکو الہام
کہتے ہین اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہین اونکو اعتبار اور استبصار بولتے ہین پھر علم اول کی دو قسمین
ہین ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہان سے اور کسطرح حاصل ہوا اوسکو تو الہام اور نفث فی
القلب کہتے ہین اور یہ اولیا اور اصفیا کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو
وہ بندہ کو معلوم ہوجاوے یعنی وہ فرشتہ جو دلمین ڈالتا ہے وہ نظر آجاوے اوسکو وحی کہتے ہین اور خاصہ

---

[3] جانتے ہین اوپر اوپر دنیا کا جیتا اور وہ لوگ آخرت سے بے خبر نہین رکھتے ۱۲

[4] سو تو دھیان نکر اوسپر جو منہ موڑے ہماری یاد ... اور کچھہ نچاہے مگر دنیا کا جینا یہان ہی تک پہنچی اون کی سمجھہ ۱۲

انبیا کا ہے اور علم جو اکتساب اور استدلال سے ہوتا ہے وہ علما کو ہوتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ قلب
مین استعداد اس امر کی ہے کہ سب چیزون مین امر حق اوسکو معلوم ہو جاوے مگر وہی پانچ وجہین جنکا ذکر ہو چکا ہے
اوسکو مانع ہوتی ہین تو گویا یہ چیزین آئینۂ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان مین حجاب ہو جاتی ہین اور لوح محفوظ
وہ ہے جسپر تمام امور شدنی قیامت تک کی منقوش ہین اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا
ایسا ہی ہے جیسا ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ محاذی مین معلوم ہوا کرتا ہے اور جسطرح کہ دونون آئینون کے
درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہین اور کبھی خود بخود ہوا سے ہل جاتا ہے اسیطرح کبھی نسیم الطاف
یزدانی چلتی ہے اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے تو بعض چیزین جو لوح محفوظ مین مسطور ہین
وہ نظر آنے لگتی ہین اور یہ امر کبھی تو خواب مین ہوتا ہے کہ اوس سے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور بالکل
حجاب کا مرتفع ہونا موت سے ہے موت کے باعث انکشاف تام ہو جاتا ہے اور کبھی بیداری مین ہوتا ہے کہ حجاب
کے اوٹھتے ہی پردۂ غیب سے بڑی عجیب باتین علوم کی دل پر کہلتی ہین مگر یہ انکشاف بعض اوقات
بجلی کیطرح دل پر گذرتا ہے اور بعض اوقات پے در پے ایک حد تک گذرتا رہتا ہے اور اسکا دائمی ہونا
نہایت قلیل ہے خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب مین نہ تو نفس علم مین فرق ہے نہ محل اور سبب مین بلکہ
صرف فرق حجاب کے زائل ہونے کا ہے جو بندہ کے اختیار مین نہین اسیطرح وحی اور الہام مین بہی کچھ
فرق نہین صرف اتنا فرق ہے کہ وحی مین وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہے نظر آتا ہے اور علم جو ولیون کو
حاصل ہوتا ہے وہ فرشتون ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اور جب یہ معلوم
ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کی طرف راغب ہوتے ہین علوم تعلیمی کیطرف مائل
نہین ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابین مصنفین کی نہین پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہین کرتے
بلکہ یہ فرماتے ہین کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے بہمہ تن تمام
ہمت خدا تعالے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہو جاویگی تو خدا تعالے خود متکفل اور
متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہو جاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اوسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب مین نور چمکنے
لگے گا اور سینہ کھل جاویگا اور سر ملکوت اوسپر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب دور ہو جاویگا اور امور
الہیہ کی حقائق اوسمین روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندہ کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ کرے
اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کے ساتھ متوجہ کرے اور رحمت الہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر اور پیاسا رہے
پس انبیا اور اولیا کے اوپر جو امر منکشف ہو جاتا ہے اور دلون پر نور پہیل جاتا ہے کچھ تعلم اور نوشتخواند

کسب سے نہین ہوتا بلکہ دنیا مین زہد کرنے اور علائق سے منقطع ہونے اور اشتغال دنیا ویسے فارغ البال
ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ اوسکا ہو جاتا ہے
اور اہل تصوف کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اس بات مین اول علائق دنیا کو تمام منقطع کر ڈالے اور دل کو
اونسے خوب فارغ کر لے اور ہمت کو اہل اور مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اٹھالے
اور دل کو ایسی حالت مین کر لے کہ اوسکے سامنے چیزونکا ہونا اور نہونا برابر ہو جاوے پھر اپنے آپ ایک
گوشہ مین ہو بیٹھے اور ضروریات فرائض و وظائف پر کفایت کر کے جمیع ہمت ماسوی اللہ سے
فارغ البال ہو جاوے یہانتک کہ قرارت قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا
دہیان پریشان نکرے بلکہ اس باب مین کوشش کرے کہ سوا خدا تعالے کے دلمین اور کچھہ نرہنے پاوے
اور خلوت مین بیٹھکر ہمیشہ بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا یہان تک ورد کرے کہ
ایسی حالت پر پہونچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کر دے تب بھی یہی معلوم ہو کہ زبان سے
اللہ اللہ نکلتا ہے پھر اس پر حالت پر ٹھہر کر اوس لفظ کا اثر زبان سے مٹا دے اور قلب سے اوس ذکر کی مواظبت
کرے حتی کہ قلب مین سے صورت اور ہیئت لفظونکی محو ہو جاوے اور صرف معنی اوس لفظ کی مدام موجود
رہین گویا کہ قلب کے ساتھہ لازم ہین اور اس حد تک پہونچنے مین او [illegible] مدام رکہنے مین بندہ کو
اختیار ہے اسطرح کہ وسواس غیر اللہ کا دفع کرتا ہے لیکن رحمت [illegible] ش کا اختیار نہین بلکہ
اس فعل سے جذب رحمت کی لیاقت ہو جاتی ہے پس اب یہی [illegible] ں درجہ کو پہونچکر
فتوحات غیبی کا منتظر ہو وے کہ جیسا اللہ تعالے نے انبیا اور اولیا [illegible] مفتوح فرمائے انہی
منکشف فرماوے اور اسصورت مین اگر اوسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بھی درست ہوگی اور مواظبت
بھی خوب کریگا اور جذب شہوات سے بیزار رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دلمین نہ آویگی تو اب
لوامع حق کے اوسکے دلمین چمکنے لگین گے اور ابتدا مین بجلی کیطرح گذر جائینگے اور دیر نہین ٹھہرینگے پھر دوبارہ
ایسا ہی ہوگا اور بعض اوقات دیر بھی ہو جاوے گی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبھی ٹھہرینگے اور کبھی نہین
ٹھہرینگے اور ٹھہرنیکی صورت مین بھی کبھی زیادہ مدت ہوگی اور کبھی تھوڑی اور بعض اوقات اسطرح
کے لوامع پے درپے ہونگی اور بعض دفعہ صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور بلحاظ ان وجوہ مذکورہ
کے اولیا کی منازل کا تفاوت کچھہ انتہا نہین رکھتا جیسے کہ اونکے اخلاق کی تفاوت کی انتہا نہین غرض
کہ مآل اہل تصوف کی تقریر کا یہ ہے کہ تصفیہ اور جلا رقلب بندہ کی جانب سے ہونا چاہیے اور پھر لیاقت
حاصل ہونیکے بعد امیدوار رحمت ہونا چاہیے اور علما ظاہر کو اس طریق کے امکان اور سبیل نشاو منزل

مقصود تک پہونچ جانے مین توکسیطرح کا انکار نہین کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہی حال ہوتا ہی مگر یہ کہتے ہین کہ یہ طریق نہایت مشکل ہے اور اسکا نتیجہ دیر کر حاصل ہوتا ہی اور ان شروط کا جمع ہونا بہی بہت بعید ہے کیونکہ علائق کا اس درجہ تک کہو دنیا گویا کہ غیر ممکن ہے اور اگر یہ بہی جاوے تو اوسکا باقی رہنا اوس سے بہی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ذراسی وسواس اور اندیشہ سے قلب کو تشویش ہوجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ أَشَدُّ تَقَلُّبًا مِنَ الْقِدْرِ فِي غَلَيَانِهَا[1] اور یہ بھی فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ[2] علاوہ اسکے اس مجاہدہ مین کبھی مزاج بدمزہ ہوجاتا ہے اور عقل خبط ہوجاتی ہے اور بدن بیمار پڑتا ہے اور اگر پہلے سے حقائق علوم سیکھکر نفس کی تہذیب نہین کیجاتی تو دلمین صدہا طرح کے خیالات فاسد جمع ہوتی ہین کہ مدت العمر اونکے رفع کیے ہوئے نفس اونہین مین مبتلا رہتا ہے اور عمر بہر وہ حل نہین ہوتے بہت سے صوفی جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال مین بیس بیس برس الجہہ رہے اگر پہلے سے علم پڑہ لیتے تو اسطرح کے خیال کا التباس اونپر فوراً کہل جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اشتغال تعلم ہی کی طریق پر مقبر اور اقرب الی المقصود ہی اور علما یہ حجت پیش کرتے ہین کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص فقہ نہ سیکہے اور یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو نہین سیکہا تہا اور وحی اور الہام سے بلا قید فقیہ ہوگئے تہی پس مین بہی ریاضت اور مواظبت کرتے کرتے ویسا ہی ہوجاونگا تو جس کسی نے ایسا خیال کیا اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بہر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کہیتی اور کمائی کچہہ نہ کرے اور اس بات کا متوقع ہو کہ کہین سے خزانہ ملجاوے تو گو یہ بات ممکن ہی مگر نہایت بعید ہی اور علما کا اس باب مین یہ قول ہی کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجہنے چاہیین پہر اوسکے بعد اس بات کا منتظر ہووے کہ جو اور علما کو نہین معلوم ہوا وہ مجکو معلوم ہوجاوے تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہوجاوے

نواں بیان دونون مقامونکے فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کی عجائب حواس سے مدرک نہین ہوسکتے جیسا کہ خود قلب حواس سے خارج ہے اور جو چیز مدرک بالحواس نہین ہوتی تو جب تک اوسکی مثال محسوس چیز سے نہ بتلائی جاوے تب تک سمجہہ مین اچہی طرح نہین آتی لہذا کم سمجہون کے واسطے ہم اسکی دو مثالین بیان کرتے ہین ایک تو یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض زمین مین کہدا ہوا ہے اب اسمین پانی ہونیکے دو طریق ہین یا تو اوپر سے نالیان بنا کر کسی جگہہ سے اسمین پانی بہر دیا جاوے یا زمین کو اتنا کہودا جاوے کہ خود بخود اندر سے پانی

[1] قلب مومن ہنڈیا کے ابال سے بہی زیادہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے ۱۲ احمد وحاکم بروایت مقداد ابن الاسود ۱۲

[2] مومن کا قلب خدا تعالی کی دو انگلیون مین ہے مسلم بروایت عبداللہ بن عمرو ۱۲

نکل آوے یہ دوسرے طریق کا پانی صاف بھی زیادہ ہوگا اور ہمیشہ بھی رہیگا اور بعض اوقات
زیادہ بھی ہوگا پس قلب کو حوض سمجھنا چاہیے اور علم کو پانی اور حواس خمسہ کو مثل نالیون کے
تصور کرنا چاہیے تو قلب کیطرف علم کا پہنچانا یون بھی ہوسکتا ہے کہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے جسقدر
مشاہدات ہوتے جاوین علم آتا جاوے یہانتک کہ قلب خوب علم سے بھر جاوے اور ایک صورت یہ ہے
کہ حواس کی نالیان غفلت کی باعث بند کردی جاوین اور خود قلب کی کاوش مین سعی کی جاوے
اسطرح کہ خلوت مین بیٹھکر اوسکی صفائی کیجاوے اور پردونکی طبقات اوسپر سے دور کیے جاوین
یہانتک کہ خود اوسمین سے علم کا چشمہ پیدا ہوجاوے مگر اسمین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب دلمین
علم موجود نہین تو اوسکے اندر سے کسطرح چشمہ نکلیگا اسکا جواب یہ ہے کہ اسرار قلبی مین سے یہ ایک
عجیب بات ہے اور علم معاملہ مین اوسکا اسی قدر ذکر ہوسکتا ہے کہ حقائق اشیا لوح محفوظ مین مکتوب
ہین بلکہ فرشتون کے دلونمین مسطور ہین جسطرح کہ معمار پہلے ایک سادہ کاغذ پر نقشہ عمارت کا کھینچ
لیتا ہے پھر اوسیکی موافق عمارت بناتا چلا جاتا ہے اسیطرح خالق آسمان و زمین نے عالم کا حال
اول سے آخر تک لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اور اوسیکے مطابق بناتا رہتا ہے پس اس عالم ظاہری کی
شکل آدمی کی حس اور خیال مین بھی موجود ہوتی ہے مثلاً آسمان و زمین کیطرف دیکھکر اگر کوئی
آنکھین بند کرلے تو صورت ان دونون کی خیال مین معلوم ہوگی گویا اونہین کیطرف دیکھہ رہا ہے
یہانتک کہ اگر بالفرض آسمان و زمین نابود ہوجاوین اور دیکھنے والا صرف باقی رہجاوے تب بھی
آسمان و زمین کی صورت اپنی خیال مین ایسی ہی پاویگا گویا اونکی طرف دیکھہ رہا ہے پھر خیال سے
ایک اثر قلب پر پڑتا ہے تو اوسمین حقائق اون اشیا کی آتے ہین جو حس اور خیال مین موجود رہتے
ہین پس جو کچھہ دلمین حاصل ہوا ہے وہ تو مطابق صورت خیالی کے ہے اور صورت خیالی موافق وجود ظاہری کے ہے جو
انسان اور اوسکے قلب سے دونوسے علیحدہ موجود ہے اور یہ عالم ظاہری مطابق اوس نقشہ کے ہے
جو لوح محفوظ مین مندرج ہے اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ عالم ظاہری کو چار وجود ہین ایک تو لوح محفوظ
مین اور یہ وجود اوسکے وجود جسمانی سے مقدم ہے دوسرے وجود حقیقی جو دنیا مین ہوتا ہے تیسرا
وجود خیالی جو وجود حقیقی کے بعد صورت خیال مین موجود ہوتی ہے چوتھا وجود عقلی جو صورت
خیالی سے قلب مین صورت حاصل ہوتی ہے اور ان چارون وجودونمین بعض تو وجود جسمانی
ہین اور بعض روحانی اور وجود ہاے روحانی مین سے بعض مین روحانیت زیادہ ہے اور بعض مین
کم اور ایسی باتونمین حکمت الٰہی نظر پڑتی ہے دیکھو آنکھہ کے حدقہ کو ایسا بنایا کہ باوجود چھوٹے ہونیکے

جہانکی صورت اور آسمان و زمین کی شکل اوسمین پیدا ہو جاتی ہے اور ان چیزونکا پہیلاو اسقدر ہے
کہ بیان سے باہر ہے آنکھ کے ذریعہ سے ان چیزونکا وجود خیال مین پہنچتا ہے اور وہانسے دلمین جاتا ہے
جب دلکو معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدمی جب تک کوئی چیز اوس تک نہین پہونچتی خبر نہین ہوتی پس اگر
خداتعالے آدمی کے دلمین عالم کی صورت نہ بناتا تو جو چیزین آدمی سے علیحدہ ہین اونکا کبھی
علم نہ آتا سبحان اللہ قلوب اور ابصار مین کیسی عجیب باتین رکھی ہین اور بعض قلوب اور ابصار
اندہا بھی کردیا ہی یہانتک کہ اکثر لوگونکو اپنے نفس کی اور اوسکے عجائب کی مطلق خبر نہین اب ہم اصل
مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ قلب مین جو حقیقت عالم کی آتی ہی تو کبھی تو حواس ہی سے آتی ہی
اور کبھی لوح محفوظ سے آتی ہی جسطرح پر کہ آنکھ مین سورج کیصورت کبھی تو اوسکی طرف دیکھنے سے
آتی ہے اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے کے جسمین کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہی اور یہ عکس آفتاب کی صورت
اصلی ہی کے مشابہ ہوتا ہی اسیطرح جب دلکے سامنے سے حجاب دور ہوجاتا ہی تو لوح محفوظ کی چیزین
سوجھنے لگتی ہین اور اونکا علم اسمین آجاتا ہی اسصورت مین جو اسکے استفادہ سے مستغنی ہوجاتا ہی اوسکی
ایسی ہی مثال ہوجاتی ہے کہ گویا زمین کو اسقدر کہودا کہ خودبخود اوسمین سے پانی نکل آیا
اور کبھی قلب کی توجہ اون خیالات کیطرف ہوتی ہے جو محسوسات سے حاصل ہوتی ہین تو یہ
امر اوسکو مطالعہ لوح محفوظ سے مانع ہوتا ہے جیسی کہ پانی جب نہرون مین جمع ہو جاتا ہی تو نیچے سے
نہین نکل سکتا یا جسطرح کہ کوئی شخص آفتاب کی عکس کو پانی مین دیکہے تو اوسکو خود آفتاب
نظر نہ آویگا حاصل یہ کہ قلب مین دو دروازہ ہین ایک تو عالم ملکوت اور لوح محفوظ کیطرف کو
اور ایک دروازہ حواس خمسہ کی جانب کو ہی جو عالم ظاہر سے اخذ اشیا کرتے ہین اور ان دونو
عالمونمین ایکطرحکی مشابہت ہی بس دروازہ عالم ظاہری سے جسطرح پر کہ قلب کو بذریعہ حواس
علم ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہے مگر جو دروازہ کہ عالم ملکوت کیطرف ہی اور اوس سے لوح محفوظ کا
مطالعہ کرتا ہے اوسکا بھی یقین ہوسکتا ہے اگر اس بات کو سوچے کہ خواب مین عجیب عجیب حالات
پیش آتے ہین اور دل کو احوال آیندہ اور گذشتہ معلوم ہوجاتا ہی حالانکہ حواس کو اوسمین کچھ
دخل نہین ہوتا اور یہ دروازہ اوس شخص کے لیے کہلتا ہے جو خداتعالے کے ذکر ہی مین مستغرق رہے
جیساکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِیْلَ وَمَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
قَالَ الْمُتَهْتِرُوْنَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَضَعَ الذِّکْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِیٰمَةَ خِفَافًا پہر ان لوگون کی توصیف
مین خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پہر مین اپنے چہرہ کو اونکی طرف کرکے متوجہ ہوتا ہون تو کچھ

معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین اپنا چہرہ کرتا ہون اور کوئی جانتا ہے کہ مین اونکو کیا دیا چاہتا ہون
پہ ارشاد فرمایا کہ اول یہی عطا ہوتی ہے کہ اونکے دلونمین روشنی ڈالدیتا ہون تو وہ میرے حال کی
خبر دینے لگتے ہین جیسے مین اونکا حال کہتا ہون اور مدخل ان خبرونکا دروازہ باطنی ہے اتنی بات سے
فرق علوم اولیا اور انبیا اور علوم علما اور حکما کا ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ علم اولیا وانبیا کا تو اوس دروازہ سے
ہوتا ہے جو عالم ملکوت کیطرف کہلا ہوا ہے اور علم حکمت وغیرہ ابواب حواس سے حاصل ہوتا ہے جو عالم
ظاہری کیطرف مفتوح ہین غرضکہ عجائب قلبی اور اوسکی آمد وشد دونون عالمون غیب اور شہادت
مین علم معاملات مین حصر نہین ہوسکتے صرف اس مثال سے مدخل دونون علمون کا معلوم ہو گیا
اب دوسری مثال اس لیے بیان ہوتی ہے کہ اوس سے علما اور اولیا کے عمل کا فرق معلوم ہوجاوے
یعنی علما کا عمل تو یہ ہے کہ نفس علوم کو حاصل کرتے ہین اور اوسکو دل کیطرف کہینچتے ہین اور اولیا
صوفیہ صرف قلوب کی جلا اور صفائی مین کوشش کرتے ہین تو ان دونون کی مثال یہ ہے
کہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے مذکور ہوا کہ اہل روم اور چین والے نقاشی کے کام مین بڑے
ماہر ہین اور تصویر بہت عمدہ کہینچتے ہین اوسکے دلمین یہ آیا کہ ایک مکان ایک طرف تو روم والونکو
سپرد کرنی چاہیے اور ایک جانب چین والونکو دینی چاہیے تاکہ دونون فریق اپنی کارستانی ظاہر کرین
اور بیچ مین ایک ایسا پردہ ڈالنا چاہیے کہ ایک کے کام کی دوسرے کو اطلاع نہو چنانچہ ایسا ہی کیا
پس روم والون نے عجیب عجیب رنگ بیشمار اکٹھے کیے اور چین والے بے رنگ ہی کام مین مصروف
ہوئے یعنے اپنی طرف کی جانب کو خوب جلا کرنی شروع کردی جب روم والے رنگ کے نقوش سے
فارغ ہوئے تو چین والون نے بہی کہا کہ ہم بہی نقش کر چکے بادشاہ بہت متحیر ہوا کہ انہون نے نقش کیسا
بنایا ہے جسمین رنگ کی ضرورت نہوئی اوسنے پوچہا تو انہون نے جواب دیا کہ آپکو اس سے کچھ غرض
نہین پردہ اٹہا کر ملاحظہ فرما لیجیے جونہین پردہ اٹہایا گیا تمام نقوش رومیون کے چین والونکی
جانب مین جلا کی سبب معلوم ہونے لگے بلکہ اونمین چمکاہٹ زیادہ تہا کیونکہ اونکی جانب جلا کے
سبب آئینہ کے مثال ہوگئی تہی اس سے اور بہی زیادہ خوبی معلوم ہوتی تہی پس اولیاء اللہ کی
توجہ بہی چین والون کیطرح قلب کی جلا اور تطہیر وصفا مین مصروف رہتی ہے یہانتک کہ آئینہ
اسور حق چمکنے لگتے ہین اور علماء ظاہری کی توجہ روم والونکی طرح اکتساب اور نقوش علمی کی طرف
رہتی ہے یہ صورت علم قلب مین کسیطرح حاصل ہو قلب سے ان کا فنا نہین ہوتا اور نہ اوسکا علم
موت پر جاتا رہتا ہے نہ صفائی قلب مین کچھ کدورت آتی ہے جیسا کہ حسن بصری رح نے فرمایا ہے

کہ خاک محل ایمان کو نہین کہاتی بلکہ وسیلہ تقرب الی اللہ ہوتی ہے اور نفس علم جو دلمین آئمہ ہی
اور صفا اور استعداد اس علم کے حاصل ہونیکی یہ چیزین لابدی ہین سعادت ابدی بدون علم اور معرفت کے کیسکو
نہین مل سکتی اور اس سعادت مین بہی بعض لوگ اشرف ہین بعض سے جسطرح کہ تونگری کیواسطے
مال کی ضرورت ہوتی ہے تو تہوڑے روپیہ والا بہی غنی کہلاتا ہے اور جسکے پاس بہت سی خزانے
ہون وہ بہی غنی ہی مگر دونون مین بہت فرق ہوتا ہے اسیطرح معرفت و ایمان مین بہی تفاوت
درجات ہی کہ اوسکی کچہہ انتہا نہین معرفت وہ نور ہے جس سی کہ ایمان والے خدا تعالےٰ کے دیدار کیطرف
چلینگے جیسا خود اللہ تعالےٰ نی فرمایا نُوْرُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَبِاَیْمَانِہِمْ[۱] اور حدیث شریف مین
وارد ہی کہ[۲] بعضونکو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضونکو اوس سے کم یہانتک کہ سب سے پچہلا وہ
شخص ہوگا کہ اوسکو صرف دونون پاؤنکے انگوٹہونپر نور عنایت ہوگا اور وہ کبہی تو چمکنے لگیگا اور کبہی
گل ہوجاویگا چمکنے کی حالت مین تو وہ قدم آگے کو بڑہاویگا اور گل ہونیکی صورت مین کہڑا رہیگا
اور پل صراط پر گذرنا بہی موافق نور ہی کے ہوگا کوئی تو آنکہ کے جہپکتے ہی اوتر جاوے گا اور بعض بجلی
کیطرح اور کوئی بادل کیطرح اور کوئی شہاب کیطرح اور کوئی سرپٹ گہوڑے کیطرح گذریگا اور جسکو
صرف انگوٹہون پر نور ہوگا وہ رگڑتا چلیگا کہ ایک ہاتہہ کو بچاوے گا تو دوسرا لٹک جاویگا
اور اسیطرح ہاتہہ پاؤنکو آگ لگ کر خلاص ہوگا اس بیان سے لوگون کے ایمان کا تفاوت معلوم
ہوتا ہے اور یہ جو ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جہانون کے ایمان
کے ساتہہ سوای پیغمبرون کے وزن کیا جاوے تو اونہین کا ایمان بہاری ٹھہرے اسکی یہ مثال ہی
کہ کوئی یون کہے کہ اگر آفتاب کا نور اور تمام دنیا کی چراغونکا مقابل کیا جاوے تو آفتاب ہی کا نور
غالب رہی پس عوام مین سی بعضون کی ایمان کا نور چراغ جیسا ہے اور بعضون کا نور مشعل جیسا
اور صدیقین کے ایمان کا نور مثل چاند اور ستارونکی نور کے ہی اور انبیا کے ایمان کا نور آفتاب کی مانند
تو جسطرح کہ آفتاب کی نور سے تمام آفاق کی صورت باوجود وسعت کی منکشف ہوجاتی ہی اور چراغ
کے نور سے صرف مکان کا ایک کونا ظاہر ہوتا ہی اسیطرح سینہ کی انشراح کا فرق سمجہنا چاہیئے
کہ قلوب عارفین پر بباعث معرفت تمام عالم ملکوت منکشف ہوجاتا ہی اور اسی بنا پر حدیث
شریف مین وارد ہی کہ یُقَالُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ
وَنِصْفُ مِثْقَالٍ وَرُبُعُ مِثْقَالٍ وَشَعِیْرَۃٍ وَذَرَّۃٍ اس حدیث سی کئی باتین نکلتی ہین ایک یہ کہ درجات
ایمانی مین تفاوت ہوتا ہے اور ایک یہ کہ اسقدر ایمان دخول نار کا مانع نہین اور ایک یہ کہ جس شخص کا

۱ اونکی روشنی دوڑتی ہی اونکے آگے اور داہنے ۱۲
۲ طبرانی وحاکم بروایت ابن مسعود ۱۲

ایمان مثقال سے بڑھکر ہوگا تو وہ داخل نار نہوگا کیونکہ اگر وہ بھی داخل ہوتا تو حکم اوسکے اخراج
کا بھی ہوتا اور ایک یہ کہ جس کے دلمین بوزن ذرہ ایمان ہوگا اگرچہ دوزخ مین جاوے مگر اوسمین
ہمیشہ نرہیگا اور اسیطرح اس حدیث شریف مین لَیْسَ شَیْءٌ خَیْرًا مِّنْ اَلْفٍ مِّثْلِہٖ اِلَّا الْاِنْسَانُ الْمُؤْمِنُ
اشارہ ہے فضیلت پر قلب عارف باللہ کے جو یقین کامل رکھتا ہو کیونکہ وہ ہزار عام لوگون کے قلب سے بہتر
ہوتا ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اسمین مومنین کو فضیلت دی
مسلمانونپر اور مومن سے غرض یہ ہے کہ عارف ہو مقلد نہو اور یہ بھی فرمایا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اس آیت مین الذین امنوا سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنہون نے بدون
علم کے تصدیق کی اون لوگون کو علم والونسے علیحدہ بیان فرمایا اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے
کہ مومن کا لفظ مقلد پر بھی بولا جاتا ہے اگرچہ تصدیق اوسکی کشف اور بصیرت سے نہو اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے والذین اوتوا العلم درجات کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالی عالم کا
درجہ مومن پر سات سو درجہ اونچا کریگا کہ ہر درجہ کا فاصلہ اسقدر ہوگا جیسا آسمان و زمین کا ہے
اور حدیث شریف مین ہے کہ اَکْثَرُ اَہْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ وَعِلِّیُّوْنَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ اور نیز یہ ارشاد فرمایا
فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ اور ایک روایت مین لیون وارد ہے
کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ پس ان دلیلونسے واضح ہوتا ہے کہ تفاوت درجات
اہل جنت کا مطابق اونکے معارف اور قلوب کی ہوگا اسی لیے روز قیامت کو تغابن یعنی گہاٹے
کا دن کہتے ہین کیونکہ جو کوئی اللہ کی رحمت سے محروم رہیگا اوسکو بڑا گہاٹا اور نقصان ہوگا اور اسطرح
شخص اپنے اوپر بڑے درجے دیکھیگا تو اوسکا دیکھنا ایسا ہوگا جیسے دس روپیہ والا ایسے شخص کو دیکھے
جو روے زمین کا مالک ہے اگرچہ دونون غنی ہین لیکن دونونمین فرق زمین و آسمان کا ہے
پس جسکو آخرت کے بڑے بڑے درجات اور فضائل سے کچھہ کم ملیگا اوسکو کتنا بڑا نقصان ہوگا

دسوان بیان دلائل شرعی کا اس بات پر کہ اہل تصوف جو تحصیل معرفت تعلم سے اور معتاد طور سے نہین کرتے اونکا یہ طریق درست ہے

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے دلمین کچھہ تھوڑی سی چیزین بطریق الہام یا کسی خبر دلمین پڑنیکی منکشف ہو جاوے
تو وہ بجہت صحت طریق کے عارف کہلاویگا اور جسکو یہ بات کبھی نہ معلوم ہو تو اوسکو بھی اسپر ایمان
چاہیے کیونکہ درجہ معرفت آدمی کے اندر امر جبلی ہے اور اسکے لیے دلائل شرعی اور تجربہ اور حکایات
موجود ہین دلائل یہ ہین اللہ تعالے فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی حکمت کا

ظہور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف اور الہام کے ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَوَفَّقَهُ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِمَا يَعْلَمُ تَاهَ فِيمَا يَعْلَمُ وَلَمْ يُوَفَّقْ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ النَّارَ اور اللہ تعالی نے فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہی اور علم و فطانت بدون تعلم اور تجربہ کے عنایت ہوتا ہی اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا اسمین فرقانسے مراد نور ہے کہ جس سے حق و باطل مین فرق کرے اور شبہات سے نکل جاوے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤنمین اکثر نور اسطرح مانگا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا وَزِدْنِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي قَبْرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا یہانتک کہ نور فرماتے میرے بال اور گوشت و پوست و خون اور ہڈیون میں نور عنایت فرما اور جب آپسے اس آیت کی تفسیر میں أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اس سے غرض فراخی ہے یعنی نور جب دلمین ڈالا جاتا ہے تو اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ نہین بتلادی ہے مگر اللہ تعالے اپنے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی سمجھہ مرحمت کر دیتا ہے اور یہ بات تعلم سے نہین آتی اور اسی آیت مین کہ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ بعضون نے حکمت کی تفسیر فہم کتاب اللہ کی ہی اور اس آیت مین فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ جو بات حضرت سلیمان عم پر بواسطہ کشف ظاہر ہوئی تھی اوسکو فہم سے تعبیر فرمایا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے تھے کہ مومن وہ ہی جسکو اللہ کے نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھاکر ارشاد فرماتے کہ یہ بات ٹھیک ہی کہ اللہ تعالی امر حق کو مومن کے دلونمین ڈالدیتا ہے اور اونکی زبانون پر جاری کر دیتا ہے اور بعض سلف کا قول ہی کہ مومن کا غلبہ گمان کہانت ہی اور حدیث شریف مین وارد ہی اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ تعالی اور اسیکی طرف اشارہ ہی اس آیت مین إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ اور اسمین کہ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ اور حضرت امام حسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون روایت فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بَاطِنٌ فِي الْقَلْبِ فَذٰلِكَ هُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ اور بعض علماسے علم باطن کے معنی پوچھے گئے تو اونھون نے فرمایا کہ وہ ایک بھید ہی اللہ کے اسرار مین سے کہ اپنے دوستونکے دلونمین ڈالدیتا ہے اور کسی فرشتہ خواہ آدمی کو اوس سے آگاہ نہین فرماتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ مِنْ اُمَّتِيْ مُحَدَّثِيْنَ وَمُعَلَّمِيْنَ وَمُكَلَّمِيْنَ

وابن عمر منہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ کے
بعد ولا محدث بھی پڑھا ہے اور محدث کے معنی صدیق فرماتے ہین غرضکہ محدث اوسکو کہتے ہین
جسپر الہام ہوا اور الہام والا وہ شخص ہے کہ جسپر باطن قلب سے انکشاف اشیا ہو محسوسات خارجی کی
حاجت نہو اور قرآن شریف مین یہ امر صریح ہے کہ تقوی مفتاح ہدایت اور کشف ہے اور یہ ایسا علم بدون
تعلم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ اور
ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَۃٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ہدایت مین اہل تقوی کے تخصیص فرمایا ہے اور ابو یزید
وغیرہ رضی فرماتے تھے کہ عالم اوس شخص کا نام نہین ہے کہ کتاب مین سے کچھہ یاد کر لے اور جب اوسکو بھول
جاوے تو جاہل ہجاوے بلکہ عالم اوسکو کہتے ہین کہ علم اشیا پروردگار کے پاس سے جسوقت چاہے
بدون درس حفظ حاصل کر لے اور علم ربانی اسیکو کہتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
وَاٰتَیْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ورنہ ہر ایک علم اوسکی طرف سے ہے فرق یہ ہے کہ بعض علوم بواسطہ تعلیم خلق
ہوتے ہین اونکا نام علم لدنی نہین بلکہ علم لدنی وہ ہے کہ جو قلب مین بدون کسی سبب خارجی معتاد
حاصل ہو یہ دلائل نقلی ہین اور اگر سب آیات و احادیث جو اس باب مین وارد ہین لکھے جاوین تو بیشمار
ہو جاوین تجربہ سے جو مشاہدہ ان امور کا ہوا ہے وہ بیان ہوتا ہے اور وہ بھی بے نہایت ہے اور صحابہ و تابعین
اور بعد کے لوگون سب کو ہوا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے حضرت عایشہ رض سے
اپنی موت کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بہائی اور دو بہنین ہین حالانکہ حضرت کی زوجہ اوسوقت
حاملہ تہین اور بعد کو بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کر لیا کہ لڑکی ہوگی اور حضرت عمر رض
نے جمعہ خطبہ کے درمیان مین ارشاد فرمایا کہ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ اَلْجَبَلَ یعنی جب آپکو کشف سے معلوم ہوا
کہ دشمن لشکر اسلام پر چڑہ آیا تو آپنے لشکر اسلام کو للکارا کہ پہاڑ کیطرف ہو جاؤ پہر اس آواز کا اوس
لشکر مین پہونچ جانا نہایت بڑی کرامت ہے اور انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ مین ایک دن حضرت عثمان
کی خدمت مین جاتا تہا راستے مین مجکو ایک عورت ملی مینے اوسکو دیکہا اور اسکے حسن کو اچھی طرح معاینہ کیا پہر جب
مین خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت عثمان رض نے مجکو ارشاد فرمایا کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس ایسے
آتے ہین جنکی آنکہہ مین زنا کا اثر ہوتا ہے کیا تجکو یہ معلوم نہین کہ آنکہون کا زنا بری طرح سے دیکہنا ہے یا توبہ کر
ورنہ تجکو سزا دونگا مینے پوچہا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہی وحی ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن
بصیرت اور فراست صادق ہے اور ابو سعید خراز سے نقل ہے کہ ایکبار مین حرم شریف مین گیا اور ایک فقیر کو
دیکہا کہ دو خرقے پہنے ہوئے ہے دلمین کہا کہ اس قسم کے لوگ آدمیون پر بہاری ہوتے ہین اوسنے مجکو پکارا اور کہا

اللہ یعلم ما فی نفسی کو فاحشہ ہو تو میں نے اپنے دلمین استغفار کیا پہر اوسنے مجھکو پکار کر کہا الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ
اور یہ کہکہ میری نظرونسے غائب ہوگیا اور زکریا ابن داؤد سے روایت ہے کہ ابو العباس ابن مسروق رح
ابی الفضل ہاشمی کی عیادت کو گئے اور یہ مریض عیال والے تہے اور بسر اوقات کا سامان ظاہر کچھ
نہ تہا تو جب ابو العباس اوٹھنے لگے دلمین کہا کہ الٰہی یہ شخص کہانسے کہاتا ہوگا اوسیوقت ابو الفضل رح
نے آواز دی کہ خبردار اس نکمی بات کا کبھی دہیان نکر خدا تعالے اکے الطاف پوشیدہ بہت ہین اور احمد
نقیب سے روایت ہے کہ ایک روز مین حضرت شبلی رح کیخدمت مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ ای احمد خدا تعالی نے
ہم سبکو پہچان کے لیے داغ دیا ہے مین نے پوچہا کہ حضرت کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین اس وقت
بیٹہا ہوا تہا میرے دلمین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہے احمد کہتے ہین کہ مینے عرض کیا کہ حضرت مین تو
بخیل نہین ہون پہر آپ نے تامل کر کے فرمایا کہ بیشک تو بخیل ہے پہر مینے دلمین قصد کیا کہ جو کچھ آج مجھکو
ملے گا اوسکو جو فقیر مجھکو اول ملے گا اوسے دیڈالونگا مین اسی فکر مین تہا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس
اشرفیان لیکر آیا اور کہا کہ اسکو اپنے مصارف مین خرچ کرین اونکو لیکر ایفاء وعدہ کے لیے اوٹہا دیکہا
تو ایک اندہا فقیر نائی سے سر منڈاتا ہی مین اوسکے سامنے جاکر اشرفیان اوسکو دینے لگا اوسنے جواب دیا
کہ اس نائی کو دیدے مین نے کہا کہ پچاس ہین اوسنے جواب دیا کہ تجہ سے کہہ نہین دیا ہی کہ تو بخیل ہے
نائی کو دیدے جب نائی کو دینے لگا تو اوسنے کہا کہ جب سے یہ فقیر مجہ سے سر منڈانے بیٹہا ہی مینے عہد کیا ہی
کہ اجرت نہین لونگا پس مینے اون اشرفیونکو دریا مین پہینک دیا اور یہ کہا کہ جو کوئی تمہاری عزت کرتا ہی اوسکو
خدا ذلیل کرتا ہے اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ حضرت ابو الخیر رح کے گہر گیا اور دلمین
عہد کیا کہ اونکے گہر کچھ کہانا نہ کہاؤنگا جب مین گہر سے نکلا تو دیکہا کہ وہ میرے پاس ایک کہانیکا طباق
لیے آتے ہین اور فرمایا کہ لو اب کہاؤ یہان تو میرا گہر نہین ہے اور ان صاحب کی اور کرامتین بہی
مشہور ہین چنانچہ ابراہیم رقی سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ اونکی زیارت کو گیا مغرب کی نماز
اونہون نے پڑہائی تو الحمد بہی اچہی طرح نہ پڑہ سکے مینے اپنے دلمین سوچا کہ ناحق مین انکے پاس آیا
جب نماز ہوچکی تو مین استنجے کو باہر گیا ایک شیر نے مجھکو لتاڑا مینے حضرت ابو الخیر کی خدمت مین
آکر حال بیان کیا آپ نے وہین سے شیر کو للکارا کہ کیون ہمنے کہہ نہین دیا کہ ہمارے مہمانونسے مزاحمت
نکیا کر یہ سنتے ہی شیر علٰحدہ ہوگیا مین طہارت کے بعد جب پہرا تو مجہسے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنے ظاہر کو
سیدہا کیا ہے اسی جہت سے شیر سے ڈر گئے اور ہمنے اپنے باطن کو سیدہا کیا ہی اسلیئے شیر ہمسے ڈرتا ہے غرض اسیطرح کی
وانتہا حکایتین ہین جنمین مشائخ کی فراست اور لوگونکے دلونکا حال معلوم کرنا اور اونکے اعتقاد کو بتلا دینا

ف ۱ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کہ میرے دلمین ہے اور مین نہین جانتا جو اوسکے دلمین ہے ۱۲

ف ۲ وہی ہے جو قبول کرتا ہی توبہ اپنے بندونسے ۱۲

پا لیجاتا ہی بلکہ مشائخ نے جو حضرت خضر سے ملاقات کی ہی اور اونسے سوال کیے ہین اور ہاتف کی آوازین سنی ہین اور دیگر
اقسام کی کرامات اسقدر ہین کہ اونکا حصر بھی نہین ہو سکتا ہان منکر کے لیے صرف حکایات کافی نہین جبتک
اوسکو اوسکے نفس سے اسکا مشاہدہ نہو جاوی اور جو شخص خود اس کیفیت کا منکر ہوگا وہ سب تفصیل کا منکر ہوگا
لیکن وہ دلیل قاطع کہ جسکا کوئی انکار نکرے دو باتین ہین اول تو عجیب و غریب سچے خواب ہین کہ اونسے غیب کا حال
کہلتا ہی کیونکہ جب یہ ممکن ہی کہ خواب مین احوال غیب منکشف ہو جاوے تو بیداری مین ہو جانا محال نہین سواے
اسکے کہ فرق دونون حالتون مین صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ساکن ہوتی ہین اور محسوسات ظاہری کیطرف مشغول
نہین ہوتے اور یہ بات اکثر بیداری مین بہی واقع ہو جاتی ہی کہ آدمی اگر کسی بات کو خوب غور کر رہا ہو تو اوس وقت
نہ آواز سنتا ہے نہ کوئی چیز دیکھتا ہو اپنے دہیان مین لگا رہتا ہی دوسرے خبر دینا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئندہ کے
احوال سے اور امور آیندہ سے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہی اور جب یہ بات نبی سے ثابت ہوئی تو غیر نبی سے بہی
ہو سکے ہی کیونکہ نبی اوسی شخص کو کہتے ہین جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہون اور اصلاح خلق مین مشغول ہو
تو ممکن ہی کہ کوئی اور شخص اسطرح کا ہو جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین مگر اصلاح خلق اوسکا کام نہو
تو ایسے شخص کو نبی تو نہ کہینگے بلکہ ولی کہینگے اب جو آدمی انبیا کو مانیگا اور سچا جانیگا اونکی تصدیق کریگا اوسکو بالضرور
اقرار کرنا پڑیگا کہ قلب کے دو دروازہ ہین ایک خارج یعنی حواس کیطرف اور دوسرا عالم ملکوت کیطرف جسکو دروازہ
الہام اور وحی کہتی ہین جب ان دونون دروازونکا اقرار کریگا تو پہر یہ نہین کہہ سکتا کہ علوم انحصار صرف تعلم اور اسباب
معتاد ہی پر منحصر ہی بلکہ یہ بہی ہو سکتا ہی کہ ذریعہ علم کا صرف مجاہدہ ہو اس بیان سے حقیقت آمد و شد قلب کی درمیان
عالم ظاہری اور عالم ملکوت کی صاف ظاہر ہے لیکن یہ بات کہ خواب مین انکشاف امر کیونکر ہوتا ہے اور انبیا اور اولیا
کے لیے فرشتے صور مختلفہ مین کیون معلوم ہوتے ہین یہ بہی اسرار عجائب قلب مین سے ہے اور اوسکا بیان
علم مکاشفہ کے لائق ہے اسی لیے ہم اسقدر پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ ترغیب مجاہدہ اور راہ حصول اوسکے اجمال
کے معلوم کرنیکے لیے اتنا ہی بہت ہی بعض مکاشفین سے منقول ہے کہ انہون نے فرمایا کہ مجھکو کراما کاتبین
نے ظاہر ہو کر یہ کہا کہ تم اپنا ذکر خفی اور مشاہدہ توحید ہمکو لکہدو کیونکہ ہم تمہارا کوئی عمل نہین لکہتے اور ہم
اس بات کی آرزومند ہین کہ جس عمل سے تم تقرب الی اللہ کرتے ہو اوسکو لیکر آسمان کو چڑہ جاوین شیخ نے پوچہا
کیا تم میرے فرائض نہین لکہتی اونہون نے کہا کہ فرائض تو لکہتے ہین شیخ نے جواب دیا کہ لکہنے کو بس اسیقدر
کفایت ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراما کاتبین کو بہی اسرار قلب پر اطلاع نہین ہوتی وہ بہی اعمال
ظاہری پر مطلع ہوتے ہین اور بعض عارفین سے منقول ہی کہ مینے ایک ابدال سے مسئلہ مشاہدہ
یقین پوچہا تو وہ اپنی بائین طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیون بہائی کیا کہتا ہی پہر دہنی طرف

متوجہ ہو کر یہی کہا پہر سینہ کیطرف گردن جہکا کر یہی کہا اسکے بعد بڑا عجیب و غریب جواب دیا کہ مینے ویسا کبہی نہین سنا تہا پہر مینے اونسے متوجہ ہونیکا حال پوچہا تو انہون فرمایا کہ مجکو جواب تمہارے سوال کا معلوم نہ تہا تو مین نے بائین طرف کی فرشتہ سے پوچہا اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہین تب مینے دہنے فرشتہ سے پوچہا کہ وہ زیادہ جانتا ہے اوسنے بہی لاعلمی کا بیان کی تب مینے اپنے دل کی طرف دیکہا اور اوس سے دریافت کیا تو اوسنے وہ جواب دیا جو مینے تم سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اون دونون سے زیادہ جانتا ہے پس یہ صاحب گویا مصداق اس حدیث کی ہے[۱] اِنَّ فِي اُمَّتِي مُحَدَّثِيْنَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْهُمْ اور ایک حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَيُّمَا عَبْدٍ اِطَّلَعْتُ عَلٰى قَلْبِهٖ فَرَاَيْتُ الْغَالِبَ عَلَيْهِ التَّمَسُّكَ بِذِكْرِيْ تَوَلَّيْتُ سِيَاسَتَهٗ وَكُنْتُ جَلِيْسَهٗ وَمُحَادِثَهٗ وَاَنِيْسَهٗ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ قلب بمنزلہ ایک برج کے ہے جسکے چارون طرف دروازے بند ہین اونمین سے جو دروازہ اوسکے لیے کہلتا ہے وہ اوسمین کام کرتا ہے غرضکہ اس بیانسے ظاہر ہوا کہ قلب کی دروازون سے ملکوت کی جانب بہی ایک دروازہ ہے اور وہ مجاہدہ اور ورع اور انقطاع شہوات دنیاوی سے کہلتا ہے اور اسی جہت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے رئیسونکو ارقام فرمایا تہا کہ مطیع لوگ تم سے کچہ کہین اوسکو یاد رکہا کرو کیونکہ اونپر امور صادقہ منکشف ہوتی ہین اور بعض علمانے یہ فرمایا ہے کہ حکما کے منہ پر اللہ کا ہاتہہ ہے وہی بات اونکے منہ سے نکلتی ہے جو اللہ تعالے اونکے لیے امر حق تیار کردیتا ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اللہ تعالے خاشعین کو اپنے بعض اسرار پر مطلع فرما دیتا ہے

گیارہوان بیان شیطان کے مسلط ہونیکا دل پر وسواس کی جہت سے اور معنی وسوسہ کی اور اوسکے غلبہ کا سبب

یہ مثال پہلے بیان ہو چکی ہے کہ قلب مثل ایک برج کے ہے جسکے گرد بہت سے دروازے ہون اُنہین دروازونسے اوسپر احوال کی آمد و شد ہوتی ہے یا قلب کو مثل تودہ کے سمجہنا چاہیے جسپر چار طرف سے نشانے لگتے ہون یا مثال آئینہ کے جاننا چاہیے جسپر مختلف صورتین گذرتی رہتی ہین اور ایک کا عکس بعد دوسرے کی پڑا کرتا ہے یا ایک حوض ہے جسمین مختلف نالیونسے پانی آتا ہے بہرصورت قلب مین ہر وقت ان نئی نئی آثار کا ظہور یا تو حواس خمسہ ظاہری کی جہت سے ہوتا ہے یا باطن کی جہت سے اس صورت مین خیال اور شہوت اور غضب اور اخلاق مرکبہ انسان کے مزاج مین داخل ہین مثلاً اگر کسی چیز کو حواس سے معلوم کریگا تو اوس سے دلمین ایک اثر پیدا ہوگا اسیطرح کثرت غذا اور زور طبیعت کے باعث اگر ہیجان شہوت ہوگا تو اس سے بہی دل پر ایک اثر ہوگا اور اگر حواس کو روک دیوے تو نفس مین جو خیالات باقی رہتی ہین اونکی طرف

---

[۱] ح میری امت مین بعض لوگ الہام سے باتین کرنے والے ہین اور عمر انہین مین سے ہین ۱۲ بخاری بروایت ابوہریرہ بالفاظ دیگر ۱۲

خیال بٹے گا اور جسطرح خیال ایک شی سے دوسری کیطرف بدلتا جاویگا اسیطرح دل بھی ایک
حال سے دوسری کیطرف بدلتا جاویگا غرض کہ دل کی تغیر اور تاثیر ہمیشہ انہیں اسباب سے ہوتی ہے
اور جو آثار خاصکر دلمین آتے ہین انکو خواطر کہتے ہین یعنی فکر اور ذکر اور فکر اور ذکر سے یہ مراد ہے کہ جو علوم
قلب ادراک کرتا ہے خواہ وہ نئے ہون یا پہلی بات کا تذکرہ ہو اسی کا نام خواطر ہے کیونکہ یہ چیزین دلمین
آتی ہین حالانکہ پہلے سے دل کو انسے غفلت تھی اور ارادونکی محرک بھی خواطر ہوتے ہین اس لیے
کہ جس چیز پر آدمی نیت اور عزم اور ارادہ کرتا ہے پہلے وہ چیز دلمین گذرتی ہے خلاصہ یہ کہ آدمی کے افعال
کا مبدا خواطر ہین پھر خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اور رغبت سے عزم اور نیت کو حرکت ہوتی ہے
اور نیت اعضا کو حرکت دیتی ہے لیکن جن خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اوسکی دو قسمین ہین ایک خاطر شر
جو انجام کو مضر ہو اور ایک خاطر خیر جس سے آخرت مین نفع ہو اور چونکہ یہ دونون بالکل مختلف ہین اسلیے
انکے نام بھی جدا جدا رکھے گئے ہین خاطر خیر کو تو الہام کہتے ہین اور خاطر شر کو وسواس بولتے ہین
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خاطر جو دلمین حادث ہوتی ہے کوئی اسکا بانی بھی چاہیے جسکے سبب
یہ دلمین حادث ہوتی ہین اور ازانجا کہ مسبب مختلف ہین انکے اسباب بھی مختلف ہی ہونگے اور خدا تعالے
کی عادت بھی اسیطرح جاری ہے کہ جیسا مسبب ہوتا ہے ویسا ہی اوسکا سبب ہوتا ہے مثلاً اگر گھر
مین آگ جلادین اور دیوارین اوسکی روشنی سے روشن ہوجاوین اور دھوین سے چھت کالی
پڑجاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ سیاہی کا سبب آگ کی روشنی نہین ہے اسیطرح دل کی روشنی
اور سیاہی کے بھی سبب جدا جدا ہین یعنی خاطر خیر کا سبب فرشتہ ہے اور خاطر شر کا سبب شیطان اور دل کی
نرمی جس سے کہ الہام خیر کے قبول کے لیے تیار ہوتا ہے توفیق کہلاتی ہے اور اگر اوس سے وسواس
شیطانی کو پذیرا کرے تو اوسکو خذلان بولتے ہین کیونکہ معانی کے اختلاف سے الفاظ مین بھی اختلاف
ہونا چاہیے اور فرشتہ سے وہ مخلوق مراد ہے کہ جسکو خدا تعالے نے افاضہ خیر اور افادہ علم اور کشف
حق اور وعدہ خیر اور امر بالمعروف کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ اسی کام کے لیے مسخر ہے اور شیطان وہ مخلوق
ہے کہ جسکا کام اسکے خلاف ہو یعنی وعدہ شر اور امر بالفحشا اور خیرات کرنیکے وقت مفلسی کا خوف
دلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کے مقابل الہام ہے اور شیطان کے مقابل فرشتہ اور خذلان
کے مقابل توفیق اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ
یعنی موجودات تمام متقابل اور جفت ہین سواے ذات خداے پاک کے کہ اوسکا نہ کوئی جفت ہے
نہ مقابل بلکہ وحدہ لاشریک خالق تمام جفت چیزون کا ہے غرضکہ قلب انسانی شیطان اور فرشتہ کی

اور ہر چیز کے ہم نے بنائے جوڑے ۱۲

اینچاتانی مین ہتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ فِی الْقَلْبِ لَمَّتَانِ لَمَّةٌ مِنَ الْمَلَكِ اِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَلَمَّةٌ مِنَ الْعَدُوِّ اِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَنَهْيٌ عَنِ الْخَيْرِ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پھر آپ نے یہ آیت پڑہی اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ آخر تک اور حسن بصری کا قول ہے کہ دو قصد دل کے گرد پہرتے ہین ایک اللہ کیطرف سے اور ایک دشمن کیطرف سے پس اللہ رحم کرے اوس بندہ پر جو قصد کرنیکے وقت توقف کیا کرے اگر اللہ کیطرف سے معلوم ہوا کرے تو اوسکو جاری کرے اور اگر دشمن کیطرف سے جانے تو اوس سے لڑے اور قلب کی اسی اینچا تانی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث مین قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کیونکہ خدا تعالے اس بات سے بری ہے کہ اوسکی کوئی اونگلی مرکب گوشت و پوست و خون و ہڈی وغیرہ سے ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسا آدمی جلد جلد انگلیوں سے کام کرتا ہے اور دوسری سرعت کو تحریک انگلیون سے بتلایا کرتا ہے اسیطرح اللہ تعالی فرشتہ اور شیطان سے کام لیتا ہے اور یہ دونون دل کے بدلنے مین مثل آدمی کے انگلیون کے ہین اجسام کے بدلنے مین اور باعتبار اصل پیدایش کے دلمین لیاقت قبول کرنے آثار ملکی اور شیطانی کے دونون کے مساوی ہے کسی کو ترجیح ایک دوسرے پر نہین ہان اتباع شہوات اور اونکی مخالفت سے ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے یعنے اگر انسان غضب اور شہوت کے مقتضا کے موافق کام کریگا تو شیطان بواسطہ خواہش نفسانی غالب ہو جاویگا اور اس صورت مین قلب شیطان کا ملجا اور ماوا ہوگا کیونکہ خواہش نفسانی اوسکی چراگاہ اور سیرگاہ ہے اور اگر شہوات کو مغلوب کرکے فرشتون کے اخلاق اختیار کریگا تو اس صورت مین دل فرشتونکی منزل اور مستقر ہو جاویگا اور چونکہ قلب مین صفات بشریہ یعنی شہوت و غضب و حرص و طمع و طول امل وغیرہ جو خواہش نفسانی کی فرع ہین سب موجود ہین تو بالضرور ہر ایک قلب مین شیطان کو بہی وسوسہ کرنیکی مجال ہے اسی سبب حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَلَهُ شَيْطَانٌ قَالُوْا وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنَا اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَاْمُرُ اِلَّا بِخَيْرٍ اور شیطان کا خیر کے لیے امر کرنا صرف شہوت ہی کے ذریعہ سے تصرف کرتا ہے پس جس کسی پر خدا تعالے نے عنایت کی اور اوسکی شہوت کو اوسکا ایسا مطیع کردیا کہ حد مناسب کے سوا اوسکا ظہور نہ ہونے پاوے تو اس صورت مین اوسکی شہوت اوس شخص کو شر کیطرف داعی نہین ہوتی پس شیطان بہی کہ شہوت ہی کا جلایا ہوا ہے اوسکو امر خیر کے سوا کچھ نہین کہتا اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہو جاتا ہے تو شیطان کو مجال وسوسہ کی ملتی ہے اور اپنے کام مین مصروف ہوتا ہے اور جب قلب ذکر اللہ کیطرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع

نہین ملتا ہے اور چلد تیا ہے اسوقت فرشتہ اپنی مداخلت کرتا ہے ان شیاطین اور فرشتونکے دونون لشکرون
مین ہمیشہ یہی کشمکش دلپر رہتی ہے یہانتک کہ قلب ایک کا اینمین سے منقاد ہوجاتا ہے اور پہر اوسیکا
مستقر اور مکان بنجاتا ہے دوسرے کا گذر اوسمین اگر ہوتا بہی ہے تو چھینا جھپٹی کے طور پر ہوتا ہے لیکن اکثر
قلوب کا یہ حال ہے کہ لشکر شیاطین نے اونکو مفتوح اور مسخر کرلیا ہے اور اونکا مالک بن بیٹھا ہے تو ایسے
دل وسوسون سے پر ہین اور انہون نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھا ہی اور اس لشکر کے غالب ہونیکا
مبداء شہوات اور ہوائے نفسانی کا اتباع ہے اب جبتک کہ شیطان کا زور کم نہوگا اونکا مسخر ہونا
ممکن نہین اور اوسکا زور اسطرح کم ہوتا ہے کہ شہوات اور ہواء نفسانی سے دل کو خالی کرے اور اللہ تعالے
کے ذکر سے اوسکو پر کرے جسکے سبب فرشتونکا اثر دل پر نزول کرتا ہے جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہین
کہ علاء بن زیاد سے مینے شکایت کی کہ میرے دلمین وسوسہ ہوتا ہے اونہون نے فرمایا کہ اسکی
مثال یون سمجھنی چاہیے کہ ایک گہر مین چور گھسے اگر اوسمین کچہہ ہوگا تو مار کر لیجاوینگے اور اگر کچہہ نہوگا تو چلے
جاوینگے غرض اس سے یہ ہے کہ جو دل ہوائے نفسانی سے خالی ہے اوسمین شیطان نہین جاتا اسیواسطے
اللہ تعالے نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ پس جو آدمی اتباع ہواء نفسانی کرتا ہے
وہ گویا اللہ کا بندہ نہین ہے اوسکو بندہ ہوا کہنا چاہیے چنانچہ دوسری جگہہ ارشاد ہے اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوَاهُ
اسمین صاف ارشاد فرمایا کہ متبع ہواء نفسانی بندہ ہوا ہے اوسکو اپنا معبود سمجھتا ہے پس ایسے شخص پر
شیطان کو غالب فرما دیتا ہے اور شیطان سے بچاؤ کے لیے بہی احادیث مین ذکر اللہ ہی مذکور ہے
مثلاً حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین
عرض کیا کہ یارسول اللہ شیطان مجہمین اور میری نماز مین حائل ہوتا ہے یعنے نماز و قراءت مین شبہہ
ڈالتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ذٰلِکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَهٗ خِنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَنْ یَسَارِکَ
ثَلَاثًا عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ مینے آپ کے ارشاد کے بموجب عمل کیا تو وہ بات جاتی رہی اسیطرح
دوسری حدیث مین وارد ہے اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَهُ الْوَلْھَانُ فَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْهُ اور
خدا کے ذکر ہی سے شیطان کا دفع ہونا ایک عمدہ وجہ سے ہم ثابت کرتے ہین وہ یہ ہے کہ وسوسہ شیطانی
دلمین سے جبھی جاویگا جب اوس وسوسہ کے سوا کوئی اور بات دلمین گذرے کیونکہ جب ایک بات کا دلمین
گذر ہوتا ہے تو وہ پہلی جو اوس سے اول تہی وہ اوسمین نہین رہتی پس دلکو کسی اور بات کیطرف متوجہ
کرنے سے وسوسہ شیطانی رفع ہوسکتا ہے مگر یہ بہی ممکن ہے کہ اس دوسری بات مین بہی وسوسہ کرنے لگے
لیکن ذکر آلہی اور اوسکے متعلقات ایک ایسے ہین کہ اونکے ہوتے ہوئے شیطان کی مجال نہین ہوتی

کہ دل کی راہیں ہیں تبھی اس سے معلوم ہوا کہ وساوس کے دفع کے لیے سوا ذکر الٰہی اور اوسکے متعلقات کے کوئی شے مفید نہیں اور اسی سے دفع شیطان کے لیے أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ واقع ہوا ہے اور اوسکے دفع کی قدرت وہی رکھتے ہیں جو متقی ہیں اور اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان ذرا سی دیر کو وقت میں خفیہ گذر کر جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ دبکتا ہے اور سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو پھیلتا ہے اور ذکر اللہ اور وسوسہ میں ایسا خلاف ہے جیسا روشنی اور اندھیرے میں یا دن اور رات میں ہے اور دونوں ضدیت ہی کی جہت سے خدا تعالے نے فرمایا ہے اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ الشَّيْطَانَ وَاضِعٌ خَطْمَهُ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِنْ هُوَ ذَكَرَ اللَّهَ تَعَالَى خَنَسَ وَإِنْ نَسِيَ اللَّهَ تَعَالَى الْتَقَمَ قَلْبَهُ اور ابن وضاح سے روایت ہے کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو شیطان اوسکے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس صورت کی قربان جائیے کہ فلاح نہیں پانیکی غرض کہ شہوات آدمی کے گوشت اور خون میں گھسے ہوئے ہیں تو سلطنت شیطان کی بھی اوسکے خون اور گوشت میں موجود ہے اور قلب کو چہار طرف سے محیط اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوا مَجَارِيَهُ بِالْجُوعِ اور یہ اس لیے فرمایا کہ بھوک کے باعث شہوات کمزور ہوتے ہیں اور شیطان کی دخل کی راہ شہوات ہی ہیں اور قلب کا چار طرف سے شہوات میں گھرا رہنا اس آیت سے ثابت ہے لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ اور یہی کہا حدیث میں ہے کہ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِطُرُقٍ فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ أَتُسْلِمُ وَتَتْرُكُ دِينَكَ وَدِينَ آبَائِكَ فَعَصَاهُ وَأَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ أَتُهَاجِرُ وَتَدَعُ أَرْضَكَ وَسَمَاءَكَ فَعَصَاهُ وَهَاجَرَ ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْجِهَادِ فَقَالَ أَتُجَاهِدُ وَهُوَ تَلَفُ النَّفْسِ وَالْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْكَحُ نِسَاؤُكَ وَيُقْسَمُ مَالُكَ فَعَصَاهُ وَجَاهَدَ پھر آپنے یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا کریگا خدا تعالے بالضرور اوسکو داخل جنت کریگا پھر آپنے ذکر وسوسہ کا فرمایا کہ وہ اسیطرح کی خواطر ہیں جیسے مجاہد کے دلمیں گذریں کہ اگر مارا جاؤنگا تو میری منکوحہ غیر سے منسوب ہو جاویگی اور اسیطرح کی اور وساوس جو اوسکو جہاد سے مانع ہوں اور یہ خواطر سب کو معلوم ہیں تو وسواس بھی معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ سبب ان خواطر کا شیطان ہوتا ہے اور آدمی کا اوس سے جدا ہونا

مقصود نہین البتہ اوسکی متابعت اور نافرمانی کی جہت سے آدمیونمین اختلاف ہوتا ہے اسی جہت سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مامن احد الا ولہ شیطان اس سارے بیان سے معنی وسوسہ
اور الہام اور فرشتہ اور شیطان اور توفیق اور خذلان کے معلوم ہوگئے اب اگر کوئی یہ دریافت کیا چاہے
کہ شیطان کیا چیز ہے وہ جسم لطیف ہی یا نہین اور اگر جسم ہے تو انسان کے بدن مین کیسے گھستا ہے تو ان
باتونکا ذکر علم معاملہ مین ضروری نہین بلکہ جو کوئی ایسی باتین پوچھے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کسی کے کپڑونمین سانپ گھس جاوے تو وہ اس بات کی تو فکر نہ کرے کہ کسطرح نکل جاوے اور اوسکے
آسیب سے حفاظت ہوجاوے بلکہ یون پوچھنے لگے کہ سانپ کا رنگ اور شکل کیسی ہے اور اوسکا طول وعرض
کیا ہے تو ایسا سوال جہالت محض ہے پس جب یہ معلوم ہوگیا کہ آدمی کے دلمین ایسے خواطر گذرتے ہین
جو باعث شر کے ہوا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اون خواطر کا کوئی سبب ہوا کرتا ہے اور یہ امر بھی
یقینی ہے کہ جو چیز آیندہ کی شر کیطرف داعی ہو وہ دشمن جانی ہے تو ان باتون سے دشمن کا وجود تو یقیناً
معلوم ہوا اب اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دشمن ضرر نہ پہونچا سکے اسلیے اللہ تعالی نے اوسکی
عداوت کا اپنی کتاب پاک مین اکثر جا اسی لیے ارشاد فرمایا کہ لوگ اوسپر ایمان لاوین اور اوسکی ضرر سے
بچین ایک جگہہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ
اور دوسری جگہہ ارشاد ہوا اَلَمْ اَعْہَدْ اِلَیْکُمْ یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ
پس آدمی کو واجب ہے کہ اس دشمن سے اپنے آپکو بچاوے یہ نہ پوچھے کہ اسکی اصل ونسب ومسکن کیا ہے بلکہ
پوچھنے کے قابل یہ امر ہے کہ اوسکو ہتیار کیا کیا ہین تاکہ اونسے اپنے آپکو دور رکھے اور یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ
شیطان کے ہتیار شہوات اور ہوای نفسانی ہین پس اسقدر علما کے لیے جاننا کافی ہے لیکن پہچاننا
اوسکی ذات کا اور فرشتونکی حقیقت کا پس یہ امر متعلق عارفین سے ہے جو علوم مکاشفات مین مستغرق
رہتے ہین اسکے دریافت کی حاجت علم معاملہ مین نہین پڑتی یہان یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ خواطر
تین قسم پر ہین اول تو وہ کہ قطعاً داعی الی الخیر ہون تو اونکے الہام ہونے مین کچھہ شک نہین دوسرے
وہ کہ یقیناً داعی الی الشر ہون اونکے وسوسہ ہونے مین کچھہ کلام نہین تیسرے وہ کہ بین بین ہون اور معلوم نہو
کہ یہ خاطر فرشتہ کی طرف سے ہے یا شیطان کیطرف سے تو اسمین بڑا دہوکا پڑتا ہے اور تمیز اسکی بہت دقیق ہے
کیونکہ بعض لوگ جو نیک ہوتے ہین شیطان اونکو صریح شر کی طرف تو بلا نہین سکتا بلکہ شر کو خیر
کیصورت مین لاکر اونکے سامنے کرتا ہے اور یہ بڑا فریب ہے اس سے اکثر لوگ ہلاک ہوجاتے ہین مثلاً
عالم سے بطریق وعظ کہتا ہے کہ خلق کا حال دیکہو کہ جہل مین گرفتار اور غفلت مین سرشار ہو رہے

کناے پر ہین ان اللہ کے بندون پہ رحم کرکے ہلاکی سے بچانا چاہیے اور وعظ و نصیحت انکو سنانا چاہیے خداتعالی نے تجکو نعمت علم اور دل روشن اور تقریر دلکش اور لحن خوش سے بہرہ مند فرمایا ہی تو اللہ کی نعمت کی ناشکری کسطرح کریگا اور علم کی اشاعت سے رک کر مورد عنایت خداوند کیونکر ہوگا لوگونکو راہ راست کیطرف بلانا چاہیے اسطرح کی تقریرین اوسکے نفس سے ہمیشہ کرتا رہتا ہی یہانتک کہ اوسکو وعظ گوئی پر بلطائف الحیل آمادہ کردیتا ہے پہر اسکے بعد یون دلمین ڈالتا ہے کہ اگر عمدہ لباس پہنکر اچہے لہجہ سے تقریر اور اظہار خیر نہ کروگے تو تمہاری بات دل پر اثر نہ کریگی اور نہ کسیکو راہ راست ملیگی اور اسطرح کی تقریرین مدام کرتا رہتا ہی اور اوسکی غرض ان باتونسے یہ ہوتی ہے کہ عالم مذکور کو ریا مین ڈالے کہ اسکو شوق اپنی تعظیم اور کثرت خدام کا اور تکبر اپنے علم اور جاہ کا اور حقارت کی آنکہہ سے اورونکو دیکہنے کا ہوجاوے تو گو کہ ظاہر مین تو کیسی خیرخواہی کی باتین پیش کرتا ہے مگر واقع مین ایک غریب بیچارہ کی ہلاک کا فکر ہے اسکی چکنی باتونسے سنیوالا یہی جانتا ہے کہ یہ خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک ہمارا اجر مرتبہ ہوگا حالانکہ اوسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ ریا اور عجب مین پڑکر تباہ ہوجاوے ایسے ہی لوگونکی طرف اشارہ ہے ان حدیثون مین اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان مردود کے جواب مین کیا اچہا ارشاد فرمایا تہا یعنی ابلیس مردود جو حضرت کی سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ فرمایئے لا الہ الا اللہ تو آپنے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ تو ٹہیک ہے مگر تیرے کہنے سے مین نہین کہونگا اس سے غرض آپ کی یہی تہی کہ یہ مردود خیر کے اندر بہی کچہہ دغا کرتا ہے اور شیطان کے اس قسم کے فریب بے شمار ہین اونکے باعث علما اور عابد و زاہد اور فقرا اور اغنیا اور اور قسم کے لوگ جو صرف ظاہر شر کو برا جانتے ہین اور محض گناہ علانیہ کے مرتکب نہین ہوتے تباہ و برباد ہوجاتے ہین باب غرور و مغالطہ مین ہم کچہہ شیطان کے فریب اسی جلد کے آخر مین لکہینگے اور اگر فرصت ملی تو شاید ایک کتاب جدی اسی باب خاص مین لکہکر اوسکا نام تلبیس ابلیس رکہینگے کیونکہ آجکل اوسکے فریب زمانہ مین اور مخلوق مین خاصکر مذاہب اور اعتقادات مین بہت پہیلے ہوئے ہین حتی کہ خیر کا نام ہی نام رہگیا ہے اور یہ اسی لیے ہی کہ لوگ شیطان کے دہوکہونکو یقین کرلیتے ہین پس بندہ پر واجب ہے کہ جو قصد اوسکے دلمین آوے اوسمین توقف اور تامل سے یہ بات معلوم کرے کہ یہ فرشتہ کی جانب سے ہی یا شیطان کی جانب سے اور اسکو خوب غور سے سوچے کیونکہ یہ بات بدون تقوے اور کثرت علم اور بصیرت کی معلوم نہین ہوسکتی جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس سے غرض یہی ہے کہ تقوی والے

ایسے وقت مین نور علم کیطرف رجوع کرتے ہین اور انکا اشکال دور ہوجاتا ہے اور جو شخص کہ تقوی
نہین کرتا اوسکو خواہش نفس کی متابعت کی جہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہوجاتا ہی اور بہت کچھ
دہوکے کہاتا ہے اور بے سمجھے بوجھے ہلاک ہوجاتا ہے انہین جیسون کے حق مین خداتعالے فرماتا ہی وَبَدَا
لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ[1] یعنی جن عملونکو وہ حسنات تصور کرتے تہے وہ سیئات مین داخل ہوئے
اور علم معاملہ مین سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ہے اور یہ ہر ایک بندہ پر
فرض عین ہے مگر لوگ اس سے غافل ہوکر ایسے علوم مین مشغول ہوئے ہین جن سے وسواس زیادہ ہو
اور شیطان غالب ہو اور اوسکی عداوت اور اوس سے بچنے کا طور بہول جاوین اور کثرت وسواس
سے بچنے کا یہ طور ہے کہ ابواب خواطر کے بند کیے جاوین اور وہ حواس خمسہ ظاہری ہین اور باطن مین شہوات
اور دنیا کے علائق پس حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہین کہ اندہیرے مکان مین بیٹہے اور باطن
کے وسواس کم کرنیکا یہ طور ہی کہ اہل و مال سی جدا ہوجاوے اسکو تمین صرف تخیلات کی راستی کہلے رہینگی جو ہر وقت
دل مین جاری رہتی ہین اونکی دفع کے لیے سواے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہین لیکن شیطان دلکو یہان بہی
نہین چہوڑتا ہی اور خداے تعالی کا ذکر اوس سی بہولاتا رہتا ہی پس اسصورتمین اوس سی مجاہدہ کرنا چاہیے
اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چہٹکارا نہین ہوتا
ہان بعض اوقات ایسا زبردست ہوجاتا ہی کہ شیطان کا فرمانبردار نہین رہتا اور مجاہدہ سے اوسکے
شر کو ٹالدیتا ہے لیکن جب تک خون بدن مین رہتا ہی جب تک اوسکا مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب
شیطانی زندگی بہر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہین اور بند نہین ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع
اور حسد وغیرہ ہین جیسا کہ عنقریب اونکا بیان ہوگا اور جب یہ دروازے کہلے ہون اور دشمن بہی غافل نہو
تو بجز حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ اے ابو سعید
شیطان سویا بہی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندہ مومن کو اوس سے
چہٹی نہین البتہ اوسکا زور کم کرسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُنْضِي شَيْطَانَهُ كَمَا يُنْضِي أَحَدُكُمْ
بَعِيْرَهُ فِي سَفَرِهٖ[2] اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ مومن کا شیطان دبلا ہوتا ہے اور قیس ابن حجاج فرماتے
ہین کہ میرا شیطان مجہے کہنے لگا کہ مین تمہارے پاس اونٹ کی موافق تو آیا تہا اب چڑیا جیسا ہون مینے
پوچہا کہ کسطرح سے جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجہی گہلاتے ہو تو ان روایات سی معلوم ہوا کہ تقوی
والون پر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہین کہ جو طریق واضح مفضی الی المعاصی ہین
اونسے اجتناب کرتے ہین اور حفاظت حسب کما ینبغی بجا لاتے ہین مگر جو شیطان کے طریق غامض

[1] اور ظاہر ہوگا ان کو اللہ کی طرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲

[2] یعنی مومن اپنے شیطان کو ایسا لاغر کرتا ہے جیسا تم میں سے کوئی اپنا اونٹ سفر میں لاغر کرتا ہے ۱۲ احمد بزاز ابن ابی الدنیا اور اسکی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے ۱۲

ہین اونمین اونکو بہی لغزش ہوجاتی ہے کیونکہ وہ جلدی معلوم نہین ہوتے کہ اونکی حفاظت کرین جیساکہ ہمنے علماکی فریب دہی مین ایک مثال لکہدی ہی اور زیادہ تر مشکل یہ ہی کہ جو ابواب شیطانی دلپر مفتوح ہین وہ تو بہت سے ہین اور فرشتون کیطرف کا دروازہ صرف ایک ہی اور یہ اکیلا دروازہ ان سب مین مشتبہ ہوگیا ہے بندہ کا حال باعتبار ان دروازونکے ایسا ہی جیسا کوئی مسافر اندہیری رات مین کسی جنگل مین کہڑا ہو جسمین بہت سی راہین دشوار گذار موجود ہین تو اوس شخص کو ٹہیک رستہ دو طرح معلوم ہوسکتا ہے یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے پس ان دروازونکی معرفت مین قلب متقی بجاے بصیرت اور عقل کی ہی اور علم کثیر کتاب اللہ اور سنت کا مثل آفتاب کے انکی سبب سے البتہ رستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طریق بہت ہین اور نامعلوم اور اسیکے مطابق وہ روایت ہی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے منقول ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سامنے ایک خط کہینچا اور فرمایا کہ یہ رستہ اللہ کا ہے پہر اوس خط کے دہنے اور بائین بہت سے خطوط کہینچے اور فرمایا کہ یہ رستے شیطان کے ہین ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہے کہ اوسیطرف کو بلاتا ہے پہر یہ آیت پڑہی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ اور سبل انہین خطوط کو ارشاد فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے راستونکی کثرت واضح کردی اور ہمنے اوسکی باریک راہ کی ایک مثال بہی لکہدی جس سے کہ وہ علما اور عابدونکو فریب دیتا ہی حالانکہ یہ لوگ اپنے شہوات کے مالک ہوتے ہین اور گناہ ظاہری بہی نہین کرتے اب ہم اوسکی ایک واضح طریق کا ذکر کرتے ہین کہ آدمی خواہ مخواہ اوس راہ چلنے لگتا ہی اور یہ قصہ حدیث شریف مین بہی وارد ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک راہب تہا شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اوسکے گہر والونکے دلمین یہ بات ڈالی کہ اسکا علاج فلان راہب کے پاس ہے پس وے لوگ اوسکو راہب کے پاس لیگئے اوسنے اول معالجہ سے انکار کیا مگر انہون نے اصرار کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کے لیے رکہ چہوڑا اب شیطان نے راہب کے پاس آکر اوس سے صحبت کرنیکا وسوسہ دلمین ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت کر بیٹہا اور اسکو حمل رہگیا تب اوسکے دلمین یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اسکے گہر والے آوینگے بہتر یہ ہے کہ اسکو مار کر دفن کردے اگر کوئی پوچہنے آویگا تو کہدیجو کہ مرگئی راہب نے ایسا ہی کیا پہر شیطان اوس لڑکی کی اقربا کی پاس گیا اور اونکے دلمین وسوسہ کیا کہ راہب نے اوسکے ساتہہ ایسا ایسا کیا اور مار کر دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچہنے آئے اور کچہہ حال مین کالا معلوم کرکے اوسکو قصاص مین مار ڈالنے کے لیے گرفتار کیا تب شیطان اوسکے سامنے آیا کہ یہ سب کام میرے کیے ہوئے ہین اب اگر میرا ہی کہنا مانی

۱ مثال ذکر ابواب قلب بروایت ابن مسعود ۱۲

۲ اور کہا یہ راہ ہے میری سیدہی سو اس پر چلو اور مت چلو کئی راہین ۱۲

تو اس خوشی سے گا اوسنے پوچھا کہ کیا کروں کسطرح خوشی نجات پاؤں اوسنے جواب دیا کہ مجکو دو سجدے کرلے
تو بچ جاویگا جب اوسنے سجدے کر لیے تو کہا کہ مین کچھہ نہین کر سکتا مین تجھے کیا جانون بس یہی شخص ہے
جسکا حال اللہ تعالی نے یون ارشاد فرمایا ہے کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منک
تو دیکھنا چاہیے کہ کیسا بڑا حیلہ باز ہے کہ راہب کو کسطرح کبیرہ گناہون مین مبتلا کر دیا اور منشا اسکا صرف
اسقدر ہوا کہ راہب نے علاج کی بابت اوسکا وسوسہ مان لیا اور یہ ایک امر بہت آسان تہا ابتدا یہی معلوم
ہوتا تہا کہ علاج کرنا عمدہ بات ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اول اول لعین ایسی بات ڈالتا ہے کہ آدمی بسبب رغبت
خیر کے اوسکو اچہا جانے اور انجام کو کام ہاتھہ سے نکلجاتا ہے اور ایک بات سے دوسری ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ اوس سے
چھوٹنا میسر نہین ہوتا ابتداء امور کی ضائع ہونے سے خدا بچاوے اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے من حام
حول الحمی یوشک ان یقع فیہ اس مین بہی اسی بات کی طرف اشارہ ہے

بارہوان بیان تفصیل شیطانکے راستونکی دل کی طرف ہے

جاننا چاہیے کہ قلب انسانی بمنزلہ ایک قلعہ کے ہے اور شیطان دشمن ہے کہ اوسکے اندر گہسکر اوسکا قبضہ کرنا چاہتا
ہے تو اگر قلعہ کے دروازونکی حفاظت کیجاوے اور شیطانکی آمد کے راستونکی حراست رہے تو قلب محفوظ رہسکتا ہے لیکن جو شخص
اوسکے دروازے ہی نجانتا ہو وہ حفاظت بہی نہین کر سکتا اور قلب کو بچانا وسواس شیطانی سے واجب ہے بلکہ ہر بندہ
عاقل بالغ پر فرض عین ہے اور جو چیز کہ ذریعہ فرض عین تک پہنچنے کا ہو وہ بہی واجب ہے اور دفع کرنا شیطانکا اوسکی
آمد کے راستونکو پہچاننے سے ہوسکتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسے راستونکا پہچاننا واجب ہے اور یہ راستے بندونکی
صفات مین اسیلیے انکی کچھہ انتہا نہین لیکن ہم اونمین سے بڑے بڑے راستونکو بتلائے دیتے ہین کہ جنپر شیطانکے لشکر کی
کثرت رہتی ہے اول اوسکا بڑا مدخل غضب اور شہوت ہے کیونکہ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے اور جب عقل کم
ہوتی ہے فوراً لشکر شیطان حملہ کرتا ہے اور جب آدمی غصہ کرتا ہے تو شیطان اوس سے ایسا کہیلتا ہے جیسا لڑکا
گیند سے کہیلا کرتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ابلیس حضرت موسی علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جنکو خدا نے
رسول کیا اور کلام کیے اور مین بہی اللہ کی مخلوق ہون مجہسے ایک گناہ ہوگیا ہے اور اوس سے توبہ کیا چاہتا ہون تو آپ
خدا سے میری سفارش کیجیے کہ توبہ قبول فرماوے حضرت موسی علیہ السلام نے اوسکی عرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف
لیگئے اور رب سے ہم کلام ہوکر اترنا چاہا رب العزت سے ارشاد ہوا کہ اے موسی امانت ادا کر آپنے عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ
ابلیس چاہتا ہے کہ اوسکی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ اگر وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے اوسکی توبہ قبول ہوگی حضرت موسی نے
ابلیس سے فرمایا کہ تیری حاجت پوری کیگئی یون حکم ہوا ہے کہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہو جاویگی
وہ ملعون غصہ ہوا اور تکبر سے کہنے لگا کہ مین نے اوسکو زندگی مین تو سجدہ کیا ہی نہین مرے پر تو کیون

کرنے لگا ہون یہہ عرض کیا کہ آپکا مجہپر حق ہے کہ آپ نے خدا سے میری سفارش کی مین آپکو
ایک بات بتلاتا ہون کہ مجھکو تین چیزون مین یاد کیجیے اونسے آپکو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کی حالت
مین کیونکہ میری روح تو آپکی دلمین ہے اور آنکھ آپکی آنکھہ مین اور جہان جہان بدن کا خون پہرتا ہے
وہان وہان میرا گذر ہے تو غصہ کی حالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ آدمی جب غصہ
کرتا ہی تو مین اوسکی ناک مین پہونک مار دیتا ہون پہر اوسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کرتا ہون
اور ایک صف قتال مین مجھکو یاد رکہو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین جاتا ہے تو مین اوسکو اوسکا گہر بار جورو بچے
یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بہاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکہو کہ جس عورت کا محرم پاس نہ ہو
اوسکے پاس ہرگز نہ بیٹہنا کیونکہ مین اوسکی طرف تمہارا پیام پہونچاتا ہون اور اوسکا پیام تمکو
پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہوجاو غرض ان باتون مین اونسے شہوت اور غضب اور
حرص کیطرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرنے سجدہ نکرنا تو حسد کے باعث تہا اور بہاگنا صف قتال سے دنیا کی
حرص کی جہت سے ہوتا ہی اور یہ شیطان کے بڑے مداخل مین سے ہے اسیطرح بعض اولیا سے منقول ہے
کہ اونہون نے ابلیس سے پوچہا کہ آدمی کے دل پر تو کسوقت غالب ہوتا ہی اوسنے جواب دیا کہ غضب اور
خواہش نفسانی کیوقت اوسکو دبا لیتا ہون اور یہ بہی مروی ہے کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آیا اوسنے
پوچہا کہ آدمی کی کون سی صفت سے تجکو زیادہ مدد ملتی ہی اوسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب آدمی
تیز مزاج ہوتا ہے تو مین اوسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہے اور کہتے ہین
کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ آدمی مجہپر کسطرح غالب ہو سکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا ہی تو مین
اوسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین پہونچتا ہون دوسرا بڑا مدخل
شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شے پر حریص ہوتا ہے تو حرص اوسکو اندہا اور بہرا کر دیتی ہے
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ پس جب نور بصیرت حسد و حرص کے
باعث جاتا رہتا ہے تو کچہہ نہین سوجہتا اور شیطان کو اسوقت موقع ملجاتا ہے کہ جو چیز حریص کی
خواہش تک پہونچانیکی ہو اوسیکو اوسکی نظر مین اچہا کرکے دکہلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بُری ہو حضرت
نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوئے اور موافق ارشاد الہی کے ہر ایک چیز کا اوسمین ایک جوڑا رکہلیا
تو کشتی مین آپ نے ایک بوڑہا اجنبی شخص دیکہا آپنے پوچہا کہ تو کیون سوار ہوا ہی اوسنے عرض کیا کہ آپکے
یارونکے دل لینے آیا ہون اونکے بدن آپکے ساتہہ رہینگے اور دل میرے ساتہہ ہونگے آپنے فرمایا کہ معلوم
ہوا تو مردود دشمن خدا ہے یہانسے نکلجا اوسنے عرض کی کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگونکو ہلاک کرونگا

تین تو آپکو بتلادونگا دو نہین بتاؤنگا اوسوقت آپ کو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہے اونکی آپ کو کچھ حاجت نہین وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہے تو آپنے اوس سے پوچھا کہ وہ دو باتین کونسی ہین اوسنے کہا وہ وہ ہین کہ کبھی مجھے دہوکا نہ دینگی اور لوگونکے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہے جس سے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص وہ ہے کہ آدم کے لیے تمام جنت سوا ایک درخت کی مباح ہوئی تھی تو مینے حرص ہی کی جہت سے اپنا کام نکالا اور انکو خرابی مین ڈالا اور ایک اوسکے بڑا راستو نمین سے پیٹ بھر کر کھانا ہے خواہ مال حلال طیب ہے کیون نہو اسلیے کہ پیٹ بھرنے سے شہوات کا زور ہوتا ہے اور شہوات شیطانکی ہتیار ہین چنانچہ روایت ہے کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے سامنے ابلیس آیا اور اوسکے ہاتھ مین پھندے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ پھندے کیسے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ انسے آدمیونکو پھنساتا ہون آپنے پوچھا کہ انمین کوئی میرے لیے بھی ہے اوسنے جواب دیا کہ ہان کبھی جو آپ پیٹ بھر کھانا کھاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑھنا اور ذکر کرنا بھاری کر دیتا ہون پھر آپ نے فرمایا کہ اسکے سوا کوئی اور چیز بھی ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ مجکو بھی قسم ہے کہ کبھی پیٹ بھر کھانا نکھاؤنگا شیطان نے کہا کہ مین بھی قسم کھاتا ہون کہ مسلمانکو کبھی خیر خواہی کی بات نہ کہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کھانے مین چھ چیزین مذموم ہین جسمین اول یہ کہ خوف الٰہی دل سے جاتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ یہ جانتا ہے کہ سب پیٹ بھرے ہین تیسرے یہ کہ طاعت خدا بھاری پڑ جاتی ہے چوتھے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین نرمی نہین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورونکو نصیحت کرتا ہے تو کسی کے دل مین تاثیر نہین ہوتی چھٹے یہ کہ بیماریون کا گھر ہو جاتا ہے اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے اچھا معلوم ہونا زینت ظاہری کا اسباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہے کیونکہ شیطان جب یہ بات قلب انسان پر غالب پاتا ہے تو اوسمین انڈے بچے دیدیتا ہے اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ گھر خوب اونچا اور وسیع بنا کر اوسکی چھت اور دیوارونکو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسیطرح لباس اور سواری بھی خوب ٹیپ ٹاپ کی ہونی چاہیے غرض کہ مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہے اور جب آدمی کو ایکبار اس امر مین لگا پایا تو پھر دوبارہ اپنے آنیکی ضرورت بھی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک چیز سے دوسرے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور بنانے کی پھیر مین پڑ جاتا ہے یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور اسی راہ شیطانی اور ہوائے نفسانی مین چلدیتا ہے اور اس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بھی ہے نعوذ باللہ منہ اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے طمع ہے دوسرے شخصونکی کیونکہ جب دل پر طمع غالب

ہوتی ہے تو شیطان یہ سکہلاتا ہی کہ جس سے طمع رکہتا ہے اوسکے سامنے خوب تکلف اور زینت ظاہر
کرنی چاہیے اور اتنی تلبیس اور ریا کرتا ہے کہ گویا جس سے طمع ہے وہی اوسکا معبود ہے اور ہمیشہ اسی فکر مین
رہتا ہے کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اوسکی نظرون مین محبوب ہوجاون اور اس بات کیواسطے [illegible]
خاک چہانتا ہے ادنے بات یہ ہے کہ اوسکی تعریف مین غلو کرتا ہی اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا
موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اوسکے سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سی روایت ہے کہ ایکبار
ابلیس عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ مین تمکو ایک بات سکہائے دیتا ہون یاد رکہنا اونہون نے
فرمایا کہ مجکو تیری بات کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ اگر اچہی ہو تو یاد رکہنا بری ہو تو [illegible]
پلے باندہنا بات یہ ہی کہ سواے خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع پائی جاوی اور
غصہ کے وقت اپنے آپکو سنبہالنا کیونکہ اوسوقت تم میرے قابو مین ہوتے ہو اور ایک اوسکی [illegible]
ہین کامون مین جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتہ سے دینا ہے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے
کہ العجلة من الشیطان والتانی من اللہ تعالی اللہ تعالی فرماتا ہی خلق الانسان من عجل
اور فرمایا وکان الانسان عجولا اور آپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ولا تعجل
بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ارتکاب بعد تبصر اور جانچ کے ہونا چاہیے
اور جانچ کیواسطے تامل اور مہلت چاہیے جلدی سے یہ بات نہین ہوسکتی اور جلدی مین شیطان اپنا
بدی انسان پر ایسی طرح ڈالدیتا ہی کہ اوسکو خبر بہی نہین ہوتی چنانچہ روایت ہی کہ جسوقت حضرت
عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب بت اوندہے ہو گئے
اوسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہان ہی ٹہرو مین خبر لاتا ہون اور اوسوقت سے روئے
زمین پر اوڑ گیا مگر کوئی چیز معلوم نہین ہوئی پہر دیکہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے ہین
اور اونکو فرشتون نے گہیر رکہا ہے پس اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گذشتہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا
اور جو عورت حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے مین اوسوقت موجود رہتا ہون مگر اس لڑکے کی مجکو علم نہو
تو آج سے بتونکی پرستش سے نا امید ہونا چاہیے لیکن آدمیونکو جلدی کیوقت مین بہکایا کرو اور ایک
اوسکی بڑی راہون مین سے روپیا پیسا اور اسباب اور جائداد وغیرہ ہے کیونکہ ان چیزون مین سے جب
مقدار قوت سے زائد ہوتی ہے اوسمین شیطان کا پہرا ہوتا ہی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ جسکے پاس مقدار قوت
موجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن اگر کسیطرح اوسکو سو روپیہ ملجاوین تو اوسکے دل کے اندر
دس ایسے شہوات اوٹہینگے کہ ہر ایک کی پورا ہونیکے لیے سو سو روپیہ چاہیین تو جسقدر اسکے پاس

اوس سے کام نہ نکلے گا بلکہ نوسو کی اور ضرورت رہیگی حالانکہ جب کچھہ نہ تھا تب فارغ البال اور
بے پروا تہا اسکو یہی علم ہے کہ سو روپیہ سے مجھے تونگری ہو گئی یہ خبر نہین کہ سو کے ملنے سے نوسو کا محتاج
ہو گیا مثلاً سو جب ملے تو یہ خیال ہو کہ اگر نو سے اور ہوتے تو ایک گہر مول لیتے اور اسباب خانہ داری
اور لباس وغیرہ بہی درست ہو جاتا اور پہر ایک انمین سے ایسی شے ہے کہ جسکو دوسری کوئی اور
چیز لازم ہے اسی طرح بے انتہا چیزین ضروری نکلتی چلی آتی ہین انکا فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہے
کہ جہنم مین پڑ جاتا ہے اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہے حضرت ثابت بنانی رح روایت کرتے ہین کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامۂ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنے گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات
ہوئی ہے اوسکو تلاش کرو سب شیاطین ادہر ادہر پہر کر عاجز ہو کر چلے آئے کہ ہمکو کچھہ معلوم نہین ہوتا
ابلیس نے کہا کہ مین تمہین خبر لاتا ہون اور خود جا کر یہ خبر لایا کہ خدا تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیغمبر فرمایا اب تم اونکے یارونکی خبر لو شیاطین نا امید ہو کر اوسکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہم نے
کبہی دیکہے ہی نہین اگر کوئی بات ہم اونسے کرا پاتے ہین وہ نماز کو کہڑے ہو جاتے ہین اس سے اونکی
خطائین محو ہو جاتی ہین ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب لوگ ملکون کو فتح کرینگے
اور اونکو دنیا ملیگی تو اوس وقت ہمارا مطلب نکل آویگا اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسی علیہ السلام
نے ایک پتہر اپنے سر تلے رکہ لیا ابلیس کا جو گذر ادہر ہوا کہنے لگا کہ یا حضرت آپ کو بہی دنیا کی رغبت
ہوئی آپ نے پتہر کو سر کے نیچے سے نکالکر پہینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع دنیا تیرے ہی لیے ہے اور حقیقت
اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کی بجا پتہر ہو تو اوسکے پاس اتنی دنیا تو ہو گئی کہ شیطان اپنا
داو کہیلے مثلاً اگر کوئی تہجد کو اٹھے اور اوسکی قریب ایک پتہر بہی ہو جسپر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور
دل مین ڈالے گا کہ ذرا اسپر تکیہ لگالے اور اسصورت مین رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ گاڑہی دیکہکر
پاؤن پہولتے ہین اگر پاس سے پتہر نہوتا تو ایسی بات دل مین نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی رغبت ہوتی
یہ حال تو پتہر کا ہے لیکن جسکے پاس گاؤ تکیے اور گدگدے فرش اور اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہین
اوسکو عبادت الہی سے کب مزا حاصل ہو سکتا ہے اور ایک اوسکی بڑی راہ انمین سے بخل اور فقیر ہو جانیکا
خوف ہے اور یہ وہ بات ہے کہ صدقہ اور خیرات کچھہ نہین کرنے دیتی بلکہ جمع کرنے اور گاڑ رکہنے کی رغبت
دلاتی ہے ایسے لوگونکے واسطے عذاب الیم کا وعید کلام مجید مین موجود ہے خیثمہ بن عبد الرحمن ناقل ہین
کہ شیطان کا قول ہے کہ آدمی کتنا ہی مجہپر غالب ہو جاوے مگر تین بات تو نہین مجہسے بچ سکتا
جو کہتا ہون وہ مانتا ہے اول ناحق کسی کا مال لینا دوسرے اوسکا بے موقع خرچ کرنا تیسرے

جہان ضرورت خرچ کی ہو وہان نہ خرچ کرنا اور سفیان رح فرماتے ہین کہ شیطان کے پاس کوئی ہتیار مفلسی کا خوف دلانے سے بڑھکر نہین جب آدمی اسکو مان لیتا ہے تو باطل کیطرف راغب ہوتا ہی اور حق سے بازرہتا ہے اور مطلب ہی کی بات کہتا ہے اور خدا تعالے سے بدگمان ہوجاتا ہے اور بخل اور حرص کی آفتون مین سے یہ بہی ہے کہ مال جمع کرنیکے لیے ہروقت بازار مین موجود رہے جو شیطان کی رہنے کی جگہہ ہی اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب ابلیس زمین پر اترا تو رب العزت سے درخواست کی کہ الٰہی تو نے مجکو زمین پر اوتار کر مردود کردیا میرے لیے رہنے کی جگہہ کیا ہے فرمایا کہ حمام تیرے رہنے کا مقام ہی عرض کیا کہ بیٹہک بہی ارشاد ہو حکم ہوا تیری بیٹہک بازار اور چوراہے ہی عرض کیا کہ میری خوراک بہی مقرر ہو حکم ہوا کہ جس کہانے پر خدا کا نام نلیا جاوے وہ تیری غذا ہے عرض کیا کہ میرے لیے پانی بہی عنایت ہوا ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزین تیرا پانی ہین عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رسان بہی ملے حکم ہوا کہ فرامیر تیرے موذن ہین عرض کیا کہ میرے لیے کچھ پڑہنے کی چیز مرحمت ہو حکم ہوا کہ وہ شعر ہین عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بہی ارشاد ہو حکم ہوا کہ بدن کو گودنا تیری کتابت ہے عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو حکم ہوا کہ جہوٹ تیری حدیث ہی عرض کیا کہ میری شکار گاہ بہی مقرر ہو حکم ہوا کہ وہ عورتین ہین اور ایک اوسکے بڑے ہتہیارون مین سے تعصب مذاہب اور خواہش نفسانی کا ہی اپنے خلاف پر ہون اوسنے بغض رکہنا اور اونکو حقارت سے دیکھنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس سے عابد اور فاسق دونون ہلاک ہوتے ہین کیونکہ لوگون پر طعن کرنا اور اونکی برائیون کا ذکر کرنا یہ ایک صفت سبعی ہے جو آدمی کی طینت مین داخل ہے پس جب شیطان اس صفت کو آدمی کی نظر مین حق قرار دیتا ہے اور اوسکی طبیعت مین تو پہلے ہی سے تہی تو قلب پر اوسکا چسکا پڑجاتا ہے اور تمام ہمت اوسی مین لگجاتا ہے اور اس بات سے بہت خوش ہوتا ہی اور جانتا ہے کہ مین دین مین سعی کرتا ہون یہ خبر نہین کہ اتباع شیاطین کرتا ہون مثلاً ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت مین متعصب ہے مگر حرام خوار اور منہ پہٹ اور جہوٹا اور بکہیڑیا اور فسادی ہے تو ایسے شخص کو اگر حضرت صدیق رض دیکہتے تو اپنا بڑا دشمن تصور فرماتے اس لیے کہ اونکا دوست تو وہ ہی جو اونکی راہ چلے اور اونکی سیرت کو دستور العمل بناوے اور زبان کو واہیات سے روکے حضرت کا یہ دستور تہا کہ منہ مین کنکر رکہے رہتے تہی تاکہ کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے پس یہ مدعی کیسی اونکی محبت کا دعوے کرتا ہی اور اونکی سیرت اختیار نہین کرتا اسیطرح بعضونکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت مین تعصب ہوتا ہی حالانکہ ریشمی کپڑے بدن پر ہوتے ہین اور مال حرام سے خوب زرق برق بنے رہتے ہین پہر دعوی محبت علی کا

طبرانی بروایت ابو امامہ و ابن عدی عن ابن عباس ... ضعیف

کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اونکا دام ایک روپیہ سے بہی کم تہا پہر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اونکا دشمن ہوگا مقام غور ہے کہ اگر کوئی شخص کسیکے فرزند لخت جگر کو اپنے یہان لیجاوے اور اوسکی بال نوچے اور بدن کو قینچیون سے کاٹے اور سب طرح کی ایذا دے اور پہر اس بات کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کی باپ سے محبت رکہتا ہون یہ دعوی کسطرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگون کا ہے کہ دین اور شریعت جو خلفاء اربعہ اور جمیع صحابہ کے نزدیک فرزند و زن و مال و عیال بلکہ خود اپنی جانونسے بہی عزیز تہا اوسکی تو یہ لوگ یون تکڑے کرین کہ کوئی بات اوسکی اختیار نکرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس لعین دشمن دین کی خوشی مناتے رہین پہر محبت صحابہ رض کا دم بہرین قیامت کی روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیاء کے سامنے ان لوگون پر کیا گذرے گا قیامت تو دور ہے اگر دنیا ہی مین پردہ اٹھا لیا جاوے اور صحابہ رض کا عندیہ امت کے باب مین معلوم ہوجاوے کہ انکو کسطرح کی لوگ اچہے معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنی حالات کو دیکہکر شرم کے مارے کبہی اپنی زبان ناقص سے اونکا نام بہی نہ لین خلاصہ یہ کہ تخیلات شیطانی سے انکے دلونمین یہ بات جم گئی ہے کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض کے مریگا اوسکے گرد شعلہ دوزخ نہ پہریگا یا جو کوئی محبت مین حضرت علی رض کی وفات پاویگا اوسکے گرد خوف نہ اویگا اس حدیث شریف کو نہین دیکہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرۃ العین حضرت فاطمہ رض سے فرماتی ہین کہ اِعْمَلِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اور یہ ہواے نفسانی مین سے ایک شاخ ہے اسیطرح اون لوگونکا حال ہے جو امام ابو حنیفہ و شافعی اور مالک و احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین یعنی جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعوی کرتے ہین اور اونکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے روز وہی امام اونکے مقابل ہوکر پوچہینگے کہ میرا مذہب تو عمل تہا قول نہتہا اور قول بہی عمل کیواسطے تہا جبتک کہ نیکی لیے نہین تہا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اوسپر خاتمہ ہوا اور پہر جہوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب کا کیا غرضکہ یہ ایسا تزارہ شیطان کی آمد کا ہے کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوتے ہین وعظ و نصیحت ایسی لوگونکے متعلق ہے جو خدا کا خوف نہین کرتے دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہے لوگونکو معتقد کرنے کی حرص بہت ہے اور لوگونکا اعتقاد اور اونکا وقر صرف تعصب ہی سے بڑہا ہے اس لیے اسی بات کو اچہا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اوسکے فریب جاری ہونیکے لیے وہ اوسکے نائب بن گئے ہین اور لوگ بہی اونہین کی باتو نپر جم گئے ہین اور اصول دین کو بالکل

۱۳ عمل کر کہ مین طرف سے خدا تعالی کی کسی چیز کو نہین بچا سکتا بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

بہول گئے تو وہ خود بہی تباہ ہوئے اور اورونکو بہی تباہ کردیا خدا تعالے اونکی اور ہماری توبہ
قبول فرماوے اور حضرت حسن بصری رض فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ مینے امت محمد صلعم
کے لیے جو معصیتونکو آراستہ کیا تو انہون نے استغفار کرکرکے میری پیٹہہ توڑدی پہر مینے اونکے لیے
ایسے گناہ گڑہے کہ اونسے استغفار نہ کرین اور وہ خواہشات نفسانی ہین اور یہ بات اوس ملعون نے
سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگونکو خبر ہی نہین ہوتی کہ انکا انجام نافرمانی ہے ورنہ استغفار ضرور
کرتے اور ایک بڑا حیلہ شیطان کا یہ ہے کہ انسان اپنی آپ لوگونکے اختلافات اور خصومات مین لگجاوے
چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک جماعت ذکر الٰہی مین مشغول تہی شیطان نے
چاہا کہ یہ یہانسے اوٹہہ کہڑے ہون اور جدا ہوجاوین مگر کچہ بن نہ پڑی بس ایک دوسری جماعت مین
گیا جو دنیا کی باتین کررہے تہے اونہین فساد کرادیا یہانتک کہ اونکے آپسمین کشت و خون ہونے لگا
تو پہلی جماعت اوٹہہ کہڑی ہوئی اور اونہین بیچ بچاؤ کردیا مطلب اوسکا یہ تہا کہ پہلی جماعت مین
کشت و خون ہو بلکہ جماعت اول کا اوٹہانا مقصود تہا سو اسطرح اٹہا دیا اور ایک اوسکی طرق
مین سے یہ ہے کہ عوام لوگونکو جو علم مین کم تجربہ رکہتے ہین خدا تعالی کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی
فکر مین اولجہا دیتا ہے جو اونکی عقل مین نہ آسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین
اور خداوند کریم کی نسبت اونکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اونسے یا کافر یا دہریہ ہوجاتے ہین
اور ان باتونسے بہت خوش ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت یہی ہے اور یہ امر ہمکو
کشف سے معلوم ہوا ہے اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہے
جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتماد کرے اور عقیل وہ شخص کہ اپنی عقل کو متہم سمجہکر اکثر علما سے
پوچہتا ہے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْتِیْ
اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ اللّٰہَ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ
ذٰلِکَ فَلْیَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّ ذٰلِکَ یَذْھَبُ عَنْہُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہین فرمائی کہ
اس وسواس کی علاج مین بحث کیجاوے کیونکہ یہ وسواس عوام کو ہوتا ہے علما کو نہین ہوتا عوام کو
یہی چاہیے کہ ایمان و اسلام لاکر اپنی عبادت و معیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر
چہوڑدین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے تو اس سے بہتر ہے کہ ایسی باتونمین پڑے کیونکہ جو کوئی
بے جانے بوجہے اللہ تعالی اور اوسکے دین کی نسبت کچہہ کہے گا کافر ہوجاویگا اور اوسکو خبر بہی نہو
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تیرنا نجانے اور دریا مین کودپڑے غرضکہ مذاہب اور عقائد کے

باب مین شیطان کے فریب بیحد وانتہا ہین ہمنے بطور نمونہ کچہہ لکہدیا ہے اور ایک اوسکے دروازونمین
مسلمانونسے بدگمان ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ تو پس جو کوئی دوسرے کی بدی کا گمان کریگا شیطان اوسکو اس بات کی بہی ترغیب
دیگا کہ اوسکی غیبت کرے یا اوسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اوسکو بچشم حقارت دیکہے
اور اپنے آپکو اوس سے بہتر سمجہے یہ سب صورتین تباہی کی ہین اور اسی جہت سے شریعت مین تہمتون سے بچنے کے لیے
حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّہَمِ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت
سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے فرمایا
کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین معتکف تہے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو حال کہی
شام کو وہانسے مراجعت کی اور آپ بہی میرے ساتہہ چلے راستہ مین دو انصاری ملے اور آپکو سلام کرکے
بہیرے آپ نے اونکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی یعنی میری زوجہ ام المومنین ہے انہون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہمکو آپکے ساتہہ گمان خیر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہے مگر شیطان آدمی کے ساتہہ ایسا لگا ہے
جیسا خون بدن مین ہے اس لیے مجہے یہ خوف ہوا کہ کہین تمکو نہ بہکاوے پس اس شفقت نبوی کو
دیکہنا چاہیے کہ اونکے دین کا خوف کرکے اونکو بچا دیا اور امت کے لیے طریق احتراز تہمت سکہلا دیا
کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دیندار ہے مین انگشت نما ہو تہمت کی حالات مین سہل انگاری کرے
اور اپنے نفس پر عجب کرکے یہ جانے کہ مجہپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتہہ ظن خیر ہی سے پیش آوینگے
اس لیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اوسکے یکسان نہین معتقد ہوتے بلکہ بعض اوس سے
خوش رہتے ہین اور بعضی ناراض جو خوش ہین وہ اوسکے عیب نہ دیکہینگے اور فریق ثانی اظہار عیب
ہی مین مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے ؎ چشم بداندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید
ہنرش در نظر + ور ہنری داری و ہفتاد عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر + پس ضرور ہوا
کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگونسے بدگمان رہتا ہے پس
جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگونکی طرف بدگمانی کرتا ہو اور اونکے عیوب کا متلاشی ہو تو جان
لینا چاہیے کہ وہ خود باطن مین خباثت رکہتا ہے اور یہ عیب جوئی اوسی خباثت کا ظہور ہے کہ سبکو
اپنی ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ سب خلق کیطرف سے صاف
رہتا ہے یہ بہی تہوڑا سا بیان شیطان کے رستونکا قلب کی جانب اور اگر سب رستونکو لکہا جاوے تو ہماری
قدرت سے باہر ہے اسی قدر سے اور ونکا قیاس ہوسکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت

بد آدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور وہی اوسکا مدخل بہی ہے اب اگر کوئی یون پوچھے کہ شیطان
کے دفع کرنیکی تدبیر کیا ہے اور اوسکے دفعیہ مین زبان سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا کوئی اور ذکر اللہ
کافی ہے یا نہین تو اسکا جواب یہہ ہے کہ دل کا علاج شیطان سے بچانیکے لیے یہی ہے کہ اوسکی سب راہین
بند کردی جاوین یعنے دلکو اون صفات مذمومہ سے صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہے
اور اس جلد مین ہمکو یہی غرض ہے کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کرین ہر ایک صفت کے لیے ایک باب
علیحدہ کی حاجت ہی جیسا کہ مشرح آیندہ بیان ہوگا یہان اسقدر ضروری ہے کہ جب قلب ان صفات
کے اصول سے منقطع اور علیحدہ ہوجاتا ہی تو پہر شیطان صرف ہیر پہیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہے
جمکر نہین بیٹہتا اور اوسکی آمدورفت کو ذکر اللہ مانع ہے کیونکہ دلمین ذکر اللہ جبہی جاگزین ہوتا ہے جب
تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سے دل آباد ہوجاتا ہی اور اگر ایسا نہو تو ذکر بہی از قبیل
خطرات ہوتا ہے اسکو دل پر کچہہ قابو نہین ہوتا اور شیطان کو بہی دفع نہین کرسکتا اسی جہت سے
خداوند کریم نے اِس آیت مین اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا
ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتہہ خاص فرمایا ہی خلاصہ یہ کہ شیطان کو مثل بہوکے
کتے کے اپنے پاس سمجہنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی و گوشت وغیرہ نہو تو صرف دوت کہنے ہی سے
ٹل جاویگا لیکن اگر سامان کہانیکا ہوگا اور کتا بہوکا ہوگا تو ضرور کہانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے
نہین ٹلے گا اسیطرح جس دلمین غذا شیطانی نہین تو اوسکے پاس سے شیطان صرف ذکر اللہ سے
ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہی تو دل کا سویدا شیطان کے قابو مین ہوگا اوسوقت
ذکر اللہ کو قلب کے اطراف مین پہیلا دے گا اور متقیونکے دل جو ہوا اور نفسانی اور صفات مذمومہ سے
خالی ہوتے ہین اونپر شیطان کا آنا شہوات کی باعث نہین ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہی
اوسوقت اپنی راہ نکالتا ہے اور جب یہہ وہ ذکر کرنے لگتے ہین تو ٹل جاتا ہے اور اوسکی دلیل یہہ ہے
کہ خداتعالے نے اسکے دفع کے لیے فرمایا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اسیطرح اور آیات اور اخبار سے
جو ذکر کے باب مین ہین مفہوم ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار مومن کا
شیطان اور کافر کا شیطان آپسمین ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا اور اچہا لباس پہنے تہا اور مومن کا
شیطان ننگا دبلا غبار آلود تہا اوس نے اس سے پوچہا کہ تو دبلا کیون ہے اوسنے کہا کہ مین ایسے شخص کے ساتہہ
رہتا ہون کہ اپنے کہانے اور پینے اور کپڑا پہنے اور سر مین تیل ڈالنے کیوقت بسم اللہ کہتا ہی تو نہ مجہے کہانا نصیب ہوتا ہی
نہ پانی نہ کپڑا نہ تیل اسیواسطے بہوکا پیاسا ننگا بال بکہرے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ یار مین تو ایسے کے

۱؎ نہین ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ تعالی کی توفیق سے ۱۲

۲؎ جو لوگ ڈر رکھتے ہین جب ان کو لگ گیا اوپر شیطان کا گذر چونک گئے پھر اوسیوقت انکو سوجھ آگئی ۱۲

۳؎ پناہ مانگ اللہ کی شیطان مردود سے ۱۲

ساتھ ہوں کہ ان باتوں میں سے کسی پر بھی خدا کا نام نہیں لیا جاتا اسی لیے میں اونکے سب امور میں شریک
رہتا ہوں اور محمد بن واسع رح ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ سَلَّطْتَ عَلَيْنَا عَدُوًّا بَصِيرًا بِعُيُوبِنَا
يَرَانَا هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا نَرَاهُمْ اَللّٰهُمَّ فَآيِسْهُ مِنَّا كَمَا آيَسْتَهُ مِنْ رَحْمَتِكَ وَقَنِّطْهُ مِنَّا كَمَا قَنَّطْتَهُ مِنْ عَفْوِكَ وَبَاعِدْ بَيْنَنَا
وَبَيْنَهُ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیطان مجکو مسجد کے
راستہ میں ملا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ ابلیس ہوں میں نے پوچھا کہ کس غرض
سے آیا ہے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دعا کو کسیکو مت سکھلانا میں تیرے کچھ مزاحم نہونگا میں نے کہا کہ میں
ہرگز کسیکو منع نہیں کرونگا جو چاہے پڑہے تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں
کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں ہاتھ میں آگ کی مشعل لیکر کھڑا
ہوا کرتا تھا اور قرات اور استعاذہ سے نہیں جاتا تھا آپ کی خدمت مبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام
تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ یوں پڑہیے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ
مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ
طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ پس حضرت نے اسیطرح پڑہا تو اوس مردود کی شمع گل
ہوگئی اور اوندہے منہ گر پڑا اور حضرت حسن بصری رح سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی
ابن ابی الدنیا در مکاید مرسلا بکذا ۱۲
خدمت مبارک میں آئے اور عرض کیا کہ ایک جن آپسے دغا کیا چاہتا ہے جب آپ بستر پر بیٹھیں آیت الکرسی
پڑہ لیا کیجیے اور حدیث شریف میں آیا ہے لَقَدْ اَتَانِي الشَّيْطَانُ فَنَازَعَنِيْ فَاَخَذْتُ بِحَلْقِهٖ فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ
مَا اَرْسَلْتُهٗ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ مَاءِ لِسَانِهٖ عَلٰى يَدَيَّ وَلَوْلَا دَعْوَةُ اَخِيْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاَصْبَحَ طَرِيْحًا
فِي الْمَسْجِدِ اور یہ بھی وارد ہے مَا سَلَكَ عُمَرُ فَجًّا اِلَّا سَلَكَ الشَّيْطَانُ فَجًّا غَيْرَ الَّذِيْ سَلَكَهٗ عُمَرُ اور یہ اسسبب سے فرمایا کہ اون
قلوب شیطانوں کی مداخل اور غذا سے پاک تھے یعنی شہوات کا دخل نہ تھا پس اگر کوئی اور شخص چاہے کہ صرف
ذکر الہی سے شیطان دور ہو جاوے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہوگیا تھا تو یہ امر محال ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے جیسا کوئی شخص دوا پیوے اور پرہیز نکرے حالانکہ معدہ میں بھی بلا تبر بھری ہو اور اس
توقع دوا کی نفع کی بھی کرے کہ جیسا پرہیز اور تنقیہ والونکو فائدہ ہوتا ہے ویسا ہی مجھے بھی ہو یہاں ذکر
الہی کو دوا سمجھنا چاہیے اور تقوے کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونیکو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب
ذکر الہی ایسے قلب میں جاوے گا جو ماسوی اللہ سے خالی ہے تو شیطان دفع ہو جاویگا جیسے تنقیہ کے بعد دوا
کھانے سے بیماری جاتی رہتی ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اور دوسری
جگہ فرمایا كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ پس جو کوئی عمل کرے

شیطان کی متابعت کریگا وہ اوسکا تہانگی اور یار کہلا دیگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر
کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق یون وارد ہے کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہی اور یہ
خصوصیات جنکا علماے دین بیان کرتے ہین اوسمین لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتے
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہاتہ کنگن کو آرسی کیا ہے اسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے
تاکہ حقیقت اونکی بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہاء ذکر اور عبادت نماز ہے
تو جب نماز مین کہڑا ہوا وسوقت اپنے دل کا حال دیکھتا رہے کہ شیطان کہان کہان اوسکو کہینچتا ہے
کبہی فکر بازار اور لوگونکے حساب کتاب مین اور کبہی دنیا کی دوادار و اور معاندین کے جواب مین
غرض یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ جو دنیا کی بات دل سے جاتی بہی رہی ہو وہ بہی نماز ہی مین
یاد آتی ہی اور شیطان کا حملہ بہی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہے پس نماز دلونکے لیے کسوٹی ہے
کہ اوس سے خوبی اور برائی اونکی معلوم ہو جاتی ہے اور جو دل کہ شہوات دنیا سے بہرے ہین
اونکی نماز مقبول نہین ہوتی بیت در ذکر و دل در فکر خانہ + چہ حاصل زین نماز پنجگانہ
تو ایسی نماز کی سبب سے دفعیہ شیطان کا بہی نہین ہوگا بلکہ غالباً وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے
دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہے اگر کسیکو شیطان سے خلاص منظور ہو تو اول
پرہیز تقوی اختیار کرے بعد اوسکی ذکر کی دوا پیے تب شیطان اوسکے پاس سے بہاگیگا جیسا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہاگتا تہا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو
ظاہر مین برا ست کہو کہ تم باطن مین اوسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا کہ بڑے
تعجب کی بات ہی کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکہہ لے پہر محسن کی نافرمانی کرے اور
شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کر لے اور پہر اوسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب آیت
شریف کی کہ اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسیطرح ذکر الہی کرتے ہو
اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی سب مفقود ہین حضرت ابراہیم بن ادہم
سے کسی نے پوچہا کہ یہ تو فرمائیے کہ ہم لوگونکی دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالے فرماتا ہے
ادعونی استجب لکم آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ تمہارے دل مردہ ہین پوچہا کہ اونکے مردہ ہونیکی
کیا جہت ہی آپ نے فرمایا کہ آٹھہ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کر لیا اوسکو بجا نہ لائے
دوم قرآن کو پڑہا اور اوسکی بموجب عمل نکیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کیا اور اونکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اوسکے لیے سامان نہ کیا

پہنچ حکم الٰہی یون تہا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا
مگر تم نے معصیت مین اوس سے یاری کی اے شخص تم دعوی خوف دوزخ کا کیا مگر پہر اپنے بدنون کو
اوسمین جہونکدیا اے شخص تم جنت کو ویسے چاہتے ہو مگر اوسکے لیے کوئی کام نہ کیا اے شخص تم صبح اٹھکر ہی
اپنے عیبونکو تو پیٹہ پیچہے ڈالدیا اور لوگونکی عیب چینی اختیار کی پس ان باتونسے خدا تعالے
ناراض ہوگیا تو دعا کسطرح قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی
شیطان ہے یا سب گناہونکے لیے جدا جدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان
ضروری نہین یہان یہی ضرور ہے کہ اپنی نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنے مطلب سے غرض رکہے
بقول شخصے کہ آم کہانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچہہ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوا ہے اوسکو ہم
بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کے لیے ایک شیطان مخصوص ہے اوسکا کام یہی ہے کہ اوسی
خاص گناہ کیطرف بلاتا ہے اس حساب سے شیطانونکے دل کے دل ہین اور جس طریق سے کہ یہ امر
دریافت ہوا ہے اوسکا لکہنا طویل ہے وہی ایک بات کافی ہے کہ مسبب کی اختلاف سے
سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آگ کی روشنی اور دہوین کی سیاہی مین مذکور ہوا
لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین اونمین سے
ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا ایک کا نام ثبر ہے اور اوسکو مصیبت کا کام سپرد ہے تو واویلا کرنا
اور گریبان پہاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اوسکے اغوا سے ہوتا ہے دوسرے کا نام
اعور ہے اوسکا کام زنا کے لیے بہکانا اور اوسکو نظروں مین اچہا معلوم کرانا ہے تیسرا مسوط ہے
جسکو جہوٹ کا عہدہ ہے چوتہا داسم ہے کہ آدمی کے ساتہہ گہر مین جا کر اقربا کی برائیان اوسکے
سامنے پیش کرتا ہے اور اوسکو اونسے خفا کر دیتا ہے پانچوان زلنبور وہ بازار مین رہتا ہے
وہان کے فسادات سب اوسیکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بہی ایک روایت مین ہے کہ نماز کے
شیطان کا نام خنزب ہے اور وضو کے شیطان کا نام ولہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین
ویسے ہی فرشتونمین کثرت ہے باب الشکر مین ہم لکہہ چکے ہین وجہ انکی کثرت کی اور ہر عمل کے لیے
جدا جدا مخصوص ہونیکی کیا وجہ ہے اور حضرت ابو امامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وُكِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَةٌ وَسِتُّوْنَ مَلَكًا يَذُبُّوْنَ عَنْهُ مَا لَمْ يُقْدَرْ
عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ لِلْبَصَرِ سَبْعَةُ أَمْلَاكٍ يَذُبُّوْنَ عَنْهُ كَمَا يُذَبُّ الذُّبَابُ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ فِي الْيَوْمِ الصَّائِفِ
وَمَا لَوْ بَدَا لَكُمْ لَرَأَيْتُمُوْهُ عَلٰى كُلِّ سَهْلٍ وَجَبَلٍ كُلٌّ بَاسِطٌ يَدَهُ فَاغِرٌ فَاهُ وَمَا لَوْ وُكِلَ الْعَبْدُ إِلٰى نَفْسِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ

لاختطفتہ الشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہی کہ مجکو یہ پہونچا ہی کہ اولاد آدم کے ساتھہ اولاد
جن بہی پیدا ہوتی ہے اور اونہین کے ساتھہ نشو و نما ہوتی ہے اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے
کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتری تو انہون نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تو نے
مجھہ مین اور شیطان مین عداوت کر دی اگر میری اعانت نہوگی تو مین اوسپر غالب نہونگا
ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اوسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ اور زیادہ
عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا پاویگا مگر نیکی کا بدلہ دس گنی
سے جہانتک مجکو منظور ہوگا دونگا پہر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جب تک روح
بدن مین رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تو نے مجھسے اشرف
بنایا اگر مجکو اعانت نہوگی تو مین کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اوسکے ساتھہ تیرے بہی
بچہ پیدا ہوگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ جیسے خون بدن مین چلتا ہی ویسا ہی
تو بہی اونکے رگ و پی مین جاری ہوگا اور اونکے سینو نمین اپنا گہر بناویگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ
مدد ملی حکم ہوا واجلب علیہم بخیلک ورجلک وشارکہم فی الاموال والاولاد وعدہم وما
یعدہم الشیطان الا غرورا اور حضرت ابو درداء سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا خلق اللہ الجن ثلثۃ اصناف صنف حیات وعقارب وخشاش الارض وصنف کالریح
فی الھواء وصنف علیہم الثواب والعقاب وخلق اللہ تعالیٰ الانس ثلثۃ اصناف صنف کالبہائم
کما قال تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک
کالانعام بل ہم اضل وصنف اجسامہم اجسام بنی ادم وارواحہم ارواح الشیاطین وصنف فی ظل
اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ یوم لا ظل الا ظلہ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ شیطان ایکبار حضرت یحییٰ
کی خدمت مین آیا اور کہا کہ مین آپ کو کچھہ نصیحت کیا چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ مجکو تیری نصیحت کی
حاجت نہین مگر مجھسے بنی آدم کا حال کچھہ کہہ اوسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اونکی تین قسمین ہین
ایک قسم جو ہم پر بڑے سخت ہین وہ لوگ ہین کہ ہم اونکے پاس جاتے ہین اور اونکو بہکا کر اپنے قابو مین
لاتے ہین مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہین ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہے پہر اگر ہم دوبارہ
کچھہ فکر کرتے ہین وہ اوسکے بعد بہی ایسا ہی کرتے ہین اسی حیص و بیص مین ہم اونسے نا امید ہی
ہوتے ہین نہ مطلب ہی نکلتا ہی مشقت ہی ہی اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ وہ ہمارے
پنجہ مین ایسے ہین جیسے لوگونکی ہاتہہ مین گیند ہوتا ہی اونکو ہم جدہر چاہتے ہین اودہر پہیر لیتی ہین

اونکی ہمین کچھہ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اونپر ہمارا کچھہ بس نہین چلتا اب اگر
یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگونکو تو شیطان صورت پکڑ کر سوجہتا ہے اور بعضونکو نہین
معلوم ہوتا اور نیز جب نظر آتا ہی تو وہ شکل اوسکی اصلی صورت ہی یا اوسکا عکس و مثال ہی اور اگر اصلی
صورت ہی تو اوسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہہ جدا جدا
صورت دو شخصونکو کیسی معلوم ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان اور فرشتونکی اصلی صورتین
بہی ہین مگر اون اصلی صورتونکو مشاہدہ سے نہین دیکھہ سکتے بلکہ اونکا دیکھنا انوار نبوت سے ہوتا ہے
اسی لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ
ملاحظہ فرمایا تہا یعنے ایک دفعہ تو خود حضرت نے اونسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجکو دکہاؤ
اونہون نے وعدہ کیا کہ بہت اچہا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوئے تو شرق سے غرب تک
تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہی پر اونکو اصلی صورت مین
دیکہا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تھے اور یہ شخص نہایت خوبصورت
تہے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہے کہ صورت اصلی کی مثال اونکے سامنے ہوجاتی ہے
مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑ کر اونکی آنکھ کے سامنے آتا ہے تو وہ اوسکو دیکھتے بہی ہین
اور کلام بہی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہوجاتی ہے جیسا کہ اکثر صلحا کو
خواب مین اتفاق ہوتا ہے اور صاحب کشف اوسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود
مشغولی حواس کے دنیا مین اوسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اوسکو بیداری مین وہ بات
معلوم ہوجاوے جو اورونکو خواب مین سوجہے ہی جیسا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہی کہ ایک شخص نے
رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجکو وہ جگہہ دکہلا دے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہے تو خواب مین
یہ دیکہا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہے یعنی اوسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہے
اور شیطان مینڈک کی صورت مین اوسکے بائین شانہ پر موندہے اور کان کے درمیان بیٹہا ہے
اور اوسکی ایک پتلی اور لمبی سونڈ ہے جسکو آدمی کے دل مین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کر رہا ہے اور جب
وہ ذکر الٰہی کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اسیطرح کا امر کبہی بیداری مین ہوبہو معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض
اہل کشف نے دیکہا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مردار پر گرتا ہے اور لوگونکو
اوسطرف بلاتا ہے یعنی دنیا بصورت مردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام صورت
اصلی کی نظر آنیکی ہے کیونکہ یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ جو عالم ملکوت کیطرف

مقابل ہوتی ہے اور وہی مدخل وحی والہام ہے کہ عالم ظاہری کیطرف کو ہے تو جب قلب کی پہلی
جانب پر عالم ملکوت سے کسی شے کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہے تو اوسکے اثر سے وہ جانب جو عالم
ظاہری کیطرف ہی اوسمین بھی چمک آجاتی ہے اس لیے کہ دونون جانبین ایک دوسیرسے ملی جلی ہین
تو ظاہر ہے کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کیطرف کو ہے جو شے نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ
ہوگی اس وجہ سے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہی اتنا فرق ہے کہ آدمی کا خیال جو حس
ظاہر سے ہوتا ہی اوسمین یہ بات ممکن ہے کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس
بہت واقع ہوتی ہے مثلاً ممکن ہی کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہی وہ باطن کا خبیث ہو
مگر جو صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دل کو حاصل ہوتی ہے وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت
کے ہوتی ہے کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کی ہوا کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوا
کہ جس چیز کا باطن برا ہوگا وہ اسطرح پر بری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہی
تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہے اور فرشتہ اوسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہے
پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہوجاتی ہی اور اوسیکی مطابق ہوتی ہے پس اگر کوئی شخص خواب مین
بندر یا سور دیکھے تو اوسکی تعبیر انسان خبیث کی دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع
سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہی غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک
عجیب بات ہی اوسکا ذکر کرنا علم معاملہ کی مناسب نہین یہان یہی مقصود ہی کہ اس بات کا یقین
کر لیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہی کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسے کہ
خواب مین ہوتا ہے اور کبھی بطور حقیقت کی لیکن اکثر اسیطرح ہوتا ہے کہ تمثل ایسی صورت مین ہوتا ہے
جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آنا اوس مثال کا آنکھہ سے حقیقت مین ہوتا ہی اور اوسکو ارباب مکاشفہ
صرف دیکھہ سکتے ہین اوسکے گرد کے لوگ نہین دیکھہ سکتے جیسے سونیوالے نہین دیکھہ سکتے

تیرہوان بیان اس امر کا کہ قلب کی وساوس اور ہم اور قصد اور خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہے اور کونسی چیز معاف ہے

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علمائے کاملین شریعت کے
اونمین کسی سے تطبیق نہین ہوسکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آپ نے فرمایا عُفِیَ عَنْ اُمَّتِیْ
مَا حَدَّثَتْ بِہٖ نُفُوْسُھَا مَا لَمْ تَتَکَلَّمْ اَوْ تَعْمَلْ بِہٖ اور ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِلْحَفَظَۃِ اِذَا ھَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَۃٍ فَلَا تَکْتُبُوْھَا عَلَیْہِ فَاِنْ

عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً وَإِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا عَشْرًا اور یہ حدیث بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اوسکا میلان طرف بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت یون ہی کہ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ عَلَيْهِ وَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ اور ایک روایت یون ہی وَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا اور ان سب سے عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کی باب مین یہ آیت ہی إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ اور یہ آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکھہ اور کان کے ہو معاف نہین ہونیکا اور یہ آیت وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ اور یہ آیت لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ان سب سے مواخذہ پایا جاتا ہے اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کی ارتکاب تک نہ تبلائی جاوی تب تک کچھہ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہیئے اب ہم کہتے ہین کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہے اوسکو خاطر اور حدیث نفس کہتے ہین مثلاً ایک عورت کی صورت دل مین آوی جو اسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پھر کر اوسکو دیکھہ لے دوسری بات دیکھنے کی رغبت کا ہیجان ہے یعنے وہ شہوت جو طبیعت مین موجود ہی متحرک ہو اور یہ امر پہلے خاطر سے پیدا ہوتا ہی اوسکو میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے مثلاً مثال مذکور مین دیکھنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہے مگر موانع کے باعث دل اجازت نہین دیتا مثلاً حیا کے سبب نہین دیکھہ سکتا یا پھر کر دیکھنے سے کچھہ خوف معلوم ہوتا اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہرحال عقل کی ہی اجازت ہی اسکا نام اعتقاد ہی اور یہ اون دو پہلی باتونکے بعد ہوتا ہی چوتھی بات پکا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اسکو نیت اور قصد اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی مگر باعتبار خاطر اول کے کشش نفس کو اسقدر ہوتی ہے کہ یہ ارادہ مصمم اور موکد ہو جاتا ہے بعد اس ارادہ کے مصمم ہونیکے کبھی آدمی ندامت کی باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبھی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ سے غافل ہو جاتا ہے اور اُس کام کی طرف توجہ نہین رہتی اور کبھی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اوس کام کا کرنا متعذر ہو جاتا ہے غرضکہ دل کے لیے پہلے اعضا کی عمل سے چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس

پھر میل طبع پھر اعتقاد پھر عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس اور میل طبع پر
تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا ان پر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین
اور اس حدیث مین کہ عُفِیَ عَنْ اُمَّتِی مَا حَدَّثَتْ بِہٖ نُفُوْسُھَا یہی دونون مراد ہین اس لیے کہ حدیث
نفس اوسیکو کہتے ہین کہ صرف دلمین گذرے اور اوسکی کرنیکا عزم نہو اور عزم اور ارادہ کو حدیث
نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس یہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اونہون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جیمین یون آتا ہی کہ اپنی
بی بی خولہ کو طلاق دیدون آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا اِنَّ مِنْ سُنَّتِی النِّکَاحُ اونہون عرض کیا کہ میرا
جی یون چاہتا ہے کہ خصی ہوجاؤن آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا خِصَاءُ اُمَّتِی دُؤُوْبُ الصِّیَامِ عرض کیا کہ میرا
جی یہ چاہتا ہے کہ راہب بن جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا رَھْبَانِیَّۃُ اُمَّتِی الْجِہَادُ وَالْحَجُّ عرض کیا
کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گوشت کھانا چھوڑ دون آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَہْلًا فَاِنِّی اُحِبُّہٗ وَلَوْ اَصَبْتُہٗ
لَاَکَلْتُہٗ وَلَوْ سَاَلْتُ اللّٰہَ لَاَطْعَمَنِیْہِ پس جن خواطر کے ساتھ عزم نہین ہوتا وہ حدیث نفس مین
داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تھے اسی جہت سے اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ عزم اونکے ارتکاب کا نہ تھا تیسری بات یعنی اعتقاد اوسکی
دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونون کا حکم بھی مختلف ہی کہ اختیاری پر
مواخذہ ہوتا ہے اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتھی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہے
مگر جب کام اس قصد کے بعد نہین کیا تو یہ دیکھنا چاہیے کہ خوف الٰہی اور ندامت کے باعث سے
نہین کیا یا کسی اور سبب سے اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکھی جاویگی اس لیے کہ ارادہ تو گناہ
ہے اور اوس سے باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہے اور نیز ارادہ کرنا بر حسب اقتضاے طبع اسپر دلالت
نہین کرتا کہ خدا سے بالکل غافل ہو گیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کے خلاف پر باز رکھنا اسکو
بڑی قوت چاہیے تو اسنے جسقدر کوشش ارادہ فعل کی جہت سے شیطان کی متابعت مین کی تھی
اوس سے زیادہ مخالفت طبع اور للہ کام کرنے مین کی اس لیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر
کسی مانع یا عذر کے باعث اوس فعل سے باز رہا ہی تو اسپر ایک برائی لکھی جاویگی اس لیے کہ ارادہ
کرنا بھی قلب کا فعل اختیاری ہے اور یہ احکام جو ہمنے مفصل لکھی ہین انکی دلیل یہ ہی کہ اسیطرح
الفاظ حدیث مین مفصل مذکور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ
رَبِّ ذَاکَ عَبْدُکَ یُرِیْدُ اَنْ یَّعْمَلَ سَیِّئَۃً وَھُوَ اَبْصَرُ بِہٖ فَقَالَ ارْقُبُوْہُ فَاِنْ عَمِلَھَا فَاکْتُبُوْھَا لَہٗ

بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّايَ اور جس روایت مین لم یعملہا آیا ہے اوس سے
بہی یہی مراد ہے کہ خدا کے خوف سی چہوڑ دیا ہوا اور اگر گناہ پر ارادہ کر کے کسی عذر یا غفلت کے
سبب چہوڑا ہو تو اوس صورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے
إِنَّمَا يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ اور یہی معلوم ہے کہ جو کوئی رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو
کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سی زنا کرونگا اور اوسی رات مین مر جاوے تو اپنے ارادہ پر
مُصر مریگا اور اسی نیت پر اسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث
مذکور مین لم یعمل سے مراد یہی ہے کہ خدا کے خوف سی چہوڑ دیا ہوا اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے
باب مین یہ حدیث شریف ہے إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ فَقِيلَ
يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ لِأَنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ اس سے صریح معلوم ہو گیا
کہ صرف ارادہ کی جہت سی ناری ہوا باوجودیکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ نیت جب نص
صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہین ہو سکتا کہ خدا تعالی نیت پر مواخذہ نفرماوے گا بلکہ
جو قصد کہ آدمی کے اختیار سی ہوگا اوس پر اوسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کر دیگا
تو مواخذہ سی بری ہو جاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کے سبب فسخ کرنا نیکی ہے اس لیے مستحق نیکی کا
ہوتا ہے مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہین اسلیے مواخذہ وارد رہتا ہے اور خواطر اور میل طبع
بندہ کے اختیار مین نہین اگر انپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سی باہر ہے اوسکا حکم ہوا
اور یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت اتری وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ
کچہہ صحابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ ہمپر حکم
ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سی باہر ہے ہم مین سے بعضونکے دلمین ایسی باتین گذرتی ہین
کہ یہ منظور نہین کہ وہ دلمین رہین پہر ان پر مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ شاید تم بہی ایسا کہتے ہو
جیسا یہودیون نے کہا تہا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یون کہو کہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا اونہون نے کہا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اتری لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کے اختیار مین نہین اوسپر مواخذہ بہی نہین یہی
بیان شافی اس امر کا اور جو لوگ یہ گمان رکہتے ہین کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث نفس ہے
اور ان اقسام کی کچہہ تفریق نہین کرتے وہ بیشک غلطی پر ہین اور کیا وجہ ہے کہ اعمال قلبی پر
مواخذہ نہ ہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی مین سے ہین

بلکہ اصل یہی ہے کہ جو اعمال بندہ کے اختیار مین ہین خواہ آنکھہ کے ہون یا کان یا دل کے سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھہ نے اختیار کسی غیر محرم پر پڑجاوے تو اوسپر بھی مواخذہ نہین ہان اگر دوبارہ پھر دانستہ دیکھیگا تو اوسپر مواخذہ ہوگا اسیطرح خواطر قلبی کا حال ہے بلکہ مواخذہ قلب ہی سے اول ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہے حدیث شریف مین ہے کہ اَلتَّقْوٰی ھٰهُنَا یعنی دل کیطرف اشارہ کرکے آپ نے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ اور ایک حدیث مین اسطرح ارشاد ہے اَلْاِثْمُ حَوَّازُ الْقَلْبِ اور یہ بھی فرمایا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّ اِلَیْهِ الْقَلْبُ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ یہانتک کہ ہم کہتے ہین کہ اگر مفتی کے دل نے کسی چیز کے واجب ہونیکو کہا اور وہ مثلاً غلطی پر ہے تب بھی اوسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ مین وضو سے ہون اور نماز پڑہی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجکو وضو نہ تہا تو اوسکو پہلی نماز کا ثواب ملے گا لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کی نماز چھوڑ دیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچھے یاد آوے کہ مجکو وضو تہا یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہے اور اوس سے جماع کیا تو گناہ گار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اوسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اوسکو غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گناہ گار ہوتا پس ان سب مسائل کی بنا دل ہی پر ہے اعضا کو اون کیہہ دخل نہین

چودہوان بیان اس بات کا کہ ذکر کیوقت وسواس بالکل منقطع ہو جاتا ہی یا نہین

واضح ہو کہ جو علما قلوب کی احوال کے نگران ہین اور اسکی صفات و عجائب کو دیکھتے رہتے ہین اس مسئلہ مین اونکی پانچ فریق ہین ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذکر الہی سے وسوسہ منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ اور خنس کے معنی خاموشی کے ہین گویا کہ شیطان چپ ہو جاتا ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ اصل وسوسہ تو نہین جاتا مگر اوسکا اثر جاتا رہتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب دل مین ذکر بہر جاویگا تو وسوسہ تاثیر نکرنے پاویگا جیسے کوئی آدمی کسی سوچ مین بیٹہا ہو تو بعض اوقات کلام نہین سمجہتا اگرچہ آواز اوسکی کان مین پہونچتی ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہے مگر غلبہ اوسکا فرو ہو جاتا ہے یعنے وسواس تو ہوتا ہے مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذراسی دیر ذکر سے وسوسہ معدوم ہو جاتا ہے اور اتنی ہی دیر کو وسوسہ سے ذکر معدوم ہو جاتا ہے اور انکے پے درپے اور جلد جلد آنے سے ایک تار سا بندہ جاتا ہے اور انکی مثال ایسی ہے کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق دیکر اگر

یا معلوم ہونگے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل یہ فرماتے ہین کہ حدیث شریف مین جنس مذکور ہے مگر تکو
ذکر کے ساتھہ وسوسہ سوجھتا ہے تو اوسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے اور کسی طرح نہین ہو سکتی اور ایک
فرقہ کا یہ قول ہے کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہین اور منقطع نہین ہوتے
جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت مین اپنی آنکھہ سے دو چیزین دیکھے اسیطرح دل بھی دو چیزون کا مقام
ہوتا ہے حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَلَہٗ اَرْبَعَۃُ اَعْیُنٍ عَیْنَانِ فِیْ رَاْسِہٖ یُبْصِرُ بِھِمَا
اَمْرَ دُنْیَاہُ وَعَیْنَانِ فِیْ قَلْبِہٖ یُبْصِرُ بِھِمَا اَمْرَ دِیْنِہٖ اور یہی مذہب محاسبی رح کا ہے اور ہمارے نزدیک
یہ سب مذہب درست ہین مگر اقسام وسواس کا حصر کسی مین نہین ہر ایک نے جس وسواس کو دیکھا
ویسا ہی تبلا دیا اسیلیے ہم اوسکے اقسام لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ وسواس تین قسم کے ہین اول یہ
کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یون سمجھا وے کہ دنیا کی لذت چھوڑنی
چاہیے زندگی بہت ہی خواہشات کو انتے دنون روکنا بڑا عذاب ہے پس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالےٰ
کا حق اور اوسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجھاویگا کہ خواہش سے رکا رہنا
تو سخت ہی مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہے دونون مین سے ایک ہی ہو سکتا ہے جب اسطرح
وعدہ اور وعید کو یاد کرکے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بھاگ جاویگا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہونکی صبر سے ہلکا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ گناہ کا انجام دوزخ
نہین اسیلیے کہ اگر کہے گا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے سے اوسکی کب سنیگا بہرکیف اوس قسم کا
وسواس منقطع ہو جاویگا اسیطرح اگر عجب کیلیے وسوسہ ڈالے مثلاً دل مین یہ بات ڈالے کہ آج
تیری برابر معرفت اور عبادت الٰہی مین کوئی نہین تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اسوقت
بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ مینے جانا یا عمل کیا سب کے سب
اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہین پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اسوقت بھی شیطان ٹلے گا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ یہ اللہ کی جانب سے نہین اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہو سکتی ہے
غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہو جاتا ہے جو لوگ عارف ہین اور نور ایمانی اور معرفت سے
روشن ضمیر ہین اونکے پاس نہین رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہے کہ شہوت کو حرکت دے اور اسمین
یہ تفریق ہے کہ تحریک یا تو ایسی چیز کیطرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہو جاوے کہ وہ چیز معصیت ہے
یا صرف غالب ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت مین شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہین رہیگا
مگر ایسا ہیجان نہین کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہو گا تو اکثر موثر رہیگا یہانتک کہ

کہ اوسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہے مگر دبا ہوا ہوتا ہے
تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہین اور غائب چیزونکا حال یاد کرنا پس جب دل متوجہ ذکر الٰہی
کیطرف ہوتا ہے تو ذرا اوٹلجاتا ہے پھر آجاتا ہے پھر ذرا دیر کو ٹلجاتا ہے تو ذکر اور وسوسہ پے درپے
اسی طرح آتے ہین کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دونون کا ایک سلسلہ ہوگیا ہی یہانتک کہ ذہن مین
معنی قرارت کی بھی آتے ہین اور یہ خواطر بھی رہتے ہین گویا ان دونون چیزون کے ٹھکانے
دلمین دو جگہہ ہین اور اس قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہے مگر محال نہین اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَہٗ فِیْھِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا
غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت صلعم ذکر نفرماتے ہان یہ امر اوسی
دلمین ہوسکتا ہے جس پر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جس طرف مشغولی تام ہوتی ہے
اوسکے سوا اور کچھہ دل پر نہین گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت مین مستغرق ہوتا ہی تو سوا اوسکے
ذکر محبوب اور کوئی بات اوسکے دلمین نہین گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہی تو بعض
اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر مین ڈوبا رہتا ہے کہ سوا اوس دشمن کی بات کی اور کچھہ
دل پر نہین گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ مین کوئی پاس کو نکل جاوے یا کچھہ کہجاوے تو اوسکو
خبر نہین ہوتی گویا کہ اوسپر آنکھہ ہی نہین پڑی پس جب یہ بات دنیا کی تفکرات مین ممکن ہے
تو اگر کسیکو خوف دوزخ یا حرص جنت سے یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہے ہان بنظر ضعف
ایمان کے البتہ شاذ و نادر ہے پس جب ان سب اقسام وساوس کو سوچا تو معلوم ہوجاویگا کہ ہر مذ
مذکورہ بالا مین سے ہر ایک کے لیے ایک وجہ ہی لیکن اوسکا محل مخصوص ہے خلاصہ یہ کہ شیطان سے
خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھہ بعید نہین مگر عمر بھر اوس سے نجات ملنی بہت بعید ہی بلکہ
محال ہے کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی قسم کا
وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپ کو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آپنے نماز مین ایکبار
اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شَغَلَنِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اور ایکبار
سونیکے حرام ہونے سے پیشتر آپ کی ہاتھہ مین ایک انگوٹھی سونیکی تھی خطبہ پڑھتے مین اوسپر نگاہ
جاپڑی تو آپنے اوسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نَظْرَۃٌ اِلَیْہِ وَنَظْرَۃٌ اِلَیْکُمْ تو لذت نگاہ کو
سونیکی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کیطرف حرکت دینی وسوسہ کے باعث تھی اسی لیے آپ نے اونکو پھینکدیا
اس سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جبھی منقطع ہوگا جب اوسکو علیحدہ

جو شخص کوئی دو رکعت نماز ایسی پڑھے کہ اون مین اوسکا نفس کوئی بات دنیا کی نکرے تو اوسکے سب گناہ اگلے بخشے جاتے ہین ۱۲ باب الصلوٰۃ مین گذری ۱۲

کردیا جاوے اور جب تک ایک ویسیہ بہی ملک مین ہیگا نماز مین شیطان اوسیکا وسوسہ کریگا کہ اوسکو کہان چہپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کسطرح ہو اور کس خرچ مین اٹہانا چاہیے اور کیونکر اوسکو ظاہر کرکے نام پیدا کیا جاوے اسیطرح کے بیسیون وسوسہ کرتا ہے پس جو کوئی دنیا مین پہنسکر یہ طمع کرے کہ مجہے شیطان سے نجات ملے اوسکی ایسی مثال ہے کہ شہد بدن پر لیپکر یہ جانے کہ اسپر مکہی نہ بیٹہے گی اور یہ بات محال ہے غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پہاٹک ہے اور اوسکا ایک راست نہین بہت سے راستے ہین ایک حکیم کا قول ہے کہ شیطان اول بنی آدم کے پاس معاصی کیطرف سے آتا ہے اگر اوسنے کہنا نمانا تو نصیحت کی طور پر پیش آتا ہے کہ کسی بدعت مین پہنساوے اور اگر اسکو بہی نمانا تو اوسکو تنگی اور شدت کا حکم کرتا ہے کہ جو چیز حرام نہو اوسکو بہی حرام کرلے اگر اسکو بہی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز مین شبہہ ڈالدیتا ہے کہ کسی کا یقین نہے اگر یہ بہی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اوسپر آسان کردیتا ہے اور جب لوگ اوسکو صابر اور عفیف دیکہتے ہین اور اوسکی طرف راغب ہوتے ہین تو عجب مین ڈالکر تباہ کردیتا ہے مگر اسصورت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہے کہ اگر ابکی بار پہندے مین نہ آیا تو پہر جنت کو چلا جاوے گا

پندرہوان بیان قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کی اعتبار سے اوسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکہہ چکے ہین کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہین اور اس باب مین گویا وہ ایک تودہ ہے جسپر چہار طرف سے تیر پڑتے رہتے ہین پس جب ایکطرف سے کسی چیز کا اوسپر اثر ہوا دوسری طرف سے اوسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہے تو پہلی صفت بدلجاتی ہے مثلاً اگر شیطان نے اوسکو ہواے نفسانی کیطرف کہینچا فرشتہ اوسکو آکر اوس سے باز رکہتا ہے اور اگر ایک شیطان نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کہینچلیا اور اگر ایک فرشتہ نے کسی چیز کی رغبت دلائی دوسرے نے دوسری چیز سوجہائی پس کبہی تو دو فرشتونکی کشاکش مین رہتا ہے اور کبہی دو شیطانون کی اور کبہی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہین رہتا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ[1] اور از انجا کہ قلب کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہے اور اوسمین بہت عجائب بہرے ہین اور ان عجائب سے اور اوسکے بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی واقف کیا تہا تو اکثر آپ اسطرح قسم کہاتے تہے لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ[2] اور اکثر یون دعا مانگتے تہے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ[3] لوگون نے

[1] اور ہم اولٹ دینگے اونکے دل اور آنکہین ۱۲

[2] نہین قسم ہے دلونکے بدلنے والیکی ۱۲ بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ

[3] اے بدلنے والے دلونکے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکہ ترمذی بروایت انس رض

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو اپنے قلب کا خوف ہے آپ نے فرمایا کہ وما یؤمننی
والقلب بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبہ کیف یشاء اور ایک روایت میں ہے ان شاء
ان یقیمہ اقامہ وان شاء ان یزیغہ ازاغہ اور آپ نے قلب کی تین مثالیں فرمائیں ایک یہ
کہ فرمایا مثل القلب مثل العصفور یتقلب فی کل ساعۃ اور دوسری جگہ فرمایا مثل القلب
فی تقلبہ کالقدر اذا استجمعت غلیانا اور تیسری مثال میں فرمایا مثل القلب کمثل ریشۃ
بارض فلاۃ تقلبہا الریاح ظہرا لبطن اور ان لوگوں کی تبدیل اور اللہ تعالیٰ کی عجیب صفت اس
باب میں ایسی ہے کہ بجز ان لوگوں کے جو اپنے احوال کے نگران رہتے ہیں اور مراقبہ میں لگے رہتے ہیں
اور کسیکو معلوم نہیں ہوتے۔ اور قلب باعتبار ثابت رہنے کی خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونو
میں تین قسم پر ہے ایک قلب تو وہ ہے کہ تقویٰ سے پر ہوا اور ریاضت سے اوسکا تزکیہ ہوا ہو اور خبیث
عادات سے پاک و صاف ہو گیا ہو ایسے دلمیں خواطر خیر خزانۂ غیب اور طریق ملکوت سے آتے ہیں
اور عقل ان خواطر کے تفکر میں مصروف ہوتی ہے کہ اونکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس
جب نور بصیرت سے اوسپر اونکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے تو کہدیتی ہے کہ اس کام کا کرنا ضروری ہے
اور قلب کو اوسکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہے اور فرشتہ کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہے تو
دیکھتا ہے کہ اسکا جوہر صاف ہے اور نور خرد سے تمام اوجالا ہو رہا ہے تقویٰ سے معمور ہے شمع
معرفت سے نور علی نور ہے ہمارے رہنے کے قابل ہے اور ہمارے اوترنیکی صلاحیت حاصل تو اوسوقت
ایسے لشکرونسے اوسکی مدد کرتا ہے جو سوجھتے نہیں اور بہت سی اور خیرات کیطرف ہادی بنتا ہے
یہانتک کہ ایک خیر سے دوسری اور پھر تیسری اور پھر چوتھی اسیطرح بیشمار خیرات کی ترغیب
علی الدوام کرتا رہتا ہے اور ان باتوں کو اوسپر آسان کرتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اسیطرح کے دلمیں مطلع ربوبیت سے خورشید
معرفت طلوع ہوتا ہے کہ جسکی لمعان نور سے اوسپر شرک خفی چھپا نہیں رہتا حالانکہ وہ اندھیری
رات میں سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے اسیطرح اور پوشیدہ باتیں اوسپر
چھپی نہیں رہتیں اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہے بلکہ شیطان کھڑا ہو کر بہت سی چکنی باتیں
دکھاتا ہے مگر وہ متوجہ ہی نہیں ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سے صاف ہو جاتا ہے
منجیات سے معمور ہوتا ہے یعنی شکر اور صبر اور خوف و رجا اور فقر و زہد اور محبت اور رضا اور شوق
اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے اونکا محل ہو جاتا ہے یہی دل ہے

کہ جسکی طرف خود مبدأ فیاض یعنی خدا عزوجل کی توجہ ہوتی ہے اور قلب مطمئن اسیکا نام ہی جو اس آیت سے مراد ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور اس آیت مین بہی وہی غرض ہے يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ دوسرا قلب اول کے عکس ہی یعنے ہوای نفسانی سے معمور اور عادات مذموم مین آلودہ ہو دروازی شیطانون کے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتون کے ابواب مسدود ایسے دلمین آغاز شر کا اسطرح ہوتا ہی کہ اول اوسمین ایک خطرہ ہوای نفسانی کا آتا ہی اور دلمین کہٹکتا ہی تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچہتا ہی کہ مصلحت کیا ہی تو چونکہ عقل پہلی سے ہوای نفسانی کی خدمتگذاری کی معتاد ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسکے لیے حیلے ڈہونڈہا کرتی ہے اور اوسیکی مرضی کی موافق کام کرتی ہے اب بہی نفس کی مساعدت کرتی ہی اور اوسکے مطابق جواب دیتی ہی تو ہوای نفسانی کے لیے سینہ کہل جاتا ہی اور اوسکا اندہیرا پہیلتا ہی اور لشکر عقل مغلوب ہو جاتا ہی شیطان کی بن پڑتی ہے خوب پاؤن پہیلاتا ہے اور زینت ظاہری اور فریب اور طول امل اورا اور اسیطرحکی بہی باتونکی ترغیب بہانتک کرتا ہی کہ سلطان ایمان کمزور ہو جاتا ہی اور نور یقین گل ہو جاتا ہے یعنے وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین نہین رہتا کیونکہ ہوای نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دہوان نکلتا ہے کہ قلب کے چہار طرف پہیلکر اوسکے نور کو بجہا دیتا ہی عقل کا حال اوسوقت ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کی آنکہہ مین کچہ دہوان بہرا ہو اور دیکہہ نسکے یہی حال غلبۂ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہے کہ تامل اور استبصار ذرا نہین رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سوجہاوے تو بہی نہین سمجہتا اور نہ کان دہرتا ہی ایسی صورت مین شیطان جب حملہ کرتا ہی شہوت جب ہیجان مین آتی ہے اعضا جب اسکے موافق ہوای نفسانی کے حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الٰہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی دل کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا اور اس آیت مین بہی لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور اس آیت مین وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور بعضے قلوب کا تو حال بنسبت سب شہوات کے ایسا ہی ہوتا ہی اور بعضونکا ایسا حال باعتبار بعض شہوات کے ہوتا ہے مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتی ہین کہ بعض معصیتونسے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت صورت نظر پڑتی ہے تو اوس سے صبر نہین کر سکتے عقل خفیف ہوتی ہے اور دل کو ضبط نہین کر سکتے اور بعضونکا یہ حال ہے کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہی تو اوسمین ...

نہین وہ برابر ہین چوپایون کے بلکہ وہ بہکے ہوئے ہین بہت راہ سے ۱۲

ف ثابت ہو چکی ہے ان پر بات ۱۲

اور برابر ہے ان کو تو نے ڈرایا یا نہ ڈرایا یقین نہین کرینگے ۱۲

اور بعضے لوگ ایسے ہین کہ اگر کوئی کلمہ اپنی حقارت یا عیب کا سنین غصہ کی مارے آگ بھبولا
ہوجاتے ہین اور بعضے روپیہ پیسا لینے کیوقت ایسے تیز ہوتے ہین کہ مروت اور تقوی کا کچھہ
خیال نہین رکھتے پس سب باتین ایسی سے ہوتی ہین کہ سیاہ دہوان ہواے نفسانی کا قلب پر
چھاجاتا ہے اور اوسمین نور بصیرت دہندلا پڑجاتا ہی اسی جہت سے حیا اور ایمان اور مروت کو
بالاے طاق رکھکر مراد شیطانی کی تحصیل مین کوشش کرتے ہین تیسرا قلب وہ ہی کہ اوسمین ہواے نفسانی
کی خاطر ظاہر ہوتی ہے اور اوسکو شر کیطرف کہینچتی ہے اوسیوقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کیطرف
بلاتی ہے اور نفس شہوت پرست خاطر شر کیطرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو بہت
غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچھی معلوم ہونے لگتی ہے پس عقل خاطر خیر کی ترجیح کرتی ہے اور شہوت
کی برائی بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کام نادانی کا ہے یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کے ہی
جنکے انجام کی پروا نہین ہوتی اور بدی پر گر پڑتے ہین تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوتا ہے
اوسیوقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہے اور ہواے نفسانی کو کمک پہونچاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زہد
خشک کیسا ہی تو اپنی خواہش سے کیون رکتا ہی دنیا مین اور بہی کوئی ہے جو اپنا مطلب چہوڑتا ہی
کیا دنیا کی لذتین اورونکے حصہ مین ہین تیرے نصیب مین بدبختی اور رنج و مصیبت اور بے حرمانگی
سوا کچھہ نہین لوگ تجھپر ہنسینگے دیکھہ فلان فلان شخص نے یہی بات چاہی تہی اور اوسکی مرتکب
ہوئے کیسے چین کرتے ہین تو اونسے بڑہکر رتبہ کیون نہین حاصل کرتا فلان شخص عالم بہی
تو ایسا ہی کرتا ہی اور اوس سے پرہیز نہین کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیون کرتا ان باتونسے
نفس شیطان کی طرف کو جہکتا ہے اوسوقت فرشتہ شیطان پر چڑہ آتا ہی اور یون سمجہاتا ہے کہ
جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہے اور انجام اور مآل پر دہیان نہین دہرتا وہ تباہ ہوجاتا ہے
کیا اس چندروزہ عیش پر قانع ہوکر ابدالآباد کی لذت بہشتی کو چہوڑے دیتا ہے شہوت پر صبر
کرنیکا رنج نہین اوٹہا سکتا دوزخ کا عذاب ہلکا سمجھا ہوگا لوگونکی اتباع شہوات مین پڑنے
اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بہی اپنے نفس سے غافل ہوا جاتا ہی یہ بڑا دہوکہا ہے
دوسرونکا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہین کریگا اگر بالفرض جیٹھہ اساڑہ کی دونپہر مین اور لوگ دہوپ
مین جلتے ہون اور تجھکو کوئی ٹہنڈا مکان میسر ہوجاوے تو تو لوگونکا ساتہہ دیگا یا اپنا بچنا
غنیمت جانیگا جب دہوپ مین تجھکو اورونکے ساتہہ کہڑا ہوتے ڈر لگتا ہے تو دوزخ مین اورونکے
ساتہہ جاتے کیون نہین ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کیطرف میل کرتا ہی اور اسی کشاکشی مین

دونون فریق کے رہتا ہے یہانتک کہ دل پر اگر صفات شیطانی غالب ہونگی تو اوسپر شیطان کا ہورہیگا اور گروہ شیاطین کا مدد و معاون ہوکر گروہ رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا سے بسبب سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالے سے دور ہونیکے سبب ہون اور اگر اوسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغواء شیطانی اور اوسکی ترغیب کو ہیچ جانیگا اور دنیا فانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کیطرف ذرا بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضاء الٰہی ہون اور یہ بھی معاملہ تقدیر ہی کا ہے کیونکہ قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن واقع ہے یعنی کشاکشی درمیان ان دونون فریق کے اکثر رہتی ہے اور تقلب ادہر اودہر کرتا رہتا ہے مگر ایک ہی گروہ کیطرف ہمیشہ کو جم جاتا بہت کم ہے اور جمیع طاعات خواہ معاصی خزانہ غیب سے جو عالم ظہور میں آتے ہین بواسطہ خزانہ قلب کی آتے ہین کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہے اور اونکے ظہور ہی سے ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہین یعنے جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے اسباب طاعت آسان کر دیے جاتے ہین اور جو دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا ہوجاتے ہین صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہے حکم شیطان دلمین چہرجاتا ہے کیونکہ وہ بیسیون حکمتون سے احمقونکو فریب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ع غفور ست داور تو ساغر بنوش کچھ پروا نکیسب لوگ خدا سے ڈرتے ہین اونکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہے کل توبہ کر لیجیو یعدھم و یمنیھم و ما یعدھم الشیطان الا غرورا یعنے توبہ کا وعدہ دیتا ہے اور مغفرت کی تمنا دلاتا ہے تاکہ ان جیسے حیلون سے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی وہو کہے مین آکر اوس کی بات مان لیتا ہے اور امر حق کے قبول سے اوسکا دل تنگ ہوتا ہے اور پہلے سے حکم الٰہی اسیطرح ہوتا ہے فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت اور ضلالت اوسیکے ہاتھ ہے یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید اوسکے حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اوسکی قضا کو کوئی تاخیر کر سکے اوسی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے لیے کچھ لوگ بنائی اونکو ویسے ہی کامونمین لگایا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اوسکے لیے بھی لوگ بنالیے اونکو ویسے ہی کامونمین لگایا لوگون کو نشان دونون طرح کے لوگون کے بتلا دیے اور فرمایا ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم پہر اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

ربانے یون بہی ارشاد فرمایا ہو کانٓءٍ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِی وَھٰؤُلَاءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِی غرضکہ اوسکا
معاملہ بہت بڑا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اب ذکر عجائب قلبی کو ہم اسی تہوڑیسی
مقدار پر کفایت کرتے ہین اسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ اوسیقدر بیان
کردیا ہے جس سے کہ علوم معاملہ کی باریک باتین اور اسرار کے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہے
کیونکہ بعض لوگونکو صرف بیان ظاہر سے سیری نہین ہوتی وہ کچہہ اوسمین باریکیان بہی
معلوم کرنیکے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیانسے انشاء اللہ اونکو اطمینان اور فائدہ
ہوجاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہوگئے انکی بعد ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا
ذکر ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا ۝

باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریون کے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہے خلق حسن وصف نبی مرسل	ثمرہ ہے عبادت کا ریاضت کا پہل
بدخلق کو زمرہ شیاطین کا نصیب	دارین مین رہتا ہے ذلیل و ارذل

معلوم کرنا چاہیے کہ حسن خلق صفت سید المرسلین کی ہے اور اعمال صدیقین مین سے
افضل یہی ہے اور حقیقت مین نصف دین اور ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین
اسیکو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلک ہین اور ذلت و خواری اور فضیحت
و رسوائی انہین سے ہوتی ہے خدا کے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کی گروہ مین ملاتے ہین
نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ کے کہلے دروازہ ہین جیسے کہ اخلاق جمیلہ دار النعیم کے
کہلے پہاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان
ہین کہ جنسے حیات ابدی جاتی رہتی ہے اور امراض بدنی صرف حیات جسدی سے دور کرتی ہین
پس اونمین اور انمین کچہہ نسبت نہین اور از انجا کہ اطبا اون امراض کا علاج کرتے ہین
جنسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہے اور اوسکے لیے قانون اور تشخیص و علامات
کیطرف توجہ مصروف رکہتے ہین تو امراض قلوب جنسے کہ حیات باقی فوت ہوجاتی ہے اونکے
علاج کے لیے بہی ضبط قوانین پر ضرور ہے اور یہین طب کا سیکہنا سب اہل عقل پر واجب
کیونکہ ہر ایک دلمین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہے اگر اوسکا علاج نکیجیے تو صدہا مرض لاعلاج
پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو اون امراض کا پہچاننا اور اونکے اسباب کا جاننا اور پہر انکے

علاج و اصلاح کے لیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا مین دل کے علاج
ہی سے غرض ہی اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا مین اوسکے علاج سے غفلت مقصود ہے ہم اس باب مین
کچھ امراض قلوب اور اونکا علاج بطور اجمال بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا
مع علاج جداگانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف یہ مقصود ہی کہ تہذیب اخلاق اور اوسکے
ڈھنگ کو عام طور پر بیان کرین اور اثناء ذکر مین علاج بد کی مثال دینگے تاکہ سمجھ مین جلد آجاوے

بیان اول فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین اور نیز اپنی نعمت کا اظہار کرکے
فرمایا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا خلق قرآن تہا اور جب آیت اتری خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ
تو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے او نہون نے عرض کیا
کہ جب تک جناب احدیت سے نہ سوال کرون مجکو معلوم نہین پہر حضرت جبریل آسمان پر گیے
اور تشریف لاکر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ سے جو علیحدہ ہو اوس سے آپ ملین
اور جو آپ کو نہ دے اوسکو آپ مرحمت فرماوین اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اوسکو آپ معاف فرماوین
اور حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ اور یہ بھی فرمایا
اَثْقَلُ مَا يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اور ایک شخص نے آپکے سامنے
آکر سوال کیا مَا الدِّيْنُ یعنی دین کیا ہے آپ نے فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ یعنی خوش خلق ہونا پہر
وہ شخص آپکی دہنی طرف سے آکر پوچھنے لگا کہ مَا الدِّيْنُ آپ نے وہی جواب فرمایا پہر بائین طرف
ہوکر وہی سوال کیا آپ نے پہر وہی جواب دیا اوسنے پیچھے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اوسکی طرف
متوجہ ہوکر فرمایا اَمَا تَفْقَهُ هُوَ اَنْ لَا تَغْضَبَ اور ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ نحوست کیا
چیز ہے آپ نے فرمایا سُوْءُ الْخُلُقِ یعنی بدخلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم مجکو کچھ نصیحت فرمایے آپ نے فرمایا کہ جہان کہین رہے خدا سے ڈر اوسنے عرض کیا
کہ کچھ اور فرمایے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو اوسکے پیچھے نیکی کیا کر اوس سے
وہ گناہ مٹ جاویگا اوسنے عرض کیا کچھ اور فرمایے آپ نے فرمایا خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ
اور ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث مین ہے
مَا حَسَّنَ اللّٰهُ خُلُقَ عَبْدٍ وَخَلْقَهُ فَتُطْعِمَهُ النَّارُ اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلان عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو تہجد پڑہتی ہے مگر بدخلق ہے ہمسایونکو اپنی زبانسے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ لَا خَیْرَ فِیْهَا هِیَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اور حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ مین نے آپ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میزان مین جو چیز اول تلیگی حسن خلق اور سخاوت ہوگی اور جب اللہ تعالی نے ایمان کو پیدا کیا اوسنے عرض کیا کہ الٰہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اوسکو حسن خلق اور سخاوت سے زور دیا اور جب کفر کو پیدا کیا اوسنے بہی تقویت کیلیے عرض کیا اوسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ اسْتَخْلَصَ هٰذَا الدِّیْنَ لِنَفْسِهٖ وَلَا یُصْلِحُ لِدِیْنِکُمْ اِلَّا السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَلَا فَزَیِّنُوْا دِیْنَکُمْ بِهِمَا اور ایک جگہ یون فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ خُلُقُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مومنین مین سے باعتبار ایمانکے کون افضل ہے آپ نے فرمایا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا یعنے خلق مین سب سے اچھا ہو اور ایک حدیث مین ہے کہ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ فَسَعُوْهُمْ بِبَسْطِ الْوَجْهِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ اور یہ بہی فرمایا کہ سُوْءُ الْخُلُقِ یُفْسِدُ الْعَمَلَ کَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ اور حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجکو خدا تعالے نے خوبصورت بنایا ہے اپنی خلق کو بہی خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب مین زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے

انچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری		حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یون دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت اکثر اسطرح دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِیَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُهٗ وَحَسَبُهٗ حُسْنُ خُلُقِهٖ وَمُرُوَّتُهٗ عَقْلُهٗ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین ایک بار حضرت اقدس مین حاضر ہوا اوسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچھ رہے تھے کہ بندہ کو سب مین بہتر کیا چیز عنایت ہوئی ہے آپ نے فرمایا خُلُقٌ حَسَنٌ اور ایک روایت مین ہے اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جس شخص مین تین چیزین نہون یا ایک بہی اونمین سے نہو تو اوسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تَقْوًی یَحْجُزُهٗ عَنْ مَعَاصِی اللّٰهِ اَوْ حِلْمٌ یَکُفُّ بِهِ السَّفِیْهَ اَوْ خُلُقٌ یَعِیْشُ بِهٖ بَیْنَ النَّاسِ اور شروع نماز مین آپ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا

یَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ ہم ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت مین حاضر تھے آپ نے فرمایا اِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لَیُذِیْبُ الْخَطِیْئَةَ کَمَا تُذِیْبُ الشَّمْسُ الْجَلِیْدَ اور فرمایا مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ حُسْنُ الْخُلُقِ اَوْ اَلْیُمْنُ حُسْنُ الْخُلُقِ اور حضرت ابوذر کو فرمایا یَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ کَالتَّدْبِیْرِ وَلَا حَسَبَ کَحُسْنِ الْخُلُقِ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر کسی عورت کی دنیا مین دو شوہر تھے اور وہ دونون مرگئے اور جنتی ہوئے وہ عورت کسکو ملے گی آپ نے فرمایا لِاَحْسَنِهِمَا خُلُقًا کَانَ عِنْدَهَا فِی الدُّنْیَا یَا اُمَّ حَبِیْبَةَ ذَهَبَ حُسْنُ الْخُلُقِ بِخَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اور نیز فرمایا اِنَّ الْمُسْلِمَ الْمُسَدِّدَ لَیُدْرِکُ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ وَکَرَمِ ضَرِیْبَتِهٖ اور ایک روایت مین دَرَجَةَ الظَّمْاٰنِ فِی الْهَوَاجِرِ آیا ہے اور حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپکی خدمت مین تھے آپ نے فرمایا کہ مینے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری امت مین سے دوزانو بیٹھا ہے اور اوسکے اور خدا تعالے کے درمیان حجاب ہے اتنے مین اوسکا حسن خلق آیا اور اوسکو خدا کے سامنے کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ بعض لوگ عبادت مین ضعیف ہوتے ہین مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت کے پاوینگے اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اوسوقت آپ کی خدمت مین کچھہ قریش کی عورتین جمع تھین اور آپ سے زور زور باتین کر رہی تھین جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلد پیسے پردے مین ہوگئین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے پایا اونہون نے سبب آپ کے ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتون کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھین کہ جب تمہاری آواز سنی فوراً پردہ کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ زیادہ تر مستحق ہیبت تھے پھر عورتون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے دشمنو تم مجھسے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ڈرتی اونہون نے جواب دیا کہ ہان تمہارا خوف ہے کیونکہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِیْهًا یَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا لَقِیَکَ الشَّیْطَانُ قَطُّ سَالِکًا فَجًّا اِلَّا سَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ اور ایک حدیث مین ہے کہ سُوْءُ الْخُلُقِ ذَنْبٌ لَا یُغْفَرُ وَسُوْءُ الظَّنِّ خَطِیْئَةٌ تَفُوْحُ اور نیز آپ نے فرمایا اِنَّ الْعَبْدَ لَیَبْلُغُ مِنْ سُوْءِ خُلُقِهٖ اَسْفَلَ دَرْکِ جَهَنَّمَ اثار لقمان حکیم سے اونکے بیٹے نے پوچھا انسانمین کونسی خصلت اچھی ہے

فرمایا کہ دین اوسنے پوچھا کہ اگر دو ہون تو کونسے ہون فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر
تین ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا
اور حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق او سخاوت ہین
پوچھا کہ اگر چھہ ہون انہون نے ارشاد کیا کہ بیٹا پانچ ہی خصلتونکے جمع ہونے سے صاف متقی
اور اللہ کا ولی اور شیطان سے بری ہوجاتا ہے زیادہ کی کیا حاجت ہی اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ جو کوئی بدخلقی کرتا ہے اپنی جان کو ستاتا ہی اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلے درجہ کو پہونچ جاتا ہی گو عبادت نکرتا ہو
اور بدخلقی کے باعث اسفل طبقہ جہنم کو پہونچ جاتا ہے گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہی
کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہی اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ بدخلق آدمی پہوٹی گھڑی کی
مثال ہے کہ نہ جڑ سکے نہ مٹی ہوسکے اور فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے
ساتھہ رہی اس سی بہتر ہے کہ عابد اور بدخلق ہو اور صحب بن المبارک رح سے منقول ہے کہ ایک بار
کوئی بدخلق آدمی اونکے ساتھہ سفر مین ہولیا آپ اوسکی بہت سی مدارات اور نازبرداری کرتے
جب وہ علیحدہ ہوگیا تو رونے لگے لوگون نے رونیکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اوسپر رحم آیا
کہ مین تو اوس سے علیحدہ ہوگیا مگر اوسکا خلق بد اوسکے ساتھہ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت
جنید رح فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم و عمل کم ہو تب بھی اعلی درجات
ملجاتے ہین وہ حلم اور تواضع اور سخاوت اور حسن خلق ہین اور کمال ایمان ایسی حسن خلق سے
ہوتا ہے اور کتانی رح کا قول ہی کہ تصوف خلق کا نام ہی جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کردے
وہ گویا اوسکے تصوف کو زیادہ کردے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون سے
اخلاق کے ساتھہ ملو اور اعمال کی جہت سی اونسے علیحدہ رہو اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بدخلقی
ایسی بلا ہے کہ اوسکے ہوتے حسنات کی کثرت سی کچھہ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی
خوبی ہے کہ اوسکے ہوتے برائیونکی کثرت سی کچھہ ضرر نہین ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالے نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ پوچھا کہ حسب کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہے وہی
خوش حسب زیادہ ہی اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہے کہ عمارت بنا پر موقوف ہی اور بنا
اسلام حسن خلق ہی اور ابن عطا رح کا قول ہے کہ جسکو شرف رتبہ حاصل ہوا ہی صرف حسن خلق

کے باعث سی ہوا ہے اور کوئی شخص اوسکے کمال کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین پہونچا اخلاق مین زیادہ متقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بدخلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھ لکھا ہے مگر اوسکی حقیقت کے بیان کا تعرض کسی نے نہین کیا فقط اوسکی ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی جو سمجھ مین آیا وہی ثمرہ لکھدیا اوسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھ اقوال اون لوگونکے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہی کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے اور واسطی کا قول ہے کہ وہ یہ ہی کہ نہ خود کسی سے خصومت کرے نہ اوس سے کوئی خصومت کرے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ مفلسی اور تنگی مین خلق کو راضی رکھے اور شاہ کرمانی معرفت آلہی کے جوش مین یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا اور مشقتونکا سہنا ہی اور بعضونکا قول ہی کہ لوگونسے قریب رہنا اور انمین غریب ہونا ہی اور ابوعثمان فرماتے ہین خدا تعالی کی خوشنودی سے مراد ہی اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا کہ ادنے یہ ہی کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اوسکے لیے مغفرت چاہے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اوسپر اعتماد کرے اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہے اوسکی وعدہ پورا نہ ہونے پر ساکت رہے اور اوسکی جتنے حقوق ہین اونمین اور حقوق عباد مین اوسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزونمین ہے محرمات سی بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہے کہ بعد معلوم ہونے حق کے ظلم لوگونکا تاثیر نکرے اور ابوسعید خراز کہتے ہین کہ سوای خدا تعالے کی کیطرف ہمت نہونیکا نام خوش خلقی ہے اسیطرح کی بہت سے اقوال ہین مگر ان سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہے اوسکا خود ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر برین حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کی نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہی پس جاننا چاہیے کہ خلق اور خُلق دو لفظ ہین کہ ایک ہی ساتھہ مستعمل ہین یعنے اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق اور خوش خُلق ہی یعنے حسن ظاہری اور باطنی دونو رکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ خلق سے صورت ظاہری مراد ہوتی ہے اور خُلق سے صورت باطنی

کیونکہ انسان دو چیز وںسے مرکب ہی ایک تو بدن جو آنکہہ سے سوجہتا ہے اور ایک روح یعنی نفس جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہے اور انمین سے ہر ایک کی لیے ایک صورت ہوتی ہی خواہ اچہی خواہ بری اور نفس جو عقل کی آنکہہ سے سوجہتا ہی قدر و منزلت مین جسم سے بڑہکر ہے اور اسی لیئے خدا تعالے نے بہی اوسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اوسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِیْنَ اس آیت مین صاف ارشاد ہی کہ جسم منسوب ہے مٹی کیطرف اور روح منسوب ہے خدا تعالی کیطرف اور روح اور نفس اس جگہہ ایک ہی ہین غرضکہ خلق کی تعریف یہ ہی کہ خلق وہ ہیئت راسخہ ہی نفس مین جس سے کہ افعال بآسانی بلا فکر و تامل صادر ہون پس اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اوس سے ایسے افعال صادر ہون جو عقلا اور شرعا عمدہ ہین تو اس ہیئت کا نام خلق خوش ہے اور اگر اوس سے برے افعال صادر ہون تو اوس ہیئت کا نام خلق بد ہی اب ہم ان قیدونکا فائدہ تبلاتے ہین کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے ہے کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً کسی ضرورت مین بہت سا اوٹہا ڈالے تو اوسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا جب تک کہ یہ بات اوسکی طبیعت مین نہ جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال مین اس لیئے ہے کہ اگر کوئی بڑے فکر و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اوسکا خلق سخاوت اور حلم نہو گا خلاصہ یہ کہ یہان چار باتین ہین اول فعل اچہا یا برا دوسرے اوسپر قادر ہونا تیسرے اوسکو پہچاننا چوتہے نفس مین ایسی صورت ہونی جس سے کہ اوسکو دونون طرف مین سے ایک کی طرف رغبت ہو یعنی حسن و قبیح مین سے ایک اوسپر آسان ہو جاوے پس خلق صرف فعل کا نام نہین کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکہتے ہین مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور ہین یا بعضے ایسے ہین کہ خلق بخل رکہتے ہین مگر ریا وغیرہ کی جہت سے خرچ کرتے ہین اور نیز خلق ملکہ کا نام بہی نہین اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ اور ضدین کیطرف بہی یکسان ہے اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکہتا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت ثابت ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بہی خلق نہین کیونکہ معرفت بہی مثل ملکہ اور قدرت کی اچہی بری سب کے ساتہہ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتہی بات رہی یعنے وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہے تو خلق نام اوسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہے اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً آنکہونکے اچہا ہونے سے کامل نہین ہوتا بلکہ ناک منہ رخسار سب کی عمدہ ہونے سے حسن ظاہری

ف ۱ مین بناتا ہون ایک انسان مٹی کا پہر جب ٹہیک بنا چکون اور پہونکون اوس مین ایک اپنی جان تو گر پڑو اوسکے آگے سجدہ مین ۱۲

پورا ہوتا ہے اسیطرح باطن کے حسن کیلیے بھی چار ارکان ہین جب اونمین حسن ہوگا تو حسن خُلق
پوری ہوگی یعنے جب وہی چارون ارکان درجۂ اعتدال پر متناسب ہونگے تو خوش خلق کہلایگا
وہ چارون ارکان یہ ہین قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنے اون تینون قوتونکو
اعتدال پر رکھنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہے کہ آدمی اوسکے سبب اقوال کا صدق اور
کذب اور اعتقادات مین حق و باطل اور اعمال مین اچھا اور برا جان لیوے پس جب قوت علم
اسطرحکی ہوجاویگی تو اوسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ مین اصل ہے اور
جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور قوت غضب اور
شہوت کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونون حکمت کے موافق ہووین اوسکے اشارہ پر چلین یعنے جس بات کو عقل
و شرع تجویز کرے ویساہی عمل کرین اور قوت عدل سے یہی غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو
عقل و شرع کے پابند کردینکی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قدرت
عدل کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنیوالی ہے اور غضب وہ چیز ہے جسپر
اشارہ کی تعمیل منظور ہے اوسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعلیم کی حاجت
ہوتی ہے یہانتک کہ چھوٹنا اور ٹھہرنا سب اشارہ پر ہو اپنی خواہش نفس کی ہیجان سے نہو
اور شہوت کو مثال اوس گھوڑیکے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش مین سوار ہوتی ہین اور وہ
کبھی تو مؤدب اور عادی ہوتا ہے کبھی سرکش اور شریر ہوتا ہے غرضکہ جس شخص مین چارون
رکن درجۂ اعتدال پر ہونگے وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمین کہ صرف ایک ہی چیز
یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی تو وہ صرف اوسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا جیسے کسی کے
چہرہ مین بعض چیزین اچھی ہون تو اونہی چیزونکو اچھا کہینگے پوراخوبصورت نہین کہلاویگا
اب قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام شجاعت ہے اور قوت شہوت کی حسن و اعتدال کا
نام عفت ہے پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اوسکا نام تہور ہے اور اگر کم ہو
تو نامردی اور جبر کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونیکی صورت مین شرہ اور حرص کہی
جاتی ہے اور کمی کی صورتمین جمود یعنی لستگی طبیعت نام ہے اور انمین فضیلت اور عمدگی اوسط
درجہ کو ہے دونون طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہین اور قوت عدل مین کمی بیشی
کچھ نہین ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہے کہ جب عدل نہ ہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن
و اعتدال یعنے حکمت اگر اسکی زیادتی خراب مطلبونمین واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہے

[illegible] کیصورت مین بی کوئی بھلائی ہے اور درجہ اوسط کا نام حکمت ہی اس سب بیان سے
معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزین ہین حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے
ہماری غرض وہ حالت نفس کی ہے جس سے کہ سب احوال اختیاری مین صحت اور غلطی کو
معلوم کرلے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو مین رکھے
اور اونکا چھوٹنا اور روکنا مقتضائے حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہے کہ غضب عقل کا
منقاد ہو جہان وہ اقدام کو کہے وہان کرے اور عفت سے یہ غرض ہے کہ قوت شہوت عقل کی
تادیب کی بموجب کاربند ہو پس ان چارون اصول کے اعتدال کے باعث سب اخلاق عمدہ
پیدا ہوتے ہین اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہین مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزین
پیدا ہوتی ہین حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ
نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اوسکی زیادتی سے مکر و فریب اور حیلہ اور خبث باطن پیدا ہوتی ہین
اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہین ناتجربہ کاری سے
یہ غرض ہے کہ باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی ایک بات مین ہوشیار ہوتے ہین اور
دوسرے مین جاہل اور حمق اور جنون مین یہ فرق ہے کہ احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہے مگر اوس تک
پہونچنے کا راستہ اوسکو معلوم نہین ہوتا اور یہ نہین جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہنچیگا تو اوسکا
طریق فاسد ہوتا ہے اور جنون یہ ہے کہ جو بات قابل اختیار نہین ہے اوسکو اختیار کرے پس اوسکے
اختیار ہی مین سر سے فساد ہوتا ہے مقصود ہی صحیح نہین ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنے
خلق شجاعت سے یہ چیزین پیدا ہوتی ہین کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم اور استقلال
اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتین اچھی ہین اور اوسکی زیادتی یعنے تہور سے کبر اور
شیخی اور غصہ سے جل اٹھنا اور عجب وغیرہ صادر ہوتے ہین اور اوسکی کمی یعنی نامردی سے خواری
اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور واجبی بات سے منقبض ہونا صادر ہوتے ہین
اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سے یہ افعال صادر ہوتے ہین سخاوت حیا صبر چشم پوشی
قناعت پرہیز لطافت حوصلہ قلت طمع اور اوسکی کمی اور بیشی کیصورت مین یہ باتین صادر ہوتی ہین
حرص بیحیائی خبث اسراف گھر والونپر کم خرچ کرنا ریا بے حرمتی تخشن لغو خوشامد حسد سماجت
تونگرونمین ذلیل بننا فقیرونکو حقیر جاننا وغیرہ غرض کہ محاسن اخلاق کے اصول مین چار چیزین
یعنے حکمت و شجاعت اور عفت و عدل ہین اور باقی چیزین انکی فروع ہین اور ان چارونکا کمال اعتدال

پر ہونا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو نصیب نہین ہوا اور آپ کی بعد لوگونمین تفاوت ہے
جو شخص کہ ان اخلاق مین آپ سے قریب ہی وہ اوسیقدر خدا تعالے سے قریب ہی اور جو بعید ہے وہ
بعید ہے اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہی کہ مرجع کل ہو اور لوگ اوسکی اطاعت
اور اقتدا کرین اور اوسکی پیروی سب افعال مین عمل مین لاوین اور جو کوئی ان مین سے کسی بات کی ساتھ
متصف نہو بلکہ انکے ضدونکا جامع ہو وہ اس بات کی لائق ہے کہ شہرونمین سے نکالدیا جاوے کیونکہ وہ
شیطان الرجیم سے قریب ہو گیا ہے تو چاہیے کہ شیطان کیطرح اوس سے بھی علیحدگی کیجاوے جیسا کہ بھلا
شخص فرشتہ کی قریب ہو جاتا ہی تو وہ اسی بات کی لائق ہے کہ اوسکی پیروی اور نزدیکی کیجاوے
کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئی ہین کہ مکارم اخلاق کو پورا کرین جیسا کہ
حدیث شریف مین وارد ہی اور قرآن مجید مین بھی مومنین کی اوصاف مین ان اخلاق کیطرف اشارہ
ہے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی اللہ و رسول پر بے تردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہے جو ثمرہ عقل
اور منتہا حکمت ہی اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہی جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہے
اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہی جو شرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی
سے ہوتی ہے اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہی کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شدت اور رحمت جدے جدے مقامون پر ہوتے ہین
اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر حالمین شدت ہی کرنے سے کمال ہی نہ رحمت کرنے مین ہے یہ بیان
حقیقت خلق اور اوسکے حسن و قبح اور ارکان اور ثمرات و فروع کا

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہو سکتا ہے

جاننا چاہیے کہ جن لوگونپر اعتقاد باطل کا غلبہ ہی اون پر مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے
شاق ہے اونکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس باوجود نقصان اور خبث باطن کے ہمسے
ہو سکے تو اس قسم کے لوگونکا یہ قول ہے کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین
تبدیل نہین ہو سکتی اور اس دعوی کی دو وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن
کا نام ہے جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین
مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو بڑا نہین سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہو سکتا ہے اور نہ بدصورت خوبصورت
بن سکتا ہے اور نہ اسکا عکس ممکن پس باطن کی برائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ

ترجمہ ایمان والے وہی ہین جو یقین لائے اللہ پر اور اوسکے رسول پر اور پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے وہ جو ہین وہی ہین سچے ۱۲

زور آور ہین کافرون پر نرم دل ہین آپس مین ۱۲

کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہے مگر ہمنے جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چیزیں مزاج اور طبیعت کی اقتضا سے ہوتی ہیں اور کبھی منقطع نہیں ہوتیں پس اسکے درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہے کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہے کہ قلب کا التفات لذات فانی کیطرف نہ رہے اور اسکا وجود محال ہے اب ہم ان دونوں وجہوں کا جواب دیتے ہیں وجہ اول کے جواب میں کہتے ہیں کہ اگر اخلاق میں تغیر نہو سکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار جاتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیوں فرماتے کہ حَسِّنُوا اَخْلَاقَكُمْ۱؎ آدمی تو درکنار یہ بات تو جانور میں بھی ممکن ہے دیکھو باز کی وحشت کیسی انس کی ساتھ بدلجاتی ہے شکاری کتا کیسا تعلیم سے مؤدب ہو جاتا ہے کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے کھانے کی حرص مطلق نہیں کرتا گھوڑا سرکش کیا غریب اور فرمان بردار بنجاتا ہے پس اگر یہ اخلاق کی تغیر نہیں تو اور کیا ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ موجودات میں سے بعض اشیا تو ایسے ہیں کہ جنکا وجود کامل ہے اور جس جس بات کی اوسمیں ضرورت تھی وہ ہو چکی اب آدمی کے اختیار سے اوسمیں کچھہ نہیں ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضا ظاہری و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اونکا وجود ناقص ہے مگر استعداد کامل ہونیکی اونمیں موجود ہے اگر شرائط کمال پائے جاویں تو وہ درجہ کمال کو پہنچ جاویں اور وے شرائط کبھی انسان کے اختیار میں ہوتی ہیں مثلاً آم کی گٹھلی نہ تو پھل ہے نہ پیڑ ہے مگر اوس کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ پیڑ ہوسکتی ہے بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اوس گٹھلی کو پھل بنانا چاہیں تو ہرگز نہیں ہوسکے گا اسکی استعداد اوسمیں نہیں جب گٹھلی بندہ کی اختیار سے متاثر ہوتی ہے کہ ایک حال سے دوسرے میں بدلجاتی ہے تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہو جاویں تو کیا بعید ہے ہاں اونکا اسطرح پر استیصال ہو جانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہیں مگر اونکا دبا دینا اور ریاضت و مجاہدہ سے اپنے قابو میں کرنا یہ ہوسکتا ہے اور اسیکا ہمکو حکم بھی ہے اور یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہے البتہ طبائع مختلف ہیں کہ بعضی جلدی متاثر ہوتی ہیں اور بعضی دیر کر پس انکی اختلاف کی دو سبب ہیں اول دیر پا ہونا وجود اوس شی کا جسکا بدلنا مقصود ہے یعنے اصل پیدایش ہی سے اوسکی ساتھہ ہے مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان میں موجود ہیں مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہے کیونکہ یہ شروع پیدایش سے ساتھہ ہی پائی جاتی ہے چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہے اور غصہ اکثر سات برس کی عمر میں پیدا ہوتا ہے اور اوسکی بعد قوت تمیز عنایت ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے بھی

۱؎ اپنے اخلاق کو اچھا کرو ۱۲ ابوبکر بن لال در مکارم اخلاق بروایت معاذ و داود راوی متہم ہیں اگرچہ منقطع ہے ۱۲

مضبوط ہوجاتی ہے کہ لوگ اپنی عادت کے مقتضا کے موافق کام کرتے ہین اور اوسکی طاعت مین
سرگرم رہتے ہین اور اوسیکو پسندیدہ اور عمدہ سمجھتے ہین اور اس باب مین لوگونکے چار درجہ ہین پہلا
تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہے ویسا ہے حق و باطل اور اچھے برے مین تمیز نہ کرسکے سب اعتقادات
سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بھی کامل نہوئی ہو تو ایسے شخص کا علاج جلد
ہوسکتا ہے اسکے لیے صرف ایک استاد اور مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اوسکی نفس مین
باعث اوسکے مجاہدہ کا ہو تو تھوڑے ہی دنون ایسے شخص کا خلق درست ہوجاتا ہے دوسرا یہ کہ عمل
بد کو تو جانتا ہی مگر عمل صالح کا عادی نہین عمل بد بھی اچھا معلوم ہوتا ہی اس امر مین اپنی شہوت کا
تابع ہے اور راہ صواب سے منحرف تاہم اپنے عمل کے قصور سے واقف ہے تو ویسے شخص کا راہ راست پر لانا ہو
پہلے کی نسبت سخت ہی کیونکہ اسمین دو باتونکی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل بد کی چھڑانی دوسرے
عمل صالح کی عادت ڈالنی بہرحال ایسا شخص بھی قابل تاثر ہے اگر ریاضت مین خوب اچھی طرح
مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پر اوسکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچھی ہین اور انکا کرنا واجب ہے
اور انہین پر اوسکی پرورش بھی ہوئی ہو تو ایسے آدمی کا علاج گویا محال ہے اور اوسکی صلاح
کی توقع نہین کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہی چوتھا یہ کہ باوجود راے فاسد پر نشو و نما پانے
اور اعمال بد پر پرورش ہونے کی یہ بات بھی ہو کہ بہت سے شر کرنے کو اور لوگون کے تباہ کرنے کو
باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہے پس یہ درجہ سب مین
زیادہ سخت ہی اسے جیسے شخص کی شان مین یہ مصرعہ شیخ کا ہی ع تربیت نا اہل را چون گردگان بر گنبد است
ان چارونمین سے اول تو جاہل محض ہی دوسرا جاہل و گمراہ ہے تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہے
چوتھا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہے اب ہم دوسری وجہ کے جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین
کہ وہ لوگ یہ بات جو کہتے ہین کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہی اور یہ آدمی مین
پایا جانا محال ہے تو اونکو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات بالکل نیست ہوجاتی ہین
حالانکہ یہ بات مقصود نہین بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کے لیے پیدا ہوئی ہی خلقت انسانی مین
اوسکا ہونا بھی ضرور ہے اگر بالفرض شہوت کہانیکی نرہے تو آدمی ہلاک ہوجاے و یا شہوت جماع
نرہے تو نسل منقطع ہو اسیطرح غضب اگر بالکل نابود ہوجاوے تو مہلک چیزونکو آدمی دفع نکرسکے
اور تباہ ہوجاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہے تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہے وہ بھی
باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہین بلکہ یہ

منظور ہے کہ افراط اور تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے علیٰ ہذا القیاس غضب مین یہ مقصود
کہ تہور اور نامردی سے علیحدہ ہو کر حسن حمیت کا پابند ہو اور اوسکو عقل کا منقاد کردے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ صحابہ کی وصف شدت کی ساتھہ کی جو غضب سے
صادر ہوتی ہے اگر غضب بالکلیہ جاتا رہی تو جہاد بھی منقطع ہو جاوے اور غضب اور شہوت کی بالکل
منقطع ہو جانیکا کیسے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے انبیا علیہم السلام تو اس سی علیحدہ ہوئے ہی
نہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ الْبَشَرُ اور جب کبھی کوئی
بات آپکے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتی کہ رخسار مبارک سرخ پڑجاتی مگر جب بھی
سچ حق بات ہی فرماتے یعنے آپکا غصہ بھی آپکو احاطہ حق سے باہر نہین جانے دیتا تھا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے
وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اسمین صفت ایسی لوگونکی ہے جو غصہ ہوتی ہین مگر اوسکو
دبا لیتے ہین یہ نہین فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد
اعتدال پر آنا اسطرح پر کہ کوئی انمین سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو مین ہین ممکن ہے
اور تبدیل خلق سے بھی غرض یہی ہے اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہے
کہ پھر عقل سے کچھہ بن نہین پڑتی مگر ریاضت سی اوسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہے امتحان اور تجربہ سے
یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اوسمین کسی طرحکا شک نہین رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق
مین غرض افراط و تفریط نہین بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہی یہ ہی کہ خدا تعالیٰ درجہ اوسط اخلاق ہی
کی تعریف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا
اسمین اشارہ سخاوت کیطرف ہی جو اسراف اور کمی کے درمیان ہی اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ اور اسیطرح شہوت طعام مین اعتدال مطلوب ہی حرص اور
بستگی طبع ناپسند ہی جیسا کہ فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝
اور غضب کی باب مین فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور حدیث شریف مین ہے کہ
خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا اور اوسط درجہ کے محمود ہونے مین ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ سعادت انسانی
اسمین ہے کہ اوسکا قلب عوارض دنیا وی سے سالم ہو جسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ
بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور بخل اور اسراف دونون عوارض دنیا وی سے ہین تو دل کو ان دونون سے بچا رہنا چاہیے
نہ جمع مال کیطرف متوجہ ہو اور نہ اوسکے خرچ کرنیکا حریص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنیکی حرص
ہوگی اوسکا دل اوسمین لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک مین اپنا دل مصروف رکھیگا

تو کمال قلب اسمین ہوا کہ یہ دونون وصف اوسمین نہون اور چونکہ ارتفاع نقیضین دنیا مین
ہو نہین سکتا تو ایسی بات کیطرف رجوع کرنی پڑی جو دونون وصفونکے نہونیکی مشابہ اور اونسے
علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط اون دونون کا ہے گویا درجہ اوسط مین دونون وصف نہین مثلاً پانی
گرم کی اگر حرارت نکل جاوے اور ٹھنڈا بھی نہونے پاوے تو اوسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہین نہ گرم یہی
حال سخاوت کا ہے درمیان اسراف اور کم خرچی کے اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے
اور عفت کا درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ دونون
طرفین مذموم ہین اور صرف وسط مقصود ہے اور وہ ممکن ہے ہان استاد و مرشد کو یہ چاہیے کہ مرید کو
یہی فرماوے کہ غصہ بالکل نہ کر اور مال کو بھی مت رکھ اور ہمیشہ غضب اور امساک کی برائی ہی
اوسکے سامنے بیان کرتا رہے تاکہ بموجب اس مثل کے کہ بمرگش گیر تا بہ تپ راضی شود دونون چیزین
اوسمین اوسط درجہ پر ہو جاوینگی ورنہ اگر اوسکو ذرا بھی ان دونون چیزونکا اشارہ ملجاوے گا
تو اوسکو بخل اور غضب کا ایک حیلہ ہو جاویگا جسقدر ان دونون کا مرتکب ہوگا یہی سمجھیگا کہ اتنے کی
مجھے اجازت ہو گئی ہے اسلیے اوس سے بھی فرماوے کہ ان دونون کا استیصال کر مگر یہ یاد اور رہے
کہنے کا نہین احمقونکو اس سے دہوکا ہو جاتا ہے وہ یہی تصور کرتے ہین کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہین

چوتھا بیان اوس سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ حسن خلق سے اعتدال قوت عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب
و شہوت اور اونکا منقاد ہونا شرع اور عقل کو مقصود ہے یہ بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے وجہ اول
داد الٰہی ہے کہ آدمی ابتداء پیدایش سے کامل العقل خوش خلق پیدا ہووے اور شہوت و غضب کو اوسپر
غلبہ نہو بلکہ یہ دونون عقل و شرع کے منقاد رہین تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب
مؤدب جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جناب سید الاولین و الآخرین
صلی اللہ علیہم اجمعین اور اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچھہ بعید نہین کہ آدمی کی پیدایش اور فطرت
مین وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اکثر لڑکے شروع ہی سے سخی اور حیادار اور
صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہین اور بعضے انکے خلاف ہوتے ہین مگر یہ امر اونکو اور لوگون سے ملجانے سے
حاصل ہوتا ہے جو ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور کبھی سیکھنے سے آتا ہے دوسری وجہ ان
اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا یعنے نفس سے ایسے کام لینے جن سے کہ خلق مطلوب
حاصل ہو جاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اوسکا طور یہ ہے کہ بہ تکلف اہل سخاوت کا

فعل یعنی بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنی نفس پر زور دے کر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ یہ
امر اوسکی عادت ہو جاوے اور طبیعت مین جم جاوے تو اس بات سے سخی ہو جاویگا اسیطرح
جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اوسپر کبر غالب ہو تو اوسکو چاہیے کہ اول مدت مدید تک
اہل تواضع کے افعال پر بہ تکلف و مجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اوسپر آسان
ہو جاوین اور خلق و طبیعت بن جاوین اور جتنے اخلاق شرعاً عمدہ ہین سب اسیطرح حاصل
ہو سکتے ہین اور اوسکی انتہا یہ ہے کہ اوس کام مین آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلاً سخی اوسیکو کہینگے
کہ جو مال خرچ کرے اور اوسمین اوسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے مگر برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہوگا اسیطرح
متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع مین مزا ملے اور اخلاق دینی نفس مین جب تک نہین جمتے جب تک نفس
بری عادتونکو چھوڑ کر اچھی عادتونکا معتاد نہو جاوے اور افعال حسنہ پر مشتاقون کیطرح مواظبت نکرے
اور اونسے لذت حاصل نکرے اور افعال قبیحہ کو برا جانکر اونسے ایذا نپاوے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ اور جب تک عبادات کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا برا معلوم ہوگا
اور نفس پر شاق گذریگا تب تک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہونچیگا ہان ان
باتون پر مواظبت بہ نسبت نہ کرنیکی بہتر ہوگی مگر طوع و رغبت کے ساتھ کرنیکی نسبت بہتر نہین
اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰهَ فِي الرِّضَاءِ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِي الصَّبْرِ عَلَى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ پھر سعادت
موعودہ کے حاصل ہونیکے لیے یہ امر کافی نہین کہ کبھی تو طاعت مین مزا ملے اور نافرمانی بری معلوم ہو
اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اب جسقدر عمر زیادہ ہوگی یہ فضیلت زیادہ
مستقل ہوگی اور اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے سوال کیا کہ سعادت
کیا ہے آپ نے فرمایا طُولُ الْعُمْرِ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو
برا سمجھتے تھے کیونکہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ واقع ہے پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگی اوسیقدر
ثواب زیادہ ہوگا اور نفس طاہر اور اطہر بنیگا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگے علاوہ ازین مقصود عبادات
سے یہ ہے کہ اونکا اثر قلب پر ہو اور تاثیر قلب پر جبھی ہوتی ہے جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کثرت سے ہو
اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہے کہ نفس مین سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور خدا تعالیٰ
کی محبت اوسمین جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اوسکے نزدیک دیدار الٰہی سے محبوب تر نرہے اور مال
بھی ایسے ہی کام مین خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب و شہوت کو بھی ایسی ہی طرح

کام نہین لاوے کہ جس سی خدا ملے اور ظاہر ہے کہ یہ اس صورت مین ہو گا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو
پھر اسطرح کے کامو نسی خوش ہو اور مزا پاوے اور اگر کسیکو نماز مین راحت اور خنکی چشم حاصل ہو عبادات
اچھی معلوم ہونے لگین تو کچھ بعید نہین عادت کی باعث نفس مین اس سے بھی زیادہ عجیب باتین ہو جاتی ہین
دیکھو جو بارے مفلس جو ہے مین کیسا خوش ہوتا ہے اور مزا پاتا ہے حالانکہ جس حال مین وہ ہے اگر دوسرے کی
وہ نوبت ہو تو نے قمار ہی زندگی ناگوار ہو جاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہے گھر
خراب ہوتا ہے پھر بھی محبت اور چسکا قمار کا لگا رہتا ہے یہ اسی باعث سی ہے کہ کھیلتے کھیلتے اوس سے
الفت ہو گئی ہے اسیطرح کبوتر باز دن بھر دھوپ مین کھڑا رہتا ہے دھوپ کی گرمی نہین مانتا اس لیے
کہ کبوتر ونکا اوڑنا اور اونکی حرکات اور بازیان اچھی معلوم ہوتی ہین چور اچکونپر کیسے کیسے کوڑے
پڑتے ہین اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے مگر وہ لوگ اسکو اپنا فخر سمجھتے ہین اور سختی کی برداشت سی خوش ہوتے ہین
یہانتک کہ بالفرض اگر اونکی بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے نہ اپنے ساتھیونکا
نام لینگے پس ایسی سختیونکا سہنا اور سیاستونکو خیال مین نہ لانا اسی جہت سی ہے کہ اپنے کام کو کمال
اور شجاعت اور بہادری اعتقاد کر لیا ہے اور باوجود یکہ اوسمین اتنے شدائد ہین تاہم اونکی راحت
اوسمین ہے سب سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہے کہ اپنے آپ کو عورتونکی صورت بناتا ہے مگر وہ بھی اس
حالمین خوش ہی رہتا ہے بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہے اور مخنثونمین بیٹھکر شیخی بگھارتا ہے اسیطرح
کنجر اور حلال خور اپنے پیشہ مین فخر و مباہات کرتے ہین جیسا علما اور سلاطین مین ہوتا ہے تو یہ سب
امور عادت سی متعلق ہین کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت ہوتی ہے اور ہمجولیون مین بھی
مشاہدہ ہوتی ہے تو اپنی نفس کو اچھی لگتی ہے پس جب عادت کی سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہو اور
نفس اوسکی طرف راغب ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اوس سے کیون نہین لذت حاصل
ہوگی بلکہ رغبت نفس کی امور بد کی طرف مقتضای طبع سے خارج ہے اور ایسی ہے جیسی کسیکو مٹی کھانیکی
رغبت ہو جاوے جیسا کہ بعض لوگونکو کھاتے کھاتے عادت ہو جاتی ہے لیکن حکمت کیطرف اعتنا و رغبت
اور محبت اور معرفت و عبادت الٰہی کا میل کرنا حسب مقتضای طبیعت قلبی ہے اور ایسا ہی جیسا کھانے
پینے کی رغبت کرنی اس لیے کہ قلب ایک امر ربانی ہے مقتضا شہوت کے کیطرف اوسکا میل کرنا امر
عارضی ہے اور اوسکی ذات سی بعید بلکہ اوسکی غذا حکمت اور معرفت اور محبت الٰہی ہے مگر کسی بیماری
لاحقہ سے اپنے مقتضای طبعی سے منحرف ہو گیا ہے جسطرح معدہ مین کچھ خلل ہو تو کھانیکو اور پینے کو
دل نہین چاہتا حالانکہ کھانے پینے ہی سے زندگی ہوتی ہے پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت

کیطرف مائل ہوگا اوسیقدر اوسمین مرض ہوگا مگر اوس صورت مین کہ اوس شئے کی محبت صرف اس
غرض سے ہو کہ اوس سے محبت امور دینی الٰہی مین مدد ملیگی اس صورت مین البتہ محبت غیر اللہ قیمین
شمار ہوگی اس بیان سے اب قطعاً معلوم ہو گیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہو سکتا ہے
یعنے اول بتکلف اونکو مرتکب ہوئے سے آخر کو امور طبعی اور خلقی ہو جاتے ہین اور یہ ایک عجیب طرح کا
علاقہ قلب اور اعضا مین ہے کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہے اوسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہے کہ اوسکے
موافق حرکت کرنے لگتے ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہے اوسکی بھی کبھی اثر دل پر بطریق
دور ہو جاتا ہے اوسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ خوش خطی مین ماہر ہو جاوے
تو اوسکا طریق یہی ہے کہ جیسے کاتب اپنی ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک
مشق کیے جاوے یہانتک کہ صفت کتابت اسکی نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آمد کی طور پر ہاتھ
سے نکلنے لگین جیسے پہلی آورد سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بننا چاہے تو افعال فقہا کی مواظبت
کرے یعنے فقہ کی مسائل مکرر سہ کرر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اور سوقت
فقیہ النفس ہو جاویگا اسیطرح جو سخی یا پارسا حلیم متواضع ہونا چاہے اوسکو چاہیے کہ ابتدا ان لوگونکی
افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑلین اسکی سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جیسے
کہ طالب فقہ ایک روز تعطیل کرنے سے اپنی مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک روز کی بحث سے فقیہ
نہین ہو جاتا اسیطرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سے چاہتا ہے وہ نہ ایک دن کی
عبادت مین یہ رتبہ پا سکتا ہے اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سے محروم ہو سکتا ہے اور یہ جو قول
ہمارے بزرگونکا ہے کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اوسکے یہی معنی ہین ہان ایک روز
کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہے پھر اسیطرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی
ہو کر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہے اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہے اسیطرح ایک گناہ صغیرہ کا
ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور بتدریج اصل سعادت سے باز رکھتا ہے اور خاتمہ کیوقت اصل ایمان
کو غارت کرتا ہے نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی بحث سے فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ
بتدریج مثل نشو و نما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسیطرح ایک طاعت کی کرنے سے اثر تزکیہ نفس کا
اوسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کی بعد معلوم ہوتا ہے تاہم تھوڑی طاعت کو
حقیر نہ جاننا چاہیے اس لیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہو کر بہت ہو جاتی ہے اور مجموع کا اثر کچھ کچھ حصہ رسد
ایک ایک کے بھی مقابل ہوتا ہے گو محسوس نہین ہوتا علاوہ ازین اگر تاثیر مخفی رہے تو ہوا کرے

ثواب تو کہین نہین گیا وہ عوض تاثیر کی موجود ہے اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے
فقیہ ایسے ہوتی ہین کہ ایک وتر کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ پیاپے تعطیل کرکے نفس کو
ایک ایک وتر کی توقع دیتے رہتے ہین یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہو جاتی ہے اسیطرح
لوگ صغیرہ گناہونکا حقیر جانتے ہین اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل دیتے رہتے ہین یہانتک کہ دفعۃً
موت مین گرفتار ہو جاتے ہین ورسیاہی گناہونکی دلپر دہوان دھار ہو جاتی ہے اور توبہ مشکل ہو جاتی ہے
اس لیے کہ تھوڑے تھوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہوگئے اور قلب ان پھندونمین ایسا پھنسا کہ ترقی
غیر ممکن ہوگئی اور دروازۂ توبہ کی بند ہونے سے یہی مراد ہے اور اس آیت سے بھی یہی غرض ہے قولہ تعالی وجعلنا
من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ قلب
مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہے جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہے اوسیقدر یہ سفیدی
بڑہتی جاتی ہے جب بندہ کا ایمان کامل ہو جاتا ہے تو تمام دل نورانی ہو جاتا ہے اور نفاق
اول ایک نقطہ سیاہ کی برابر دل مین ظاہر ہوتا ہے پھر جتنا بڑہتا جاتا ہے اوتنا سیاہی دوڑتی ہے
جب نفاق کامل ہوتا ہے تو دل بھی تمام سیاہ ہو جاتا ہے اس بیان سے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ
کبھی تو طبیعت اور اصل پیدایش سے ہوتی ہین اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونے سے اور کبھی صلحا
اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسرے سے شر اور خیر دونون چراتی ہے
پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جسمین تینون جہات جمع ہوگئے ہون یعنے طبعاً اور عادۃً اور تعلم سے فضیلت کو
پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہے اور جو شخص کہ طبیعت کا اچھا نہو اور اسباب شر کے
مہیا ہونے سے اوسی کا عادی ہوگیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہون تو وہ نہایت درجہ خدا تعالی
سے بعید ہے اور جسمین ان جہات کا کچھ اختلاف ہے وہ اون دونون مرتبونکے درمیان ہے اور اوسکا
قرب و بعد بموجب اوسکی صفت اور حال کے ہے قال تعالی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ
شرا یرہ وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون

پانچوان بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مزاج بدن مین اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہے اور اونکا معتدل
نہ رہنا سقم اور مرض نفس ہے جیسے کہ اعتدال اخلاط صحت بدن ہے اور انکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن
اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج بایں طور کہ اوسمین سے رذیل اور ردی اخلاق دور کیے جاوین اور فضایل
اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کی علاج کے ہے کہ اوسمین سے امراض کو دور کرکے

اوسکی صحت و تندرستی مین کوشش کیجاوے پس جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر
ہوتا ہے اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کی جہت سے معدہ مین خلل ہوجاتا ہے اسیطرح اصل
فطرت بھی صحیح معتدل ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی
الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل
کرتا ہے اور جیسے کہ بدن ابتدا مین کامل نہین پیدا ہوتا بلکہ نشو و تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہے
اسیطرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہے مگر لیاقت کمال کی اوسمین ہوتی ہے تزکیہ اور تہذیب اخلاق
اور غذاء علم سے کامل ہوجاتا ہے اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہے
اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر مین رہتا ہے اسیطرح اگر آدمی کا نفس پاک وصاف و مہذب ہو
تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اوسمین قوت اور زور ہوجاوے
اور اگر اوسمین کچھہ کمال نہو تو اوس کمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور جیسا کہ اوس علت کا
علاج جس سے اعتدال بدن مین خلل ہوا ہے اوسکی ضد سے ہوتا ہے مثلاً اگر حرارت سے ہو تو برودت سے تدبیر کی جاتی ہے
اور اسکا عکس اسیطرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی اونکی ضد سے ہوتا ہے مثلاً جہل کا علاج تعلم سے
اور بخل کا علاج سخی بننے سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہے
اور جیسے مرض بدنی مین تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور دل چاہتی چیزون سے صبر کرنا ہوتا ہے
اسیطرح علاج قلب مین تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہے بلکہ اسمین بطریق اولی چاہیے
اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہوجاتی ہے اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہے
کہ بعد موت بھی ابدالآباد تک رہتا ہے اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کے لیے ہر دوا سرد کافی نہین
بلکہ برعایت شدت و ضعف اور دوام اور اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیجاتی ہے
اور خوراک کے لیے بھی وزن معین ہوتا ہے کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہے
اور وزنکی مقدار دوا کی درجہ کی موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال و موسم
کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کی بموجب ہوا کرتی ہے کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی
قوت و ضعف معلوم کرلیتا ہے تو انہین باتون کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہے اسیطرح مرشد استاد
جو مریدون کے نفوس کے معالج ہین اونکو چاہیے کہ مریدون پر ایکبارگی ریاضت اور تکلیف ایک صرف
فن مخصوص یا طریق معین کی نہ ڈالین جب تک کہ اونکی اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہو

سلم ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے اصل اسلام پر اور اوسکے ماں باپ اوسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہین ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

اگر سب مریدونکو ایک ہی لکڑی ہانکے گا وہ بھی ہلاک ہونگے بلکہ یون چاہیے کہ مرید کا مرض اور اوسکا
حال اور سن وسال اور مزاج غور سے دیکھے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اس سے ہوسکتی ہے
اوسی قسم کی مشقت اوس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نجانتا ہو تو اول اوسکو
طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکھلاوے اور اگر مال حرام اور معصیت مین مشغول ہو تو اوسکو
ان چیزونکے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اوسکا زیور عبادات ظاہر سے آراستہ ہوجاوے اور اعضا بھی
علانیہ معاصی سے پاک ہوجاوین تو قرائن احوال سے اوسکی باطن کیطرف متوجہ ہوکر اوسکے اخلاق
اور امراض قلبی کو دیکھے پس اگر اوسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اوس سے لیکر خیرات
کرڈالے کہ اوسکی طرف سے فارغ البال ہوجاوے اور اوسطرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اوس پر
غالب پاوے تو اوسکو بازار مین گداگری کے لیئے بھیجے کیونکہ غرت ریاست کی اور شیخی نفس کی بے ذلت
نہین جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہین پس اوسکو ایسکی مواظبت کا حکم کرے جبتک اوسکا
کبر جاتا رہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی مین سے مہلک ہین اور اگر بدن کی صفائی اور نظافت لباس بھی
غالب دیکھے اور اوسکا دل بھی ان باتونکی طرف متوجہ پاوے تو اوس سے آبدار خانہ کا کام لے
اور خس و خاشاک کی جگہہ مین جھاڑو دلواوے اور مدام باورچی خانہ اور دھوئین کی جگہون مین
بیٹھنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے نکلجاوے کیونکہ جو لوگ کپڑونمین
بناو سنگار کرتے ہین اور رنگا رنگ کی مصالے تلاش کرتے ہین اونمین اور دولھن مین کیا فرق ہے
وہ بھی دن بھر اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی
بت کی عبادت کرے اونمین بھی کچھہ فرق نہین کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالے
سے حجاب ہوجاتا ہے اسمین اپنا نفس اور بت برابر ہین پس جو کوئی اپنے کپڑے کیطرف مائل ہو اور
بجز حلال اور طاہر ہونیکی اور طور پر اوسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک
عجیب طرح کی ریاضت یہ ہے کہ جب مرید رعونت یا کسی دوسری صفت کی ترک پر اصلا راضی نہو اور اوسکی
ضد کو دفعۃً گوارا نہ کرے تو مرشد کو چاہیے کہ اوسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد مین
جو اوس سے ہلکی ہو لگاوے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگجاتا ہے اور پانی سے اوسکا دھبا نہین جاتا
تو اول کپڑے کو پیشاب سے دھوتی ہین بعد اوسکی پانی سے دھوتے ہین یا لڑکے کو مکتب مین اول
ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پھر کھیل سے عمدہ کپڑونکی ترغیب دیجاوے اوسکی بعد ریاست
اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پھر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کیطرف برانگیختہ کیا جاوے

اسیطرح جس کسیکا نفس دفعۃً جاہ کی چہوڑنے پر راضی نہو تو چاہیے کہ اوسکو کسی ہلکی جاہ مین مصروف کیا جاوے
اسیطرح بتدریج اوس صفت کو اوس سے دور کرنا چاہیے اور جب اوسپر حرص کہانیکی غالب ہو تو ہمیشہ
روزہ رکہواوے اور کہانا کم کہلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کہانے پکا کر دوسرونکو کہلاوے آپ اونمین
سے نہ کہاوے یہانتک کہ اوسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کہانیکی حرص دور ہو اور جب اوسکو جوان
شائق نکاح جانے مگر نان نفقہ سے عاجز ہو تو اوسکو روزہ رکہنے کا حکم کرے اور اگر اس سے خواہش
کم نہو تو یون کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کہاؤ اور دوسرے دن شام کو روٹی کہاؤ
پانی نہ پیو اور گوشت و سالن کی ممانعت قطعی کر دے تاکہ اوسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہو جاوے
کیونکہ شروع مین بہوکہ سے بڑہکر کوئی اچہا علاج نہین اور اگر غصہ کو اوسپر غالب دیکہے تو حلم اور سکوت کی
حکم کرے اور ایک بد مزاج کے ساتہہ اوسکو کر کے کہدے کہ اسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اوسکا نفس
برداشت کرنے پر عادی ہو جاوے چنانچہ بعض بزرگون کے حال مین لکہا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی
عادت ڈالتے اور شدت غضب کو دور کرنیکے لیے ایسے آدمیونکی مزدوری کیا کرتے تہے جو برملا گالیان
دے پس اپنے نفس سے بزور صبر کر لیتے تہے اور غصہ پیتے تہے یہانتک کہ حلم اونکی عادت ہو گئی اور اس مین
ضرب المثل بن گئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ مین نامردی اور ضعف قلب پاتے تہے تو تحصیل شجاعت کے لیے
جاڑونکی موسم مین جب سمندر مین خوب موجین اوٹہتی ہوتین سوار ہوتے اور ہندو عابد کسل عبادت کا
علاج یون کرتے ہین کہ تمام تمام رات ایک ہی ہیئت پر کہڑے رہتے ہین اور بعض بزرگ ابتداء
مریدی مین قیام سے کسل کرتے تہے تو اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ تمام رات سر کے بل کہڑا رہونگا
تاکہ پاؤن پر کہڑا ہونیکو بخوشی مان لے اور بعضون نے دوستی مال کا یون علاج کیا کہ سارا مال بیچ
اوسکا دام دریا مین پہینک دیا اس جہت سے کہ لٹانے مین شبہ سخاوت یا ریا کا بہی تہا ان سب مثالونسے
علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہین کہ ہر ہر مرض کے لیے جدا جدا دوا لکہین
اسکا بیان آگے آویگا یہان یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب مین نفس کی خواہش کے خلاف
چلنا ہے اور اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین اس بات کو ایک ہی کلمہ مین ارشاد فرمایا ہے یعنے
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى اور اصل مہم مجاہدہ نفس مین
پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اوسکے لوازم پیش آجاوین تو یہ
جانے کہ یہ خداتعالی کیطرف سے امتحان ہے اوسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جما رہے اسلیے
کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے

تو اپنے اوپر ایک سزا مقرر کرے جیسا کہ ہمنے باب محاسبہ اور مراقبہ مین نفس کی تعزیر مین بیان کیا ہے
اور اگر اوسکو سزا سے نہین ڈراویگا تو نفس اوسپر غالب آجاویگا اس صورت مین شہوت کی بہو جب
مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب سب ریاضت برباد ہو جاویگی

چھٹا بیان قلوب کی بیماریون کی علامتونکا اور اوسکے تندرست ہو جانے کی علامتون کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضاء بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اوس سے وہ فعل صادر نہ ہوگا
یا کچھ اضطراب کی طور پر صادر ہوگا تو وہ عضو صحیح نہ کہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہی کہ اوس سے
گرفت نہو سکے اور آنکھ کا مرض یہ ہی کہ دیکھہ نسکے یا دیکھنا مشکل ہو اسیطرح مرض قلب وہ ہوگا جس سے
قلب اپنا فعل خاص نہ کرسکے اور اوسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الٰہی ہے
اور اوسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اوسکی ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام
اعضا اور آرزوون سے اوسکے لیے مدد چاہنی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پس اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہے اور خاصیت
نفس انسانی وہ ہی ہونی بہی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہو جاوے کیونکہ قوت کہانے اور پینے
اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان اونسے متمیز نہین بلکہ اس امر مین متمیز ہے کہ چیزونکو اونکی
اصل حقیقت پر جانتا ہے اور از آنجا کہ موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہی پس اگر کوئی تمام
اشیا کو جانے اور اونکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اوسنے خاک بہی نجانا اور علامت خدا کی پہچان کی
اوس کی محبت ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اوسکی دوستی مین محو ہو جاتا ہی

آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد		این مدعیان در طلبش بیخبر انند	

اور اوسکی محبت کی یہ نشانی ہے کہ اوسپر دنیا اور ما فیہا اور تمام اپنی محبوب چیزونکو ترجیح نہ دے جیسا کہ
اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَ
تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ
يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ پس جس کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اوسکا دل مریض ہے جیسا
کہ جسکے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہو جاوے اور غذا کی خواہش جاتی رہی تو وہ
مریض ہوتا ہی پس مرض قلوب کی یہ علامات ہین اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار ہین
إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بہی

اونہین مین سی ہی اسیواسطی آدمی غافل رہتا ہی اور اگر جان بہی جاتا ہے تو اوسکے علاج کی تلخی پر صبر مشکل ہے اس لیے کہ دوا اوسکی شہوات کی مخالفت ہی جسکو جان کندنی سمجھتا ہے اور اگر نفس مین صبر بہی پاتا ہے تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اوسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کی علما ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتی تو دوسرونکا کسطرح کرینگے

جو معالج تہا وہی اس درد سی لاچار ہی
پھر دوا بیمار کی ہونے بہت دشوار ہے

اسی جہت سی مرض قلوب مرض لاعلاج ہوگیا ہی نہ اسکا علم لوگونمین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہے لوگ حب دنیا پر جہک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوئی کہ ظاہر مین عبادت ہون اور باطن مین ریا و عادت یہانتک اصول امراض کی علامات ہوچکین اب علامات صحت کو بعد معالجہ کی سننا چاہیے وہ اسطرح ہے کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہے اگر وہ بخل ہے جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہے تو اوسکا علاج مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے سے ہوتا ہے مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ مسرف نہوجاوے ورنہ ایک اور مرض مین مبتلا ہوجاویگا جیسی کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اتنا کری کہ حرارت بڑہجاوی تو یہ بہی ایک مرض ہے بلکہ مقصود یہی کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہوجاوی اسیطرح یہان بہی یہ مقصود ہے کہ فضول خرچی اور کم خرچی مین اعتدال ہوجاوے اور درجۂ وسط جو دونون طرفونسے نہایت فاصلہ پر ہی حاصل ہوجاوے پس اگر یہ منظور ہو کہ درجۂ وسط معلوم کرو تو اوسکا طریق یہ ہی کہ جو فعل کسی خلق کی باعث ہوتا ہے اوسکو دیکہنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جان لینا چاہیے کہ یہی خلق نفس پر غالب ہے مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لو کہ بخل کا غلبہ ہے اس صورت مین داد و دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقون کو دینا آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجہو اور اس صورت مین امساک کی مواظبت کیطرف رجوع کرو اور اسیطرح نفس کے افعال کو دیکہکر اونکی سہولت اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کہ علاقہ دل مال کیطرف التفات سے منقطع ہوجاوے اور بذل اور امساک دونون کی طرف رجوع نکرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہوجاوے کہ اگر امساک بہی ہو تو کسی محتاج کی حاجت کے لیے ہو اور بذل بہی ہو تو ایسا ہی کچہہ ہو مگر ان دونون کو ایک دوسری پر غلبہ نرہے پس جو قلب اسیطرح کا ہوجاوے گا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق سے سالم ہونا ضروری ہے یہانتک کہ متعلقات دنیا مین سی کسی چیز کا علاقہ نرہے اور یہانسے دل لگا اوٹہجاوے [illegible] اسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتھ

جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور یہ اوس سے خوش اور بندگان مقرب یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا
اور صالحین کی جماعت مین داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہین اور از انجا کہ درجہ اوسط دونون طرفون مین
نہایت باریک بلکہ بال سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو بالضرور جو اس صراط المستقیم پر دنیا مین
قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کی پل صراط پر گذریگا اور چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجہ اوسط سے ایک
نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اوسکا قلب متعلق اوسی جانب کے ہوتا ہے جس طرف کو جھکا ہے
اور یہین بلحاظ کچھہ نہ کچھہ عذاب اور گذر دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کیطرح نکل جاوے اللہ تعالی فرماتا ہے
وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا یعنے وہ لوگ کہ صراط مستقیم
سے اکثر قریب رہے بعید کمتر رہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سے ہر روز بندہ پر اثنائے
قرات الحمد مین سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ روایت ہی کہ کسی شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے
بوڑھا کر دیا اسکی وجہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوسمین حکم خداوندی یون ہے کہ فَاسْتَقِمْ
كَمَا اُمِرْتَ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہے مگر بندہ کو چاہیے
کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اوس سے قریب ہی کے لیے کوشش کی جاوے غرض کہ جو شخص اپنی نجات
چاہے تو بدون عمل صالح نہوگی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتی ہین اسلیے ضرور ہے کہ آدمی
اپنے صفات اور اخلاق کیطرف متوجہ ہوا اور ایک ایک کا علاج بترتیب کرے خداوند کریم ہمکو توفیق نصیب فرماوے

ساتوان بیان اوس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالی کو کسی کے ساتھہ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہے اوسکی نظر کو خود اوسکے
عیبون کیطرف پھیر دیتا ہے پس جسکی عقل تیز ہوتی ہے اوسپر اوسکے عیب پوشیدہ نہین رہتے اور عیب
کے معلوم ہونیکے بعد علاج بھی ممکن ہے مگر افسوس کہ لوگ اپنے عیبون سے جاہل ہین دوسرونکے عیوب
ذرا ذرا معلوم کرتے ہین لیکن اپنے بڑے عیب بھی نہین جانتے قطعہ

ای ہنرہا نہادہ بر کف دست — عیبہا را گرفتہ زیر بغل
تا چہ خواہی خریدن ای مغرور — روز درماندگی بسیم دغل

پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اوسکے چار طور ہین اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جان سکتا ہو
اور آفات پوشیدہ کو معلوم کر سکتا ہو اوسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپکو اوسکے حوالے کرے اور جو کچھہ وہ مجاہدہ
بتلاوے اوسکی بموجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھہ ہے کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونون

تبلاد دیتا ہے مگر اسوقت مین ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے دوسرے یہ کہ کسی اچھے دوست صادق متدین عقیل سے کہے کہ میرے احوال اور افعال کو تاکتے رہو اور جو کچھہ میرے اخلاق و افعال ظاہری و باطنی مین برا معلوم ہو اوس سے مجکو اطلاع کرو اکابر ائمہ دین اسیطرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اوس شخص پر جو مجکو میرے عیب تبلادے اور حضرت سلمان فارسی سے اپنے عیب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات بھی میری تم تک پہونچی ہے جو تمہین بری معلوم ہو اونہون نے عرض کیا کہ اس بات سے مجکو معاف رکھیے آپ نے جب اصرار پوچھا تو انہون نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے دسترخوان پر دو سالن جمع کیے اور آپ کے پاس دو لباس ہین ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ انکے سوا کچھہ اور سنا ہے انہون نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ ان دونو سے تسلی رکھو انکی ایک وجہ ہے اور حضرت حذیفہ سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہین یہ تبلاؤ کہ مجھمین تو کوئی نشان نفاق کا نہین پاتے سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کمتر کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس پر تہمتین باندھیگا اور اس زمانہ مین ایسا دوست ملنا دشوار ہے کہ منہ دیکھے پر کا لحاظ برطرف کرکے عیب تبلادے یا حسد کے باعث جتنا چاہیے اوس سے زیادہ نہ کہے آج کل کے دوست حاسد اور خودغرضی ہین کہ جو عیب نہو اوسکو بھی عیب جانین یا خوشامد کے مارے عیب چھپاوین اسی جہت سے داؤد طائی رحمۃ اللہ نے لوگون سے کنارہ کرلیا تھا جب اونسے پوچھا کہ لوگونسے آپ کیون نہین ملتے اونہون نے کہا کہ مین ایسے لوگونسے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ کرین غرضکہ ارباب دین کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ دوسرے کے بتلانے سے اپنی عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ ایسا ہوگیا ہے کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور ہمکو ہمارے عیب تبلاوے وہ سب سے بڑھکر دشمن گنا جاتا ہے اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہے کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھو کے ہین پس اگر کوئی ہم یون کہے کہ تمہارے کپڑونمین بچھو ہے تو اوسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہوکر اوسکی علیحدہ کرنے اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو کا زہر اور رنج صرف ایک روز یا اوس سے بھی کم رہتا ہے اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہے کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس ہے تو جو کوئی انکا حال ہمکو تبلاتا ہے اوس سے خوش نہین ہوتے اور اونکے دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ

عیب جوئی کی جہت سے اوسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہو جاتا ہے اور یہ امر کثرت ذنوب سے سخت
دل کا نشان ہے اور اصل سب کی وہی ضعف ایمان ہم اللہ سے چاہتے ہین کہ ہمکو راہ ہدایت کھلاوے
اور ہمارے عیبون پر ہمکو مطلع کرکے اونکے علاج مین مصروف کردے اور اس بات کی توفیق عنایت
کرے کہ جو کوئی ہمکو عیب بتلاوے اوسکے ممنون اور مشکور ہون تیسرا طور یہ ہے کہ اپنے عیب دشمنونکی
زبانی معلوم کرے کہ وہ لوگ عیوب ہی کی درپے رہتے ہین اور غالب یہ ہے کہ آدمی اس باب مین نسبت
دوستونکے دشمنان عیب جو سے زیادہ نفع حاصل کرسکتا ہے اس لیے کہ دوست خوشامد کی
جہت سے عیب نہین ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدایش مین یہ بات ہے کہ دشمن کے قول کو جھوٹا
اور مبنی بر حسد جانتے ہین لیکن اہل بصیرت دشمنونکے قول سے بہی فائدہ مند ہوتے ہین اس لیے
کہ برائیان ضرور اونکی زبانون پر مذکور ہوتی ہین چوتہا طور یہ ہے کہ آدمیون مین ملکر جو بات
اونمین بری دیکھے اپنے نفس کو اوسپر متنبہ کرے اس لیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے
دوسرے کی عیب دیکھکر اپنے عیب معلوم کرلے اور جان لے کہ طبیعتین سب کی قریب قریب
ہوتی ہین جو بات ایک مین ہوگی اوسکی اصل دوسرے مین بہی ہوگی یا اوس سے بڑہکر
ہوگی اسطرح جو بات دوسرے سے بری معلوم ہو اوس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب
بہت عمدہ ہے اگر آدمی اسپر عمل کرین تو مرشد و مؤدب کی کچھ حاجت نہو حضرت عیسی علیہ السلام
سے لوگون نے پوچھا کہ آپکو ادب کس نے سکھلایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو کسی نے ادب نہین سکھلایا
جاہل کی جہالت مجھکو بری معلوم ہوئی اوس سے مین کنارہ کیا اور یہ طور اون لوگون کے
لیے ہین جنکو ایسا اوستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہوا اور مشفقت سے
دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس کی تہذیب سے فارغ ہوکر اللہ کے بندونکی تہذیب و تعلیم مین
مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اوسکا پیچہا نچھوڑے وہ اسکا
مرض کہو دیگا اور ہلاک سے بچا دیگا

آٹھوان بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کی چھوڑنے سے ہے اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہے

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورہ بالا کو بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت
[illegible]

عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اسکی تصدیق اور ایمان بطور تقلید حاصل کرے کیونکہ ایمان کا درجہ اور علم کا درجہ علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہی اور اوسکا درجہ بھی ایمان کے اوپر ہے قال اللہ تعالی یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اس بات کی تصدیق کی کہ شہوت کی مخالفت موصل الی اللہ ہے اور اسکا سبب ور بھید نہیں جانا تو وہ ایمان والون مین ہی اور جب سبب اور بھید پر بھی وقوف ہوگیا تو علماء و الوقین ہوا وکلا وعد اللہ الحسنی اور اس بات پر ایمان لانا قرآن و حدیث و اقوال علما سے ثابت ہے اللہ تعالے فرماتا ہی ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور فرمایا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی اسکی تفسیر یونکی ہی کہ اونکے دلون سے محبت شہوات نکال لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن بین خمس شدائد مؤمن یحسدہ ومنافق یبغضہ وکافر یقاتلہ وشیطان یضلہ ونفس تنازعہ یعنی بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس دشمن نزاع کنندہ ہی اور اوس سے مجاہدہ واجب ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داود اپنے اصحاب کو شہوات کی کہانے سے ڈرا اور بچا کیونکہ جن قلوب کی عقلین شہوات دنیا وی سے متعلق ہین وہ مجھسے محجوب ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ خوشحال اوس شخص کا جسنے حال کی شہوت کو ان دیکہی وعدہ کی لیے چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگونکو فرمایا جو جہاد سے پہر کر آئے تھے مرحبا بکم قدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر لوگون نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپنے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاہد من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ عز وجل اور فرمایا کف اذاک عن نفسک ولا تتابع ہواہا فی معصیۃ اللہ تعالی اذ تخاصمک یوم القیامۃ فیلعن بعضک بعضا الا ان یغفر اللہ تعالی ویستر اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ نفس سے سخت تر علاج مینے کسی چیز کا نہین دیکہا کبہی تدبیر مفید ہوتا ہی اور کبہی مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے کہ نہ تو شہزادونکے ساتھ دنیا کا مزا پاتا ہی نہ آخرت کی طلب مین عابدونکے ساتھ محنت اٹھاتا ہی کیا مجکو دوزخ اور جنت کی بیچ مین قید کریگا شرم نہین کرتا اور حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نفس سے زیادہ سرکش گھوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہین ہی اور یحیی بن معاذ فرماتے ہین کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلوارون سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہے تھوڑا کھانا تھوڑا سونا بقدر حاجت لنا اور سب لوگون کی ایذا کو سہنا تھوڑے کھانے سے شہوت مرجاتی ہے اور تھوڑے سونے سے نیت صاف ہوتی ہی اور کم بولنے سے آفتون سے

[illegible]

برابر کوئی چیز سخت نہین پس جب نفس مین سی ارادہ شہوات کا اوٹھے یا تیزی کلام بیہودہ کی اوس سے جوش مارے اوسیوقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف کمخوابی سے برہنہ کرے اور خواہش کا تازیانہ اوسپر چڑہے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اوسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سی اوسکو پاک وصاف کرے تب کہین اوسکی آفتون سے چھٹی ملے اسوقت نورہی اور روحانی ہلکا پہلکا ہوجاویگا اور میدان خیرات مین دوڑتا پھریگا اور طاعت کی رستون مین سرپٹ گھوڑے کی طرح جولانیان کریگا اور ایسا ہوجائیگا جیسے بادشاہ چمن مین سیر کرتا ہی اور یہہ بہی اونہون نے ہی فرمایا ہی کہ انسان کی دشمن تین ہین دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے تو زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اوسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سی اور بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہوجاتا ہی وہ اوسکی چاہ کی چاہ مین قید ہوجاتا ہی اور بیڑیان اور طوق پڑجاتا ہے باگ اوسکے قبضہ مین ہوجاتی ہے جدہر چاہتا ہے لیے پہرتا ہی قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسپر علما و حکما کا اتفاق ہے کہ نعمتین ابدی بے عیش چھوڑے نہین ملتا اور ابویحیی وراق فرماتے ہین کہ جس نے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اوسنے فرزندہ ولمین تخم ندامت بویا اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس مین داخل ہی اور یہہ بہی اونکا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہی چاہیے کہ ذلت کیواسطے تیار رہے اور روایت ہی کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اوسوقت مین کہ آپ مالک مصر ہوگئے تہی عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوت نی بادشاہونکو غلام کردیا اور صبر و تقوی نے غلامون کو بادشاہ بنادیا آپ نی فرمایا کہ یہہ تو خدا ہی نے کہا ہے انہٗ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ ایک دفعہ رات کو مین جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا کچہ وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تہی تو ارادہ کیا کہ سو رہون یہ بہی نہ ہوسکا پہر بیٹھنا چاہا تو وہ بہی ممکن نہ ہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل مین لپٹا ہوا رستہ مین لیٹا ہی جب اوسنے میری آہٹ سنی تو کہا کہ ای ابوالقاسم اسوقت ذرا میرے پاس آنا مینے کہا کہ میان صاحب پہلے سی تو آپ نی اطلاع نہین بہیجی اوس نے کہا کہ ٹہیک ہی مینے اللہ سے دعا مانگی تہی کہ تمہارے دل کو میرے لیے حرکت دے مینے کہا کہ یہہ تو اللہ تعالے نے کیا اب آپ فرمائین کیا مطلب ہے اوسنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اوسکا علاج ہوتا ہی مینے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہی تو [illegible]

ف ۱ البتہ جو کوئی پرہیزگار ہوا اور ثابت رہا تو یقینا نہین کھوتا حق نیکی والون کا

کہنے لگا کہ سن میںنے تجکو سات بار یہی جواب دیا تھا تونے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنونگا لے اب سن لیا پہر وہ شخص چلدیا اور مینے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجکو دنیا مین نددو ایسا نہو کہ آخرت مین اوس سے محروم رہون اور ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ مین کسوقت کلام کیا کرون آپ نے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اوسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہوون فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہو وہ دنیا مین شہوات سے الگ رہے اور حضرت مالک بن دینار بازار و نمین پہرتے جب کوئی چیز اپنے جی چاہتی دیکہتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ مین جو تجکو منع کرتا ہون صرف تجکو اپنے نزدیک ٹہرا سمجھکر روکتا ہون ان سب روایتون سے معلوم ہوا کہ علما اور حکما کا اسپر اتفاق ہے کہ سعادت اخروی کا طریق سوای روکنے نفس کے ہوای نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہین تو اسپر ایمان واجب ہے اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شے ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہین اوس بیان سے معلوم ہوتا ہے جو ہم اوپر لکہہ چکے ہین اور اصل ریاضت اسکا نام ہے کہ جو چیز قبر مین نجاوے اوس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے یعنے کہانا اور لباس اور نکاح اور مسکن اور جو چیزین کہ ضروری ہون اونسے بقدر حاجت و ضرورت مستفید ہو اگر اسقدر سے کچہہ بہی زیادتی کریگا تو اوسیقدر کے ساتہہ انس و الفت ہوگی جب مریگا تو اسی جہت سے تمنا دنیا مین پہر آنیکی باقی رہیگی اور دنیا مین آنیکی تمنا اوسیکو ہوگی جسکو آخرت سے بہرہ نہو اور اس سے نجات کیصورت یہی ہے کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر مین مشغول رہے اور اوسیکا ہو رہے اور دنیا سے اوسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کے مانع نہو اور یہ باتین سب اوسیکی عنایت سے میسر ہوتی ہین پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک پہونچ سکے اوسکے قریب پہونچنے کا قصد کرے اس باب مین لوگ چار طرح پر ہین ایک وہ ہے کہ اوسکا قلب ذکر الٰہی مین مستغرق ہے اور دنیا کیطرف سوای ضرورت معیشت کے التفات ہی نہین کرتا ایسا شخص صدیقین مین سے ہے مگر یہ رتبہ بہت دنونکی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کے بعد ملتا ہے

عمرے باید کہ یار آید بکنار	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

دوسرا وہ شخص ہے کہ دنیا مین اوسکا دل ڈوبا ہوا ہے اور اللہ تعالےٰ کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کر آتا ہے یعنے صرف زبان سے ذکر کرتا ہے نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین مین سے ہے

آگ مین تو ضرور جائیگا مگر جسقدر دلپر غلبہ ذکر الٰہی ہوگا اوسیقدر جلد نجات پاویگا چوتھا وہ شخص ہی کہ دونون مین مشغول ہے مگر دنیا کا غلبہ دلپر ہے تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اوسمین سے بیشک نکلے گا کیونکہ اگرچہ دنیا اوسکے دلپر غالب تھی مگر خدا کا ذکر بھی تہ دل سے کرتا تھا اوسیکی توسط سے نجات حاصل ہوگی الٰہی ہمکو ذلت و رسوائی سے بچانا۔

نفس و شیطان زد کرہ یار راہ ما	رحمت باد اشفاعت خواہ ما

بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہے تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہوگی مگر یہ اونکا خیال خام ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہی کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دوستی دنیا کی ہر ایک گناہ کی جڑ ہے اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہے اور مباح شے جو ضرورت سے زیادہ ہو وہ بیشک دنیا ہی ہے اور دوری کا سبب ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم خواص کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ پہاڑ لکام پر تھا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑکر جو چیرا تو کھٹا پایا اوسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تھا اور اوسپر بھڑین جمع تھین مینے اوس سے کہا السلام علیک اوسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مینے پوچھا کہ تمنے مجھے کیسے پہچانا اوسنے کہا کہ جو خدا کو پہچانتا ہے اوسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مینے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون نہین مانگتے کہ ان بھڑونسے تمکو بچا دے اوسنے جواب دیا کہ آپ بھی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین کرتے کہ انار کی خواہش سے تمہارے دلکو بچا دے بھڑونکا رنج تو دنیا ہی تک ہے شہوت کا دکھہ تو آخرت تک رہیگا مین چپ ہوکر چلا گیا اور سری رح فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یون چاہتا ہے کہ روٹی چھوہارے کی شیرہ مین ترکرکے کھاؤن مگر مینے نہ کھلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح قلب طریق آخرت کی سلوک کے لیے نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو شہوت سے اور مباح چیزونکی لذت سے روکا نجاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑ جاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اوسکو چاہیے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دین کے اور کوئی کلمہ بانسے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے یہانتک کے شہوت کلام فنا ہوجاوے پھر جو کلام نکلے گا وہ حق ہوگا اور سکوت اور کلام دونون عبادت ہونگی اور جب آنکھہ مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچھی چیز کیطرف پڑتی ہے تو حرام چیزون پر بھی پڑیگی اور علی ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونوکی شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکے پس اگر بقدر حاجت کفایت پر

[illegible]

وہ یہ ہی کہ لذت دنیا پاکر نفس خوش ہوتا ہی اور اوسکیطرف میل اور اطمینان کرتا ہی اور اترا کے پہولا نہین سماتا اور ایسا ہوجاتا ہی جیسا کوئی متوالا کہ کبھی ہوش مین نہین آتا اور یہ خوشی اوسکے حق مین زہر قاتل ہے کہ رگ و ریشہ مین پہیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت اور اہوال قیامت کو یکبخت اڑا دیتی ہے اسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید مین اکثر جا مذمت دنیا کی اور اوسپر خوش ہونیکی موجود ہی جیسا کہ ارشاد ہوا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوا بِهَا اور فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۔ اور فرمایا اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ خدا تعالی ان آفات سے بچاوے علاوہ ازین جو لوگ ارباب قلوب مین محتاط ہین اونہون نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کی حالت مین دلکو سخت اور سرکش اور ذکر الٰہی سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت مین نرم اور صاف اور متاثر معلوم کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی مین ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے کوسون دور اسی لیے اپنے نفسونکو اس بات کی عادت ڈالی کہ شہوات خواہ حلال ہون یا حرام سب پر صبر کرے اور جتنے اوسکے مفر اور ٹہکانے تہے اوسکو سب سے علیحدہ کردیا اور یہ بھی جان لیا کہ حلال شہوت مین بھی حساب ہوتا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہی اس لیے کہ جس سے مناقشہ حساب کا ہوگا عرصات قیامت مین کیسی تکلیف اوٹہاویگا ان باتونکے لحاظ سے اونہون نے اپنے نفسونکو اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چہوٹ کر دونون جہانکی آزادی اور بادشاہت لی اور خدا تعالے کے ذکر و طاعت سے شغل و انس حاصل کیا اور اپنے نفسون سے وہ معاملہ کیا جو باز سے تادیب کی وقت کیا جاتا ہے یعنے اول باز کو اندہیرے مکانمین رکہتے ہین اور اوسکی آنکہین سیدیتے ہین تاکہ ہوا مین اڑنا اور چہوٹا رہنا جسکا پہلے سے عادی تہا وہ موقوف ہوجاوے بعد اوسکی اوسکو گوشت پر لگاتے ہین تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اوسکی آواز سنے اوسکے پاس پہر آوے اسیطرح نفس بھی اپنے رب سے مانوس نہین ہوتا اور نہ اوسکی ذکر سے الفت کرتا ہی لیکن اول اس کی عادتین خلوت اور عزلت سے چہڑائی جاتی ہین اور کان اور آنکہہ کو اونکے مالوف چیزونسے حفاظت کیجاتی ہے پہر ذکر و ثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اوسکو اسی سے انس ہوجاوے اور انس دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہوجاوے اور یہ امر مرید کو اول مین گران گذرتا ہی مگر انجام مین پہاٹ پڑجاتی ہے جیسے شیرخوار لڑکے کا دودہ چہڑاوین تو کیسا روتا ہے کیونکہ دم بہر بھی اوسکو بے دودہ پینے کی عادت نہ تہی اب دفعتہ روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہی اور عوض دودہ

جو کہانا اوسکے سامنے لاتے ہین اوس سے بہی نفرت کرتا ہی مگر جب صبر دیسے دودہ نہین ملتا بیچ
بعد چندی غلبہ بہوکہ مین بتکلف کچہہ کہانے لگتا ہی یہانتک کہ یہہ کہانا ہی اچہا معلوم ہونے لگتا ہے
دودہ کا نام بہی نہین لیتا بلکہ اوسکو برا جانتا ہے اسیطرح بچہیرا اول اول لگام اور زین اور سواری
سے بہاگتا ہے لیکن بزبردستی اوس سے یہہ کام لیا جاتا ہی اور چہوٹے رہنے کی عادت چہڑانے کو اگاڑی
پچہاڑی لگائی جاتی ہے مگر رفتہ رفتہ ایسا مؤدب ہوجاتا ہے کہ جس جگہہ سوار چہوڑ دی وہانسے
نہین ہلتا گو بندہا ہوا نہین چیزونکی تادیب کیطرح نفس کی تادیب بہی ہوتی ہے اور اوسکو ادب
اسطور دیتے ہین کہ لذائذ دنیاوی کے دیکہنے اور اونسے انس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین
بلکہ جتنی چیزین کہ موت کی بعد اس سے چہوٹ جاتی ہین سب کا انس چہڑا دیتے ہین اور یون سمجہاتے
رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتہہ چاہے محبت کرے انجام کو چہوڑنی پڑیگی جب اوسکو یقین ہوجاتا ہی
کہ جو شخص کسی چیز کی طرف دل لگاویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو
اس نصیحت سے ایسی چیز کی محبت کرتا ہے جس سے کبہی جدا نہو یعنی ذکر الہی کہ قبر مین بہی ساتہہ رہیگا
جدا نہوگا اور اس بات کے واسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنے مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات
آخرت کی بہت ذراسی ہے دیکہو عاقل آدمی اس بات پر راضی ہوتے ہین کہ چندی سفر کرکے
کوئی کام یا پیشہ ایک آدہ مہینے مین ایسا سیکہہ لین جس سے ایک برس خواہ عمر بہر کو چین ہوجاوے
پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابد الآباد کے اتنی بہی نہین ہے جتنی مدت ایک
مہینے کی ہے بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنونکا صبر اور مجاہدہ اوس خوشی دائمی کے لیے
بہت ضرور ہے اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا باعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہے
مگر کلیہ یہہ ہی کہ اسباب دنیا مین سے جس شخص کو جس چیز سے خوشی ہوتی ہو اوسکو ترک کردے مثلاً
جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست
و حکومت کی عزت سے یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو انکو چاہیے کہ اول ان چیزونکو
تو ایسی بہلادین پہر اسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزونمین اونسے روک دی جاوے اور کہا جاوے کہ
تمکو اسکے نملنے سے کچہہ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اس سے ناراض ہون اور رنج اوٹہاوین
تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اون لوگون مین سے ہین کہ رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا
اور یہہ اونکے حق مین زہر ہے جب اسباب فرح کو چہوڑ دے تو لوگونسے الگ ہوکر اپنے دلکا نگران رہے
یہانتک کہ بجز ذکر اور فکر الہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچہہ نفس مین وسوسہ یا شہوت

ظاہر ہوا اوسکو تاکتا ہے جبھی کچھہ پیدا ہو فورًا اوسکی جڑ اڑا دے یعنی ظہور وسوسہ کے لیے کوئی سبب ضرور ہے پس اوسکا استیصال اس سبب کے قطع کرنے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بھر کرتا رہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہی ہے

نواں بیان تمیز علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہیں ہوتی پس جب ذرا سا مجاہدہ کرکے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہے تو جاننے لگتا ہے کہ اب مین مہذب ہو گیا اور مجھہ مین حسن خلق آگیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہین اس لیے ضرور ہوا کہ علامات حسن خلق تبلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہے اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید مین خداوند کریم نے صفات مومنین اور منافقین کے بیان کر دیے ہین اور وہی سب نتیجہ حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھہ ہم یہان بیان کرتے ہین تاکہ نشانی حسن خلق کی معلوم ہو جاوے فرمایا اللہ تعالی نے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ آخر أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ تک اور فرمایا التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ تک اور فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ آخر سورہ تک پس جس کسیکو اپنی حالمین کچھہ شک پڑے تو ان آیتونکے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین اوسمین انہین کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہے اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اوسیقدر نقصان ہے ایسی صورت مین جو بات حاصل ہو گئی ہو اوسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے ذکر فرمایا اور ان سب سے اشارہ محاسن اخلاق کیطرف فرمایا ہے مثلاً یہ ارشاد کیا اَلْمُؤْمِنُ يُحِبُّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ اور فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ اور ایک روایت مین فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ ہے اور ایک مین فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ہے اور یہہی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کی حسن خلق ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا اور فرمایا إِذَا رَأَيْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوتًا وَقُورًا فَادْنُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقَّنُ الْحِكْمَةَ اور فرمایا مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَخِيهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِيهِ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا اور فرمایا إِنَّمَا يَتَجَالَسُ الْمُتَجَالِسَانِ بِأَمَانَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا يَحِلُّ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يُفْشِيَ عَلَى أَخِيهِ مَا يَكْرَهُهُ اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا کہ خوش خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح

کم آزار کم سخن غیر فضول کثیر العمل کم لغزش راست گفتار نیکو کار صاحب وقار صابر شاکر رضی حلیم
رفیق پارسا شفیق بشاش بشاش ہو بد گفتار دشنام دہندہ چغل خور غیبت کنندہ جلد باز بیہودہ
بخیل حاسد نہو بغض و غضب اللہ ہی کے واسطے کرے اور حب و رضا بھی اللہ ہی کی لیے انہی
باتوں سے حسن خلق ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علامات مومن اور منافق
کو پوچھا تو آپ نے فرمایا اِنَّ المُؤمِنَ هِمَّتُهُ فِی الصَّلوٰةِ وَالصِّیَامِ وَالعِبَادَةِ وَالمُنَافِقُ هِمَّتُهُ فِی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ کَالبَهِیمَةِ
اور حاتم اصم فرماتے ہیں کہ مومن فکر و عبرت میں مشغول رہتا ہی او منافق حرص و امل میں مومن
سوا خدا کے کسی سے توقع نہیں رکھتا ہے اور منافق بجز اللہ تعالے کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن
سوا خدا کے سب سے مامون و نڈر ہی اور منافق سوا خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے
دین نہیں دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہیں دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہی اور منافق
گناہ کر کے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جلوت اور جماعت
اچھی لگتی ہے مومن کھیتی کرتا ہی اور اوسکے بگڑنے سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور توقع
خرمن کی رکھتا ہے مومن امر و نہی سیاست کی کرکے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی فساد کی
کر کے فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہی یعنی جو کوئی دوسرے کی
بد خلقی کی شکایت کرے اوسکی بد خلقی کی دلیل ہے کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام
ہی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹے کنارے کی اوڑھے
تشریف لیے جاتے تھے اور آپکی ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے ایک اعرابی رستہ میں ملا اور
چادر پکڑ کے اس زور سے کھینچا کہ چادر کا کنارہ آپکی گردن مبارک میں گھس گیا اور کہا کہ اے محمد
تمہارے پاس جو خدا کا مال ہے اوسمیں سے مجھے بھی دو آپ نے اوسکی طرف دیکھا اور ہنسکر اوسکو کچھ
دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا و ضرب آپ پر بہت روا رکھی تو فرمایا اَللّٰهُمَّ اغفِر لِقَومِی فَاِنَّهُم
لَا یَعلَمُونَ اور بعضوں نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد کی لڑائی میں فرمایا تھا بہر صورت انہیں
باتوں سے اللہ تعالے نے آپکی شان میں فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ ۝ اور روایت ہی کہ ایک
روز ابراہیم ادہم کسی جنگل میں جاتے تھے ایک سپاہی ملا اوسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہاں
اوسنے پوچھا کہ بستی کدھر ہی آپ نے قبرستان کیطرف اشارہ کر دیا اوسنے کہا کہ میں آبادی پوچھتا ہوں
آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہے اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر میں ایسا کوڑا مارا کہ سر پھٹ گیا
اور اونکو شہر میں پکڑ لایا جب دوست آشنا آئے اور حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اونہوں نے

کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین سپاہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپکے ہاتھہ پاؤن چومنے لگا اور عذر کرنے لگا
بعد اسکے لوگون نے اُنسے کہا کہ آپنے کیون فرمایا تہا کہ مین بندہ ہون آپنے فرمایا کہ اوسنے مجسے
یون نہین پوچہا کہ تو کس شخص کا بندہ ہے بلکہ یون پوچہا کہ تو بندہ ہے چونکہ مین بندۂ خدا تہا اسواسطے
کہدیا کہ بندہ ہون جب اوسنے مجہے مارا تو مینے اوسکے لیے دعا جنت کی مانگی لوگون نے پوچہا اوسنے تو
آپ پر ظلم کیا تہا آپنے فرمایا کہ مجہکو یقین تہا کہ اس مصیبت پر مجہکو ثواب ملیگا تو مینے یہ اچہا نجانا کہ اوسکی باعث
مجہکو ثواب ملے اور میری طرف سے اوسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت
کی بہانے بلایا جب آپ اوسکے گہر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجسے کچہہ بن نہین سکا آپ وہان سے پہر آئے
جب بہت دور نکل آئے پہر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہے اوسی پر قناعت کیجیے جب دروازہ پر
پہونچے تو جیسا پہلے کہا تہا ویسا کہا پہر آپ لوٹ گئے اسیطرح کئی بار بلایا اور پہر لوٹا دیا مگر آپ ذرا نہ بگڑے
ہوئے پہر تو وہ شخص پاؤن پر گر پڑا اور کہا کہ مینے آپکو آزمانا چاہا تہا سبحان اللہ کیا خلق ہے آپنے فرمایا
کہ جو بات تونے میری دیکہی وہ تو صفت کتے کی ہے کہ جب بلاؤ چلا آوے اور ہنکاؤ تو ہٹ جاوے
اور یہ بہی انہین کا ذکر ہے کہ کسی روز سوار ہوکر ایک کوچہ مین گذر رہے اوپر کسی نے اوپر راکہہ پہینک
دی آپ اتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکہہ جہاڑ دی اور کچہہ نہ کہا لوگون نے کہا کہ اتنے
نے راکہہ ڈالی وا اکو جہڑکا نہین آپنے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تہا اوسپر راکہہ پڑی تو اوسکو غصہ کرنا مناسب
نہین اور روایت ہے کہ حضرت علی بن موسی رضا رح کا رنگ سانولا تہا اس جہت سے کہ آپکی والدہ
حبشن تہین نیشاپور مین آپکے دروازہ پر ایک حمام تہا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تہے تو حمامی
آپکے لیے حمام خالی کردیا کرتا تہا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لیگئے وہ دروازہ بہیڑ کر کسی
کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستاقی آیا اور حمام کا دروازہ کہولکر اندر گہسا اور کپڑے اتار کر
حمام مین گیا آپکو دیکہکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہے آپسے کہا کہ اٹہکر میرے لیے پانی لا آپنے
اوسکا کہنا کیا اور جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پہر کر آیا اور رستاقی کے کپڑے دیکہے اور اوسکی
گفتگو آپکے ساتہہ سنی ڈرکر بہاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچہا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے
بہاگ گیا آپنے فرمایا کہ اوسکو بہاگنا کیا ضرور تہا قصور اوسکا ہے جسنے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا
اور ابو عبد اللہ خیاط کے حال مین لکہا ہے کہ آپ دوکان پر بیٹہتے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی جو آپسے
دشمنی رکہتا تہا اپنا کپڑا سلوا تا اور کہوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اونکو لیکر نہ واپس کرتے
اور نہ اوسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپکو نہ پایا آپکا شاگرد بیٹہا تہا اوسکو

اجرت دیکر اپنا کپڑا مانگا شاگرد نے کھوٹا دام دیکھکر پھیر دیا جب ابوعبد اللہ آئے تو اونسے حال کہا
آپ نے فرمایا کہ تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہے اور مین چپ چاپ اجرت لیکر
کنوئین مین ڈالدیتا ہون تا کہ کسی مسلمان کو دہوکا نہوے اور یوسف بن اسباط رح فرماتے ہین
کہ حسن خلق کی علامت دس باتین ہین قلت خلاف حسن انصاف انتقام نہ لینا گناہ ہونیکا برا جاننا
عذر کرنا ایذا سہنا نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرونکی عیوب سے قطع نظر کرکے اپنے عیوب کو سمجھنا
چہوٹے بڑے سے بکشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے ادنے اور اعلے کے ساتھہ نرمی سے بولنا کسی شخص نے
سہل تستری رح سے پوچھا کہ حسن خلق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ادنے یہ ہے کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے
اور ظالم پر رحم کرکے اوسکے لیے دعاء مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے
سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے کہا کہ انکی حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے
گہر مین بیٹھے تھے اونکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑہے تھے لیکر آئی اوس کے ہاتھہ سے چھوٹکر
اونکے ایک لڑکے صغیر سن پر گرا کہ اوسکے صدمہ سے وہ لڑکا مرگیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کہ کچھ
خوف نکر مینے تجھے للہ آزاد کیا اور حضرت اویس قرنی رح کا حال لکھا ہے کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے
تو پتھر مارتے تھے آپ اونسے کہتے کہ بہائیو اگر مارنا ضرور ہی ہے تو چھوٹے پتھر مارو کہ میرے پاونمین سے
خون نہ نکلے اور نماز کا حارج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیان دینی شروع کین
آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلہ کے قریب پہونچے تو ٹھہر کر اوس سے یہ کہا کہ اگر کچھہ اور جیمین باقی ہو تو
بہی اب کہہ لے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی رضہ نے
ایک بار اپنے ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پہر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پہر نہ بولا آپ خود اوسکے پاس
تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تہا آپ نے
پوچھا کہ پہر جواب کیون نہین دیا اوسنے عرض کیا کہ مجکو یہ خوف تو تہا ہی نہین کہ آپ مارینگے
اس لیے کسل کر گیا آپ نے فرمایا کہ مین نے للہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار رح کو ایک عورت
نے پکارا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بہول گئے تھے اور یحیی بن
زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بدخلق تہا لوگون نے اونسے کہا کہ آپ اسکو کیون رکہتے ہین آپ نے
فرمایا تا کہ مین اس سے حلم سیکھون ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگونکی نفوس ریاضت سے ڈھلے
ہوکر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تھے اور دغا و خیانت اور حسد سے دل صاف تہا اوسکا نتیجہ یہ ہوا
کہ تقدیرات الٰہی پر راضی ہوے جو کہ اقصی غایت حسن خلق کی ہے کیونکہ جو شخص خدا کے کام کو اچھا سمجھے

اور اوسپر راضی نہو تو اوسکی نہایت بدخلقی ہے ان لوگونکی ظاہر مین علامتین حسن خلق کی
موجود نہین جیسا کہ مذکور ہوا پس اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نپاوے تو اوسکو متصف
بحسن خلق نہ خیال کرے اور دہوکہا نہ کہاوے بلکہ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک
کہ درجہ حسن خلق نصیب ہوے یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہے مقربین و صدیقین ہی اوسکو پہونچتے ہین

دسوان بیان لڑکونکی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکونکی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہے اور لڑکا ماباپ کی پاس امانت ہے اور اوسکا
قلب ایک جوہر نفیس سادہ ہر نقش و صورت سے خالی ہر ایک نقش کی قابل ہے اور جسطرف کو مائل
کرو اوسطرف میلان کے لائق ہوتا ہے مثلاً اگر تعلیم خیر کی پاوے اور اوسکا عادی کیا جاوے تو بڑا
ہو کر بھی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ماباپ اور استاد و ادیب
شریک رہین گے اور اگر برائی کا عادی ہوگا اور جانورونکی طرح بے غور چھوڑا جاویگا تو تباہ ہو جاویگا
اور اوسکا وبال اوسکی مربی پر ہوگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَکُمْ وَأَهْلِیکُمْ نَارًا[1]
تو جب باپ دنیا کی آگ سے اپنی اولاد کو بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سے بچانا بطریق اولے ضرور ہے
اور اوسکی حفاظت نار آخرت سے اسطرح ہے کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکہاوے اور صحبت
بد سے بچاوے زینت اور بناو سنگار اور لذت اور آرام طلبی اوسکی نظرونمین حقیر کرے تاکہ بڑا ہو کر
انکی طلب نکرے اور ہلاک ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اوسکی حفاظت ضرور ہے یعنی بطور کہ اوسکو
کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودہ پلاوے کیونکہ حرام کے دودہ مین برکت نہین ہوتی
اور جب لڑکپن مین حرام کا دودہ پیتا ہے تو اوسکے خمیر مین رچ جاتا ہے بڑا ہو کر خبث کیطرف میل کرتا ہے
اور جب اوسمین کچہ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضرور ہے اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے
ہوتی ہے اس لیے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چھوڑ دیتا ہے تو یہ اسی سبب سے ہوتا ہے
کہ عقل کے نور کی جہلک اوسمین آتی ہے اور بعض چیزونکو بہ نسبت بعض کے برا جانتا ہے تو افعال
بد سے حیا کرنے لگتا ہے اور یہ امر خدا کی عنایت سے ہے اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت
کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہین چھوڑنا چاہیے
بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اوسکی مدد کرنی چاہیے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہے
وہ خواہش کہانیکی ہے تو اوسکے ادب اوسکو سکہانے چاہیین کہ دہنے ہی ہاتہہ سے کہاوے اور کہانے کے وقت
بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سے کہاوے اور دوسرے سے پہلے کہانا شروع نکرے اور کہانیکی طرف گہور کر نہین

[1] ای ایمان والو بچاو اپنی جان کو اور اپنے گہر والونکو آگ سے ۱۲

اور نہ کسی کہاتے کیطرف تاکے اور جلدی جلدی نہ کہاوے اچہی طرح چبا کر کہاوے اور پے در پے
لقمہ منہ مین نہ دیوے اور ہاتہہ اور کپڑا نہ بہرے اور کبہی کبہی روکہی روٹی کی بہی عادت ڈالنی چاہیے
کہ یہ نجانے کہ سالن کے ساتہہ ہی کہانا ضرور ہے اور بسیار خواری کی مذمت اوسکے سامنے کرنی چاہیے
اسطرح کہ جو زیادہ کہاتا ہے وہ چوپایونکی طرح ہے یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اوس کے سامنے
بیان کیجاوے اور کم خوار کی ثنا کیجاوے اور اوسکی نظر مین یہ بات بہی اچہی جتانی چاہیے کہ کہانا
دوسرونکو دیدیا کرے اپنے آپ اوسکی پروا کم کرے اور دال دلیہ جو کچہہ میسر آوے اوسپر قناعت کرے
اور کپڑونمین سے سفید کپڑا اوسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور
مخنثونکا لباس ہے مرد اوسکو برا جانتے ہین اور اسیطرح کئی بار اوس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا
رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اوسکی حقارت اوسکے سامنے بیان کرین اور اوسکو ایسے لڑکونکی
صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق و عادت آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسونسے بہی نہ ملنے دے
جنکے کہنے سے اوسکے دلمین ان باتونکی رغبت ہوجاوے اس لیے کہ ابتدا مین اگر لڑکے کی خبر گیری
نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اوسمین پیدا ہوتے ہین جہوٹا حاسد چور جہگڑالو بخیل خور بیہودہ گو ہنسوڑ
مکار بے پروا ہوجاتا ہے ان امور سے بچاو بہت حسن تادیب سے ہوتا ہے بعدہ مکتب مین بہیجنا چاہیے
اور قرآن و حدیث اور صلحا کی حکایتین سکہانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اوسکے دلمین جمے
اور ایسے اشعار جنمین عشق و عاشق کا ذکر ہو اوسکو پڑہنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت
اور ہوشیاری جانتے ہون اونسے بہی نہ ملنے دین کہ ان اشعار سے فساد کا بیج دل مین پڑتا ہے
اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اوسکو کچہہ انعام دین کہ جس سے خوش ہو اور لوگونمین
اوسکی تعریف کرین اور اگر کبہی ایک آدہ مرتبہ امر خلاف کرے تو اوس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اوسکا
پردہ نہین کہولنا چاہیے خاص کر ایسی صورت مین کہ خود لڑکا اوس کام کو چہپاوے اور اوسکے
پوشیدہ رکہنے مین جد و جہد کرے کیونکہ اگر اوسکو معلوم ہوجاویگا کہ اس امر کے ظاہر ہونے سے کچہہ نہوا
تو آئندہ کو جرات ہوگی اور راز کہلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ اوس حرکت کو کرے تو اوسکو پوشیدہ عتاب
کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آئندہ ایسا مت کرنا اگر پہر کروگے تو لوگونمین فضیحت ہوگی
اور ہر وقت عتاب نہین کرنا چاہیے اس ملامت کا عادی ہوجاتا ہے اور بری باتین کرنیکی جرات
بڑہجاتی ہے کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی ہے ؎

	چو فاصد که جراح و مرهم نه است		درشتی و نرمی بهم در به است	

اور باپ کو چاہیے کہ اوسکے ساتھہ کلام سختانہ کے ساتھہ کرے کسیوقت صرف گھڑک دیا کرے اور ماں بھی
اوسکو بری باتونسے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دن کو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے
کہ موجب سستی کا ہوتی ہے مگر رات کو سونے سے روکنا نچاہیے الا گدا بچھونا نہ دینا چاہیے تاکہ بدن
سخت رہے آرام طلب نہو غرض کہ فرش ولباس وغذا مین آرام طلبی چھوڑانے کا لحاظ رہے اور کوئی
کام اوسکو پوشیدہ نہ کرنے دیوین کیونکہ جب امر کو وہ اپنے نزدیک برا سمجھیگا اوسکو چھپا کر کریگا
پس اوسکو عادت علانیہ کام کرنے کی ہوگی تو برے افعال سے باز رہیگا اور دن کو کوئی وقت ایسا
مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اوسکی بھی عادت رہے کہ ہاتھہ
ہاتھہ پاون نہ کھولے اور دوڑ کے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزونسے جو لیوین پر فخر نکرے خواہ کھانے پہننے کی
اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی و دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اوس سے ملے اوسکے ساتھہ تواضع اور
اکرام سے پیش آوے اور کلام ملایمت کے ساتھہ کرے اور لڑکونسے کوئی چیز نہ لے اگر امیرزادہ ہے تو اوسکو
یون سمجھایا جاوے کہ تمہارا مرتبہ دینے کا ہے لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا
نشان ہے اور اگر فقیرزادہ ہے تو اوسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہے اور کتّے کی عادت کیونکہ
لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہے حاصل یہ کہ لڑکونکو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے
اور سانپ بچھو سے زیادہ ان چیزونکا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزونکی آفت کا ضرر بہ نسبت زہر کے
اونکے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ بڑونکے حق مین بھی یہی حال ہے اور اس بات کی بھی عادت
ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمائی نہ لیوے اور
نہ کسی کی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پاون پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھہ نہ دے اور نہ بازو
کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اوسکو بتانی چاہیے اور کثرت
کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ بولنا بے حیائی کا کام ہے کمینے آدمی زیادہ
بکا کرتے ہین اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونوں سے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن مین عادت قسم
کی نہ پڑے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھہ پوچھے تو صرف
اوسکا جواب دیوے زیادہ کچھہ نکہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھہ بات کہے تو اوسکو خوب سنے
اور اپنے سے بڑے کی اوٹھکر تعظیم کرے اور اوسکے لیے جگہ خالی کردے آپ اوسکے سامنے بیٹھے
اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص مین یہ عادتین ہون اوس سے
ملنے دینا بھی نہین چاہیے کیونکہ یہ باتین صحبت بد سے حاصل ہوتی ہین اور تادیب مین لڑکونکی

اصل یہی ہے کہ بد لوگونکی صحبت سے روکنا چاہیے اور جب اوستاد مارے تو زیادہ شور و غل
نکرے نہ کسیکو سفارشی ڈہونڈے بلکہ صبر کرے اور اوس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردون اور
بہادرون کا کام ہے اور زیادہ رونا پیٹنا عورتون اور غلامون کا کام اور مکتب سے آنیکے بعد اوسکو
اجازت کسی اچہی کہیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کہیل بہی
اتنا کہیلے کہ تہک نجاوے اگر اسقدر کہیل کی اجازت نہو اور تعلیم مین ہمیشہ کمال سخت گیری
کیجاوے تو لڑکے کا دل مرجاتا ہے اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہے اور زندگی تلخ ہوجاتی ہے
یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈہونڈہنے لگتا ہے کہ جس سے بالکل کچہہ بہی نہ سیکہے اور یہ بہی تعلیم
ضروری ہے کہ اپنے والدین اور معلم مؤدب اور عمر مین زیادہ کی فرمان برداری کرے خواہ اپنا ہو یا بیگانہ
اور اونکی طرف نظر تعظیم سے دیکہے اور اونکے سامنے نہ کہیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور
نماز کے سکہلانے مین بہی غفلت نکرنی چاہیے اور رمضان مین کچہہ روزے رکہانے چاہیے اور حریر
و دیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے قطعی روکا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہیے
اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جہوٹ اور فحش اور جو باتین کہ لڑکون پر غالب ہوجاتی
ہین اونسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پرورش ہوئی تو قریب بلوغ ان باتونکے اسرار بتلانے چاہیے
اور یہ کہنا چاہیے کہ کہانے بمنزلہ دوا کے ہین انسے یہ غرض ہے کہ انسان مین طاقت خدا تعالی
کی عبادت کی آوے اور چونکہ دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اسلیے اسکی کچہہ اصل نہین موت سے اسکی لذتین
جاتی رہتی ہین یہ صرف گذرگاہ ہے آخرت رہنے کی جگہہ ہے اور موت ہر گہڑی گہڑی تاک رہی ہے
دانا و ہوشیار وہی ہے جو دنیا سے زاد آخرت لے اور چلا جاوے اور خدا تعالے کے پاس مرتبہ پاوے
اور وسعت جنت سے مزا اوٹہاوے پس اگر پہلے سے تربیت اچہی ہوگی تو یہ باتین دل مین بلوغ
کے وقت دل پر پتہر کی لکیر ہوجاینگی اور اگر تربیت اچہی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کہیل کود
اور فحش اور بے حیائی اور کہانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتونکا اثر دل پر کچہہ
نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہین ٹہہرتی حاصل کلام یہ ہے کہ لڑکونکی تربیت ابتدا مین بہت
ضروری ہے کہ اوسوقت اوسکا جوہر قلبی سب طرح کی لیاقت رکہتا ہے خیر و شر دونون سیکہہ
سکتا ہے اور اسکا اختیار ماں باپ کو ہے جسطرف چاہین اوس طرف پہیر سکتا ہے جیسا کہ حدیث
شریف مین وارد ہے کہ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْ يُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ
حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رح فرماتے ہین کہ جب میری تین برس کی عمر ہوئی تو رات کو جاگتا

ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے فطرت پر اور اسکے ماں باپ اوسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین ۱۲ [illegible]

اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا ایک روز انھون نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہین کرتا جسنے تجکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کسطرح ذکر کرون کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دلمین کہہ لیا کر زبان مت ہلا اَللّٰہُ مَعِیَ اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ اَللّٰہُ شَاھِدِیْ مینے چند شب ایسا ہی کیا اور انکو اطلاع دی انھون نے فرمایا کہ سات بار کہا کر مینے ویسا ہی کیا اور اونسے کہدیا اونھون نے فرمایا کہ گیارہ مرتبہ کہا کر مینے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دلمین اسکا مزا معلوم ہوا جب ایک برس وہ اسکا ورد کیا تو اونھون نے فرمایا کہ جو کچھ مینے تجکو سکہایا ہے اوسکو یاد رکہنا اور ہمیشہ کیے جانا یہانتک کہ قبر مین جاوے یہ بات تجکو دونون جہان مین کام آوے گی مینے چند سال اسکی مداولت کی اور باطن مین حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایکروز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اوسکے ساتھ ہو اور وہ اوسکا ناظر اور شاہد رہے بہلا وہ شخص اوسکی نافرمانی کرسکتا ہے خبردار خدا کی نافرمانی مت کرنا پس مین الگ ہوکر یہی ذکر کرتا جب تجکو مکتب مین بٹھایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہین اس امر مین فتور نہو اسی لیے مینے کہا کہ استاد سے یہ شرط کرلو کہ ایک گھنٹہ پڑھکر چلا آونگا پھر مکتب مین جاکر چھہ یا سات برس کی عمر مین کلام اللہ حفظ کرلیا اور ہمیشہ روزہ رکھتا اور جو کی روٹی بارہ برس کی عمر تک کہاتا جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دلمین آیا مینے گہر والونسے کہا کہ مجھے بصرہ مین بھیجدو کہ وہان جاکر پوچھون بصرہ مین آکر وہانکی علماسے دریافت کیا کسی نے جواب شافی ندیا تو عبادان کو چلا گیا وہان ایک بزرگ ابو حبیب ہمزہ تھے اونسے جاکر پوچھا تو اونھون نے جواب شافی دیا مین انکی خدمت مین ایک مدت تک رہا اونکی کلام سے نفع لیتا اور اونکے طریق سیکہتا پھر مین تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یون مقرر کی کہ ایک درم کے جو خریدتا اور اونکو پیسکر روکھی روٹی بے نمک سحر کیوقت مقدار ایک چھٹانک کے کہاتا تو ایک درم سال بہر کو کافی ہوجاتا پھر مینے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکھتا اور ایک روز افطار کرتا پھر پانچ دن پھر سات دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے پھر مینے چند سال ملکون کا سفر کیا اور تستر مین لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

گیارہوان بیان مرید ہونیکی شرطون اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کی چلنے مین بتدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کرلیتا ہے وہ آخرت کی زاد کا مشتاق ہوتا ہے اوسکے راستہ پر چلتا ہے دنیا کی نعمتون اور لذتون کو خوار اور ناپایدار سمجھتا ہے جیسا

کسیکے پاس پوت ہوا اور اوسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اوسکے دل سے
جاتی رہیگی اور یہ چاہیگا کہ اس جوہر سے اسکو بدل لون اور جسکو کہ رغبت آخرت نہین
اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہو وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالے اور قیامت پر اوسکو ایمان نہین یہ
اور ہماری غرض اوس ایمان سے نہین کہ زبان سے کلمۂ شہادت کہہ لیا اور بے صدق و اخلاص
دلمین وسوسہ سا گذر گیا اسطرحکی ایمانکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اس بات کی تصدیق کریکہ جوہر
پوت سے اچھا ہے مگر جوہر کا نام ہی سنا ہے اوسکی حقیقت نہین جانتا اور اسطرح کا شخص اگر پوت کی
الفت مین پڑجائیگا تو اوسکو نہین چھوڑیگا یا جوہر کا اشتیاق خوب نہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ وصول
الی اللہ بے سلوک کے نہین ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہین اور ارادہ کا مانع ایمانکا نہونا ہے
اور سبب ایمان کے نہونیکا یہ ہے کہ کوئی ہادی اور مذکر نہین اور علما جو راہ حق بتاوین اور
دنیا کی حقارت اور اوسکا فانی ہونا اور آخرت کا اہم ہونا اور اوسکی بقا سمجھاوین مفقود ہین
خلق خدا غافل ہے اور اپنے شہوات مین مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش مین ہین
کوئی عالم دین ایسا نہین کہ اونکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہے تو خود ناواقفیت کی
جہت سے چل نہین سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہے تو وہ خود ہوای نفسانی مین مبتلا ہوکر راہ راست
سے علیحدہ ہین تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہواء نفسانی سے بولنا اس
بات کا باعث ہوا کہ خدا تعالے کی راہ کے چلنے والے نہ رہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہ بر مفقود
اور ہواء نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر
اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے تجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اوسکو معلوم
کرنا چاہیے کہ ارادت یعنی مرید ہونیکے لیے شروع مین چند شرطین ہین کہ اونکا پہلے بجالانا چاہیے
اور ایک گرفت کی چیز ہے جسکو گرفت کرنی چاہیے اور ایک قلعہ ہے جسمین پناہ لینی چاہیے تاکہ
دشمنان راہزن سے بچے اور نیز چند وظائف ہین کہ اثناء سلوک مین اونکی مداومت کرنی چاہیے
پس جو شرطین کہ اونکا اول مقدم کرنا ضرور ہے وہ یہ ہین کہ اپنے اور حق کے بیچ مین جو حجاب
اور روک ہے اوسکو دور کرنا چاہیے کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اسی باعث ہے کہ بہت سے
پردے بیچ مین حائل ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہین مال اور جاہ اور تقلید
اور نافرمانی مال کا حجاب اسطرح دور ہوتا ہے کہ اوسکو بانٹ دے اور بقدر ضرورت کے سوا اپنے

ف اور بنا دی ہمنے اونکے آگے دیوار اور اونکے پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو وہ نہین سوجھتے ۱۲

ملک سے نکال دے کیونکہ جب تک ایک درم بھی پاس رہیگا دل کی توجہ اوسکی طرف رہے گی اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ایسی جگہ میں رہے جہان جاہ حاصل ہو اور سکوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اس سے نفرت ہو جائے اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونیکا یہ طور ہے کہ مذہبون کا تعصب چھوڑ دے اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے معنے کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنے کی حرص کرے یعنے سوا خدا تعالے کے جو چیز اسکی معبود ہو اوسکو نابود کرے اور سب سے بڑا معبود آدمی کا ہوائے نفسانی ہے اوسکو دور کرے اگر ایسا کیے جائیگا تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے باعث حاصل ہوا ہے اوسکی حقیقت کھل جاویگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے مجادلہ سے نہیں ہوتی پس اگر اوسپر تعصب کا غلبہ ہوگا کہ نفس میں سوا اوس اعتقاد تقلیدی کے اور بات کی گنجایش نہوگی تو اسی مین پھنسا رہے گا اور یہی امر باعث حجاب ہوگا کیونکہ مرید میں یہ شرط نہیں کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب رفع کرنیکی تدبیر بجز اسکے نہیں کہ توبہ کرے اور گناہون سے صاف ہو اور عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کرونگا اور پہلے گناہون سے شرم کرکے جو چیز کسیکی چھین لی ہو وہ واپس کرے اور حق والونکو اونکی حق ادا کرے پھر جو کوئی توبہ توڑتا ہے اور گناہ ظاہری بھی نہ چھوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے عربی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہو جاوے حالانکہ دستور یہ ہے کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہین پھر اوسکے بعد معانی کے اسرار معلوم کرتے ہین اسیطرح یہان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کر لیتے ہین پھر اوسکے اسرار و دقائق کیطرف ترقی کرتے ہین غرضکہ جب ان چارون شرطون کو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا تو ایسا ہو جاویگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل بنجاوے اور صرف ایک امام کی اقتدا کی ضرورت رہے اسیطرح مرید کو ایک مرشد اور اوستاد کی ضرورت ہوگی جو سیدھا راہ بتادے اس لیے کہ دین کا رستہ بہت باریک ہے اور شیطان کی راہ ظاہر اور بہت ہین تو اگر مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے راستونکی طرف کھینچ لیگا کہ بدون راہبر راہ خطرناک مین چلنا اپنی جان کو تباہی مین ڈالنا ہے اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسے ہین جیسا خودرو پیڑ ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سوکھ کر رہجاتا ہے اور اگر چند روز ٹھہر گیا اور پتے بھی نکل آئے تو پھل نہین لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چارون شروط مذکورہ کے مرید کیلیے جو شئے قابل گرفت ہے

وہ استاد ہے اور سپر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندھا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر
کرتا ہے کہ اپنا سب امر اوسکے سپرد کر دیتا ہے پیچ اور خم مین اوسکی متابعت کرتا ہی اور کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسیطرح مرید کو مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہ جان لیوے کہ اگر
مرشد غلطی بھی کریگا تو اوسکی غلطی مین مجکو نفع زیادہ ہے بہ نسبت اسکے کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقا
راہ صواب ہی چلون تو جب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہ اور
قلعہ مین بٹھا دیوے کہ راہزنون سے محفوظ رہے اور یہ قلعہ چار چیزین ہین خلوت اور سکوت اور
بیداری اور بھوکہہ کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہے کہ قلب کی اصلاح ہو جاوے تا کہ اوس سے پروردگار کا
مشاہدہ کرے اوسکی قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات ان چارون چیزون سے حاصل ہے
بھوکہہ سے دلکا خون کم ہوتا ہے اور سفید ہو جاتا ہے اور سفیدی مین اوسکا نور ہے اور نیز چربی دل
کی بھوکہہ سے دور ہوتی ہے اور یہ باعث اوسکی نرمی کا ہے جو کلید مکاشفہ ہے جسطرح سختی دل باعث
حجاب ہے اور جب خون دل کم ہو جاتا ہے تو دشمن کی راہ تنگ ہو جاتی ہے اسلیے کہ اوسکی
گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بہرے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا کہ اپنے
شکم بھوکہ رکھو تا کہ اپنے پروردگار کو دیکھو اور حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار
چیزون سے یہ رتبہ پاتے ہین پیٹ کو بھوکہ رکہنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بھوکہہ سے روشنی قلب کا
ہونا ظاہر ہے تجربہ بھی اسکا مدد ہے اور باب کسر شہوتین مین اسکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے
یہ فائدہ ہے کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہے اور جسقدر بھوکہہ سے نور حاصل ہوا تھا اوس
سے بقدر زیادہ ہو جاتا ہے اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوئے کے چمکنے لگتا ہے اور اوسمین جمال
حق ظاہر ہوتا ہے اور درجات بلند آخرت کا اور دنیا کی حقارت اور اوسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اسسے
آدمی کا دل اوسکی طرف سے ہٹ جاتا ہے اور ہمہ تن متوجہ آخرت کیطرف ہوتا ہے اور بیداری بھی نتیجہ بھوکہ ہی کا
ہے پیٹ بھرے سے جاگنا نہین ہوسکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے لیکن اگر بقدر ضرورت ہو
تو سبب مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہے ابدال کی صفات مین لکہا ہے کہ غذا اونکی فاقہ ہے اور نیند
غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ ستر صدیقین کی رائے اس بات پر
متفق ہوئی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑہتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عزلت
آسان ہو جاتی ہے مگر عزلت نشین کو اوس شخص کا دیکھنا ضرور ہوتا ہے جو کہ کہانا پانی وغیرہ
پہونچاوے تو چاہیے کہ اوس سے ضرورت کی سوا کلام نکرے کلام سے دل اور طرف مصروف

ہوجاتا ہی اور دلکو کلام کیطرف بڑی رغبت ہی کیونکہ ذکر و فکر سی تھک کر اوسمین آرام ملتا ہی خلاصہ یہ کہ سکوت سی عقل کو قوت ہوتی ہے اور باعث ورع و تقوی کا ہوتا ہی اور خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ آنکھ اور کان جو قلب کی دروازے ہین کہ رہین اور شغل دور ہوجاوین کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض کے ہی جسمین حواس کی نہرونسے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہی اور ریاضت سی یہ منظور ہی کہ یہ حوض اس خراب پانی سی خالی ہوجاوی اور کیچڑ تہ مین سے نکل جاوی تاکہ اوسکو کہودتی کہودتی اصل پانی تک پہونچاوین اور پہر صاف و شستہ پانی نکل آوی پس یہ غیر ممکن ہی کہ نہرونمین سے پانی کو نہ روکین اور حوض خالی ہوجاوی بلکہ جتنا خالی کروگے اوس سی زیادہ اور چلا آویگا اسیلیے ضرور ہوا کہ حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت نشینی اندہیرے مکانکے نہین ہوسکتی اور اگر اندہیرا مکان نہ ملے تو اپنا سنہ چادر یا لنگی وغیرہ سے ڈہانپ لیوی اسوقت مین آواز غیب سنے لگیگا اور جلال ربوبیت سوجہنی لگے گا دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[1] کو ایسے ہی حال مین آواز پہونچتی تھی کہ یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ[3] اور یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ[2] اس سے معلوم ہوا کہ یہ چارون چیزین بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہین جنسے رہزن دور ہوتے ہین اور موانع برطرف جب یہ بات بھی کر چکے تو اب راہ معرفت کی چلنے مین مشغول ہو اور اوسکا چلنا بدون طے کرنے گہاٹیون کی نہ ہوگا اور اس راہ مین گہاٹیان صفات قلبی ہین جو التفات دنیا کے سبب سی ہوتی ہین اور انمین سے بعض آسان ہین اور بعض مشکل اونکا طے کرنا یہ ترتیب شروع کرے یعنے اول سب سے آسان کو قطع کرے پہر اوس سی مشکل کو پہر اوس سے مشکل کو اور یہ صفات اونہین علائق کے اسرار اور آثار ہین جو شروع ارادت مین قطع کیے ہین یعنے مال و جاہ و حب دنیا و التفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہے کہ جیسا ظاہر مین اونکے اسباب دفع کر دیے باطن سے بھی اونکے نشان دفع کرے اور اسمین مجاہدہ بہت چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بھی مختلف ہوتا ہی بعض لوگ اکثر صفات سے محفوظ ہوتے ہین اونکو تھوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجاہدہ مخالفت ہوا اور شہوات کی خلاف سی کرنا ایسی صفت ہی کہ نفس مرید کے ہر صفت پر غالب ہوتی ہے پس جب شہوات سی محفوظ ہوجاوے یا اونکو ضعیف کر پاوے اور دلمین کوئی علاقہ قابل شغل نرہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اوسکی دلکے پیچھے پڑا رہی اور وظائف ظاہری زیادہ نہ پڑہنے دے بلکہ فرائض اور سنن پر اکتفا کر کے صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ تمام

[1] بخاری و مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲

[2] ای آنحضرت چادر اوڑہنے والے ۱۲

[3] ای لحاف مین لپٹنے والے ۱۲

اور او کا ہے اوسکا ورد کر دے اور وہ یہ ہے کہ جب دل غیر اللہ سے فارغ ہو جاوے خدا تعالے
کا ذکر کرا دے اور جب تک اوسکا دل اور علائق کیطرف ملتفت نہو اسی ذکر مبارک کا شغل
نہ بتاوے چنانچہ حضرت شبلی رحمہ نے اپنے مرید حصری سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس
آتے ہو اگر اوس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دلمین سوا خدا کے کوئی اور چیز گذرے
تو تمکو میرے پاس آنا حرام ہے اور اسطرح کا تجرد بے صدق ارادت اور غلبہ محبت الٰہی کے حاصل
نہین ہوتا جب تک کہ عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سوا ایک فکر کے دوسرا باقی نرہے
جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اوسکو اجازت دے کہ کسی گوشہ مین تنہا بیٹھے اور ایک
آدمی ایسا مقرر کر دے کہ اوسکو تھوڑی سی غذا حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال
ہونی بہت ضرور ہے کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہے کہ غذا حلال کھاوے اور پھر اوسکو
کوئی ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اوسمین مشغول کرے مثلاً اللہ اللہ یا سبحان اللہ
سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز مین آوین ہمیشہ بیٹھا کہتا رہے یہان تک اسکی
مواظبت کرے کہ حرکت زبان کی موقوف ہو جاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بے
حرکت جاری ہو جاوے پھر اس حال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بھی اثر جاتا رہے و دلمین
صورت لفظ کی منقوش ہو جاوے پھر اوسپر مزاولت کرنے سے صورت لفظونکی یعنی
حروف دل پر سے مٹ جاوین صرف معانی لفظ کے دل کے ساتھ اور اوسپر غالب ہین
اسطرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہون اور کل ماسوا سے دل خالی ہو جاوے کیونکہ
دل جب ایک چیز مین مشغول ہوتا ہے تو دوسری شے کوئی بھی ہو اوس سے نکلجاتی ہے
اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات مین مشغول ہو جاویگا تو بیشک ماسوا سے خالی ہو جاویگا
اب اسوقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دلکو بچاوے اور اپنا اور پیرایا
حال کچھ یاد نہ کرے اس لیے کہ اگر ذرا بھی دل اسطرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی ہوگا
اور اتنا ہی نقصان ہو جاوے گا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے پھر جب ان
وساوس کو دفع کر کے ایک خاص کلمہ کیطرف نفس کو پھیریگا تو اوسی کلمہ کے بابمین وساوس
پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہے اور اللہ کے معنی کیا ہین اور وہ کس سبب سے خدا اور معبود ہے
اور ان وساوس سے فکر کا دروازہ کھل جاویگا اور شیطان کیطرف سے ایسے وساوس آنے
لگین گے کہ کفر و بدعت ہون مگر جب ان وساوس کو برا جانتا ہوگا اور قلب سے انکو دور کرنیکی

مستغرق رہیگا تو اوسے کچھ ضرر نہ پہونچیگا پہر ان وساوس کی دو قسمین ہین ایک تو
وہ کہ جنمین یقینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہے مگر شیطان
دلمین ڈالکر اونہین پھنسایا چاہتا ہے تو اوسکا علاج یہ ہے کہ اوسکی پروا نکرے اور ذکر
الٰہی مین مشغول ہو اور خدا تعالے سے اسکے لیے پناہ مانگے وہی اوسکو دور کریگا
جیسا خود فرمایا وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور فرمایا اِنَّ
الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ اور
ایک وہ ہین کہ اونمین تردد اور شک ہو تو اونکی تدبیر یہ ہے کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھ
دل پر گذرے خواہ سستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کیطرف یا صدق ارادہ
سبکو اوس سے کہنا چاہیے سوا اوسکے اور دوسرے اوسکا ذکر نکرے پہر مرشد کو
چاہیے کہ اوسکی حال کو اور اوسکی ذکا اور کیاست کو بنظر تامل دیکھے اگر اوسکو ایسا جانے
کہ بحال خود چھوڑنے اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاویگا
تو اوسکو فکر ہی مین لگاوے اور اوسپر اوسکی اجازت دے یہانتک کہ اوسکے
دلمین نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر جون کی تون معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے
کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نکرسکیگا تو اوسکے سامنے اعتقاد یقینی مشبہ
مذکور کا جسقدر اوسکے دل کو متحمل ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے بعد ایک ایسی دلیل
اعتقاد کی سناوے جو اوسکے فہم مین آجاوے اور چاہیے کہ حسب مقتضائی حال بہت
نرمی سے سمجھاوے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پر خطر ہے بعض مریدون کو ابتداء شغل
ریاضت مین ایسے خیال فاسد جم گئے ہین کہ اونکے کشف پر اونکو قدرت نہوئی تو اپنی
چال چھوڑکر راہ بطالت طے کرنے لگے اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہے اور جو شخص
کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور اون علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہین دفع کرے
وہ بھی ایسے افکار سے خالی نہین ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی مین سوار ہے لیکن اگر بچ گیا
تو دین کا بادشاہ ہے اور اگر ڈوب گیا تو تباہ ہوا اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ یعنے اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید یا ان
اعمال خیر مین مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف مین بہت سے خطرے ہین اسی لحاظ سے
بعضونکے نزدیک مرشد پر واجب ہے کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرلے اگر ذکی اور

ہوشیار ہو اور اعتقاد ظاہری بھی قرار واقعی نہ رکھتا ہو تو اوسکو ذکر و فکر مین مشغول نکرے
بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کرکے وظائف متواتر و مشہور بتلا دے یا فقرا و لونکو خدمت مین
مشغول کر دے تاکہ اونکی برکت مین یہ بھی شریک ہو جاوے جب کوئی شخص جہاد سے عاجز
ہو تو اوسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور اونکے جانورون کی خبر لے تاکہ قیامت کے
اونکے ساتھ اوٹھے اور اونکی برکت مین شریک ہو گو اونکا درجہ نپاوے پھر مرید اگر اوسے بہت سے
راہ زن مثل عجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونے کی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر
ہونے کی فرحت کی پیش آتے ہین کہ اگر انمین سے کسی کیطرف التفات کرے اور نفس کو اوسکے قبول
پر مائل کر دے تو سلوک مین خلل واقع ہو اور اوسی جگہہ رہ جاوے تو ایسی صورت مین
چاہیے کہ اپنے حال پر مدت عمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نکرے بلکہ اپنا حال مثل
اوس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اوسکے سامنے آجاوین تب بھی پیاسا
نہ بجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدہ گی اور خلوت کو جانے بعض سیاحون سے
منقول ہے کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ
کسطرح ہے اور ایک دفعہ یہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے مدام میرا دل خدا کے
ساتھ رہے اونہون نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکہہ اونکی طرف دیکھنا تاریکی ہے مین نے کہا
کہ یہ تو ضروری ہے اونہون نے فرمایا اونکا کلام مت سن کہ سختی دل کا باعث ہے
مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے اونہون نے فرمایا کہ اونسے لین دین مت کر اس سے وحشت
ہوتی ہے مین نے کہا کہ اونمین تو رہتا ہون لین دین کیسے چھوڑ دون اونہون نے فرمایا کہ اونمین
مت رہو اونمین رہنا تو عین تباہی ہے مین نے کہا کہ اونکے درمیان رہنے کا مرض ہو گیا ہے
اونہون نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلون کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلونکی کلام
بھی سنو جہو ٹونسے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالے کے ساتھ رہے
یہ کبھی نہین ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ منتہاے ریاضت یہ ہے کہ آدمی علی الدوام اپنے
دل کو خدا تعالے کے ساتھ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہے
اور غیر سے خالی ہونا بے مجاہدہ نہین ہو سکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھ پاویگا
تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہوگا اور حق جلوہ گر اور ایسے ایسے لطیفے اللہ تعالے
کیطرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہو سکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہونچے

اور انمین سے کچھ منکشف ہونے لگے تو اوس وقت بڑا راہ زن یہ امر ہوتا ہے کہ ان امور کو
بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہے اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہے اِس سے نفس کو
کمال درجہ کی لذت ملتی ہے اور اوس لذت سے اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اون
معانی کو جن الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث
سے مدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہون کہ لوگونکو انکے سننے کیطرف رغبت ہو اور
شیطان دلمین یہ خیال ڈالدیتا ہے کہ یہ امر اسلیے ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین
انکے دل زندہ ہو جاوین ہمکو اس سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ لذت ہم صرف خدا تعالی اور
اوسکے بندونمین ذریعہ ہین کہ اونکو اوسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اوس وقت
کھلتا ہے کہ کوئی اپنے ہمسرون مین ایسا ہو کہ اوسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگون کا
میلان بھی اوسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ گوئی لذت کے سبب سے ہوئی ہوگی تو ایسے
شخص کو دیکھکر رگ حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین یہی منظور ہوگا کہ لوگ راہ راست پہ
آجاوین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایک سے دو
ہوگئے جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعًا اسی کے
ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہو جاوے تو کمال خوشی ہوتی ہے اور
کسیطرح کی حسد نہین اٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور وعظ اونکے اونکو زندہ کرنا چاہتے
ہین تو واعظین کی کثرت سے ایک دوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہے یہ مقام خوشی کا ہے
نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہے اسلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے
بڑے جالونمین سے ہے جس سے اون لوگونکی راہ مارتا ہے جنپر اول اول کچھ راہ معرفت
کھلتی ہے اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پھنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیا وی انسان پر
طبعًا غالب ہے اسی جہت سے اللہ تعالے نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ یہ صفت
ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور کتب سابقہ مین بھی اسکا ذکر ہوا ہے اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یہی حال مرید کو ریاضت سکھانے کا اور بتدریج اوسکی تربیت کا
خدا تعالے کے دیدار کیلیے اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور ازانجا
کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہے اور اوسکے بعد غضب
جو شہوات کی حمایت کرتا ہے اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے تو دنیا کی

محبت ہوتی ہے اور مال اور جاہ مین مبتلا ہوتا ہے مال و جاہ مین پڑکر کبر و عجب و ریاست
مین ایسا پہنستا ہے کہ سرے سے دنیا چہوڑنے کو دل نہین چاہتا اور دین مین بہی ایسی
بات کو لیتا ہے جسمین ریاست اور غرور پایا جاوے اس لیے ضرور ہوا کہ بعد ان دو تین
بابون کے آٹہہ باب اس تفصیل سے لکہین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم
حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دور کرنے مین باب چہارم
دنیا کی مذمت اور اوسکے مکرون کی تفصیل مین باب پنجم مال محبت توڑنے اور بخل کی برائی
مین باب ششم ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم
دہوکہا کہانے کے مواقع مین ان مہلکات اور اونکے معالجات کے تمام ہونے کے بعد جو ہماری
غرض اس جلد مین بیان کرنی ہے انشاء اللہ پوری ہو جاویگی کیونکہ باب اول مین تو
ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونون کا ہے اور دوسرے
باب مین تہذیب اخلاق اور امراض قلبی کے معالجات کا طور بطور کلی اجمالًا ذکر کیا ہے اب
ان بابون مین اونکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خدا تعالی کی
مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنے کا ذکر ہوتا ہے کو اللہ
اَوَّلًا وَاٰخِرًا وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ

باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کے توڑنے کے بیان مین اور اسمین آٹہہ بیان ہین

رباعی دل کہتا تہا حمد کبریا کو لکہیے	زان بعد ثنای مصطفے کو لکہیے
پر حوصلہ اپنا دیکہہ عاجز ہو کہا	احسن ہے یہی کہ مدعا کو لکہیے

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلک اولاد آدم کا شہوت شکم ہی ہے جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام
دار القرار سے اس دار ناپائدار مین نکالے گئے کیونکہ اونکو درخت خاص سے منع کیا گیا تہا مگر اونکی
شہوت غالب ہوئی کہا بیٹہے اور ستر اونکی برائیان اونپر کہل گئین اور درحقیقت شکم منبع شہوات
اور معدن آفات ہی اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بہرنے پر یہ سوجہتا ہے
کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اسکے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہے کہ اونکے
ذریعہ سے یہ مطلب بخوبی نکلتا ہے اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رعونتین اور حسد پیدا ہوتی ہین
اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہے جن سے حقد
کینہ و دشمنی اوٹہتی ہے اور پہر یہ نوبت پہونچتی ہے کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی

اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہے اور یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ معدہ کو خالی رکہنا اور ناکون ناک بہرلیا اگر آدمی اپنے نفس کو بہوک سے ذلیل رکہے اور اوسکی سبب شیطان کے راستے تنگ کردے تو البتہ قدم جادۂ طاعت الٰہی سے نہ اوٹہاوے گا اور سیری و سرکشی اور اترانا پاس نہ پہٹکیگا اور بالکل آخرت کو چہوڑکر دنیا کا نہ ہو رہے گا اور دنیا کے واسطے آپس مین جہگڑے اور خصومات نہ مول لے گا پس ازانجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہے تو ضرور ہوا کہ اوسکی آفات و مہلکات کو بیان کردیا جاوے کہ اوس سے لوگ بچین اور طریق مجاہدہ کا اور اوسکی فضیلت بہی شرح کردیجاوے تاکہ اوسکی طرف رغبت کرین اور جو کچہہ شہوت فرج بہی کچہہ ایسی ہی ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے اس لیے اسکا بیان بہی ضرور ہے لہذا ہم ان سب امور کو آٹہہ بیانونمین ذکر کرین گے

بیان اول بہوکہہ کی فضیلت اور سیری کی مذمت مین

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جَاهِدُوا أَنْفُسَكُمْ بِالْجُوعِ وَالْعَطَشِ فَإِنَّ الْأَجْرَ فِي ذَلِكَ كَأَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ جُوعٍ وَعَطَشٍ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اوس شخص کے پاس نہین آتے جو اپنا پیٹ بہرے اور کسی نے آپسے پوچہا کہ آدمیونمین سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا مَنْ قَلَّ طُعْمُهُ وَضَحِكُهُ وَرَضِيَ بِمَا يَسْتُرُ بِهِ عَوْرَتَهُ اور فرمایا سَيِّدُ الْأَعْمَالِ الْجُوعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوفِ ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ہے کہ اون کا کپڑا پہنو اور آدہے پیٹ کہاؤ پیو یہ ایک نبوت کا جز ہے اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا ہے فکر نصف عبادت ہے اور قلت غذا پوری عبادت اور یہ بہی انہین سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا أَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَطْوَلُكُمْ جُوعًا وَتَفَكُّرًا فِي اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَأَبْغَضُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ نَؤُومٍ أَكُولٍ شَرُوبٍ اور روایت ہے کہ آپ بے ضرورت بہی بہوکے رہتے تہے یعنے یہ امر آپ کو پسند تہا اور حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالے اوس شخص سے کہ جسکا خور و نوش دنیا مین کم ہو فرشتونمین فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکہو کہ مین نے اوسکو دنیا مین اکل و شرب کم دیا ہے اوسنے صبر کیا اور اونکو ترک کردیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چہوڑیگا اوسکی عوض جنت مین درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُمِيتُوا الْقَلْبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَإِنَّ الْقَلْبَ كَالزَّرْعِ يَمُوتُ إِذَا كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ

بِمَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ
لِطَعَامٍ وَثُلُثٌ لِشَرَابٍ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ اور ایک حدیث طویل مین اسامہ بن زید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم
سے فضیلت بھوکھ کی وارد ہوئی ہے اوسمین ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل
سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین ہے وہ لوگ چھپے
متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہو جاوین تو کوئی تلاش نہ کرے
زمین اونکو سب جانتی ہے اور فرشتے اونکو گھیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالے
کی طاعت بھی اچھی طرح وہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ہاتھا
اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگونکو نے بگاڑ اونکو حفظ ہین جب زمین
سے وہ چلے جاتے ہین توزمین اونکے لیے روتی ہے اور جس شہر مین کوئی اونمین سے نہو
اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہے دنیا کے لیے مردار پر کتونکی طرح نہین لڑتے بقدر سدرمق
کھاتے ہین اور پھٹا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ انکو
کچھ مرض ہے حالانکہ اونکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ اونکی عقلین جاتی رہین
اور یہ بات بھی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگونکی عقل دنیا مین دوڑتی ہے وہ اونمین
نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بے عقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین
کہ جہان لوگون کی عقل گم ہوتی ہے یعنی شرف آخرت اونہین لوگونکے لیے ہے ای اسامہ جس شہر مین ایسے
لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اوسکو
خدا عذاب نہین دیتا زمین بھی اونسے خوش ہے اور خدا بھی راضی آدمیونمین اونکو اسلیے
رکھا ہے کہ شاید اونکی باعث اونکی نجات ہو اور اگر تجھسے بھوکھ پیاس کی برداشت ہر طرح
ہوسکے تو کیا کر اسکے باعث تجکو شرف منزلت ملیگا اور نبیون کی صفت مین داخل ہوگا
اور جب تیری روح فرشتونکے پاس جائیگی تو وہ خوش ہونگے اور خدا تجپر رحمت کریگا اور حضرت حسن
ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَسُوا الصُّوْفَ وَشَمِّرُوْا وَكُلُوْا فِيْ اَنْصَافِ
الْبُطُوْنِ تَدْخُلُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ ای گروہ حواریین
اپنے معدونکو بھوکھا رکھو اور بدنون کو ننگا تاکہ تمہارے دل خدائے عزوجل کو دیکھین
اور یہی روایت طاؤس رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی ہے اور روایت ہے
کہ توریت مین لکھا ہے کہ اللہ تعالی کو موٹا عالم پسند نہین اسلیے کہ موٹاپن غفلت اور کثرت

غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق مین اچھا نہین اور اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اوس قاری سے جو پیٹ بھر بھر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے اور ایک حدیث
مین ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح پھرتا ہے تو اوسکے راستونکو بھوک اور پیاس سے
تنگ کرو اور ایک روایت مین ہے کہ پیٹ بھرے پر کھانے سے برص ہو جاتا ہے اور فرمایا
کہ المومن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء یعنے مومن کی نسبت کافر سات گنا
کھاتا ہے یا اوسکی خواہش مومن سے سات گنی ہوتی ہے اور آنت کو بجاے شہوت مجازاً
ارشاد فرمایا اس لیے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہے جیسا کہ آنت اوسکو
اخذ اور قبول کرتی ہے اور اس سے یہ غرض نہین ہے کہ منافق کی آنتین بہ حقیقت زیادہ ہوتی ہین
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ فرماتے تھے ادیموا قرع باب الجنۃ یفتح لکم
انہون نے پوچھا کہ باب جنت کو ہمیشہ کیسے کھٹکھٹاوین آپ نے فرمایا بالجوع والظماء یعنی
بھوک اور پیاس سے اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس اقدس مین ڈکار لی آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی
زیادہ بھوکا ہوگا جسنے دنیا مین زیادہ پیٹ بھرا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا اور بعض اوقات اونکی بھوک
دیکھکر رحم کے مارے رو پڑتین اور آپ کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیر کر کہتین کہ مین آپ کی قربان
جاؤن دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے قوت رہے اور بھوک سے محفوظ رہو تو آپ یہ فرماتے
کہ اے عائشہ میرے بھائیون نے یعنے اولوالعزم رسولون نے مجھ سے بھی زیادہ شداید اٹھائے
اور اوسپر صبر کرکے جب پروردگار کے سامنے گئے تو اونکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب
عنایت ہوا مجھکو یہ حیا آتی ہے کہ ایسا نہو زندگی مین کچھ آرام کرنے سے کل کو اونسے کمتر
رتبہ ملے پس چند روز صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ کل کو آخرت مین حصہ کم ملے اور مجھکو
اپنے بھائیون اور دوستون سے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپکو ایک ہفتہ بھی نہین گذرا تھا کہ آپ نے وفات پائی
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک
روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت مین لائین آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اونہون نے کہا کہ مین نے

ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپ کی پاس لے آئی آپ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منہ مین تین روز پیچھے پہونچی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والونکو تین دن پیہم گیہون کی روٹی پیٹ بہر نہین دی اور آپنے فرمایا ہے اِنَّ اَهْلَ الْجُوْعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ الشَّبْعِ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتْخَمُوْنَ الْمَلَاٰى وَمَا تَرَكَ عَبْدٌ اُكْلَةً يَشْتَهِيْهَا اِلَّا كَانَتْ لَهٗ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ - اور آثار بہی فضیلت بہوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بہرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہے اور شقیق بلخی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکے دکان خلوت اور اوزار بہوک ہے اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حکمت بیکار ہوجاتی ہے سعدی فرماتے ہین

تہی از حکمتے بعلت آن ۔۔۔ کہ پری از طعام تا بینی

اور حضرت فضیل بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کیا بہوک سے ڈرتا ہے اوس سے خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اوسکے باعث خدا کے سامنے ہلکا پہلکا رہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب سب بہوکے رہتے تھے اور کہمس رح فرماتے کہ الٰہی تونے مجکو بہوکا رکہا ننگا رکہا اندہیری راتون مین بی چراغ رکہا کیسے کیسے وسیلے سے مجکو اس درجہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بہوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الٰہی تونے مجکو مرض اور بہوک مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستون سے ایسا کیا کرتا ہی تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے محمد بن واسع سے کہا کہ خوش حال وہ شخص ہے جسکے پاس تہوڑا غلہ اوسکی سد رمق کے لیے ہو اور لوگونکا محتاج نہوا ونہونے فرمایا کہ اے مالک خوش حال وہ ہی جو صبح اور شام کو بہوکا رہے اور پہر خدا سے راضی ہی اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الٰہی تونے مجکو اور میری عیال کو بہوکا رکہا اور اندہیری راتون مین بے چراغ رکہا یہ باتین تو اپنے دوستون سے کیا کرتا ہے مجکو یہ مرتبہ کیسے ملیگا اور یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بہوک تنبیہ کے لیے ہوتی ہے اور تائبین کی امتحان کے لیے اور مجتہدین کی بزرگی کے لیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کے لیے اور توریت مین مذکور ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بہرے تو بہوکے کو یاد کر اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتی ہین

ایک درجہ ملتا ہے ۱۲ طبرانی در کبیر و ابو نعیم در حلیہ بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

کہ رات کے کہانے مین سے ایک لقمہ کم کہانا مجکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچہا معلوم ہوتا ہے
اور یہہ بھی اونہین کا قول ہے کہ بہوکہہ اللہ کے خزانہ سے اوسیکو عنایت ہوتی ہے جسکو وہ دوست
رکہتا ہے اور حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری پچیس جز نہ کہاتے اور ایک درم کی غلہ مین ایکسال
گذار دیتے اور بہوکہہ کا بڑا رتبہ جانتے اور اوسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے
روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی
بہت سے فضول طعام کو چہوڑنے سے ملے گا اور یہہ بھی فرمایا کہ دانا لوگون کو کوئی چیز دونون
جہان کی نافع بہوکہہ سے بڑہکر نہین ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کہانے سے
زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بہوکہہ مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا
کہ کوئی عبادت اس سے بڑہکر نہین کہ ہواے نفسانی کے خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث مین
مذکور ہے کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہے اوسمین آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کہائیگا
وہ اپنی نیکیان کہائے گا اور اس درجہ سے بڑہکر مرتبہ کا حال جو اون سے پوچہا گیا تو فرمایا کہ اوسکو
فضیلت نہوگی جب تک کہ غذا کا نکہانا اوسکے نزدیک کہانے کی نسبت محبوب نہو اور اگر
ایک رات بہوکا رہے تو خدا تعالے سے دعا مانگے کہ دو رات بہوکا رکہے اور جب یہ حال اوسکا ہو جائیگا
کہ غذا نکہانا اوسکو محبوب جانیگا اور ایک رات کی فاقہ سے دو رات کی فاقہ کی دعا مانگے گا تو البتہ فضیلت
اوسکو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہین تو شکم کو بہوکہا رکہتے اور بیداری اور
سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان و زمین مین ہر نیکی کی جڑ بہوکہہ ہے اور ہر بدی
کی اصل پیٹ بہر کہانا اور فرمایا کہ جسنے اپنے نفس کو بہوکہا رکہا اوس سے وساوس دور ہو جاتے ہین
اور فرمایا کہ اللہ عز و جل کا متوجہ ہونا بندہ پر بہوکہہ اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہے مگر جسکو
خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہہ وہ زمانہ ہے کہ اوسمین نجات اوسیکو ملیگی جو بہوکہہ اور صبر
اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بہر کر پیئے تو مجہکو
نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالے کا کرے پس کہانے سے سیر ہونیوالے کا
کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچہا کہ مین اپنی نفس کو کس چیز سے روکون اوسنے
جواب دیا کہ بہوکہہ اور پیاس کی بیڑی ڈال اور گمنامی اور ترک عزت سے اوسکو ذلیل کر اور آخرت
والونکا خاک پانا کر اوسکو بہوکا کر اور پہٹے ہوئے لوگون کے لباس چہوڑنے سے اوسکو توڑ
اور اوسکے عیب دائم پیش نظر ہوکر اوسکی آفتون سے بچ اور اوسکی خواہشون کی خلاف کرتا رہ اور عبد اللہ

ابن زید فرماتے کہ بخدا محبت الٰہی نہین ملتی مگر بہوکہہ سے اور اولیا پانی پر نہین چلتے اور زمین اونکے لیے طی نہین ہوتی مگر بہوکہہ سے اور خدا تعالے اونکی کفالت نہین فرماتا مگر بہوکہہ سے اور ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین مگر اوسکی حسن صوت بکی اور رقت سی ہوتی ہے کہ جوف دار ہوتا ہی اور اوسمین کچہہ بہرا نہین ہوتا اسیطرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی رہتا ہے تو تلاوت بہی شیرین معلوم ہوتی ہی اور نشب بیداری اور قلت خواب پر بہی مداومت کرتا ہے اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین آدمیونکو خدا تعالی دوست کہتا ہی کم خواب کم خوار کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالے سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچہہ نکہایا یکایک ایک روٹی کا خیال دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکہا کہ روٹی سامنے رکہی ہے آپ مناجات کی جاتے رہنے سے بیٹہے رویا کیے اتنے مین ایک مرد پیر اونکے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اے ولی اللہ خدا تجہکو برکت دے مین ایک حالت مین تہا کہ روٹی کا دہیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لیے دعا کر اوسنے کہا کہ الٰہی جب سے مین تجہے پہچانتا ہون اگر روٹی کا دہیان مجہے آیا ہو تو میری مغفرت مت کیجیو بلکہ جو کچہہ کبہی دہیان مین گذرا اوسکو بے فکر کہا لیا اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہمکلامی خدا سے نصیب ہوا تہا تو چلہ بہر کہانا نہین کہایا تہا

دوسرا بیان بہوکہہ کی فائدی اور پیٹ بہرنی کی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بہوکہہ مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اسکی وجہ کیا ہے کیونکہ بہوکہہ سے تو صرف معدہ کا رنج ودنیا اور تکلیف اٹہانا ہی ہے اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت ہے تو چاہیے کہ جو لوگ خود کشی کرین یا اپنی بوٹیاں کاٹین یا بری چیزین کہائین یا ایسی ہی اور حرکات کرین اونکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول ایسا ہی کہ کوئی دوا پینے سے اچہا ہوجاوے تو یون سمجہے کہ اسمین جو برائی اور تلخی تہی اوس سے مجہکو آرام ہوا ہے اور اسی خیال سے اور بری کڑوی چیزین کہانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہی دوا کا نفع تلخی کی جہت سے نہین بلکہ اوسمین ایک خاصیت ہی جسکو اطبا جانتے ہین اسیطرح بہوکہہ مین جو فوائد ہین اونکو علما جانتے ہین جو کوئی اوسکے نافع ہونیکا یقین کرکے اپنے اوپر بہوکہہ اختیار کرے اور جانے کہ شرعاً اچہی چیز ہے تو اوسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب معلوم

آخرت کی مصیبت یاد کرتا ہے پیاس سے پیاس آخرت کو عرصات قیامت مین یاد کرتا ہے اور بہوکہہ سے دوزخیون کی بہوکہہ یاد کرتا ہے کہ جب اونکو بہوک لگیگی تو سینہڑ اور خار دار درخت غذا کے لیے ملینگے اور پیاس کیوقت پیپ اور ریم پیجاوینگی اور بندہ کو ایسا ہی چاہیے کہ عذاب آخرت کو مد نظر رکھے اس لیے کہ اوس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہے اور جو آدمی کبھی ذلت و علت و مصیبت مین گرفتار نہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بہول جاتا ہے بلکہ خود عذاب ہی کو نہین جانتا اور نہ اوسکے دل پر اوسکا خوف غالب ہو تو بالضرور بندہ کے لیے مصیبت مین رہنا یا مصیبت کو دیکہنا چاہیے اور سب سے اولے مصیبت جو آدمی اوٹہا سکتا ہے وہ بہوکہہ ہے کہ اوسمین سوائے یاد کرنے عذاب آخرت کے اور بہت سے فوائد عمدہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ انبیا اور اولیا حسب درج کسی مصیبت خاص مین مبتلا ہوتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام سے لوگون نے کہا کہ آپ بہوکے کیون رہتے ہین آپ کی قبضہ مین تو زمین کے خزانے ہین آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پیٹ بہر کر بہوکہون کو نہ بہول جاون اس سے معلوم ہوا کہ بہوکون محتاجون کی یاد بہی ایک فائدہ بہوکہہ کا ہے اس لیے کہ بہوکہہ سے رحم اور کہانا کہلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بہرے کو بہوکے کی تکلیف کیا معلوم ہے

آنکہ در راحت و تنعم زیست / او چہ داند کہ حال گرسنہ چیست

پانچوان فائدہ جو سب فائدون مین بڑا ہے وہ کیا جانے پیر پرائی جسکی نہ پہٹی ہو بوائی زیادہ ہے توڑنا شہوات معاصی کا اور غالب آنا نفس امارہ پر ہے کیونکہ منشا تمام گناہونکا شہوات اور قوی ہین جنکا مادہ غذائین اور کہانے ہین پس اونکو کم کرنے سے ہر ایک شہوت و قوت کم زور ہو جاتی ہے اور چونکہ سعادت تمامہا اسمین ہی کہ آدمی اپنے نفس کو قابو مین رکہے اور شقاوت یہ ہے کہ نفس کے قابو مین پڑ جاوے تو جیسے سرکش گہوڑا بے آب و دانہ رکہنے سے قابو مین آجاتا ہے اسیطرح نفس بہی بہوکہا رہنے سے دب نکلتا ہے بعض اکابر سے منقول ہے کہ اونسے لوگون نے کہا کہ آپ اب ضعیف ہوئے نفس کی خدمت کیون نہین کرتے کہ اب تو وہ کمزور ہو گیا آپنے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہے ایسا نہو کہ سرکشی کرکے مجھے کسی ورطہ مین ڈالدے اسکی ساتہہ سختی برتنی اس سے بہتر ہے کہ مجھے ارتکاب گناہ کا درپے ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے جب کبھی پیٹ بہر کر کہایا تو یا گناہ کیا یا قصد گناہ مین مبتلا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اول بدعت

جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے تھے وہ لوگ سیر ہو کر ...
پیٹ بھر کر کھاوینگے تو ضرور اونکے نفس دنیا کی طرف کو زور کرینگے اور اس کو ایک فائدہ تھوڑا
کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کان جاننے چاہیے اور اسیواسطے بزرگ فرماتے ہین کہ بھوک خدا تعالیٰ
کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے ایک یہ ادنی بات نہین ہے کہ بھوک کے سبب شہوت شرمگاہ
اور شہوت کلام جاتی رہتی کیونکہ بھوکے کا دل زیادہ بولنے کو نہین چاہتا اور اس جہت سے
زبان کی آفتون سے مثل غیبت اور فحش اور جھوٹ اور چغلی وغیرہ کے سبب سے محفوظ رہتا ہے اور پیٹ بھرے
پر دل لگی سوجھتی ہے اوسوقت لوگون کی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہے غرض کہ زبان ہی کی بدولت
آدمی دوزخ مین جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی خود مخفی نہین مگر بھوک سے اوسکے شر سے بھی
محفوظ رہتا ہے اور شکم سیر ہونے پر او شہوت زور کرتی ہے اپنے آپے مین نہین رہتا اور اگر تقویٰ
کی جہت سے اوسکو روکا تو آنکھ قابو مین نہ رہیگی اور وہ بھی زنا مین داخل ہے اور اگر بالفرض
آنکھ بھی بند کر لے گا تو فکر تو اختیاری نہین دل مین خطرات خبیثہ اور وساوس اسباب شہوت
کے ایسے پیدا ہونگے جن سے مناجات کھٹی پڑ جاوے بلکہ اکثر اسطرح کے اوکا نماز کی حالت مین
پیش آوینگے اسیطرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان اور شرمگاہ کو تو
بطور مثال لکھدیا ہے سب اعضا کسی افعال کا سبب قوت ہوتی ہے جو پیٹ بھرنے سے
حاصل ہوتی ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو مرید ریاضت پر صبر کرے اور برس روز نصف پیٹ
روکھی روٹی کھاوے اور اوسمین کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوے تو اللہ تعالیٰ اوس سے
عورتون کا فکر دور فرماتا ہے چھٹا فائدہ نیند کا دفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بھر کے کھاویگا
وہ پانی بہت پیئے گا اور زیادہ پانی پینے سے نیند بہت آتی ہے بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدون سے
کھانا کھانے کے وقت فرماتے کہ بہت مت کھائیو ورنہ پانی بہت پیوگے اور زیادہ سووگے
اور کثرت سے حسرت کروگے اور ستر صدیق اسبات پر متفق ہین کہ نیند کی کثرت بہت پانی
پینے سے ہوتی ہے اور کثرت نیند سے اور بھی خرابیان ہین تہجد جاتا رہتا ہے طبیعت غبی ہو جاتی ہے
دل سخت ہوتا ہے اور علاوہ اسکے کہ عمر جو ہیرا نفیس ہے اور تجارت کیلیے راس المال آدمی کا یہی ہے
اور نیند بمنزلہ موت ہے تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہے اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد بھی
نہین ہوتی پھر جو آدمی اگر شکم سیری پر سو رہیگا تو احتلام ہوجاویگا یہ بھی تہجد سے مانع ہے
اس لیے کہ حاجت غسل مین ٹھنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہے اور گرم پانی رات کو اوس وقت

بعض اوقات نہین ملتا تو اگر وتر بہی اول شب نہ پڑہے ہونگے وہ بہی قضا ہوجاوینگے اسلیے
ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ احتلام عقوبت ہی کہ بہت سی عبادت سے مانع ہوجاتا ہے ہر وقت
آدمی سے غسل نہین ہوسکتا ہے غرضکہ نیند چشمہ آفات ہی اور سیری اوسکا سبب ہے اور بہوکہہ اوسکی دافع
ساتوان فائدہ آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کہانا کثرت عبادات
سے بایں وجہ مانع ہے کہ اوسکے لیے ایک وقت چاہیے اور کبہی آٹا وغیرہ مول لینے مین اور
پکانے مین بہی وقت گذر جاتا ہے اور کہانے کے بعد ہاتہہ دہونے اور خلال کرنے مین اور
کبہی دفعہ پانی پینے مین بہی زمانہ صرف ہوتا ہے اگر ان اوقات کو ذکر و مناجات مین صرف
کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے جرجانی رحمہ کے پاس ستو دیکہے کہ سوکہے
پہانک رہے تہے مین نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہین کہا کہ مین نے چابنے اور پہانکنے کا
جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے مین زیادہ دیر لگتی ہے اسی لیے
چالیس برس سے مین نے روٹی کہانی چہوڑ دی غور کی جگہہ ہے کہ انہون نے کیسے اپنے وقت
کا تلف ہونا چابنے مین سوچا اور اوسکو ضائع نہ ہونے دیا اسیطرح ہر ایک سانس عمر کا
جوہر نفیس بیمول ہے اوس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا چاہیے اور یہ بات اوسکو
اللہ کے ذکر و طاعت مین مصروف کرنے سے ہوتی ہے علاوہ ازین کثرت غذا سے مدام طاہر
نہین رہ سکتا نہ مسجد مین ٹہر سکتا ہے کیونکہ بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنیکے لیے نکلنا پڑیگا
اور روزہ رکہنا بہی ایسے شخص کو دشوار ہی اسلیے کہ جسکو بہوکہہ کی عادت ہوتی ہے وہی
روزہ رکہہ سکتا ہے پس روزہ رکہنا اور دوام اعتکاف و طہارت اور اوقات حصول غذا
اور اوسکے لوازم کو عبادت مین صرف کرنا بڑی نعمتین اور نفع کی چیزین ہین انکی قدر اون
غافلون کو معلوم نہین جنکی شان مین یہ وارد ہے رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوا بِهَا اور
يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتی ہین کہ سیری مین
چہہ آفتین ہین مناجات کی حلاوت نہ پانی حکمت کے حفظ سے معذور رہنا خلق پر شفقت سے
بے بہرہ رہنا کیونکہ اپنی سیری سے اونکو بہی ایسا ہی سمجہتا ہے عبادت کا گران معلوم
ہونا شہوات کی زیادتی سب ایماندار مسجدون کے گرد پہرین اور پیٹ بہرے گندی جگہہ کے گرد
آٹہوان فائدہ بدن کا تندرست رہنا اور بیماریون کا دفع ہونا اس لیے کہ امراض کا سبب
یہ ہوتا ہے کہ غذا کی زیادتی سے نکمے اختلاط معدہ اور رگون مین جمع ہوجاتے ہین پہر مرض

عبادت نہین ہوسکتی دل کو تشویش ہوتی ہے ذکر و فکر نہین کرسکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہے مقصد
وحجامت و دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سب کے لیے پیسا چاہیے جس سے کہ انسان
رنج بہی اوٹھاوے اور معصیت سے خالی نرہے اور بہوکہ مین یہ سب باتین مفقود ہین روایت ہے کہ ہارون
رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی اور حبشی بلاکر اونسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتلاوے
جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا اسیاہ ہڑ ہے اور عراقی نے کہا کہ میرے نزدیک
ترہ تیزک ہے اور رومی نے گرم پانی تبلایا حبشی کہ سب مین زیادہ جانتا تہا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ
ہوتا ہے اور یہ بہی ایک مرض ہے او ترہ تیزک سے معدہ نرم ہوتا ہے وہ جدا مرض ہے اور گرم
پانی سے معدہ سست ہوتا ہے وہ بہی روگ ہے اونہون نے پوچہا کہ پہر آپ کے نزدیک کونسی
دوا ہے اونسے کہا کہ میرے نزدیک جس دوا سے مرض نہو یہ ہے کہ کہانا ایسے وقت کہاوے کہ خواہش
ہوا اور موقوف ایسی وقت کرے کہ خواہش باقی ہو اسکو سب مان گئے بعض حکما اہل کتاب کے
سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثلث طعام و ثلث شراب و ثلث النفس تو اونسے متعجب ہو کر
کہا کہ کمی غذا کے باب مین اس سے زیادہ محکم کوئی قول مین نے نہین سنا یہ کلام بیشک کسی حکیم
کا معلوم ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنۃ اصل الداء والحمیۃ اصل
الدواء وعودوا کل جسم ما اعتاد ہمارے نزدیک اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ تعجب کرین تو لائق ہے اور ابن سالم
فرماتے ہین کہ اگر کوئی گیہون کی روٹی روکہی ادب کے ساتہہ کہاوے تو مرض موت کے سوا کبہی
بیمار نہ پڑے لوگون نے کہا کہ ادب کیا ہے اونہون نے کہا کہ بہوکہ پر کہانا اور سیری سے پہلے
ہاتہہ کہینچنا اور بعض اطبا فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت مین یہ ہے کہ معدہ مین
سب سے زیادہ فائدہ انار کرتا ہے اور سب سے زیادہ ضرر نمک لیکن تہوڑا نمک کہانا بنسبت بہت
انار کہانے کے مفید ہے اور حدیث مین ہے صوموا تصحوا یعنی بہوکہ بہی صوم مین داخل ہے غرضکہ
غذا کی کمی مین اجسام مرض سے محفوظ رہتے ہین اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہین ہوتا
نواں فائدہ خرچ کا کم ہونا کیونکہ جو کم کہاوے گا اوسکو تہوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر
پیٹ بہرنے کی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور گردن پکڑے کہے گا کہ کہانے کی بہی
فکر ہے تو آدمی در بدر اوسکے لیے پہرتا پہریگا پہر اگر وجہ حرام سے کچہہ پیدا کریگا تو گناہ گار ہوگا اور جو وجہ
حلال سے لاویگا تو بہی رنج و ذلت سے خالی نہین اسلیے کہ اکثر لوگون کی طرف طمع سے دیکہنا پڑیگا
جو کمال درجہ کی ذلت ہے سو مسن وہ ہے جو اپنا خرچ کم رکہے بعض حکما کا قول ہے کہ مین اپنی اکثر

۲ کم سیری حاصل مرض ہے اور پرہیز کرنا اصل دوا اور معتاد کرو ہر جسم کو جس چیز کا عادی ہو ۱۲ اسکی سند نہین ملی ۱۲ منہ

روزہ رکہو تندرست رہوگے ۱۲ طبرانی اوسط بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف ۱۲

تا چنین اصلاح پوری کرتا ہون کہ اونکو ترک کر دیتا ہون اس سے دلکو بڑی آسایش پاتا ہون
اور ایک حکایت رکہتے ہین کہ جب مین کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پورا کرنے کے لیے قرض
لیا چاہتا ہون تو اپنے نفس ہی سے اوس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہون تیسرا نفس
سیر کے لیے خوب مودی ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اپنے یار دوستے ماکولات کا
نرخ پوچھتے اگر وہ گران بتلاتے تو فرماتے کہ ترک کرکے ارزان کرلو اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین
کہ بسیار خوار تین حال مین برا ہے اگر اہل عبادت ہے تو سستی کریگا اور اگر پیشہ والا ہے تو آفات
سے خالی نرہے گا اور اگر کچھہ آمد والا ہے تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نکرے گا حاصل یہ
کہ حرص دنیا موجب تباہی ہے اور دنیا کی حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہے اور شہوت
شہوت غذا سے ہوتی ہے جسکے تہوڑا کرنے سے یہ سب باتین جاتی رہتی ہین اور یہ سب
ابواب دوزخ ہین انکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کہل جاتے ہین جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَدِيمُوا قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ بِالْجُوعِ پس جو شخص ایک چپاتی پر ہر روز قناعت
کرے گا وہ سب شہوت سے قناعت کرے گا اور آزاد اور مستغنی ہوکر رنج سے راحت پاویگا
اور عبادت الٰہی اور تجارت اخروی ہی کا ہو رہے گا اور اون لوگون مین سے ہوگا جنکی
ثنا مین ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کہ دنیا کے معاملات ایسون کو لہو مین نہین ڈالتے کیونکہ
یہ لوگ اوس سے بے پروا ہین اور جنکو اوسکی طرف حاجت ہے اونکو لہو مین ضرور ڈالتے ہین
دسوان فائدہ یہ کہ جو غذا کہانے سے بچے گی اوس سے صدقہ اور خیرات ہو سکتی ہے اور یتیمون
مسکینون کی خبرگیری سے قیامت کی دہوپ مین حدیث کے موجب اپنے صدقہ کے سایہ مین
رہے گا جسقدر آدمی کہا لیتا ہے وہ مٹی اور پاخانہ ہو جاتا ہے اور جو صدقہ دیتا ہے وہ فضل الٰہی
کے لیے ذخیرہ ہوتا ہے تو بندہ کو مال مین یہی پہونچتا ہے کہ خواہ صدقہ سے اوسکو جمع کرے
یا کہا کر فنا کردے یا پہنکر پرانا کردے مگر اپنی غذا کو کم کرکے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو اس سے
بہتر ہے کہ شکم سیر ہوکر بدہضمی مین مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑہی
إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا فرمایا کہ خداوند کریم نے انہین ساتون آسمانون کو جو منور مع نجوم ہین حملہ
عرش ارشاد فرمایا کہ تم بار امانت کو مع مافیہا اوٹہا لو اونہون نے عرض کیا کہ اوسکے اندر کیا ہے ارشاد
ہوا کہ اگر نیک کرے ثواب پاوے اور برا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ ہم سے نہین اوٹہیگا

پہر اسیطرح زمین سے پوچہا اوسنے بہی انکار کیا پہر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑ و نپر یہ معموٌ
پیش ہوا اونہون نے بہی انکار کیا پہر انسان سے جو فرمایا تو اوسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس
پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تہا اور سمجہا کہ اب اس ظلم و جہل کا مشاہدہ ہوتا ہے
کہ ایمان کو مال کے بدلے مین بیچ ڈالتے ہین اور شہرون کے مالک ہوکر گہرونکو وسیع اور قبرونکو
تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو دبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکمونکے دروازے پر جا جاکر
اپنی جانون کو مصیبت لگاکے حاکم حقیقی سے بے خوف ہوئے ہین کوئی یہ کہتا ہے کہ بیچ جا بیٹہا ہون
اور یہ آرزو رکہتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آؤ اور بائین ہاتہہ پر تکیہ لگا کر
پرایا مال چکہتا ہے اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ کی پہونچتی ہے تو نوکرونسے کہتے ہین کہ کوئی
ایسی چیز لاؤ جس سے کہانا ہضم ہوا رے بیوقوف کہانا ہضم کیا چاہتا ہے یا دین کو ہضم کر بیٹہا
فقیر اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبر گیری کا حکم تجہکو خدا نے دیا تہا اس بیان سے اسی
فائدہ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے یعنے جو کچہہ کہانے سے بچے اوسکو محتاج کو دینا چاہیے تاکہ
اجر اخروی کا ذریعہ ہو اور کہانے کی نسبت یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ اوس سے دونا گناہ ہوتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی توند دیکہکر انگشت مبارک سے توند کیطرف اشارہ کرکے
اوسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے اچہا ہوتا یعنے اگر تو اپنی خوراک
کم کرکے اورونکو کہلاتا تو آخرت کی لیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ
ہمنے ایسے لوگ دیکہے ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تہی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کہا لیتے مگر یہ کہا کہ
سمجہا اسب اپنی پیٹ مین نہ ڈالونگا کچہہ للہ بہی دونگا پس یہ دس فائدے بہوکہہ کے ہین جنمین سے
ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہے اسی لیے بہوکہہ کو فوائد اخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے
منقول ہے کہ بہوکہہ کلید آخرت اور زہد کا پہاٹک ہے اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور
یہی مضمون اخبار مین بہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی ان
اخبار کی بخوبی معلوم و مفہوم ہوجاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہو اور صرف بہوکہہ کو مفید جانو
تب بہی رتبہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اول مقدار غذا
دوسرے وقت غذا تیسرے جنس غذا چہارم درجات ورع ہین جنکا بیان باب حلال و حرام مین

لکہا ہے بیان تین امور کی جنکا ذکر لکہا جاتا ہے مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذاء حلال ہی اسلیے
کہ عبادت غذاء حرام کے ساتھہ ایسی ہے جیسی عمارت پانی پر بنایا چاہین اول بات جو مقرر کرنیکی
ہے مقدار غذا کو کم کرنا ہے اور اسمین ریاضت بتدریج کرنی چاہیے تاکہ ایک اندازہ پر پہونچ جاوے کیونکہ
اگر کوئی شخص بہت کہانے کا عادی ہوگا اور دفعۃً کم کردیگا تو مشقت بہی زیادہ ہوگی اور مارے
ضعف کی اوسکا مزاج متحمل ریاضت نہوگا پس تہوڑا تہوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کہاتا ہے
اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کہایا کرون تو چاہیے کہ ایسی طرح کم کرے کہ مہینے بہر مین ایک روٹی پر
آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہوسکتی ہے خواہ اول مقدار دو روٹی کو وزن کرلے اور پہر ہر روز
ایک روٹی کے وزن کا تیسوان حصہ کم کردیا کرے یا لقمون کے شمار سے اوسکو گہٹائے تو نہ اوسکو
ضرر ہوگا اور نہ کچہ اثر کسی طرح کا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجے ہین درجہ اعلی یہ ہے
کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہجاوے جسکے بدون زندگی نہ ہوسکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہے
اور سہیل تستری رحمہ اللہ بہی اسکو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی تین چیزونسے عبادت
لیتا ہے زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتے رہنے کا خوف ہو تو کہاوے
روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر اون دونون کے جانے کا خوف نہو صرف
طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچہ پروا نکرے گو ضعیف ہو جاوے یہان تک کہ بیٹہہ کی نماز پڑہے اور یہ جانے
کہ بہوکہ کے ضعف سے بیٹہکر نماز پڑہنی قوت غذا سے کہڑے ہو کر پڑہنے کی نسبت افضل ہے اور اونکی
جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچہی تو فرمایا کہ میری غذا سال بہر مین تین درم ہوتی تہی
ایک درم کا مین شیرۂ انگور لیتا تہا اور ایک کا چانول کا آٹا اور ایک کا گہی اور سب ملا کر تین سو
ساٹہہ گولیان بنا لیتا تہا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تہا لوگون نے کہا کہ اب کیا
حال ہے اونہون نے فرمایا کہ اب کچہ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہے
کہ وہ اپنی خوراک ساڑہے تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ رات دن مین مقدار
نصف مد یعنی سوا پاؤ کہاوے اور غالب یہی ہے کہ اکثر آدمیون کی نسبت یہ مقدار سوم حصہ شکم
کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہے اور لقیمات سے بڑہکر ہے کیونکہ یہ وزن
جمع سالم کا قلت کے لیے مستعمل ہے جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمر رض کی عادت بہی تہی
آپ سات لقمہ یا نو کہایا کرتے تہے تیسرا درجہ یہ کہ مقدار ایک مد کے یعنی اڑہائی پاؤ کہاوے یہ ثلث
شکم سے بڑہکر ہے اور غالب یہی کہ وہ ثلث شکم کے مساوی ہو اس صورت مین ثلث شکم پانی کا حق

رہیگا مگر ذکر کے لیے کچہہ نہ رہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجاے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہے
چوتہا درجہ یہ ہے کہ مد سے بڑہکر ایک سیر تک کہاوے اور سیر سے زیادہ کہانا اسراف مین داخل ہے
اور حکم ربانی وَلَا تُسْرِفُوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثر یہ ہے ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص اور عمر اور کام
متعلقہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اور ایک پانچوان طور اور بہی ہے مگر اوسمین دہوکے کا مقام
ہے وہ یہہ ہی کہ جب اشتہاے صادق ہو جب کہانا کہاوے اور ابہی اشتہاے صادق باقی ہو کہ
ہاتہہ کہینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نکریگا اوسکو انتہاے اشتہاے صادق کی ظاہر نہوگی
بلکہ اشتہاے کاذب سے اوسکو تمیز نہ کرسکے گا اگرچہ اشتہاے صادق کی علامتین بہی لکہی ہین
اول تو یہ کہ کوئی سی روٹی روکہی ملے اوسکو کہالے جب کسی معین روٹی کو جی چاہے یا سالن
کی تمنا ہو تو اشتہاے صادق نہوگی اور ایک یہ ہے اگر تہوکے تو مکہی تہوک پر نہ بیٹہے یعنے چکنائی
تہوک مین نہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدہ خالی ہے اور اوسکی پہچان مشکل ہے تو مرید کے
حق مین اولی یہی ہے کہ ایسی مقدار کہانے کی مقرر کرلے کہ جو سنی عبادت کر رہا ہے اوسکو
بخوبی کرسکے اوسکے کرنے مین کمزور نہ ہو جاوے جب اس حد پر پہونچے تب ٹہہر جاوے گو اشتہا
باقی رہے خلاصہ یہ کہ اندازہ خاص غذا کا نہین ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے
ہر ایک کے لیے حد جداگانہ ہے ہان صحابہ رض مین سے ایک جماعت کا معمول تہا کہ ہفتہ مین
ایک صاع گیہون تناول فرماتے اور اگر خرما کہاتے تو ڈیڑہ صاع ہفتہ مین کہاتے اور صاع
چار مد کا ہوتا ہے تو اب اس سے ایک روز کی غذا کو حساب کرو تو ایک روز مین کچہہ اوپر نصف مد
گیہون ہوتے ہین اور خرما کے بڑہنے کی یہ وجہ ہی کہ اوسمین سے گٹہلی نکل جاتی ہی پس مقدار
اوسی کے قریب ہی جسکو ہمنے سوم حصہ شکم کے لیے لکہا ہے اور حضرت ابوذر غفاری رحمہ اللہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہر ہفتہ مین تین سیر جو کہاتے اور بعد آپ کے بہی اسیقدر تناول فرماتے
اور کہتے کہ بخدا مین اس مقدار پر زندگی بہر نہ بڑہاؤن گا کیونکہ مینے سنا ہی کہ آپ فرماتے تہے کہ تم مین سے
قیامت کو مجہسے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اوسی حال پر رہے جسپر اب
موجود ہے اور بعض صحابہ رض کا حال دیکہکر برا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تم نے سب ڈہنگ بدل دیا
جو کو چہاننے لگے پتلی چپاتیان پکوانے لگے دو دو سالن اور رنگ برنگ کے کہانے کہانے لگے
کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہ باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہان تہین
اور ارباب صفہ کی غذا یہ تہی کہ دو آدمیون پیچہے تین پاؤ خرما ہر روز کہاتے اور اوسمین گٹہلی بہی ہے

جسکو دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مومن مثل بکری کے
ہے اوسکو ایک مٹھی سڑے خرما کی یا ستو کی اور ایک گہونٹ پانی کافی ہے اور منافق درندہ ایذا
دہندہ کے موافق ہے کہ نگلے چلا جاتا ہے نہ ہمسایہ کے لیے اپنے پیٹ مین کمی کرے نہ اور کسی
بہائی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض دنیا خون
خالص ہی ہوتی تب بھی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اس لیے کہ مومن وہی ہے جو ضرورت
کے وقت بقدر سد رمق کہاوے دوسری بات مقرر کرنے کی وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کہاوے
اسمین تین درجہ ہین اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ کچھہ نہ کہاوے اور بعض عارفین نے
اس باب مین اتنی ریاضت کی ہی کہ تیس روز اور چالیس روز کے طی تک نوبت پہونچا دی ہے
اور علما مین سے بھی بہت سے لوگ ایسے ہی ہین مثلاً محمد بن عمر قرنی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم
تیمی اور سلیمان خواص اور سہیل تستری اور ابراہیم بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابو بکر
صدیق رضہ چہہ روز کا طے فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر رضہ اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری
اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بہوکہہ سے طریق آخرت پر مدد چاہتے تھے
بعض علما کا قول ہے کہ جو کوئی خدا کیواسطے چالیس روز کچھہ نہ کہاوے اوسپر بعض اسرار الہی
کہل جاتی ہین اور ایک شخص اس جماعت مین کا ایک راہب کی پاس گیا اور اوسکو نصیحت
کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمہارے طریق مین صرف دہوکہا ہی دہوکہا ہے اسکو
چہوڑ دینا چاہیے یہانتک اوس سے گفتگو کی کہ راہب کہنے لگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام چالیس
روز تک طی کا روزہ رکہتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ سوائے نبی صادق کے اور کوئی نہین کر سکتا
صوفی نے کہا کہ اگر مین پچاس دن طی کا روزہ رکہون تو تو اپنے دین کو چہوڑ دے گا اور
دین اسلام کو قبول کر کے جان لے گا کہ تمہارا دین باطل ہے اور اسلام حق ہے اوسنے کہا کہ ہان
ایسا ہی کرونگا پہر صوفی نے اوسکے سامنے ہی بیٹھکر پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹھہ
پورے کیے دیتا ہون پس ساٹھہ روز کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجکو یہی خیال
تہا کہ عیسی علیہ السلام سے بڑہکر کوئی نہ کر سکے گا آخر کو مسلمان ہو گیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہے
اسکو ایسا ہی شخص پہونچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کر کے مکاشفہ اور مشاہدہ مین مستغرق ہو کر
بہوکہہ و حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو روز سے تین روز تک کا طی کرے
[illegible] ہے اور تہوڑے سے مجاہدہ اور کوشش سے اس تک پہونچ سکتا ہے

تیسرا درجہ جو اوسنے ہے وہ یہ ہے کہ رات دن مین ایک بار کہاوے اور اگر اس سے زیادہ
ہوگا تو اسراف مین داخل ہی اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بہوکہ کی حالت محسوس نہو عیاشون کا
کام ہے اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اگر صبح کو کہاتے تو شام کو نہ کہاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کہاتے اور اکابر کا بہی
یہی دستور تہا کہ ایکبار غذا کہاتے تہے اور حدیث شریف مین حضرت عائشہ رض کو آپ نے فرمایا
إِيَّاكِ وَالسَّرَفَ فَإِنَّ أَكْلَتَيْنِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ وَأَكْلَةٌ وَاحِدَةٌ فِي كُلِّ يَوْمَيْنِ اقْتَارٌ وَ
أَكْلَةٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ قَوَامٌ بَيْنَ ذَلِكَ وَهُوَ الْمَحْمُودُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ پس جو کوئی ایک دفعہ رات دن مین
کہانا چاہے تو مستحب یون ہی کہ سحر کیوقت صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کہاوے کہ دن کو
بہوکہا رہنے سے روزہ ہوجاوے گا اور رات کو بہوکہا رہنے سے تہجد کے لیے اوٹہنا سہل ہوگا
او معدہ کے خالی رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجتمع الہم رہیگا نفس بہی ساکن
رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نکرے گا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رض
سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہین پڑہتے تہے جیسا تم پڑہتے ہو
بلکہ آپ کا دستور تہجد کا یہ تہا کہ کہڑے کہڑے پانو ورم کر جاتے تہے اور روزہ وصال بہی متعارف طرح
نہ رکہتے تہے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تہے اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر مین ملا دیتے تہے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کہانیکا مائل ہو
اسطرح کہ تہجد مین حضور قلب نہو سکے تو ایسی صورت مین چاہیے کہ جسقدر کہانے کی اسنے عادت
کی ہے اوسکے دو حصہ کرے ایک کو بعد مغرب کہالیوے اور ایک کو سحر کیوقت افطار کیوقت
کہانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کہانیکی طرف نہ بہٹکے گا اور تہجد اچہی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کہانے سے
دن کو بہوکہ کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکہے تو اوسکو
اسمین کچہہ مضایقہ نہین کہ روزہ کے دن سحر کیوقت کہالے اور افطار والے دن ظہر کے وقت
یہ طریق ہے غذا کا وقت مقرر کرنے کا تیسری بات مقرر کرنیکی جنس غذا ہے اور سالن کا چہوڑنا
پس معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہے اگر چہان کر لے تو آسایش مین داخل ہی
اور اوسط غذا اچہنا ہوا آٹا جو کا اور ادنی اوسکا بن چہنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹہائی ہی اور
اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنی نمک و سرکہ ہے اور سالکین کی عادت یہ ہی کہ سالن
کبہی نہین کہاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسان کی طبیعت چاہے اوس سے بہی باز رہتے ہین کیونکہ اس سے

نفس مین سختی اور سختی ہوتی ہے اور لذات دنیا دلمین گھر کر جاتی ہین اونسے مالوف ہوکر موت
اور دیدار الٰہی کو برا جاننے لگتا ہے اور دنیا کو جنت اور موت کو قید خانہ تصور کرتا ہے اور اگر
نفس کو شہوات سے روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہوجاتے ہین نفس تنگ ہوکر چاہتا ہے
کہ کل کا مرتا آج مرجاون یہان کی لذتون سے محروم ہون وہان کی لذات سے جلد بہرہ یاب
ہون اور زندگی کی قید سے چھوٹون یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین اے گروہ صدیقان جنت کا
ولیمہ کہانا ہے اپنے نفسونکو خوب بہوکہا کر رکہو جتنی بہوکہہ زیادہ ہوگی اوتنی ہی اشتہا اوس
کہانے کی بڑہیگی علاوہ ازین جتنے آفات شکم سیری کی ہمنے لکھی ہین وہ دل چاہتی چیزون کے
کہانے اور لذات مین پڑنے سے ہوتی ہین اسی لیے شہوات کے ترک مین اگر مباحات کو بہی چہوڑ
دیا جاوے تو ثواب بہت ہوتا ہے اور اونکے کہانے مین خطرہ رہتا ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے یہ غرض نہین کہ میدا کہانا
حرام ہے بلکہ وہ تو مباح ہے اسطرح پر کہ اگر گاہ گاہ کہا لیا تو کچہہ برا نہین مگر اسی پر مداومت کرے
تب بہی اسکے کہانے سے گنہگار نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑجاویگی اور دنیا کے انس مین
مبتلا ہوکر اوسیکے طلب مین ساعی ہوگا اسمین گناہونکا ارتکاب بہی ہوجاویگا اسی حدیث کے
شرار امت فرمایا کہ میدا ایسے امور مین مبتلا کرتا ہے کہ وہ باعث معاصی ہون اور نیز فرمایا شرار امتی
الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامہم وانما ہمتہم الوان الطعام وانواع اللباس ویتشدقون
فی الکلام اور خدا تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یہ یاد کرلیا کرو کہ قبر مین رہنا ہے
اس سے بہت سی شہوتونسے باز رہوگے اور اکابر سلف لذیذ کہانون سے بہت ڈرتے اور انکو
علامت بدبختی سمجھتے اور اللہ تعالی کے منع فرمانے کو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ
فرماتے ہین کہ دو فرشتے چوتھے آسمان پر آپسمین ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کہانسے آئے
اوسنے کہا کہ مجھکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہہ لیجاؤن جسکی فلانے یہودی نے تمنا کی تہی
دوسرے نے کہا کہ مین بہی اس بات پر مامور تہا کہ فلانے عابد کے لیے تیل ڈال آؤن جو اوسکا
آرزومند تہا پس اس میں اسبات کا اشارہ ہے کہ آسان ہونا لوازم خیر کا علامت اچہی نہین
اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹہنڈے پانی کا شربت پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے
الگ رکھو غرضکہ کوئی عبادت آپ مخالفت شہوات اور ترک لذات سے بڑہکر نہین جیسا کہ ہم
[illegible] ہم بیان کیا ہے اور حضرت نافع رح فرماتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما [illegible]

تا زنی مچھلی کو اونکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چند کے جو ملی تو ڈیڑھ درم
مول لیکر اوسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکھکر آپ کی سامنے لے گئے اتنے مین ایک سائل دروازہ
پر آیا آپ نی خادم سے کہا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دیدے خادم نے عرض کیا کہ حضرت بہت
آپکا دل اتنے دنونسے چاہتا تہا جب تو ملی نہ تہی اب جو ملی تو ڈیڑہ درم کو ہمنے مول لیکر آپ کے واسطے پکائی
تو اگر آپ فرماوین اوسکو اوسکا نقد دام دیدیا جاوے آپنے فرمایا کہ اسیکو روٹی مین لپیٹ کر دیدو
پہر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اوسنے کہا اچہا خادم نی ایک درم
اوسکو دیدیا اور مچھلی کو آپ کی سامنے لا کر رکہا اور کہا کہ اوسکو ایک درم دیکر یہ مول لی آپنے
فرمایا کہ اوسے درم بہی واپس نہ کرو اور یہ بہی معہ روٹی دیدو مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے اَیُّمَا امْرِءٍ اِشْتَھٰی شَھْوَۃً فَرَدَّ شَھْوَتَہٗ وَاٰثَرَ بِھَا عَلٰی نَفْسِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ
اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا سَدَّ کَلْبُ الْجُوْعِ بِرَغِیْفٍ وَکُوْزٍ مِنَ الْمَاءِ الْقُرَاحِ
فَعَلَی الدُّنْیَا وَاَھْلِھَا الدَّمَارُ ہمین اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مقصود بہوک پیاس سے شفقت وضرر کا دور
کرنا ہے لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر رضہ کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان
طرح طرح کے کہانے کہاتے ہین آپ نی اونکے خادم سے فرمایا کہ جب اونکا طعام شبینہ تیار ہو مجہکو
اطلاع کرنا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اونکے یہان تشریف لیگئے جب کہانا آیا تو اول ثرید اور گوشت
لائے آپ نے بہی اونکے ساتہہ کہایا بعد اسکے بہنا ہوا گوشت آیا اونہون نے ہاتہہ بڑہایا مگر حضرت عمر رضہ
نے اپنا ہاتہہ روک لیا اور فرمایا کہ اے یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری کہاتے ہو
بخدا کہ اگر تم سلف کی سنت کو چہوڑ دوگے تو بیشک اونکا طریق بہی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیر رحہ
فرماتے ہین کہ مین نے کبہی حضرت عمر رضہ کے لیے آٹا نہین چہانا اور اگر چہانا ہی ہے تو اونکی مرضی کے
خلاف کیا ہے اور عتبہ رحہ اپنا آٹا گوندہکر دہوپ مین رکہدیتے جب سوکہ جاتا تو کہا لیتے اور کہتے کہ
ایک ٹکڑا اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بہنا گوشت اور عمدہ کہانا تیار ہو جاوے اور
کوزہ اوٹہا کر ایک ٹھلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دہوپ مین رہتی تہی آپکی لونڈی کہتی
کہ اگر اپنا آٹا آپ مجہکو دیدیا کرین تو مین پکا دیا کرون گی اور پانی ٹھنڈا کر دیا کرونگی آپ جواب دیتے
کہ غرض بہوک کے کتے کا روکنا ہے سو یون بہی رکجاتا ہے اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مینے
ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اللیل مین جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ ہے
روتے ہوے دیکہا کہ رستہ سے ایک کنارہ پر بیٹہے ہوئے رو رہے تہے مین بہی راہ چہوڑ کر اونکے پاس جا بیٹہا

اور سبب گریہ کا پوچھا اونہون نے فرمایا خیریت ہے پھر مین نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا تو اونہون نے
فرمایا کہ کسی سے کہو نہین تو کہون مین نے کہا کہ بہتر آپ فرمائین اونہون نے کہا کہ تیس برس سے
میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تھا مگر مین کمال کوشش سے اوسکو روکتا تھا کل رات مین بیٹھا ہوا تھا
کہ اونگھنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتھ مین سبز پیالہ تھا اوسمین بھاپ اور خوشبو حریرہ
کی آتی تھی مین نے اپنی ہمت سے نفس کو روکا پھر اوسنے پیالہ میرے قریب کرکے کہا کہ اے ابراہیم کہا مین نے
کہا کہ مین نے اوسکو للہ چھوڑ دیا ہے مین نہ کھاؤنگا اوسنے کہا کہ اگر خدا ہی کھلاوے تو کھانا چاہیئے
کچھ جواب اور نہ بن آیا رونے لگا پھر اوسنے کہا کہ لو کھاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہے کہ جب تک نہ معلوم
ہو کہ کھانا کہان سے آیا ہے تب تک ہاتھ نہ ڈالین اوسنے جواب دیا کہ کھاؤ یہ تمہارے ہی
واسطے عنایت ہوا ہے مجکو حکم ہوا ہے کہ اے اصفر اس پیالہ کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کھلا کے
کیونکہ اوسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کرکے اوسکو روک رکھا ہے اب اللہ نے اوسپر رحم کیا
اور اے ابراہیم یہ بھی یاد رکھو کہ مین نے فرشتون سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہین
لیتا تو پھر اگر طلب کرتا ہے تو نہین ملتی مین نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو مین تمہارے سامنے ہون اسکا عقدہ
اللہ ہی کھولیگا پھر مین نے جو دیکھا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اوسنے پہلے کچھ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے
ہاتھ سے کھلاوے پس اوسنے میرے منہ مین لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ مین سو گیا جب جاگا
تو اوسکا مزا منہ مین پایا شقیق کہتے ہین کہ جب ابراہیم رح نے یہ بات تمام کی مین نے کہا کہ اپنا ہاتھ
تو لاؤ اونکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑکے بوسہ دیا اور یون کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتون کو
اچھی طرح روکتے ہین تو اونکی آرزو پوری کرتا ہے دلمین یقین تو ہی ڈالتا ہے دلونکو اون سے
مطمئن تو ہی رکھتا ہے اپنے بندہ شقیق پر بھی نظر توجہ ہو پھر حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہاتھ آسمان
کیطرف اٹھا کر کہنے لگا کہ الٰہی اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت
سے جو تو نے انپر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہے
اگرچہ اوسکا سزاوار نہین اسکے بعد وہ اٹھکھڑے ہوئے اور چلکر حرم شریف مین داخل ہوئی اور مالک
بن دینار رح کو کہتے ہین کہ چالیس برس دودھ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز اونکے پاس چھوہارے
ہدیہ آئے اور لوگون نے اوسنے کھانیکو اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ تمہین کھالو مین نے چالیس برس سے
انکو نہین چکھا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ ابو سلیمان دارانی کا دل ایکبار گرم روٹی
نمکین کو ہوا مین سامنے لے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کترکر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت سی

محنت و مشقت کے بعد تونے میری آرزو جلد عنایت کی اب مین پکی توبه کرتا هون مجکو معاف فرما
احمد کهتے هین که پهر کبهی تمام زندگی بهر نه کهایا اور مالک بن ضیغم فرماتے هین که مین بصره کی بازار مین
جاتا تها ایک ترکاری دیکهی میرے نفس نے کها که رات کو مجکو یه کهلا دے مین نے قسم کهائی که چالیس
روز نه کهلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصره مین پچاس برس رہے مگر اون لوگونکے تر و خشک خرما
کبهی نه کهائے بعد اسکے اونهون نے کها که بصره والو مین تم مین پچاس برس رہا اور تمهاری تر و خشک سے
سروکار نه رکها مگر پهر بهی جو چیز مجهسے کم هوئی تم مین نه بڑهی اور نه جو چیز تم مین زیاده تهی مجهسے کم
هوئی اور یه بهی اونهین کا قول هے که مین نے دنیا کو پچاس برس سے چهوڑ دیا هے میرا دل دوده کو
چالیس برس سے چاهتا هے مگر بخدا عمر بهر نه پیون گا اور حماد بن ابی حنیفه کهتے هین که مین داؤد
طائی کے پاس آیا وه دروازه بند کیے هوئے کهه رہے تهے که تونے روٹی چاهی مین نے کهلا دی پهر خرما
کهانا چاهتا هے مین نے قسم کهائی که کبهی نه کهلاؤن گا پهر جب مین نے سامنے هوکر سلام کیا تو معلوم
هوا که صرف اکیلے اپنی نفس سے کهه رہے تهے اور ابو حازم ایک روز بازار مین جاتے تهے ایک میوه نظر پڑا
بیٹے سے کها که یه میوه جو ٹوٹا هوا رکها هوا هے اسمین سے میرے واسطے خرید لا شاید میوه جنت
بن ٹوٹا بے روک بهی ملجاوے جب وه خرید کر لایا اپنے نفس سے کهنے لگے که تونے فریب دیا که دیکهتے
هی آرزو پیدا کی اور پهر اوسکو مول لوایا بخدا که کهلاؤن گا نهین پس اوسکو یتیم محتاجونکو بانٹ دیا
اور موسی اشج سے نقل هے که بیس برس سے میرا دل ورده نمک کو چاهتا هے اور احمد بن خلیفه
کهتے هین که بیس برس تک میرا نفس یهی کهتا رہا که پانی پیٹ بهر کر پلا دے مگر مین نے کبهی سیر نکیا
اور عتبه غلام کهتے هین که سات برس تک میرا دل گوشت کو چاهتا رہا بعد اسکے مجهے شرم آئی که
کب تک ٹالتا اون سات برس سے تو ٹال رہا هون آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بهونا اور اوسکو
لیکر ایک روٹی مین لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکهکر اوس سے پوچها که تو فلانے کا بیٹا هے جو مر گیا اوسنے
کها که هان پس وه روٹی اوسکے حواله کی کهتے هین که روٹی دیکر آپ رونے لگے اور یه آیت پڑهی
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا اور پهر کبهی گوشت نه کهایا اور چند روز اون کا
دل خرما کو چاها کیا ایک روز کسیقدر خرید کر رات کے لیے رکهه چهوڑے که اوسی سے افطار کرون گا
اتنے مین هوا کا طوفان آیا اور اندهیرا هو گیا لوگونکو خوف معلوم هوا عتبه اپنے نفس سے کهنے لگے که یه بلا
اسی سبب سے آئی که مین نے تیری خاطر سے اتنے خرما مول لیے اب خبردار انکو مت چکهنا اور داؤد
طائی رحمه کے دهیلے کی نقل اور پیسے کا سرکه مول لیا اور تمام رات نفس سے کهتے رہے که اخیر او دنیا میت کو

ف ۱ اور کهلاتے هین کهانا اوسکی محبت پر محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے کو اور قیدی کو ۱۲

کیسا بڑا احسان دنیا پر ہوگا پہر ہمیشہ روکھی روٹی کہائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبد الواحد بن زید سے
کہا کہ فلانا شخص اپنی نفس مین ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ مین اوس رتبہ کو اپنے نفس مین نہین پاتا
اونہون نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ تم روٹی کے ساتہہ خرما کہاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کہاتا ہے
عتبہ نے کہا کہ اگر مین بہی خرما چہوڑ دون تو وہ رتبہ حاصل ہوگا اونہون نے کہا کہ بیشک پس
عتبہ رونے لگی لوگون نے کہا کہ کیا خرما پر روتی ہو عبد الواحد نے فرمایا کہ کچہہ نہ کہو انکی نفس نے
جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہین اور جس چیز کو چہوڑ دینگے پہر اوسکی طرف رجوع نہ کرینگے اور جعفر
بن نصر کہتے ہین کہ مجہکو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تہوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب مین مول لے آیا
تو افطار کے وقت ایک منہ مین ڈالا اور تہوک دیا اور کہا کہ اوٹہا لیجا مین نے سبب پوچہا تو فرمایا
کہ گوش دلمین غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چہوڑا تہا کیا پہر کہائیگا اور صالح کہتے ہین
کہ مین نے عطاء سلمی کی خدمت مین عرض کیا کہ مین آپ کے لیے ایک چیز بہیجا چاہتا ہون بشرطیکہ
آپ واپس نہ کرین اونہون نے فرمایا بہتر مین نے اپنے لڑکے کے ہاتہہ ستو گہی اور شہد مین ملا کر بہیجدے
اور کہدیا کہ جب تک وہ کہا نہ لین تب تک مت آنا آپ نے کہا لیے دوسرے روز مین نے بہیجے
آپ نے نہ پیے اور واپس کردیے پس مین آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ
واپس کیا جب اونہون نے مجہکو غصہ مین دیکہا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہین ایکبار تو مین نے تعمیل
کی جب دوسری بار تم نے بہیجا تو ہر چند مین نے کہانا چاہا مگر نہو سکا جب مین ارادہ کہانیکا کرتا تہا
یہ آیت یاد پڑتی تہی یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ آخر تک صالح کہتے ہین کہ مین رو پڑا اور دلمین کہنے
لگا کہ مین اور کہین ہون اور تم اور کہین اور سری سقطی فرماتے ہین کہ میرا نفس تیس برس سے
چاہتا ہے کہ روٹی شیرۂ انگور مین تر کرکے کہاؤن مگر مین نے نہین کہلائی اور ابو بکر جلائی نے فرمایا
کہ ایک شخص مینے ایسا دیکہا ہے کہ اوسکا نفس اوس سے کہتا تہا کہ مین دس روز تک کچہہ نہ کہاؤنگا بشرطیکہ
تو دس روز کے بعد جو کہون وہ کہلا دے اوسنے جواب دیا کہ مین دس روز کا فاقہ نہین چاہتا تو بہی تمنا
چہوڑ دے ایک عابد کا ذکر ہے کہ اونہون نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیان سامنے
رکہدین وہ شخص روٹیونکو لوٹنے لگا کہ اچہی دیکہکر کہاوے عابد نے فرمایا کہ یہہ کیا کرتے ہو تمکو معلوم
نہین کہ جس روٹی کو تم نے چہوڑ دیا اوسمین کتنی حکمتین ہین اور کتنی کاریگرون کے ہاتہہ سے نکلکر تمہارے
پاس آئی اول ابر سے چلو کہ اوسمین پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چرند پرند تیار ہوئے اور
بہت سے لوگون نے کام کیا جب کہین تم تک آئی اب تم اوسکو لوٹتے ہو غنیمت ہے نہین کہا تو حد ہی تہا

بین ہے لا یستدیر الرغیف ویوضع بین یدیک حتی یعمل فیہ ثلاث مائة وستون صانعا اولہم میکائیل علیہ السلام الذی یکیل الماء من خزائن الرحمة ثم الملائکة التی تزجی السحاب والشمس والقمر والافلاک وملائکة الہواء ودواب الارض واخرہم الخباز وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوہا

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین قاسم جوعی کے پاس آیا اور اونسے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہی اونہون نے کہا کہ تمنے اوسکے باب مین کیا سنا ہے مین نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے مینے کہا کہ آپ کیا کہتے ہین اونہون نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اوسکو ضبط کریگا وتنا ہی زہد حاصل کریگا اور جتنا اوسکو نہ روکیگا وتنی ہی دنیا اوسپر قابض ہوگی اور بشر بن الحارث ایکبار بیمار پڑے عبد الرحمن بن مطیب کے پاس جاکر ماکولات مین سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے اونہون نے کہا کہ پوچھتے تو ہو لیکن اگر مین بتاؤن گا تو مانوگے نہین اونہون نے کہا کہ تم بتاؤ تو سہی مین مانونگا کہا کہ سکنجبین پیو اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کہاؤ اونہون نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز ہے کہ اوسکے قائم مقام ہو کہا کہ مجھے معلوم نہین اونہون نے کہا مجھے معلوم ہی وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھہ پہر پوچھا کہ سیب سی کمتر چیز قائم مقام اوسکے ہی اونہون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہا کہ مین جانتا ہون وہ شامی لوبیہ کی پہلی ہے پہر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اوسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہین اونہون نے کہا کہ مجھکو معلوم ہی نخود آب گاوسے گھی مین اوسکا بدل ہی عبد الرحمن نے کہا کہ تم مجھسے طب زیادہ جانتے ہو پہر بے فائدہ پوچھتے ہو ان حکایات سی معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات سے باز رہے اور غذا از شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہین جنکا تم نے ذکر کیا اور بعض اوقات یہ بہی وجہ ہوتی تہی کہ روزی حلال وصاف نجانتے تہے اس وجہ سے بضرورت اپنے نفس کو اجازت غذا دیتے تہے اور دل چاہتی چیزین داخل ضرورات نہین چنانچہ ابو سلیمان فرماتے ہین کہ نمک بہی شہوت وآرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا ہے سب زائد اور شہوت مین داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہی اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بہلا اتنا تو ہو کہ اپنے نفس سے غافل نہو اور شہوات مین مستغرق نہو آدمی کو اسیقدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہی وہ کہاوے اور جو جی مین آوے وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چہوڑدے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو شخص چالیس روز گوشت ترک کردے بدخلق ہوجاتا ہے اور جو برابر چالیس روز کہاوے سخت دل ہوجاتا ہے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ گوشت کی مداومت مثل شراب کے نشہ کی ہوتی ہے

اور آفتاب و ماہتاب و آسمانوں کے لیے پھرتے ہین اور ہواکے اور زمین کے چوپائے ہین اور آخر نان بائی ہی اور اگر تم شمار کرو خدا کی نعمتون کو تو نہ گن سکو

اور جب بہوکہا ہوا ور جماع کو بہی دل چاہے تو یہ نہ کرے کہ کہا کر صحبت کرے اور نفس کی دو آرزوین پوری کرے کیونکہ وہ اوسوقت قوی ہو جاوے گا اور بعض دفعہ غذا اسی لیے کہا تا ہے کہ صحبت کی نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہے کہ شکم سیری پر نہ سوے نہین تو دو غفلتون کا جامع ہوگا اور سستی کا عادی اور سختی دل بہی اس سے پیدا ہوتی ہے اسلیے ایسی صورت مین نماز پڑہے یا بیٹہکر ذکر کرے کہ یہ بات شکر کے قریب ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اَذِیبُوا طعامَکُم بِاللہِ ذکرِ وَالصَّلٰوۃِ وَلَا تَنامُوا عَلَیہِ فَتَقسُو قُلُوبُکُم اور اونی مقدار یہ ہے کہ چار رکعتین پڑہے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچہہ قرآن شریف کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر روزہ کو سیر ہوتے تو بیاپے نماز و ذکر مین مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بہرو اور محنت او سے لو یون کہتے کہ گدہے کو شکم سیر کرکے اوس سے محنت لو اور جب کبہی کسی غذا کے بعد کچہہ تنقلات کو جی چاہے تو روٹی نکہانی چاہیے اوسکی عوض اوسی میوہ کو کہالے تا کہ غذا مین داخل ہو اور نفس جامع عادت اور شہوت کا نہو اور سہیل تستری رحمہ اللہ نے ابن سالم کے ہاتہہ مین روٹی اور چہوہارے دیکہہ فرمایا کہ چہوہارے اول کہاؤ اگر کافی ہو تو فبہا ورنہ پہر روٹی بقدر ضرورت کہا لینا اور جب کہ کہانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کہاوے کیونکہ اوسکے بعد غلیظ کو دل نچاہیگا اور اگر پہلے اچہا نہ کہاوے گا تو دوسرے کہانے کے بعد اوسپر طبیعت مٹکتی رہے گی اور بعض اکابر اپنے ساتہیون سے کہتے کہ جی چاہتی چیزین بہت کہاؤ اور اگر کہاؤ تو اونکی تلاش نہ کرو اور اگر تلاش کرو تو اونسے محبت نہ رکہو اور خاص طرح کی روٹی ڈہونڈہنی داخل شہوت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی فاکہہ روٹی سے بڑہکر نہین آتا تو دیکہنا چاہیے کہ روٹی کو اونہون نے فاکہہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ مباحات کی شہوت و اتباع مین بہی نفس کو وا لنا نچاہیے ایسا نہ ہو کہ اگر یہان شہوتین پوری کرین اور قیامت کو کہا جاوے کہ اَذهَبتُم طَیِّبٰتِکُم فِی حَیَاتِکُمُ الدُّنیَا وَاستَمتَعتُم بِہَا اور جسقدر یہان نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چہوڑیگا اوسیقدر آخرت مین جی چاہتی چیزین پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چاولون کی روٹی اور مچہلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر نفس پر مجاہدہ کرکے اوسکو روکا اور ہر چند اونکا نفس مانگا کیا مگر کبہی نہ دی جب وفات پائی تو کسی نے اونکو خواب مین دیکہکر پوچہا کہ تمہارے ساتہہ خدا تعالے نے کیا معاملہ کیا اونہون نے کہا کہ جو نعمتین اور کرامتین عنایت فرمائین مین اچہی طرح بیان نہین کرسکتا سب سے اول چیز جو مجہکو عنایت ہوئی چاولون کی روٹی اور مچہلی تہی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہے بے حساب

جی بھر کر کہالے چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہی کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ
پہلے عمل بھی کیا تہا کہ شہوات کو چہوڑدیا تہا اسی جہت سی ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ ایک شہوت کا
چہوڑدینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بھی اپنی رضا کی
توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بیان چوتہا اختلاف مین حکم بہوکہ کے اور اوسکی فضیلت کی اور تہ کہ احوال لوگون کا اسمین مختلف ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ غایت مقصود احوال اخلاق مین بلحاظ اسے کہ خیر الامور اوسطہا کے میانہ روی ہے اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بہوکہ کی فضیلت مین جو کچہہ ہم لکہہ آئے ہین اوس سے کوئی یہ نسمجہے کہ اوسکی افراط منظور ہے بلکہ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جن چیزون کی طرف تقاضے کو طبیعت طالب ہوتی ہے اور اوسمین کچہہ فساد ہوتا ہے تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہے کہ ایسی صورت مین منع مبالغہ کے ساتہہ کیا جاتا ہے یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود یہی ہے کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جاے اور جہانتک ممکن ہو اوسکے خلاف عمل کیا جاوے اور عاقل یہ سمجہتے ہین کہ منظور درجہ اعتدال ہے مثلاً نہایت شکم سیری اقتضاے طبع ہے تو شریعت کمال درجہ کی بہوک کی صفت اور ثنا کرتی ہی تاکہ طبیعت اسیقدر اپنے مقتضاے سے بازرہکر درجہ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضاے طبع کو بالکل استیصال کرنا امر محال ہی تو ضرور کوئی انتہا اوسکی ہوگی کہ اوسپر عمل کرنے سے شرعاً ممدوح ہو اسیطرح اگر کوئی سراف خلاف طبع اسراف کرے تو شریعت مین اوسکی مذمت پائی جاوے گی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب مین شریعت مین نہایت مبالغہ کے ساتہہ وصف ہی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ ہمیشہ روزہ رکہتے ہین اور تمام رات جاگتے ہین تو اونکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود صرف درجہ اعتدال ہی پس کہانے کی باب مین افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کہاوے کہ نہ معدہ ثقیل ہو نہ بہوکہ کی تکلیف معلوم ہو سے چندان بخور کز دہانت برآید نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید بلکہ کہانا ایسی طرح کہاوے کہ اوسکا اثر معلوم نہو اس لیے کہ غرض غذا سے بقاے حیات اور قوت عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بہی عبادت نہین ہوسکتی اور بہوکہ کی تکلیف بہی دل کی شغل کو مانع ہے تو یہی نتیجہ نکلا کہ ایسی طرح کہاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہ ہو تاکہ فرشتون کے مشابہ ہوجاے

کہ اونکو بہی غذا کی گرانی اور بہوکہہ کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اور انسان کا درجہ کمال بہی یہی ہے
کہ اونکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بہوکہہ سے تو چہوٹ ہی نہین سکتا تو دونون حالتون سے
دور تر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہین اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجۂ وسط و اعتدال
کیطرف ایسا ہے کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین مین ڈالکر ایک چیونٹی کو اوسکی بیچ مین چہوڑ دو
اب چیونٹی اس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہے گی اور چارون طرف سے نکلنا چاہے گی مگر ہر طرف
وہی گرمی موجود ہے کسی طرف سے نکل نہین سکتی بہاگتی پہرے گی یہانتک کہ اوس حلقہ کی مرکز
مین پہونچکر ٹہر جاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سے دور تر ہیگی اسیطرح شہوات بہی انسان کو
محیط ہین اور یہ چیونٹی کی طرح اونکی کنڈل مین پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہین اور انسا نکو اوس سے
نکلجانا تو غیر ممکن ہی اور تشبہ فرشتون کا کیا چاہتا ہے تو اسی صورت سے ہو سکتا ہی کہ شہوات سے
جتنا دور ممکن ہو وہ تنا ہو جاوے اور چونکہ درجۂ اعتدال سب اطراف سے برابر دوری پر ہے اسیواسطے
سب اخلاق متقابلہ مین وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث مین مقصود
ہے کہ خیر الامور اوسطہا اور اسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہی کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا پس جب
انسان کو بہوکہہ اور سیری دونون محسوس نہونگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت و فکر آسان معلوم ہونگی
اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتدا راہ مین نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوات کا شائق اور افراط
کا مائل تو اعتدال کا حاصل ہونا سہل نہین ہوتا اور نہ اوس سے چندان فائدہ بلکہ اوسوقت بہوکہہ
سے اوسکی ایذا دینے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول گہوڑے وغیرہ کی شایستگی کیلیے
بہوکہا پیاسا رکہتے ہین اور خوب کوڑے پڑتے ہین تب کہین سیدہا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پہر جب حسب خواہش
کام کرنیکے بعد سب شقت اوس سے دور کردی جاتی ہے اور اعتدال پر چہوڑ دیا جاتا ہے اور اسی بہید کی
جہت سے مرشد اپنے مریدون کو ایسے کام بتاتا ہے جو خود نہین کرتا مثلاً بہوکہا رہنے کو کہتا ہے
یا شہوات کے چہوڑنے کو فرماتا ہے حالانکہ خود بہوکہا نہین رہتا نہ شہوات سے بالکلیہ منقطع
ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے
فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اوسکو حاجت نہین اور چونکہ نفس غالب احوال مین شہوت پرست
اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور ہوتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ بہوکہا رکہا جاوے کہ اکثر احوال
مین تکلیف اوٹہاوے اور انکسار پاکر درجۂ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بہی معتدل
کردیجاوے اور ہمیشہ بہوکہا رہنے سے دو ہی شخص باز رہتی ہین ایک صدیق اور ایک احمق دہوکے

مین پڑا ہوا صدیق کو تو اس وجہ سے بھوکہ کی ضرورت نہین کہ اوسکا نفس راہ راست پر مستقیم ہے اسکو
تکلیف دینی نفس کی حاجت نہین اور جو شخص احمق ہے وہ اسیلیے بھوکہا نہین رہتا کہ اپنے آپ کو
صدیق جانتا ہے اور نفس کو تادیب کے قابل نہین سمجھتا اور یہ ایک بڑا دہوکا ہے اور اکثر ایسا ہی
ہوتا ہے اس لیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ کسی
صدیق کو دیکہا کہ وہ اسباب مین پروا نہین کرتا تو آپ بھی ویسا ہی کرنے لگا اور اوسکی مثال
ایسی ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست آدمی کو جو مرض سے شفا پاچکا ہے کوئی چیز کہاتے دیکہے
تو اپنے آپ کو صحیح جانکر وہی چیز کہانے لگے اور ہلاک ہو جاوے اور اس بات کی وجہ کہ مقدار اور جنس
اور وقت غذا مین کچہہ تخصیص نہین بلکہ مقصود اصلی مجاہدۂ نفس نافرمان کا ہی جو حق سے متجاوز ہو کر
رتبۂ کمال کو نہین پہونچا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہی مقدار و وقت غذا مقرر
نہ تہا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اسقدر روزے رکہتے کہ ہم کو گمان ہوتا
کہ اب افطار نہ کرینگے اور کبہی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہ رکہینگے اور جب
گہر مین تشریف لاکر پوچہتے کہ کچہہ ہے اور گہر کے لوگ عرض کرتے کہ ہے تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے
کہ تو آج میرا روزہ ہے اسیطرح جب آپ کے سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ تو روزہ
رکہنے کا تہا اور ایک روز آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مین روزہ سے ہون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہمارے یہان حیس یعنی چہوارے گہی اور پنیر ملے ہوئے آئے ہین
آپ نے فرمایا کہ مین نے تو روزہ رکہنا چاہا تہا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے سہیل تستری سے نقل ہے
کہ اونسے کسی نے پوچہا کہ شروع مین آپ کا کیا حال تہا اونہون نے عجیب عجیب مشقتین بیان
فرمائین یہانتک کہ فرمایا کہ مدت تک مین بیری کے پتون پر گذر کی اور تین برس تک بہوسی کو
کوٹ کر کہائے پہر یہ کہا کہ تین برس مین تین درم کی غذا کہاتا تہا پہر جب پوچہا گیا کہ اب آپ کی
غذا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اب کچہہ حد اور وقت مقرر نہین اس سے یہ غرض نہین کہ اب بہت کہاتا ہون
بلکہ یہ مطلب ہی کہ کوئی مقدار مقرر نہین ہے اور نہ کچہہ وقت مقرر ہے جسقدر کو ضروری سمجہتا ہون
اور جس وقت مناسب جانتا ہون کہا لیتا ہون اور حضرت معروف کرخی رح کے پاس اچہے اچہے کہانے
لوگ بہیجتے آپ کہا لیتے لوگون نے کہا کہ آپ کے بہائی بشر ایسے کہانے نہین کہاتے آپ نے فرمایا
کہ میرے بہائی بشر کو ورع نے روک رکہا ہے اور مجکو معرفت نے کشادہ کر رکہا ہے پہر فرمایا کہ مین
خدا کا مہمان ہون جب مجہے کہلاتا ہے کہاتا ہون جب بہوکہا رکہتا ہے صبر کرتا ہون مجکو اعتراض

سه بیهقی بروایت عائشہ با لفاظ دیگر ۱۲ سه مسلم بلفظ دیگر ۱۲

وتمیز سے کیا کام پڑا ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے اپنے بھائیون مین سے کسی کو چند درم دیے
اور کہا کہ انکا مکھن اور شہد اور روٹی لے آؤ اونہون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپ نے فرمایا
بھلے مانس اگر ہمکو ملتا ہے تو مردون کی طرح کہاتے ہین اور اگر نہین ہوتا تو مردون ہی کی طرح
صبر کرتے ہین اور ایک روز بہت سا کہانا پکوایا اور چند لوگونکی دعوت کی کہ اونمین اوزاعی اور ثوری رح تھے
پس سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ اے ابا اسحاق تمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ یہ کہین اسراف نہو جاوے آپنے فرمایا
کہ کہانے مین اسراف نہین ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت مین ہوتا ہے پس جس شخص کو علم
سمعی باتو سننے اور نقل وتقلید سے ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہے اور مالک
بن دینار رح کا حال یہ سنتا ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ میرے گہر مین بیس برس سے نمک نہین آیا اور
سری سقطی رح کا حال دیکھتا ہے کہ چالیس برس تک اونکا دل شیرہ انگور سے روٹی کے ٹکڑہ کو چاہتا تہا
مگر نہ کہایا تو ان باتون کو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہے اور حیران ہو کر جانتا ہے کہ انمین سے ایک
ایک شخص خطا پر تہا اور جس بصیر آدمی پر اسرار علم کہل گئے ہین وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حق پر تہے
مگر باعتبار احوال و اوقات انکے اعمال مختلف تہے پہر ان احوال مختلف کو سننے سے محتاط آدمی تو یہ
سمجھتا ہے کہ مین درجہ معرفت کو نہین پہونچا مجھکو کسی طرح کی مسامحت اور بے پروائی مثل اکابر
نہین چاہیے میرا نفس کچھ مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہین ہے جنہون نے
لذات کو ترک کر دیا تہا پس اونہین کا اقتدا کرتا ہے اور مغرور آدمی یون سوچتا ہے کہ میرا نفس ابراہیم
بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہین مین بہی اونہین کا اقتدا کرون اور غذا کے
انداز کو بالائے طاق رکہون مین بہی اپنے خدا کے گہر مہمان ہون مجکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہے
پہر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق مین یا تعظیم مین یا مال وجاہ مین ایک طور پر کفایت کرے تو اوسپر
قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقون کے ساتھ شیطان کو اس باب مین بڑا دخل ہوتا ہے
بلکہ غذا اور روزہ رکہنے اور اشتہا کی چیزونکو کہانیکی قید اوٹھانی صرف اوسیکو زیبا ہے جو نور ولایت
اور نبوت سے دیکھتا ہے اور اوسکو اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ استرسال کی ہو گئی ہو
اور یہ بات جبہی نصیب ہوتی ہے جب نفس ہوا نفسانی کی طاعت سے نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ
منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچھ کہاوے تو اوسمین بہی کچھ نیت ہو اور نہ کہاوے تو وہ بہی خالی
از نیت نہ ہو تو البتہ اس صورت مین غذا اور عدم غذا دونون خدا کے واسطے ہونگے اس باب مین
[illegible] راحت [illegible] نظر رکہنی چاہیے کیونکہ آپکو معلوم تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو شہد پسند تہا اور اوسکو تناول فرمایا کرتے تہے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نفس مبارک پر قیاس نفرمایا بلکہ جب شہد کا ٹہنڈا شربت لوگ اونکے سامنے لائے تو اپنے ہاتہہ مین
برتن کو پہراتے تہے اور کہتے تہے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تہوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اسکا مواخذہ
باقی رہے گا یہ کہکر کہا کہ مجہسے اسکا حساب الگ کرو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے
بیان نہ کرے بلکہ صرف بہوکہہ کی صفت پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے
کیونکہ وہ اعتدال سے کسیقدر ضروری قصور کرے گا بلکہ غایت درجہ کی بہوکہہ کو ارشاد کرے تاکہ
اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ بمرگش بگیر تا بہ تب راضی شود مثل مشہور ہے اور یہ بہی اوس سے
نہ کہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہوجاتا ہے نہین تو شیطان اوسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو
عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب تمکو حاصل ہے حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت
مرید کو بتلاتے وہی آپ بہی اوسکی ساتہہ کرتے تاکہ اوسکے دلمین یہ نہ آوے کہ پیر جو خود تو کرتے ہی نہین
مجہسے کہتے ہین اور باین لحاظ ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت
سکہاتا ہے اور اوسکی اصلاح کے درپے ہوتا ہی تو ضرور ہے کہ مکزورن کیطرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی
وغیرہ سکہانے والے کیا کرتے ہین اس امر مین زیادہ تر تلطف پایا جاتا ہے اور جلد آدمی سعادت کو
پہونچتا ہے اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا استحان ہوتا ہے اور ازانجا کہ حد اعتدال ہر ایک شخص کے
حق مین ایک امر پوشیدہ ہے پس حزم و احتیاط کو کسی حال مین ہاتہہ سے نہ دینا چاہیے حضرت عمر رض
نے ایکبار اپنے لڑکے عبد اللہ کو دیکہا کہ وہ گوشت اور گہی روٹی کے ساتہہ کہا رہے ہین آپ نے درہ سے
اونکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودہ سے کہا اور کسی روز گہی سے اور کسی روز تیل سے اور
کسی روز نمک سے اور کسی روز روکہی پہیکی کہا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہے گوشت اور شہوت
کی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور اسراف مین داخل ہے اور بالکل گوشت کو ترک کر دینا تفریط
اور تنگی مین شمار ہے اور کبہی کبہی کہا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے ۞

پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی سے عائد ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر دو آفتین جو جی چاہتی چیزونکے کہانے سے بہی زیادہ ہین عائد ہوتی ہین
اول تو یہ ہے کہ نفس بعض شہوات کو نہین چہوڑ سکتا اونکی خواہش رہتی ہے لیکن یہ نہین چاہتا
کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہوکر اوس چیز کو کہا لیتا ہے مجمع مین نہین کہاتا اسکا نام
شرک خفی ہے بعض علما سے کسی زاہد کا حال پوچہا تو وہ چپ ہورہے لوگون نے کہا کہ کوئی

برائی اونکی آپ کو معلوم ہے اونہون نے کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کہاتا ہی جو مجمع مین نہین کہاتا
غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہے بندہ کو یہ مناسب ہے کہ اگر شہوت کی محبت مین مبتلا ہو جاوی تو اوسکو ظاہر
کر دیوے صدق حال اسیکو کہتے ہین اس سی صرف اتنا معلوم ہو گا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ
جاتا رہا اور اگر کسی نقصان کو چھپا کر اوسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اوسمین دو نقصان ہونگے
جیسے جھوٹ بولے اور اوسکو چھپاوے تو دو جھوٹ ہوتے ہین اور دونا غصہ ہوتا ہے اور جبتک وہ
توبہ صادق نہین کرتا ہے تب تک اوس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقون کا
عذاب زیادہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ المُنَافِقِینَ فِی الدَّرکِ الاَسفَلِ مِنَ النَّارِ کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا
اور منافق نے کفر کر کے چھپایا تو چھپانا دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اوسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خدا تعالے
دل کو دیکھتا ہی اور بندونکی نظر کو زیادہ سمجھکر اپنے ظاہر مین سے کفر کو دور کر دیا اسلیے مستحق دونے
عذاب کا ہوا اور عارفین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بھی مبتلا ہو جاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین
ہوتے اور اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہے کہ خدا کیواسطے شہوات اپنی نفس
سے دور کرے اور ظاہر مین لوگونکی اعتقاد دور کرنے کو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی حاجتی چیز
مول لیکر اپنے گھر مین لٹکا دیتے حالانکہ اوسکو کہاتے نہین تھے مگر یہ باعث تہا کہ غافل لوگ اونکی پاس آکر
خلل انداز ہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلاء شہوات ہے زاہد کا تو کمال یہی ہے کہ زہد مین
کرے یعنی اوسکے خلاف ظاہر کرے اور یہ کام صدیقین کا ہے کیونکہ اسنے دو صدق کو اکٹھا کیا
یعنی دو بار نفس پر بوجھہ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایک بار تو اوس چیز سے رکنے کے باعث اور
دوسری بار لوگون کے طعن کے باعث تو ایسے لوگونکا یہ حال ہے اُولٰئِكَ یُؤتَونَ اَجرَهُم مَّرَّتَینِ بِمَا صَبَرُوا
اور اوسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ظاہر مین کسیکو کچھہ دے اور وہ اوسوقت تو لے لیوے پھر پوشیدہ
چھپا کر مالک کو پھیر دے تو اس شخص کا دل دو بار شکستہ ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سی دوم
چھپا کر واپس کر کے اپنی احتیاج باقی رکھنے سے پس جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تب تک آدمی کو چاہیے
اپ کو ناقص جانے اور اظہار شہوت سی اجتناب نکرے اور شیطان کے اس دھوکے مین نہ آوے کہ اگر تم
یہ بات ظاہر کروگی تو دوسرے لوگ بھی تمہاری پیروی کرینگے دوسرون کی اصلاح اسی مین ہے
کہ اسے دو بار کہو اسلیے کہ اگر فی الحقیقت دوسرونکی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح
مقدم اور اہم ہوتی بقول شخصی کہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت و دیگری را نصیحت
کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود ریا ہے کہ دوسرونکی اصلاح کے بہانہ سے شیطان نے

اسکو اوسمین مبتلا کر رکہا ہے اس لیے اوسکا کہل جانا گران معلوم ہوتا ہے گویہ بہی جانتا ہو
کہ اوگو نکو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نہ کریگا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے
بد اعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہے کہ ترک شہوت پر قادر تو ہو مگر عفیف مشہور ہونیکا شایق ہے
اور اس سے خوش بہی ہوتا ہے تو اسصورت مین شہوت غذا جو ضعیف تہی اوسکا تو تارک ہوا مگر
جو بدی مین اوس سے زیادہ تہے یعنی خواہش جاہ اوسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتے ہین
پس جب آدمی اسطرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اوسکا توڑنا شہوت غذا سے موکد تر سمجہکر
اگر کہا لیوے تو اوسکے حق مین اچہا ہے حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب میرے سامنے جی چاہتی
چیز آوے جسکا تو تارک ہے تو اوسمین سے ذراسی کہالے نفس کی مرضی کے موافق مت کہا اسمین
دو فایدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہرت نہین رہنے کی دوسرے نفس ترستا رہ جاویگا اور حضرت
امام جعفر صادق رحمہ اللہ ارشاد فرماتے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین
اپنے نفس کیطرف دیکہتا ہون اگر اوسکی تمنا ظاہر مین اوسپر پاتا ہون تو اوسکو کہلا دیتا ہون
روکنے سے یہ امر افضل ہے اور اگر خواہش خفی کرتا ہے اور ظاہر مین تارک ہونیکو چاہتا ہے تو اوسکی
سزا یہ ہے کہ اوس چیز کو مین ترک کر دیتا ہون اور کبہی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق
سزا نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتا ہے غرض یہ ہے کہ شہوت غذا کو چہوڑ کر جو شخص ریا مین
مبتلا ہو وہ ایسا ہے کہ بچہو سے ڈر کر سانپ کے پاس جاوے اس لیے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے
ضرر سے بہت زیادہ ہے

چہٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فایدونکے لیے مسلط ہوئی اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل
کر کے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتونمین سب سے
زیادہ قوی ہوتی جسطرح کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفونسے زیادہ ہے اور آدمیونکو سعادت اور جنت کی رغبت
دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہو سکتا تو جب
دنیا مین مثلا کوئی لذت جماع کو عمدہ پاویگا جان لیگا کہ جنت کی لذائذ بہی اسیطرح کی خواہ اس سے
اعلی ہونگے دوسرا فایدہ نسل کا باقی رہنا ہے یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بری ہین
کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کر کے اعتدال پر نہ رکہے تو دین و دنیا دونون کہو بیٹہے اس آیت
شریف مین رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنے لکہے ہین

ف ١ اے رب ہمارے اور نہ اوٹہوا ہمسے جسکی طاقت نہین ہمکو

١٢

کہ شدت شہوت جماع مراد ہے اور وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مراد
آلہ تناسل کے کہڑے ہونے سے ہے اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی
ہے مگر تفسیر اسطرح کی ہے کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہی اور اس مین تو شک نہین کہ جب آدمی
کو جوش شہوت کا ہوتا ہے تو دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین
فرماتے اَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَبَصَرِي وَقَلْبِي وَمَنِيِّي اور یہی فرمایا اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ لَوْلَا هٰذِهِ
لَمَا كَانَ لِلنِّسَاءِ سَلْطَنَةٌ عَلَى الرِّجَالِ ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کسی مجلس مین
بیٹہے ہوئے تہے کہ ابلیس آیا اوسکے سر پر ٹوپی تہی جسمین بہتیون رنگ چمکتے تہے جب حضرت کے
قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکہدی اور خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچہا کہ تو کون ہے عرض کیا
کہ ابلیس ہون آپنے فرمایا کہ خدا تجہے موت دے یہان کیون آیا ہے عرض کیا کہ چونکہ اللہ کے
نزدیک آپکو رتبہ اور منزلت ہے اس جہت سے آپکو سلام کو آیا ہون آپنے فرمایا کہ تیرے سر پر
کیا چیز تہی بولا کہ ٹوپی ہے جس سے آدمیونکے دل اچکتا ہون آپ نے پوچہا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جب
انسان اوسکو کرتا ہے تو تو غالب ہو جاتا ہے عرض کیا جب مجہہ مین دیگرے نیست اوسکے دل مین
سماتا ہے اور گناہون کو بہولکر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اوسوقت میرے قابو مین آجاتا ہے اور
تین باتو نسے مین آپکو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کے ساتہہ علیحدہ مت ہونا کیونکہ جو مرد
اجنبی عورت کے ساتہہ تنہا ہوتا ہے تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندون کو نہین بہیجتا
اور اوس مرد کو فتنہ مین ڈالدیتا ہون دوسری بات یہ ہے کہ اللہ سے جو عہد کرو اوسکو پورا کرنا
اور جو زکوۃ و صدقہ کے لیے مال نکالو اوسکو بانٹ دینا اس لیے کہ جب آدمی کچہہ خیرات کرنے کو
روپیہ علیحدہ کرتا ہے تو وہان بہی مین خود جاکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نہ کرے
اسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تہا کہ افسوس حضرت موسیٰ کو آدمیونکے مبتلا ہونیکے داؤ معلوم
ہوگئے اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوئے شیطان کو یہی توقع
رہی کہ مین اونکو عورتون کی جہت سے ہلاک کرونگا اور میرے نزدیک بہی کوئی چیز اوس سے بڑہکر
خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گہر کے اور کسی کے گہر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے
یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہے کہ شیطان عورت سے کہتا ہے کہ تو
میرا آدہا لشکر ہے اور تو میرا تیر ہے کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بہید کی جگہہ ہے اور
تو میری حاجت مین میری قاصد ہے یعنی نصف لشکر اوسکا شہوت ہے اور نصف غضب مگر

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ۱۲

سب شہوات سے بڑہکر عورتونکی شہوت ہے پہر اس شہوت مین [illegible]

اور اعتدال افراط یہ ہے کہ عقل کو دبالے اور مرد کو ہمہ تن عورتونکی صحبت مین مصروف کردے اور

سلوک طریق آخرت سے محروم رکہے یا دین پر غالب ہوکر امور قبیحہ مین مبتلا کردے اور بعض اوقات

اسکے افراط سے کئی امر شنیع پیدا ہوتے ہین اول ادویہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہے جیسے بعضے لوگ

کہانے کے ہضم کے لیے چورن کی تلاش مین رہتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درندون

اور سانپونکو نہین جانتا ہو اور وہ اگر کبہی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی حیلہ سے اونکو

جگاوے پہر جب وہ ضرر پہونچاوین تو اونکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسیطرح شہوت غذا

اور جماع دونون موذی ہین اسلیے اول ہی محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے اونکو

چوکنا کردیا تو پہر آفت سے بچنا معلوم یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو اونہون نے

ہریسہ کہانیکو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے ثابت ہوئی اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تہین اور آپ پر سب کے اطمینان واجب تہا اس لیے کہ غیر پر اونکا نکاح

حرام تہا گو آپ طلاق بہی دیدین تو اس لیے آپ نے قوت چاہی تہی نہ لذت حاصل کرنیکے لیے

دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہین بلکہ کچہ اسی پر منحصر نہین اسکی اولاد تک

بہی اونکا اثر رہتا ہے تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہونکو عشق سوجہتا ہے اور اسکے

کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہے اور قوت بہیمی مین چوپاؤن سے بہی

بڑہ جاتا ہے اس لیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسی طرح دور کردیتا ہے اور عاشق ایک خاص شخص

کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کرسکتا گو سب خواہشونمین بری ہے اور شرم و حیا کا

مقام ہے مگر اوسکا اعتقاد یہی ہے کہ اوسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اوسکے لیے ذلت پڑدلت

اور غلامی اوٹہاتا ہے اور شہوت کی خدمت مین اپنی عقل کو فرمان پذیر کرتا ہے یہ نہین

جانتا کہ پیدائش عقل کی اسلیے ہے کہ یہ اورون سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہوکر

اوسکی اجرا کی حیلے تلاش کرے اور اگر عشق پر غور سے دیکہو تو ایسے آدمی کا کام ہے جسکے پیر

کوئی فکر نہو اور اوسکا منشا وہی افراط شہوت ہے اوائل مین اس سے بچنے کا ڈہنگ یہی ہے

کہ دوبارہ نہ دیکہے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہونے پر اوسکا دفع کرنا مشکل ہوجاتا ہے

عقیلی در ضعفا [illegible] حذیفہ اور یہ موضوع ہے ۱۲

	چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل		سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل	

اسیطرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہے کہ بعض وقت لوگون پر ایسے حاوی ہوتے ہین کہ اونکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسیوقت اونکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روک چاہے تو ایسا ہے جیسا سوار دروازہ سے باہر ہو اور منظور یہ ہو کہ گھوڑا دروازے مین نجاوے تو ادنے اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہے اور بعد مستحکام کے علاج کرنا ایسا ہے کہ پہلے سے گھوڑے کو چھوڑ دیا جب وہ دروازہ مین گھس گیا تو اوسکی دم پکڑ کر پیچھے کو گھسیٹنا چاہا تو دونون باتون مین فرق زمین و آسمان کا ہے اسیلیے احتیاط ابتدا امر مین ضروری ہے انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہے کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامرد بنجانے کا ہے وہ بہی مذموم اور برا ہے اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہے وہ یہ ہے کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی رہے اور نہین کے موجب کام کرے اور جب اوسمین زیادتی ہو تو اوسکا توڑنا بہوکہہ اور نکاح سے ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معشر الشباب علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصیام فانہ لہ وجاء

ساتوان بیان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین

ابتداء امر مین مرید کو شغل نکاح مین پڑنا نہین چاہیے کہ اس سے سلوک آخرت سے باز رہے گا اور بیوی کی محبت مین پہنس جاویگا اور جو غیر اللہ کے ساتھہ انس اختیار کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس نہین ہوتا اور اس بات سے دہوکا نہ پڑے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تہے اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزین اللہ تعالی کی طرف سے پہیر نہین سکتی تہین تو اون پر قیاس کرنا بیجا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپ کا استغراق محبت الٰہی مین اس درجہ پر تہا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دلمین یہ جوش پاتے کہ یون خوف ہوتا تہا کہ دل پہٹ جائیگا اور اوسی جوش و خروش مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتہہ مارتے اور فرماتے کہ کچھہ باتین کرو تا کہ اونکے ہاتہونکے باعث قلب پر جو زیادتی حرارت ہے اوسکا اثر کم ہوجاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اوسکی تحمل کی نہ تہی واقع مین یہ بوجہ ایسا ہی ہے

	قرعۂ فال بنام من بیچارہ زدند		آسمان بار امانت نتوانست کشید	

غرضکہ حضرت کی طبیعت دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھہ انس طبعی تہا اور خلقت کے ساتھہ عارضی تا کہ بدن کو کچھہ راحت ملجاوے پہر جب لوگون بیٹھتے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہوکر فرماتے ارحنا یا بلال تا کہ جب چیزین آپ کی آنکھہ کو ٹہنڈک ملتی تہی اوسمین مصروف ہوجاوین پس دوسرا شخص

اے جوانو ... نکاح کو اور جسکو قدرت نہو اوسکو چاہیے کہ روزہ رکہے کہ روزہ رکہنا اوسکے حق مین خصی ہونا ہے ۱۲ باب النکاح ترمذی ۱۲

... آرام ... الصلوٰۃ ... ترمذی ۱۲

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہین کر سکتا اور اگر کریگا تو وہ ہوگا کہ ہلاک ہو جاویگا ہے کہ آپ کے کمال کو
کوئی نہین سمجھ سکتا غرضکہ ابتدا مین مرید کو تجرد ہی شایان ہی ابو سلیمان دارانی فرماتی ہین کہ جو شخص نکاح کرتا ہی
وہ دنیا کی طرف مائل ہوتا ہی مینے کسی مرید کو نہین دیکھا کہ بعد نکاح کی پہلا سا حال رہا ہو اور وہی فرماتی ہین کہ جو چیز
اللہ تعالے سے باز رکہے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اوسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار اونسے کسی نے پوچھا کہ آپ کو
کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوتے فرمایا کہ خدا نکرے کہ مین اوس سے انس کرون یعنی اوس سے انس کرنا
اللہ کے ساتھ انس کرنے سے روکتا ہی بہرحال مرید کو تجرد جبھی تک زیبا ہی جب تک شہوت کا زور نہو اور اگر
اوسکا غلبہ دیکھی تو اول بہوکہ اور ہمیشہ کے روزے سے اوسکو توڑے اگر اس سے بہی دفع نہو باین طور کہ گو اپنی شرمگاہ
کو روک سکتا ہے مگر آنکہہ کے روکنے پر قادر نہین تو ایسی صورت مین تسکین شہوت کے لیے
نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکہہ کو روک نسکیگا تو فکر اچھی طرح نہ کر سکیگا اور مطلب مین پریشانی
واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت مین پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہوگا علاوہ ازین آنکہہ کا
زنا صغیرہ گناہون مین بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بہی ہو جایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکہہ پر
قادر نہین وہ اپنے دین کی بہی حفاظت نہین کر سکتا حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ نگاہ
سے بچتے رہو کیونکہ اوس سے دلمین شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسیقدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید
بن جبیر فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو فتنہ مین مبتلا ہوے صرف نظر کے باعث سے ہوے
اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچھے جائیو مگر عورت
کے پیچھے نہ جائیو حضرت یحیی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپنے فرمایا
کہ دیکہنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہی کہ نظر میری قدیم کی
تیر و کمان ہے کہ کبھی خطا نہین کرتی اور حدیث شریف مین ہے النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس فمن
ترکہا خوفا من اللہ تعالی اعطاہ اللہ تعالی ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ اور فرمایا ماترکت بعدی فتنۃ
اضر علی الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنۃ الدنیا وفتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کان من قبل النساء
اور اللہ تعالے فرماتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم الآیہ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لکل ابن آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزناہما النظر والیدان تزنیان وزناہما البطش والرجلان
تزنیان وزناہما المشی والفم یزنی وزناہ القبلۃ والقلب یہوی ویتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ
اور حضرت ام سلمہ فرماتی تہین کہ ایکبار ابن ام مکتوم اندہے رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آنا چاہا اوسوقت مین اور میمونہ بیٹہی ہوئی تہین آپ نے فرمایا کہ پردہ کرلو ہمنی

عرض کیا کہ وہ تو اندہا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو اوسکو دیکھتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورتون کو اندہون کے
پاس بیٹھنا اور بے ضرورت اونکو دیکھنا جائز نہین جیسا آج کل مروج ہو رہا ہی ہان حاجت
کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتون سے
تو آنکھ بچا سکتا ہے مگر لڑکون کو دیکھنے سے نہین رہ سکتا تب بھی نکاح اولے ہے اس لیے کہ لڑکون کی
حسن پرستی مین زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کیطرف دل راغب ہوگا تو اوس سے نکاح کرکے
تمنا کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے مین یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ شہوت سے دیکھنا حرام ہی بلکہ امرد
کی صورت بھی اگر اچھی ہو اور ڈاڑھی والے کی نسبت دلمین زیادہ کھپتی ہو تو اوسکی طرف بھی دیکھنا
ناجائز ہے لیکن اگر یون کہو کہ خوبصورت اور بدصورت مین تو ہر کوئی فرق کیا ہی کرتا ہے اور لڑکون کے
چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہین تو اونسے بچاؤ کسطرح ہو سکتا ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ ہماری غرض صرف
تمیز ہی سے نہین تمیز اچھے اور برے کی سب ہی اشیا مین ہوتی ہے مثلاً ایک درخت ہرا ہو اور دوسرا سوکھا
یا ایک پانی صاف ہو اور دوسرا میلا یا ایک درخت مین پھول اور کلیان ہون اور دوسرے مین پتے
بھی نہون تو بالضرور انہین سے ایک کیطرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت مین شہوت نہو گی
کہ اوس سے بوس و کنار کیجیے پس اگر اسیطرح کا حال خوبصورت شکل کا ہے کہ جیسے اور چیزین خوب صورت
اچھی معلوم ہوتی ہین اور اونمین لگاو شہوت کا نہین ہوتا تو دیکھنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر
نفس مین یہ بات بھی ہو کہ کسیطرح سے اسکا قرب اور چھیڑ چھاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہے اور
حرام ہے اور اس باب مین آدمی بہت سستی برتتے ہین اور آئندہ کو ہلاکیون مین پڑتے ہین بعض تابعین
کا قول ہے کہ مجکو جوان سالک پر امرد کی ہم نشینی کا اتنا خوف ہی کہ اتنا درندہ کا خوف نہین اور حضرت
سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کی پاون کی انگلیون مین بھی
گدگدی کرے گا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہے کہ اس امت مین تین طرحکے لوطی ہون گے
بعضے تو صرف دیکھین گے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم
ہوا کہ نظر کی باعث بڑی بڑی آفتین پیدا ہوتی ہین تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے
پر قادر نہو تو اوسکی حق مین بہتر یہی ہے کہ نکاح کرلے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین جنکا جوش شہوت
بھوک سے کم نہین ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہین کہ ابتداء سلوک مین مجھپر شہوت غالب
ہوئی تو مین خدا کی درگاہ مین خوب رویا خواب مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہین کہ تیرا کیا
حال ہے مین نے ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ آگے آؤ مین بڑھ گیا اونہون نے اپنا ہاتھ

میرے سینہ پر رکھا اوسکی ٹھنڈک مین نے اپنے دل اور بدن مین پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش
اپنے آپ مین نہ پایا برس روز تک ویسا ہی رہا پھر غلبہ ہوا پھر مینے فریاد مچائی ایک شخص خواب مین
نظر آیا اوسنے کہا کہ اگر تجھے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کرون مین نے کہا کہ بہتر اوسنے
کہا تو گردن جھکا مینے گردن جھکا دی اوسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پر ماری مین جاگ پڑا
اور برس روز تک پھر اچھا رہا بعدہ پھر وہی روز ہوا بلکہ اوس سے بھی سخت تو اس حال مین مینے
ایک شخص کو خواب مین دیکھا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہے اور مجھسے کہتا ہے کہ جس چیز
کا خدا کو دور کرنا منظور نہین اوسکے دفع ہونے کے واسطے کب تک التجا کیا کرے گا پھر مینے
جاگکر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت
کسی حال مین نہ چھوڑے یعنی ابتدا مین تو نیت اچھی ہو اور انجام مین حسن خلق و سیرت سے پیش
آوے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح مین ہم بیان کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی
ضرورت نہین اور صدق نیت کی علامت یہ ہے کہ کسی مفلس دیندار عورت سے نکاح کرے
مالدار کی تلاش نہ کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ مالدار عورت سے نکاح کرنے مین پانچ خرابیان
ہین اول مہر کا زیادہ ہونا دوسرے رخصت مین لیت ولعل ہونا سوم خدمت کا نکرنا چہارم زیادہ
خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چھوڑنے کو ہو تو مال کے حرص سے چھوڑ نجانا اور مفلس مین انمین سے
کوئی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ
وہ مرد کو حقیر سمجھیگی عمر مین قد مین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین بڑھکر ہونی چاہیے
خوب صورتی مین ادب مین پرہیز مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح
مین خلق ہی ہے بعض مریدون نے نکاح کیا اور ہمیشہ اوسکی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ وہ
شرمائے اور اپنے باپ سے کہنے لگے کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنے برس سے اسکے گھر مین ہون
جب پاخانہ کو جاتی ہون لوٹا مجھسے پہلے وہان رکھدیتا ہے اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت
عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئے اوسکے چیچک نکل آئی اوسکے گھر والون کو نہایت
رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نکریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھین دکھتی ہین
اور بعد اسکے اندھا بن گیا جب وہ عورت گھر مین آئی بیس برس تک رہکر مر گئی پھر آپ نے آنکھین
کھولدین لوگون نے سبب پوچھا کہا کہ مین جان بوجھکے اندھا ہوا تھا تا کہ سسرال والے رنج نکرین
لوگونکو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے

ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اوسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین
دیتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی اور شخص اسکے باعث ایذا پاوے لیس اگر مرید
نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک آخرت
مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ اونکے یہان اسی ہزار
درہم کا اناج ہر روز آتا تھا بصرہ کے لوگون اور علما کو لکھا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون
سب نے باتفاق لکھا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے آپ نے اونکو اسطرح خط لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے مجھکو آج اتنا غلہ دیا ہے کہ
اسی ہزار درہم کا ہر روز آتا ہے اور کچھ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکھ کا ہر روز عنایت فرماویگا
اگر تم مجھکو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے فقط اونھون نے جواب لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہوا اور اوسکی
رغبت کرنا موجب رنج و اندوہ ہے آپ کو چاہیے کہ بغور پہونچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری
کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کے وصی ہون تاکہ اور لوگونکو میراث بانٹنے یا
وصی کرنیکی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر
خداوند کریم مجھکو اتنا عنایت کرے جتنا تمکو دیا ہے یا اوس سے بھی دو چند سہ چند بہت بھی ایک لحظہ
بے یاد الٰہی مجھے اچھا معلوم ہوگا فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الٰہی سے ہو اوسمین
نقصان ہے تو مرید بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچھا معلوم ہو تو فبہا اور اگر
نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بھوکہ دوم نظر کا بند رکھنا سوم
دل کو ایسے شغل مین مصروف کرنا جو اوسپر حاوی ہو جاوے اگر ان تینون تدبیرون سے
کچھ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہے اس سے اوس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہے اور اسی جہت سے سلف کے
لوگ نکاح کیطرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیونکا نکاح کر دیتے تھے سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے
ناامید نہین ہوا عورتونکی سبب ضرور یہی جال مارتا ہے اور جب اونکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکھ
بھی جاتی رہی اور دوسری بھی اندہوند آتا تھا اوسوقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتون سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہین
اور عبداللہ بن ابی وداعہ کہتے ہین کہ مین اونکے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا چند روز نگیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا
کہ کہان تھے کہا کہ میری بیوی مرگئی تھی اس لیے حاضری سے معذور رہا آپ نے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع کیون
نہ دی [illegible] فرمایا کہ اب کوئی اور [illegible] ہے کہ اٹھے جاتے ہوئے مین نے

عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسہ کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ مین دیتا ہون مینے
عرض کیا کہ آپ دینگے فرمایا کہ ہان اور خطبہ پڑھکر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھسے کر دیا مین
وہان سے اوٹھا اور خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ کس سے اودھار لون کیا کرون اتنے مین
مغرب کا وقت ہوا مین نماز پڑھکر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا
اتنے مین دروازہ سے دستک کی آواز آئی مین نے پوچھا کون ہے کہا سعید مین نے بہت غور کیا
کہ کونسے سعید ہین خیال مین نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دھیان بھی نہ تھا کیونکہ اونہون نے
چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا جب مین دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ سعید
بن المسیب ہین مجھکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی مینے عرض کیا کہ آپنے
مجھے کیون نہ بلوا لیا فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا مینے پوچھا کہ کیا حکم ہے فرمایا کہ تو نے
نکاح کیا تھا مجھے تمہارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اسلیے تمہاری بیوی کو پہونچانے آیا ہون مینے
جو دیکھا تو واقع مین وہ نیکبخت اونکے پیچھے کھڑی ہوئی ہے اونہون نے اوسکا ہاتھ پکڑکے دروازہ مین
کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی مینے دروازہ کو خوب بند کر دیا
پھر جس پیالے مین روٹی اور تیل رکھا تھا اوسکو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر
اوسپر نہ پڑے پھر چھت پر چڑھکر اپنے ہمسایونکو پکارا سب جمع ہو گئے پوچھا کیا حال ہے مینے کہا
کہ سعید بن المسیب نے آج اونکو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی اب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی وہ اوسے
یہان پہونچا گئے لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے مینے کہا ہان
اونہون نے پوچھا کہ لڑکی گھر مین ہے مینے کہا ہان تو سب لوگ اوسکے پاس گئے اور میری والدہ کو
جو خبر پہونچی انہون نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اوسکو چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھون گی
تین دن مین ہم اسکو ٹھیک کر لین گے تب مضائقہ نہین تین دن مین علیحدہ رہا پھر جو مینے
اوسکو دیکھا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ مین انکے
پاس گیا بعد مہینے کے مین گیا تو آپ حلقہ مین تھے مینے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیکر کچھ نہ پوچھا
جب لوگ اٹھ گئے اوسوقت پوچھا کہ اوس آدمی کا کیا حال ہے مینے کہا کہ بہت اچھا حال ہے
کہ دوست خوش ہون اور دشمن جلین کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹھی سے
خبر لینا مین گھر کو چلا آیا اونہون نے بیس ہزار درہم میرے پاس بھیج دیے اور یہ لڑکی وہی تھی جسکو

عبد الملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھہ اپنے عہد خلافت مین نسبت چاہتے تہے مگر سعید
بن المسیب نے انکار کردیا تہا اور عبد الملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اونکے سو کوڑے مارے تہے اور
جاڑے کے موسم مین ایک گھڑا ٹھنڈا اون پر ڈالا تہا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تہا سبحان الله اون کا
اوسی رات رخصت کردینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہے جزاه الله خیر الجزاء

آٹھوان بیان فضیلت اوس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہے اور ہیجان کے وقت سب سے
زیادہ عقل کے نافرمان علاوہ اس کے اوسکا نتیجہ ایسا برا ہے کہ جس سے شرم آتی ہے اور اوس کی
مباشرت سے خوف معلوم ہوتا ہے اور لوگ جو اسکی مباشرت نہین کرتے تو یا عاجزی کی سبب
یا لوگون کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانے کی جہت سے نہین کرتے اور اِن
سے کسی مین ثواب نہین اسلیے کہ اسمین ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہے ہان
اِن موانع مین بہی ایک فائدہ ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے کسی سبب سے بچے مگر درجہ اور
ثواب اسمین ہے کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا نکرے خاصکر
جب کہ شہوت صادق موجود ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اسی لیے آنحضرت صلی الله علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مَن عشق فعفّ فکتم فمات فهو شهيد اور فرمایا کہ سات آدمیون کو قیامت کے
روز اللہ تعالے عرش کے سایہ مین جگہہ دیگا اور اوسدن سوا اوسکے کہین سایہ نہوگا اونمین سے
ایک وہ شخص بہی ہوگا جسکو کوئی عورت خوبصورت حسب و نسب والی اپنی طرف بلاوے اور
جواب مین کہے کہ انی اخاف الله رب العالمین اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زلیخا کے ساتھہ باوجود قدرت
اور اوسکی رغبت کے مشہور و معروف ہے جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین اونکی ثنا کی ہے
اور آپ اس باب مین سب کے امام ہین حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تہے
اونکا ذکر ہے کہ ایک عورت اونکے گھر آئی اور اوسنے مباشرت کی طالب ہوئی اونہون نے انکار کیا
اور اوسکو گھر مین چھوڑ بہاگ گئے رات کو خواب مین حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اونکی
خدمت مین عرض کیا کہ تم یوسف ہو اونہون نے فرمایا کہ ہان مین وہ یوسف ہون کہ ارادہ
کیا تہا اور تو وہ سلیمان ہے کہ ارادہ بہی نہ کیا یعنے آپ نے ولقد همت به وهم بها لولا ان رای برهان ربه
کی طرف اشارہ فرماکے اونکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ انہین کا مذکور ہے کہ ایک رفیق کے ساتھہ
ایک بار مدینہ منورہ سے حج کے لیے نکلے جب ابوا مین پہونچے تو انکا رفیق دسترخوان لیکر کچھہ خریدنے کو

جو شخص عاشق ہوا اور پارسا بنا رہا اور عشق کو چھپایا اور مرگیا تو وہ شہید ہوا حاکم نے تاریخ مین روایت ابن عباس اور اوسکی سند [illegible]

ف [illegible]

ف [illegible]

بازار چلا گیا اور خیمہ مین بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو انکے حسن و جمال پر پڑی ہزار جان
عاشق ہو گئی اور پہاڑ سے اتر کر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اٹھا کر
چاند سورج کی جوت ملائی اور اوسنے کہا کہ مجھے کچھ دیجیے انہون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہے یہ روٹی
لیکر دینے لگے اوسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہے جو میان بیوی مین ہوتا ہے آپنے
فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہے پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کرکے خوب زور سے رونے لگے جب
اوسنے یہ حال دیکھا تو اپنا سا منہ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اونکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین
سوج گئی ہین اور گلا پڑ گیا ہے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ نہین مجھے لڑکی یاد
آگئی تھی اوسنے کہا کہ کوئی اور بات ہے تین منزل مین آپکو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض
بہت سے اصرار سے جو پوچھا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ کہدیا وہ شخص دسترخوان رکھکر پھوٹ
پھوٹ رونے لگا اونہون نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اوسنے جواب دیا کہ مین اسلیے روتا ہون
کہ اگر آپ کی جگہہ مین ہوتا تو مجھسے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہو جاتا تھوڑی دیر تک دونون
روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان بن یسار
گوٹ مار کر بیٹھہ رہے اور اونکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد خوبصورت
لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئی ہے اونہون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ
مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ آپ کا حال زلیخا کے
ساتھہ بڑا عجیب ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا حال ابوا والی عورت کے ساتھہ اوس سے بھی زیادہ عجیب ہے
اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون
سنا ہے کہ زمانہ گذشتہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقا
پہاڑ سے ایسا گرا کہ اوس غار کا منہ بند ہو گیا آپس مین کہنے لگے اپنے اپنے عمل صالح یاد کرکے خدا سے
دعا مانگو شاید اونکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اون مین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے
کہ میرے ماباپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے اونکو کھلا دیتا تھا جب اپنے گھروالون اور
جانورونکو دیتا تھا ایک روز مجھکو چارہ لانے مین دیر ہو گئی تو وہ سو گئے اور مین اونکے لیے دودھ
دوہکر اونکے پاس لے گیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھہ مین لیے اونکے
پاس صبح تک کھڑا رہا میرے بچے میرے پاؤن پر لوٹتے گئے مگر مینے ماباپ سے پہلے اونکو دینا اچھا
نجانا جب صبح کو وے پی چکے تب اورونکو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام مینے صرف تیری

رضامندی کے لیے کیا ہے تو اس بلا سے نجات فرما اسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان
سوجھنے لگا دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اوس سے
وصال کی استدعا کی مگر اوسنے انکار کیا جب اوسکو قحط سالی مین تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی
مینے ایک سو بیس اشرفیان دین بشرطیکہ مجھسے انکار نہ کرے اوسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مینے
اوس سے صحبت کرنا چاہا تو اوسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق میرا ہتک مت کر مین ڈر گیا اور اوسکو
چھوڑ دیا اور جو کچھہ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت بھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مینے تیری
خوف سے چھوڑا تھا تو تو ہماری مصیبت کو ٹالدے اسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا
راستہ نہوا کہ اوسمین سے نکل سکین تیسرے نے کہا کہ الٰہی مینے ایک بار چند مزدورون کو کام پر
لگایا تھا اور سبکی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مینے اوسکو
اوسکے پیچھے بڑھایا یہانتک کہ بہت سا مال ہو گیا جب وہ مدت کے بعد مجھسے مزدوری مانگنے آیا
تو مینے جسقدر اوسکا مال تھا اونٹ اور گائے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہے اوسنے
کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مینے کہا کہ ہنسی نہین ہے یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے
ہوئی ہین انکو لیجا وہ اون سب کو ہانک لے گیا اور کچھہ نچھوڑا الٰہی اگر یہ امر مینے تیری رضا کی
خاطر کیا تھا تو ہمکو بلا سے نجات عنایت فرما پس اسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علیحدہ ہو گیا اور
سبھون نے اپنی اپنی راہ لی یہ حال و فضیلت تو اوسکی ہے جسنے کہ اپنے آپ کو شہوت زانی سے
بچایا اور پارسا رہا اسکی قریب وہ شخص بھی ہے جو آنکھہ کی شہوت زانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا
کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے اس لیے کہ نظر کا روکنا بھی اہم اور مشکل ہے اسلیے کہ اسکو سہل تصور
کر لیا ہے اور اسکا خوف بہت نہین ہے حالانکہ جتنی آفتین ہین سب کا منشا نظر ہے ایکبار دیکھنے
سے تو مواخذہ نہین ہوتا مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَكَ الْأُولٰى وَعَلَيْكَ الثَّانِيَةُ مراد اس سے نظر ہی ہے اور علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ اپنی نگاہ عورت کی
چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دلمین بوتی ہے اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے
پر نظر ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ تاکے پس جب جمال کا خیال مدنظر ہوگا تو دوبارہ
دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اوس وقت اپنی نفس مین یہ ٹھہرا لے کہ دوبارہ دیکھنا عین حماقت ہی
کیونکہ دو حال سے خالی نہین اگر دوسری دفعہ مین صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی
شہوت کا ہوگا اور اوسکو ملنے کی نہین تو بجز ارمان حسرت اور کیا ہاتھہ آویگا اور اگر بری معلوم ہوئی

تو جس واسطے دیکھتا تھا یعنے حصول لذت کے لیے وہ حاصل نہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا بہر صورت یا حسرت سے ہم آغوش ہوگا یا لذت کہ نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور دونون امر محض بیکار ہین اور اگر آنکھین بند کرلیجاوین تو بہت سی آفتین دل پر سے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکھ سے خطا بھی ہووے اور باوجود قدرت اپنے آپ کو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور کا اور نہایت توفیق کا کام ہے ابوبکر بن عبداللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنی ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق ہوا جب اوسکی مالک نے اوسکو کسی کام کے لیے دوسرے گاؤن بھیجا تو قصاب اوسکے پیچھے ہوا اور مطلب کا خواہان اوس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجھے چاہتے ہو اوس سے زیادہ مین تمھین چاہتی ہون مگر اس بات سے درگذرو کہ مجھکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے اوسنے کہا کہ جب تجھے خوف ہے تو مجھے نہوگا غرض کہ تائب ہوکر پھر بعد اسکے اوسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنیکے ہوگیا اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اوسنے اس سے حال پوچھا اسنے کہا کہ مین پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالے اس گاؤن مین جانے تک ابر کا سایہ ہمپر کردے اوسنے کہا کہ مینے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا کہ اچھا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پھر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونون کے سر پر ہوگیا اور گاؤن مین پہونچ گئے جب قصائی اپنے مکان کیطرف کو جدا ہوا تو ابر بھی اوسکے ساتھہ ہی ہولیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نیک نہین دعا مینے مانگی تھی اور آمین تمنے کی تھی اور بادل دونون پر آیا تھا اب کسطرح تمھارے ساتھہ ہولیا اپنا حال مجھسے کہو اوسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہمارے پاس ایک جوان نہایت شکیل وخوبصورت وخوش سیرت عابد رہتا تھا کبھی مسجد جامع سے گویا جدا نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اوسکو دیکھکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسے ہی رہی ایک روز وہ شخص مسجد کو جاتا تھا اوسکی راہ مین کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میان صاحب جو کچھہ مین کہون اوسکو سن لیجیے پھر جو دلمین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچھہ نہ کہا اور چلا گیا پھر جب وہ گھر کو جانے لگا پھر رستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ اونہون نے گردن جھکالی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا کہ یہ تہمت کی جگہہ ہے مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجھپر تہمت کرے اوسنے کہا کہ مین جو یہان آکر کھڑی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمھارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نکرے کہ لوگ تمکو میری طرف سے

ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجھکو جو خود اس جیسے کام مین تمہارے پاس آنا پڑا ہے مجھے خوف معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد بمثل آئینہ کے ذراسی بات سے تمکو عیب لگ جاتا ہے مجھے سو کی ایک بات یہ کہنی ہے کہ ؎

سمایا ہے جب سے تو نظرون مین میری ۔۔۔ جدہر دیکھتی ہون ادہر تو ہی تو ہی

تو میرے اور تیرے معاملہ کو خدا ہی چکا دے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گھر چلے گئے اور نماز پڑہنی چاہی مگر سمجھہ مین نہ آیا کہ کیا پڑہتے ہین ایک پرچہ کاغذ لیکر اوسپر ایک رقعہ لکہا اور گھر سے نکلے دیکھا کہ عورت راہ مین اوسی جگہہ کھڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اوسکی طرف پھینک کے اپنے گھر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تہا بسم اللہ الرحمن الرحیم اے عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہے تب بھی پردہ پوشی فرماتا ہے ع گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم ۔ اور جب گناہ کو اپنا شعار کرلیتا ہے تو پھر اوسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اوسکو زمین و آسمان سہار سکین نہ پہاڑ و اشجار نہ دد و دام ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم ۔۔۔ بمانند کرو بیان صم و بکم

پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہے اور جو تو نے بات کہی تہی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اوسدن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دہنی روئی کیطرح اور صولت جباری اور دبدبہ قہاری اس زور و شور پہ ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ مین اپنے ہی نفس کی اصلاح نہین کرسکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا مقولہ حق ہے تو ایسا طبیب بتلائے دیتا ہون کہ تمام دردون کی دوا کرے اور مہلک بیماریون کا علاج فرمائے وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اوسی کیطرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہیے اور مجکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ اس آیت سے کوئی مفر نہین ہوتا فقط پھر وہ عورت بعد چند کے آئی اور راہ مین کھڑی ہوئی جب اوس شخص نے اوسکو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اوسکی صورت نظر نہ پڑے اوسنے کہا کہ کیون جاتے ہو آج کے سوا کبھی ملاقات نہوگی اب خدا ہی کے یہان ملینگے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ مین خدا سے دعا کرتی ہون جسکے ہاتھہ مین تیرا دل ہے کہ مجھپر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجھکو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اوسپر عمل کرون اوسنے کہا کہ مین یہی وصیت کرتا ہون کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائی رکہنا اور یہ آیت یاد رکہنا وَهُوَ

الذی یتی فاکرم باللیل ویعلمہا جہتم باللہ سابا اوس عورت نے گریبان مین منہ ڈال لیا اور پہر
بہی زیادہ رونا شروع کیا اور پہر افاقہ کے بعد اپنے گہر چلی آئی اور خدا تعالی کی عبادت مین چند یے
مصروف رہکر اسی رنج مین مرگیی وہ جوان اوسکو یاد کرکے رویا کرتے لوگ پوچہتے کہ مصرع
ای باد صبا این ہمہ آوردۂ تست ۔ آپ ہی نے تو اوسکو مایوس کیا تہا اب کیون روتے ہو
فرمایا کہ مین نے بمضمون اے گریہ شستن بہ وزاول اوسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کر ڈالا اور اوس سے
کنارہ کشی کو خدا کے یہان اپنے لیے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہین واپس ہو جاوے
باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہین والحمد للہ اولاً و آخراً
وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی من اہل الارض والسماء

باب چہارم آفات زبان مین

رباعی
گر احسن تقویم مین پیدا انسان | اسرار دلی کیے ودیعت بزبان ہا
پہر اپنے نبی سے من صمت سنوایا | اللہ اللہ تیرے ہین کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغہ گوشت ہی مگر خدا تعالی کی بڑی نعمتون اور صنائع
لطیفہ مین سے ہے اسکا گناہ بہی سب سے زیادہ ہے اور طاعت بہی بڑہکر ہے کیونکہ کفر و ایمان
جو پہلے درجہ کی طغیانی و طاعت کہلاتی ہین وہ زبان کی شہادت سے ظاہر ہوتی ہین کوئی
سی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا ظنی سب کے
زبان پر آتے ہین اور اونکی نفی و اثبات مین تعرض کرتی ہے مثلاً جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے
اوسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہین خواہ حق ہو یا باطل اور علم سے کوئی چیز باہر نہین اس لیے
زبان پر سب طرحکی مذکورات آسکتے ہین اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا مین نہین پائی جاتی
مثلاً آنکہ رنگ کی چیزونکی صورتون کے سوا اور چیز نہین دیکہہ سکتی کان آواز کے سوا نہین سن سکتا
ہاتہہ اجسام کے سوا نہین پہونچ سکتا اسیطرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے
اسکے لیے کچہہ حد و انتہا نہین جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہی ویسے ہی شر کے بولنے پر قابو رکہتی ہے
پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار مین نہ رکہے نہ معلوم شیطان اوس سے کیا کیا کہلائے اور کس
گڑہے مین ڈہکیلے ولا یکب الناس فی النار علی مناخرہم الا حصائد السنتہم حدیث صحیح ہے زبان کی
شرارت سے وہی بچے گا جو اوسکو لگام شرع دیے رہیگا اور منہ سے بات وہی نکالے گا کہ جسمین نفع دنیا
یا آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا مین کچہہ شک پاویگا اوسکو زبان تک نہ لاویگا اور اوس مین بات نکلنا

معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہے اور کس کا برا بہت دقیق ہے اور اوسکی او پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل انسان کے حق مین سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہے کیونکہ اسکے ہلانے مین ذرا بھی مشقت نہین ہوتی اور زبان کا خلق اسکی آفات سے بچنے اور مضرات سے خوف کرنے مین سہل انکاری کرتی ہے حالانکہ یہ انسان کے بہکانے کو شیطان کے بڑے اوزارون مین سے ہے اس لیے ہم اللہ کی مدد و توفیق سے سب آفتین زبان کی ایک ایک مع تعریف و سبب اور اوسسے احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہین اور اخبار و آثار جو اونکی مذمت مین وارد ہین وہ بھی نقل کرینگے قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہین بعد اسکے بیس آفتین جو زبان سے متعلق ہین ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے ادنی ہوگی اوسکو لکھینگے پھر اوس سے زیادہ پھر اوس سے زیادہ اسیطرح آخر تک مرتب لکھینگے

بیان زبان کے خطرہ کے بڑے ہونے کا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہے اور اوس سے بچنے کی ضرورت بجز سکوت کے اور کوئی نہین اسیواسطے شرع مین سکوت کی مدح و ترغیب پائی جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی حکمت اور احتیاط کی شے ہے اور عبداللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام مین کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجیے کہ پھر آپ کے پیچھے کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا کہ قل امنت باللہ ثم استقم پھر اونہون نے عرض کیا کہ مین کس چیز سے بچون آپ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک اور سہیل بن سعد ساعدی فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ ورجلیہا تکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ وذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شرون سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انہین تین شہوتون سے تباہ ہوتے ہین اور اسی لیے ہمنے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے باعث جنت مین کثرت سے جائینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ مین کس چیز کے سبب

زیادہ جاوینگے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث مین فم سے مراد آفات زبان بھی سلوک کیونکہ منہ زبان کا محل ہے اور شکم بھی مراد ہوسکتا ہے کہ اوسکے بھرنے کا راستہ منہ ہی ہے اور حضرت معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہین اسپر ہم سے مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وھل یکب الناس فی النار علی مناخرھم الا حصائد السنتھم اور حضرت عبد اللہ ثقفی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائے آپ نے فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم اونہون نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپکو مجھپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہے آپنے اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ یہ ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال مین افضل کونسا ہے آپ نے اپنی زبان نکال کر اوسپر انگلی رکھی یعنی سکوت افضل اعمال ہے اور حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہے کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ ولا یدخل الجنۃ رجل لا یامن جارہ بوائقہ اور فرمایا من سرہ ان یسلم فلیلزم الصمت اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے اعضا سب زبان سے کہتے ہین کہ ہمارے باب مین خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی رہینگے ورنہ تو ٹیڑھی ہوئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑکر کھینچ رہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسنے مجھے بہت ناک چنے چبائی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جسمین کوئی ایسا عضو نہین کہ زبان کی تیزی کی شکایت خدا سے نکرتا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صفا پر چڑھے ہوئے یون فرماتے تھے یا لسان قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگون نے پوچھا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ انہون نے ارشاد فرمایا ہے ان اکثر خطایا ابن آدم فی لسانہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہین من کف لسانہ ستر اللہ عورتہ ومن ملک غضبہ وقاہ اللہ عذابہ ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذرہ اور روایت ہے کہ معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ مجکو کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا اعبد اللہ کانک تراہ واعدد نفسک فی الموتی پھر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتادون کہ اس سب سے زیادہ تجکو نافع ہو اور ہاتھ سے اشارہ زبان کیطرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہے الا اخبرکم بایسر العبادۃ واھونھا علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ مروی ہے من کان یؤمن

بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَسْکُتْ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ ہمکو یہ حدیث
پہنچی ہے رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا تَکَلَّمَ فَغَنِمَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے
عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل تبلائیے کہ جس سے جنت ملے آپ نے فرمایا کہ کبھی مت بولو تب انہون نے
عرض کیا کہ یہ تو نہین ہو سکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھہ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن
داؤد علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہے اور براء ابن عازب رض
فرماتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا
تبلائیے جس سے مجکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا
امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہو سکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھہ مت بول اور ایک
حدیث شریف مین فرمایا اُخْزُنْ لِسَانَکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّکَ بِذٰلِکَ تَغْلِبُ الشَّیْطَانَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ
عِنْدَ لِسَانِ کُلِّ قَائِلٍ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ امْرُءٌ عَلٰی مَا یَقُوْلُ اور فرمایا اِذَا رَاَیْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوْتًا وَقُوْرًا
فَادْنُوْا مِنْہُ فَاِنَّہٗ یُلَقَّنُ الْحِکْمَۃَ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا آدمی
تین قسم کے ہین ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک آفتون سے محفوظ جو خاموش ہے
اور ایک ہلاک ہونے والا جو باطل مین خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ مومن کی
زبان دل کے پیچھے رہتی ہے جب بولنا چاہتا ہے تو اول دل مین سوچ لیتا ہے جب زبان سے
نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے اور حضرت عیسے
علیہ السلام فرماتے ہین کہ عبادت کے دس حصہ ہین نو حصہ تو سکوت مین ہین اور ایک حصہ لوگون سے
جدا رہنے مین اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ کَثُرَ کَلَامُہٗ کَثُرَ سَقَطُہٗ
وَمَنْ کَثُرَ سَقَطُہٗ کَثُرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَمَنْ کَثُرَتْ ذُنُوْبُہٗ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ آثار حضرت ابوبکر صدیق
منہ مین کنکر رکھتے تاکہ بولنے سے رکے رہین اور اپنی زبان کیطرف اشارہ کرکے فرماتے اسنے مجکو بہت سے گھاٹ
اتارا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی
معبود نہین زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکھنے کی محتاج نہین اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دون تو مجھے چٹ کرے اور وہب بن منبہ حکمت آل
داؤد مین فرماتے ہین کہ عاقل پر واجب ہے کہ عارف زمان اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اوسنے دین کو بھی نہین سمجھا اوزاعی فرماتے ہین
کہ ہمکو عمر بن عبد العزیز رح نے یون لکھا تھا کہ جو کوئی موت کو بہت یاد کرتا ہے دنیا سے تھوڑی چیز پر

قناعت کرتا ہے اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرلے وہ بیفایدہ کم بولے گا اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ سکوت سے آدمی مین دو خصلتین جمع ہوتی ہین اول تو دین سلامت رہتا ہے دوم دوسرے کی
بات خوب سمجھتا ہے اور محمد بن واسع رحمہ اللہ نے مالک بن دینار رحمہ کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا
روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور یونس بن سعید رحمہ فرماتے ہین کہ جسکی زبان
ایک ٹھکانہ پر رہتی ہے اوسکے سب کام ٹھیک رہتے ہین اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ امیر
معاویہ رض کی مجلس مین لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے حضرت امیر نے
اونسے کہا کہ آپ کچھہ نہین فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہون تو خدا کا خوف آتا ہے اور اگر
سچ کہون تو تم سے ڈر لگتا ہے اور ابوبکر بن عیاش رحمہ فرماتے ہین کہ ایکبار چار بادشاہ جمع ہوئے بادشاہ
ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو مین کہتا ہون اوس سے پچھتاتا ہون
اور جو نہین کہتا اوسپر کچھہ ندامت نہین ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب مین کوئی کلمہ بولتا ہون
مین اوسکے اختیار مین ہوجاتا ہون وہ میرے قابو مین نہین رہتا اور جبتک نہین بولتا تو وہ
میرے اختیار مین رہتا ہے مین اوسکے قابو سے باہر رہتا ہون تیسرے نے کہا کہ مجھے ایسے بولنے والے
ہی سے تعجب ہے کہ اگر وہی بات اوسپر واپس آوے تو ضرر دے اور اگر واپس نہ آوے تو کچھہ فائدہ نہ دے
چوتھے نے کہا کہ مین بن کہے بات کی ٹالنے پر زیادہ قادر ہون کہی ہوئی کو نہین ہٹا سکتا اور منصور
بن المعتمر کے حال مین لکھا ہے کہ عشاء کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہین بولتے تھے اور اسی طرح
ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کوئی دنیا کا کلام نہین کیا اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور
کاغذ اپنے پاس رکھہ لیتے جو کچھہ بولتے وہ کاغذ پر لکھہ لیتے شام کو اپنے نفس سے اوسکا حساب لیا کرتے
یہ فضائل سکوت کے ہین اور وجہ سکوت کی افضل ہونے کی یہ ہے کہ بولنے مین صدہا آفات ہین
خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو پاک بتلانا
اور باطل مین خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بدلنی بڑہانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری
کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے ہوتے ہین زبان ہلانے مین کچھہ دقت نہین معلوم ہوتی دل مین
مزا معلوم ہوتا ہے طبیعت اور شیطان اکساتا رہتا ہے اور یہ بات بہت کم ہے کہ جو بولنے کا عادی ہو
تو زبان کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جہان بولنا چاہیے وہان ہی بولے اور جس بات کو کہنا نہ چاہیے
اوس سے باز رہے کیونکہ اسکا معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ کونسی بات کہنے کے قابل ہے اور کونسی
نہین اس جہت سے بولنے مین خطرہ رہتا ہے اور خاموشی مین سلامتی ہے اسی بنا پر اسکی فضیلت بھی

زیادہ ہوئی علاوہ ازین سکوت سے یہ بھی فائدہ ہین کہ ہمت اکٹھی رہتی ہے اور ہیبت بنی رہتی ہے فکر و ذکر و عبادت کی فراغت میسر ہے بولنے کی آفات سے دنیا مین نجات حاصل اور آخرت مین حساب سے برائت ہے اللہ تعالی فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور فضیلت سکوت کی ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ کلام چار قسم ہے ایک تو وہ کہ اوسمین ضرر ہی ضرر ہو دوسری وہ کہ اوسمین محض نفع ہی ہو تیسری وہ کہ ضرر و نفع دونون ہون چوتھی وہ کہ نہ نفع ہو نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہے اور ایسی ہی قسم سوم سے بھی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو اور چوتھی قسم کے کلام مین وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ بھی بڑا نقصان ہے پس قابل بولنے کی دوسری قسم ہی رہی یعنے ایک چوتھائی کلام کے قابل بولنے کے ہے تین چوتھائی مین سکوت ہی اولے ہے اب یہ چوتھائی بھی خطر سے خالی نہین کیونکہ اسمین بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف اور خود پرستی اور زیادہ گوئی و غیبت و چغلی وغیرہ ملجاتے ہین کہ متکلم کو معلوم نہین ہوتی اس لیے بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہے اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہوجاوے وہ قطعاً جان لے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مَنْ صَمَتَ نَجَا بہت درست اور خطاب فیصل ہے خداوند کریم نے اوس ذات ستودہ صفات کو حکمت کے دُر بے بہا اور کلمات جامع عنایت فرمائے ہین ہر ہر لفظ مین موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین بند کر دیتے ہین صلی اللہ علیہ وسلم افضل صلواۃ خواص علما کے سوا آپ کی کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھ بھی نہین سکتا انشاءاللہ بیان آئندہ سے اسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم بیس آفتین مرتب شروع کرتے ہین

پہلی آفت کلام بے فائدہ ہے

یعنی ایسا کلام منہ سے نکالنا کہ اگر اوسکو نہ کہے تو کچھ گناہ نہو اور نہ حال و مال مین کچھ ضرر ہو واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکھے کہ جتنی آفتین مثل غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات منہ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہے اور اوسسے نہ اپنے کو ضرر ہو نہ اور کسی بھائی کا ضرر ہو لیکن بعض اوقات ایسی باتین بھی منہ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچھ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شے کو دیڈالنا ہے اسلیے کہ اگر بولنے کے وقت کو فکر مین مصروف کرتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی چیز مرحمت ہوتی کہ اوسکا نفع

نہین بولتا ایک بار جو نہین اوس پاس ایک بار دیکھتا ہے

فضیلت سکوت ... [illegible]

جنکے باعث جنت مین مکان بنتا ہی پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کہ خزانہ لے سکے اوسکے
عوض مین ڈہیلے جمع کرلے تو نقصان کے سوا اور کیا کہا چاہیے تو ذکر اللہ جو عمدہ خزائن مین سے
اوسکو چہوڑ کر کلمات بیحاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہے گو اونکا بولنا مباح تہا اور کچہہ گناہ
نہوا مگر چونکہ بڑا مطلب اونکے سبب سے فوت ہو گیا اس جہت سے خسارہ ہی ہوا ایماندار کا سکوت فکر
ہوتا ہے اور نطق ذکر اور دیکہنا عبرت اور اسیطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
بلکہ آدمی کا راس المال اوقات مین جب اونکو کلام بے ضرورت مین صرف کریگا اور اوسسے ثواب
آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کرے گا تو راس المال مین ٹہ پڑے گا اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ بلکہ اس سے بہی سخت ایک حدیث ہی حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک گروہ ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکہا
تو بہوکہہ کے سبب اوسکی پیٹ پر پتہر بندہا ہوا تہا اوسکی ما اوسکے منہ سے مٹی جہاڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا جنت
مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بیفائدہ کیا
کرتا ہوا اور جس چیز سے اوسکا ضرر نہو وہ اور ونکو نہ دیتا ہے اور دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز نہ دیکہا تو پوچہا کہ کہان ہین لوگون نے عرض کیا کہ
بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائے جب اونکے پاس آئے تو فرمایا کہ خوش خبری ہو تجہکو اے کعب اونکی
ما نے کہا کہ اے کعب تجہکو جنت بیروک ٹوک مبارک ہو آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے کہ خدا پر حکم کرتی ہے
حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری ما ہے آپ نے فرمایا کہ تجہکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارے بیٹے نے کوئی
کلام بے حاجت کیا ہو یا کسی چیز کو بیفائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہی کہ کہرا جنت مین بے حساب
وہی جاتا ہے جسکے ذمہ کچہہ حساب نہو اور جب کلام بے حاجت کرتا ہے تو اوسکا حساب باقی رہتا ہے
اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کے یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین
چاہیے اور محمد بن کعب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سے آج جو
اول آویگا وہ جنتی ہوگا حضرت عبداللہ بن سلام داخل ہوئے تو اونکو دیکہکر کچہہ اصحاب رضی اللہ عنہم
اونکے پاس گئے اور جو کچہہ آپ نے اونکے حق مین فرمایا تہا اوسنے کہا اور پوچہا کہ جو اپنا عمل محکم تم کرتے ہو
اور اوس سے توقع پڑتی ہو اوسکو ہمکو بہی بتلاؤ اونہون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون میرا
عمل کیا ہے الا جس سے مجہکو توقع ہو وہ یہ ہی کہ سینہ کو بچائے رکہتا ہون اور بیفائدہ کلام نہین کرتا
اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible]

ترمذی مختصراً و ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
ابن ابی الدنیا بروایت کعب بن عجرہ ۱۲
ابن ابی الدنیا مرسلاً اور اسکی سند مین ایک راوی مختلف فیہ ہے ۱۲
ابن ابی الدنیا بسند منقطع ۱۲

ایسا عمل بتلا دو کہ بدن پر ہلکا ہو اور میزان میں بھاری انہوں نے عرض کیا کہ بہت بہتر فرمایئے آپ نے فرمایا هُوَ الصَّمْتُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيكَ اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی سے سنا ہے یہ کہا کرتے تھے کہ پانچ چیزیں مجھے روپیوں کے وقف سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں ایک کلام بیفائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہے اور اوس سے گناہ کا خوف لگا رہتا ہے دوسرے کلام مفید بیموقع نکہنا کہ اکثر کلام مفید بھی اگر بیموقع بولا جاتا ہے خرابی لاتا ہے تیسرے حلیم اور بے وقوف سے بحث نہ کرنی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اوسکو غصہ دلاتا ہے اور بے وقوف سے ایذا اٹھانی چوتھے ذکر کسی غائب بھائی کا ایسی طرح کرنا جیسی طرح خود اپنا ذکر اوس سے کہلانا منظور ہو اور اوسکی اون قصوروں سے درگذر کرنا جنکو اوس سے معاف کرانا اچھا معلوم ہو اور اوس سے وہ معاملہ کرنا کہ وہ بھی ویسا ہی کرے تو اچھا لگے ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز جو خود پسند ہو دیگر کے لیے پسند پانچویں عمل کرنا اس یقین کے ساتھ کہ ایسا کرنے سے جزا پاؤنگا اور جرم کرنے سے سزا اور لقمان حکیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا حکمت کرتے ہیں فرمایا کہ جو چیز معلوم ہو جاوے اوسکے پوچھنے کے درپے نہیں ہوتا اور جو کلام بے فائدہ نہیں کہتا اور مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں بیس برس سے ایک امر کی تلاش میں ہوں نہ اوسکو پاتا ہوں نہ اوسکی طلب میں نے چھوڑی لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے انہوں نے فرمایا کہ کلام بیفائدہ سے سکوت چاہتا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ کلام بے فائدہ کا متعرض نہ چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے بھی چندر رہنا چاہیے مگر جو دوستان امین ہو اور امین وہی ہے جو خداتعالے سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اوسکا اثر اپنے آپ میں ہو جاویگا اور اپنے بھید کی اوسکو خبر نکرنی چاہیے اور مشورہ کاموں میں ایسے لوگوں سے کرے جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام بے فائدہ کی تو اوپر مذکور ہوئی یہاں اوسکی مثال تبلائی جاتی ہے مثلا کوئی شخص لوگوں میں بیٹھکر اپنے سفروں کا ذکر کرے اور کوہ و بیابان و سبزہ و آب روان و حالات ماضیہ اور عمدہ کہانے اور کپڑے اور عجیب و غریب طرز مشائخ کے خواہ اور کوئی چیز جو سفر میں دیکھی ہو یا سنی ہو اوسکو بیان کرے تو یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر انکو بیان نہ کرے تو کچھ گناہ بھی نہ ہو اور نہ کچھ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ ان حکایات میں اپنی طرف سے کچھ کم و بیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ مینے ایسے بڑی بڑی امور دیکھے نہ کسی کی غیبت

بیہودہ سکوت اور خوش خلقی اور ترک بیفائدہ امر کا چھوڑنا ہے ۱۲ منہ

اور ایسا کلام کرنا اپنے وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی بات کہنی مین آفات سے
کسیطرح نہین بچ سکتا کسی نہ کسی مین مبتلا ہو جاتا ہی ورنہ تضییع اوقات تو نقد وقت ہوتا ہے
اوسمین کسیطرح کا شک نہین اور ایک کلام بے فائدہ یہ ہے کہ دوسرے سے سوال بیفائدہ کرے
تو اوس سے ایک تو اپنا وقت سوال مین ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو جواب دینا پڑے گا تو گویا
اوسکا وقت بھی کھویا اور یہ اوسی صورت مین ہی کہ سوال مین کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالون مین
بڑی بڑی آفتین رہتی ہین اگر کسی سے اوسکی عبادت کا حال پوچھو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو
تو اس سوال کی جواب مین چار صورتون مین سے ایک صورت پیش آوے گی یا تو وہ ہان کہے گا
تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑے گا اور ریا مین داخل ہو جاوے گی اور اگر بالفرض ریا مین شامل
نہوئی تب پوشیدہ عبادت کا جو ثواب بدرجہ زیادہ ہوا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہیگا یا نہین
کہے گا تو اس صورت مین جھوٹ بولے گا یا خاموش رہے گا کچھ جواب نہ دیگا تو تمکو ضرور معلوم ہوگا کہ
ہمنے پوچھا انہون نے نہ بتایا شاید ہمکو حقیر سمجھا یا جواب نہ دینے کا کوئی حیلہ سوچے گا تو ایک مشقت
مفت مین اوسکے ذمہ پڑ جاوے گی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جھوٹ خواہ حقیر سمجھنا خواہ
حیلہ کی فکر مین مبتلا ہونا کوئی سی نکوئی سی خرابی ضرور پیدا ہوگی علی ہذا القیاس اور عبادتون کا
حال پوچھنا بھی ایسا ہی ہے اسیطرح اگر گناہون کا حال یا پوشیدہ امور کا حال پوچھا اور وہ کہنی
شرماوے یا یون پوچھو کہ فلان شخص نے تم سے کیا کہا اور تمہاری کیا رای ہے یا کسی مسافر سے پوچھو
کہ کہان سے آئے اکثر بتلانا منظور نہین ہوتا کوئی وجہ مانع ہوتی ہے اگر سچ کہتا ہی تو [illegible]
یا حیا آتی ہے ورنہ جھوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونون باتون کا سبب صرف سوال ہی ہے یا کسی
مسئلہ کی حاجت تو نہو ویسے ہی کسی عالم سے پوچھو اور اوسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہین چاہتا
کہ مجھکو نہین آتا بلکہ ان گھڑ جواب کہدیگا پس کلام بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات
نہین کیونکہ ایمین یا گناہ موجود ہے یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم سے
منقول ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئی کہ آپ زرہ بنا رہے تھے
اور اونہون نے پہلے کبھی زرہ نہ دیکھی تھی تعجب سے دیکھتے رہے اور چاہا کہ پوچھین مگر حکمت مانع
ہوئی اور نپوچھا جب آپ تیار کر چکے تو کھڑے ہو کر اوسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا
عمدہ چیز ہے حضرت لقمان نے دلمین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہی مگر اوسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین
یعنی بے سوال ہی حال معلوم ہوگیا حاجت پوچھنی کی نرہی اور ایک روایت مین ہی کہ سال بھر تک

پھر اسلیے کہ بدون پوچھے حال معلوم ہو جاوے پس اسطرح کے سوالات مین اگر نقصان اور
ہتک اور ریا و کذب مین مبتلا کرنا پنا یا جاوی تو داخل کلام بے فائدہ ہین اور ایسے کلام کیلیے
حدیث شریف مین وارد ہی کہ اوسکے چھوڑنے سے اسلام کی خوبی ہے اب معلوم کرنا چاہیے
کہ باعث اس کلام بے فائدہ کا یا تو غیر ضروری چیز کے معلوم کرنے کی حرص ہوتی ہی یا بطور محبت
کلام کو پھیلانا منظور ہوتا ہے یا دل بہلانے کے طور پر ایسی حکایات کہتے ہین کہ جنسے کچھ فائدہ
نہین ہوتا اور ان سب کا علاج یہ ہی کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہے بعد مرنیکے
ایک ایک لفظ سے پرسش ہوگی اور یہ کہ راس المال آدمی کا اوسکی سانس ہین اور زبان ایک
جال ہے کہ اوس سے طائر لغمار بہشتی پھنسا سکتا ہے پس اوسکو بیکار چھوڑنا بڑی نقصان کی بات ہے
یہ علاج علمی ہے مگر عملی تدبیر گوشہ کی سوا بہتر نہین یا کنکر منہ مین رکھے اور اول اول مفید کلام کا
بولنا بھی چھوڑ دیتا کہ عادت کلام بے فائدہ کے ترک کی پڑ جاوے اور اس زمانہ مین بے عزلت
نشینی کے زبان کا روکنا بہت مشکل ہے

دوسری آفت زیادہ گوئی ہی اسمین کلام بے فائدہ بھی شامل ہے اور کلام ضروری پر اگر
مقدار ضرورت سی بڑھ جاوے وہ بھی اسمین داخل ہی اور اسی لیے دوسری قسم آفت کی قرار
دی گئی مثلاً کلام حاجت کا بولنا مختصر طور پر بھی ہو سکتا ہے تو ایک کلمہ کی جگہہ اگر دو کہی گا دوسرا
کلمہ زائد ہوگا یعنے حاجت سی زائد ہوگا گو اوس سی تقریر یا تاکید منظور ہو اور یہ بھی برا ہے
اگرچہ اسمین کچھ گناہ اور حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہین کہ اکابر سلف کلام زائد کو
برا جانتے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معروف اور نہی منکر
اور حاجت ضروری دنیاوی کے سوا اور کلام زائد تصور فرماتے تھے پھر اب کیا اس بات کا
انکار ہی کہ کرام کاتبین دہنے بائین سے لکھتے ہین مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اسبات
کی شرم نہین آتی کہ نامہ اعمال جب کھلیگا تو اکثر ایسی باتین نکلین کہ نہ دین کی ہون نہ دنیا کی
اور بعض صحابہ رض فرماتے ہین کہ بعض آدمی مجھسے ایسی بات کہتی ہین کہ اوسکا جواب جیسے
پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اوس سی زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی مگر مین اندر
ہو نیکے واسطے جواب نہین دیتا اور مطرف رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے جلال کو لحاظ رکھا کرو
بے جگہہ اوسکا ذکر مت کیا کرو مثلاً کتے یا گدہے کو دیکھکر کہو کہ الٰہی اسے ہٹا دے یا او
اسی طرح کے کلام مین اوسکا ذکر کرو اب معلوم کرنا چاہیے کہ کلام زائد کا کچھ حصر نہین بلکہ

جو کلام ضروری ہے اوسکا حصر کلام مجید مین موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا خَیْرَ فِیْ
کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ اور حدیث شریف مین ہے کہ خوشخبری ہے
اوس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون
نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہے کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہے اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ
رکھا ہے اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اونکے باپ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بنی عامر کی گروہ کے ساتھ حاضر ہوئے اونکو لوگون نے
عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید اور افضل اور محسن اور منعم ہین اور آپ چنین
ہین اور آپ چنان ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَلَا یَسْتَهْوِیَنَّكُمُ الشَّیْطَانُ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہے گو سچی ہی ہو مگر خوف اسکا ہے
کہ شیطان زائد نہ کہلاوے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے
ڈراتا ہون آدمی کو اسی قدر کلام کافی ہے کہ اوسکی حاجت روائی ہو جاوے اور حضرت مجاہد رح
فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ لڑکے جب چپ کرینگے اگر کہے گا
کہ مین تجھے فلان چیز دون گا تو جھوٹا لکھا جاوے گا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے
ابن آدم کاغذ اعمال پھیلا ہوا ہے اور دو فرشتے تیرے عمل لکھنے کو معین ہین جو چاہے سو
بول چاہے زیادہ اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنی جن کو
کہین بھیجا اور بعضون کو اوسکے پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھ تم اسکا حال دیکھو اور جو کچھ یہ کرے
وہ تمسے آکر کہنا انہون نے آکر کہا کہ یہ بازار مین گیا اور اپنا سر آسمان کیطرف اٹھایا
پھر لوگون کی طرف دیکھکر سر ہلانے لگا آپ نے اوس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اوسنے
عرض کیا کہ مجکو آسمان کے فرشتون سے تعجب آیا کہ انسانون کے سرون پہ بیٹھکر کتنا جلد اونکے
اعمال لکھتے ہین اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بکتے ہین اور حضرت ابراہیم تیمی
فرماتے ہین کہ ایماندار کا بولنا تامل کے ساتھ ہوتا ہی اگر کچھ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہے ورنہ
سکوت اختیار کرتا ہے اور بدکار آدمی کی زبان پھر پھر چلتی ہے بے تامل بکتا چلا جاتا ہے
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین جو زیادہ بولتا ہی وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جسکا مال
زیادہ ہوتا ہے وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اور جو بدخلق ہوتا ہی وہ اپنی جان پر عذاب
لیتا ہی اور عمرو بن دینار رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین

کسی نے کچھ کلام طویل کیا آپ نے فرمایا کہ تیری زبان سے اسطرف کتنی دروازے ہین اوسنے
عرض کیا کہ میرے لب اور دانت ہین آپ نے فرمایا کہ اونمین کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو
روکتا اور ایک روایت مین ہے کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف مین طول کلامی کی تھی آپنے
فرمایا کہ آدمی کو زبان کی زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بری نہین عنایت ہوئی اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رحمہ فرماتے ہین کہ مباہات و فخر کے ڈرسے مین اکثر کلام نہین کرتا ہون اور بعض
حکما کا قول ہے کہ جب آدمی کسی مجلس مین ہو اور اپنا بولنا اچھا معلوم ہوتا ہو تو چپ رہنا چاہیے
اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن حبیب فرماتے ہین کہ عالم کو یہی
یہ بھی ایک امتحان کی چیز ہے کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کو زیادہ پسند کرے اسلیے چاہیے کہ
جب تک دوسرا شخص بولے آپ چپکا رہے کیونکہ سننے مین سلامتی ہے اور کہنے مین بات کا چکنا
اور کم و بیش کہنا وغیرہ آفات ہین اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ پاک کرنے کے لیے سب سے
زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہی اور حضرت ابو درداء رض نے ایک عورت زبان دراز دیکھی فرمایا
کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اوسکے حق مین اچھا تھا اور ابراہیم رحمہ کا قول ہی کہ دو باتون سے آدمی کی
تباہی تھی مال زائد اور کلام زائد سے یہ ہی مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اس کا سبب
اور علاج وہی ہے جو پہلی آفت مین گذرا

تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا یہ بھی ہرچند کلام فضول مین داخل ہے لیکن اور پہلی دونون
آفتون مین یہ فرق ہے کہ وہ دونون مباح تھے حرمت اونمین نہ تھی اور امر باطل وہ ہے جسمین
علاوہ زائد از مطلب ہونیکی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہون کی باتین کرنی یا عورتون کا
ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکارونکی جلسونکا بیان کرنا یا بادشاہون اور دولت درونکی
عیاشی خواہ اونکی دوسرے افعال مکروہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم مین داخل ہین اور
قطعاً ناجائز اور حرام ہین اور یہ آفت اسطرح پیدا ہوتی ہے کہ اول اول کلام بے فائدہ اور
زائد از مطلب کہنے کی عادت ہوتی ہے بعدہ رفتہ رفتہ ایسے ذکرون کا عادی ہوجاتا ہے
اکثر لوگ بطور تفرح باتین کرنی بیٹھتے ہین مگر باتین جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی
آبرو کا ذکر ہو یا امور مذکورہ بالا مین سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کے تعیین اور حصر نہین
انواع و اقسام بیشمار ہین اسی جہت سے اسنے بچنا بھی سوا اسکی نہین ہوسکتا کہ جو امر دین یا دنیا
کے اہم ہین اونکے سوا اور کچھہ نہ کہے کیونکہ اس آفت مین مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ و ہلاک

ہوجاتا ہے اور وہ خود اپنے ذہن مین اوس بات کو خفیف سمجھتا ہے چنانچہ بلال بن حارث
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالی کی خوشی کا کہتا ہے
اور یہ نہین جانتا کہ اس سے کچھ بڑی رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اوسکی باعث (ابن ماجہ و ترمذی)
قیامت تک کی رضامندی لکھ لیتا ہے اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہے اور یہ
نہین معلوم ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالے اوس سے اپنی ناخوشی قیامت تک
لکھتا ہے اور حضرت علقمہ رح فرماتے کہ اکثر باتون سے مجکو حدیث بلال بن حارث نے روکا
اور ایک حدیث شریف مین ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَۃِ یُضْحِکُ بِھَا جُلَسَآءَہٗ یَھْوِیْ بِھَا اَبْعَدَ مِنَ الثُّرَیَّا
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ اوسکے
سبب دوزخ مین گرتا ہے اور کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اوسکے سبب جنت کے مدارج اوسکو
عنایت ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَعْظَمُ النَّاسِ خَطَایَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
اَکْثَرُھُمْ خَوْضًا فِی الْبَاطِلِ اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ مین وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ
الْخَآئِضِیْنَ اور اس آیت مین فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖٓ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ اور
حضرت سلمان فرماتے ہین کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطادار وہی ہوگا جسنے خدا کی نافرمانی کی
باتین زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ ایک شخص انصار مین کا جب اون
کی مجلس پر گذرتا تو کہا کرتا کہ وضو کرلو اسلیے کہ جو کچھ تم باتین کررہے ہو وہ تین بعض حدث
سے بھی زیادہ بری ہین ذکر باطل اسکا نام ہے اور یہ غیبت وچغلی وگالی وغیرہ کے علاوہ
بلکہ یہ ایسا حال اگر وہ بیان کرتا ہے کہ جسکا وجود پہلے ہوچکا ہو حالانکہ کوئی ضرورت دینی اوسکے
ذکر کے باعث نہوئی ہو اور اسمین داخل ہے بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبونکی حکایات
کرنی اور صحابہ رض کے جھگڑون کو ایسی طرح بیان کرنا جس سے یہ وہم ہو کہ کوئی اون مین سے
خطا پر تھا پس یہ سب باتین بیکار ہین اللہ بچاوے

چوتھی آفت مرا یعنے دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا

حدیث شریف مین بات کاٹنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَہٗ
اور فرمایا ذَرُوا الْمِرَآءَ فَاِنَّہٗ لَا تُفْھَمُ حِکْمَتُہٗ وَلَا تُؤْمَنُ فِتْنَتُہٗ اور فرمایا مَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَہٗ
بَیْتٌ فِیْ اَعْلَی الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُبْطِلٌ بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ اور حضرت ام سلمہ رض
آپ سے روایت کرتی ہین کہ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا عَھِدَ اِلَیَّ رَبِّیْ وَنَھَانِیْ عَنْہُ بَعْدَ عِبَادَۃِ الْاَوْثَانِ

وحش بالحکمۃ ملاحاۃ الرجال اور فرمایا ما ضل قوم بعد ان ھداھم اللہ تعالیٰ الا اوتوا الجدل اور نیز فرمایا لا یستکمل عبد حقیقۃ الایمان حتی یدع المراء وان کان محقا اور فرمایا کہ جسمین چھ خصلت ہون وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچتا ہے اول روزہ رکھنا گرمیون مین دوسرا دشمنان خدا کو تلوار سے کاٹنا تیسرے مینہ بادل کے دن مین نماز جلد ادا کرنا چوتھی مصیبت پر صبر کرنا پانچوین باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چھٹے باوجود حق بطرف ہونیکے اعتراض و جھگڑا نہ کرنا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات مین کسی سے جدال مت کرنا تجھکو لوگون کے سامنے تاب نہوگی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکھنا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جو کوئی دین مین زیادہ اعتراضات کے درپے ہوتا ہے وہ اکثر بدلتا رہتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت عالم جاہل ہوجاتا ہے اور اوسوقت شیطان اوسکی لغزش کا خواہان رہتا ہے اور حضرت مالک بن انس رض فرماتے ہین کہ جدال کرنا دین سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور یہی اونہین کا قول ہے کہ جھگڑا کرنے سے دل سخت ہوجاتے ہین اور دلون مین کینہ کا بیج پڑتا ہے اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جھگڑنا اور نہ تجھسے عداوت کرینگے اور بلال بن سعد فرماتے ہین کہ جب کسیکو جھگڑالو لیچڑ اور خودرای دیکھو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہے اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جھگڑا ایسی بلا ہے کہ بالفرض مین اپنے بھائی سے انار مین جھگڑون وہ کہے شیرین اور مین کہون کھٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کریگا اور نیز فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہوسکتی ہے اور ذرا سے جھگڑے مین اوسکو ایسا غصہ آسکتا ہے کہ کبھی ایسی مصیبت مین پھنسا دے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ مین اپنے یارون سے تکرار نہین کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا اوسکو غصہ آویگا یا جھوٹا ٹھہرے گا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ ہمیشہ بحث کرتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکفیر کل لحاء رکعتان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علم تین باتون کے لیے سیکھنا چاہیے اور تین باتون کی جہت سے اوسکی تحصیل سے پہلو تہی نکرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکھنا نچاہیے اور حیا اور زہد کے باعث اور جہالت پر راضی ہونے کے سبب سے اوس سے دست بردار ہونا چاہیے اور حضرت عیسی

جہگڑتا ہی بے مروت ہوجاتا ہی اور جسکو رنج بہت ہوتا ہے اوسکا جسم مریض ہوجاتا ہی اور جسکی عادت اچہی نہین ہوتی اوسکی جان عذاب مین ہتی ہو بیج ہی ؎

اگر ز دست قضا بر فلک رود بدخوے		ز دست خوی بد خویش در بلا باشد

اور میمون بن مہران رح سے لوگون نے پوچہا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ آپ کسیکو عداوت کی راہ ترک نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ نہ مین کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون پہر وجہ عداوت کی کیا ہے غرض کہ مرا اور جدال کی برائی حد شمار سے افزون ہے اور تعریف مرا کی یہ ہے کہ دوسرے شخص کی بات مین براہ اعتراض خواہ لفظون مین یا معنون مین یا ارادہ مین خلل ظاہر کرنا لفظون مین عیب تبلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہتے ہو یا اس کلام کی بندش اچہی نہین اسکی الفاظ مین تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو شخص کم جانتا ہے اچہی عبارت نہین بول سکتا یا آنکہ زبان سے کچہہ کا کچہہ نکلجاتا ہے تو جسمین عادت اعتراض کی ہوتی ہے وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہوتا ہے حالانکہ اظہار عیب کی کوئی وجہ نہین ہوتی اور معنو نمین طعن کرنا یہ ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا نہین اوسمین یہ یہ غلطیان ہین اور ارادہ مین عیب ظاہر کرنا یہ ہے کہ اسطرح کہے کہ تمہارا کلام تو درست ہی مگر تم نے اثبات حق کے لیے نہین کہا بلکہ اسمین تمہارا کچہہ مطلب ہے اور اس کی قائم مقام کہے اور اگر مسائل علمی مین اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے ہین تو اوسکو جدل اور جدال کہتے ہین بہر صورت دونون برے ہین انکا ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے اگر سچ ہو تو اوسکو مان لے اور اگر جہوٹ ہو اور امور دینی سے متعلق نہو تو چپ رہے عیب جوئی کی کوئی وجہ نہین ہان اگر بغرض استفادہ کچہہ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہو اور مجیب بہی نرمی سے تبلادے تو مضائقہ نہین اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کے کلام پر اعتراض کرکے اوسکو ساکت کرنا اور اوسکا نقصان و عجز ظاہر کرنا اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ متکلم کو اور طرح سمجہا دینا اچہا نہ معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری جانے کہ مین ہی متکلم کا قصور علانیہ تبلاون تاکہ میرا فضل اور اوسکا نقصان کہلجاوے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جس بات کی نہ کہنے مین گناہ نہ ہوتا ہو اوس سے یہی سکوت اختیار کرے اور مرا اور جدال کا سبب یہی ہے کہ آدمی اپنا فضل اور برتری دوسرون پر اور انکے نقصان کے اظہار سے چاہتا ہے اور یہ دونون خواہش نفس کے اندر سخت ہین اظہار

فضل قبیل خودستائی سے ہے جو بڑائی اور بزرگی یعنے صفات ربوبیت کے جوش سے پیدا ہوتی ہی اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے مقتضا سے بروی کار آتا ہی کیونکہ درندہ بھی یہی چاہتا ہی کہ دوسرے کو چیر پھاڑ برابر کرے یا صدمہ وایذا پہونچاوی غرضکہ دونوں صفتیں آدمی کے حق میں مہلک ہیں اور اونکو مراء اور جدال سے زور ہوجاتا ہے میں جو کوئی مراء اور جدال کرتا رہیگا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہیگا اور یہ امر حد کراہت سے بڑھکر معصیت میں داخل ہی بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث و تکرار میں بات تو ہمیشہ ہی رہتی ہے کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوی اور اعتراض کے جواب میں اپنے کلام کی تائید کے لیے جو رطب و یابس حق و باطل بن پڑے پیش کرے اور معترض کے کلام میں جو کچھ خلل سوجھے بیان کرے اسطرح بڑھتے بڑھتے آپس میں ایسی لڑیں جیسے کتے لڑتے ہیں کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہی کہ اب کی چوٹ ایسی کروں کہ اسکو خوب درد و تکلیف پہونچے اور بجز خاموشی اور عاجزی کے کچھ نہ بن پڑے اور اس کا علاج یہ ہی کہ کبر جس سے کہ اظہار فضل کو چاہتا ہی اور سبعیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہی ان دونوں کو چھوڑ دی اور اسکا بیان کبر و عجب اور غضب کی برائی میں مذکور ہوگا یہاں اسیقدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہی کہ اوسکا سبب دور کیا جاوے اور از انجا کہ سبب مراء اور جدال کا یہی دونوں چیزیں ہیں جیسا کہ بیان ہوا پس ان دونوں کو دور کرنے سے علاج اونکا ہو جائے گا پھر مراء اور جدال کے ترک کی یہاں تک مواظبت چاہیے کہ عادت اور طبیعت میں داخل ہوجاوی اور نفس میں کنقش ایجہ جاگزین ہو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے داود طائی رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ تم نے عزلت نشینی کیوں اختیار کی اونہوں نے کہا کہ اس سبب سے کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کروں آپ نے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہیے کہ لوگوں میں بیٹھو اونکی سنو اپنی نہ کہو داود طائی کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا اور واقع میں یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہے اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہی اور اوسکی اصل حقیقت کی بتانے پر قادر ہے اوسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہو کر مراء چھوڑ دی اوسکو جنت اعلی میں مکان ملے گا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصاً مذاہب اور عقائد میں اسکا زیادہ

ثواب ہو تو ثواب کی حرص بڑہتی ہے اور طبیعت و شریعت ایک دوسری کی معاون ہوتی ہین
اور یہہ بھی ایک خطا ہی ہے صواب نہین ہے کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچہہ نہ کہے اور جب
کسی اہل بدعت کو دیکہے تو علیحدہ خلوت مین اوسکو نصیحت کرے اِسطرح کہ جدال کی بو نپائی
جاوے ورنہ اوسکو یہہ خیال ہوگا کہ مقرر لوگ اگر چاہتے ہین تو تقریر سے دوسرے کو ساکت
کردیتے ہین ایساہی کچہہ یہہ بہی کرتے ہین اِس خیال سے بدعت اوسکی دل مین پک جاویگی
پس نرمی سے بطور خیر خواہی اوسکو سمجہانا چاہیے اگر مان لے فبہا ورنہ وہ جانے اور اوسکا کام اپنے
آپ اوس سے کنارہ کرے حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ كَفَّ لِسَانَهُ
عَنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ اِلَّا بِاَحْسَنِ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ اور ہشام بن عروہ رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے اس کلام کو سات بار
فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہوجاتا ہے اور اوسکے باعث نفس کو غیرت اور قبول زیادہ
پاتا ہے تو اوسمین سب مہلکات زور پکڑ جاتے ہین اور جب سلطان غضب اور کبر اور ریا اور محبت
عزت و جاہ اکٹھے چڑہ آتے ہین تو تاب مقاومت نہین لاتا کیونکہ انمین ایک ایک جدا گانہ حقیقت
ایسی ہے کہ اوسی سے لڑنا مشکل پڑتا ہے جب سب جمع ہوگئے تو خدا ہی بچاوے تو بچے

پانچوین آفت خصومت ہی اور اسمین اور مراء و جدال مین یہہ فرق ہے کہ مراء اوسکو
کہتے ہین کہ دوسرے کے کلام مین عیب ظاہر کرے اور سوا اوسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کی
اور کوئی مطلب نہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہی اور خصومت یہہ ہی کہ جہگڑے سے
غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہہ کبھی بے اعتراض ہوتی ہے اور کبھی اعتراض سے
اور پہلی دونون چیزین بے اعتراض کے نہین ہوتین اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بہی
بری چیز ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یون روایت
حدیث ہے مَنْ جَادَلَ فِي خُصُومَةٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ خصومت سے بچنا چاہیے اِسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہے اور یہہ تو ضرب المثل ہورہا ہے
پرہیزگار آدمی دین مین خصومت نہین کیا کرتے مصرع دو صاحبدل نگاہ دارند مو ___ اور ابن
قتیبہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین بیٹہا تہا بشر بن عبد اللہ میرے پاس کو گذرے پوچہا کہ
یہان کیون بیٹہے ہو مین نے کہا کہ مجہہ مین اور میرے چچازاد بہائی مین ایک شی پر تنازع
ہی اونہون نے کہا کہ تمہارے باپ کا میرے اوپر حق ہی مین چاہتا ہون کہ اوسکی مکافات

تم سے کرون یہ جان لو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بری چیز نہین دین اس سے برباد
ہوتا ہے مروت اس سے جاتی رہتی ہے لذت زندگی مفقود ہوتی ہے دل اسی مین الجھا رہتا ہے مین
یہ سنکر اٹھا اور گہر کو جانا چاہا میری طرف ثانی نے کہا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اب مین نزاع
نہین کرتا اوسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہو گیا کہ حق میرا ہی ہے مین نے کہا کہ یہ بات تو نہین
لیکن خصومت مین نہین چاہتا اوسنے کہا اگر یہی بات ہی تو مجھکو اب کچھہ دعوی نہین وہ شئی
آپ ہی رکھیے یہان یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبا لے تو اوسکے طلب اور حفظ
مین خصومت ضرور ہے اوسکی مذمت کسطرح ہو سکتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ خصومت ہمیشہ
ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے کبھی بے جانے ہوا کرتی ہے جیسے وکیل
جھگڑا کرتے ہین کہ اونکو اس بات کا علم نہین ہوتا کہ حق بجانب کس کی ہے مگر وکالت جسطرف
ہو کر لیتے ہین اوسے بے جانے خصومت و جوابدہی کرتے ہین اور کبھی طلب حق مین مقدار واجب سے
زیادہ طلبی ہوتی ہے اور جھگڑتے ہین بقدر حاجت پر اکتفا نکرکے زیادہ تر لچرپن اور خصومت محض ایذا
کے لیے یا دبانے کے لیے کرتے ہین اور کبھی بعین خصومت مین ایسے کلمات ایذا دہندہ پیش کرتے ہین
جنکی حاجت وجہ ثبوت اور اظہار حق مین کچھہ نہین ہوتی اور کبھی بنا خصومت محض عناد
ہوتی ہے کیونکہ شئے متنازع فیہ ایسی حقیر ہوتی ہے کہ طرفین کے نزدیک اوسکی کچھہ حقیقت نہین
ہوتی بلکہ علانیہ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد اور طرف ثانی کا ہتک
ہے ورنہ ایسا مال تو مین جوتی پر مارتا ہون پس اسطرح کی خصومت بہت بری ہین اور اگر مظلوم
آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شریعت کرے اور لچرپن اور اسراف اور قدر حاجت سے
زیادہ خصومت نہ کرے اور قصد عناد و ایذا بھی درمیان نہو تو اوسکا فعل حرام نہین مگر بہتر
یہ ہے کہ جب تک بے خصومت راہ نکلے تب تک نالشی نا فشا نہو اسلیے کہ خصومت و جھگڑے مین
زبان کو حد اعتدال پر ضبط کرنا دشوار ہے خصومت کی باعث سینہ مین غصہ کی لپٹ اوٹھتی ہے
اوسکے سبب حق تو بالاے طاق ہو جاتا ہے صرف طرفین مین کینہ باقی رہتا ہی یہان تک کہ
ایک کی رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اور اوسکی راحت سے اوسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی
ہتک مین زبان درازیان ہوتی ہین پس جو شخص خصومت اول کرتا ہے ان بری چیزون مین
مبتلا ہوتا ہے اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہے یہانتک کہ نماز مین
بھی یہی دھیان رہتا ہے کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے غرضکہ خصومت سے باز

بجھ جاتی ہے قدر واجب پر نہیں رہتی ہے اسلیے گویا منشا ہر ایک شر کا خصومت ٹھہری ہے اور
یہی حال مراء اور جدال کا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بالکل اس کا باب ہی بند کیا چاہیے اور اگر ضرورت ہو
تو اوس وقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورہ بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت
دشوار ہے ہر چند جو شخص خصومت واجبی پر کفایت کرے وہ گنہگار نہوگا اور نہ اوسکی خصومت
بری کہلائیگی تاہم اگر شیٔ متنازع فیہ سے مستغنی ہو اور اوسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکی کچھ
پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنے سے گو گناہگار نہیں تارک اولیٰ ضرور ہوگا اور خصومت
اور مراء و جدال سے ادنے درجہ یہ ہے کہ اچھی طرح بولنا اس میں چھوٹ جاتا ہے اور طیب کلام
کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہے کہ موافقت ظاہر ہو اور اعتراض
وطعن سے یہ امر مراحل دور ہے اسواسطے کہ جو شخص دوسرے سے خصومت اور مراء و جدال کرتا ہے
وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہے یا جھوٹا پھر طیب کلام کہاں ہے جسکے حق میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یمکنکم من الجنة طیب الکلام واطعام الطعام اور قرآن مجید میں
ارشاد ہے وقولوا للناس حسنا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اگر خدا کی مخلوق میں سے
کوئی تمکو سلام کرے تو اوسکے جواب میں تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو اسلیے
کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها اور تمکو تو اگر فرعون بھی اچھا کلمہ
کہے تو اوسکا جواب ویسا ہی دو اور حضرت انس رض سے یہ حدیث منقول ہے کہ جنت میں
بعضے مکان ایسے لطیف وشفاف ہیں کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم
ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اونہیں اون لوگوں کے لیے بنایا ہے کہ جو کھانا کھلاتے ہیں اور نرمی
سے گفتگو کرتے ہیں اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کو ایک خنزیر نکلا آپنے
فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس جانور کے ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ مجھکو
برا معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ الکلمة
الطیبة صدقة اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرة فان لم تجدوا فبکلمة طیبة اور حضرت عمر رض
کا قول ہے کہ نیکی ایک چیز آسان ہے وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہے اور بعض حکما کا
قول ہے کہ نرم گفتگو پوشیدہ کینوں کو ڈھونڈ ڈالتی ہے اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ
کسی کلام سے ناراض نہیں ہوتا اتنی شرط ہے کہ ہمنشین سے اچھی رہے پس آدمی کو چاہیے کہ
پاس بیٹھنے والے سے اچھی کلام کرنے میں دریغ نہ کرے شاید خداوند کریم اسکے عوض میں [illegible]

بروایت ابو ہریرہ
رواہ البخاری و مسلم
بروایت عدی بن حاتم

ہمنشین کا عنایت فرماوے غرضکہ نرم گفتگو مین اتنی فضائل ہین اور خصومت مراد اوسکی ضد ہین جس سے
آدمی کو وحشت ہوتی ہے عیش تلخ ہوجاتا ہے غصہ آتا ہے دل کو رنج ہوتا ہے اللہ بچاوے بندہ کو ہر
چھٹی آفت کلام کو خوب بنا بنا کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کے لیے تکلف کرنا اور تمہید
و مقدمات گڑہنی جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی عادت ہے اسطرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہے حدیث شریف
مین ہے کہ اَنَا وَاَتْقِيَاءُ اُمَّتِي بُرَاءٌ مِنَ التَّكَلُّفِ اور فرمایا اِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا الثَّرْثَارُوْنَ
الْمُتَفَيْهِقُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ فِي الْكَلَامِ اور حضرت فاطمہ فرماتی ہین کہ آپنے فرمایا شِرَارُ اُمَّتِي الَّذِيْنَ غُذُوْا بِالنَّعِيْمِ
يَاْكُلُوْنَ اَلْوَانَ الطَّعَامِ وَيَلْبَسُوْنَ اَلْوَانَ الثِّيَابِ وَيَتَشَدَّقُوْنَ فِي الْكَلَامِ اور فرمایا اَلَا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ اور اس جملہ کو تین بار ارشاد
فرمایا تنطع کے معنے تعمق اور مبالغہ کے ہین اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ کلام مین بلبلانا شیطان
کیطرف سے ہے اور حضرت عمر بن سعد ایک روز اپنے باپ کیخدمت مین کچہہ حاجت لیکر آئے
اور اوسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حتبنی یعنی حاجت آج تمنے
بیان کی کبہی نہین کی تہی مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تہے کہ لوگون پہ
ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چاہین گے جیسے گاے گہاس چاہتی ہے اِس سے معلوم ہوا
کہ حضرت سعد رض کو بیٹے کی تمہید حاجت سے پہلے بری معلوم ہوی اور اوسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا
اور یہ مذموم ہے اور آفات نشانی سے ہے اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ سب اسمین
داخل ہے گفتگو اور بول چال مین بہی ایسا تکلف ممنوع ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک بچہ مردہ کے عوض غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص اول لوگون مین سے بول
اوٹہا جنکے سبب سے وہ بچہ ضائع ہوا تہا کہ ہم ایسے کا کسطرح خون بہا دین جسنے پیا نہ کہایا نہ رویا
نہ چلایا ایسا خون بہا معافی ہین کیون نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلون کی سی فقرہ بندی کرتے ہو غرضکہ
آپکو یہ قافیہ اثناے گفتگو مین برا معلوم ہوا اور واقع مین ایسے کلام مین اثر تکلف کا صاف
معلوم ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ کلام اسطرح کرے کہ مقصود حاصل ہوجاوے اور مطلب صرف
دوسرے کو سمجہانے سے ہے اسکے سوا جو کچہہ ہے وہ تکلف مین داخل ہے جسکی مذمت شرع مین
موجود ہے ہان اسمین وہ قافیہ بندی داخل نہین جو خطبہ یا وعظ مین بے افراط و مبالغہ کرتے
ہین کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلون کا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہے اور الفاظ
کی خوبی کو اسمین بڑی تاثیر ہے تو اوسمین عمدہ الفاظ و موقع کا ہونا بجا ہے مگر جو محاورے کہ
روزمرہ کی حاجات مین بولے جاتے ہین اونمین وزن و قافیہ کی کچہہ ضرورت نہین تو اونمین

تکلف اور زبان اینٹھنے سے کیا فائدہ وہ سراسر مذموم ہے اور باعث اس تمام تصنع کا ریا
اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے—

ساتوین آفت فحش کہنا اور گالی اور بہکڑ دینا ہے یہ بھی مذموم اور ممنوع ہے اور منشاء اس کا خبث باطنی اور کمینہ پن سے ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰی لَا یُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ اور بدر کی لڑائی مین جو مشرک مارے گئے تھے اونکے حق مین بھی گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ انکو گالی نہ دو کیونکہ جو کچھ تم انکو کہتے ہو انکو تو لگتی نہین زندہ کو ایذا ہوتی ہے اور خبردار رہو کہ برا کہنا کمینہ پن ہے اور ایک حدیث شریف مین فرمایا لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ اور فرمایا اَلْجَنَّةُ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ فَاحِشٍ اَنْ یَّدْخُلَهَا اور فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگون کو باوجود انکے ایذا کے اور ایذا دینگے یعنی وہ تو اپنی مصیبت مین ہونگے کہ کھولتے پانی اور آگ مین دوڑتے ہونگے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اوسپر وہ چارون اور زیادہ جلو نکو جلا دینگے اونمین سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اوسکے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اوس سے پوچھینگے کہ اے پکارے ہوئے کہ تیرا کیا حال ہے تونے ہمکو دکھ پر دکھ دیا وہ کہیگا کہ جو کلمہ برا اور خبیث مجھے سوجھتا تھا اوسکو منہ سے کہکر جماع کا سا مزا لیا کرتا تھا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش گوئی آدمی ہوتا تو بہت برا ہوتا اور فرمایا کہ اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ اس حدیث مین بیان کے کئی معنے ہو سکتے ہین ایک تو یہ کہ جو شے ظاہر کرنے کی نہو اوسکو بیان کرنا یعنے ظاہر کہنا مراد ہو دوسرے یہ کہ بیان سے مبالغہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا مبالغہ کے ساتھہ کہنا کہ تکلف مین داخل ہو جاے تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات الٰہیہ کا بیان مراد ہو کیونکہ ان چیزون کا مجملاً عوام کے کان مین ڈالدینا اچھا ہے بہ نسبت اسکے کہ انمین مبالغہ کیا جاوے اسلیے کہ غایت درجہ کے بیان سے شک و شبہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسے اُٹھتے ہین اور مجمل کہدینے سے دل جھٹ پٹ اوسکی ماننے کیطرف مائل ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے مگر چونکہ حدیث شریف مین اس لفظ کو بذاء یعنی بہکر کے پاس ذکر فرمایا ہے تو غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے غرض یہی ہے کہ جس بات سے شرم آتی ہو اوسکو پکار کر کہے اور یہ شعبہ نفاق اس وجہ سے ہے کہ ایسے امور مین اغماض اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث مین ہے کہ ان اللہ

لَا یُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ الصَّیَّاحَ فِی الْاَسْوَاقِ اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ اِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَیْسَا مِنَ الْاِسْلَامِ فِی شَیْءٍ وَاِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ اِسْلَامًا اَحَاسِنُھُمْ اَخْلَاقًا ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہین کہ ایسا سُنا ہے کہ فحش اور بہکڑ والا قیامت کو کتے کی صورت یا اوسکے پیٹ مین ہوکر آوے گا اور احنف بن قیس رح فرماتے ہین کہ مین تمکو سب سے زیادہ مرض بتلائے دیتا ہون وہ زبان بہکڑ بازا اور کمینی عادت ہے پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی اب اوسکی تعریف کو سُننا چاہیے کہ فحش اسکا نام ہے کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات بکا کرتے ہین اور نیکبخت لوگ ایسی چیزونکا کنایۃً نام لینے سے بچتے ہین ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ حیا والا ہے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اشارہ بیان فرماتا ہے دیکھو صحبت کو لمس کی لفظ سے ارشاد کیا ہے پس جماع کے لیے صحبت اور وقاع اور لمس و دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہین کہ جنمین فحش نہین مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسی کہ مستعمل ہین کہ ناگفتہ بہ ہین اکثر گالی وغیرہ دینے مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اونمین سے بھی بعض مین فحش زیادہ ہے اور بعضون مین کم اور ہر ملک و دیار مین عادت کے اختلاف سے انمین بھی اختلاف ہی بہر صورت اونمین سے کمتر درجہ کے مکروہ ہین اور زیادہ درجہ کے ممنوع اور ان دونون کے درمیان کے الفاظ ہین کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہین اور کچھہ فحش جماع ہی پر موقوف نہین ہر ایک امر مکروہ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے مثلاً قضاء حاجت کے لیے اگر پاخانہ اور پیشاب کہین تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہے غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہین اونکو صراحۃً ذکر کرنا نچاہیے ورنہ فحش مین داخل ہوگا اسیطرح عورتون کا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہی مثلاً یون نہ کہنا چاہیے کہ تمہاری جورو نے یہ کہا بلکہ اسطرح بولنا چاہیے کہ گھر مین سے یہ کہا یا پردہ مین سے یہ آواز آئی یا لڑکون کی مانے کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ مین کنایہ ہی اچھا ہے تصریح سے فحش ہوجاوے گا علی ہذا القیاس جس کسیکو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص وجذام و بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہین بلکہ ایسی طرح ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہے یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہے اور آفت لسان مین داخل ہے علاء بن ہارون کہتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایکبار بغل مین نکالا نکلا اور اونکی عادت تھی

فحش اور بیہودہ گوئی اسلام مین بھی کسی چیز مین شمار نہین اور اچھا زیادہ اسلام مین وہ ہون جنکی عادت ...

تو زبان کی حفاظت بہت کرتے تھے ہم اونکی عیادت کو گئے کہ دیکھین اسمین کیا کہین گے ہم نے
پوچھا کہ کہان نکلا ہے اونہون نے فرمایا کہ ہاتھہ کے اندر کیطرف اور سبب فحش کا یا ایذا دینی ہے
یا بُرون کی صحبت سے عادت پڑجاتی کہ اکثر اونکی عادت گالی کی ہوتی ہے ایک اعرابی نے
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجکو کچھہ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا
رہ اور اگر تجھہ مین کچھہ بات دیکھکر کوئی تجھکو عار دلاوے تو تو اوسکی بات دیکھکر اوسکو عار مت دلا
یعنی اگر کوئی بُرا کہے تو اوسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ اسمین اوسکے اوپر وبال رہے گا اور تجھکو
ثواب ملے گا اور کسی چیز کو گالی مت دینا اعرابی کہتا ہے کہ پھر مین نے کبھی گالی ندی اور عیاض
بن حماد رضہ نے آپ کیخدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجھسے رتبہ مین کم ہے مجھکو گالیان
دیا کرتا ہے تو اسکا کچھہ مضائقہ تو نہین کہ مین بہی اوس سے بدلا لے لون آپ نے فرمایا کہ گالی
گلوج کرنے والے دونون شیطان ہوتے ہین ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور تہمت لگاتے ہین
اور ایک حدیث مین فرمایا سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ اور فرمایا کہ گالی لڑنے والے جو کچھہ
کہتے ہین وہ اوسی پر پڑتی ہے جسنے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑھجاوے اور فرمایا
کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے اوسکو خدا کی پھٹکار ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ بیرہ
گنہون سے بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماباپ کو گالی دے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آدمی اپنے
ماباپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماباپ کو گالی دی اور وہ جواب مین اسکے
ماباپ کو کہے تو گویا اس گالی کا باعث یہی ہوا

آٹھوین آفت لعنت کرنا یہ امر حیوان اور انسان اور جمادات کے لیے سب کے لیے بُرا ہے
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِلَعَّانٍ اور فرمایا لَاتَلَاعَنُوْا بِلَعْنَۃِ اللّٰہِ
وَلَا بِغَضَبِہٖ وَلَا بِجَہَنَّمَ اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتی ہین کہ جب قوم نے ایک دوسرے کو لعنت
کی اونپر خدا کی مار بیشک ہوئی اور حضرت عمران بن حصین فرماتی ہین کہ ایکبار انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک سفر مین تھے ایک انصار کی عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی اوسنے جو کچھہ بدی کی
تو عورت نے کہا کہ تجھپر خدا کی لعنت ہے آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھہ وغیرہ اوتار کر ننگا
کردو کہ اب تو وہ ملعون ہوچکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظرون مین پہرتی ہے
کہ لوگون مین پہرتی تھی اور کوئی اوس سے مزاحمت نہ کرتا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتی ہی کہ جو ہم مین سے زیادہ نافرمان

اللہ جل شانہ کا ہوا وسپر لعنت ہوا اور حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضہ کو سنا کہ کسی اپنے غلام کو لعنت کرتے تھے آپ اونکیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر کیا صدیق بھی لعنت کیا کرتے ہین کلا ورب الکعبۃ اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابو بکر رضہ نے اوسی روز اوس غلام کو آزاد کر دیا اور آپکی خدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبھی ایسی خطا نکرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پر جاتا تھا اوسنے اپنے اونٹ کو لعنت کی آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ ملعون اونٹ پر ہمارے ساتھہ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اوسکو معلوم ہو کہ اب کو میرا لعنت کہنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنے یہ ہین کہ خدا کے یہان سے دور نکالدینا پس یہ لفظ اوسی شخص پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے جسسے اللہ تعالی سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر و ظلم کی ہے تو یہ کہنا جائز ہے کہ ظالمون پر خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جسطور پر شرع مین وارد ہوا اونہین الفاظ سے کہنا چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بھی ہے اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوے ہے کہ اسکے ملعون کو خدا نے دور کر دیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین جان سکتا یا اگر خداوند کریم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دے تو اونکو اسکا علم ہو سکتا ہے غیر کو کسطرح علم ہو سکتا ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر اور بدعت اور فسق اور انمین لعنت کرنیکے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ وصف عام کے ساتھہ لعنت کرے مثلاً یون کہے کہ کافرون اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اس سے کچھہ خاص کر کے کہے جیسے خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس و قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خور پر اور یہ دونون شقین جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین تردد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہے اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اوسکے لیے وارد نہین تو عوام کو اس سے روکنا چاہیے ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہے کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ محل خطر ہے مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہو اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت ہوئی ہو اوسکے کہنے مین مضائقہ نہین مثلاً یون کہنا فرعون خواہ ابو جہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعاً ثابت ہے کہ یہ دونون کفر پر مرے لیکن اس زمانہ کی

کسی شخص معین کو گو کافر ہی کیون نہو لعنت کرنا اچھا نہین شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور
ایماندار ہو جاوے تو پھر کسطرح اوسکو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہین پس اگر کوئی یون کہے
کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام مین رحمہ اللہ کہہ سکتے ہین ایسا ہی کافر کو بھی جب وہ کفر کی
حالت مین ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر مین احتمال ہے کہ مسلم ہو کر مرے ویسا ہی
مسلمان مین شبہہ ہے کہ کافر ہو کر مرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہے کہ خدا اوسکو
مرتے دم تک مسلمان رکھے جس سے قابل رحمت ہو اور یہ بات لعنت مین ممکن نہین یعنی نہین
کہہ سکتے کہ خدا فلانے کو کافر رکھے جو لعنت کا سبب ہو اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہے اور ایسا سوال
خود کفر ہے ہان اگر یون کہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو اور نہ اگر اسلام پر
مرے تو لعنت نہو اور یہ طور بھی مخلوط ہے اسلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہو سکتا ہے کہ خاتمہ
کیسا ہوگا اور لعنت نکرنے مین کچھہ بھی خطرہ نہین پس جب کافر کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ فاسق
اور بدعتی کو بطریق اولی لعنت نکرنا چاہیے اس لیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکسان نہین
رہتا کیا معلوم ہے کہ انجام کو کیسا ہو جاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر سکتے تھے
کہ اسکا انجام کیسا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہو گیا تھا اونکے لیے بددعا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے
اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ اور جو لوگ کہ جنگ بدر مین کافر مارے گئے تھے
اونکو بھی لعنت و بددعا مین شامل فرماتے تھے مگر جسکا انجام معلوم نتھا جب اوسکو لعنت کرتے
تو خدا تعالی نے منع فرمایا چنانچہ آپ مہینہ بھر دعاے قنوت مین اون لوگون کو لعنت کرتے تھے
جنہون نے بیر معونہ کے لوگون کو مارا تھا اوسیوقت یہ آیت اتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہو جاوین تم نے کیسا جانا کہ وہ دوزخی
ہین اسی طرح اگر ہمکو بھی کسی کا حال معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہے تو اوسکو لعنت اور
برا کہنا درست ہے بشرطیکہ اوسمین کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اوسپر بھی لعنت درست نہین
چنانچہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو تشریف لیے جاتے تھے حضرت ابوبکر رضہ ساتھے
ایک قبر کا حال پوچھا کہ یہ کسکی قبر ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہے یہ شخص خدا
اور رسول سے سرکش رہتا تھا اوسکا لڑکا عمرو بن سعید جو ہمراہ تھا اس بات سے غصہ ہو کر کہنے لگا
کہ یا رسول اللہ یہ قبر اوس شخص کی ہے کہ ابوبکر رضہ کے باپ ابو قحافہ سے زیادہ کھانا کھلاتا تھا
اور اوسکی بنسبت زیادہ شجاع تھا پس حضرت ابوبکر رضہ نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماتے ہین

کیسی بات کہتا ہے آپ نے اوسکو منع کر دیا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب کفار کا
ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو ورنہ تخصیص مین اونکی اولاد برا مانے گی تو لوگون نے خاص کو
برا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیا کرتا تھا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین اوسکو
سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہے آپ نے فرمایا
کہ لا تکن عونا للشیطان علی اخیک اور بعض روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقل ھذا
فانہ یحب اللہ ورسولہ غرض کہ شخص معین کی لعنت سے اوسکو روک دیا اس سے معلوم ہوا کہ معین
آدمی فاسق کی لعنت جائز نہین حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگون کی لعنت مین خرابی ہے
اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نکرے اور سکوت
اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہین شیطان سے بڑھکر تو کوئی اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال
کہ اگر اوسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اوسکو لعنت کہنا
درست ہی یا نہین تو اسکا یہ حال ہے کہ قتل واجازت دونون پایۂ ثبوت کو نہین پہونچیں لعنت
کا تو کیا ذکر ہے جب تک اوسکا قتل واجازت ثابت نہو تب تک اوسکو قاتل اور اجازت دہ
بھی نکہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اوسکی نسبت مسلمان کیطرف بلا ثبوت کامل نہین ہوسکتی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہو گا تو
لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ما شہد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدھما ان
کان کافرا فھو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ ایاہ اور اوسوقت ہی کہ مسلمان جانکر کافر کہے لیکن اگر
بدعت وغیرہ کے سبب اوسکو کافر کہا تو خطا وار ہوگا کافر نہوگا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہین
کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو منع کرتا ہون کہ مسلمان کو گالی
نہ دینا اور امام عادل کی نافرمانی نکرنا اور مردون کے حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہے مسروق
فرماتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کیخدمت مین گیا تو انہون نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا
حال ہے اوسپر خدا کی لعنت ہو مینے عرض کیا کہ وہ مر گیا اونہون نے فرمایا کہ تو خدا اوسپر رحم
کرے مینے پوچھا یہ کیا بات ہی اونہون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا لا تسبوا الاموات
فتؤذوا بہ الاحیاء اور نیز فرمایا ایھا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصھاری ولا تسبوھم

کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دینے والے پر خدا کی لعنت ہو اسکا جواب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یون کہی کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اوسپر خدا کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر مین شہید کیا تہا مگر پہر مسلمان ہو کر کفر اور قتل سے سب سے توبہ کر لی اب نہین ہو سکتا کہ کوئی اونکو لعنت کرے علاوہ اسکے قتل گناہ کبیرہ ہے اس سے کافر مطلق تو ہو ہی نہین جاتا اسلیے کہ اگر توبہ کی قید نہ لگائے گا تو لعن مین موجب خطر ہے اور سکوت مین کچہہ بہی خطر نہین تو سکوت ہی بہتر ہے اور ہمنے جو یزید کی لعنت کا بیان ذکر کیا تو اسی لیے کیا لوگ لعن کے باب مین بہت زبان کہولدیتے ہین حالانکہ حدیث شریف مین آچکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہین ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اوسکے سوا پر زبان سے نکہولین اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نکرین وصف عام کے طور پر لعنت کرین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچہہ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ رہنے مین سلامتی ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید ۔ مکی بن ابراہیم کہتے ہین کہ ہم ابن عون کے پاس تہے انہین بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگون نے اونسے کہا کہ تمہین یاد ہے اوسنے تمہارے ساتہہ کیا معاملہ کیا تہا آپ اوسکو برا کیون نہین کہتے آپ نے فرمایا کہ قیامت کو نامۂ اعمال مین بہی دو باتین ہونگی ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرے فلانے نے فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے نامۂ اعمال مین اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجہکو کچہہ وصیت فرمایے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہی کہ بہت لعنت مت کیا کر اور ابن عمران رض فرماتی ہین کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو کثرت سے لعن و طعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مومن کو لعنت کرنا اوسکے قتل کے برابر ہے اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہین کہتے ہین کہ اگر اس قول کو مین حدیث کہون تب بہی کچہہ مضائقہ نہین اور واقع مین ابی قتادہ رض سے اسی مضمون کی حدیث نقل بہی ہے کہ مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ مِثْلُ اَنْ يَقْتُلَهُ اور کسی کو کوسنا بہی لعنت کے قریب ہی ہے یہانتک کہ ظالم کے حق مین یون کہنا کہ خدا اوسکو اچہا اور تندرست نہ کرے اور اوسکو موت آوے وغیرہ بہی برا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ الْمَظْلُوْمَ لَيَدْعُوْ عَلَى الظَّالِمِ حَتّٰى يُكَافِيَهُ ثُمَّ يَبْقٰى لِلظَّالِمِ عِنْدَهٗ فَضْلَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

[illegible]

لعن المومن کقتلہ ۱۲

یعنی مظلوم دعاء بد کرتا ہی ظالم پر یہانتک کہ اپنا بدلہ لیتا ہے پہر ظالم کی زیادتی باقی رہتی ہے ظالم کے ذمہ قیامت کے روز ۱۲

حدیث مرفوعا نہین ہے بلکہ اثر ایک صحابی کا ہی ۱۲

نوین آفت راگ اور شعر ہی باب سماع مین ہم لکہہ چکے ہین کہ راگ مین سے کونسا حرام اور کونسا حلال ہے اوسکے دوبارہ لکہنے کی ضرورت نہین اور شعر کا حال یہ ہے کہ اوسمین سے اچہا اچہا ہے اور برا برا مگر اسطرح کہنا کہ اوسیکا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِاَنْ یَّمْتَلِیَٔ جَوْفُ اَحَدِکُمْ قَیْحًا حَتّٰی یَرِیَہٗ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّمْتَلِیَٔ شِعْرًا اور مسروق رضہ سے کسی نے کوئی بیت پوچہی تو اونکو برا معلوم ہوا لوگون نے سبب پوچہا آپ نے فرمایا کہ مجہے اچہا نہین معلوم ہوتا کہ میرے نامہ اعمال مین شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچہا تو اونہون نے فرمایا کہ اسکی عوض خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہو خلاصہ یہ کہ شعر پڑہنا اور بنانا حرام نہین ہے بشرطیکہ اوسمین کوئی کلام بیجا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً مگر اتنی بات ہے کہ شعر مین اکثر مدح اور ہجو اور عورتون کا ذکر ہوتا ہے اور اسمین دروغ کو گنجایش ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضہ کو ارشاد فرمایا تہا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح مین مبالغہ کرنے سے گو کسیقدر جہوٹ بہی ہو جاوے حرمت نہین ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف مین اسطرح کہا جاوے

جو مانگے جان کوئی اوس سے کچہہ نہ عذر کرے + دلے ضرور ہے سائل کو بہی خدا کا خوف

تو اگر ممدوح سخی نہوگا تو شاعر جہوٹا ہے ورنہ اگر سخی ہوگا تو مبالغہ شعر مین کچہہ اوسی نمک مرچ لگا دیتا ہے اوسکا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہین علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہی اشعار ایسے پڑہے گئے ہین کہ اگر اونمین تلاش کیجاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلین گے حالانکہ آپ نے منع نہین فرمایا حضرت عایشہ رضہ سے روایت ہے کہ مین ایک روز سوت کات رہی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تہے مین نے جو آپ کیطرف دیکہا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلود ہے اور قطرات عرق روشنی مین کہکشان کی بہار دکہا رہے ہین مین دیکہتی ہی اوس حسن خداداد پر حیران رہ گئی آپ نے جو میری حیرانی کیطرف ملاحظہ فرمایا تو پوچہا کہ ایسی مبہوت کیون ہو رہی ہو مین نے عرض کیا کہ آپ کی آب جو پیشانی سے جو نور کی لہر اوٹہہ رہی ہے اسکے ورطہ حیرت مین ہون اگر آپ کو ابو بکر ہذلی دیکہتا تو جانتا کہ اوسکے شعر کی مصداق آپ ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اوسکے شعر کیا ہین مین نے عرض کیا کہ یہ دو بیتین ہین ع

وَمُبَرَّءٌ مِّنْ کُلِّ غُبَّرِ حَیْضَۃٍ وَّفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَّدَاءٍ مُّغْیِلِ

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلِ انکا خلاصہ یہ ہے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو بہت ہنستا ہے اوسکی ہیبت کم ہوتی ہے اور جو چہل
کرتا ہے نظرون مین سبک ہو جاتا ہے اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہے وہ اوسکی حقیقت کو
جان جاتا ہے اور جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطی کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہے اوسمین
حیا کم ہوتی ہے اور جو حیا کم رکھتا ہے اوسکا ورع بھی کم ہوتا ہے اور جو پرہیز کم کرتا ہے اوسکا دل
مرجاتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہنسی کسی باعث آخرت سے غفلت پائی جاتی ہے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَو تَعلَمُونَ مَا اَعلَمُ لَبَکَیتُم کَثِیراً وَ لَضَحِکتُم قَلِیلاً اور ایک شخص نے
اپنے بہائی سے کہا کہ تمکو یہ بہی خبر ہے کہ دوزخ مین جانا پڑے گا اوسنے جواب دیا کہ ہان
معلوم ہے اوسنے کہا یہ بہی معلوم ہے کہ اوسمین سے نکلنا بہی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو
معلوم نہین کہا کہ پہر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہین کہ پہر کسی نے اوسکو مرتے دم تک
ہنستے نہ دیکہا اور یوسف بن سباط کہتے ہین کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے
اور عطار سلمی کی نقل ہے کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسے اور وہب بن الورد نے کچہہ لوگون کو
دیکہا کہ عید فطر مین ہنس رہے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہو گئی ہے تو یہ فعل شکر کرنیوالونکا
سا نہین اور اگر مغفرت نہین ہوئی تو یہ کام خوف کرنیوالونکا سا نہین اور حضرت عبد اللہ بن
ابی یعلی فرماتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید کفن دہوبی کے یہان سے دہل کر آگیا ہو یعنی موت بہت
جلد آوے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو گناہ کرکے ہنستا ہے وہ دوزخ
مین روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہین جب کوئی جنت مین جاکر روے تو خواہ مخواہ تعجب
کی بات ہے لیکن جو دنیا مین ہنستا ہے اور اپنے خاتمہ اور انجام کا حال نہین جانتا یہ جنت کے
رونے سے بہی زیادہ تر عجیب بات ہے یہ آفتین ہنسی کی ہین مگر ہنسی مین سے وہی قسم بری ہے
جو آواز کے ساتہہ ہو یعنی مسکرانے سے زیادہ اور مسکرانا جسکو تبسم کہتے ہین اور بے آواز ہوتا ہے
وہ اچہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہی اسیطرح تبسم فرماتے تہے حضرت قاسم سے روایت ہے
کہ ایک اعرابی ایک سرخ اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور سلام کیا پہر جب اونٹ کو آگے بڑہانے کا ارادہ کیا کہ کچہہ پوچہے اونٹنی بہڑکنا شروع کیا
کئی بار ایسا ہی ہوا صحابہ یہ دیکہکر ہنسنے لگے آخر کو یہانتک بہڑکا کہ وہ سوار گر کر مرگیا لوگون
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اونٹنے اوس اعرابی کو پٹک دیا
اور وہ مرگیا آپ نے فرمایا وہ تو مرگیا مگر اوسکا خون تمہارے منہ مین بہرا ہوا ہے اور جس ہنسی کی

اگر تم جانو جو مین جانتا ہون تو البتہ روؤ زیادہ اور ہنسو تہوڑا ۱۲ بخاری و مسلم عن انس رضی اللہ عنہ

ہیبت و وقار جاتا ہو وہ بھی مذموم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو ہنسی کرتا ہے اوسکی
تخفیف ہوجاتی ہے اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ میری ماں نے مجھکو نصیحت کی ہے کہ لڑکون سے
چہل مت کرنا ورنہ اونکی نظرون مین ہلکا ہوجاویگا اور سعید بن العاص رح نے اپنے بیٹے کو
فرمایا کہ نہ تو شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھسے دشمنی کریگا اور نہ کمینے سے ہنسی کر کہ تجھپر جرأت کرنے لگیگا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کوسون بھاگو کہ اوس سے
کینہ ہوتا ہے اور انجام برا ہوتا ہے قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر ان معلوم ہو تو عمدہ حالات
مردونکے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہنسی کا نام مزاح کیون ہوا
لوگون نے عرض کیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مزاح مشتق زح سے ہے جسکے
معنے دوری کے ہین تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہے اور بعض اکابر کا قول
ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہوجاتی ہے دوست الگ ہوجاتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے
کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح مین حق کے سوا کچھہ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ
افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض
کا دستور تھا تو اسطرح کی مزاح مین کچھہ مضائقہ نہین مگر بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی مزاح
اپنا پیشہ دائمی کرلے اور خوب افراط کے درجہ کو پہونچا دے اور پھر دعوے کرے کہ مین حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کا اتباع کرتا ہون اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی
دن بھر طوائف کے ساتھہ اونکو تاکتا پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی حضرت عایشہ رض کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہے
اسلیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہے بلکہ مباح چیز پر اصرار سے بعض
اوقات گناہ صغیرہ ہوجاتا ہے اس بات کو خوب یاد کر لینا چاہیے ہان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جسطرح مزاح فرماتے تھے وہ بیان لکھے دیتے ہین تاکہ دھوکا نہ ہو حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپ ہمسے مزاح کرتے ہین فرمایا کہ البتہ اگر کبھی مزاح کرتا ہون تو سچ بات کے سوا
کچھہ نہین کہتا اور عطار رح روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہین آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے اوسنے
پوچھا کہ کسطرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپ نے اپنی ازواج مطہرات مین سے کسیکو ایک

اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور آمین سے دلہن کے دامن بناؤ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات سے اور لوگونکی
نسبت زیادہ چہل فرماتے تھے اور یہی روایت ہے کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور حضرت
حسن سے روایت ہے کہ ایک بڑہیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئی آپنے
اوس سے فرمایا کہ جنت مین بڑہیا کوئی نجائیگی وہ رونے لگی آپنے فرمایا کہ تو اوسوقت بڑہیا نرہیگی
خدا تعالے فرماتا ہے إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین
کہ ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آئی اور عرض کیا کہ آپکو
میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہین جسکی آنکھ مین سفیدی ہے اوسنے عرض کیا
کہ اوسکی آنکھین تو اچھی ہین اونمین سفیدی نہین آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اوسنے قسم کہا
کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہین جسکی آنکھ مین سفیدی نہین یعنی حدقہ چشم ہر ایک
انسان کا سیاہی اور سفیدی دونون رکہتا ہے اور ایک اور عورت آپ کی خدمت مین
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھکو ایک اونٹ سواری کو ملے آپ نے فرمایا کہ مین تیری سواری
کے لیے اونٹ کا بچہ دونگا اوسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر مین کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اوٹھاویگا
آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے پس آپ کا مزاح اسی طرح کا
ہوتا تھا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک
لڑکا تھا اوسکا نام ابو عمیر تھا ایک لال اوسنے پالا تھا اور اوس سے کھیلا کرتا جب آپ اوسکے
گھر جاتے تو اوس لڑکے سے فرماتے يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ اور حضرت عایشہ رض فرماتی ہین
کہ جنگ بدر مین مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی آپ نے فرمایا کہ آو ہم تم دوڑین
دیکھین کون آگے نکلجاے مینے اپنا دوپٹا مضبوط باندھلیا اور ایک نشان کھینچکر اوسپر کھڑی
ہوئی اور دوڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے
ذی المجاز ایک جگہہ کا نام ہے جب حضرت عایشہ چھوٹی تھین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اونکو کچھ لینے کو بھیجا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے انکار
کیا اور لیکر بھاگین آپ اونکے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئین اوسی قصہ کو حضرت نے اوسوقت
یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری روایت مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ اول دفعہ
جبتک مین آپکے ساتھ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب مین فربہ ہوگئی اور دوڑی تو آپ آگے

نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اول دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہین کہ ایک روز آپ میرے گھر مین تھے
اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھین مین نے قلیہ تیار کیا اور سودہ سے
کہا کہ کھاؤ اونہون نے کہا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا مین نے کہا کھاؤ تو کھاؤ نہین تو
تمہارے منہہ پر ملدونگی اونہون نے کہا کہ مین تو نہین کھاؤنگی مین نے پیالہ مین سے
لیکر اونکے منہ پر لیپ دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونون کے بیچ مین بیٹھے تھے اپنا پانو
بیچ مین سے ہٹا لیا تاکہ وہ بھی اپنا عوض مجھسے لین اونہون نے پیالہ مین ہاتھہ ڈالکر میرے
منہہ پر پھیر دیا آپ بیٹھے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے
جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رض
بھی موجود تھین اور اوسوقت تک پردہ کا حکم نہوا تھا بیعت کے بعد اونہون نے عرض کیا
کہ میرے پاس دو بی بیان اس سرخ عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اچھی ہین
اگر آپ نکاح کرین تو ایک کو مین آپ کے واسطے بھیجدون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
اونسے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اونہون نے کہا کہ مین اونسے کہین اچھا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال وجواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر
اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گود مین لیے ہوئے اونکے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے
اور وہ زبان مبارک کو دیکھہ دیکھہ خوش ہورہے تھے اتنے مین عیینہ بن بدر فزاری نے کہا
کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہے اوسکی داڑھی نکلنے تک بھی مین کبھی پیار نہین کرتا آپ نے فرمایا
مَن لَا یَرحَم لَا یُرحَم یعنی اسطرح کی ہنسی عورتون اور لڑکون سے آپ کیا کرتے تھے اور یہ گویا
کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تھے نہ ٹھٹھے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار
صہیب رض کی آنکھہ مین درد تھا اور خرما کھاتے تھے آپ نے فرمایا کہ تمہاری آنکھہ دکھتی ہے اور
خرما کھاتے ہو اونہون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری داڑہ سے کھاتا ہون آپ اتنے ہنسے
کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہے کہ خوات بن جبیر انصاری بنی کعب کی عورتون مین
مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹھے ہوے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اوس طرف ہوا فرمایا کہ تم
ان عورتون مین کیون بیٹھے ہو اونہون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہے اوسکے
لیے اونسے رسی بٹوا رہا ہون آپ اپنی کام کو تشریف لے گئے جب وہان سے پھرے تو پھر اونسے

فرمایا کہ اوس اونٹ نے ابھی شرارت نہین چھوڑی خوات کہتے ہین کہ مجھے شرم آگئی اور چپ
ہو رہا اور اسکے بعد جہان کہین حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا یہانتک کہ مین مدینہ
منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز مین مسجد مین نماز پڑھ رہا تہا کہ آپ تشریف لائے
اور میری طرف بیٹھ گئے مین نے بڑی رکعتین پڑھنی شروع کین آپ نے فرمایا کہ طویل نماز مت
پڑھو مین تمہارا منتظر ہون جب مین نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا کہ اوس اونٹ نے اب تک
شرارت نہین چھوڑی مین مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا آپ تشریف لے گئے مگر میرا یہ حال تہا
کہ آپ سے بھاگا پھرتا تہا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار مجھکو ملے کہ دونون پاے مبارک
ایک ہی طرف کو کرکے تھے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ اب تک اونٹ نے شرارت چھوڑی
کہ نہین مینے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو رسول برحق کیا ہے جس وقت سے
مین مسلمان ہوا ہون اوس روز سے کبھی بد ذاتی نہین کی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر
الٰہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالے نے اونکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہو گئے اور
نعیمان انصاری ایک ہنسوڑ آدمی تہا مگر شراب بہت پیتا تہا جب حضرت کی خدمت مین
اوسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اوسکو مارتے اور اصحابؓ کو فرماتے وہ بھی جوتیان لگاتے
جب بہت دفعہ پیا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے
آپ نے اوسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور حال نعیمان
کا یہ تہا کہ مدینہ منورہ مین جب کبھی دودہ یا کوئی نئی چیز آتی تو اوسمین سے خرید کر آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز مینے آپ ہی کے لیے مول لی ہے اور ہدیہ لایا ہون
جب اوس چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو اوسکو بھی آپ کی خدمت مین لاتا اور عرض کرتا
کہ فلان چیز کے اوسکو دام عنایت فرمایئے آپ فرماتے کہ وہ تو تو نے ہدیہ دی تھی عرض کرتا
کہ میرے پاس دام نہ تہا مگر میرا دل یون چاہتا تہا کہ آپ اسکو کہاوین اسلیے کہہ گیا تہا آپ اسکے
دام دلوا دیتے پس اس طرح کے مطایبات کبھی کبھی جائز ہین اونپر دوام کرنا برا ہے اور زیادہ
ہنسی سے دل مرجاتا ہے

گیارہوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹھٹول کرنا ہی اگر اس سے دوسرے کو ایذا ہو
تو حرام ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا
خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ اور تمسخر کے معنی یہ ہین کہ دوسری کی

اہانت وحقارت کرنی اور اوسکے عیب ونقصان اسطرح بیان کرنی جس سے ہنسی آوے اور
یہ کسی طور ہو سکتا ہے یا اوسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ وایما سے
پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہے ورنہ تمسخر اور استہزا نام ہے گو یہ غیبت نہین مگر دونون کا
حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے ایک آدمی کی نقل اوتاری
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا واللہ ما احب انی حاکیت انسانا وان لی کذا وکذا
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یا ویلتنا مال ہذا الکتاب
لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا یہ ارشاد کیا ہے کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے مومن کو تمسخر پر اور
کبیرہ سے مراد کھلکھلانا ہے تمسخر پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگون پر ہنسنا گناہ مین داخل ہے
اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہین کہ مینے خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ
گوز پر ہنسنے کے باب مین نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات مین آدمی خود مبتلا ہے اوسپر دوسرے کو
کیون ہنستا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو لوگ دنیا مین لوگون پر ہنستے ہین قیامت کو اونسے
بھی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کھولدیا جاویگا اور اونکو کہا جاویگا کہ یہان آؤ یہان
آوینگے مصیبت کے مارے جب دروازہ کے قریب پہنچینگے تو بند کر دیا جاویگا اور دوسرے
دروازہ سے بلایا جاویگا جب وہان جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسیطرح ہوتا رہیگا
یہانتک کہ آخر کو تھک کر نہین جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لم یمت حتی یعملہ اور ان سب کا
مآل ایک ہی ہے یعنے دوسرے کی حقارت واہانت وذلت اور اوسپر ہنسی اور استہزا کرنا
آیت گذشتہ مین اسپر تنبیہ موجود ہے کہ عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم یعنی براہ حقارت دوسرے
پر ہنسنا نہ چاہیے کیا معلوم شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اوسی صورت مین حرام ہے
کہ اوسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی اس امر سے خوش ہوتا ہو تو اوسپر ہنسنا اوسکے حق مین
حکم مزاح کا رکھتا ہے جسکا حال بتفصیل اوپر بیان ہوا حرام وہی استہزا ہے جسمین کسیکو ایذا
ہو مثلاً اگر کلام مین کسی سے کچھ خبط نکل جاوے تو اوسپر ہنسنے لگنا یا افعال پر استہزا کرنا
کہ خط کیا خوب لکھتے ہین یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہین یا قد وقامت وصورت پر ہنسنا
جیسے بونے یا لمبے آدمی کو ہنسا کرتے ہین یا کوئی عیب ونقصان دیکھکر ہنسنا وغیرہ سب
داخل تمسخر ہین اور ان سے شرعاً اجتناب چاہیے

بارہوین آفت راز کا ظاہر کردینا یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہے اور حق معرفت و دوستی برباد جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِیْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ اَمَانَةٌ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اَلْحَدِیْثُ بَیْنَکُمْ اَمَانَةٌ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کسی بھائی کا راز کھولدینا بھی خیانت مین داخل ہے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا اونہون نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھسے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھسے کہدیا ہے تو تم سے کیون چھپا رہیگا اونہون نے کہا کہ اوس بات کا ذکر مجھسے مت کرو اسواسطے کہ جب تک آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے تب تک اوسکے قابو مین ہے اور جب کہدیا تو دوسرے کی اختیار مین چلا گیا مین نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے مین بھی ہوتا ہے اونہون نے کہا کہ ہر چند باپ بیٹے مین نہین ہوتا مگر مین یہ چاہتا ہون کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اور تجکو افشاء راز کی عادت نہو پھر مینے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیخدمت مین جاکر سب ماجرا بیان کیا اونہین نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجکو خطا کی غلامی سے آزاد کردیا خلاصہ یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے اور اگر اوسمین کسیکا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہے اور راز کے پوشیدہ رکھنے کا حال ہم باب آداب صحبت مین لکھہ چکے ہین ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہین

تیرہوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہے زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا گوارا ہوتا ہے تو وعدہ جھوٹا ہوجاتا ہے اور یہ امر نفاق کی علامت ہیجا لا اللہ تعالے فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کرنا عطا مین شمار ہے اور فرمایا اَلْوَاْیُ مِثْلُ الدَّیْنِ یعنے وعدہ بھی ایک طرح قرض ہے اور خداوند کریم نے اپنے نبی اسمعیل علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید مین یون فرمائی ہے اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ روایت ہی کہ ایک جگہہ مین ایک شخص سی وعدہ کیا تہا وہ شخص بہولے سے وہان بائیس برس نہ آیا آپ اوسکے انتظار مین اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھسے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور مینے کچھہ مذبذب وعدہ کرلیا تہا پس بخدا مین خدا کے سامنے تہائی نفاق لیکر نہ جاؤنگا تم گواہ رہو کہ مینے اوس شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور عبد اللہ بن ابی الحمسا روایت کرتے ہین کہ مینے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تہا اور آپ کا کچھہ دام

میری طرف رہگیا تھا مین نے عرض کیا کہ ابھی لاتے دیتا ہون آپ یہان ٹھہریے
مگر مین اوس روز اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اوسی جگہہ پایا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب آپ نے تو بڑی مصیبت مین جان ڈالی کہ یہان
تین روز سے تمہارے انتظار مین ہون اور ابراہیم بن ادہمؒ سے روایت ہے کہ کسی نے
دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور میعاد پر نہ آوے تو کیا کرے آپ نے
فرمایا کہ یہانتک انتظار کرے کہ نماز آیندہ کا وقت آجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب کسی سے وعدہ فرماتے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ہر ایک وعدہ
کے ساتھہ انشاء اللہ کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہے پھر اگر اسکے ساتھہ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا
کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد پختہ کر لیا کہ پورا نہین کرونگا
تو اسکا نام نفاق ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص مین تین باتین ہون وہ پکا منافق ہو گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہا کرے
کہ مین مسلمان ہون وہ تین باتین یہ ہین بات کہے تو جھوٹی وعدہ کرے تو پورا نکرے کوئی چیز
امانت اوسکے پاس رکھہ جاوے تو اوسمین خیانت کرے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین
کہ آپ نے فرمایا جسمین چار چیزین ہون وہ منافق کامل ہے اور جسمین ایک چیز اونمین کی ہو اوسمین
اوسیقدر نفاق بھی ہوگا جب تک کہ اوسکو ترک نکرے اول یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے
وعدہ کو خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب دغا کرے چہارم خصومت کیوقت گالیان سناوے اور یہ
اوسیکا حال ہو کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہو تے عذر وفا نکرے مگر جو شخص وعدہ کے وقت
پورا کرنیکا ارادہ رکھتا ہو اور کسی عذر کے باعث پورا نکریگا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق
ہی کی سی آپڑی ہے اسلیے جیسا کہ نفاق اصلی سے بچنا ضرور ہے اسیطرح اس صورت نفاق
سے بھی احتراز واجب ہو اور بے ضرورت شدید اپنے نفس کو معذور نہ کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ابو الہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب قیدی مین تین غلام
آئے تو دو آپ نے دیدیے ایک رہگیا حضرت فاطمہؓ تشریف لائین اور عرض کیا کہ دیکھیے
میرے ہاتھہ مین چکی پیستے پیستے گٹھے پڑگئے ہین یہ غلام مجھکو عنایت ہو آپکو وعدہ ابو الہیثم
کا یاد آگیا اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر تمکو غلام دیدون تو وعدہ خلاف ہوگا غرض وہ غلام
ابو الہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہؓ کو وعدہ پر ترجیح نہدی یا دجود یکہ آپکا کام اونھون نے

ابو الہیثم کا قصہ جلد چہارم باب اول مین گذرا اور یہ ترمذی نے روایت ابو ہریرہ سے نقل کیا اور اوس مین الفاظ کا فرق ہے ۱۲

کہتی تھی اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین مین تقسیم فرماتے
تھے ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ درست
ہے جو تجکو چاہیے مانگ لے اوسنے اسی بھیڑین مع اونکے چرانے والے کے پسند کین آپ نے دلوا دین
اور فرمایا کہ تونے کچھ بھی نہ مانگا تجھ سے تو وہ عورت زیادہ ہشیار تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ
السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیان بتلائین تھین پھر حضرت موسیٰ نے اوس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی
ہے اوس نے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ مین پھر سے جوان ہو جاؤن اور آپ کے ساتھ جنت مین
جاؤن کہتے ہین کہ لوگون کو اوس شخص کا مانگنا حضرت سے ایسا کم معلوم ہوا کہ اوسکی عربی مین
ضرب المثل ٹھہرا لی اشح من صاحب الثمانین والراعی ہے اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلف وعدہ اسکا نام نہین ہے کہ آدمی وعدہ
کرے اور نیت مین ہو کہ اوسکو پورا نکریگا اور دوسری روایت مین ہے کہ جب آدمی
دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنیکی ہو مگر کسی مانع سے نہ پورا کر سکے تو اوسپر کچھ گناہ نہین

چودھوین آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہے اسمٰعیل
بن اوسط رح کہتے ہین کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے حضرت ابوبکر صدیق رض
سے سنا کہ خطبہ مین فرماتے تھے کہ اول سال ہجرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کھڑے
ہوئے جہان مین کھڑا ہون یہ فرما رہے تھے اتنا کہکر حضرت صدیق رض رونے لگے

حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد	در نماز خم ابروی تو چون یاد آمد

پھر یہ حدیث بیان فرمائی ایاکم والکذب فانہ مع الفجور وھما فی النار وعلیکم بالصدق
فانہ مع البر وھما فی الجنۃ اور حضرت ابو امامہ یون روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا
کذب ایک دروازہ ہے نفاق کے دروازون مین سے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ اختلاف ظاہر و باطن اور قول و فعل اور مدخل و مخرج کا نفاق کہلاتا ہے اور جس اصل
پر کہ اسکی بنیاد ہے وہ جھوٹ ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ کبرت خیانۃ ان تحدث
اخاک حدیثا ھو لک بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب اور حضرت ابن مسعود رض
سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی
یکتب عند اللہ کذابا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصون پر ہوا
کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک بقسم کہہ رہا تھا کہ مین اتنے سے کم نہ لونگا

اور دوسرا یہ قسم کہتا تھا کہ مین اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ
بکری خریدار نے مول لے لی آپ نے فرمایا کہ ان مین سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون
لازم ہوے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الکذب ینقص الرزق اور فرمایا التجار ہم الفجار یعنی تاجر
فاجر ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام
پس انکو فاجر ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ قسم کھا کھا کر گناہ گار ہوتے ہین
اور کچھ کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جنسے خدا تعالی
قیامت کے دن بات نکریگا اور نہ اونپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتاے
دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے تیسرا وہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا
کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھڑ کے پر کے برابر اوسمین اپنی طرف سے کوئی چیز
ملا دے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابو ذر سے روایت کرتے
ہین کہ آپ نے فرمایا تین آدمیون کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایک وہ کہ صف قتال
مین اپنا سینہ سپر کر کے کھڑا ہو جاے یہان تک کہ یا شہید ہو یا اوسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ
کسی موذی کے پڑوس مین رہکر اوسکی ایذا پر صبر کرے حتی کہ موت یا سفر کے سبب دونون
مین جدائی ہو جاے اور ایک وہ شخص کہ سفر مین ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلے کہ
زمین پر لیٹنے سے ترس گئے پھر اوتر پڑے اس شخص نے کنارہ ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی
تا کہ کوچ کیواسطے اونکو جگا دے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہے ایک سودا گر
یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل جو دیکر احسان جتا دے اور فرمایا
ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ اور فرمایا کہ مین نے یہ
خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھسے کہا کہ چل مین اوسکے ساتھ ہو لیا
اتنے مین دو آدمیونکو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے کے ہاتھ مین
ایک لوہے کا گرز ہے کہ بیٹھے ہوے کی باچھہ مین ڈالکر اتنا چیرتا ہے کہ وہ اوسکے کندھے
تک آ جاتی ہے پھر دوسری باچھہ مین ڈالکر ایسا ہی کرتا ہے اتنی مین پہلی باچھہ جون کی تون ہو جاتی
پس جو شخص مجھکو لیگیا تھا اوس سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ دروغگو
آدمی ہے اسکو قیامت تک یہی عذاب قبر مین ہوتا رہیگا اور عبد اللہ بن جراد سے روایت ہے
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا

بخاری بروایت سمرہ
در اثبات حدیث باطل ہے
ابن عبد البر در تمہید
بسند ضعیف ۱۲

بھی ہوتا ہی مین نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہو آپ نے فرمایا کہ نہین بعد اسکے یہ آیت پڑہی تھی اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور ابو سعید خدری رضی فرماتے ہین کہ مین نے آپ کو سنا کہ یون دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَفَرْجِیْ مِنَ الزِّنَا وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ اور ایک حدیث مین وارد ہے ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِکٌ کَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ اور عبد اللہ بن عامر رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے مین اوسوقت لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری مانے پکارا کہ یہان آ یہ لے آپ نے فرمایا کہ کیا دینے کو بلایا ہے اونہون نے عرض کیا کہ خرما آپ نے فرمایا کہ اگر تم کچھ نہ دیتین تو ایک جھوٹ تمپر لکھا جاتا اور نیز فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکرون کے برابر اونٹ غنیمت مین دیوے تو مین سب تمکو دیڈالون اور تمکو معلوم ہو جاوے کہ مین بخیل اور نامرد اور دروغ گو نہین ہون اور ایکبار آپ تکیہ لگائے ہوے تھے فرمایا کہ تمکو سب مین بڑا کبیرہ بتاتا ہون شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے پھر آپ سیدہے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جان لو کہ جھوٹا قول بھی سب مین بڑا کبیرہ ہے اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی جھوٹ بولتا ہو تو اسکی بو اوسکی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اگر چھ باتین میری مان لو تو مین تمہارے لیے جنت کا کفیل ہوتا ہون لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین آپ نے فرمایا ایک یہ کہ بات کہو جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو خلاف نکرو تیسرے یہ کہ امانت مین خیانت نکرو چوتھے یہ کہ بد نگاہ نکرو پانچوین یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرم گاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا کہ شیطان کے لیے چٹنی اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہے اوسکی چٹنی تو جھوٹ ہے او کثرت خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمر رض نے اپنے خطبہ مین ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہان مین کھڑا ہون یہان کھڑے ہو کر یون فرماتے تھے اَحْسِنُوْا اِلٰی اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ حَتّٰی یَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلَی الْیَمِیْنِ وَلَمْ یَسْتَحْلِفْ وَیَشْھَدَ وَلَمْ یَسْتَشْھِدْ اور ایک حدیث مین ہو کہ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ وَھُوَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ اور فرمایا مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ بِاِثْمٍ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ

بِغَیْرِ حَقٍّ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ اور روایت ہی کہ آپ نے ایکبار ایک شخص کی شہادت صرف ایکدفعہ کے جھوٹ کے سبب رد فرما دی اور نیز فرمایا کہ کُلُّ خَصْلَۃٍ یُطْبَعُ اَوْ یُطْوٰی عَلَیْھَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا الْخِیَانَۃُ وَالْکِذْبُ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپ کا دستور یہ تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نجاتی تھی جب تک کہ یہ معلوم ہو کہ اوسنے نئے سر سے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ تیرے بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہے ارشاد ہوا کہ جسکی زبان جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنا نہ کرے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جھوٹ مت بولنا گو وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہے الا تھوڑی سی بات مین متکلم کو اوسکی برائی معلوم ہو جاتی ہے اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہی کہ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا یَضُرُّکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا صِدْقُ حَدِیْثٍ وَحِفْظُ اَمَانَۃٍ وَحُسْنُ خُلُقٍ وَعِفَّۃُ طُعْمَۃٍ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپ نے مجھکو ارشاد فرمایا اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَھْدِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی خطا زبان کا ذب ہو اور سب سے زیادہ ندامت قیامت کے روز کی پشیمانی ہے اور عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب سے مجھکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہے مین کبھی جھوٹ نہین بولا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب تک ہم سے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہی جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنیکے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو بات کا سچا امانت کا پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ معلوم ہوا کہ اگر اوسکو لکھدون تو خط کی زینت ہو جاوے مگر اوسکے ساتھ ہی جھوٹ بھی ہو جاتی مینے ارادہ اوسکو چھوڑ دیا اوسیوقت گھر کی ایک طرف سے آواز آئی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اور حضرت شعبی رح فرماتے ہین کہ مجھکو معلوم نہین کہ دوزخ مین بخل اور جھوٹ مین سے کونسا دور پڑے گا اور ابن السماک رح فرماتے ہین کہ مجھکو یہ گمان ہے کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجھکو کچھ ثواب نہو گا کیونکہ مین اوسکو دنیا کی حمیت کے لیے چھوڑتا ہون

۹ مین تجھکو وصیت کرتا ہون خدا سے تقوی کی اور راست گفتاری کی اور ادای امانت اور وعدہ کے پورا کرنے اور کھانا دینے اور تواضع کی ۱۲ از فہم درحلیم

۱۰ مضبوط کرتا ہی اللہ ایمان والونکو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین ۱۲

اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہے اونھون نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب مین میری نظر سے گذرا ہے کہ واعظ کا وعظ اوسکے عمل سے مطابق کیا جاویگا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اوسکے ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوین گے جتنی دفعہ کٹین گے پھر ویسے ہی ہو جاوینگے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل مین لڑتے رہتے ہین یہان تک کہ ایک غالب ہوکر دوسرے کو نکال دیتا ہے اور ایک بار عمر بن عبد العزیز رح نے ولید بن عبد الملک سے کچھ کہا اوسنے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہے تب سے مین نے کبھی جھوٹ نہین بولا +

فائدہ اون مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہے واضح ہو کہ جھوٹ اپنی ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہے کہ اوس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے اسلیے کہ ادنی مرتبہ یہ ہے کہ مخاطب ایک خلاف اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے اور اس سے کبھی دوسرا نقصان بھی ہو جاتا ہے پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے مین نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صورتون مین واجب ہونا چاہیے میمون بن مہران کا قول ہے کہ جھوٹ بعض مقامات مین سچ سے اچھا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص بھاگ کر ایک گھر مین تمھارے سامنے چھپ جاوے اور دوسرا شخص اوسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تم سے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہے تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا واجب ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو عمدہ مقصود جھوٹ اور سچ دونون سے حاصل ہو سکتا ہے تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل ہو سکتا ہو تو جھوٹ مباح ہے بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہو اور اگر مطلب واجب ہے تو جھوٹ بھی واجب ہے جیسا کہ اوپر کی مثال مین خون ناحق سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرانیکا بدون جھوٹ کے راست نہین آتا تو ایسی مقامات مین جھوٹ بولنا مباح ہے مگر حتی الوسع اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہونے سے اس بات کا خوف ہے کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا مقدار ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہوا کہ اصل مین جھوٹ حرام ہے مگر ضرورت کے لیے جائز ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی نہین سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہہ مین ایک کہ دو شخصون کو درمیان صلح کرنے مین دوسری لڑائی مین تیسرے میان بی بی کے آپسمین اور یہ بھی اونھین سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا اور اسما بنت یزید سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کُلُّ الْکَذِبِ یُکْتَبُ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا رَجُلٌ کَذَبَ بَیْنَ مُسْلِمَیْنِ لِیُصْلِحَ بَیْنَهُمَا اور حضرت ابو کاہل رض روایت کرتے ہین کہ دو اصحاب رض مین گفتگو بڑھی یہان تک کہ کشت و خون پر تیار ہوے مجھسے جو ایک صاحب ملے تو مین نے اون سے کہا کہ تم فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے ملکر ایسا ہی کہا یہان تک کہ دونون مین صلح ہوگئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو راضی کردیا مگر میری جان کو بنی کہ جھوٹ بولا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو صالح آپسمین صلح کرانا چاہیے گو جھوٹ سے ہی ہو اور عطا بن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین اپنی زوجہ سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اوسنے عرض کیا کہ مین اوس سے وعدہ کر لیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہے کہ عہد خلافت حضرت عمر رض مین ایک شخص ابو عروہ دؤلی کا بیٹا تھا اوسکی عادت یہ تھی کہ عورتون سے نکاح کرکے خلع کرالیا کرتا تھا لوگون مین اسکا چرچا ہوا تو حضرت عمر رض کو برا معلوم ہوا جب اوسکو اطلاع ہوئی تو عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑکر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ تو مجھسے بغض رکھتی ہے یا نہین اوسنے جواب دیا کہ قسم سے مت پوچھو اوسنے کہا کہ قسم ہی سے پوچھتا ہون سچ بتانا اوسنے کہا کہ بغض تو رکھتی ہون اوسنے ابن ارقم سے کہا کہ آپ نے اسکا قول سنا پھر دونون حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے اور اوسنے عرض کیا کہ آپ سبب لوگ فرماتے ہین کہ مین اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہون اور چھوڑ دیتا ہون آپ ابن ارقم سے پوچھیے آپ نے اون سے حال پوچھا اونھون نے ماجرا بیان کیا تب آپ نے اوسکی عورت کو بلوایا وہ اور اوسکی پھوپھی حاضر ہوئین آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجھکو برا جانتی ہون اوسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے ابھی توبہ کرکے رجوع الی اللہ کیا ہے اس نے مجھسے قسم دیکر پوچھا اسواسطے مین جھوٹ نہ بول سکی کیا مین جھوٹ بولدیا کرون آپ نے فرمایا کہ البتہ اگر عورتون کو مرد پسند نہ آوے تو اوس سے ہرگز ذکر نہ کرین کیونکہ گھر کی آبادی دوستی پر منحصر ہے لوگون کو چاہیے

کہ اسلام اور احسان کے ساتھہ زندگی کرین اور نواس بن سمعان کلابی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
مَالِیْ اَرَاکُمْ تَتَهَافَتُوْنَ فِی الْکِذْبِ تَهَافُتَ الْفَرَاشِ فِی النَّارِ کُلُّ الْکِذْبِ یُکْتَبُ عَلَی ابْنِ
اٰدَمَ لَا مُحَالَۃَ اِلَّا اَنْ یَّکْذِبَ الرَّجُلُ فِی الْحَرْبِ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَۃٌ اَوْ یَکُوْنَ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ
شَحْنَاءُ فَیُصْلِحَ بَیْنَهُمَا اَوْ یُحَدِّثُ امْرَاَۃً یُرْضِیْهَا اور حضرت ثوبان رضی فرماتی ہین کہ سب جھوٹون
مین گناہ ہوتا ہے مگر اوسمین کہ کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتی
ہین کہ جب مین کوئی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہون تو آسمان سے گرنا اچھا
معلوم ہوتا ہے اوسمین جھوٹ بولنا اچھا نہین معلوم ہوتا اور جب آپسکی نزاع کی کچھ بات
کہتا ہون تو لڑائی مین فریب ہوتا ہے پس یہ تین مقام حدیث مین مستثنی ہوسے ہین اور اگر کوئی
اور جگہہ بھی ایسی ہی ہو کہ جسمین اسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمین داخل ہے مثلا
کوئی ظالم کسی کو پکڑ کے پوچھے کہ تیرا مال کہان ہے تو اسکو کہنا جائز ہے کہ مین نہین جانتا یا کوئی زبردست
حاکم پکڑ کر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل شنیع جو خفیہ کیا ہو اوسکو ظاہر کر تو جائز ہے کہ انکار کر دے اور
کہدے کہ مین نے نہ کبھی زنا کیا نہ شراب پی وغیرہ اس لیے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو کوئی
ان پلید چیزون کا مرتکب ہو جاوے تو اوسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اوسکے عیب چھپا دے گا
اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہے تو ضرور ہوا کہ آدمی اپنے نفس و مال کو
ظلم سے بچاوے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کے
مطلب کے لیے جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے
کہ مین نہین جانتا یا دو شخصون مین صلح کرا دے جیسا کہ پہلے گذرا یا دو سوتون مین صلح کرا دے کہ ہر ایک سے
یہ کہدے کہ مین تجھی کو زیادہ چاہتا ہون یا عورت کی رضا کے واسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کر لے جو اپنی طاقت
سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور جانے کہ جب تک یہ نہ کہونگا کہ آگے کو پھر ایسی خطا نہو گی
اور زیادہ دوستی نہ جتلاؤنگا تب تک وہ نہین مانیگا تو جھوٹ بولنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر چونکہ
جھوٹ بولنا برا ہی اگر سچ بولنے سے ان جگہون مین خرابی ہوتی ہو تو چاہیے کہ دونون برائیون کو
مقابلہ کرکے اچھی طرح دیکھ لے اگر سچ بولنے سے برائی مین زیادہ ہوتی ہو بہ نسبت جھوٹ
بولنے کے تو جھوٹ بولے اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ
بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہے اور بعض اوقات دونون امر ایسے مساوی ہین کہ اونمین تردد ہو جاتا ہے
اسصورت مین سچ بولنا ہی چاہیے اس لیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے مباح ہے

پس اگر حاجت کی اہم ہونے مین تردد ہو تو اصل مین جھوٹ حرام ہے ایسی جگہہ اصل ہی کیطرف رجوع چاہیے
اور از انجا کہ مراتب مقاصد کی بہت باریک ہین کہ ہر کسیکو معلوم نہین ہو سکتی لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے
احتراز چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی ہو تو اوسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو
تو اوسکی لیے چشم پوشی اور ضرر ناحق پہونچانا نہین چاہیے اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہین تو صرف اپنے حظ
نفسانی کے لیے اور زیادتی مال وجاہ کے لیے بولتے ہین اور وہ ایسی باتین ہوتی ہین کہ اگر فوت ہو جاوین
تو کچھ خرابی لازم نہین آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کی جلانے کو ایسی باتین جھوٹی خاوند کیطرف سے کہتی ہے
کہ اوسکو یقین ہو جاوے مثلاً کہدیتی ہے کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیے وغیرہ ایسا جھوٹ حرام ہے
چنانچہ اسما بنت یزید روایت کرتی ہین کہ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک
سوت ہے مین اوسکے جلانے کو کہدیتی ہون کہ خاوند نے مجھکو بہت کچھ دیا ہے تو مجھپر کچھ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا
کہ جسکو کچھ نہین ملتا اور کہتا ہے کہ مجھکو ملا وہ ایسا ہے کہ کپڑے مین فریب دینے کے لیے آستین یا پردہ دوسرا
لگائے جسمین لوگون کو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہے اور یہ بھی حدیث مین وارد ہے مَنْ یَطْعَمُ لَا یَطْعَم
اَوْ قَالَ لِیْ وَلَیْسَ لَہٗ اَوْ اُعْطِیْتُ وَلَمْ یُعْطَ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کوئی
عالم بلا تحقیق کچھ فتوے دیدے اور جس حدیث کا کچھ ثبوت معلوم نہین اوسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب
اوسکا یہ ہوتا ہے کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسی واسطے یہ منہ سے نہین نکلتا کہ مین نہین جانتا اور یہ حرام ہے اور عورتون
ہی کا سا حکم لڑکون کا ہے وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈر آوے کے مکتب مین نہین جاتا پس اوسکے لیے ایسا
کرنا مباح ہے ہان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہے
لیکن کذب مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہے اور اس بات کی بازپرس ہوتی ہے کہ مقصود اسکا صحیح تھا
یا نہین پھر معاف ہو جاتا ہے اسلیے کہ قصد اصلاح کے لیے اوسکو مباح ٹھہرایا گیا ہے مگر اسمین دھوکا بڑا
پڑتا ہے کیونکہ اوسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہے اور اصلاح کے بہانہ سے جھوٹ کا مرتکب
ہوتا ہے حالانکہ اوسکی حاجت نہین ہوتی اسیواسطے اسطرح کے جھوٹ نامہ اعمال مین درج ہوتی ہین غرض
کہ جو آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے تو اوسکو یہ وقت آپڑتی ہے کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہے وہ شرعاً بہ نسبت
سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا نہین اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہے تو احتیاط اسی مین ہے
کہ جھوٹ نہ بولے الا اوس صورت مین کہ واجب ہو جاوے اور کسیطرح اوسکا چھوڑنا جائز نہو مثلاً جھوٹ
نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم مین مبتلا ہوتا ہو تو یہان جھوٹ بولنا ہی واجب ہے
اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کے باب مین احادیث کا وضع کرنا درست ہے

اور اونکو گمان یہ ہے کہ اسکا مقصود صحیح ہے پس یہ بڑی خطا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور اس حدیث پر بے ضرورت عمل چھوڑا نہیں جاتا
اور وعدہ و وعید کے لیے کچھ ضرورت وضع احادیث کی نہیں اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات صحیحہ مین
وارد ہین وہ کیا تھوڑے ہین جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہین کہ احادیث و آیات
صحیحہ کو سنتے سنتے اونکا رعب جاتا رہا ہے اور خوف اتنا نہیں ہوتا جتنا نئے مضمون سے حاصل ہوتا ہی تو یہ خیال
خام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑا نہیں اور اس سے ایسے امور
بھی واقع ہوتے ہین کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کر دین تو نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہوتا ہے حضرت پر
جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ اوسکے سامنے سب گناہ گرد ہین خدا ہمکو اور سب مسلمانونکو اوس سے بچاوے
تنبیہ اس بات کی بیان مین کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہے کہ کنایۃً جھوٹ
بولنا کذب نہین کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر آدمی کنایۃً کچھ جھوٹ کہے تو کذب سے
بچ جاتا ہے اور اسیطرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے مگر ان لوگون کی غرض یہ ہے
کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے ورنہ بلا ضرورت و حاجت جھوٹ بولنا نہ صراحۃً جائز ہے
نہ کنایۃً گو کنایۃً مین آسانی ہے اور مثال کنایۃً کے یہ ہے کہ مطرف ایک بار زیاد کے پاس گئے اوسنے کہا کہ دیر
کیون آئے تو ایک مرض کا بہانہ کر کے کہا کہ جب سے مین تمہارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہین لی الا ماشاء اللہ
یا کسی آدمی سے تمہاری طرف سے کسی نے کچھ کان بھر دئے اور تمکو منظور ہوا کہ جھوٹ نہ بولین تو اوسوقت ایسا
جواب ہو کہ وہ کچھ اور سمجھے اور تمہارا مطلب کچھ اور ہو تو یہ کنایہ کہلاویگا غرض کنایۃً اوسے کا نام ہے کہ سامع
اوس سے کچھ سمجھے اور متکلم کا مطلب کچھ اور ہو مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ایک
جگہہ کے عامل تھے جب وہانسے آئے تو اونکی بی بی نے کہا کہ جیسے اور عامل اپنے گھر کچھ لاتے ہین تم بھی لائے
یا نہین اونہون نے جواب دیا کہ میرے ساتھ ایک ناظر مقرر تھا اونکی مراد یہ تھی کہ خدا تعالے ناظر تھا مگر اونکی
بی بی نے سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھ کسیکو نگاہبانی کے لیے بھیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی
کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک
امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتون مین پھیلایا یہانتک کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جا کر شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مینے کب تمہارے
ساتھ ناظر بھیجا تھا اونہون نے عرض کیا کہ مینے آپ کے بھیجنے کا تو ذکر نہین کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ناظر
تھا اور اوسکی سوا کوئی اور مجھکو عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اونکو کچھ عنایت فرما کر کہا

کہلوا اور اپنی بی بی کو راضی کرو اور نخعی رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے
کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر اونکو خریدنے کا اتفاق نہوتا تھا اور بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا
اور اوسکے واسطے نکلنا گہر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہدیتے کہ کہدے کہ مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت
کہیو کہ یہان نہین ہین تاکہ جہوٹ نہو جاوے اور شعبی رحمہ کا یہ دستور تھا کہ جسکے لیئے نکلنا منظور نہوتا اپنے
پاس ایک دائرہ کھینچتے اور لونڈی سے فرماتے کہ اس دائرہ مین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین ہین چالیں
یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت و حاجت کیوقت مین ورنہ بے ضرورت انکا ارتکاب بھی نہین چاہیے کیونکہ
ایک حیلہ و بناوٹ ہے اسلیے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہے گو لفظونمین جہوٹ نہو تب بھی فی الجملہ
مکروہ ہے عبد اللہ بن عتبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین گیا
اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا جب وہان سے نکلا تو اوس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیر المومنین
نے عنایت کیا ہے مینے کہا کہ اللہ تعالی اونکو جزائے خیر دیوے پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو جہوٹ سے بچو
مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچھ جہوٹ نہ تھا مگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ مین
ہوتی ہے لوگ اس جملہ سے یہی سمجھتے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہے تو گویا ایک جہوٹی اور بے اصل بات پر
اونکو جمانا ہوا اس لیے اونکو منع کیا کہ ایسا نکرین اسمین فائدہ کیا ہے بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ
کے یہان سے یہ ملا ہان کنایات تھوڑے سے مطلبونکے لیے مزاح کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑہیا بہشت مین نجائیگی اور تیرے خاوند کے آنکھہ مین سفیدی ہے اور تجکو اونٹ کے
بچہ پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جہوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دل کو ایذا پہونچے وہ حرام ہے جیسا نعیمان
انصاری نے اندہے کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اوس سے کہدیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا
لوگونکی عادت ہوتی ہے کہ بعض احمقونکو فریب دیا کرتے ہین کہ فلانی عورت تم پر عاشق ہے اور اگر ایذا
منظور نہو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچھہ گھٹ جاتا ہے ایک حدیث
شریف مین وارد ہے لَا يَكْمُلُ لِلْمَرْءِ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَحَتَّى يَجْتَنِبَ الْكَذِبَ فِي مُزَاحِهِ
اور یہ جو حدیث مین مذکور ہے کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اوسپر ہنسین اور اوس کے
سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے تو اس سے مراد وہی کلام ہے جسمین غیبت اور ایذا بر مسلم
ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جہوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہے کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے مثلاً
کہے کہ ہم نے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہدیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین
ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ مقصود ہوتی ہے پس اگر ایک ہی بار کہا یا بلایا ہو تو بیشک جہوٹ ہوگا اور اگر

۴ہ آفت سوم مین گزر چکی ۱۲
۵ہ ابن ابی الدنیا و حمت (؟) و طبرانی در کبیر ۱۲

عادت سے زیادہ دفعہ کہا یا بلایا ہوگا تو گناہ گار نہوگا گو اوتنی دفعہ نکہا ہو جتنی تعداد کہی ہے اور ان
دونون کے درمیان اور درجے ہین کہ جو کوئی اپنی زبان مبالغہ سے نروکے وہ خطرہ کذب سے خالی نہوگا
اور ایک جہوٹ جسکی عادت اور سہل انگاری لوگونمین شایع ہے یہ ہے کہ جب آدمی سے کہا جاوے کہ کہانا
کہاؤ تو جواب دے کہ مجہے بہوکہہ نہین اور یہ بہی ممنوع اور حرام ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق
نہو مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ شب زفاف حضرت عایشہ رضی عنہا کے
ہین موجود تہی اور اونکو مینے ہی بنایا سنوارا تہا اور میرے ساتہہ کچہہ اور عورتین بہی تہین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا
کو جب حضرت صلعم کے پاس ہم لے گئے تو آپ کے یہان بجز ایک پیالہ دودہ کے اور کچہہ موجود نہ تہا پس اوسمین سے
آپ نے کچہہ پیا اور پہر حضرت عائشہ رضہ کو دیا اونکو حیا دامنگیر ہوئی تو مین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہاتہہ مت ہٹاؤ اور لے لو اونہون نے اوسی شرم کی حالت مین لیا اور پیا پہر آپنے فرمایا کہ اپنی
ساتہیونکو دیدے عورتون نے عرض کیا کہ ہمکو بہوکہہ نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ مین بہوکہہ اور جہوٹ دونون
کو ساتہہ مت کرو مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کو ہمارا دل ہوتا ہو اور ہم کہدین
کہ بہوکہہ نہین کیا یہ بہی جہوٹ مین داخل ہے آپنے فرمایا کہ جہوٹ جہوٹ ہی لکہا جاتا ہے حتی کہ اگر تہوڑا سا جہوٹ ہوگا وہ تو
تہوڑا سا لکہا جاویگا اور اہل ورع اس جیسے جہوٹ مین بہی تسامح سے بچتے تہے چنانچہ لیث بن سعد کہتے ہین کہ سعید
بن مسیب رضی اللہ عنہ کی آنکہونمین اتنا کیچڑ رہتا تہا کہ باہر بہی آجاتا تہا لوگ اونسے عرض کرتے تہے کہ آپ اپنی
آنکہین پونچہہ ڈالیے آپ فرماتے کہ طبیب کے قول کو کیا کرون جسنے کہا ہے کہ آنکہون کو ہاتہہ مت لگاؤ
یعنی وعدہ جو معالج سے ہاتہہ نہ لگانیکا کر چکا ہون وہ خلاف ہو جاویگا اب ہم کہتے ہین کہ واقع مین اہل ورع
اسیطرح حفاظت اپنی زبان کی فرماتے ہین اور جو شخص حفاظت کو ترک کریگا اوسکی زبان بے اختیار جہوٹ
مین مبتلا ہوگی اور اوسکو خبر بہی نہوگی خوات تیمی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم کی بہن میرے لڑکے کی عیادت کو
آئین اور اوسپر جہک پڑین اور پوچہنے لگین کہ بیٹا کیا حال ہے پس اونکی بہائی ربیع نے اونسے پوچہا کہ تمنے
اس لڑکے کو دودہ پلایا ہے اونہون نے کہا نہین اونکے بہائی نے فرمایا کہ پہر تمہارا بیٹا کیسے ہوا یون کیون
نکہا کہ بہتیجے کیسا ہے جو جہوٹ نہوتا اور ایک عادت یہ بہی ہوتی ہے کہ جو بات اپنی آپ کو معلوم ہو اوسمین
کہتے ہین کہ خدا جانتا ہے حالانکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی گناہون مین
سے ہے کہ جسکی بات کو نجانتا ہو اوسکو کہے کہ خدا جانے اور نیز بعض لوگ جہوٹا خواب کہا کرتے ہین یا اوسمین
کچہہ اپنی طرف سے ملا کر کہتے ہین اسمین بہی بڑا گناہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ
الْفِرْيَةِ اَنْ يَّدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ فِي الْمَنَامِ مَا لَمْ تَرَيَا اَوْ يَقُوْلَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ اور دوسری

حدیث مین ہے من کذب فی حلم کلف یوم القیمۃ ان یعقد شعیرۃ ولیس بعاقد

پندرہوین آفت غیبت ہے اور اسمین سات بیان ہین

بیان اول غیبت کی مذمت دلائل شرعی سے اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید مین اسکی برائی کا ذکر فرمایا اور غیبت کرنے والے کو مردار کھانے والے سے مشابہت دی جیسا کہ ارشاد ہے وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ اور عرض مین غیبت بھی آگئی مال اور خون کے ساتھ اوسکو بھی خدا تعالے نے اکھٹا فرما دیا اور حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا اور حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِیَّاکُمْ وَالْغِیْبَةَ فَاِنَّ الْغِیْبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا اسکی وجہ یہ ہے کہ زنا کرکے تو آدمی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالے توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت والے کی مغفرت جب تک نہین ہوتی جب تک جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نکرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شب معراج کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا کہ اپنے چہرہ کو ناخونسے نوچ رہے تھے مین نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین اونہون نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین کہ لوگونکی غیبت کیا کرتے تھے اور ان کی آبرو مین گفتگو کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی عمدہ شے تبلائیے جس سے مجکو فائدہ ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی اچھی بات کو حقیر نسمجھنا گو اتنی ہے کیون نہو کہ اپنے ڈول مین پیاسے کے برتن مین پانی ڈالدو اور یہ کہ اپنے بہائی مسلمان سے بکشادہ پیشانی ملنا چاہیے اور اوسکے پیچھے اوسکی غیبت نکرنی چاہیے اور برا بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس درجے پڑھا کہ گھرونکی عورتون نے بھی سنا اوسمین فرمایا یَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِقَلْبِهٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ یَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَفْضَحْهُ فِیْ جَوْفِ بَیْتِهٖ اور حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کرکے مریگا سب سے پیچھے جنت مین جاویگا اور جو بے توبہ مرے گا تو سب سے اول دوزخ مین جاوے گا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز روزہ رکھنے کو ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک مین اجازت ندون تب تک کوئی افطار نکرے غرض لوگون نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت مین ایک ایک آدمی نے آنا شروع کیا اور عرض کرتے گئے کہ مینے روزہ رکھا تھا مجکو اجازت افطار کی

ہو آپ اجازت دیتے گئے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم دو عورتین ہین کہ اونہون نے بھی روزہ رکھا تھا اونکو آپ اجازت دین تو افطار کرین آپ نے منہ پھیر لیا اوسنے دوبارہ عرض کیا دوبارہ بھی منہ پھیر لیا اوسنے پھر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونہون نے روزہ نہین رکھا جو او دن بھر لوگونکا گوشت کھاوے اوسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا کر اونسے کہدے کہ تمہارا روزہ ہی توقی کرواوسنے اون عورتونکو حضرت کا حکم سنادیا اونہون نے قی کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا اوسنے آکر آپ کیخدمت مین ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میرا دم ہے اگر یہ خون کے لوتھڑے اونکے پیٹو نمین رہجاتی تو اونکو دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب آپنے منہ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ بخدا وہ عورتین قریب المرگ ہین آپ نے فرمایا کہ اونکو یہان بلالا جب وہ آئین تو آپنے ایک بڑا بادیا منگا کر ایک کو اونمین سے کہا کہ اسمین قے کر اوسنے پیپ اور خون کی قے یہانتک کی کہ پیالہ بھر گیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اوسنے بھی ویسا ہی قی کی آپ نے فرمایا کہ ان دونون نے جس چیز کو اللہ تعالے نے حلال کیا اوس سے تو روزہ رکھا اور جسکو حرام کیا تھا اوس سے افطار کیا ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگونکا گوشت کھانا شروع کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ مین ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر درم سود کا آدمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ مین چھتیس زنا سے بڑھکر ہے اور سود سے بھی بڑھکر مسلمان آدمی کی آبرو ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر مین تھے پس آپ دو قبرون پر گذرے کہ جنکے مردونکو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ان لوگون نے کوئی بڑا گناہ نہین کیا تھا اور عذاب ہوتا ہے ایک تو لوگونکی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہین بچتا تھا پھر آپنے ایک تر لکڑی یا دو منگا کر اونکو توڑا اور دونون قبرون پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیگی اونکو عذاب مین تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اسکو کتے کیطرح اوسی جگہہ مار ڈالا پھر راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردار پر ہوا تو اون دونون شخصون کو فرمایا کہ اسمین دانت لگاو اونہون نے عرض کیا کہ کیا مردار پر ہم دانت مارین آپنے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تم نے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ برا تھا غرضکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپسمین بکشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نکرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے اور اوسکے خلاف کو عادت منافقین تصور کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو آدمی دنیا مین اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو آخرت مین بھی اوسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا

۱ احمد و بیہقی روایت عبید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض کا نام نہین ۱۲

۲ ابن ابی الدنیا از حدیث اور یہ حدیث صحیحین مین بھی بروایت ابن عباس

۳ ابو داود ... بروایت ابو ہریرہ ۱۲

کہ جیسا زندگی مین تونے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھاوے گا اور منہ بناویگا چلاوے گا اور یہ مضمون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے اور ایک بار دو آدمی مسجد کے کسی دروازہ کے پاس بیٹھے
تھے کہ وہان کو گذر ایک مخنث کا ہوا جسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا ان دونون نے اوسکو دیکھکر آپس مین کہا
کہ ابھی اسمین اثر مخنث پنے کا باقی ہے اتنے مین نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونون بھی جماعت مین شریک ہوگئے
مگر دلمین یہ خیال رہا کہ ہمنے اوس شخص کی نسبت ایسا کام کہا ہے نہ معلوم نماز ہوئی یا نہین اس لیے
عطا رحمہ اللہ سے یہ ماجرا کہا اونہون فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑہو اور اگر روزہ بھی تمھارا
تھا تو روزہ کو بھی قضا کرو اور وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ کی تفسیر مین حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہے کہ جو طعن و اعتراض لوگون پر کرے اور لمزہ سے غیبت کرنے والا مراد ہے
اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا پہونچا ہے کہ عذاب قبر کے تین حصہ ہین ایک تھائی
تو غیبت سے ہوتا ہے اور ایک تھائی چغلی سے اور ایک تھائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسن رضی
فرماتے ہین کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین مین آکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہے یعنی جیسا
مرض آکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہے ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہے اور یہ بھی اونھین کا قول
ہے کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہین سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو
عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تمھارا دل چاہے کہ لوگونکی
عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضونکا قول ہے کہ تم لوگ لوگون کی آنکھہ کا تنکا بھی دیکھ
لیتے ہو مگر اپنی آنکھہ کا شہتیر بھی نہین سوجھتا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم حقیقت
ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھہ مین ہے اوسپر دوسرونکو برا نہ کہے گا اور اپنی برائی کی اصلاح پہلے کریگا
اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانے گا تو یہی شغل کافی ہے دوسرونکی طرف التفات کی
نوبت آنی بھی مشکل ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جسکا حال ایسا ہی ہوا اور حضرت
عیسے علیہ السلام کا گذر معہ حواریون کے ایک مرے کتے پر ہوا تو حواریون نے کہا کہ اس کتے مین سے کیا
بری بو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ اسکے دانتون کی سفیدی کتنی تیز ہے اس سے گویا حضرت عیسی ع نے
اونکو کتے کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق مین سے اچھی شے کے سوا اور کچھہ ذکر
نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ دوسری کی غیبت
کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ چیز اون لوگون کا سالن ہے جو انسانون مین سے کتے
ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالے کا ذکر کیا کرو کہ اسمین شفا ہے لوگونکا ذکر مت

کہ اوسمین روگ ہے اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان معنی غیبت اور اوسکی تعریف مین

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو بُرا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر ہو یا نسب کا یا خلق کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا۔ بدن کا عیب تو یہ ہے کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آنسو ڈہال یا بھنگی ہین یا جو گنجا یا بونا یا لنبا یا کالا یا پیلا وغیرہ ہو ایسے عیب معلوم ہون کہ اگر وہ سنے گا تو برا مانے گا۔ اور نسب کا عیب اسطرح کہ اوسکا باپ غلام ہے خواہ خسیس ہے یا بدکار ہے یا موچی یا گوبروالا یا اور کسی مکروہ پیشہ والا ہے اور خلق کا عیب اسطرح کہ فلان شخص بدمزاج ہے یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غضبیار یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایساہی لفظ کہا جاوے اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہے کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہی یا نماز و زکوٰۃ مین سستی کرتا ہے یا رکوع و سجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین سے سلوک نہین کرتا یا زکوٰۃ کو بیموقع صرف کرتا ہے یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع و غیبت و لوگونکی برائی کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اونکا عیب اسطرح ہے کہ فلان شخص بے ادب ہے لوگونکی تعظیم نہین کرتا اپنا حق سب پر جانتا ہے اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہے یا بسیار خوار یا پیٹو ہے کہ بے وقت سورہتا ہے اور بے موقع بیٹھ جاتا ہے اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اوسکی آستینین چوڑی ہین یا دامن لنبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو کچھ کہتے ہین تو یہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے برا کہا ہے اوسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے شخص کو گناہ کے باعث بُرا کہنے مین کیا خرابی ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر اوس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اوسکے ساتھ ہی ہمسایونکو اپنی زبان سے ستاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جاےگی اور اسیطرح ایک عورت کا ذکر آپ کے سامنے ہوا کہ وہ بخیل ہے آپ نے فرمایا کہ اوسمین کچھ اچھی بات نہین تو اگر اس قسم کی برائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگون کو منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے ذکر مت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول و دلیل اون لوگونکی ٹھیک نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگون کا ذکر ان الفاظ سے آپ کے سامنے کرتے تھے تو اونکی غرض یہ نہ تھی کہ اونکا ہتک یا برائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جگہہ اسکی ضرورت نہ تھی اس واسطے صرف اوسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے ہوجاتا تھا اور ان امور کی غیبت مین داخل ہونیکی یہ سند ہے کہ تمام علماے امت کا اجماع ہی کہ دوسرے

ابن حبان و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

احمد ... بروایت ...

آدمی کو ایسا کہنا کہ وہ سنے تو برا مانے اسی کا نام غیبت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف
مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی جب ہے کہ جو بات کسیکی بیان کی ہے وہ اوسمین موجود ہو تو ایسی
بات کہنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوگا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا
اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ غیبت کسکو کہتے ہین لوگون نے عرض کیا
کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُهٗ لوگون نے عرض کیا
کہ جو بات کسی کی کہی جاوے اگر اوسمین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اوسمین ہو تو غیبت ہے ورنہ بہتان
ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اوسکی غیبت کی اونھون نے عرض کیا کہ حضرت
جو بات اوسمین تھی ہمنے تو وہ بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کہتے جو اوسمین نہ تھی تو بہتان ہوتا
اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت
کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے آپ نے اونکو فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور حضرت
حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر تین طرح ہوتا ہے غیبت اور بہتان اور افک اور
ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہے غیبت تو ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اوسکو
بیان کرین اور بہتان یہ ہے کہ جو بات اوسمین نہو اوسے بیان کرین اور افک یہ کہ جیسا سنین ویسا
کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منہ سے وہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا استغفر اللہ مینے
اوسکی غیبت کی اور ایکبار ابراہیم یک چشم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھلیا اور یک چشم
نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مینے ایک عورت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اسکے دامن لنبے لنبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مینے
جو تھوکا تو منہ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان سے ہی کہنے پر موقوف
نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت ہی مین داخل ہے خواہ کنایہ اور رمز سے ہو
یا حرکت وفعل سے یا تصریح وقول سے پس سب حرام اور ناجائز ہین چنانچہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہین کہ ایک بار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مینے ہاتھ سے اوسکے قد کا اشارہ کیا کہ اتنے
سے قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور اسی مین داخل
ہے اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اوسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہے اسلیے
کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن مین آتی ہے گویا تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے جسبا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپ نے
فرمایا مَا یَسُرُّنِی اَنِّی حَاکَیْتُ کَذَا وَکَذَا اور یہی حال لکھنے کا ہے کہ قلم بھی نصف زبان ہی پس اگر
کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ برا لکھے یا اوسکا کتاب مین نقل کرے تو داخل غیبت ہی مگر
اوس صورتمین کہ کوئی وجہ یا عذر لکھدے جیسا کہ آگے اوسکا بیان آتا ہے ہان اسطرح پر کہنا کہ کچھ لوگ
ایسا کہتے ہین داخل غیبت نہین غیبت اوسیکا نام ہے کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوی خواہ
زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی ہے کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے پاس
آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اوس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہے کہ مخاطب سمجھ جاوی مقصود
نہین کہ کسی طور خاص کے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہے لیکن اگر شخص معین مخاطب کے ذہن مین نہ آویگا
تو جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل برا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگونکا
کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہین معین کرکے کچھ نہین فرماتے تھے پس کلام مین کوئی ایسا لفظ کہدینا کہ جس سے
شخص معین ہی سمجھا جاوی غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بری غیبت وہ لوگ کرتے ہین جو پڑھے ہوئے اور
ریاکار ہین کہ مقصود بھی اپنا ظاہر کردین اور اچھے کے اچھے بنے رہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ یہ غیبت
نہین کرتے حالانکہ وہ خود جہالت سے یہ نہین جانتے کہ دو خطا کے مرتکب ہوے غیبت کی غیبت کرتے ہین اور
ریا اوسپر علاوہ ہو مثلاً کسی شخص کا ذکر اگر اونکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہے کہ ہمکو حکام سے غرض
نہین ڈالی نہ اونکے سامنے دنیا کے واسطے ذلیل کیا یا یون کہتے ہین کہ بے شرمی سے بھی خدا بچاوے تو ان الفاظ
سے غرض بھی ہوتی ہے کہ دوسرا شخص معیوب ہی مگر اوسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین
اور بعض اوقات اوس شخص کی مدح بھی کردیتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کیسا اچھا ہے افعال سب درست عبادت
مین چست مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہے کہ ہم سب کے سب اوسمین گرفتار ہین وہ یہ ہے کہ صبر کم کرتا ہے
پس اول اپنے نفس کو ذکر کرلیتے ہین اور اوسکے ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہے اور
اپنے آپ کو صلحا سے مشابہ کرنا تو اسصورتمین تین خطا جمع ہوجاتی ہین غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو صاف
جاننا اور خود یہی سمجھتے ہین کہ ہم نیک ہین کسی کی غیبت سے سروکار نہین رکھتے اسی بنا پر جو آدمی دیجانے
عبادت کرتے شیطان اونکو مسخرہ بنالیتا ہے اونکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جسطرح چاہتا ہے
اونپر ہنستا ہے اور اونکے اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہے اور اسمین یہ بھی ہے کہ کسی جلسہ مین ایک
آدمی کی عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض شخص اوسپر کان نہین دہرتے تو کہہ اوٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجب
وغریب بات ہی تاکہ لوگ خوب متوجہ ہوکر سنین اپنے خبث باطن کے اظہار مین خدا کا نام لیا جاتا اوسکو بھی

دھوکھا دینا چاہتے ہین وہ تو دلونکی بات جانتا ہے کہ انکی کیا غرض ہے اور بعض اوقات کہتے ہین
کہ ہمارے دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ اونکو ایسی سبکی ہوئی خدا تعالی اوسکو اسکے عوض
راحت دے تو غم کا دعوی اور دعا کا اظہار دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت
مین بعد نماز اوسکے لیے دعا کرتے اور اگر واقع مین اوسکے رنج سے رنج ہوتا تو جس چیز کے اظہار سے اسکو
برا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسیطرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پھنسگیا ہے خدا تعالی اوسکو اور ہمکو
دونونکو توبہ نصیب فرماوے ظاہر مین تو یہ دعا ہے مگر اللہ تعالی خبث باطن پر مطلع ہے کہ دلمین کیا بھرا ہے مگر اونکو
جہالت کی باعث نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر جاہلونسے بھی بڑھکر ہے اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہے اسلیے کہ تعجب کرنے
سے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہے اور زیادہ کہنے کو تیار ہوتا ہے مثلاً جب کسی نے دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے
نے کہا کہ بھائی ہم اوسکو ایسا نہین جانتے تھے آج تک ہمکو اوسکی نسبت اور ہی کچھ خیال تھا یہ تو تم نے عجب حال اوسکا
سنایا خدا بچاوے بس اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور ایسی ہی باتین اوسکی کرنے لگتا ہے کہ زیادہ تر موجب تعجب ہو گا
اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا ہے غرض کہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی داخل غیبت ہے بلکہ جو چپکا
سنا کرے وہ بھی شریک غیبت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابَیْنِ
اور ایکبار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا شخص بڑا سوتا ہے بعد ازان دونون
صاحبون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپ نے فرمایا کہ سالن تو تم لے چکے
اونھون نے عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم نہین کب لیا آپنے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے
دیکھو باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے دونون کو شریک کیا اسیطرح ماعز کے رجم
مین جب دو شخصون نے آپسمین کہا تھا کہ کتے کی طرح اوسی جگہ مارا گیا تو آپ نے مردار دیکھکر
دونونکو ارشاد فرمایا تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم
ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کے گناہ مین شریک ہے مگر اوس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کردے
اور اگر زبان سے منع کرنے کا خوف ہو تو دلمین برا سمجھے اور اگر آپ اوس مجلس سے اٹھ سکتا ہے یا کہنے
والے کو دوسری بات مین لگا سکتا ہے مگر یہ دونون باتین نکرین تو گناہ بیشک ہو گا اور اگر زبان سے
تو منع کیا لیکن دلمین خواہش سننے کی رہی تو اس کا نام نفاق ہے گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے برا سمجھیگا
اور منع کرنے مین اسیقدر کافی نہین کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روکدے اسمین سہل انگاری
سی معلوم ہوتی ہے بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایسا ذکر مت کرنا حدیث شریف مین وارد ہے
مَنْ اُذِلَّ عِنْدَہٗ مُؤْمِنٌ فَلَمْ یَنْصُرْہُ وَہُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَذَلَّہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلٰی

سے روکیں البخاری اور حضرت ابو درداء روایت فرماتی ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ بِالْغَیْبِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یَّرُدَّ عَنْ عِرْضِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اور نیز فرمایا مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ بِالْغَیْبِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ اور غیبت کیوقت مسلمانکی نصرت کی بابمین اور اوسکی فضیلت مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت او حقوق اہل اسلام مین بیان کرچکے ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہے

تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب مین وہ سب آجاتے ہین آٹھ تو اونمین عوام کے حق مین عام ہین اور تین دینداروں کے لیے خاص ہین آٹھ سببونمین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت دل کے پھپھولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہوجاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ آوے تو ہیجان غضب مین اوسکی برائی کرنے لگتا ہے اور دل کی کسر نکالتا ہے یہ امر اقتضاے طبع سے ہوتا ہے اسپر طیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی بظاہر یہ نہین کہتا مگر دلمین کینہ رہتا ہے اس سے گویا آیندہ کو ہمیشہ کے لیے برا کہنے کی بنا پڑتی ہے پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین دوسرا سبب اورونکی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہے مثلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی کرین تو اوسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر انکی طرح نہ کہونگا تو یہ ناراض ہوجاوینگے یا مجھکو برا سمجھینگے اور کنارہ کشی کرینگے تو اونکی ہی یہ بھی کہنے لگتا ہے اور اس امر کو حسن معاشرت اور ملنساری جانتا ہے تو جیسے غصہ کیحالت مین کسیکو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ اونکی دیکھا دیکھی کرکے برا کہنے لگتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ پیش بندی منظور ہو یعنی جب کسیکو معلوم کیا کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلی ہی سے اوسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اوس کی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دلمین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہے یا اول اول کچھ اوسکے سچے حالات بیان کیے بعدہ جھوٹے معاملے بھی اوسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پہلے حالات کیطرح انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اوسکا جھوٹ اور فریبی ہونا اسطرح مشہور ہوجاوے اور اوسکو اسیطرح بیان کرتا ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مینے تم سے فلان فلان حال بیان کیے سب ویسے ہی نکلے جیسے مینے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہے تو اوسوقت دوسرے شخص کا نام لیکر کہتا ہے کہ اوسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھ شریک تھا یعنی میں معذور ہون اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کوئی عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب ارادۂ فخر و مباہات ہے کہ دوسرے کے ناقص بتلانے سے اپنا افضل ہونا ثابت کرے مثلاً کسی کو یہ کہنا کہ وہ جاہل

آدمی ہے اوسکی سمجھہ اچھی نہین کلام ہیچ کرتا ہے اس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ ہم اوسکی نسبت زیادہ
جانتے ہین یا یہ خوف ہوا کہ شاید میری سی تعظیم کہین اوسکی ہونے لگے اسلیے اوسمین عیب نکالنی شروع
کیے چھٹا سبب حسد ہے یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسیکی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اوس سے محبت رکھتے
ہین تو رگ حسد جوش کرتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ یہ نعمت اوسکی پاس نہ رہی تو اور تو کچھ نہین بن
پڑتا اوسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہے تاکہ لوگونکی نزدیک اوسکی عزت نرہے اور تعظیم و اکرام و مدح
سے باز آوین اسلیے کہ اسکو تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہے اس کا نام حسد ہے یہ غصہ اور کینہ
کے علاوہ ہے کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے جب غصہ اور کینہ آتا ہے
اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن اور رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل اور دل لگی
ہے کہ دوسرے کی برائی بیان کر کر ہنسنا اور ہنسانا اور وقت ٹالنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی
حقارت کے لیے اوسکو بنا لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہے اسمین اپنی
بڑائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہے اور وہ تین سبب جو خاص لوگونمین باعث غیبت ہوتے ہین
وہ بڑے دقیق و باریک ہین خیر کے پہلو مین شیطان اونکو ڈالتا ہے اور نمین خیر واقع مین ہوتی ہے مگر
شیطان شر بھی خلط کر دیتا ہے پہلا سبب یہ ہے کہ دین کے باعث کسیکے قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہے اور کہنے
لگتا ہے کہ دیکھو فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہرچند دیندار آدمی سے کسی قسم کی خطا در حقیقت موجب
تعجب ہوتی ہے مگر دوسرے شخص کو یون چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا پس نام کا لینا شیطان
کا کام ہے ایسی سبب سے یہ داخل غیبت ہوگیا اور نادانستہ گناہگار ٹھہرا اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کسیکو کہین
کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اوس جیسا شخص ایسی بدصورت عورت سے محبت کرے یا جاہلونمین جا جا کر بیٹھے دوسرا
سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلاً جب کسی کو کسی امر میں مبتلا دیکھا تو بڑا رحم کھا کہ
ہم کو اوسکی حال پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہوگیا تو اگرچہ دعوی افسوس اسکی جانب سے
صحیح ہے مگر چونکہ غم مین اوسکا نام لیدیا اتنی ہی بھول سے داخل غیبت ہوگیا پس ہرچند کسی مسلمان کی
خطاوار ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہے لیکن شیطان نے اسمین یہ شر بھی ملا دے کہ اوسکا نام لیدیا
بدون نام کے لیے بھی تو رنج و رحم و تعجب ممکن ہے الا شیطان نے اسکے ثواب سے محروم رکھنے کے لیے نام لوادیا
تیسرا سبب اللہ کیواسطے غصہ کرنا یعنے جب کسی آدمی کو بری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ
آتا ہے اسمین اگر اوسکا نام لیکر غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہوگا بلکہ واجب یہ ہے کہ امر معروف اور نہی منکر
کے لیے اظہار غضب خاص اوس شخص پر کرے اسکی اطلاع دوسرے کو نہو یا اظہار غضب کے وقت اوسکا نام

اور براز لکھے یہ تین سبب ایسے ہین کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت مشکل ہے کیونکہ ظاہر اسباب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کیواسطے ہونگے تو تعین نام مین ایک عذر تو ہی
ہوگا حالانکہ یہ خطا ہے بلکہ غیبت کی باب مین حاجات مخصوص ہین کہ اونہین ذکر نام کی گنجایش نہین
جیسا کہ آگے مذکور ہوگا عامر بن وائلہ رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات مین گذرا اور اونکو سلام کیا سبھون نے جواب سلام دیا جب وہ آگے بڑھا ایک آدمی
نے مجمع مین سے کہا کہ اس شخص کے ساتھہ بغض للہ ہے لوگون نے کہا کہ یہ تم نے بہت برا کہا ہم اوسکو
مطلع کرتے ہین اور اوسیوقت ایک آدمی سے کہا کہ اوس شخص سے جا کر کہدے کہ فلان شخص تیہاری نسبت
یون کہتا ہے چنانچہ ایسا ہی وہ شخص سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور اوس شخص
کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اوسکو بلوا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ اسکی نسبت کہا ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہان آپنے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین اس شخص کا ہمسایہ ہون اسکے حال کو
خوب جانتا ہون یہ شخص سوای نماز فرض کے اور کوئی نماز نہین پڑھتا اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت
فرمائی کہ فرض نماز مین مینے کبھی دیر کی ہے یا وضو اچھی طرح نہین کیا یا رکوع سجدہ برا کیا ہی جب آپ نے اوس سے
پوچھا تو عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ یا حضرت سوای ماہ رمضان مبارک کی اور کبھی
روزہ رکھتے مینے اسکو نہین دیکھا اور اس مہینے کے روزے تو اچھے برے سبھی آدمی رکھتے ہین اوسنے جواب مین
عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مینے کسی رمضان کے روزہ نہ رکھی ہون یا کچھ اونکا حق ادا نہ کیا ہو آپنے
جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ مینے اسکو کبھی سائل اور مسکین کو دیتے نہین دیکھا اور
خدا واسطے کبھی کچھہ خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوۃ مال کی دیا کرتا ہی سو بھی دیتے ہین اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ پوچھین
کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہی کہ مینے زکوۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اوسنے عرض کیا
کہ یہ بات تو کوئی نہین ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے بغض کیون رکھتا ہے

چوتھا بیان اوس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان غیبت سے باز رہے

جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون علم و عمل سے ہوتا ہے اور ہر مرض کی دوا اوسکی سبب کے
خلاف ہوتی ہے یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت سے
اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے
ایک طور تو اجمالی ہے اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کر لے کہ غیبت کی باعث غضب
الٰہی مین گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اسکی باعث قیامت کے روز نیکیان بیکار

ہو جاوینگے اسلیے کہ غیبت مین جس شخص کی تہتک کی ہوگی نیکیان اوسکو مل جاوینگے اگر نیکیان غیبت کنندہ کے پاس نہونگی تو دوسرے شخص کی برائیان اسکے نامہ اعمال مین لکھدی جاوینگی اور غضب الٰہی اسکی علاوہ کہ خدا کے سامنے گویا یہ شخص مُردار خوار ہے بلکہ اگر پلہ بدیون کا جھک گیا تو دوزخی ہی ہوا فرض کرو کہ اس کی نیکیان اور بدیان برابر تہین لیکن غیبت کی باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص کو مل گئی یا ایک بدی اوسکیطرف آملی تو ظاہر ہے کہ دونون صورتو مین پلہ بدیونکا بھاری ہو جاوے گا اور اوسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونیکے اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہہے کہ اعمال کا ثواب کم ملے یعنے جب مواخذہ اور باز پرس اور سوال وجواب وحساب کتاب ہو چکے اور کچھ نیکیان مثلاً باقی رہین تو جتنا ثواب اسکو بے غیبت ان کے عوض ملنا غیبت ہونے سے وتنا نہین ملے گا حدیث شریف مین آیا ہے مَا النَّارُ فِي الْيُبْسِ بِأَسْرَعَ مِنَ الْغِيبَةِ فِي حَسَنَاتِ الْعَبْدِ اور ایک روایت مین ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مینے یون سنا ہے کہ آپ میری غیبت کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ میری نظرون مین تمہاری ایسی قدر نہین کہ اپنی نیکیان تمکو حوالہ کرون غرض کہ جب آدمی اون احادیث کو جو غیبت کی باب مین وارد ہین یقین کرلے گا تو ڈرکے مارے غیبت پر زبان نہ کھلے گی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا خیال آوے تو اپنے نفس مین فکر کرے کہ کوئی عیب مجھمین بھی ہے یا نہین اگر کوئی عیب پاوے تو اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ اور جب آدمی مین خود عیب ہو تو چاہیے کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو برا نہ کہے اور ونکو برا کہے بلکہ یہ جانے کہ جیسا مجھسے اپنے نفس کا عیب دور نہو سکا ویسا ہی یہ شخص بھی مجبور ہوگا ورنہ خود را فضیحت و دیگری را نصیحت کی کیا معنی اور یہ بھی اوسصورتمین ہے کہ دوسرے شخص مین عیب اس قسم کا ہو جو اوسکے فعل اور اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضاء ظاہری مین ہوگا تو اوسپر برا کہنا تو خالق کو برا کہنا ہے معاذ اللہ منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اوسنی جواب دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار مین نہین تھا کہ مین اوسکو اچھا کرلیتا اور اگر اپنے نفس مین کوئی عیب نپاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت مین جو سب مین بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے گوشت کھانے سے زیادہ برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپ کو عیبونسے صاف جانتا ہے تو دہن زبان کو اس غلیظ و کثیف چیز مین بھی آلودہ نہ کرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی نہین اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے پاک تصور کرے یہ محض حماقت اور نادانی ہے پس یہی بہتر ہے کہ دوسرونکی غیبت کے وقت اپنے نفس کی اصلاح کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ یہ خیال کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجکو کتنا برا معلوم ہوگا

اسیطرح اگر مین دوسرونکی غیبت کرونگا تو اوسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا پس جیسا یہ اچھا نہین معلوم ہوتا
کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اوسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہوئے
تدبیرین اجمالی تھین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہے کہ جونسا سبب غیبت کا ہو اوسکو دور کرنا چاہیے اسلیے
کہ بیماری جبھی دور ہوتی ہے جب اوسکا سبب منقطع ہوجاتا ہے پس اگر سبب غیبت کا غضب ہو تو اوس سے
اسطرح بچنا چاہیے کہ دلمین یون تصور کرے کہ اگر مین اپنا غصہ نکالونگا تو خدا تعالی غیبت کی سبب مجھپر
غصہ نکالیگا اسلیے کہ اوسنے فرمادیا تھا مگر مینے اوسکی عدول حکمی کی اور اوسکی روکنے کی کچھہ حقیقت نسمجھی اور
حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِجَهَنَّمَ بَابًا لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اِلَّا مَنْ شَفٰى غَيْظَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تعالیٰ
اور فرمایا مَنِ اتَّقٰى رَبَّهُ كَلَّ لِسَانُهُ وَلَمْ يَشْفِ غَيْظَهُ اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہو کر اوسکو پی جاوے
اللہ تعالی قیامت کے روز سب لوگون کے سامنے اوسکو بلاکر ارشاد فرماوے گا کہ حورونمین سے جونسی
چاہے پسند کرے اور بعض انبیا علیہم السلام کے صحیفون مین ہے کہ خداوند جل وعلی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم
جب تو غصہ کرے مجکو یاد کیا کر مین اپنے غصہ کیوقت تجکو یاد کرونگا یعنے تباہ کارون کے ساتھہ تجکو تباہ
نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشنا کی موافقت اور دیکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے
خدا ناخوش ہے اوسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ بندہ دوسرے کے خاطر
اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور اگر ایسا کرے تو اوس جیسا نادان اور حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ انکے واسطے کیوے
اور اسمین بھی اسباب کا خیال ہے کہ جس پر غصہ ہو اوسکی نسبت کچھہ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ رفقا سے اگر کوئی کلام اوسکی
نسبت بیجا صادر ہو تو اون پر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے جسکا نام غیبت ہے
اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک و بری کرنا ہے یعنے دوسرے کا نام کسی گناہ مین اس لیے لیتا ہے
کہ لوگ اوسکو بری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا علاج یہ ہے
کہ خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالی کی ناراضی بہت سخت ہے اور غیبت کی سبب خدا تعالی
کی ناراضی تو قطعاً ہوتی ہے مگر جس مطلب کیواسطے غیبت کرتا ہون وہ امر یقینی نہین ہے اس لیے کہ کیا معلوم
ہے کہ لوگ بعد غیبت اسکو بری تصور کرینگے یا نہین پھر صورت اسمین خدا تعالی کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا
اور نیکیونکا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود ہے اور دنیا کے نزدیک سرخرو ہے اور لوگونکی زبان
بندی ایک وہمی بات بمنزلہ ادھار کے ہے تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت و ذلت ہے اس کہنے سے کیا فائدہ
کہ مین حرام کھایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کھاتا ہے یا مین نے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی
ایسا ہی کرتا ہے اسلیے کہ تقلید اور اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہے جو خدا تعالی کی مرضی کے موافق

کام کرتا ہو اور اگر اوسکے خلاف حکم کرتے تو اوسی کی اقتدا ہرگز نہین چاہیے خواہ کوئی کیون نہو ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کودپڑے اور تمکو قدرت اوس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی پہلے شخص کا ساتھہ ندوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنیکی بات ہر کہ اپنا عذر بیان کرنے مین جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہے تو اوسکی ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اوس گناہ کی یاد تی کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہے پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بکری ایک بز کوہی کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اوسکے ساتھہ گر پڑے اب اگر مثلاً اوسکی زبان گویا ہو جاوے اور اس گرنیکی وجہ یون کہی کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور وہ پہلے گرا تھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والونکو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہی مگر حضرت انسان کا بعینہ یہی حال ہے اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی بنسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اوسکی برائی سے آگاہ ہو کر اوسکی تعظیم کم کرین تو اسکا علاج یہ ہے کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگونکی نزدیک فضل ہونا احتمالی بات ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ بد اعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگونکی برائی کرتا رہتا ہے بہر صورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقیناً دی ڈالی اور دنیا کی عزت وہمی کا خریدار ہوا اور اگر بالفرض لوگونمین کچھہ عزت وتعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ وہان کوئی اپنا یا بیگانہ کچھہ نفع نہین کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دوہری مصیبت اپنے اوپر لیتی ہے دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین ۔۔۔ رنج حسد ہے جان ہے جبتک کہ جان مین

اور اسپر بھی قناعت نہ کی غیبت کرکے عذاب آخرت بھی گردن پر لیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا ارادہ تو یہ کیا کہ دوسرے کا برا ہو مگر اپنا برا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بد کیلیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان اوسکو ملینگی خواہ اوسکی خطائین اپنے اوپر آئینگی دونون صورتین گویا اوسکے ساتھہ تو دوستی ہوئی اور اپنے نفس کے ساتھہ دشمنی اسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور زیادہ مشہور ہو جاتا ہے تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر ندامت ہوتی ہے اور اگر باعث غیبت تمسخر ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سر دست ایک شخص خاطر خواہ مین جاتا ہے لوگونمین رسوا ہوتا ہے مگر غیبت کرنیوالا خدا کے نزدیک رسوا ہوتا ہے اور فرشتون اور انبیا کے سامنے ذلت اٹھاتا ہے پس اگر آدمی اوسکی انجام کو

سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت او خجالت قیامت کے دن اوٹھانی پڑیگی جب دوسرے کے گناہ اوسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری لیکر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دلمین سماوے گا کہ پھر کبھی آدمی کے بنانے کو دل نچاہیگا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو بنانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور قیامت کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اوسوقت دوسرا شخص اپنی غیبت کنندہ کو دیکھے گا کہ گدھے کیطرح بوجھون لدا ہوا دوزخ مین چلا جاتا ہے تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہے گا کہ ہنسی کا مزا پایا دیکھو خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہے کہ دوسرے کی گناہ پر اسکو رحم آیا اسواسطے منہ سے غیبت نکلی تو رحم کہنا کسیکی مصیبت پر تو اچھا ہے مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہے وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہے جس سے اوس مرحوم کے گناہ کم ہوجاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اسصورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم و قابل رحم نہ رہا اسلیے کہ اوسکی خطا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیون سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہے کہ بیچارہ کو لینی کی دینی پڑی ثواب کا ثواب گیا اور نیکیان کم ہوگئین اسیطرح اگر غصہ اللہ کیواسطے کیا جاتا ہے تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اوس غصہ کا ثواب کھونیکے لیے منہ سے ایسی بات نکلوا دیتا ہے جو موجب ناراضمندی خالق ہو اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہے تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے کہ دوسرے کی دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کردیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ دنیا کی عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جیسے اسنے دوسرے کا ہتک کیا خدا تعالی اسکا کیا اسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہوجاوے خلاصہ یہ کہ سب سببونکا علاج صرف انجام کا جان لینا ہے کہ یہ باتین مذکورہ بالا اوسکے دلمین گھس جاوین پس جس کسی کا ایمان ان سب باتونپر پکا ہوگا اوسکی زبان بیشک غیبت سے باز رہیگی

بیان پانچوان اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی حرام ہے

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہے جسطرح کہ برا کہنا ناجائز ہے مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبان سے ذکر کرنی نچاہیے ویسا ہی یہ بھی نچاہیے کہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہے کہ دل سے قصداً دوسرے کو بد سمجھنا چاہیے اگر کسی کی برائی کی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہے بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہے ممنوع جو چیز ہے وہ ظن ہے یعنے دل کا میلان بدی کیطرف جسکی واسطے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ اور سوء ظن کے حرام ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسرار القلوب کو سوا علام الغیوب کی اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہونچ سکتا کہ دوسری کیطرف سے بدی کو دلمین جمالے ہان اوس صورت مین کہ بدی کا معاینہ ایسی طرح سے ہوجاوے جسمین تحمل تاویل نرہے تو البتہ اوسکے خلاف دلمین جمنا دشوار ہے مگر جبتک کسی کا حال نہ دیکھا ہو

نہ سنا خواہ نخواہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہے ایسی صورت مین اوس اعتقاد کو جھوٹا
کرنا چاہیے اور اس وسوسۂ شیطانی کی تکذیب کر دینے ہونا چاہیے یہ بڑا فاسق ہے اور فاسق کی خبر ماننے کا
حکم نہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَہَالَۃٍ
اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نجاننا چاہیے اور اگر اسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ اعتقاد
فاسد ٹھیرتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولی سچ نماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ فاسق خبر سچ
ہی کہتا ہو لیکن بلا تحقیق اوسکی تصدیق کیسے ہو سکتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے
تو اوسپر حد شراب کی جاری نہوگی اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے
منہ مین لگا دی ہو اور پیا نہو پس احتمالات کی ہوتے ہوئے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوء ظن کرنا نچاہیے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَہٗ وَمَالَہٗ وَاَنْ یُّظَنَّ بِہٖ ظَنَّ السُّوْءِ
اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلون سے مال اور خون مباح ہوتا ہے اونہین دلیلون سے سوء ظن بھی مباح ہوتا ہے
یعنی جب آنکھ سے دیکھ لے یا گواہ عادل سے ثابت ہوا اور جب اسطرح نہو اور بدگمانی کا خطرہ دلمین آوے تو اوسکو
نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھسے آج تک مخفی رہا ہے اور جس وجہ سے
تو اب سوء ظن کرتا ہے اوسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہے پس بیفائدہ شر کیطرف جانا اور اوسی کا وسواس دلمین
لانا کیا ضرور ہے اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دلمین خلجان کرتی ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی ہوتی ہی
رہتی ہے تو ظن کو ہم کسطرح جانین کہ اس چیز کا نام ظن ہے اوسکی علامت بتانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے
مستقل و مستحکم ہونیکی یہ علامت ہے کہ پہلے سے جسطرح کا اعتقاد ایک شخص کی ساتھ ہو ظن کے ہوتے ہوئے
وہ بات نرہے بلکہ اوس سے کسی قدر نفرت دلمین سما جاوے اور اگر پاس بیٹھے تو گران معلوم ہو عایت اور
مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اوسکا رنج نہو یہ نشان استحکام ظن کے ہین
ایسے جان لے کہ مجھکو دوسرے کی نسبت سوء ظن ہے ایک حدیث شریف مین مذکور ہے ثَلَاثٌ فِی الْمُؤْمِنِ
وَلَہٗ مِنْہُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُہٗ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ اَنْ لَّا یُحَقِّقَہٗ یعنی سوء ظن سے نکال کی صورت یہ ہے کہ ظن کو
ٹھیرنے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دلمین جمنے کیصورت تو یہ ہے کہ اوسکے باعث نفرت
اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہے کہ اونسے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر
ہون غرضکہ شیطان اونسے سی بات مین لوگون کی برائی دلمین ڈالدیتا ہے اور ساتھہ ہی اوسکی یہ بھی تصور
دلمین ڈالتا ہے کہ تمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن تو خدا
کے نور سے سوجہا کرتا ہے حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دہوکے سے دیکھتا ہے اوسکا اندھیرا آنکھون مین چھایا ہوا

یہان تو خندا گمان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھ خبر سناوے اور دل اوسکی تصدیق کیطرف مائل ہو تو
معذور ہے اس لیے کہ اگر اوس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اوسکی نسبت سوء ظن ٹھہرتا ہے اور ازانجا کہ ترجیح بلا مرجح
ہو نہین سکتی کہ ایک کیطرف سوء ظن ہو اور دوسرے کیطرف حسن ظن تو ایسی صورتمین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی
تلاش کرے کہ اون دونون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کی باعث
باپ اگرچہ عادل ہو اوسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اوسیکے سبب دشمن کی شہادت
غیر مقبول ہے پس جب تک اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف چاہیے نہ اوسکو سچا جانے
نہ جھوٹا بلکہ دلمین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اسنے کہا ہے اب تک بدستور سابق مجھکو اوسکا کچھ علم نہین
ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہے اور اوسمین اور دوسرے
شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اوسکی عادت اسطرح کی ہے کہ لوگونکی برائی کیا کرتا ہے لوگ بظاہر
اوسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہے مگر واقع مین عادل نہین ہے اسلیے کہ غیبت کرتا ہے اور
غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہے جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہے اوسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے
باب مین ایسی سہل انگاری ہے کہ اسکی کچھ پروا نہین کرتے ایک دوسرے کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ
کہ جب کسی مسلمان کیطرف سوء ظن دلمین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اوسکی مراعات زیادہ کرے
اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اس سے سوء ظن جاتا رہیگا اور شیطان کو برا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی کیطرف سے
سوء ظن دلمین نڈالیگا اس ڈر سے کہ مبادا یہ اوسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہو جاوے
اور جب کبھی کسی شخص مسلمان کی لغزش دلیل سے پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اوسوقت چاہیے کہ شیطان
کے فریب مین آکر اوسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اوسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے
کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہو گیا اور ہمکو رتبہ وعظ ونصیحت حاصل ہوا اور
مرتبہ اس سے بڑا ہے اسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہونے سے رنج ہوتا ہے
ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اوس سے چھوٹ جاوے اور بدل یہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میری
نصیحت کے وہ اوس راہ پر آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کرے گا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو
نصیحت کرنیکا دوم اوسکی خطا پر غم کرنیکا سوم دین پر اوسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوء ظن کا نتیجہ
ہے یعنے جب کسی کی طرف سے کچھ ظن ہوتا ہے تو دل کو اوسپر قناعت نہین ہوتی درپے تحقیق ہو کر اوسکے
حال کی جاسوسی کرتا ہے یہ بھی ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تجسسوا ایک ہی آیت مین غیبت
اور سوء ظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور جاسوسی کے یہ معنی ہین کہ جو شخص مستور الحال ہے معلوم نہین کیا کرتا ہے

اوسکے حال کے دریافت کے درپے ہونا اور اوسکی خفیہ واقعات کی تلاش مین پڑنا یہانتک
کہ اوسکے ایسے حال معلوم ہوجاوین کہ اگر وہ نہ معلوم ہوتے تو دل و دین کے لیے بہتر ہوتے
اور حکم جاسوسی کا اور اوسکی حقیقت مفصل باب امر بالمعروف مین گذر چکی ہے وہان دیکھنا چاہیے ۱۲

چھٹا بیان اون عذرون کا جنکے سبب غیبت درست ہے

جاننا چاہیے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے مین شرعًا کوئی مقصود صحیح ہو تو اوس غیبت کا گناہ نہین
ہوتا اور وہ چھہ باتین ہین اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلاً مظلوم آدمی اگر حاکم اعلے سے کہے کہ فلان
حاکم ادنی نے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہین کیونکہ بدون اسکی دادرسی نہین
ہوگی مگر سوا مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہے چنانچہ حدیث شریف
مین ہے کہ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا اور مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ اور لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عُقُوبَتَہٗ وَعِرْضَہٗ دوسرے
یہ کہ بری بات کے دور کرنے کے لیے یا گناہ گار کے راہ راست پر آنے کے لیے استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے کہا تہا کہ جب آپ حضرت عثمان یا حضرت طلحہ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا اونہون
نے جواب نہ دیا آپ نے اونکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف
لیجاکر صلح کرادی تو یہ شکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود اونکی صلح
تھی اسیطرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ شام کے ملک مین ابو جندل نے شراب خواری شروع
کردی ہے تو اونکو یون لکہا بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ
غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ اونہون نے اسکے پڑہتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تہا بطور غیبت نہین کہا تہا اور نہ آپ نے اوسکو غیبت تصور کیا بلکہ اوس کا
مقصود یہ تہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنین گے تو اس حرکت کو برا جانکر اونکو نصیحت فرماوینگے اور اس
باب مین جیسی آپکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہوگی اور ایسا ہی ہوا غرضکہ مقصود صحیح شرط ہے ورنہ غیبت
کے حرام ہونے مین کیا کلام ہے تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ مین حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلاً مفتی سے جاکر
سوال کرے کہ میرے باپ بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا شرعًا مجھکو کیا کرنا چاہیے جو اس ظلم سے رہائی
پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہے کہ کنایۃً استفسار کرے مثلاً یون پوچھے کہ آپ اس باب مین کیا
ارشاد فرماتے ہین کہ ایک شخص پر اوسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اوسکو کیا کرنا چاہیے اور اگر اس علاج
کے باعث تصریح اور تعیین بھی کریگا تو جائز ہے چنانچہ روایت ہے کہ ہند عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہین دیتا کہ مجھکو اور اولاد کو کافی ہو

ترجمہ
اوتارا کتاب کا ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے خبردار گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت مار دینے والا ۱۲

بخاری و مسلم روایت عائشہ رضی اللہ عنہا ۱۲

اگر اجازت ہو تو مین اوس سے چھپا کر لے لیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر ٹھیک ٹھیک تجکو اور تیری اولا
د کو کافی ہو اوسقدر لے لیا کر تو باوجود یکہ اونے اپنے شوہر کا بخل اور ظلم ذکر کیا مگر آپ نے اوسکو منع نہین فرمایا
کیونکہ غرض اوسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھی یہ کہ کسی مسلمان کو شر سے بچانا منظور ہو مثلاً جب کسی فقیہ
دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہوا کہ کہین اوسکی بدعت یا فسق مین
یہ بھی مبتلا نہو جاوے تو جائز ہے کہ اوس بدعتی یا فاسق کی بدعت و فسق کا اظہار اوس فقیہ سے کر دے اس
غرض سے کہ اوسکا اثر اوسمین نہو جاوے اور کسیطرح جائز نہین اسلیے کہ اسمین دہوکا بھی ہو جاتا ہی کیونکہ کبھی
حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت و فسق کہنے کی نوبت آتی ہے اور شیطان یہی سوجھاتا ہے کہ لوگونکا بچاو
اس بدعتی و فاسق سے منظور ہے ایسا ہی اگر کوئی کسی شخص کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور اوس نوکر کا عیب آقا
کے کسی دوست کو معلوم ہے تو اوسکو چاہیے کہ آقا سے اوسکا حال کہدے گو اسمین نوکر کا ضرر ہے مگر آقا کی فائدہ
پر اور نقصان نہونے پر اول لحاظ چاہیے اسیطرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب مین کسی کا حال پوچھے کہ یہ
شخص گواہ کیسا ہے عادل ہے یا نہین تو اوسوقت بھی اگر اوسکی برائی معلوم ہو تو بیان کر دینی چاہیے
اسلیے کہ گواہونکی گواہی پر دار مدار مقدمہ کا ہوتا ہے اگر یہ سچ نکہے گا تو کیا عجب ہی کہ دوسرے کا نقصان
ہو جاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب مین خواہ ودیعت رکھنے کے باب مین دوسرے کا حال پوچھے
تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہدے اسصورت مین اظہار عیب داخل غیبت نہین اسواسطے کہ مقصود خیرخواہی مشورہ
چاہنے والے کی ہے نہ دوسرے کو برا کہنا اور اسی لحاظ سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے یہ باز رہیگا
تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہین معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر آئے
یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اوسوقت اوسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی اَتَرْعَوُونَ
عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ بِمَا فِيهِ اهْتِكُوهُ حَتّٰى يَعْرِفَهُ النَّاسُ اُذْكُرُوهُ بِمَا فِيهِ حَتّٰى يَحْذَرَهُ النَّاسُ اور اکابر سلف کا قول ہے
کہ تین آدمیونکی برائی کرنی غیبت نہین ہے اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق معلن پانچوین یہ
کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمین کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندھا یا گنجا وغیرہ تو اسصورت مین
بھی گناہ نہین احادیث کی روایت مین ایسا پایا جاتا ہے مثلاً روے ابو الزناد عن الاعرج و سلیمان عن
الاعمش اور ضرورت کے واسطے علما نے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ
لقب اونکے ایسے ہو جاتے ہین کہ انسے وہ لوگ برا نہین مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایہ بولنا بہتر ہی اسیواسطے
اندہے کو بصیر کہا کرتے ہین کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کرین وہ فاسق معلن ہو یعنے
فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اوسکی برائی مخفی نہو جیسے مخنث یا شراب خوار یا بھنگڑ یا لوگون کے ڈانڈ لینے وا

کہ ظاہر طور پر یہ کام کرتے ہون اور اگر کوئی اونکی یہ خطا بیان کرے تو برا نہ مانتے ہون تو ایسے لوگونکی غیبت جائز ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ اَلقَی جِلْبَابَ الحَیَاءِ عَنْ وَجْھِہٖ فَلَا غِیْبَۃَ لَہٗ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ فاجر کی کچھہ حرمت وعزت نہین یعنی جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہے اوسکو برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہین الا جو چھپا کر کرتا ہے اوسکی حرمت کی رعایت چاہیے اور صلت بن طریف کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر مین فاسق معلن کی برائی کرون اور جو بات اوس مین ہے اوسکو بیان کرون تو غیبت ہوگی یا نہین اونہون نے فرمایا کہ غیبت تو نہین مگر کچھہ بزرگی بھی نہین اور یحییٰ اونہین کا قول ہے کہ تین شخصونکی برائی غیبت نہین صاحب ہوائے نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کرکے کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات اونپر فخر کرتے ہین تو برا کیون ماننے لگے تھے ہان جو بات چھپا کر کرتے ہون اوسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین نے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت مین حاضر ہوکر حجاج بن یوسف کو برا بھلا کہا تو انہون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہے جیسا حجاج سے انتقام اوسکے ظلم کا لے گا ایسا ہی جو کوئی اوسکی غیبت کرتا ہے اوس سے اوسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب خدا کے سامنے جاؤگے تو تمہارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے بڑے گناہون سے تم پر سخت معلوم ہوگا

ساتوان بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر مین

غیبت کنندہ پر لازم ہے کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہوکر اپنے فعل پر تاسف کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حق سے بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہے اوس سے معاف کرا دے تاکہ اوسکے حق سے بھی بری ہوجائے بعضے حسین اور نادم اور متاسف ہوکر قصور معاف کراوے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کی خواہان ہوتے ہین کہ کوئی اونکو بڑا پرہیزگار جانے حالانکہ دلمین ذرا ندامت کا نام نہین ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ فزون ہوتا ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اوسکی حق دعاء مغفرت کافی ہے معاف کرانیکی ضرورت نہین اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہین جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کَفَّارَۃُ مَنْ اِغْتَبْتَہٗ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَہٗ اور حضرت مجاہد رضی فرماتے ہین کہ کفارہ کسی کے گوشت کہانیکا یہی ہے کہ اوسکی ثنا کرے اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اور عطا بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت سے توبہ کس طرح ہوتی ہے اونہون فرمایا کہ اسطرح ہے کہ جسکی غیبت کی ہے اوسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھہ مینے کہا تھا جہان مارا تھا تیرے حق مین ظلم و زیادتی ہوئی اب مین جانتا ہون چاہو مجھسے بدلا لو چاہو معاف کرو اور یہی قول عطا کا صحیح ہے اور یہ جو بعض

لوگ کہتے ہین کہ آبرو کا کچہ عوض نہین اوس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانی کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ایک قول پوچ ہے اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہی کہ اوسکے واسطی گالی مین سزا دیجاتی ہے اور بازپرس ہوتی ہے بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح ہے موجود ہے کہ آپنے فرمایا مَنْ كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ فِي عِرْضٍ أَوْ مَالٍ فَلْيَتَحَلَّلْهَا مِنْهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَيْسَ هُنَاكَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَزِيدَتْ عَلَى سَيِّئَاتِهِ اور حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری عورت کو کہا تہا کہ یہ بڑے لمبے دامن والی ہے کہ تو نے اوسکی غیبت کی اوس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک چاہیے بشرطیکہ ممکن ہوا اور اگر وہ شخص مفقود الخبر یا مر گیا ہو تب البتہ اوسکے لیے زیادہ تر دعاء خیر کرے اور اوسکو نیکیون کا ثواب بخشا کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہی یا نہین تو اوسکا حال یہ ہے کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان کرنا ہے البتہ مستحب ہے اگر معاف کر دے گا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عتاب نہین اور معاف کرانیکی سبیل یہ ہے کہ اول اوس شخص کی خوب سی تعریف کرے اور اوس سے دوستی پیدا کرے اسیطرح روزمرہ کرتا رہے یہانتک کہ اوسکا دل اسکی طرف سے صاف ہو جاوے اور قصور معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہوگی تب بھی اسکا عذر کرنا اور دوست بنجانا خالی ثواب سے نہوگا عجب کیا ہے کہ غیبت کے مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعضے لوگ معاف نہین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو شخص مجھپر زیادتی کرتا ہے مین اوسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ غیبت کو کچہ مینے تو حرام کیا ہی نہین خدا تعالی نے حرام کیا ہے پس مین معاف کرکے اوسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ کیا تم مین سے کسی سے نہین ہو سکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوے وہ جب گہر مین سے نکلتا تہا تو کہتا تہا کہ الٰہی مینے لوگون پر اپنی آبرو خیرات کر دی تو آبرو کا صدقہ کر دینا کیسے ہوتا ہے اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بہلا کہہ سکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ ناجائز ہو تو حدیث مین اس کی ترغیب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ معنے ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہوگا کہ فلانے نے میری غیبت کی تہی اوس سے میرا حق ملے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسی شخص کی جائز ہے اور نہ گناہ سے بری ہو سکتا ہے اسواسطے کہ پہلے وجوب سے عفو کے کیا معنی بلکہ یہ ایک وعدہ کی سی صورت ہے کہ اگر کوئی مجہکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نکرونگا پس اگر وہ اس وعدہ سے پھر جاوے اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بھی ہو سکتا ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح

تصریح کردی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی دنیا لوگون کے لیے مباح کر دے تو اس سے اوسکا حق ساقط نہین ہوتا اور آخرت کی حقوق ایسے ہی ہین جیسے دنیا کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عزوجل کے سامنے گھٹنون کے بل پڑی ہوئی ہونگی اوسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جسکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اوٹھے اوسوقت صرف وہی لوگ اٹھینگے جنہون نے دنیا مین لوگون کی قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جل شانہ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھی اونہون نے فرمایا کہ یون حکم ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اوسکو معاف کرو اور جو تم سے نہ ملے اوس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اوسکو دو اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری سے کہا کہ فلان شخص نے آپکی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کنندہ کے پاس کچھہ خرمے تر ایک طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مینے سنا ہے تمنے اپنی نیکیون مین سے کچھہ مجکو ہدیہ کی ہین تو مینے اوسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین دے سکا اس لیے جسقدر ہو سکا مکافات کی معذور رکھنا

سولھوین آفت چغلی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ پھر فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ زنیم کے معنے ہین وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے اونہون نے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کہا وے وہ ولد الزنا ہی اور نیز فرمایا اللہ جل شانہ نے وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ اس آیت مین ہمزہ سے بعضون نے چغل خور مراد لیا ہے اور فرمایا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہتے ہین کہ ابولہب کی بی بی چغل خور تھی تو معنے یہ ہوئے کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیون کی شان مین ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب کبھی اونکے یہان کوئی مہمان آتا قوم مین جا کر خبر کر دیتی وہ لوگ خبر پا کر اوس مہمان سے خواستگار لواطت ہوتی اور حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ اور دوسری روایت مین نمام کی جگہہ قتات ہے جسکے معنی بھی نمام ہی کے ہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا أَحَبُّكُمْ إِلَى اللَّهِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا الْمُوَطَّئُونَ أَكْنَافًا الَّذِينَ يَأْلَفُونَ وَيُؤْلَفُونَ وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَى اللَّهِ الْمَشَّاؤُونَ بِالنَّمِيمَةِ الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْإِخْوَانِ الْمُلْتَمِسُونَ لِلْبُرَآءِ الْعَثَرَاتِ اور فرمایا کہ کیا مین تمکو سب سے زیادہ شریر نہ بتادون صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرمادیجیے وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو چغلی کہا کر دوستون مین بگاڑ کرتے ہین اور صاف

آدمیون کے عیب کی متلاشی رہتے ہین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ
آپ نے فرمایا مَنْ اَشَادَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِکَلِمَةٍ یُشِیْنُهٗ بِهَا بِغَیْرِ حَقٍّ شَانَهُ اللّٰهُ بِهَا فِی النَّارِ فِی الْقِیَامَةِ اور یہ حدیث
بھی اونہین سے مروی ہے مَنْ شَهِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِشَهَادَةٍ لَیْسَ لَهَا بِاَهْلٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اور کہتے ہین
کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جنت کو پیدا کیا تو اوسکو ارشاد ہوا کہ کچھ بول اوسنے
عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہے اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت وجلال
کی آٹھ قسم کے لوگ تجھ مین نہین رہین گے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم
چغل خور چہارم دیوث پنجم ظالم سپاہی چھٹا مخنث ساتوان قاطع رحم آٹھوان جو خدا کی قسم کسی کام کے
کرنے کے لیے کھاوے اور پھر قسم پوری نکرے اور کعب احبار رض سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
ایکسال خشکی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام نے کئی بار مینہ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالی نے وحی
بھیجی کہ دعا تمہاری اور تمہارے ساتھ والونکی اسلیے مقبول نہین ہوتی کہ تم مین ایک چغل خور ہے
کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہے حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی وہ کون ہے مجکو بتلادے
تاکہ ہم اوسکو اپنے گروہ سے نکالدین ارشاد ہوا کہ اے موسی مین چغلی سے منع کرتا ہون اور پھر مین
ہی چغلی کھاؤن پس سب ہمراہیون نے ایکساتھ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہے
کہ ایک شخص سات سو کوس تک چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اوس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالی
علم دیا ہے مین بنظر استفادہ سات باتین پوچھنے آیا ہون اونکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول
سوال یہ ہے کہ آسمانون سے زیادہ بھاری کیا چیز ہے اوسنے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان
باندھنا اوسنے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا چیز ہے اوسنے کہا کہ حق اوسنے تیسرا
سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہے حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اوسنے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ
سے گرم کیا شئے ہے جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچوان سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہے
جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اوسنے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا کیا چیز ہے
حکیم نے کہا کہ جس دلمین فراغت ہو ساتوان سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہے اوسنے جواب دیا
کہ وہ چغل خور ہے جب اوسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اب تعریف چغلی کی اور
جو چیز اسکے دور کرنیکے لیے ضروری ہے اوسکو لکھا جاتا ہے واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگون مین یہ مشہور ہے کہ
ایک آدمی دوسرے سے جاکر یہ کہدے کہ فلانا شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع مین اسی پر منحصر نہین بلکہ تعریف

۱ جو شخص کسی مسلمان پر ایک لفظ سے اشارہ کرے تاکہ اوس پر ناحق عیب لگاوے تو اللہ تعالی اوسی لفظ سے اوسکو پکڑیگا قیامت کے دن دوزخ مین عیب لگانیکے ابن ابی الدنیا و ... در مکارم اخلاق و رواہ ... عبد اللہ بن ... ۱۲

۲ جو شخص گواہی دے کسی مسلمان پر ایسی بات کی کہ وہ اوسکا اہل نہین تو چاہیے کہ تلاش کرے اپنا ٹھکانا دوزخ مین احمد و ابن ابی الدنیا ۱۲

۳ یہ حدیث ... نہین ملی ۱۲

اوسکی یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر کرنا برا ہو اوسکو ظاہر کر دے خواہ جسکی طرف سے کہا ہے اوسکو برا لگی یا جسکو سے کہا ہو اوسکو برا معلوم ہو خواہ کسی تیسری آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو یا لکہنے سے یا رمز و کنایہ سے اور جو چیز ظاہر کی ہے وہ بھی خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان ہو دوسرے کا ہو یا نہو غرض کہ چغلی افشاء راز اور مکروہ بات کے اظہار کا نام ہے پس جب آدمی کی نظر لوگونکی حالت پر پڑے تو چاہیے کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اسمین البتہ بولنا چاہیے مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہے تو چاہیے کہ اوسکی واسطے گواہی دے اسمین رعایت مال والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اوسکو اگر ظاہر کر دیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسیکا عیب یا نقصان ذکر کرے گا تو دو گناہ ہونگے ایک غیبت کا دوسرے چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہے کہ جسکی بات کہی اوسکو کچہہ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہے اوسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا باتون مین دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول و باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کے سامنے اس قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلان شخص تمکو ایسا ایسا کہتا تھا یا تمہارے باب مین یہ کیا ہے یا تمہارے بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمہارے دشمن سے ساز رکھتا ہے یا اور کوئی ایسی ہی بات کہے تو سننے والے کو چہہ باتین چاہیں اول تو یہ کہ اوسکو سچا نجانے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اوسکی شہادت نامقبول ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ دوسرے یہ کہ کہنے والے کو منع کرے کہ پھر میرے سامنے ایسا مت کہنا اور اوسکو نصیحت کی راہ بتلا دے کہ یہ حرکت بیجا ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ تیسرے یہ کہ اوس سے اللہ کیواسطے بغض رکھے کیونکہ اوس سے خدا تعالی بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا بغض رکھے اوس سے بغض رکھنا واجب ہے چوتھے یہ کہ غائب شخص پر صرف اسکے کہنے سے بدگمانی نکرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ پانچویں یہ کہ اوسکے کہنے سے درپے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا چھٹے یہ کہ جس بات سے کہ چغل خور کو منع کیا ہے اوسمین آپ مبتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نکرے کہ فلان شخص مجھسے ایسا ایسا کہتا تھا ورنہ غیبت اور چغلی ہوگی اور اسی سے اوسکو منع کیا تھا روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال اونکے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا اگر تو کہے تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹ نکلی تو تو اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ اور اگر سچ نکلے تو اس آیت کا هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ اور اگر کہے تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھسے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نکرونگا معاف فرمائیے اور روایت ہے کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی لوگ

ف: اے ایمان والو اگر آوے تمہارے پاس ایک گنہگار خبر تو تحقیق کر لو کہیں جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے ۱۲ ف: اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے ۱۲ ف: بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا ۱۲ ف: طعنے دیتا چغلی لیے پھرتا ۱۲

پاس گیا اور اوسکو کسی دوست کا کچھ حال کہا اونہون نے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دنون بعد آئی اور تین کرتوت ساتھہ لائے اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کر دیا دوسرا میرا دل فارغ اور چین سے تھا اوسمین ایک تردد ڈالدیا سوم یہ کہ تمکو امین جانتا تھا اب اعتبار جاتا رہا اور روایت ہے کہ سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس حضرت زہری بھی تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اوس سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ تو نے میرے حق مین ایسا ایسا کہا ہے اوسنے عرض کیا کہ یہ حرکت مجھسے نہین ہوئی اور نہ مینے کچھ کہا سلیمان نے کہا کہ جسنے مجھسے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے پھر حضرت زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپ نے درست فرمایا اور اوس شخص سے کہا کہ سچ تجھے چلاگیا اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ مَنْ نَمَّ اِلَيْكَ نَمَّ عَلَيْكَ اسیکا ترجمہ ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین

ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد		بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمام سے بغض رکھنا چاہیے اور اوسکی قول کو معتبر اور سچا نسمجھنا چاہیے کیونکہ وہ جھوٹ اور غیبت اور غدر وخیانت اور بغض وحسد اور نفاق اور لوگونمین بگاڑ ڈالنے سے خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا تعالے نے حکم فرمایا ہے اوسکو کاٹتا رہتا ہے وَيَقْطَعُونَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور چغلخور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے اور حدیث شریف مین ہے اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنِ اتَّقَاهُ النَّاسُ لِشَرِّهٖ اور چغلخور بھی ایساہی ہوتا ہے اور فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ اسمین بعضون نے تو قاطع سے مراد قاطع رحم لی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگونمین چغلی سے بگاڑ کرے اور حضرت علی رض کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکی تحقیقات کرتے ہین اگر سچ بات ہوئی تو تجھسے ناراض ہونگے اور اگر جھوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرماوین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ کونسی خصلت سے ایماندار کی قدر کم ہوتی ہے اونہون نے فرمایا کہ بہت باتین کرنی اور راز کی فاش کرنی اور ہر ایک کی بات مان لینی اور ایک شخص نے عبد اللہ بن عامر سے انکی عہد امارت مین پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ فلان شخص آپ سے کچھ کہا ہے کہ مینے اسکو برا کہا ہے اونہون نے کہا کہ کہا تو ہے اوسنے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ گیا ہے آپ مجھسے ذکر کرین تاکہ مین اوسکا جھوٹ ظاہر کرون اونہون نے کہا کہ مجھے یہ منظور نہین کہ اپنی زبان سے اپنے آپکو گالی دون اسمین یہی کافی ہے کہ مین اوسکی بات سچ نجانونگا اور تم سے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ اون کے سامنے چغلی کا ذکر ہوا اونہون نے فرمایا کہ لوگون کو کیا ہوا ہے کہ ہر ایک قوم کی لوگون سے سچ بات لیکر کرتے ہین کہ چغلخور

جھوٹی بات کیون اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین ہما
یہ اعتقاد ہے کہ چغلی کی نسبت چغلی کا مان لینا زیادہ برا ہے اسلیے کہ چغلی مین تو صرف بتلانا ہی ہے
اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہے کہ اور کہا کرا ور دونون مین بہت فرق اسلیے چغل خور سے کنارہ کرنا چاہیے
کیونکہ اگر بالفرض اوسکا قول صحیح ہو تب بھی کمینگی سے خالی نہین کہ اوسنے حرمت کی حفاظت
نہ کی اور عیب پوشی کو کار بند نہوا اور ایک حدیث مین ہے کہ الساعی بالناس لغیر رشدہ یعنی
چغل خور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اور زیاد الاعجم کی
چغلی کی سلیمان نے دونون کو صلح کے واسطے اکٹھا کیا تو زیاد اوس شخص کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا

امانت مین خیانت کی جو جھوٹ بولی سو سب ہی
یہی شرط مروت ہی دیانت اوسکو کہتے ہین

اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنے مکانات مین تمکو برا کہا کرتا ہے اونھون
نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو نے نہ تو اوسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجھا کہ برا کہنے لگا
اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجھکو اوسکا حال ایسا بتلایا جو مجھکو برا معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہے تو اوس سے
کہدینا کہ موت ہم دونونکو آویگی اور قبر ہم دونونکو کہپاوے گی اور قیامت مین اکٹھے ہونگے
اور احکم الحاکمین فیصلہ فرماے گا اور منقول ہے کہ بعض چغل خورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ
لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہے اوسکے پاس مال بہت ہے اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہے اونھون نے
اوس پرچے کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بری چیز ہے گو درست ہی کیون نہو خدا تعالی مرحوم متوفی
پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرماوے اور اوسکے مال کو بڑہاوے اور چغل خور پر لعنت کرے
اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجکو ایسی عادتین سکھلائے دیتا ہون کہ اگر اونپر کاربند
ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہے گا وہ یہ ہین کہ قریب و بعید سے خلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم سے
ظاہر مت کر اور لوگونکی حرمت کا لحاظ رکھہ اور اپنے یگانونسے ملا کر اور جو شخص تجہہ مین اور لوگون مین
بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اوسکی بات کبھی مت مان اور اپنا بھائی اور دوست اوسکو جان
کہ جب علیحدہ ہوجاوے تو نہ تو اوسکی برائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہے کہ چغلی جھوٹ
اور حسد اور نفاق سے بنی ہے اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ چغل خور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہے تو واقع مین گویا گالی دیتا ہے اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان
کرتا ہے وہ اگر سچ پوچھو تو قابل رحم ہے کہ اوسکو اتنی ہمت و جرات نہ ہوئی کہ سامنے کہتا بلکہ اپنے خود اپنی
زبانسے تجکو کچھ دیا خیال یہ کہ چغلی کی بدی قابل نہ بچنے کی ہے بری بلا ہے اس سے بڑے بکھیڑے ہوجاتے ہین

چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہے
مگر چغل خور ہے خریدار نے کہا کہ مجھکو منظور ہے غرض اوسکو خرید لیا چند روز کے بعد اوس غلام نے اپنی آقا کی
بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر تمکو نہین چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنے گھر مین ڈالا چاہتا ہے مجھے ایک منتر آتا ہے جب
تمہارا شوہر سو رہے استرہ سے گدی کے بال تھوڑے سے لیکر مجھکو دینا تو اون پر وہ منتر پڑھ دونگا تو تمہارا ہی
ہو رہیگا اوسنے منظور کر لیا اور منتظر سونے کی ہوئی اور اس چالاک نے آقا سے خفیہ یہ کہا کہ تمہاری بیوی کسی
دوسرے سے آشنائی رکھتی ہے فرصت کی وقت تمہارے مارنیکی فکر مین ہے امتحان کرنا چاہو تو سونے کے بہانہ
لیٹ کر دیکھ لو وہ شخص اسی طرح لیٹ رہا کہ گویا جانے سوتا ہے عورت تو منتظر ہی تھی استرہ لیکر اوسکے پاس گئی
جبھی وہ گردن کی طرف جھکی مرد نے جانا کہ بیشک گلا کاٹا چاہتی ہے فوراً اٹھتے ہی اوسکو مار ڈالا اوسکی سسرال
والون نے خبر سنکر اوسکو صاف کر دیا پھر یہ فساد مرد و عورت کی قوم مین پھیل گیا ایک ذراسی چغلی سے اتنا بکھیڑا ہوا

ستر ہوین آفت دورخی بات کہنی مثلاً جو شخص دو دشمنون سے ملتا ہے تو جسکے سامنے جاتا ہے اوسکی موافق
گفتگو کرتا ہے اور یہ کم ہوتا ہے کہ دو عداوت والونسے ملے اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسیکا نام عین نفاق
ہے حضرت عمار بن یاسر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ مَن کَانَ لَہٗ وَجْھَانِ فِی الدُّنیا
کَانَ لَہٗ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تجِدُونَ
مِنْ شَرِّ عِبَادِ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ذَا الْوَجْھَیْنِ الَّذِی یَاْتِی ھٰؤُلَاءِ بِحَدِیْثٍ وَھٰؤُلَاءِ بِحَدِیْثٍ
اور ایک روایت مین بحدیث کی جگہہ بوجہ ہے اور یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ دورخا آدمی خدا کے
نزدیک امین نہین ہوتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مینے توریت مین پڑھا ہے کہ آدمی اپنے یارونسے دورخی
بات کہتا ہے اور یہ امانت کا طالب ہے امانت در کنار قیامت کو خدا تعالی ایسے منہ کو ہلاک کرے گا جس سے
دورخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اَبْغَضُ خَلِیْقَۃِ اللّٰہِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
الْکَذَّابُوْنَ وَالْمُسْتَکْبِرُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُکْثِرُوْنَ الْبَغْضَاءَ لِاِخْوَانِھِمْ فِی صُدُوْرِھِمْ فَاِذَا لَقُوْھُمْ
تَخَلَّقُوْا لَھُمْ وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کَانُوْا اَبْطَاءَ وَاِذَا دُعُوْا اِلَی الشَّیْطَانِ وَاَمْرِہٖ کَانُوْا سِرَاعًا
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی ہرگز بیمذہب مت ہو کہ جدہر کی ہوا دیکھی
اودہر ہی پھر گئے غرض کہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ دو شخصون سے دورخی ملاقات کرنی نفاق ہے
اور نفاق کی بہت سی علامتین ہین اونہین سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ
عنہم مین سے مر گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راز دار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے جنازہ کی
نماز نہ پڑہی حضرت عمر رضہ نے اونکو فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کوئی مرے

اور تم نماز نہ پڑھو او نہوں نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنی یہ منافقون میں سے ہے آپنے فرمایا
کہ میں تم سے بقسم پوچھتا ہوں کہ میں تو منہم میں نہیں ہوں اونہوں نے فرمایا کہ نہیں مگر بعد تمہارے
مجھے اونکا کھٹکا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دو رخا کن باتوں سے ہوتا ہے پس اگر دو دشمنوں کے پاس
جا کر ہر ایک سے اچھی طرح ملا اور گفتگو بھی راست راست کی تو نہ دو رخا ہوگا اور نہ منافق اسلیے
کہ ممکن ہے کہ دو عداوت والوں سے سچی بات کہی جاوے اور دوستی بھی ہو مگر اوس قسم کی دوستی [illegible]
درجہ بھائی چارے کو نہیں پہنچتی کیونکہ پکی دوستی سے تو دوست کی دشمن کے ساتھ عداوت کرنی
پڑتی ہے جیسا کہ آداب صحبت اور بھائی چارہ کے بیان میں گذرا بلکہ دو رخا جب ہوتا ہے کہ دو عداوت
والوں میں سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہے اور یہ امر چغلی سے زیادہ برا ہے اسواسطے کہ چغل خور
تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہو جاتا ہے یہاں تو دونوں طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہے
اور اگر کلام ایک دوسرے کی نقل نکرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلاں شخص سے عداوت رکھتے ہو یہ بہت
اچھی بات ہے یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ میں تمہارے ہی ساتھ ہوں یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف
کرے تو ان سب باتوں سے دو رخا کہلاویگا ایسا ہی اوس صورت میں ہوگا کہ جب منہ پر اچھا کہے اور سامنے
سے علیحدہ ہو کر برا کہے بلکہ سزاوار یہ ہے کہ چپکا رہے یا حق والے کی تعریف کرے خواہ اوسکے سامنے یا پیچھے
یہانتک کہ اوسکے دشمن کے سامنے بھی اوسکی تعریف کرے ورنہ اگر منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہے گا
تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر رضسے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ جب اپنے امیروں کے سامنے جاتے ہیں تو اور کچھ
کہتے ہیں اور جب وہاں سے نکلتے ہیں تو اور کچھ کہتے ہیں اسکا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ ہم اسکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نفاق جانا کرتے تھے پس جس صورت میں کہ امیر کے
یہاں جانیکی حاجت نہو اور خواہ مخواہ چلا جاوے پھر خوف کی مارے اونکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے
تو نفاق میں داخل ہے اسلیے کہ بے ضرورت کیوں گیا تھا اگر اسکے پاس کھانے پینے کی اشیا وغیرہ
ضروریات بقدر قناعت تھیں تو پھر کیا حاجت تھی خود کردہ علاجے نیست مال و جاہ کے لیے [illegible]
تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہے اس حدیث شریف میں حُبُّ الْمَالِ وَالْجَاہِ
يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ لیکن اگر اونکے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے
تعریف کی تو معذور ہے اسلیے کہ شر سے بچنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کے سامنے ہم اونکو دکھلانے کو ہنس دیتے ہیں مگر ہمارے دل اون کو
لعنت کرتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیخدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اوسے آنے دو سب قوم مین ایہی شخص برا
ہے جب وہ سامنے آیا تو آپ نے بہت ملایمت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو ہمنے آپکی خدمت
مین عرض کیا کہ آپ تو اسکے حق مین یہہ اور ہی کہتے تھے پہر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ
شَرَّ النَّاسِ الَّذِیْ یُکْرَمُ اتِّقَاءَ شَرِّہٖ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہی مگر تعریف
کرنا صریح جھوٹ ہی وہ بلے ضرورت شدیدہ ہرگز درست نہین جب تک ایسی ضرورت نہ پیش آوے کہ
جس سے جھوٹ بولنا مباح ہوجاتا ہی جیسا کہ آفت جھوٹ مین گذر چکا تب تک تعریف درست نہین بلکہ
اوسکی تصدیق اور سر ہلانا بہی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہے کسی کی تصدیق
مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کریگا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اوسکو
روکدے اور اگر روکنے کی قدرت نہو تو زبان سے چپ رہے اور دل سے برا جانے

اٹھارہوین آفت تعریف و مدح ہے یہ بہی بعض موقعون پر ممنوع ہے اور ہجو تو عین غیبت ہے
جسکا بیان پہلے گذر چکا تعریف مین چہ آفتین ہین چار تو اوس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہے اور
دو ممدوح سے تعریف کرنے والے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط و مبالغہ
یہانتک کرتا ہے کہ جھوٹ ہو جاوے خالد بن سعدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین
ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالی اوسکو قیامت مین توتلا اوٹھاویگا دوسرے
کہ مدح مین کبہی ریا کو دخل ہوتا ہے مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہے مگر دل مین اوسکی محبت
کچھہ بہی نہین ہوتی تو اس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے
بیان کرتا ہے کہ اوسسے واقف بہی ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اوسپر آگاہ ہونے کی
کوئی سبیل ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا وَیْحَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ لَوْ سَمِعَهَا مَا اَفْلَحَ
ثُمَّ قَالَ اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ لَا بُدَّ مَادِحًا اَخَاهُ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَلَا اُزَکِّیْ
عَلَی اللہِ اَحَدًا حَسِیْبُهُ اللہُ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّهُ کَذٰلِکَ غرض کہ ایسے اوصاف سے
تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا
کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور زاہد و خیرات کرنے والا و عادل و راضی برضا وغیرہ
ہے تو اس طرح کے اوصاف خفی ہوتے ہین اور باطن سے متعلق ہین جب تک آدمی
باطن کا امتحان نکرلے تب تک یقیناً ان اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر

اگر یون کہے کہ مینے اوسکو تہجد پڑہتے دیکہا ہے یا حج مین دیکہا ہے یا صدقہ دیتے دیکہا ہے تو یہ باتین یقینی کہہ سکتا ہی اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکہنے سے اونکا یقین ہو جاتا ہے حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنیوالے سے پوچہا کہ تونے اوسکی ساتہہ سفر کیا ہے یا کبہی بیع و شرا و داد و ستد کا معاملہ کیا ہے یا اوسکا ہمسایہ ہی کہ صبح شام اوسکے پاس ہتا ہوا اوسنے عرض کیا کہ ان باتون مین سے تو کوئی نہین آپ نے فرمایا کہ تو پہر اسکی تعریف مت کر چوتہی یہ کہ ممدوح کو با وجود ظالم یا فاسق ہونیکے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہی اور یہ ناجائز ہی جیسا کہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ جب فاسق کی کوئی تعریف کرتا ہی تو خدا تعالی غصہ ہوتا ہی اور حضرت حسن رح فرماتی ہین کہ جو کوئی ظالم کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہی وہ اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اللہ تعالی کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم فاسق ایسی بات کا مستحق ہے کہ اوسکی مذمت کی جاوی تاکہ اوسکو رنج ہو اوسکی تعریف سے اوسکا خوش کرنا نہچاہیے اور دو باتین جو ممدوح کو ضرر کی ہین اونمین سے ایک تو یہ ہی کہ تعریف سے اوسکو کبر و عجب پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن رح سے روایت ہی کہ حضرت عمر رض ایکبار درہ لیے بیٹہے تہے اور لوگ آپکو حلقہ کیے تہے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اوسکو کہا کہ یہ ربیعہ کی قوم کا سردار ہی جب آپ نے اور لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپ نے آہستہ آہستہ اوسکو درے مارا اوسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین تہا تجکو فلان شخص نے کیا کہا تہا اوسنے عرض کیا سنا تو تہا آپ نے فرمایا کہ مجہے خوف ہوا کہ ایسا نہو تجہہ مین اوسکی شیخی آجاوے اسواسطے مینے تیرے نفس کو کم کرنیکو یہ بات کی دوم یہ کہ جب تعریف سے یہ معلوم ہوگا کہ مین اچہا ہو گیا تو اپنی بہتری مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہی جسکو یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور رکہی ہے اور جب لوگونکی زبان سے تعریف ہی سنیگا تو جانیگا کہ مین کامل ہو گیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد تہا کہ تو نے اپنے یار کی گردن کاٹ ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نہ پاویگا اور ایک حدیث مین ہی کہ اِذَا مَدَحْتَ اَخَاكَ فِیْ وَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَمْرَرْتَ عَلٰی حَلْقِهٖ مُوْسًی رَمِیْضًا اور ایک شخص مادح کو فرمایا عَقَرْتَ الرَّجُلَ عَقَرَكَ اللّٰهُ و مطرف فرماتی ہین کہ جب کبہی مینے کسی سے مدح و ثنا سنی ہے میرا نفس میرے نزدیک ذلیل ہو گیا ہے اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہی کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف و مدح سنتا ہی تو شیطان اوسکو فخر اور شیخی مین مبتلا کرتا ہی مگر ایماندار آدمی اس بات سے محفوظ رہتا ہی حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف سخت قاتل ہے اور خواص اوسکی آفت سے بچے رہتی ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ لَوْ مَشٰی رَجُلٌ اِلٰی رَجُلٍ بِسِكِّیْنٍ مُرْهَفٍ كَانَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یُّثْنِیَ عَلَیْهِ فِیْ وَجْهِهٖ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ مدح کرنا بمنزلہ ذبح کی ہی اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کی

بعد کوئی کام نہیں ہو سکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی چھا جاتی ہے اور عمل سے باز رکھتی ہے یا یہ
مدح کے باعث کبر و عجب جو صفات مہلکہ سے ہین پیدا ہوتے ہین اور یہ بھی گویا ذبح کرنا ہی ہے پس اگر
تعریف ان سب آفتون سے خالی ہو تو اوسمین کسیطرح کا مضائقہ نہین بلکہ اسطرحکی تعریف مستحب ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی تعریف فرمائی ہے حضرت ابو بکر صدیق رض کی شان مین فرمایا
لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِي بَكْرٍ بِاِيْمَانِ الْعَالَمِ لَرَجَحَ اور حضرت عمر رض کی شان مین فرمایا لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ
يَا عُمَرُ اور اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نور بصیرت سے
معلوم ہو گیا تو ایسا فرمایا علاوہ ازین آن حضرات کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر و عجب کی
اونکے دامن دلپر نہین بیٹھ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منہ سے اپنی بڑائی کرنی بری ہے اسمین کبر اور
فخر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنے مین یہ قول براہ تفاخر نہین
کہتا ہون جیسا اور لوگ کہا کرتے ہین کہ اپنے منہ آپ میان مٹھو بنتے ہین اور ظاہر ہے کہ افتخار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور اون
لوگونکی نسبت مقدم ہوئی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے
تو اوسکو بادشاہ کے معتمد اور مقرب بننے کا فخر ہوتا ہے اس وجہ سے خوش نہین ہوتا کہ رعایا کے اوپر فضیلت
ہوے جبکہ تفصیل آفات کی معلوم ہو گئی تو اب معلوم ہو گیا کہ مدح کی برائی کس سبب سے ہوتی ہے اور
اسپر جو احادیث مین ترغیب پائی جاتی ہے اوس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص مردہ کی ثنا مین فرمایا وجبت یعنی یہ ضرور جنتی ہوا اول لوگون نے اوسکا ذکر خیر کیا تب آپنے
یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر خیر بھی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رض فرماتے ہین کہ آدمی کے
جلیس فرشتے ہوتے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ تجھے بھی خدا
ایسا ہی کرے اور جب کسیکو برائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہین کہ اے ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے
تو اسی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات رہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اوسکو چاہیے
کہ یون تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پر خطر ہے اور اعمال پر بھروسا کچھ کرنا نہین چاہیے صد ہا آفات
ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہین اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہے اور تعریف کرنے والے کو اونکا
علم نہین اگر اوسکو اپنے اسرار اور خیالات کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنے والی کو مدح سے باز رکھیگا اور یہ بھی
خود اس تعریف پر اظہار کراہت کرے یا مادح کو ذلیل و پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف مین ہے احْثُوا فِي وُجُوهِ
الْمَدَّاحِينَ التُّرَابَ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہے اوسکو مدح سے ضرر نہین ہوتا

ایک مرد صالح کی کسی نے تعریف کی تو انہون نے فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ مجکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو
جانتا ہے اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کی بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے
چاہی جسمین تو ناخوش ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناخوش ہون اور حضرت علی رض کی تعریف
کسی نے کی تو آپ نے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اوسکا مجہہ سے مواخذہ مت
فرما اور مغفرت کر اور مجکو انکے عندیہ سے بہتر کردے اور ایک شخص کا حال آپکو معلوم تہا کہ پیچہے برا کہتا ہے اوسنے سامنے
آکر تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبانی کہہ رہا ہے اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہے اوس سے
زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو مجکو اور اپنے آپکو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہے

اونیسوین آفت نحوای کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہوجانا خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالے اور اوسکی
صفات سے متعلق ہین یا امور دین سے لگاؤ رکہتی ہین تو عالم آدمی اوس کے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام
جنکو علم کم ہوتا ہے اونمین لغزش کرجاتے ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالی معاف فرماتا ہے اور وہ باتین ایسی ہین
جیسے حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ
وَلٰکِنْ لِیَقُلْ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شِئْتَ یعنی اللہ تعالی کی مشیت اور خواہش کے ساتہہ دوسرے کو شریک کرکے
نبولنا چاہیے کہ خدا اور مین چاہونگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بے ادبی پائی جاتی ہے بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہے پہر میرا ارادہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اوٹہا کہ جو خدا اور اوسکے رسول
نے چاہا تو آپ نے فرمایا کہ تو مجکو خدا کا شریک کرتا ہے یون کہہ ماشاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑہا اوسمین کہا مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَعْصِہِمَا فَقَدْ غَوٰی
تو آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہہ وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی یعنی صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت
کرتا ہے اوسکو بہی آپ نے برا جانا اور ابراہیم رح اس بات کو برا جانتے تہے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری
پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہے کہ خدا کی پناہ پہر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا برا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ
سے ہمکو آزاد کرنا اور وجہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کہا جاتا
ہے کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نکہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکہہ اور ایک شخص نے دعا مانگی
کہ الٰہی تو مجکو اون لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا احمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی حضرت
حذیفہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالی مومنونکو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرماویگا آپکی شفاعت گنہگاران امت
کے لیے ہوگی سہ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان + چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان + اور ابراہیم رح فرماتے ہین کہ آدمی [illegible]

[illegible]

کہ ہابا یا سور کہتا ہے تو قیامت کو اوس سے پوچھا جاویگا کہ بتا تو سہی بتنے اوسکو گدہا بنا یا تھا یا سور چونکہ ان الفاظ سے اوسکو ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا کر تی ہین کہ کتی تک کو شریک کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتہ نہوتا تو آج رات لٹ ہی گئے تھے حافظ حقیقی کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمر رض فرماتی ہین کہ جب تو بیٹے یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ اِنَّ اللہَ یَنْہٰکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِکُمْ تب سے کبھی اسطرح قسم نہین کہائی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ کَرْمًا اِنَّ الْکَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ تم مین سے کوئی یون مت کہو کہ یہ میرا بندہ ہے اور میری لونڈی ہے کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بھی سب اوسکی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چھوکرا اور میری چھوکری ہے اور غلام بھی اپنے آقا کو رب اور ربی یعنی پرورش کنندہ نہ کہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سبکا خدا تعالی ہے اور فرمایا کہ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَیِّدُنَا فَاِنَّہٗ اِنْ یَّکُنْ سَیِّدَکُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّکُمْ اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہے تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کیطرف کبھی سلامت نہ پہرےگا غرض کہ اسطرح کی باتین جو رات دن آدمی کے منہ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتین روزمرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص کہ آفات زبان کو بغور دیکھے اوسکو یقین ہوجاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکیگا تو بیشک نہین بچیگا اور اسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہوگی کہ مَنْ صَمَتَ نَجَا اسلیے کہ آفات سکے سب مہلک ہین اور بولنے والیکی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولے گا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی اور مراقبہ دوام اور قلت کلام رکھتا ہو تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتونکی بھی خطرہ سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہو سکے کہ گفتگو کرنے سے کچھہ فائدہ حاصل کرے تو سکوت اختیار کرنا اولی ہے جس سے اور کچھہ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی غنیمت ہے خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

	بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا	

اللہ تعالی کے صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہین یا حادث ہین حالانکہ عوام کو اسی قدر چاہیے کہ جو کچھہ قرآن کے اندر احکام ہین اونکی بموجب عمل کرین مگر یہ بات نفس پر گران گذرتی ہے اور بیہودہ باتین بہت آسان معلوم ہوتی ہین اور عامی آدمی دخل در معقولات کرنے سے خوش ہوتی ہین اسواسطے کہ شیطان اون کے دلمین جتا دیتا ہے کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہان تک اس امر کو اون کے دل مین پختہ کرتا ہے کہ بعض دفعہ کلمات کفر بھی زبان سے نکلجاتی ہین اور اون کو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب بہ نسبت علمی کلام کے زیادہ اچھا ہے خصوصا جو باتین کہ اللہ تعالی اور اوسکے صفات کی متعلق ہین اون مین تو اون

کلام کرنا ہی نچاہیے اونکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھ قرآن مجید مین اترا ہے اوسپر ایمان لاوین اور عبادت مین مشغول ہون اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے سے ہم تک بھیجا اوسکو مان لین کچھ بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادت سے متعلق نہین اونکا پوچھنا بے ادبی ہے اوس سے مستحق غصہ الٰہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑون کے سائیس بادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ

زغن را بہر طاوسی نزاوند ‖ مگس را فر عنقائے ندادند

پس جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کرے گا کہ اسکی عقل نہین پہونچتی اور فہم اوس درجہ سے قاصر ہے تو وہ شخص بھی اوس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہے ایسے سوال کرنے سے مستحق عقوبت اور قابل مذمت ہوگا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک دفعہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کثرت سے کیے کہ آپ تنگ ہو کر غصہ ہوئے اور منبر پر چڑھکر فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتاؤنگا پس ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے پھر اور دو بھائی کھڑے ہوئے اونہون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جسکے تم بیٹے کہلاتے ہو پھر ایک اور شخص اوٹھا اور اوسنے پوچھا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپ نے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپکا غصہ اور جلال دیکھا تو خاموش ہوگئے اور کسیکو کچھ جرأت نہوئی حضرت عمر رض سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو بیٹھ جا تجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھکو توفیق رفیق ہے اور ایک حدیث صحیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال کے تلف کرنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے سوال کرتے کرتے یون کہنے لگین گے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ قول کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پوری پڑہین اور بائین طرف تین بار تھتکار دین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ متلاعنین کی آیت یعنی جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہے صرف کثرت استفسار کی باعث نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام کے قصہ سے تو صاف ثابت ہے کہ بیموقع سوال کبھی نکرنا چاہیے اور جس بات کا اپنے آپکو سمجھنے کا شعور نہو اوسکو ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تھا

لیتا ہون کہ جب تک مین نہ کہون کسی بات کو مجھسے مت پوچھنا مگر جب اونہون نے اول کشتی کا حال پوچھا تو اونکو برا معلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا انہون نے عذر کیا کہ بھولے سے مینے پوچھا اسکو معاف کرو لیکن جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ اور اونکو چھوڑکر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگونکے حق مین باریک علمی باتون کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سی بہت سے فتنے پیدا ہوتے ہین اسلیے اونکو روکنا ہی مصلحت ہے اور حروف قرآنی مین اونکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اوسمین لکھدے وہ اون باتون کیطرف تو متوجہ نہو بلکہ اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہے یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسیطرح جاہل آدمی بھی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑکر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اوسکا بھی وہی حال ہوگا اور یہی حال اور صفات الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے پورا ہوا ولله الحمد

باب پنجم غضب اور حقد وحسد کی برائی کے بیان اس مین ۱۶ بیان ہین

رباعی
ہے حقد وحسد سی ظلمت دل حاصل
از اوجہ ان سے ہو وہی ہے کامل
یہ دونون رہ سلوک مین ہین رہزن
سالک نہ رہے انسے کسی دم غافل

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اوس آگ ہین کا ایک شعلہ ہی جسکی صفت یہ آیت ہی نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور جیسے آگ راکھہ مین چھپی رہتی ہے اسیطرح غصہ کی آگ دل کے تہون مین مخفی رہتی ہے اور جسطرح چقماق لگتے ہی آگ ظاہر ہوجاتی ہے اوسیطرح یہ آگ بھی کبر کی اونچ چوٹ سی جو دلمین رہتی ہی ظاہر ہوجاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی مین ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو شخص غصہ کی آگ سی جل اٹھتا ہے اور حق سی مائل ہوجاتا ہے وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف پکارتا ہے اسلیے کہ اوسنے یہی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مٹی کی شان سے ہے کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہے کہ سلگے اور شعلہ زن ہوکر متحرک ومضطرب ہو پس آدمی مین بھی اگر حرکت واضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہے جس سے شیطان بنا ہے اور غضب کا نتیجہ حقد وحسد یعنے کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہے ان دونون سے اکثر لوگ تباہ وبرباد ہوئے ان کا مسکن بھی وہی مضغہ گوشت یعنی دل ہے اور از انجا کہ ان تینون چیزون سی انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاکی جگہہ بتلا دی جاوین تاکہ اونسے پرہیز رہے اور اونکے پاس نہ پھٹکے اور اگر دلمین یہ چیزین جم گئی ہون

تو اوسکو بھی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جب تک بری بات کو آدمی نہین جانتا
اوسمین مبتلا ہو جاتا ہے اور صرف جاننا بھی کافی نہین جب تک اوس سے بچنے کا علاج و تدبیر معلوم نہو
لہذا ہم اس باب مین سولہ بیان لکھینگے اول کے آٹھ بیانون مین تو غضب کی برائی اور اوسکی حقیقت
اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیون مین حقد و حسد کے معنے اور نتیجے اور مذمت و اسباب و تدابیر اور
جو انسے متعلق ہے لکھے جاوینگے

بیان اول غصہ کی برائی مین

اللہ تعالی فرماتا ہے اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ
وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اس آیت مین اللہ جلشانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انہون نے امر باطل پر غیرت
کی مارے اتفاق کر لیا تھا اور غیرت بھی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار
اوترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
عرض کیا کہ مجکو کوئی تھوڑا سا عمل بتلا دیجیے آپ نے فرمایا لا تغضب یعنی غصہ نہو اگر پھر دوبارہ اوسنے
پوچھا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمر رض سے بھی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہے وہ فرماتے ہین
کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تھوڑی سی ارشاد فرما دیجیے کہ اوس پر تمسک کرون اور
عمل کرون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکیا کر مینے دوبارہ بھی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا اور یہ بھی اونہین کا
قول ہے کہ مینے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مجکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ مت
کیا کر اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچھا کہ تم لوگ پہلوان زبردست
کسکو سمجھتے ہو سبھون نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہین جو کسی سے پچھاڑا نگیا ہو آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان
نہین پہلوان زبردست وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو دبائے رکھے اور حضرت ابوہریرہ رض سے بھی اسی
مضمون کی حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ
نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ
عَوْرَتَهٗ اور حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ
غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دل کو خفیف کر دیتی ہے اور حضرت عکرمہ رح تفسیر آیت وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا
مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہے جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابو درداء
فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا
عمل بتلائیے جس سے جنت مین جاون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور حضرت یحیی ع نے حضرت عیسی علیہ السلام

ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اونھون نے فرمایا کہ یہ تو مجھ سے نہین ہو سکتا مین آدمی ہون آپ نے
فرمایا کہ مال مت جمع کرو اونھون نے فرمایا کہ شاید ہو سکے گا اور ایک حدیث مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد خراب ہو جاتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی
غصہ کرتا ہے جہنم کے کنارہ جا لگتا ہے اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب مین زیادہ سخت
کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کا غضب اوسنے عرض کیا کہ مجھکو کون چیز اوس سے دور کرے گی آپ نے فرمایا
کہ غصہ نکیا کر آثار حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تو غصہ مین اتنا اچھلتا ہے کہ ڈر ہوتا ہے
کہ شاید اب کی اچھال مین دوزخ مین جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہی کہ اونسے ایک فرشتہ
ملا انھون نے پوچھا کہ مجھکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو فرشتہ نے کہا کہ غصہ
نکیا کرو کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ مین اختیار رکہتا ہے اور کسی حالت مین نہین رکہتا پس غصہ
پی جایا کرو اور تاخیر سے اوسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہو سکے جلدی سے بچو جلدی مین بہرہ وافی
نہین ملتا اور قریب و بعید سے سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب
بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ مین تہا شیطان نے اوسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ
اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایکبار اوسکی حجرہ کے پاس آیا اور اوسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کھول اوسنے
جواب نہ دیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھولدی ورنہ اگر مین چلا جاؤنگا تو پچھتاوے گا اوسنے پھر
کچھ توجہ نکی پھر کہا کہ مسیح ہون راہب نے کہا کہ مسیح ہی تو مین کیا کرون مسیح نے مجھکو عبادت و ریاضت کا حکم
فرمایا ہے اور قیامت مین ملنے کا وعدہ کیا ہی اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے آؤ نگے تو ہم کب
مانتے ہین پھر شیطان نے اوس سے کہا کہ مین شیطان ہون تجھے بہکانا چاہتا تھا سو نہو سکا اب اسواسطے آیا تھا
کہ جو تو پوچھے تو بتا دون اوسنے کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا منظور نہین پس شیطان وہانسے پھرا تھے مین راہب نے کہا
کہ سنتا ہی یا نہین اوسنے کہا کہ سنتا ہون کہا کہ مجھے یہ بتلا دے کہ آدمی کی عادتون مین سے کونسی تیری زیادہ مدد کرتی ہے
اوسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہی تو ہم اوسکو ایسا اولٹ دیتے ہین جیسے لڑکے گیند کو لڑکاتے ہین اور
خیثمہ فرماتے ہین کہ شیطان کا مقولہ ہی کہ ابن آدم مجھپر کیسے غالب ہو سکتا ہی جب وہ راضی رہتا ہی تو مین اوسکے
دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑ کر اوسکے سر مین چلا جاتا ہون اور حضرت امام جعفر صادق رح فرماتے
ہین کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہی اور بعض انصار کا قول ہی کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہی اور اوسکا نشان غصہ ہوتا ہی اور
جو جہالت سے خوش رہی اوسکو حلم کی کچھ حاجت نہین کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب و ضرر کی
اور خاموش رہنا احمق کے جواب مین بھی اوسکا جواب ہوتا ہے اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ ابلیس نے کہا کہ جاہلان بافند خمرستی و حضرت فرماتی ہین

کہ شیطان کا قول ہے کہ بنی آدم سے مین نہین تھکا اور تین باتون مین تو کبھی بھی نہین تھکونگا ایک تو اون مین سے جب کوئی نشہ پیوے گا تو اوسکی نکیل ہمارے ہاتھہ مین ہوگی جہان چاہین گے لیجائین گے کام ہماری مرضی کے موافق کرے گا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہے گا جسکو جانتا بھی نہوا اور کام وہ کرے گا کہ جسین سے ندامت ہو ایک یہ کہ پاس کی چیز مین ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہین اور ایسی باتون کا چاو دلاتے ہین جنپر اوسکو قدرت نہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہے اسنے جواب دیا کہ تو اوسکو شہوت رسوا نہ کریگی اور ہواے نفسانی سے پچھاڑ نہ کہاوے گا اور غصہ اوسکو نہ دباوے گا اور بعضون کا قول ہے کہ غضب سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد بگڑتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کیوقت دیکھنا چاہیے اور امانت کو طمع کیوقت جانچنا چاہیے اور جب غصہ نہو اوسوقت کی حلم کا کیا اعتبار ہے اسیطرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے عامل کو لکھا کہ غصہ کیوقت کسیکو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ جاتا رہے تب روبکاری کرکے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بھی پندرہ کوڑہ سے زیادہ کی نہو اور علی بن حسین کے حال مین لکھتے ہین کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی تو انہون نے بڑی دیر تک سیر نیچا کر لیا اور پہر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کی جوش مین مین شیطان کے ہاتہون خفیف ہو کر آج تمہارے ساتھہ وہ بات کرون جسکو کل تم میرے ساتھہ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کیوقت آدمی کی عقل ٹھکانے نہین رہتی جیسا کہ جلتے تنور مین زندہ کی روح نہین رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی عقیل زیادہ ہے اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہے اور اگر آخرت کے لیے ہے تو اوسکو حلم اور علم کہتے ہین کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہین کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ مین ارشاد فرماتے کہ تم مین سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہواے نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونون اوسکو دوزخ کیطرف کہینچین گے اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین مین پکا ہو اور ایمان کا یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملایمت کے ساتھہ اور حقوق کی داد و دہش بجالاوے اور توانگری مین میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت مین صبر کرے غصہ اور شہوت اوسپر غالب نہو اور ننگ و حمیت اوسپر کسی نکرین حرص و پیٹ کی باعث ذلیل نہو اور نیت مین کسیطرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیف پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اوسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہل سے درگذر کیا کرے

اوسکا نفس تو ہمیشہ اوسکے ہاتھہ سے تنگ رہے مگر لوگ اوس سے سب راضی رہین اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو مجملًا ایک لفظ مین ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق ہے اور ایک نبی نے انبیا علیہم السلام مین سے اپنے ساتھیون سے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو مجھسے اس بات کا ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نکرونگا اور میرے ساتھہ جنت مین درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ مین کبھی غصہ نکرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا تو پھر اوسی شخص نے کہا کہ مین ایسا ہون اور اونکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد اونکی وفات شریف کے اونکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذوالکفل علیہ السلام تھے یعنے ضمانت والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اوسکو پورا کیا اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ کفر کے چار رکن ہین ایک غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع

بیان دوم غضب کی حقیقت مین

ازانجا کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہے کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا اور ہلاک ہوجایا کرتا ہے تو اپنے خزانہ انعام سے ایک ایسی شے بھی عنایت فرمائی ہے کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کیطرف جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہے جنمین باخود باہم عداوت اور ضد پائی جاتی ہے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہے کہ اوسکی اجزا بخار بنکر اڑجاوین پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہوجاتی ہے اوسقدر جبر نقصان نہو تو حیوان فنا ہوجاوے اسلیے خداوند کریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان مین اوسکی اشتہار کھدی کہ جس سے غذا کہایا کرے اور نقصان کا تدارک ہوکر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک ہین وہ ہتیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہین اونکے لیے اللہ تعالی نے ایک قوت غضب پیدا کی ہے جو باطن سے جوش کرتی ہے اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہے اوسکو خدا تعالی نے آگ سے بنا کر آدمی کی سرشت مین خمیر فرمادیا ہے پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اوسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہے تو وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اوسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہے کہ دلکے اندر کا خون جوش کہا کر رگون مین اوپر کیطرف چڑہتا ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اٹھتا ہے یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو ابلتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غصہ کیوقت آدمی کا چہرہ اور آنکھین سرخ ہوجاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم وصاف ہوتا ہے اسلیے خون کی جھلک اسمین خوب ظاہر ہوجاتی ہے جیسا شیشہ کے اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اوسوقت ہوتا ہے جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ آدمی پر غصہ آوے اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس پر میرا قابو ہے اور جسوقت کہ غصہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام لے سکنے سے نا امید ہو تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہوکر قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہے اور باعث رنج وغم ہوتا ہے اسی سے

چہرہ زرد رنگ ہوجاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہے تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا
کرتا ہے اور اضطراب پیش آتا ہے پھر صورت غضب کی جگہہ قلب ہے اور اوسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دل کا
بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزونکے دفع کے لیے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہے یعنے قبل ایذا اونکا دفعیہ
چاہتی ہے اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہے اور
اسمین اوسکو لذت ملتی ہے اور بدون انتقام چین نہین لیتی اب اس قوت مین ابتدای پیدایش سے آدمیونکے
تین درجہ ہین اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہے اور یہ مذموم ہے ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہے اللہ تعالے نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
مین ارشاد فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ
وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور شدت اور غلظت غضب کی بعد ہوا کرتی ہے دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہے وہ یہ ہے کہ
غصہ اشد درجہ غالب ہو کہ عقل اور دین کی طاعت وسیاست سے نکل جاوے اور غصہ کے وقت آدمی مین بصیرت
اور تامل اور فکر اور اختیار کچھہ نرہے مضطر کی طرح ہوجاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو جبلی ہوتا ہے
کہ شروع پیدایش سے بُرائی صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہے پھر مزاج کی گرمی اوسکو اشتعال
دیتی ہے اور شعلہ مذکور دوبالا ہوجاتا ہے اور سردی مزاج سے البتہ اوسکی تیزی کم ہوجاتی ہے یا غلبہ غضب
کا سبب عادت ہوتی ہے کہ ایسے لوگون مین نشست اور برخاست ہے جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام
ہین اور ان باتونکو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہمکو ذرا برداشت نہین اور ہم کو کوئی
ذراسی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہہ رہے ہین کہ ہمکو ذرا عقل وحلم نہین مگر بیوقوفی سے
اسکو فخر جانتے ہین پس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہے اوسکے دل مین غصہ کی
خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی ہوجاؤن اسلیے غصہ بڑھجاتا ہے اور جب غصہ کی
آگ بھڑک اوٹھتی ہے تو غصہ والے کو پھونک دیتی ہے اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ
غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل ونفس سے کچھہ استفادہ کرے یہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ نور عقل گل ہوجاتا ہے
خواہ غصہ کی دہوین سے ایسا دہندلا ہوجاتا ہے کہ کام کا نہین رہتا اسلیے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے
مگر جب غصہ کے مارے دلمین خون جوش کہاتا ہے تو اوس سے ایک کالا دہوان دماغ کیطرف چڑھکر فکر کی
جگہہ مین پہیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہہ کو بھی گہیر لیتا ہے کہ آنکھہ سے کچھہ نہین دیکھتا اور کان سے
کچھہ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت ہوجاتی ہے جیسے

کسی غار مین آگ جلائی جاوے اور تمام غار مین دہوان بہر جاوے اور زمین بھی تیز ہو جاوے تو ایسی جگہ مین اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اوس سے کیا سوجھے گا وہ تو دہندلا ہو جاوے گا یا گل ہو جاوے گا اور جو شخص اس غار مین ہوگا وہ نہ تو اوس مین ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے اور نہ اس دہوین کو اندر یا باہر سے فرو کر سکتا ہے بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل نجاویگی تب تک صبر کرنا پڑے گا یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اوس سے وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہے فنا ہو جاتی ہے اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہو کر اوسکے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اوپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہے یعنے غار کی دیوارون اور طرفون مین جو قوت قائم رہنے کی ہے شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے اسیطرح یہان بھی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہو کر باعث موت ہو جاتی ہے اور اگر واقع مین پوچھو تو سمندر کی موجون مین طوفان کیوقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہے اوس حال سے جو غصہ کیوقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلیے کہ کشتی کے بچنے کی توقع ہوتی ہے کیونکہ اوسمین جو لوگ سوار ہین وہ اوسکے ٹھہرانیکی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تہا وہی غصہ کے سبب اندہا اور بہرا ہو گیا پہر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیے کہ شدت غضب کی نشان ظاہر یہ ہین رنگ کا بدل جانا ہاتھ پاؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب و بے انتظام صادر ہونا کلام مین لڑکھڑانا یہانتک کہ باچھون مین جہاگ آجاوین اور آنکھین سرخ ہو جاوین نتہنا پہر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی صورت کو غصہ کیوقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بری صورت ہو گئی اور از انجا کہ صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن اوس سے بھی زیادہ برا ہو جاتا ہوگا کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہے اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پہیل جاتا ہے تو گویا تبدل صورت ظاہر بھی فرع ہے اور صورت باطنی کی برائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیے غرض کہ تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہے کہ گالیان بکنے لگتا ہے اور ایسے کلام فحش اور برے بولتا ہے کہ جس سے خردمندونکو شرم آوے بلکہ خود غصہ والا بدون غصہ کیوقت کے کبھی اونکو بولتے ہوئے شرم کرے اور اس فحش کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظون مین اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہے اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہے کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کہسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین اگر جس شخص پر غصہ آیا ہے وہ سامنے ہوا اور اوس پر بس چلا تو یہ باتین اوسکے ساتھ ہونگی اور اگر وہ بہاگ گیا یا کسی اور سبب سے بیقابو ہو گیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پہاڑتا ہے اور اپنا سینہ پیٹتا ہے یا زمین پر ہاتھ دے مارتا ہے یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی طرح دوڑتا ہے اور کبھی غصہ کی مارے

ایسا گر پڑتا ہے کہ اٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہین رہتی اور غش سا آجاتا ہے کبھی جمادات وحیوانات کو
مارتا ہے مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گائے بیل گھوڑے کو گالیان دینے لگا اور اونسے ایسی
باتین کرنے لگا جیسے سمجھدار سے کیا کرتے ہین اور اگر کوئی جانور لات مار دے تو غصہ مین آپ بھی اوسکو
لات مارتا ہے حالانکہ یہ حرکات مجنونون کی سی ہین اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہے کہ جس پر غصہ ہوا ہے
اوسکی طرف سے کینہ کہنا اور حسد کرنا اوسکی برائی چاہنا اور اوسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اوسکے
بھید کو ظاہر کردینا اور درپے ہتک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہین اسیطرح
ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہین یعنی اوسکا ثمرہ بے غیرتی ہے کہ جو بات آدمی کے گھر والون کی مثلاً
ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کی ہو اوس سے غیرت نہ کرے اور کمینون سے ذلت اٹھاوے اور خوار اور رسوا
رہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہونیکی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ سَعْدًا لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ
مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ علاوہ ازین غیرت نسبونکی حفاظت کی لیے پیدا ہوئی ہے اگر غیرت مین
لوگ تساہل کرین تو انساب مین فتور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ جس قوم کے مردونمین
غیرت ہوتی ہے اونکی عورتونمین حفاظت رہتی ہے اور بری بات کو دیکھکر سکوت کرجانا بھی منجملہ ضعف
غضب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُ اُمَّتِیْ اَحِدَّاءُھَا یعنی جو دین مین سخت ہون اور
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت کرے
تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہے کہ غصہ نہین کہتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہوسکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر
مسلط کردے یہانتک کہ اگر نفس کبھی شہوات پر جھکے تو اوسی وقت اوس پر غصہ کرے تیسرا درجہ غصہ کا جو اچھا
اور محمود ہے وہ یہ ہے کہ غصہ منتظر اشارہ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہ حمیت شرعًا واجب ہے وہان
غصہ آوے اور جس جگہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیے وہان حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم
نے اپنے بندونکو مکلف کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف مین ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ
اَوْسَاطُھَا پس سمجھنا چاہیے کہ اگر آدمی مین غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور
ظلم ہیموقع کی برداشت ناگوار نہو تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ مین قوت آجاوے
اور جس شخص مین غصہ حد اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بےعقلی سے بری کامونمین گھسنے کی پہونچ جاوے
اوسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک عمدہ اور بہتر میانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہے
ہرچند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن جو اوس پر نہ چلسکے اوسکو
لازم ہے کہ جس قدر اسکے قریب آسکے اوتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ

اس لیے کہ یہ ضرور نہین کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی نسبت ہلکی ہوتی ہین اور بعض نیکیان بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہین پس اگر بڑی نیکی نہو سکے چھوٹی کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نہ رہ سکے تو بعض ضرر کم ہو اوسی پر قناعت کرے

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہے یا نہین

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہین کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہے اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہین اور یہ اون لوگون کا قول ہے جو یہ تصور کرتے ہین کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہر کے ہین جیسا اعضا ظاہر کے نقصان کو آدمی درست نہین کر سکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہین اور یہ دونون قول ضعیف ہین بلکہ اصل اس باب مین یہ ہے کہ آدمی اپنے جیتے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہے اور ایک چیز کو برا جانتا ہے تو غصہ بھی ضرور ہی ہوگا اسلیے کہ کوئی چیز اسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف موافق اسکی خاطر خواہ ہوگی اور مخالف پر اسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اوسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کسی نے اوسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شے کے ساتھہ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اوسکی تین قسمین ہین ایک تو ایسی شے جو سب کے لیے ضروری ہے مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی کی ایسی چیزونکو دور کرنا چاہے مثلاً کھانیکی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرا دیوے یا کپڑا جو بقدر ستر عورت ہی تہا اوسکو چھین لے یا رہنیکے مکان سے نکالدے تو چونکہ ایسی چیزین ہر ایک شخص کی ضروریات مین داخل ہین پس ان کا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی ان چیزون کا مزاحم ہوتا ہے اوسپر غصہ آتا ہے دوسری قسم وہ ہے کہ کسیکے لیے بھی ضروری نہین جیسے بہت سا مال اور جاہ و جلال اور خدم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ چیزین عادت کے سبب محبوب ہین ضرورت مین داخل نہین لوگونکو علت غائی چیزون کی معلوم نہین جہالت سے ایسے اشیا سے محبت کرتے ہین دیکھو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہو گئے ہین کہ اونکو گاڑ رکھتے ہین اگر کوئی اونکو بیجا صرف کر ڈالے تو اوسپر غصہ آتا ہے حالانکہ یہ دونون کھانیکی چیزین نہین پس اس قسم کی چیز کے لیے جو غصہ ہوتا ہے وہ اس قابل ہے کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہو سکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اوسکو کوئی ظالم گرا دیوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھہ محبت ہی نہو پس اگر اوسکو ظالم نے گرا دیا تو بوجہ محبت نہونیکے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہے تو اکثر

لوگونکا غصہ ایسی ہی باتون پر ہوتا ہے جو ضروری نہین ہوتین مثلاً شہرت اور جاہ پر اور رئیس
شخص ہوکر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر تو جس آدمی کو اس بات کا ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہے وہ ضرور
غصہ ہوجاتا ہے اگر محفل مین اوسکی نشست ذرا بدلی جبھی لال پیلا ہوجاتا ہے اور جسکو صدر بیٹھنے کا شوق
نہین وہ اگرچہ جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور ؎ صدر ہر جا کہ نشیند صدر است پر عمل
کرتا ہے غرض کہ اکثر لوگون کی محبت ایسی ہی عادات ردی اور خراب سے ہوگئی ہے اسی لیے غصہ بھی
بات بات پر کرتے ہین نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہین اوتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ
ہے اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہے جسقدر اسکی زیادتی آدمی مین ہوگی اوسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا
نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہے کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور ارزوئین بہت سی آمد ہون
حالانکہ یہی چیزین ذخیرہ غم اندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر اونکو
بری بات کا بھی عیب بتایا جاوے تو اوسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ لڑانا خوب نہین آتا
یا شطرنج اچھی نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے یا کھانا زیادہ نہین کھا سکتے تو یہ باتین ایسی ہین
کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہے مگر ان پر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہمکو یون کیون کہا
خلاصہ یہ کہ اس قسم کی چیزون پر جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین
کہ بعض کے حق مین ضروری ہون اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم کے واسطے محبوب چیز ہے اوس کو
اسکی ضرورت رہتی ہے اسی لیے اوس سے محبت کرتا ہے اور اگر کوئی اوسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضائع
کر دے تو اوسپر غصہ ہوتا ہے یہی حال اوزارونکا ہے بہ نسبت پیشہ والون کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا
بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہے پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے
ہین اس جہت سے پیشہ والے کو اونسے محبت ہوتی ہے اور اونکو ضروری جانتا ہے حالانکہ محبت ضروری
وہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اشارہ فرمایا ہے من اصبح امنا
فی سربه معافی فی بدنه عنده قوت یومه فکانما حیزت له الدنیا بحذافیرها پس جو شخص کہ حقائق امور سے
واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورہ حدیث اوسکو حاصل ہون تو ہوسکتا ہے کہ وہ ان چیزون کے سوا
مین غصہ نکرے یہ تین قسمین تو بیان ہوچکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہے اوسکو
سننا چاہیے قسم اول مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہوجاوے
بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہے کہ دل مین ایسا ملکہ ہوجاوے جس سے مطیع غضب کا زہر ہے اور بظاہر اوسکا
استعمال اوسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانتے اور پسند فرما چاہے اور کوشش سے ممکن ہے

کہ بتکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا ہے یہانتک کہ حلم و برداشت مثل امور طبعی کی عادت
راسخ ہوجاوین الا بیخ و بن سے غصہ کو دلمین سے نکالنا غیر ممکن ہے اور خلاف مقتضاے طبع ہان
تیزی کا توڑنا اور اوسکا کم زور کر دینا ہوسکتا ہے کہ باطن مین اوسکا جوش نہونے پاوے اور یہانتک
ضعف آجاوے کہ اوسکا اثر منہ پر کچہہ بہی محسوس نہو گو یہ امر نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین
اور یہی حال قسم سوم کا بہی ہے اسلیے کہ اوسمین بہی آخر بعض لوگون کے حق مین تو وہ اشیا ضروری ہین
ریاضت سے اونکو بہی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہوگی
اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سی اوسکا قطعاً استیصال ہوسکتا ہے یعنی جب
دلمین سے محبت غیر ضروری چیزونکی دور ہوجاویگی تو اوسکے ساتہہ ہی غصہ بہی علحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ
لازم و ملزوم ہین اور اوسمین ریاضت کا طور یہ ہے کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور رہنے
کی جگہہ آخرت ہے دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذر جانا قطعی ہوگا اور یہان جو مین آیا ہون
صرف اسلیے کہ توشۂ آخرت حاصل کرون ؎

	کار دنیا کسے تمام نہ کرد		ہر چہ گیرید مختصر گیرید	

بقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال
ہونگی ان خیالات سی دنیا مین زہد اختیار کرے محبت دنیا دل سے محو کر ڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی
ریاضت سی بالکل اصل غصہ کی جاتی رہے اور کچہہ نہوگا تو اسقدر تو ضروری ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا
اور اوسکے بموجب عمل نہ کریگا اس لیے کہ غصہ تابع محبت کا ہی اگر محبت جاتی رہی گی تو یہ بہی فنا ہوجاویگا
مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اوسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے
تو اسکو غصہ نہ آوے گا کیونکہ محبت اوسکی نہین بہرحال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہے
الا ضعیف ہوجانا اور اوسکے بموجب عمل کا نہونا بہی غنیمت ہے یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم
اول یعنی ضروری اشیا کی جانے سے درد و رنج ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہین کہ غصہ
بہی آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کہانے کے لیے پالی ہو اور وہ مرجاوے تو اوسکو رنج اوسکے مرنے کا
البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر نہین کرنے کا اور یہ امر ضروری بہی نہین کہ ہر رنج کے ساتہہ غصہ بہی ہوا کرے دیکہو
خون نکلوانے مین تکلیف اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کہولنے والے یا پچہنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا
پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضۂ قدرت الٰہی مین دیکہے اور سب کچہہ اوسی
کی طرف سی جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکہنے والے

ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنے کا فرمان لکھدے تو وہ قلم پر غصہ نہیں
کرے گا اسیطرح جو شخص اوسکی بکری ذبح کر ڈالے اوسپر بھی غصہ نہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف
سے جانتا ہے تو غلبۂ توحید میں غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی
ہے یعنی جب یہ تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق مین جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شاید میرے بھوکھا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی مین اوسکے نزدیک بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہیں جیسے
خون نکالنے والے پر غصہ نہیں آتا کیونکہ اپنی بہتری اوسمین متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین غلبۂ
توحید سے یہ بات ممکن تو ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہیں رہا کرتی اور دیرپا نہیں ہوتی بلکہ آناً فاناً بجلی کی
چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلون کیطرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دلمین جبلی اور طبعی ہے اور
اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات و سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہی ہوتی حالانکہ
آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہو جاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں آدمی ہون
آدمی کیطرح مجھکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو مینے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری
ان باتونکا اوسکے لیے رحمت کر دے اور باعث تقرب بنا دے کہ جسکے سبب قیامت مین اوسکو تیرا تقرب حاصل
ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہیں کہ مینے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت مین فرمایا کرتے ہین اوسکو مین لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا کر
قسم ہے اس ذات کی جسنے مجھکو رسول برحق بنایا اس سے یعنی زبان سے سوا حق کے کچھ نہ نکلیگا اور یہ نہ فرمایا
کہ مین غصہ نہیں ہوتا ہون بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجھکو حق سے تجاوز نہیں کرنے دیتا یعنی مین اوسکے مقتضا
کے بموجب عمل نہیں کرتا ہون اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجھکو
کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ کیا آپکا شیطان نہیں آپ نے فرمایا کیون
نہیں مگر مینے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہوگیا مجھکو خیر کے سوا کچھ نہیں کہتا یہ نہ فرمایا کہ میرے شیطان
نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ وہ مجھکو بدی کا امر نہیں کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب مراد ہے
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیواسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا
اور اگر امر حق مین غصہ فرماتے تھے تو کسیکو خبر نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی اسکی تاب مقابلہ لا سکتی تھی
یہانتک کہ حق کا انتقام لے لین اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ
اللہ ہی کیواسطے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات وسیلون کیطرف پایا جاتا ہے اسیطرح جو شخص اپنی
قوت اور حاجت دینی کی چیز چھین لے اور وہ اوسپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کیواسطے ہوگا اسلئے کہ غصہ کا علیحدہ ہونا ممکن نہین

ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم مین مشغول رہتاہے تو ضروری چیز کے چھن جانے پر بھی غصہ نہین کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتاہے اوسمین گنجایش غصہ کی نہین ہوتی اپنی استغراق کے باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمان رضؓ کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میزان اعمال مین میرے عمل کم ہوے تو جو کچھہ تو کہتاہے مین اوس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہے تو اس کہنے سے میرا کچھہ ضرر نہین پس چونکہ آپ کا قلب آخرت مین مصروف تھا گالی سے متاثر نہ ہوا اسی طرح کسی نے ربیع بن خثیم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتاہے جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہے اگر مین اوسکو طے کر لی تو تیری بات سے کچھہ بھی ضرر نہوگا اور اگر وہ طے نہ ہوئی تو جو کچھہ تو کہتاہے اوس سے بھی بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو گالی دے آپ نے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے جن عیبونکو خدا تعالے نے چھپا رکھاہے وہ بہت ہین تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان کے دیکھنے مین مشغول تھے یعنی یہ بات مدنظر تھی کہ خدا تعالے کو حق معرفت نہ پہچانا اور جسقدر اوس سے ڈرنیکا حق تھا اوتنا خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے اونکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہوئی اسلیے کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھہ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک عورت نے مالک بن دینارؒ کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے نہین پہچانا تو گویا وہ اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے مین مشغول تھے اور اوسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھسے چھوٹا نہین جو کچھہ ہے شیطان کا فریب ہی جب اوس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسواسطے غصہ نہ ہوے اور حضرت شعبی کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے حال پر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہے کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا تو یہی وجہ تھی کہ انکے دل اور اور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ان باتون نے اونکے دل پر تاثیر کی ہو مگر وہ اوسکی طرف متوجہ نہ ہوے جو بات اونکے دل پر غالب تھی اوسی کی طرف التفات کیا غرض کہ دل اگر کسی امر مہم مین مشغول ہو تو محبوب چیز ونکے جانے رہنے مین ہیجان غضب سے محفوظ رہتاہے پس غصہ کا نہ ہونا دو باتون سے ممکن ہوا ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسری یہہ کہ غلبہ وحدانیت ہو اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونیکے لیے ہے وہ یہ ہے کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہے پس محبت الہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہین کبھی کبھی ایسا ہوا کرتاہے خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہے کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہے کہ محبت دنیا یکلخت دل سے مٹا دیگا اور محبت کا دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتاہے جنکا بیان دنیا کی برائی کے باب مین انشاء اللہ تعالے

مذکور ہوگا اور جو شخص ریا کی محبت دل سے دور کر دے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہے
اور غضب کو اسباب مین سے جو سبب ایسا ہے کہ وہ بالکلیہ مٹ نہین سکتا اوسکی تیزی کم ہو سکتی ہے اور سببکے
ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بہی آسان ہو جاتا ہے خدا تعالے ہمکو بہی اپنے لطف و کرم
سے توفیق غصہ کی دفع کی عنایت فرما دے ؛

چوتہا بیان غصہ کے سببون کے ذکر مین اور اونکے دور کرنیکی تدبیرین

چونکہ دور ہونا ہر مرض کا اوسکی علت کے دور ہونے سے ہوتا ہے اسلیے غصہ کا دور ہونا بہی اوسکے
سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہے اسواسطے اوسکے اسباب کو اور انکو دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے
حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچہا کہ سب مین سخت تر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ غضب الہی نہایت شدید ہے پہر اونہون نے پوچہا کہ اوسکے لگ بہگ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ
پہر یہ پوچہا کہ غضب کس بات سے ظہور و نشو و نما پاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے
غصہ آیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شدت غصہ کی اسباب یہ چیزین ہین کبر اور عجب اور مزاح اور لغو ٹہٹہا
اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال و جاہ مین کثرت سے
حرص کرنی اور یہ سب باتین عادات بد ہین اور شرعا مذموم انکے رہتے ہوے غضب کا جانا ممکن نہین
اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبونکو آدمی انکے مقابل کی چیزون سے کہو دے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے
اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر و عجب مین آویگا اور فخر کو یون
دور کرے کہ مین بہی آدمی ہی ہون جیسے اور میرے باندی غلام ہین آخر سب کا باپ تو ایک ہی تہا پہچہے کو
قومین جدا جدا ہو گئین آدم زاد ہونے مین سب یکسان ہین فخر عمدہ بات مین کرنا چاہیے کبر اور عجب اور شیخی تو
کمینگی کے عادات ہین انسے کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتین سب رذائل کی اصل ہین اگر انہین کو اپنے آپ سے
دور نہین کیا فخر کس بات کا ہے ناک آنکہہ کان جسم نسب مین تو سب برابر ہی ہین اور مزاح اسطرح دور کرے
کہ ایسے مہمات دینی مین مصروف ہو کہ عمر بہر اوسے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے
اس طرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب مین اور علوم دینیہ کی تحصیل مین کوشش کرے جس سے
کہ سعادت اخروی میسر ہو اور دوسرے کو بنانے مین یہ خیال کرے کہ کہین ایسا نہو کہ یہی حال میرا ساتہہ پیش آوے
چاہ کن را چاہ در پیش مشہور مثل ہے اور علاوہ ازین لوگونکا ایذا ایک امر معیوب ہے اسکو اختیار کرنا برا ہے
اور عیب جوئی مین یہ سمجہو کہ بری بات کا منہ سے نکالنا برا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بہ ترکی دیگا
تو تلخی معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے مین تصور کرے کہ انسے جہگڑے

بھی نوع کا نقصان ہے انکا مرتکب نہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹادے کہ بقدر
ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بھی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے محفوظ رہے اور جتنی باتین
اوپر لکھی گئین انھین سے ہر ایک کی علاج مین بہت سی ریاضت و تحمل مشقت چاہیے مجملا یہ ہے کہ ان
اخلاق کی برائیون اور آفتون سے واقف ہونا چاہیے تاکہ دل کو انسے نفرت ہو اور پہر جو باتین انکی
مقابل لکھی گئی ہین اونپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ اونکا عادی ہو کر نفس پر شاق نہ معلوم ہون
بلکہ انس و الفت ہوجاوے جب یہ بری عادتین چہوٹ جائین اور نفس انسے پاک صاف ہوجاوے
تو غصہ بھی جو انھین چیزونسے پیدا ہوتا ہے جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلونمین یہ ہے کہ غصہ کا
نام شجاعت اور جوانمردی اور جرات و علو ہمت رکہا ہے اور اسیطرح کے اچھے اچھے لقب اوسکو دیئے ہین
یہانتک کہ نفس براہ جہل اوسکیطرف میل کرتا ہے اور اچھا جانتا ہے اور کبھی اوسکی تقویت یون بھی
ہوتی ہے کہ اکابر کی تعریف کی مقام مین جو شدت غضب کے شجاعت بیان کرتے ہین تو چونکہ لوگون کو
اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہے اسلیے دلمین ہیجان غضب ہوتا ہے اور اس جوش غضب کو شجاعت
اور علو ہمت کہنا جہالت ہے یہ تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہے جو نفس کے ضعف و نقصان سے
پیدا ہوتا ہے اور اس وجہ سے جن لوگونکا نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکہتا ہے اونکو یہ مرض
بہت جلد ہوتا ہے دیکہو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے
اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑہے کو بہ نسبت جوان کے اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے
جلد جوش آجاتا ہے کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نپاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چہوٹ جاوے تو کیسا غصہ
ہوتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون اور اہل و عیال سے بھی غصہ ہی کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نقصان
و ضعف عقل باعث غصہ کا ہے زبردست وہی ہے جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو مین رکہے جیسا کہ حدیث شریف
مین ہے لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب اور جو شخص ایسا ہو تو اوسکے
سامنے اہل حلم و عفو کی حکایتین بیان کرنی چاہیین تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرین غرض کہ غصہ کا پینا انبیا
و اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہون او فضلا سے منقول ہے اور اوسکا عکس ترکون اور جاہلون
اور غبیون اور بے عقلون سے منقول ہے

پانچوان بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

اب تک جو بیان ہوا وہ یہ تہا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش و شدت نہونے پاوے لیکن
اب یہ ذکر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے غضب پر جوش آجاوے تو کسطرح استقلال کیا جاوے کہ صاحب

غضب مضطر ہو اور اوسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ استقلال جوش غضب مین معجون علم
و عمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چھہ باتین ہین اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو اور حلم
کی فضیلت مین وارد ہین جنکا بیان عنقریب کیا جاوے گا اونکو سوچے اور اونکے ثواب کی رغبت
کرے پس کیا عجب ہے کہ ثواب کے حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگذرے حضرت مالک بن
اوس فرماتے ہین کہ ایکبار حضرت عمرؓ کسی شخص پر غصہ ہوئے اور اوسکے پیٹنے کا حکم فرمایا اوسوقت مینے
یہ آیت پڑہی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ پس حضرت عمرؓ اس آیت کو بار بار
پڑہتے تھے اور سوچتے تھے اور آپکا دستور تھا کہ جب کوئی آیت آپ کے سامنے پڑہی جاتی تو بہت دیر تک
تامل اوسکے سمجھنے مین کیا کرتے تھے اوسی معمول کے موافق سوچکر اوس شخص کو رہا کیا اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رحمہ نے ایک شخص کے مارنے کا حکم کیا اور پھر یہ ارشاد الٰہی زبان پر لائے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اوسیوقت خادم سے کہا کہ اوسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی
سے ڈراوے اور یون کہے کہ جتنی میری قوت اس شخص پر ہے اوس سے زیادہ خدا کا زور مجھپر ہے اگر مینے
آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاوے گا آخر مجھے بھی اوسوقت شدت سے احتیاج
عفو کی ہوگی تو دوسرونکو معاف کرنے سے شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفون مین مذکور ہے
کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اے آدمزاد جسوقت تو غصہ کرے مجکو یاد کرلیا کر جسوقت مین غصہ ہونگا
تو تجکو یاد کرونگا اور تباہ کارونکے ساتھہ ہلاک نہ کرونگا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا اوسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لَوْلَا الْقِصَاصُ
لَاَوْجَعْتُكَ یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجکو خوب دکھہ دیتا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
جتنے بادشاہ ہوئے ہین سبکے ساتھہ ایک حکیم رہتا تھا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ
کے حوالہ کرتا اوسمین لکھا ہوتا تھا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کو دیکھنے
سے اوسکا غصہ فرو ہوجاتا تھا تیسرے یہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ
کے باعث ہوتے ہین اونہین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہوجاوے گا
اور طرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور مآل اس
تامل کا یہ ہے کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہے یعنے دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی
فکر سے ہٹانا چاہتا ہے اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچھہ ثواب ہوگا
ہان اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لیے دل کو فراغت حاصل نہو اور آخرت کے لیے مدد نملے

تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتہی یہہ کہ غصہ کیوقت دوسرے لوگونکی جیسے صورت
بگڑجاتی ہے اپنی صورت کوبہی غصہ مین ویساہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہی کہ جسکو
آتا ہے اوسکی شکل باولے کتے یا درندہ کیسی ہوجاتی ہے اور اوسکے برخلاف حلیم صاحب وقار و تارک غضب کی
صورت انبیا اور اولیا اور علما و حکما کیسی ہوتی ہے اب چاہے جو نسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور
درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بہی عقل ہوگی تو اچہی ہی لوگونکی
عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراوے گا پانچوین یہہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہے اور غصہ کو پی نہین سکتا
اوسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہے کہ اگر تو نے انتقام
نہ لیا تو دوسرا شخص جانیگا کہ دبگیا اور لوگون کے نزدیک بہی ایک ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب
ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجہاوے کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہے رسوائی
قیامت کی روز کی بری نہین معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتہہ پکڑلے گا اور اپنا بدلہ لینا چاہے گا اور لوگونکی
نظرونمین حقارت کا اتنا خوف ہے خدا کی نظرونمین اور فرشتون اور انبیا کی نظرونمین حقیر ہونے کا خوف نہین
آدمیونسے کیا مطلب اُنکا ہے کہ اونکا خیال زیادہ ہے خدا کی واسطے غصہ پی جانیسے تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ ازین
اگر بالفرض کسی نے اسپر ظلم ہی کیا ہے تو جسقدر یہہ انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اوس سے زیادہ اوسکی ذلت ہوگی
تو بہی کیون نکرے کہ غصہ پیجاوے اسمین تو ہر طرح اپنا ہی پلہ جہکتا ہے کیا اسکو یہ اچہا نہین معلوم ہوتا کہ جب
قیامت کو پکارنیوالا پکارے کہ جسکی اجرت خدا پر ہے وہ کہڑا ہوجاوے اور اوسوقت سوا معاف کرنیوالون کے
کوئی نہ اٹہیگا ایسے وقت مین مستحق کہڑا ہونے کا ہے لیکن اسطرح کی باتین ایمان سے متعلق ہین انکو چاہیے کہ دین
خوب ٹہان لے چہٹے یہہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہے کہ کام میری مرضی کی موافق کیون نہوا خدا کی
مرضی کی موافق کیون ہوا اور ظاہر ہے کہ یہہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح
دے بلکہ یہہ ممکن ہے کہ اس سبب سے خدا تعالی کا غضب اسپر اوسکے غصہ سے بڑہکر ہو اور عمل غصہ کی دفعہ کا یہہ ہے کہ
زبان سے کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ غصہ کیوقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین بہی ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب حضرت عایشہ رض غصہ ہوتین تو آپ اونکی ناک پکڑتے اور فرماتے
ای عویش یون کہہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ
الْفِتَنِ تو اس دعا کا کہنا بہی مستحب ٹہہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نجاوے تو یہ کرے کہ اگر کہڑا ہو تو بیٹہہ جاوے
اور بیٹہا ہو تو لیٹ جاوے یعنے اپنے آپکو زمین کی خاک سے قریب کردے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون
اور انجام کو بہی اسمین جانا ہے اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجہہ مین آجاویگی اور بیٹہنے نہ دینے لیتنے

غصہ ساکن ہوجاویگا اسلیے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہے اور حرارت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو
توقع ہے کہ حرارت غضب بھی دور ہوجاوے اور یہ عمل بھی حدیث شریف مین وارد ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْغَضَبَ
جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِي الْقَلْبِ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاِنْ كَانَ
قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنْ كَانَ جَالِسًا فَلْيَنَمْ اور اگر اس سے بھی غصہ نجاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہا ڈالے کیونکہ
آگ بدون پانی کے نہین بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ بِالْمَاءِ فَاِنَّمَا الْغَضَبُ
مِنَ النَّارِ اور ایک روایت مین یون ہے کہ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا
تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ اور حضرت ابن عباس رض سے یہ حدیث مروی ہے اِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ حضرت کی عادت شریف تھی کہ غصہ کیوقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر
بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اس سے اپکا غصہ فرو ہوجاتا تھا اور حضرت ابوسعید خدری سے یہ حدیث منقول ہے اَلَا اِنَّ
الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيُلْصِقْ
خَدَّهُ بِالْاَرْضِ اس حدیث مین اشارہ سجدہ کیطرف ہے یعنے بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہے اوسکو سب سے ذلیل چیز
یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تا کہ نفس اپنی ذلت وخاکساری کو سمجھکر عزت وتکبر جو باعث غضب ہے اوس سے باز آوے اور حضرت
عمر رض ایک روز غصہ ہوئے تو پانی منگاکر ناک مین دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غصہ شیطان کیطرف سے ہوتا ہے اور اس
سے جاتا رہتا ہے اور عروہ بن محمد فرماتے کہ جب مین حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو والی ہوا ہے مینے کہا
کہ ہان انہون نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھکر اوسکے خالق کی عظمت کا خیال کرنا
اور حضرت ابوذر رض نے ایک شخص کو جس سے کچھ خصومت تھی کہا کہ اے لال عورت کے بیٹے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی آپ نے
اوسے پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ تو نے ایک مسلمان کو ماں کی گالی دی اونہون نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر چاہا کہ اوس شخص
کو راضی کرین کہ اتنے مین اوس شخص نے سبقت کرکے اونکو سلام علیک کی اونہون نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کی خدمت
مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابا ذر اپنا سر اوٹھا کے دیکھ پھر جان لے کہ زمین کے ... تجھکو فضیلت نہ کسی لال
پر ہے نہ کسی کالے پر جبتک کہ عمل اچھے نہون پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کیوقت اگر تو کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو
تو تکیہ لگالیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک شخص پہلے لوگون مین مغلوب الغضب
تھا اوسنے تین پرچے لکھکر تین شخصون کو دیدیے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دیدینا دوسرے سے کہا کہ جب
میرا غصہ کچھ کم ہو تب اپنا پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے جب پرچہ دینا ایک روز اوسکو کسی
شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اوسکو دیا گیا اوسمین لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیون پیچھے پڑا ہے تو اسکا خدا نہین ہے بلکہ تو بشر ہے کوئی
دن ایسا ہوگا کہ تیری بگڑی خود تجھکو کھا لیگی اسکے پڑہنے سے اوسکا غصہ کچھ کم ہوگیا تو دوسرا پرچہ دیدیا گیا اوسمین لکھا تھا

کہ رحمت کند بر تو عرش برین		تو بخشایش کن بر اہل زمین ہا

پھر تیسرا پرچہ اوسکو دیا تو اوسمین یہ تھا کہ لوگون کو حق کے ساتھہ مواخذہ کرنا چاہیے اونکی صلاح کار اسی مین ہے یعنی حدود شرعی سزای جرم کے لیے خود مقرر ہین اونہین کے بموجب مواخذہ اور سزا کافی ہے اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ کرنا چاہیے جتنا اوس شخص نے اپنے نفس کیواسطے کیا ہے خلیفہ نے فرمایا کہ اوسکو جانے دو

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے

اللہ تعالے مدح کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى رَبِّهٖ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهُ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ اور فرمایا اَشَدُّكُمْ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُكُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ اور فرمایا مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَلَوْ شَاءَ اَنْ يُمْضِيَهُ اَمْضَاهُ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رِضًا اور ایک روایت مین ہے کہ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ اَمْنًا وَاِيْمَانًا اور حضرت ابن عمر رضی سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ جَرَعَ عَبْدٌ جَرْعَةً اَعْظَمَ اَجْرًا مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِنَّ لِجَهَنَّمَ بَابًا لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا مَنْ شَفٰى غَيْظَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہین جتنا غصہ کا پینا ہے جو کوئی غصہ پیتا ہے اللہ تعالے اوسکا دل ایمان سے بھر دیتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہے خدا تعالے اوسکو سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جو حور تیری پسند آوے سے لے حضرت عمر رض فرماتی ہین کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بھی نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھہ حال اب دیکھہ رہے ہوا سکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے شر کو دور کرتا ہے اور ایک بار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض رح جمع ہوے اور زہد کا ذکر آپسمین ہوا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کیوقت حلم کرنا اور طمع کیوقت صبر کرنا ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین دیتے آپ کو یہان تک غصہ آیا کہ چہرہ پر اوسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کا کدھر خیال ہے یہ شخص جاہل ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجھا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتین

ایسی ہین کہ اگر کسی مین جمع ہون تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی مین امور باطل مین نہ داخل ہو دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اوسکو حق سے تجاوز نکرنے دے تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ای بندہ خدا مجکو کچھ وصیت کر آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اوسنے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کیوقت اپنی زبان اور ہاتھہ روک لیا کر

ساتوان بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہین کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اوسکے فرو کرنے مین کچھ تعب اور مشقت نہو اور یہ غصے کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور تکلف حلیم بننا ہے کہ جسوقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدہ اور کوشش سے اوس کو بجھاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمان بردار اور مغلوب رہتی ہے مگر ابتدا مین بزور تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ یَّتَخَیَّرِ الْخَیْرَ یُعْطَہُ وَمَنْ یَّتَوَقَّ الشَّرَّ یُوْقَہُ اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنی بتکلف حلیم بننا ہے جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلم ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَاطْلُبُوا مَعَ الْعِلْمِ السَّکِیْنَۃَ وَالْحِلْمَ وَلِیْنُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَلِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْہُ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنْ جَبَابِرَۃِ الْعُلَمَاءِ فَیَغْلِبَ جَہْلُکُمْ عِلْمَکُمْ اسمین اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب کبر اور تجبر ہین اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہین اور آپ دعا مین یون فرماتے اَللّٰہُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِّیْ بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَجَمِّلْنِیْ بِالْعَافِیَۃِ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ خدا کی نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا باتین ہین آپ نے فرمایا کہ تَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِیْ مَنْ حَرَمَکَ وَتَحْلُمُ عَمَّنْ جَہِلَ عَلَیْکَ اور فرمایا کہ پانچ باتین سنت مرسلین سے ہین حیا اور حلم اور پچھنے لگوانے اور مسواک کرنی اور عطر ملنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہی جبار عنید بھی لکھا جاتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر والونکے سوا اور کسی کا مالک نہین ہوتا یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہین کہ مین تو انسے ملتا ہون وہ مجھسے کنارہ کرتے ہین مین انسے نیکی کرتا ہون وہ مجھسے بدی کرتے ہین مین حلم کرتا ہون وہ جہالت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر یہی حال ہے

توتم اونکے پیٹون مین آگ بہرتے ہو یعنی تمہاری داد رسی اونکے حق مین اچھی نہین ہوگی اور جب تک تم
ایسا کرتے رہوگے خدا کیطرف سے تمکو مدد وپشتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ
الٰہی میرے پاس کچہہ دینے کو تو ہی نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان
میری ہتک کرے مینے اوسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اوس بندہ
کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ بھی یہان چسپان ہے اور
قرآن مجید مین جو لفظ ربانیین واقع ہے اوسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہین
اور حضرت حسن رح اس آیت مین وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا فرماتے ہین کہ اس سے
حلیم مراد ہین کہ اگر اونسے کوئی جہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے اور عطاء بن ابی رباح یَمْشُوْنَ
عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا سے بھی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن حبیب وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ کی تفسیر مین کہتے ہین
کہ کہل انتہا حلم سے مراد ہے اور مجاہد رح وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا
دیے جاوین معاف کردین اور ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہوکر گذر گئے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تہا اور شام کو کریم ہو گیا پہر راوی حدیث ابراہیم
بن میسرہ نے یہ آیت پڑہی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ اَللّٰهُمَّ
لَا يُدْرِكُنِيْ وَلَا اُدْرِكُهٗ زَمَانٌ لَا يَتَّبِعُوْنَ فِيْهِ الْعَلِيْمَ وَلَا يَسْتَحْيُوْنَ فِيْهِ مِنَ الْحَلِيْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْعَجَمِ
وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ اور فرمایا لِيَلِنِيْ مِنْكُمْ ذَوُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ
ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ اور روایت ہے
کہ اشج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے پس اپنا اونٹ بٹہلا کر اوسکو باندہ دیا اور بدن کے
کپڑے اوتار کر جامہ دانی مین سے ایک جوڑا اچہا نکالکر آپکے سامنے پہنا اور پہر آپکیطرف کو چلے جب پاس آگئے
تو آپ نے فرمایا کہ تم مین دو باتین ایسی ہین کہ اللہ اور اوسکے رسول کو اچہی معلوم ہوتی ہین اونہون نے
عرض کیا کہ وہ کونسی ہین آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ اونہون نے عرض کیا کہ یہ دونون خلق ہین کہ مین نے
اختیار کیے ہین یا پیدایشی ہین آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی ہی نے تجکو ایسا پیدا کیا ہے جبلی ہی باتین ہین اونہون
نے عرض کیا کہ شکر ہے اوس خالق کو جسنے مجکو ایسی دو باتین پیدایش ہی سے عنایت کین جنکو وہ اور اوسکا
رسول پسند کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْحَلِيْمَ الْحَيِيَّ الْغَنِيَّ الْمُتَعَفِّفَ التَّقِيَّ
وَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین باتین
ایسی ہین کہ اگر کسی مین ان تینون مین سے ایک بھی نہو تو اوسکے عمل کا کچہہ اعتبار نکرو تقوی کہ اوسکو

المحن معاصی اللہ عزّ وجلّ وحلم یکف بہ السفیہ وخلق یعیش بہ فی الناس اور فرمایا کہ جب روز
قیامت مین خدا تعالی خلق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہان ہین تو تھوڑے سے لوگ
اٹھینگے اور جنت کیطرف کو دوڑینگے فرشتے جاونکو ملینگے تو کہین گے کہ تم دوڑکر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہم
اہل فضل ہین وہ پوچھین گے کہ تم مین کیا فضل تھا جواب دینگے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم
صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہین گے کہ تو اب جنت
مین تشریف لیجایئے فنعم اجر العاملین آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ علم کو سیکھو اور اوسکے
لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ خیر و برکت اسکا نام نہین کہ آدمی کی دولت بڑھجاوے
اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر کرے خدا کی عبادت سے بندونمین
فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام کرے تو توبہ و استغفار کرے اور حضرت حسنؓ
فرماتے ہین کہ علم کی تحصیل کرو اور اوسکو وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی فرماتے ہین کہ عقل کا
رکن حلم ہے اور سب بات مین اصل صبر ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ لوگونکو مین نے ایسا دیکھا تھا
کہ ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نتھا اور اب ہمہ تن خار ہین پتے کا پتہ نہین اگر اونکو کچھ کہیے مقابلہ کو تیار
ہوتے ہین اور اگر اونسے درگذر کیجیے وہ ہرگز درگذر نہین کرتے لوگون نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگون کے
ساتھ ہم کسطرح معاملہ کرین آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اوسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کی روز جب
تم مفلس ہوگے تمہارے کام آویگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض
یہی ملتا ہے کہ سب آدمی اوسکی طرفدار ہوکر اوسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہین اور حضرت معاویہ رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہو اور صبر شہوت
پر اور یہ بات بزور علم حاصل ہوتی ہے اور نیز انہون نے عمرو بن اہتم سے پوچھا کہ مردونمین سے بہادر کون ہے
انہون نے فرمایا کہ جو اپنے حلم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہے انہون نے
فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر مین
فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم
ارشاد فرماتے ہین کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جب اوسکو اوسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یون کہے
کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہے تو مجکو بخشے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک شخص کو بصرہ
کے لوگون مین نے گالی دی اونہون نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زر خرید کر لیا اور حضرت معاویہ
نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم مین سردار کیسے ہوئے اونہون نے کہا کہ مین اونکے

جاہلون سے حلم کرتا ہون سائلونکو دیتا ہون حاجات مین سعی کرتا ہون پس جو کوئی میرے برابر کام
کرے گا وہ مجھ جیسا ہوگا اور اگر مجھسے کچھ زائد کریگا تو اوسکو مجھپر فضیلت ہوگی اور اگر کم کرے گا تو مین
اوس سے بہتر ہون اور حضرت ابن عباس رض کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم
عکرمہ رض کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھ حاجت ہو تو دیدو اوس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑگئے سر نیچا
کرلیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو کسی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری
گواہی مقبول نہین اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اونکو کسی نے گالی دی آپنے
اپنی چادر اوسکی طرف پھینک دی اور سو درم دلوائے بعضون نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس تھوڑی سی
دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتین حاصل کین اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اوس شخص کو ایسی
بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھے اوس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچوین
اوسکا تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ مین اور کچھ
لوگون مین جھگڑا ہے مین چاہتا ہون کہ اوسکو دفع کرون مگر لوگ کہتے ہین کہ جھگڑا چھوڑنے مین ذلت
ہے آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہے تجکو کچھ ذلت نہین اور خلیل بن احمد کا قول ہے کہ یون مشہور ہے
کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اوسکے عوض مین اوس سے سلوک کیا جاوے تو اوسکی دلمین خود بخود ایک
ایسا امر پیدا ہوگا کہ پھر وہ ویسی بدی نہ کرے گا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ مین حلیم تو نہین مگر بزور
حلم کرتا ہون اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ جو شخص رحم کرتا ہے اوسپر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش
رہتا ہے وہ بچ جاتا ہی اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے
اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اوس سے محفوظ نہین رہتا اور جو بات تو نہین دخل دیا کرتا ہے اوسکو گالیان
ملتی ہین اور جو بری بات کو برا نہین جانتا وہ گنہ گار ہوتا ہے اور اگر برا سمجھتا ہے تو اوس سے بچا رہتا ہے
اور جو اللہ تعالی کے ارشاد کی بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اوس سے خوف کرتا ہی مامون رہتا ہے
اور جو اوسکو دوست رکھتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہین سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے
اور جو اوسکے عذاب سے نہین ڈرتا ذلت اوٹھاتا ہے اور جو اوس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے اور ایک شخص
نے مالک بن دینار رح سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے مجکو کچھ برا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے
نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیان کین میرے نفس نے اور اونکو تمہارے لیے مینے ہدیہ کردیا
اور بعض علما کا قول ہے کہ حلم بنسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہے اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم بولتے ہین
عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بھی ساتھ جاوے اونھون نے

جواب دیا کہ البتہ تیری کتاب سب مین ساتھہ جاوی گی اور حضرت عیسی علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اونھون نے آپ کو برا کہا آپ نی اونکو کلمہ خیر فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو آپکو برا کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم مین سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اوسکے پاس ہے ع می تراود ہر چہ در آوند مین ست۔ اور لقمان حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ تین شخص تین باتون مین پہچانے جاتے ہین حلیم تو غصہ کیوقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہان اوسکا ایک دوست آیا اوسنے ما حضر پیش کیا حکیم کی بی بی بد مزاج تھی دسترخوان تو اوٹھا لیا اور شوہر کو گالیان دینی شروع کی وہ مہمان غصہ ہوکر اٹھہ گیا حکیم اوسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے لتنے مین ایک مرغی آئی اور اوسنے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کردیا ہم مین سے کوئی غصہ ہوا تھا اوسنے کہا کہ کوئی نہین حکیم نے کہا کہ تو اب بھی ایسا ہے تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہے اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پاؤن مین ضرب ایسی ماری کہ اوسکو دکھہ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگون نے اسکا سبب پوچھا اوسنے کہا کہ مینے یہ سمجھہ لیا کہ میرا پاؤن کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اس وجہ سے غصہ نہین کیا اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی مین کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

کوئی برا کہے مجکو تو مین معاف کرون	جو گالیان ہی دے بالفرض تو جہد دیا یان
بدین سبب کہ ہین عالم مین تین قسم کے لوگ	شریف دوم ارذل وسوم اقران
شریف و برتر اگر کچھہ کہے تو ہے برجا	سکوت اسلیے ٹھہرا مناسب و شایان
جواب ارذل و کمتر کا ہے نہ میرا خوب	اسی سے کہتے ہین البتہ حفظ حرمت و جان
رہا جو ہمسر اگر کچھہ کہے وہ بہولے سے	تو میرے فضل کو بس ہے اگر کرون احسان

آٹھوان بیان اوس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کے لیے جائز ہے

یہ تو ناجائز محض ہے کہ ظلم کے بدلہ مین ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے ؎

بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی احسن الی من اسا

مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علی ہذا القیاس سب معصیتون مین ایساہی کرنا ناجائز ہے ہان بقدر قصاص جسکی مقدار شرع مین وارد ہوئی ہے اور

قصہ مین اوسکی تفصیل لکھی ہے اوسیقدر جائز ہے اور گالی کے بدلے مین گالی توکسی طرح نہین چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنِ امْرُؤٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْهُ بِمَا فِیْهِ اور فرمایا کہ اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَهَاتَرَانِ اور ایک شخص نے حضرت ابوبکر رض کو آپ کے سامنے برا بہلا کہا آپ چپکے سنا کیے جب حضرت ابوبکر رض نے انتقام کے لیے کچھ بولنا شروع کیا تبہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوٹھہ کہڑے ہوے اونہون نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجکو برا کہتا تہا آپ چپ تہے اب جو مین نے بدلہ چاہا تو آپ اوٹھہ کہڑے ہوے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تہے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تہا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس مین بیٹہنا منظور نہین جہان شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہین کہ مقابلہ مین ایسے لفظ کہنے جس مین جہوٹ نہو درست ہین اور حدیث مین جو ممانعت ہے وہ احتیاطاً ہے یعنے ترک ایسے الفاظ کا بہی اولے اور افضل ہے لیکن اگر کہیگا تو گناہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہین کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد نہین ہو جیسا کہ سعد رض نے حضرت ابن مسعود رض کو کہا تہا کہ تم بنی ہذیل ہی مین سے نہین ہو اونہونے جواب مین کہا کہ تم بنی امیہ مین سے نہین ہو یا یہ کہ کسی کو احمق کہین اسلیے کہ بموجب قول معروف کے سب لوگ خدا کے معاملات مین بے وقوف ہین مگر بعضے کم حماقت رکہتے ہین اور بعضے زیادہ اور حدیث شریف مین حضرت ابن عمر رض سے ایسا ہی کچھ مروی ہے حَتّٰی تَرٰی النَّاسَ کُلَّهُمْ حَمْقٰی فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی اسیطرح کسی کو جاہل کہدینا ہے کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص مین ہوتی ہے غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہین کہ اسے دوسرے کو ایذا پہنچتی ہے مگر واقع مین جہوٹ نہین ہوتی علے ہذا القیاس بدخلق اور بے حیا اور بےعیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ یہ باتین اوسمین ہون یا یہ کہنا کہ اگر تم مین فہم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری آنکہون مین نہایت حقیر ہوگئے اور خدا تم سے عوض لے یا تمکو سمجہے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی بالاتفاق حرام ہین چنانچہ حضرت خالد بن ولید رض اور حضرت سعد رض کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی ایک شخص نے حضرت سعد رض کے سامنے حضرت خالد رض کو کچھ کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے اونکے جو بات ہے اوسکی نوبت ابہی دین تک نہین پہونچی یعنے ایک دوسرے سے وہ بات نہین ہوئی جس سے گناہگار ٹھہرین غرضکہ اونہونے برائی کا سننا نہ مانا کہنے کا توکیا ذکر ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جہوٹ اور حرام نہو وہ انتقام مین کہنی جائز ہے یہ روایت حدیث ہی کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ سب ازواج مطہرات رض نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بہیجا آپ تشریف لائین اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجکو آپ کے پاس بہیجا ہے اس غرض سے کہ عایشہ رض کو بہی اونکے برابر ہی سمجہیے زیادہ نہ سمجہیے آپ لیٹے ہوے تہے فرمایا

۱ اگر کوئی تجھکو ننگ دیوے ... نکو ... روایت جابر بن سلیم ۱۲

۲ دو آدمی ... گالی ... شیطان ہین ... جہوٹ ... ۱۲

۳ ابو داود ... روایت ... بخاری ... ۱۲

کہ اے فاطمہ جسکو مین چاہتا ہون اوسکو تو بھی چاہیگی اونہون عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ تو عایشہ رض سے محبت کر حضرت فاطمہ نے ازواج سے جاکر یہ ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا کہ تم نے تو کچھ بھی نہ کیا ویسے ہی پھر آئین پھر زینب بنت جحش رض کو بھیجا حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ انکو محبت مین دعوے میرے برابری کا تھا اونہون نے آکر کہنا شروع کیا ابو بکر کی بیٹی ایسی ابو بکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہین اور مین چپکی سنا کی مگر اسبات کی منتظر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت جواب دین آپ نے جو اجازت دیدی تو مین نے اتنا کچھ کہا کہ میری زبان سوکھ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا کہ ابو بکر کی بیٹی کو دیکھا ایسی ہی ہے یعنے تمکو تاب مقاومت نہین اور یہ گفتگو جو حضرت عایشہ رض نے حضرت زینب رض سے کی تھی اسمین فحش نہ تھا صرف جواب اونکے کلام کا ٹھیک ٹھیک تھا اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا حَتَّى يَعْتَدِيَ الْمَظْلُومُ اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہنچتا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نکرے پس اکابر سلف نے جو اجازت دی ہے وہ اسیقدر ہے کہ جسقدر اسکو اول ایذا ہوئی ہو اوسقدر یہی عوض سلے لیکن اس مقدار کا بھی ترک ہی افضل ہے اس لیئے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہنچ جاتی ہے اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہین بن سکتا کہ انتہا شروع ایک امر مخفی ہے اس لیے جواب دینے سے سکوت افضل ہے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ شدت غضب مین اپنے نفس کو روک نہین سکتے کو جلد بحالت اصلی آجاتی ہین اور بعض ایسے ہوتے کہ ابتدا مین تو نفس کو روک لیتے ہین مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دل مین رکھتے ہین اس اعتبار سے لوگونکی چار قسمین ہین اول وہ لوگ کہ گہاس کیطرح جلد جلجاوین اور جلد بجھ جاوین دوم وہ کہ پتھر کے کوئلے کیطرح دیر کو سلگین اور دیر ہی مین بجھین تیسرے وہ کہ تر لکڑی کیطرح دیر مین جلین مگر جلد بجھ جائین یہ حالت بہت اچھی ہے بشرطیکہ نری بے غیرتی نہو چوتھے وہ کہ جلد بھڑک جاوین اور دیر مین ٹھنڈے ہون یہ سب مین خراب ہین اور حدیث شریف مین ہے کہ ایماندار کو جلد ہی غصہ آتا ہے اور جلد ہی راضی ہوجاتا ہے تو اس عادت کا تدارک اس سے ہو جاتا ہے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اوسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اور جسکو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے ہین بعض دیر مین غصہ ہوتے ہین اور جلد رجوع کرتے ہین اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے جلد ہی فنا ہو جاتا ہے ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہے اور بعض جلد غصہ کرتے ہین اور دیر مین غصہ جاتا ہے اور سب مین بہتر وہ ہے کہ دیر کر غصہ ہو اور جلد منجاوے اور سب سے بدتر وہ ہین کہ جلد غصہ ہون اور دیر مین راضی ہون اور از انجا کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضرور ہی ہوتی ہے تو بادشاہونکو

ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت میں کسی کو سزا نہ دین ورنہ کیا بعید ہے کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہو اور بمقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیے واجب ہے کہ سزا صرف قصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرض کے لیے سزا نہ دیوے چنانچہ حضرت عمر رضہ نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اوسکو سزا دین اوسنے آپ کو کچھ برا کہا آپ پھر آئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اوسکو کیون چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اوسکے برا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر مین اوسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجکو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کے حمیت و غیرت سے نہ مارون اسیطرح حضرت عمر بن عبد العزیز کو جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجکو غصہ نہ دلاتا تو مین سزا دیتا

نوان بیان حقد یعنی کینے کے معنے اور ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا

واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت بمجبوری انتقام نہین لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہے تو یہ باطن گر کر حقد بنجاتا ہے اور حقد کے معنے یہ ہین کہ کسی کو ثقیل و گران جاننا اور اوس سے بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِحَقُوْدٍ اور حقد غضب کا نتیجہ ہے اور اوس سے آٹھ باتین پیدا ہوتی ہین اول حسد یعنی کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کی پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اوسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپ غم کرے اور اگر اوسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہے اسکی برائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے زیادہ ہونا حسد کا باطن مین کہ ہر ایک بلا جو غیر پر آوے شماتت کرنیکو تیار رہے تیسرے دوسرے علیحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنیکا مائل ہو بلکہ خود اوس سے اینٹھے رہنا چوتھے اوسکو حقیر و ذلیل سمجھنا پانچوین اوسکے باب مین کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور جھوٹ اور فاحش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتونمین اوس سے ٹھٹول اور تمسخر کرنا ساتوین اوسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہنچانی آٹھوین اگر اوسکا حق اپنے ذمہ ہو اوسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اوسکی دبالی ہو وہ واپس نہ کرنا وغیرہ یہ آٹھون چیزین حرام ہین اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہے کہ آدمی آٹھون باتون سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت نہ پہنچے لیکن صرف دل مین دوسرے کو برا جانے یہان تک کہ جیسے پہلے باتین کیا کرتا تھا وہ نہ کرے مثلاً ویکہکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اوسکی حاجتون کے وقت کام آنا اور اوسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الٰہی کرنا اور اوسکی نفع مین مددگار ہونا ان امور مین سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اوسکے لیے دعا نہ مانگے یا تعریف نہ کرے یا ترغیب نیکی کی اوسکو نہ کرے تو یہ باتین ایسی ہین کہ ان سے آدمی کا درجہ دین مین گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اور ثواب کو مانع ہوتی ہین گو مستحق عذاب نہین کرتین

دیکھو حضرت ابو بکرؓ نے مسطح کے لیے قسم کھائی تھی کہ اوسکو کبھی کچھ نہ دونگا یہ شخص آپ کا قریب تھا مگر حضرت عائشہؓ
کی تہمت میں کچھ اسنے بھی کہا تھا اسلیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اتری و
لَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا
تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتے ہیں اور پھر جو کچھ دیا کرتے تھے وہ بدستور
دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر
نفس پر کوشش کرکے شیطان کی مخالفت کے باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہے
اور مقربین کے اعمال میں سے بڑا کام یہی ہے کیونکہ قدرت کیوقت کینہ ور کے تین حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جتنا
اپنا آتا ہو اوسیقدر لے کچھ زیادتی دوسرے سے نہ لے اوسکو تو عدل کہتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کرے
اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہے تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہیں وہ اوس سے ظلماً لے لیوے اوسکو جور و ظلم
کہتے ہیں اور یہ پیشہ اراذل اور کمینوں کا ہے اور امر اول صلحا کے درجہ کی انتہا سمجھنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے

دسواں بیان فضیلت عفو اور احسان میں

عفو کے معنے یہ ہیں کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اوسکو چھوڑ دیوے مثلاً قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ
ہو اوسکو اوس سے بری کردے اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ
وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ اور فرمایا وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی
ہیں کہ میں قسم کھا سکتا ہوں اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا صدقہ دینا چاہیے

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را	چو باغبان بدرد بیشتر دہد انگور

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کیواسطے چھوڑ دے تو اللہ تعالی اوسکی باعث قیامت کو اوسکی عزت
بڑھا دیگا تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالی اوسپر محتاج ہونے کا دروازہ
کشادہ کرتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوا يَرْفَعْكُمُ اللّٰهُ
وَالْعَفْوُ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا عِزًّا فَاعْفُوا يُعِزَّكُمُ اللّٰهُ وَالصَّدَقَةُ لَا تَزِيدُ الْمَالَ إِلَّا كَثْرَةً فَتَصَدَّقُوا يَرْحَمْكُمُ اللّٰهُ
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے
نہیں دیکھا جب تک کہ خدا تعالی کے محارم میں سے کوئی نہ ٹوٹتا اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ
آپ کو آتا تھا اور جب کبھی دو باتوں کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جونسی دونوں میں سے آسان ہوتی اوسکو
اختیار کرتے بشرطیکہ اوسمیں گناہ نہوتا اور حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپکی خدمت میں حاضر ہوا
تو معلوم نہیں کہ میں نے آپ کا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت

لوگون کے اخلاق مین سے جو افضل ہین وہ مین تجکو بتاتا ہون تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بندون مین سے تیری نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہے ارشاد ہوا کہ جو شخص قدرت کی ہوتے معاف کردے اور حضرت ابو درداء رضہ سے جب لوگون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی ہے تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کردے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور کسی حق کا نالشی ہوا آپ نے اوسکو حکم جیتنے کا دیا اور منظور یہ تہا کہ اسکا حق دلوا دیا جاوے مگر بسبیل تنزل اوس سے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْمَظْلُومِيْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَهُ فَقَدِ انْتَصَرَ اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِذَا بَعَثَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ يَا مَعْشَرَ الْمُوَحِّدِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَلْيَعْفُ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دوگانہ گذار کر کعبہ مین تشریف لائے اور چوکہٹ پکڑکر لوگون سے پوچہا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے انہون نے عرض کیا کہ ہم یہی کہتے ہین کہ آپ ہمارے بہائی ہین اور چچازاد ہین حلیم ہین رحیم ہین تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ مین وہ قول کہتا ہون کہ جو یوسف علیہ السلام نے کہا تہا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ راوی فرماتے ہین کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبرون سے نکلتے ہین اور مسلمان ہوگئے اور سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اس طرح نقل فرماتے ہین کہ جب آپ مکہ معظمہ مین تشریف لائے تو آپ کعبہ کی آپ نے اپنے دونون ہاتھ کعبہ کی چوکہٹ پر رکھکر یہ فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اور پہر لوگون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے راوی کہتے ہین کہ مینے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچہا کہتے ہین اور گمان بہی اچہا ہی رکہتے آپ ہمارے بہائی کریم ہین اور بہتیجے رحیم ہین اور ہم سب آپ کے قابو مین ہین آپ نے فرمایا کہ مین وہ بات کہتا ہون جو میرے بہائی یوسف علیہ السلام نے کہی تہی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت مین بندے کہڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ چلے اور داخل جنت ہو تو پوچہا جاویگا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری خدا پر ہو وہ کہینگے کہ وہ لوگ ہین جنہون نے لوگون کو معاف کردیا پہر بہت سے آدمی اٹہینگے اور بے حساب جنت مین

داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینبغی لوالی الامر
ان یؤتی بحدٍ الا اقامہ واللہ عفوٌ یحب العفو اور یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا آخر تک
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ جو کوئی انکو ایمان سے ادا کرے
تو جنت کے جونسے دروازہ سے چاہے اندر چلا جائے اور حور عین سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہان
چاہے وہان رہے اول تو یہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑھا کرے
تیسرے اپنے قاتل کا خون معاف کر دے حضرت ابو بکر رض نے پوچھا کہ خواہ انمین سے ایک کوئی بجا لاوے
آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے آثار حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجھ پر ظلم
کرتا ہے تو مین اوس پر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو بیچارہ اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و بازپرس
ہوگی اسکو کچھ جواب نہین بن پڑے گا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہے اسکو احسان کہتے ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جب خدا تعالی کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہے تو اوس پر ایسا شخص معین کر دیتا ہے جو ظلم کرے [illegible]
ظالم کی حسنات مظلوم کے پاس آجاتی ہین تو بدون عمل انکا آجانا گویا انکا ہدیہ ہے اور ایک شخص نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھپر فلان شخص نے ظلم کیا ہے اور اوسکو برا کہنا
شروع کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے ظلم جون کا تون لیجاوے تو اوس سے بہتر ہے کہ اوسکا عوض یہان
لیکر جاوے اور یزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا ہے تو خدا تعالی مظلوم کو
فرماتا ہے کہ میرے بندے تو نے ظلم کیا ہے وہ مجھ سے کس [illegible] ہے اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہے تو اگر تو چاہے تو مظلوم [illegible]
دونون کو سنو [illegible] اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرینگے وہ دونکو اپنے [illegible] عفو مین [illegible] ہے
اور مسلم بن یسار رحمہ نے ایک شخص سے کہا جسنے اپنے ظالم کرنے والے پر بد دعا دی تھی کہ ظالم کا ظلم اوسکے
حوالہ کیجئے [illegible] پہلے اوسکو لگے گا [illegible] بلکہ کسی کام [illegible] ہے اوسکا تدارک نہ کرے اور [illegible]
اوسکے عمال کے تو یہی ہے کہ تدارک نہین کرے گا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کو خدا تعالی ایک منادی کو
حکم فرماوے گا کہ یون پکارے جسکا خدا کے پاس کچھ رہا ہو وہ کھڑا ہو تو اہل عفو کھڑے ہوینگے اور جو کچھ
انہون نے لوگونسے درگذر کی ہوگی اسپر تعالی اوسکے مکافات مین الٹے درگذر فرماوے گا ہشام بن
محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تھی اوسکو تو معاف
کر دیا اور دوسرے نے چھوٹی تقصیر کی تھی اوسکو سزا دی اور [illegible] انکا ترجمہ [illegible] فرمایا ہے

سفہا ان چیزونکا تصدیق کرتے ہین [illegible] | اور جو [illegible] ہم [illegible] ہین [illegible] ان

نادان وجاہل سے نہین یہ معمول شہ		ہے شہرت حلم و رعب لو یہ انصاف

اور مبارک بن فضالہ کہتے ہین کہ سوار بن عبداللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھ ابوجعفر خلیفہ کے پاس
بہیجا مین اونکے پاس بیٹھا تہا کہ اتنے مین ایک آدمی پکڑا آیا اونھون نے اوسکی قتل کو حکم کیا مینے اپنے دلمین
کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پہر اونسے کہا کہ ای امیرالمومنین مین ایک حدیث نقل
کرتا ہون جسکو مینے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اونھون نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے مینے کہا
کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی لوگونکو ایک ایسی میدان مین جمع کریگا کہ دیکھنے والا اونکو دیکھ سکے اور
پکارنے والے کی آواز سن سکین پہر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچہ حق ہو وہ کھڑا ہو تو سوا معاف کرنے
والون کے اور کوئی نہین اوٹہیگا اسکو سنکر ابوجعفر نے کہا کہ یہ حدیث تمنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنی ہے
مینے کہا کہ بیشک مینے اونسے سنی ہے پس اپنے آدمیونسے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو اور حضرت معاویہ رض
فرماتے ہین کہ جب تک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے
تو عفو اور احسان کرو اور روایت ہے کہ ایک راہب ہشام بن عبدالملک کی پاس آیا اونھون نے پوچھا کہ تو
بتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہین اوسنے کہا کہ نبی تو نہ تھے مگر جو رتبہ اونکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث
ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کردیتے دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ
بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نچھوڑتے اور بعضے اکابر کا قول ہے کہ حلیم اوسکا نام نہین کہ ظلم کیوقت
تو حلیم ہوئے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہے کہ ظلم کیوقت حلم کرے اور قدرت کیوقت معاف
کرے اور زیاد رحمہ کہتے ہین کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کم کردیتا ہے اور ہشام بن عبدالملک کے پاس
ایک شخص گرفتار ہوکر آیا جسکی کوئی بات اونکے کان مین پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان
کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بھی بولتا ہے اوسنے کہا کہ یا امیرالمومنین اللہ تعالے فرماتا ہے یوم تاتی
کل نفس تجادل عن نفسہا کیا خدا کے سامنے تو جھگڑینگے آپکے سامنے نہ بولین گے اونھون نے کہا کہ
خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ مین گھسا اور پکڑا گیا لوگون نے اونکی
خدمت مین عرض کیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیے آپ نے فرمایا کہ نہین مین اسکی پردہ پوشی کرونگا کہ اللہ تعالے
میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار مین بیٹھے ہوئے کچہ سودا لیتے تھے دام دینے
کیواسطے عمامہ مین سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے آپ نے فرمایا کہ جب مین یہان
بیٹھا ہون تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اوسکے ہاتھ کٹ پڑین اور اوسکا
برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اوسکو کچہ حاجت تھی اور لے گیا ہے تو اوسکو برکت دے کہ اوسکا کام نکلجاوے

[illegible]

اور اگر گناہ پر جرأت کی سبب سے کیا ہو تو اسی گناہ کو اوسکا پچھلا گناہ کر دے کہ آگے کو پھر ایسا نکرے۔ اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی بہ نسبت مین نے کوئی زیادہ زاہد نہین دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام مین بیٹھا تھا کہ طواف کو اوٹھا اسمین اوسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو اوسنے کہا نہین بلکہ اسوقت مجکو یہ تصویر بندھ گئی کہ مین اور یہ چور خدا کے سامنے موجود ہین اور اوسکو کچھ حجت نہین کہ پیش کرے اسلیے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ ہم جسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے اونکے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن رح بھی خوف زدہ سے آئے اور ہم اور وہ ساتھ ہی اونکے پاس گئے مگر ہم حضرت حسن رح کے ساتھ چوزے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن رح نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے اونکو بیچا اور کوئین مین ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرض کہ بھائی کو بیچا اور باپ کو رنجیدہ کیا پھر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوئے مگر دیکھو تو خدا نے اونسے کیا کیا سب سے زیادہ ذی ثروت و عزت بنایا اور اونھین کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کر دیا ان سب باتون کے بعد جب حکومت پوری ہو گئی اور گھر بار سب وہان آ گئے تو یہ ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی اونکے ساتھیونکو معاف کر دین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور اگر میرے پاس بدن کے کپڑون کے سوا اور کچھ ہوتا تو مین انھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقنع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کرکے تمھاری عفو کا خواہان ہے اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری ہی پناہ چاہتا ہے اور معلوم رہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے وتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہے ع گر عظیم ست از فرو دستان گناہ ÷ از بزرگان عفو کردن اعظم ست ÷ اور عبد الملک بن مروان کے پاس جب ابن اشعث کے قیدی آئے تو رجاء بن حیات نے خلیفہ سے اونکے باب مین صلاح لی اوسنے عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنی فتح عنایت فرمائی اوسکے عوض مین جو اوسکو پسند ہے وہ تم کرو یعنے اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کرو پس سب قیدیون کا قصور معاف کر دیا اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقا وہ بھاگ گیا زیاد نے اوسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجکو مار ڈالون گا اوسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا شقہ لا دون تب تو چھوڑ دوگے کہا کہ البتہ اوسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہون اور اوسپر دو پیغمبرون کی گواہی گذرانتا ہون پھر یہ آیت پڑھی اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی

اور روایت ہے کہ انجیل میں مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اوس سے بھاگتا ہے

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جاوے

فضیلت نرمی کی - نرمی کا مقابل تیزی اور تنک چڑھا ہونا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق کا نتیجہ ہے اور اوسکے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اوسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اوسمین آدمی کو سوچ سمجھ نہین رہتی اسلواسطے استقلال جاتا رہتا ہے مگر نرمی بہرصورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہے اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوت غضب اور قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف مین حدیث شریف مین بہت مبالغہ ہے چنانچہ فرمایا یا عَائِشَةُ إِنَّهُ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور فرمایا إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ أَهْلَ بَيْتٍ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ اور فرمایا إِنَّ اللّٰهَ لَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْخُرْقِ فَإِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا أَعْطَاهُ الرِّفْقَ وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يُحْرَمُونَ الرِّفْقَ إِلَّا حُرِمُوا مَحَبَّةَ اللّٰهِ تَعَالٰى اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ آپ نے فرمایا کہ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ یعنے اللہ تعالے رفیق ہے اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہے اور ملایمت پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی کے ساتھ نہین دیتا - اور حضرت عائشہؓ کو فرمایا کہ اے عائشہ ملایمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہے تو اونکو ملایمت کی راہ سوجھا دیتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ كُلَّهُ جسکو ملایمت نملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا اور فرمایا کہ جو حاکم اپنی عملداری مین ملایمت و نرمی برتے گا اوسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاوے گی - اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کن لوگون پر حرام ہے كُلُّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ قَرِيبٍ اور فرمایا الرِّفْقُ يُمْنٌ وَالْخُرْقُ شُؤْمٌ اور فرمایا التَّأَنِّي مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ اور ایک روایت مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خداے تعالے کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہین کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اوس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اوسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایک بار حضرت عائشہؓ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین اور اونکی سواری مین ایک اونٹ شوخ تھا تو اوسکو کبھی داہنے کبھی بائین پھراتی تھین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملایمت کر یہ ایسی شی ہے کہ جس چیز مین ہو تو اوسکی زینت ہو جاوے اور جس مین نہو اوسکو معیوب کردے آثار حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ بعض عامل

ظلم کرتے ہین آپ نے اونکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوئے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد فرمایا کہ
اے رعیت ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اور اے عاملو رعیت کا
تم پر حق ہے پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اوسکا حلم اللہ کو پسند ہی ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہین
اسی طرح کوئی چیز اللہ تعالے کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص
اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہی اوسکو غائب لوگون کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہے
اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملایمت حلم کا ہم پلہ ہے - اور ایک حدیث موقوف اور مرفوع مین وارد ہے
کہ علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اوسکا وزیر اور عقل رہنما اور عمل سربراہ کار اور رفق اوسکا والد اور نرمی
بھائی اور صبر سپہ سالار ہے - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیدیتا ہے اور اوس
علم کا تو کیا پوچھنا ہے جسکو عمل سے زیبایش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہے جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو
غرض کہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہے ایسا کوئی نہین - اور حضرت عمرو بن العاص رضہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے
سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہے اونھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے
اونھون نے پوچھا کہ خرق یعنے جہالت و درشتی کیا شی ہے آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو
اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی - اور حضرت سفیان ثوری رحمہ نے اپنی یارون سے
پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اوسکے موقع
مقام پر برتنا شدت کی جگہ شدت اور نرمی کی جگہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط
بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ✤ چو فاصد کہ جراح
و مرہم نہ است ✤ خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہان بھی درجہ اوسط درشتی و نرمی مین محمود ہی مگر چونکہ
انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ مائل ہے بدین لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہے
اسی لیے شرع مین صفت رفق کی بہت سی ہے درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پہ
حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جس جگہ درشتی ضروری ہوتی ہے وہان حق بات ہواے
نفسانی مین مل جاتی ہے اور کبھی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز کا
قول ہے - اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رضہ نے حضرت امیر معاویہ رضہ کو خط لکھا اور اوسمین اونپر
اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت کرتے ہو اونھون نے اوسکے جواب مین لکھا کہ امر
خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہے اور رشید وہی شخص ہے کہ
جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہے جو وقار سے محروم رہے

اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہے اور جلد باز مدام چوک جاتا ہے اور جسکو رفق سے بہرہ نہیں ہوتا اوسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہے اور جو تجربہ کاروں سے مستفید نہیں ہوتا وہ عالی درجہ نہیں لےسکتا۔ اور ابو عون انصاری رح فرماتے ہین کہ جو کلمات سخت لوگ آپس مین بولتے ہین اونکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہین کہ اوسی مطلب کے مفید ہوں اور اونکی نسبت نرم ہوں یعنی ؎ چو کاری برآید بلطف و خوشی + چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی + اور ابو حمزہ کوفی رح فرماتے ہین کہ کاروباری آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نہ چاہیے اس لیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہیں کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہین۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن متین ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہے رات کی لکڑی جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا کہ جو ہاتھ مین آیا خاک خس سب جمع کر لیا پس علمانے رفق کی اسقدر تعریف اسی لیے کی ہے کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہے اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہے کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام مین جو مناسب ہو وہ بجالاوے لیکن اگر اوسکی بصیرت مین قصور ہو یا معلوم نہو کہ فلان مقدمہ مین کیا کرنا چاہیے تو چاہیے کہ رفق ہی کی طرف میل کرے اسلیے کہ غالبا فلاح اسی مین ہوتی ہے اب حسد کی برائی اور اوسکی حقیقت اور اسباب و علاج کا بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے

گیارھوان بیان حسد کی برائی

واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہے اور کینہ غصہ کی شاخ ہے تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد مین اتنی بڑی شاخین پھیلتی ہین کہ جنکا حصر بھی گویا نہیں ہو سکتا اور اوسکی مذمت مین بہت سی حدیثین وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اور ایک حدیث مین حسد اور اوسکے نتائج و اسباب سے منع کرتے ہین فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمھارے سامنے آوے گا اتنے مین ایک شخص انصار بائین ہاتھ مین جوتیان لیے ہوئے ڈاڑھی مین سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اوس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ رض بن عمرو بن العاص اوس شخص کے پیچھے گئے اور اوس سے کہا کہ مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ تکرار ہو گیا ہے

حسد نیکیوں کو ... کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو ۱۲ ابو داود بروایت ابو ہریرہ و ابن ماجہ بروایت انس رض ۱۲ آپس مین حسد نہ کرو ... اور ایک دوسرے سے ... بغض نہ رکھو ... اور ... بھائی ... صحیحین ... ترمذی ... احمد ... اس شخص کا نام سعد تھا ۱۲

اسپر مینے قسم کہائی ہی کہ تین دن اونکی پاس نجاونگا اگر آپ اجازت دین تو تین دن تک آپ کی مکان مین سورہا
کرون اونہون نی کہا کہ کیا مضایقہ ہی حضرت عبد اللہ رض تین رات اونکی گہر مین سوئی تو دیکہا کہ وہ رات کو نہین
اوٹہتے بجز اسکی کہ ہر کروٹ پر ذکر الٰہی کر لیتی ہین و صبح کی نماز کیوقت تک بستر سی نہ اٹہتے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ کوئی
کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئی تو حضرت عبد اللہ فرماتی ہین کہ میری جی مین اونکی عمل کی کچہہ وقعت
نہ آئی اور تہوڑا سا عمل معلوم کیا تہا تو مینے اونسی کہا کہ ای بندہ خدا مجہہ مین اور میری باپ مین کچہہ خفگی کی
بات نہین ہوئی تہی لیکن مینی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سی تمہاری شان مین یہ کلمات سُنے
تہی اسواسطے یہ منظور تہا کہ مین بہی دیکہون کہ تم کیا عمل کرتی جس سی جنتی ہوئی ہو تو عمل تو تمہارا کچہہ بہت نہین
یہ فرمائیے کہ یہ درجہ کسطرح ملا اونہون نی فرمایا کہ یہی ہی جو تمنے دیکہا مین اونکی پاس سی چلا جب تہوڑی دور گیا
تو اونہون نی مجکو بلایا اور کہا کہ بہائی عمل تو یہی ہی جو تمنے دیکہا مگر اتنی بات ہی کہ جو شے اللہ تعالیٰ کسی
مسلمان کو عطا فرماتا ہی اوسپر میری دلمین کچہہ کدورت اور حسد نہین آتی مینے کہا کہ بس وہ بات یہی ہی جس سے
تمکو رتبہ ملا یہ بات ہمسی نہین ہوسکتی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نی فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ جس سے کوئی
خالی نہین ایک ظن دوسری بدفالی تیسری حسد مگر مین تمکو انسی نجات کی صورت بتائی دیتا ہون کہ جب کوئی
ظن دلمین گذری تو اوسکو ٹہیک نجاننا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاؤ اور جب حسد ہووے
تو خواہش نکرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اوس سی کوئی خالی ہوگا اس سے آج
مین امکان حسد سی خالی ہونیکا پایا جاتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نی فرمایا کہ اگلی امتون کا مرض
تم مین پہلی امتون کا چلا آیا ہی یعنے حسد اور بغض اور بغض مونڈنی والی چیز ہے اور اس سی یہ غرض نہین کہ
بال مونڈتی ہی بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہے قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین محمد کا نفس
ہی کہ تم جنت مین ہرگز نہ داخل ہوگی جب تک مومن نہوگی اور مومن نہوگی جب تک اپس مین دوست نہوگی اور مین
تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سی بنا دوستی تم مین مستحکم ہو وہ یہ ہی کہ اپس مین طریقہ اسلام کو خوب رائج کرو
اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا وَّکَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَّغْلِبَ الْقَدَرَ اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت مین
اور امتون کا مرض پہیلیگا لوگون نی عرض کیا کہ اور امتون کا مرض کیا ہی آپ نی فرمایا کہ اَلْاَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ
وَالتَّنَافُسُ فِی الدُّنْیَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْبَغْیُ ثُمَّ یَکُوْنَ الْہَرْجُ اور فرمایا لَا تُظْہِرِ الشَّمَاتَۃَ
لِاَخِیْکَ فَیُعَافِیَہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیَکَ اور روایت ہی کہ حضرت موسیٰ جب پروردگار عالم سی باتین کرنے گئے
تو ایک آدمی کو عرش کی سایہ مین دیکہا دلمین اوسکی رتبہ کی غبطہ ہوئی کہ اسکی سی جگہ مجہی بہی ملتی یہ کوئی بڑا عالی
رتبہ ہی جناب باری مین عرض کیا کہ اسکا نام مجکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سی کیا غرض ہے اسکا کام

بتایا جاتا ہے کہ تین باتین کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نکرتا تھا دوسرے یہ کہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہین کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگونکی چغلی ایک دوسرے سے نہین کہا کرتا تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہی کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہی اور جو کچھ مینے لوگون کے حقمین مقدر کر دیا ہے اوسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اس بات کا ہے کہ اونکی پاس مال کی کثرت ہو اور آپسمین حسد کر کے کشت و خون کرین اور فرمایا اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکھکر حسد کرین اور فرمایا کہ چھہ آدمی حساب کے پہلے ہی چھہ چیزونکے سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کونسے لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کی باعث اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور اردستاقی جہالت کی باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہے کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کر کے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کی باعث خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہی کہ عون بن عبد اللہ فضل بن مہلب کی پاس اوس زمانہ مین تشریف لے گئے کہ وہ واسط کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اونہون نے کہا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالی کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید مین موجود ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہ دی جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور سب چیزونکے کہانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کر دیا تو اونہون نے حرص کی بدولت اوسمین سے کہایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کی باعث ہابیل کو مار ڈالا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضی اللہ عنہم کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کیوقت بھی سکوت کرنا اور بکر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کہڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کی احسان کے مکافات مین اوسکے ساتھ سلوک کرنا چاہئے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرے گی اس شخص پر اور اوسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے

اوسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یون کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن
ہے بادشاہ نے کہا کہ اوسکی تصدیق کیسے ہو اوسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کھڑا ہو اوسکو اپنے پاس
بلوا لیجیے جب آپکے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کرلے گا کہ منہ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا اچھا ہم
کل امتحان کرین گے ادہر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا اودہر اوس شخص کی دعوت کر کے ایسا کہانا کہلایا
جسمین بہت سا لہسن تہا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا
ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اوسکو پاس بلایا اسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منہ کی لہسن
کی بو نہ آوے اپنے منہ پر ہاتھ رکھہ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص اسکی
بنسبت کہہ گیا تہا وہ درست ہے اوسیوقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکہا کہ جب حامل شقہ ہیر
پاس آوے اسکو قتل کر کے اسکے چمڑے مین بھس بہروا کر ہمارے پاس بہیجدینا اور شقہ کو حوالہ اوس شخص کے کیا
کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہہ تہا کہ شقہ دستخطی
خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکہا کرتا تہا اثناء راہ مین وہ حاسد ملا اسکے ہاتہہ مین شقہ دیکہکر
پوچہا کہ یہ شقہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اوسکے پاس لیجاتا ہون
اوسنے سمجہا کہ ضرور اسمین کچہہ انعام و جاگیر کو لکہا ہوگا اس لئے اوس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجہکو
دیدے کہ مین لیجاؤن اوسنے کہا کہ مینے تجکو ہبہ کیا لیجا جب شقہ لیکر عامل کے پاس گیا اوسنے پڑہکر حامل
سے کہا کہ اس شقہ مین یہہ حکم ہے کہ حامل کو قتل کرکے اور کہال کہچوا کر اوسمین بھس بہر کے حضور مین بہیجدو
تب تو یہہ بہت گہبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حامل تو اور شخص ہے مین نہین ہون خدا کیواسطے مجہے یہ شقہ
دیدو کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہین ہو سکتا غرض
اوسکو ذبح کر کے پوست اتروا کر بادشاہ کیخدمت مین بہیجدیا اب اوس شخص کا حال سنیے کہ وہ بدستور
وقت مقرری پر پہر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تہا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچہا کہ شقہ کو
کیا کیا اوسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجہکو ملا اوسنے مجہسے مانگا مینے اوسکو ہبہ کردیا بادشاہ نے کہا کہ
وہ یون کہتا تہا کہ تو مجہکو گندہ دہن کہتا پہرتا ہے اوسنے کہا کہ مینے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچہا کہ پہر جب
مینے تجکو اپنے پاس بلایا تہا تو نے اپنا ہاتہہ منہ پر کیون رکہہ لیا تہا اوسنے کہا کہ اوسی شخص نے مجکو
ایسا کہانا کہلا دیا تہا جسمین لہسن تہا مینے منہ اسواسطے بند کیا تہا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم
ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرگئی
اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے کہ مینے امر دنیا کے لئے کسی پر حسد نہین کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت

مین سے ہی تو دنیا پر اوسکی کیا حسد کرون جنت مین دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کی امر پر اوسکی حسد فضول ہے اسلیے کہ اوسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سی پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہے آپ نی فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گیے مومن حسد کرتا ہے لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اوسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جبتک ہاتھ اور زبان سے کچھہ یاد نہ کریگا تو حسد سے کچھہ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اوسکی ہنسی اور حسد دونون کم ہوجاوینگے اور حضرت معاویہ رض فرماتے ہین کہ مین سب آدمیون کی راضی کرنی پر قدرت رکہتا ہون مگر حاسد نعمت کہ وہ بدون زوال نعمت راضی ہی نہین ہوتا

	حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست		توانم آنکہ نیازارم اندرون کسی	

اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھہ حاسد پر گذرتا ہے اوسکو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ مینے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوا حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسری کی نعمت دیکھتا ہے گویا اوسکی چھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہے اگر اوسکو خدا تعالی نے لائق سمجھکر نعمت دی ہے تو جسکو خدا تعالی بزرگی دی اوسپر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اوسکا کچھہ معاملہ ہے تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیے جسکا مال دوزخ ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور مذمت ملتی ہے اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

بارہوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کی ذکر مین

یہ تو ظاہر ہے کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہے پس جب اللہ تعالی کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماوے تو دوسرے شخص کی دو حال ہوتے ہین اول تو یہ کہ وہ نعمت اوسکو بری معلوم ہو اور یون چاہے کہ اسکے پاس نرہے اس حالت کا نام تو حسد ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت یہی ہے کہ دوسری کی نعمت کو برا جاننا اور اوسکی پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم ہو اور نہ اوسکی زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہے اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسری کی جگہ بھی بولی جاتی ہین اور اسکا کچھہ مضائقہ نہین معنی کے رو سے ایسا اکثر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ پس حسد تو ہر حال مین حرام ہے مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھہ لگی ہو اور وہ اوس سی فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اوس شخص پر

برا جاننا اور اوسکے زوال کا خواہان ہونا کچھہ گناہ نہین اسلیے کہ خود نعمت پر تو حسد نہین بلکہ اس وجہ سے
ہے کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہے اور اگر اوس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھہ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد
کی حرمت مین جو حدیثین وارد ہین اونکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اونسے صاف ظاہر ہے کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہے
علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالے کے حکم سے غصہ ہونا ہے کہ اپنے بعض بندون کو
بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسکے لیے نہ کوئی عذر ہے کہ اوس سے خدائی حکام
پر نارضامندی ظاہر کی جاوے اور نہ اسکی اجازت ہے غور کی بات ہے کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی
مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اوسمین اپنا کچھہ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جا بجا
ارشاد فرمائی ایک جگہہ ارشاد فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا
یہ خوشی شماتت کی باعث تھی اور شماتت و حسد لازم ملزوم ہین اور فرمایا وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اسمین یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین
حسد کے سبب ہے اور فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاءً اور حضرت یوسف ع کی بھائیون کی
حسد جہان ذکر فرمائی ہے تو اونکے دلکی بات کو یون ارشاد فرمایا ہے اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا
مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اُقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ یعنی جب باپ
کی محبت حضرت یوسف ع کے ساتھہ بھائیونکو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اوسکے زوال کی فکر کی اونکو اونکی
نظر سے غائب کر دیا اور فرمایا وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا اسمین حسد نکرنے والونکی تعریف ہے
یعنی اونکے دل تنگ نہین ہوتے اور رنج کرتے ہین اور مقام انکار مین ارشاد فرمایا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً اِس کلمہ تک وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
بَغْيًا بَيْنَهُمْ اسکی تفسیر مین بغیا کے معنی حسد کے لیے ہین اور فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنے
علم اونکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ بجا آوری طاعت الٰہی مین متفق ہو کر اسمین مانوس و مالوف ہوتے اوسکے برخلاف حسد
اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست ہمین ملے دوسرے کے پاس نجاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین
اسی رد و بدل مین پڑگئے حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت صلعم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یہ
دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اوس پیغمبر کے کہ جسکے بھیجنے کا تو نے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اوس کتاب کی طفیل سے جسکو تو اوسپر اتاریگا
ہمکو فتح دے اور اونکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمعیل ع کی اولاد مین سے ہوئے تو یہود انکار کر گئے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ پھر اوسکے آگے فرمایا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

یعنی حسد او حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ ایک
روز میرا باپ اور چچا آپ کی پاس سے گہر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان مین کیا
کہتے ہو اونہون نے جواب دیا کہ میری دانست مین یہ وہی نبی ہین کہ جنکی بشارت حضرت موسی علیہ السلام
دے چکے ہین پہر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے اوسنے کہا کہ مین تو زندگی بہر انکا
دشمن ہی ہون گا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے
وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور فرمایا سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ اسمین بہی منافست ہی مراد ہے
اسلیے کہ سبقت وہان ہی ہوتی ہے جہان چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کیخدمت
کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہین تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا نہو میرا ساتہی آقا کے
سامنے اول جا کر ایسی چیز لے لے کہ مجھکو نہ ملے اور حدیث شریف مین تو تصریح ہی اسکی موجود ہے
چنانچہ فرمایا لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَىٰ هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ
اللّٰهُ عِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِهِ وَيُعَلِّمُهُ النَّاسَ پہر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری مین اسطرح فرمائی مَثَلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ
مَثَلُ أَرْبَعَةٍ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي مَالِهِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالًا فَيَقُولُ
رَبِّ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ اور یہ اسلیے ہے کہ
وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجھے بہی ملے یہ نہین چاہتا کہ اوسکی پاس سے جاتا رہے
پہر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ فِي مَعَاصِي اللّٰهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللّٰهُ مَالًا
فَيَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ پس مذمت کرنا
انحضرت صلعم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اوسنے مال سے تمنای معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اوسنے دوسرے
جیسا مال کیون چاہا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسری کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بہی ویسا ہی چاہے
اور دوسرے سے اوسکا دور ہونا پسند نکرے اور نہ اوسکی پاس اوس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمین
کچہہ حرج نہین ہان یہان یہ بات رہی کہ حدیث مذکورہ بالا مین لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تہا
تو اسکا حال ہم پہلے ہی لکہہ چکے ہین کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہہ بولے جاتے ہین اور بقرینہ مقام معنی لیے
جاتے ہین منافست کی جگہہ تو حسد کا استعمال اس حدیث مین ہے اور حسد کی جگہہ منافست کا لفظ اس روایت مین موجود ہے کہ جب قثم بن
عباس اور فضل رض نے یہ چاہا کہ انحضرت صلعم کیخدمت مبارک مین جا کر اس امر کی درخواست کرین کہ حکومت
صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی رض نے اونسے فرمایا کہ وہان جانا فضول ہے انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نفرماوین گے انہون نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد کے

کہتے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو اپنی بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو تمہی
تھے کہ یہ منافست یعنی حسد نہین کی تہی انتہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہی اگر وہ
نعمت دینی اور واجب ہی مثلاً ایمان اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ پس اسپر غبطہ کرنا واجب ہے یعنی یہ چاہنا
کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہی اسلیے کہ اگر واجب چیزونکو اپنے لیے نچاہیگا تو خدا کی نافرمانی
سے گویا خوش ہے اور یہ امر حرام ہے اور اگر نعمت مذکورہ فضائل مین سے ہو جیسے عمدہ باتونمین
خواہ صدقات نفل مین روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہی اور اگر نعمت صرف ایسی
ہی کہ اوس سے بقدر مباح بہرہ ور اور لذت یاب ہو سکی تو اوسمین منافست بھی مباح ہے اور ان سبکا مآل یہ ہی کہ
آدمی یون چاہتا ہے کہ مین دوسرے کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اوسکا شریک ہون اور نعمت کے
برا جاننا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوی ہے اوسکا آرام اور
دوسرے اوس شخص کے سوا جتنے اوس نعمت سے محروم ہین اونکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنیوالا امر اول
کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سے پیچھے رہنا برا جانتا ہے اور نعمت والی کی برابری چاہتا ہی اور اسمین
کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنی نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے
فضل اوسکا ناقص ہے گا ہر چند اسطرحکی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات
بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک اور باریک دقیقہ ہے وہ یہ ہے
کہ جب آدمی اس بات سے نا امید ہوتا ہے کہ مجکو فلان جیسی دولت ملی اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم
ہوتا ہے تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیگا اور اوسکے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی
صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نرہے اور دونون برابر ہو جاوین یا اسکے
پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور
بمقتضاے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کیطرف میل کرے گا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے کے
پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگی گی بہ نسبت اسکی کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت
ہمیشہ رہے کیونکہ اوسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ بہت کم دل
اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولی ہے کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر مثلاً
دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دلمین گذرے کہ میرا بس ہو تو مین
اس نعمت کو اوس سے دور کر دون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود
قابو و اختیار کے بھی تقوی اس امر کا مانع ہو گا کہ دوسرے کی نعمت کو اوس سے علیحدہ کیجیے تو پھر غبطہ

جائز ہے اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے زور سے یہ نہین چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ
اسکو یہ منظور ہے کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک جو ہم نے لکھا شاید اس حدیث مین
یہی غرض ہے ثلٰث لا ینفک المؤمن عنهن الحسد والظن والطيرة اور پھر فرمایا وله منهن مخرج
اذا حسدت فلا تبغ معنی اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دلمین کچھہ گذری بھی تو اوسکے بموجب عمل مت کر
اور نفس الامر مین انسان سے بعید ہے کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر لیا چاہے اور نعمت سے خالی
ہوجاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اوسکے پاس بھی نرہے بلکہ اسکا وہمہ گذرتا ہی ہے
ورنہ دوسرے پر نعمت کے ہمیشہ رہنے سے تو ہمیشہ یہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست جائز جیسے کی ہم لکھہ چکے
ہے تو ضرور ہوا کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام ہے آدمی اکثر اپنے اقارب و یگانون ہی مین
بعضونکو اعلی رتبہ پر دیکھتا ہے تو اونکی برابری چاہتا ہے اسی سے کبھی اوس حسد مین مبتلا ہوجاتا ہے
جو شرعاً ممنوع ہے اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہے جو کبھی
حسد مذموم مین بھی پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ قوت ایمانی اور زور تقوی نہو یعنی رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت
نہین پاتا اور مساوی ہونے کو دل چاہتا ہے تو انجام کو یہی سوجھتا ہے کہ اسکے پاس بھی نرہے تو برابر
ہوجاوین اسطرحکی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہے خواہ امور دینی مین ہو
یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دلمین یہ بات گذر جاوے اور اسپر عامل نہو تو امید ہے کہ معاف ہو جاوے
اور اس بات کو بزور عقل و دین برا جاننا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہو جاوے اب مراتب حسد
معلوم کرنی چاہیین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اسکے
پاس نہ آوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہے دوسرے یہ کہ اوس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہے
اس سے غرض نہین کہ دوسرا اس سے کیون مستفید ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسیکے پاس سے جاتی رہے
مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہے اوسکو اسکا دل چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین
چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہے تیسرے یہ کہ خاص اوس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا بلکہ اوسکا مثل
اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر مثل نملے تو اوسکا زوال چاہتا ہے تاکہ مساوات و برابری ہوجاوے چوتھے
یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر نملے تو اوسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا پس صورت
اخیر جائز اور معاف ہے اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہی اور قسم
دوم بین بین ہے اسمین کچھہ بھلائی ہے اور کچھہ برائی یعنے زوال کسی کی نعمت کا نچاہنا تو اچھی بات
ہے مگر جس شے پر دوسرا قابض ہے اوسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت برا ہی اور پہلا تو نرا برا ہی ہے اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہدیتے ہین

تیرہوان بیان منافست اور حسد کے اسباب مین

منافست کا سبب تو صرف محبت اوس چیز کی ہوتی ہی اگر وہ شے امر دینی ہے تو اوسکا سبب اللہ تعالے کی محبت اور اوسکی اطاعت کی محبت ہی اور اگر امر دنیوی ہی تو اوسکا سبب دنیا کی مباحات کی محبت اور اونسے لذت پانیکا چسکا ہی اور ہمکو غرض حسد مذموم کی اسباب بیان کرنے ہی اوسکی اسباب گو بہت ہین مگر اکثر سات سبب ہوتے ہین اول عداوت دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم تعجب پنجم مقصد مطلوب فوت ہوجانے کا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث و بخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کو دوسرے پر برا جانتا ہے یا تو اسلیے ہی کہ وہ اوسکا دشمن ہے تو دشمن کی خیر کیون منادی اور یہہ سبب یعنے عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیے کہ دستور ہے کہ جب کسی کو کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہے خواہ اوسکی مطلب مین کچہہ خلل انداز ہوتا ہے تو وہ اوس سے دلمین کینہ اور بغض رکہتا ہے اور اوسپر غصہ کرتا ہے اور کینہ و غضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہے تو پہر یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اوسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی جانتا ہے کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہے کہ خدا نے میری سن لی غرض کہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت سمجہنے لگتا ہے اور اگر کچہہ نعمت دشمن کو ملجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہان میری کچہہ پوچہہ نہوئی کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض و عداوت کو لازم ہے اور یہہ کچہہ برابر والے پر موقوف نہین ادنے کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہی یعنی بغض کی جہت سے یہ چاہتا ہے کہ اوسکی دولت جاتی رہے اور پرہیزگار محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرحکی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہہ وہ چیز ہے کہ کافرون کی صفت مین اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا اور فرمایا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ اور یہہ حسد عداوت کی باعث جو ہوتی ہی اس سے کبہی نوبت کشت و خون یا نزاع کی پہونچ جاتی ہی اور تمام عمر نعمت کو دور کرنیکی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہی یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والیکے

پاس نعمت ہوگی تو وہ اوسکی جہت سی بڑائی کرنے لگے گا اور اوسکو برداشت اوسکی کبر و فخر کی نہین کیونکہ اپنے نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تعزز کہتے ہین مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہوجاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہین یہ اس بات سی فخر و تکبر نکرنے لگے تو اوسکو خود تو تکبر منظور نہین ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہین اسلیے حسد کرنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیون ہو یا حسد اس لیے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور متوقع اوس سے خدمت اور فرمان برداری کا ہے جب اوسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کر کری ہوجاویگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تکبر کہتے ہین اور انہین دو سببون یعنے تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمان برداری شاق نہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہوسکے ان نامعقولون نے قدر اوس در شاہوار کی نجانے اور یہ خیال نہ کیا ؎

درا گر یتیم شد بیش بود بہای او		زانکہ خرد فزون نہد در یتیم را بہا

اسطرح قریش کا قول اللہ جل شانہ نقل فرماتا ہے أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِيْنَ اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کی کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد جب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اوس جیسے آدمی پر اسطرحکا رتبہ کیتے ہوئی تعجب کرتا ہے کہ باوجودیکہ مین بہی اوسی جیسا ہون مگر اوسکو یہ رتبہ مل گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے پہلی قوم کی حالات مین ارشاد فرمایا قَالُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور فَقَالُوْا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُوْنَ ان آیات مین اونکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہے وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الی اللہ کیسی پہونچ گیا اسی بنا پر رسولون سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت ان سے جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہمسے بہتر اور افضل ہوجاوے اسمین اسباب حسد مین سے اور کوئی سبب نہتا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اونکے مقولے مذکور ہین أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا اور لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ اور اللہ تعالی نے خود اونکے تعجب کو وا شگاف فرمادیا أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ یا حسد کا باعث مقصود کے فوت ہونیکا خوف ہوتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کی

باعث اپنا مطلب جاتا رہے گا وہ نعمت کی باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی
ایسی مقصود و مطلب پر ہوتی ہے جسکی مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی
چیز ملجاوے جس سے کہ مطلوب کا ملنا سہل ہوجاوے تو دوسرے کو خواہ نخواہ اوس پر حسد ہوتی ہے
کہ یہ ذریعہ مجھکو کیون نملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون مین ہوتی ہے کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی
ہوتی ہے اور دو بھائیون مین بھی واقع ہوتی ہے جبکہ ہر ایک کو ماباپ کی دلمین جگہہ کرنی منظور ہوتا کہ
اونکے نزدیک لائق متصور ہو کر مال وغیرہ کا مالک ہوجاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک استاد کے
اس حسد مین مبتلا ہوجاتے ہین بشرطیکہ استاد کی آنکھون مین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو بادشاہی خواص
اور مصاحبون مین بادشاہ سے مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے یہی حسد ہوتی ہے جو واعظ کہ وعظ
سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے دلون مین عزیز بنا چاہتے ہین اونکو بھی یہی نوبت پیش آتی ہے یا حسد
کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہی یعنی اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہے ایسا دوسرا
نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہو مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی فن مین طاق بے نظیر ہوجاوے
اور لوگ میری تعریف کیا کرین موجب اس امر کا اوسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سننے کا
کہ تم اپنے فن مین یکتاء دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے
زمین پر اپنا نظیر سنے گا تو اوسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اوسکے پاس سے فن نرہے کہ
جسکے سبب میرا سہیم و شریک ہے وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت یا پیشہ یا جمال
یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہے اسکی محبت سے یہ حسد وقوع ہوتی ہے
ورنہ اور اسباب حسد یہان مقصود ہین نہ پہلے کی عداوت ہے نہ تکبر اور تعزز منظور ہے نہ مطلوب کے
فوت ہونے کا خوف ہے بلکہ وہی دعویٰ یک فنی اور اختصاص ہے کہ ہم مین دیگرے نیست اور یہ محبت
جاہ کی اوس سے علاوہ ہے جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ سوا ریاست کے اپنے اور کام نکالنے کیواسطے
لوگون کے دلونمین گھر کرتے ہین علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے
اونکو یہی خوف تھا کہ جب ہمارا علم منسوخ ٹھہرے گا تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہوجاویگی کوئی ہمارا
پیرو نہوگا یا حسد کا سبب ان چھون اسباب گذشتہ مین سے کچھہ بھی نہو صرف خبث نفس اور بخل طبع ہو
کہ اللہ تعالی کی نعمت اوسکے بندون پر بری معلوم ہوتی ہے اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ اونکو شوق
ریاست بھی نہین نہ تکبر اور مال کے خواہان الاحب اونکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان
شخص کو خدا تعالی نے یہ شئی عطا کی اور اوس پر یہ فضل ہوا تو ایہ امر اون پر شاق گذرتا ہے لیکن اگر لوگونکی

پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہین اور خدا تعالی کی نعمت بندون پر دیکھہ نہین سکتے گویا جتنا اونکو ملتا ہے وہ سب اِن کے خزانہ سے دیا جاتا ہے ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنے بخیل سے بھی بدتر سواسطے کہ بخیل تو اوسی کو کہتے ہین جو اپنا مال کسی کو نہ دے اور شحیح اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین بخل کرے یہی حال ان لوگون کا ہے کہ یہ خواہ نخواہ خدا کے دینے پر ناخوش ہوتے ہین حالانکہ بندون اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوتی اور اسکا کوئی اور سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا صرف یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہے

	مقتضای طبیعتش اذیت		نیش عقرب نہ از پے کین ست	

اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہے اسلیے اور اسباب حسد کے عارضی ہین اونمین یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو پیدایش کی خباثت ہے اسکا نکلنا بہت دشوار ہے بلکہ قریب محال پس یہ ساتون سبب حسد کی مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات انمین سے بعض خواہ اکثر یا سب کے سب ایک ہی شخص مین جمع ہوجاتے ہین تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہے اور حسد کو ایک تقویت اور زور ہوجاتا ہے جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہے بلکہ ملت و محبت کو بالائی طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہے اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہے اکثر مین ان اسباب مین کچھہ سبب اکھٹی ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

چودہوان بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسرون اور برابرون اور بھائیون اور یگانون مین زیادہ حسد کیون ہوتی ہے اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونے کا کیا سبب ہے واضح ہو کہ حسد انہین لوگون مین زیادہ ہوتی ہے جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین اونکی زیادتی ہو اور قوت حسد کو اون لوگون مین ہوتی ہے جنمین اون اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہوگئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب اون لوگون مین زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ اونکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپس مین گفتگو کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہین اوسوقت اگر کوئی شخص اونمین سے کسی کے مطلب کے خلاف کہتا ہے تو مطلب والا اوس سے متنفر ہوکر بغض و کینہ دلمین رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسیطرح اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض مین بانوڑا دیا مین بھی اسکی غرض نہونے دون پھر جہان ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہین بہر حال حسد پائی

بیٹھنے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور
دوسرا کسی مین اونمین حسد نہین ہوتی بلکہ اگر دور دور محلو نمین رہتے ہون تب بھی حسد نہین ہوتی البتہ
جب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین جمع ہون اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہون تب حسد
لگتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسیواسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے
سوداگر سے حسد کرتا ہے موچی موچی سے حسد کرتا ہے بزاز سے نہین رکہتا وجہ یہی ہے کہ دونون ایک پیشہ مین
اکٹھے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بہائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرونکی زیادہ حسد کیا کرتا ہے دونون
سوتین آپس مین بہ نسبت ساس نندون کی زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان کہین دو شخصونکا مطلوب واحد ہوگا
اور اونمین اجتماع و نشست برخاست باہمد گر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک
بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہے تو خریدارونکی کثرت چاہیگا جسمین کچھ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین
اوسکا حریف ہوگا اوسکی ساتھہ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب ہے اب اگر اوسکا حریف دوسرا بزاز اوسکے
پاس دوکان رکہتا ہو تو دور کے بزازونکی نسبت اوس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے
بہادر کی حسد کرتا ہے عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان و بہادر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جرات و شجاعت مین
یکتاء زمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین نپائی جاوے پس اس صفت مین جو اوسکا ہمچشم و مزاحم
ہوگا اوسکی حسد کریگا عالم شخص اس مطلب مین اوسکا مخل نہین کہ اوسکی حسد کی نوبت پہونچی ہان عالم
شخص عالم کی حسد کرتا ہے اور انمین بھی واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہے فقیہ و طبیب کی اتنی
نہین کرتا بہر حال بناء حسد دشمنی ہوتی ہے اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہوتا ہے اور
شرکت مقصود دور والے شخصونمین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پہوٹ ڈالتی ہے اسیواسطے
پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان مین شہرت اور
آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود سنیگا اوسکی حسد کریگا غرض کہ جتنے
اسباب حسد ہین سب کا منشا اگر بنظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ دنیا ہی کی
چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتھہ
رہجاتا ہے مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین اونمین بہت گنجایش ہے اور اونکی مثال علم کی سی ہے
کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکہون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت
سے محبت رکھتا ہے اور اوسکی صفات اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقف ہے
اس واقفیت و معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ معرفت مین تنگی نہین اگر ایک عارف

جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال کو لاکھون عارف جانکر خوش ہوتے ہین اور اوس
مزہ لیتے ہین ایک کی لذت و خوشی کا دوسرا حارج نہین ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ انس و لذت
ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء دین مین حسد نہین ہوتی اسلیے کہ اونکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب
الی اللہ ہے اور وہ دونون بڑے سمندر ہین جسکی کچھ انتہا نہین کیونکہ سب لذتون اور نعمتون سے بڑھکر
دولت دیدار خداوندی ہے جسمین کسی کو ممانعت اور روک ٹوک نہین نہ ایک کا دیکھنا دوسرے کا حارج
بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہان اگر عالمون کی غرض علم سے مال و جاہ کا حاصل کرنا
تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام مین سے ہے جب ایک کے ہاتھ مین رہتا ہے دوسرے کے
ہاتھ مین نہین جا سکتا اور جاہ کے معنے دلون مین جگہ ہونے کے ہین جب کسی آدمی کے دلمین ایک عالم
کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاوے گا خواہ کم رہے گا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی
بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسیکے دلمین جم ہوگی تو اس بات کا مانع نہین کہ دوسرے کے دل مین نہ ہووے
اور اوسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال مین یہ فرق ہے کہ مال تو ایسی چیز ہے کہ جب کسیکے
ہاتھ سے نہ نکلے گا دوسرے کو نہ ملے گا اور علم عالم کے دلمین رہتا ہے اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے
پاس بھی جا سکتا ہے علاوہ اسکے مال ایک شی اتنی ہے پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روی زمین کا
مالک ہو جاوے تو دوسرے کے واسطے کچھ بھی نہ بچیگا اور علم وہ چیز ہے کہ جسکی کچھ حد و انتہا نہین وہ سبکا
سب ایک شخص مین آجانا ہو ہی نہین سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال و عظمت
اور ملکوت آسمان و زمین مین فکر کیا کرے تو یہ امر اوسکو ساری نعمتون سے لذیذ تر معلوم ہوگا اور اسمین
کسی طرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دلمین کسی شخص کی حسد نہوگی کیونکہ
اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اوسکی لذت مین سے کیا کم ہوگا اوسکو تو اور زیادہ حظ
اور موانست ہوگی ان لوگون کو جو مطالعہ عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہے اوسکی لذت اون لوگون سے
بڑھکر ہوتی ہے جو چشم ظاہری سے جنت کے درخت اور باغون کی سیر کرینگے اور مزے لوٹین گے اسلیے کہ
عارف کی جنت صرف اوسکی صفت ذاتی ہے جسکو معرفت کہتے ہین یہ جنت کبھی فنا نہین ہوتی اور عارف ہمیشہ
اسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہے اوسکی روح و قلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہے اور یہ وہ میوہ ہے
جسکی شان مین لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ اور قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر عارف آنکھین بند
کر لیتا ہے تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہے اب اگر عارفین لاکھون کثرت ہو تو انمین حسد
نہوگی بلکہ اونکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ

اور یہ حال تو اونکا جبھی تک ہے جب تک دنیا مین رہین اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت مین پردہ اٹھا لیا جاوے گا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہان کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت مین ایک دوسری کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا مین ہین اونمین بھی آپسمین حسد نہین ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہے اوسمین کچھ تنگی اور مزاحمت نہین اور وہ جبھی ملتی ہے جب دنیا مین معرفت ایزدی حاصل ہو اور چونکہ معرفت مین کسیطرح کی مزاحمت نہین اسی جہت سے جنت والون مین بھی حسد نہ دنیا مین ہوگی نہ آخرت مین بلکہ حسد تو وہ بلا ہے کہ اوسکی باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین مین پہونچ جاتا ہے دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ انکو ایسا رتبہ کیون ملا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نکیا تو کہان سے کہان پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہے جب ایسی مقصود پر تواردہ ہو کہ جو سب کو وافی نہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی وسمین حسد بھی نہوگی مثلاً ستارون کی زینت دیکھنے مین کوئی کسیکا حاسد نہین ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہے البتہ باغون کی سیر مین حسد ہوتی ہے کہ یہ زمین کی ایک جز ہی حصہ مین ہوتی ہے اور اگر تمام روی زمین کو آسمان کے مقابلہ مین دیکھو تو کچھ بھی نہین اس صورت مین جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اوسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمین حسد نہو اور ایسی لذت کا جو بیان ہے جبکبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا مین سوا معرفت الہی اور اوسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز مین نہین پائی جاتی اور آخرت مین بھی یہی بکار آئیگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہو اور نہ اوسمین مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہے مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہین ہوسکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہین جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مردونکے مخصوص ہین نامرد و لڑکے اوسکو کیا جانے

جو ہنر ہو وے جسمین جوہر شناس کب ہے		جو صاحب ہنر ہو وہی ہنر کو پرکھے

اسیطرح کی لذت معرفت کے لیے بھی وہ لوگ مخصوص ہین جنکے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہے رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اونکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہین اسلیے کہ اشتیاق معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہے جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت نجانیگا وہ مشتاق بھی نہوگا اور بدون اشتیاق طالب ہونا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہے اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین مین رہنا ہوگا وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ

[Margin note, partly illegible:] ۱ ... نہین غافل ... ۲ ... ایک شیطان ... [illegible]

پندرہوان بیان اوس دوا کا جس سے حسد کا مرض دفع کیا جاتا ہے

جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون مین سے ہے اور امراض دلی کا علاج علم اور عمل سے ہوا کرتا ہے حسد کی روگ کو جو علم مفید ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس بات کو یقیناً جان لے کہ حسد دنیا و آخرت مین سراسر اوسکو مضر ہے اور جس سے حسد کرتا ہے اوسکا دین و دنیا مین کچھہ بھی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے جب یہ بات اچھی طرح جان لے گا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیر خواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کی باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہے وہ یہ ہی کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا اور جس نعمت کو اوسنے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری کیے ہین اونکو برا جانتا ہے پس اس سے بڑہکر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہوا اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ ایک مرد مسلمان نیک کی باعث یہ خیر خواہی ہیش نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندون کی خیر خواہی ہین اونکی زمرہ سے علیحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اونکی گروہ مین داخل ہوا یہ سب باتین دل کی اون خباثتون مین سے ہین کہ اوسکی نیکیون کو ایسا کہا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کہو دیتی ہے اور دنیا مین حاسد کا ضرر یہ ہے کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالی اسکے دشمنون پر نعمتین دیتا رہتا ہے اور وہ جلتا رہتا ہے جتنی اونسے نعمتین ملتی ہین وتنا ہی اوسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہے اور غموم اور محروم بنا پھرتا ہے جو بات کہ یہ اپنے دشمنونکے لیے چاہتا تھا یا اسکے دشمن اسکے لیے چاہتے تھے اوسمین خود مبتلا رہتا ہے اسکی تو تمنا ہی تہی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دم نقد رنج و غم مین پہنسگیا اور جس سے حسد کی اوسکی نعمت بہی حسد سے نگئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بہی ایمان نہوتا ہم مقتضای ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہے کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی رنج ہو اور کچھہ فائدہ نہو اور اگر عذاب آخرت کو بہی جانتا ہو تب تو بطریق اولے بچنا چاہیے عاقل شخص سے بہت عجیب ہے کہ بے فائدہ غضب الٰہی کا اپنے آپ کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھہ بھی نہو اور جس شخص کی حسد کرتا ہے اوسکو دین و دنیا مین حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا صاف ظاہر ہے اسلیے کہ حسد کے باعث اوسکی نعمت دور نہین ہوتی بلکہ جو کچھہ اللہ تعالی نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہے وہ وقت مقررہ تک بیشک رہے گا اوسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ و لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ خود فرماتا ہے اسی بنا پر جب ایک پیغمبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہو کر ظلم کیا کرتی تھی

تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہمنے ازل مین مقدر کردیا ہے اوسکی تبدیل کی کوئی صورت نہین جیسا اقبال وعمل اسکا
لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر یہ معلوم ہو اوسکے سامنے سے ٹل جاؤ غرض جب نعمت کا زوال حسد
سے نہین ہوتا تو محسود کو دنیا مین کیا ضرر ہے اور آخرت مین کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شائد حسد کی
باعث نعمت اوسکے پاس سے جاتی ہی رہی تو ایسا مین اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ آخر کوئی حاسد
کا بھی دشمن ہوگا جو اوسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا مین کوئی
بھی ایسا نرہے جسکے پاس خدا تعالی کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو
مسلمانونکی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ
مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسری کی نعمت
جاتی رہی وہ گویا یہ چاہتا ہی کہ مجھسے کفار کی حسد کی باعث نعمت ایمان سلب ہوجاوے اسیطرح اور نعمتونکو قیاس کرنا چاہیے
اور اگر حاسد جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اورونکی نعمت جاتی رہے گی مگر اورونکے حسد سے میری نعمت
نجاویگی تو یہ نہایت جہالت وبے وقوفی ہے ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہے کہ نعمت خاص میرے ہی
لیے رہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی نہین ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیون اسکی پاس
آجاوے پس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہین قابل شکر گذاری کے ہے جسکو جاہل
برا جانتے ہین اور محسود کا فائدہ دین ودنیا مین بھی ظاہر ہے دین مین تو اسلیے کہ اوسپر حاسد نے ظلم
وزیادتی کی خصوص ایسے حال مین کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال وافعال مین ہوا ہو اور محسود کی
غیبت وطعن وہتک اور بدگوئی پر آمادہ کیا ہو ان باتون سے حاسد کے حسنات محسود کو ملین گے اور سیئات حاسد
کو نعمت آخرت سے ننگا گنہگار رہجاوے گا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس ومحروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ
نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑہ چڑہ کر ملی کہ نیکیان ہوئین کسی سے اور اوسکو مفت ملین اور حاسد
کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا مین حسد کا مارا جاتا ہا اور آخرت مین کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا
اور محسود کا نفع دنیا مین یہ ہے کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے دشمنونکو شقاوت اور برائی پہونچی اور ہمیشہ
رنج وتکلیف مین رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنے حاسد کو موجود ہے کوئی رنج ودکھ حسد کے رنج سے
بڑہکر نہین غایت تمنا دشمنونکی یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ چین کرین اور اونکے حاسد حسرت وغم مین مبتلا رہین
پس حاسد اونکی غرض وتمنا کے بموجب ہی رہتا ہے کہ وہ مزے لوٹتے ہین اور یہ چھاتی کوٹتا ہی اور یہی
وجہ ہے کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد
کی آگ مین مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہین کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہے

اگر اوسکو معلوم ہو جاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہو گئی تو اوسپر گویا مصیبت ٹوٹ پڑی اب اگر ان باتونکو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین قطعی اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیر خواہ اسلیے کہ ایسی بات کی جسمین اپنا اسقدر ضرر دنیا و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا اور خالق و مخلوق کے سامنے برا ٹھہرا اور حال و مآل مین بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جونکی تون بنی رہی پھر اسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اوسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دوسرا شخص اوس سے محبت کرنے لگے اور اوسکو بھی ویسا ہی ثواب ملے اسلیے اوسکی دل مین بغض ڈالدیتا ہے کہ محبت کے ثواب سے بھی محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے بھی محروم رہا ہے اخبار سے ثابت ہے کہ جو شخص مسلمانون کی بہتری چاہے اوسمین وہ بھی شریک رہتا ہے چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اونکے پلہ کا نہین آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور ایک روز اثناء خطبہ مین ایک اعرابی آپ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہو گی آپ نے پوچھا کہ تو نے اوسکا کیا سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے اوسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے الا اللہ تعالی اور اوسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ حضرت انس رح راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانونکو اوس روز ہوئی ویسی کبھی نہوئی تھی یعنی اس سے کہ اکثر اونکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا ؎

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان		چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابو بکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہین گو اون کے سے عمل نہین کرتے اسی محبت کی باعث خدا کی ذات سے توقع ہے کہ ہم اونکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت ابو موسی رض فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص خود تو نماز و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون سے محبت رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہو سکے تو عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو اونسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نرکھہ سکے تو بغض بھی نرکھے آپ نے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکالدی ہے اب تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس نے بباعث

حسد کسطرح محبت کے ثواب سے محروم رکہا اور اسی پر اکتفا نکی بلکہ دوسرے کا بغض بہی دلمین ڈالکر
اوسکو نظرون مین برا کر دیا یہانتک کہ گنہگار ٹھہرایا اور حاسد کے گناہ مین کیا شک ہے مثلاً اگر کسی عالم سے
حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسیطرح اس سے دین مین بہول ہوجاوے اور اوسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا
ہووے یا بولنے مین بند ہوجاوے یا بیمار پڑکر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑہکر اور کونسا
گناہ ہوگا ہان اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اس وجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے
محفوظ رہیگا حدیث شریف مین ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہین اَلْمُحْسِنُ وَالْمُحِبُّ لَہٗ وَالْکَافُّ عَنْہُ
یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو محسن سے ایذا دور کرین ایذا سے غرض ایذاء جسمانی اور حسد اور بغض اور
کراہت وغیرہ ہین لیکن مثال مذکورہ بالا مین شیطان نے حاسد کو تینون قسمون مین سے ایک کو بہی
پہونچا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچہہ بہی اثر نکیا مگر شیطان کی حسد اوسکے نفس پر کام کر گئی یہانتک
کہ خواب یا بیداری مین حاسد کا حال اوسپر منکشف ہوجاوے تو یون معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کیطرف
تیر پہینکتا ہے کہ اوسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اوسکے لگا بلکہ اسیکی دہنی آنکہہ مین لوٹکر آ لگا
پہر غصہ ہوکر دوسرا جو مارا وہ بہی اچٹکر اسکی بائین آنکہہ مین لگا پہر اور جہنجہلا کر تیسرا تیر مارا وہ بہی ہٹکر
اسیکے سر مین آ لگا اسیطرح بار بار یہ اوسکو تاک تاک مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسیکے پہر کر لگتا ہے وہ بہرحال سالم
و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیان بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسیطرح
تمسخر کرتے ہین بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ برا ہے کیونکہ تیر کو صرف
نقصان آنکہون کا پایا اور اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اوسوقت نہ جاتی تو مرنے کے بعد فنا
ہوجاتے اور حاسد کے اوپر گناہون کی بوچہار ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بہی اسکا نتیجہ ساتہہ رہیگا اور کیا
عجب ہے کہ غضب خداوندی دوزخ مین پہونچا دے پس دنیا مین اندہا ہوکر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ
آنکہون کے ہوتے دوزخ مین جاوے اور اونکو آتش دوزخ کہاوے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ
اللہ تعالی نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یون چاہتا تہا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے
اوسکے پاس سے تو نکہوئی اسیکے پاس سے کہودی یعنی آفات سے بچا رہنا اور غم والم سے سلامت رہنا
بڑی نعمت تہی حاسد کو اوس سے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ اور اکثر
ایسا بہی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اوسمین مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم
ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اوسمین مبتلا نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین
کہ جو چیز مینے کبہی حضرت عثمان رضکیواسطے تمنا کی وہ مجہپر بہی یہانتک کہ اگر مین اونکی قتل کی تمنا کرتی

تو خود مقبول ہوئی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اون چیزونکو خیال کرنا چاہیے جو حسد کے
باعث پیدا ہوتے ہین یعنے اختلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا خواہش پر چلنا اور دل کے پہوڑے
پہوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومین ہلاک ہوئی ہین یہانتک علاج علمی تہا پس جب
آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اوسکو سوچے گا حسد کی آگ تہ دل مین فرو ہو جاویگی اور جانے گا
کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میرے دشمنون کی خوشی کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوشی
کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی اب علاج عملی کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اوسکے
خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہتا ہے کہ محسود کی برائی بیان کیجیے تو اپنی
زبان سے بزور اوسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے مارے تکبر کو جی چاہتا ہے تو بتکلف اوس سے تواضع اور عذر
پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اوسکو نہ دینے کے ہو تو جتنا پہلے دیتا تہا اوس سے زیادہ دینے کی عادت کرے
جب یہ باتین کوشش اور اجتہاد سے کریگا اور محسود کو معلوم ہو جاوے گا تو وہ راضی ہو جاویگا
اور محبت کرنے لگے گا اور جب اوسکی طرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بہی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور اسکے
اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جاوے گا اسلیے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور سے
نعمت والے کا دل کہنچ آتا ہے اور غلام بنجاتا ہے اور پہر بافی پیش آتا ہے اور اونکے عوض مین سلوک
کرنا چاہتا ہے جب اوسکی طرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بہی انسان بندہ احسان کا مضمون
پیش ہو کر جو باتین بتکلف سرزد ہوتی تہین اب طبعی ہونے لگتی ہین اور اس باب مین شیطان حاسد کو
یہ دہوکہا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظرون مین عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق
ٹہیرے گا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب مین نہ آوے بلکہ یون جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً
عداوت طرفین کو دور کر دیتی ہے اور حسد کے دانت کہٹے ہو جاتے ہین دل الفت و محبت کی طرف
رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکہ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور
نہایت مفید ہے اسلیے کہ شدت سے تلخ ہے اور یہ کہ داروئی تلخ ست دفع مرض خود مشہور ہی ہیں جو شخص
تلخی دوا پر صبر نہ کرے گا وہ شیرینی شفا بہی نہ چکہیگا اس دوا کی تلخی جبہی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی
اون باتون کو سوچے جو اوپر مذکور ہوئین اور اللہ تعالی کے حکمون پر ضرور راضی رہے اور ثواب رضا کا
طالب ہو اور اپنے آپ کو وہی منظور رہے جو خدا کو منظور رہا اپنے نفس سے یہ بات نکالدے کہ کوئی چیز میری مرضی
کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دل مین جمی رہیگی تو گویا ان ہونی بات کا خواہان ہوگا اسلیے کہ اسکی امید
کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہون سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا ملنا بہی ایک طرح کی لذت

اور حسرت ہے اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہون یا جو کچھہ ہو جاوے اوسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار مین نہین نہ تکلف اور مجاہدہ اوسمین کار آمد اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اوسکا حاصل کرنا واجب ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخ کنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ انکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشاء اللہ اپنے اپنے موقع پر آوے گا کیونکہ اس مرض کا مادہ یہی اسباب ہین اور روگ بدون قطع مواد کے نہین جاتا پس جو شخص اون علاجونکو دستور العمل بناوے گا تو اور کچھہ نہین تو اسقدر تو ضرور ہو گا کہ دل مین تسکین اور ٹھنڈک ہو جاوے اور مواد کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کے بھی دشوار ہے مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب حسد مین سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کرے گا اور اوسکی نسبت لوگون کے دلون مین زیادہ جگہہ کرنی چاہے گا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہو گا تو اوسکو البتہ رنج ہو گا غایت یہ کہ اپنے ہاتھہ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور پی جاوے مگر یہ نہین ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نرہے

سولھوان بیان اوس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا دل مین سے واجب ہے

جاننا چاہیے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر تمکو کوئی ایذا دے تو تم سے یہ ہو سکیگا کہ اوس سے بغض نرکھو یا اوسپر کوئی نعمت آجاوے تو برا نجانو اور نیکی و بدی مین اوسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونون حالون مین ہمیشہ فرق معلوم ہو گا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف کھینچتا رہے گا لیکن اگر اوسکا جذبہ غالب پڑجاوے گا حتی کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری مین ہونے لگے تو تم حاسد اور گناہگار ٹھہرو گے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھو گے مگر باطن مین خواہان اسبات کے ہو گے کہ نعمت اوسکی جاتی رہے اور اسبات کو برا نجانتے ہو گے تب بھی حاسد اور عاصی ہو گے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا[1] اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً[2] اور فرمایا إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ[3] اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہین مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہین ہین بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اوسکے محل نہین ہان اتنا فرق ہے کہ اس قسم حسد مین جو اقوال و افعال ظاہری مین نہ آوے اور دل ہی مین رہے کوئی حق عبد نہین ہے کہ اوسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گناہگار ٹھہرتا ہے اور معاف کرنا وہان

---

[1] اور نہین پاتے اپنے دلون مین اوس چیز سے جو ان کو ملا ۱۲

[2] چاہتے ہین کہ تم کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر تم برابر ہو جاؤ ۱۲

[3] اگر تمکو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انکو ۱۲

واجب ہوتا ہی جہان اسباب کا ظہور اعضا ظاہری پر ہو اب اگر باوجود اعضا ظاہری کے روکنے کے اپنے نفس کے اوس حالت کو بھی برا سمجھو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیون پسند کرتا ہی تنگ ہوا کہ گویا نفس پر بوجہ غصہ کے اور تو پہ برا سمجھنا عقل کی جانب سے ہوگا یعنی طبیعت کیطرف سے جو خواہش زوال نعمت پائی جاویگی اوسکو برا جاننا عقل کیطرف سے ہوگا اس صورت مین جو امر تمپر واجب تہا وہ کر گذرے اگر اسسی زیادہ اور کچھہ اختیار مین نہین ہوتا اور اسطرح پر طبیعت کا بدل دینا کہ اوسکے نزدیک موذی اور محسن ایک سے ہو جاوین اور خواہ اونپر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اوسکا یکسان حال ہی یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہے بشرطیکہ آدمی دنیا کی لذات مین پہنسا ہے ہان اگر اللہ تعالی کی محبت مین ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنیگا تو ایسا حال ہو جاوے گا کہ بندون کی جدی جدی احوال کیطرف توجہ نرہے گی سبکو ایک ہی آنکہہ سے دیکھے گا یعنے سب پر نظر رحمت ہی کرے گا اور سب کو مخلوق خدا اور اونکی افعال کو افعال خدا سمجھیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الہی جانیگا اور یہ حال اگر کسیکو میسر بہی ہوتا ہی تو دائمی نہین بجلی کی چمک کیطرح آناً فاناً گذر جاتا ہے پہر قلب اپنی حالت طبعی کیطرف آجاتا ہے اور دشمن جانی شیطان لعین پہر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہی ہان اگر اوس مردود کے مقابلہ مین بزور عقل اوسکی بات کو برا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہے اوسکو ادا کر چکا اور بعضون کا قول ہے کہ جب تک حسد کا ظہور اعضا ظاہر پر نہو تب تک گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن رض سے کسی نے حسد کو پوچہا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکو پوشیدہ رکہنا چاہیے اس سے کچھہ ضرر نہین ہونیکا جب تک کہ ظاہر نکروگی اور بعضون نے اس روایت کو اونسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلَاثَةٌ لَا يَخْلُو مِنْهُنَّ مُؤْمِنٌ وَلَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ اَنْ لَا يَبْغِيَ مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد وہی لیجاوے جو ہم اوپر لکہہ چکے ہین یعنی دین اور عقل کی جانب سے بتقاضائے محبت طبعی حسد باطنی کی برائی بہی دلمین ہو اور اسی برائی کی جہت سے بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی حدیثین کہ حسد کی مذمت مین وارد ہوئی ہین بظاہر اسی بات پر دلالت کرتی ہین کہ سب قسم کے حاسد گناہگار ہین علاوہ اسکی حسد صفت قلب کا نام ہے نہ افعال کا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہے خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دلسے حسد کرے اور ظاہر مین اوسکا اثر نہو تو اسطرحکی حسد کے گناہ ہونے مین اختلاف ہی لا ظاہر آیات و احادیث سے وہی معلوم ہوتا ہی جو ہم لکہہ چکے ہین اور بعضون کی جہت سے بہی کچھہ ایسا ہی سمجھا جاتا ہی اسلیے کہ بہت بعید معلوم ہوتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دلسے خواہان ہو اور اس خواہش کو

برا بھی نجانے اور پھر معاف کر دیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھ تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضائے طبع اوسکی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈھونڈھے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعاً معاف ہے اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس سے زیادہ کچھ نہین دوسرے یہ کہ دل مین اوسکی نعمت کے زائل ہونے کی محبت ہو اور اوسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اور اعضا سے تو یہ حسد یقیناً ممنوع ہے تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اوسکو برا نسمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الا اعضا ظاہری پر حسد کا ظہور کچھ نہو اور مقتضائے حسد سے کوئی فعل اختیاری نکرے تو اس قسم مین اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اسی قسم مین بقدر قوت وضعف محبت زوال نعمت کے گناہ ہوگا واللہ اعلم والحمد للہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اس مین پانچ بیان ہین

سزاوار ہے حمد و ثنا کا بجز واسع مشہور احسن ہے کہ مین اوسکے بہو کر دیے	اس ورطہ سے ہو پار کوئی کیا مستعد و دنیا کی برائیاں کرون جسے مذکور نہ

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اوسکے دوستون اور دشمنون کی سب کی دشمن ہے اللہ کی دشمن اسلیے ہے کہ اللہ کے بندونکو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی ہے رہزنی کرتی ہے اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی نے اوسکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف نگاہ بھر کر نہین دیکھا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہے کہ اونکے سامنے بڑی ہی زیب اور آرائش سے بن ٹھن کر آتی ہے اور اپنے بہلاوے دکہلاتی ہے کہ کسیطرح فریفتہ ہو جاوین اونکو اوسکے علیحدہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہے اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہے کہ آخر اپنے مکر و فریب سے اونکو بتدریج پھنسا لیا یہانتک کہ وہ اسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ایسا اونکو محتاج کریگی کہ بجز حسرت وندامت کچھ ساتھ نہ لیجاوینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے دنیا کی جدائی سے جدا داغ بدل ہونگے اور اخروی مصائب مین جا پڑینگے اگر فریاد کرینگے تو یہ جواب سنینگے اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ اور اس آیت کی مصداق بنینگی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ جب دنیا کی آفات و شرور کا یہ حال ہے تو اول اوسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہے اور یہ کہ باوجود عداوت کے اوسکی پیدا ہونے مین کیا حکمت ہے اور اسکی فریب اور شرور کے راستونکو بھی معلوم کرنا لابدی ہے اسلیے کہ جو بدی کو جانتا ہی نہین اوس سے کسطرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اوسمین مبتلا ہو جاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور

مثالیں اور حقیقت اور اوسکے معنوں کی تفصیل اور اوسکے کاموں کی اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے
کہ حاجت اوسکی طرف ہوتی ہے اور جس باعث سے کہ لوگ اوسمین مشغول ہو کر خدا سے پہر جاتے ہین وہ اسکو
بہی لکھین گے

بیان اول دنیا کی مذمت مین

کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر حال لوگونکو اوسکی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت
کیطرف رجوع کرنے کا حکم ہے بلکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بہیجنے سے بہی صرف یہی مقصود ہے اس
لحاظ سے کلام اللہ سے اسکی سند لانے کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اس باب مین وارد ہین
اونکو لکہے دیتے ہین حدیث روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب رض
سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے یا نہین انہون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہوتی
تو یہان کیون ڈالدیتے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ دنیا
اللہ کے نزدیک اس بکری سے بہی زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچہر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو
اوسمین سے ایک گہونٹ بہی نہ ملتا اور دوسری حدیث مین فرمایا اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ
اور فرمایا اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ مِنْهَا اور حضرت ابو موسی اشعری سے یہ حدیث
مروی ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى اور فرمایا
حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ اور زید بن ارقم رح فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابوبکر رض کے ساتھ تہے کہ اونہون نے
پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لے آئے جب آپ نے منہ سے لگایا خوب روئے یہان تک کہ سب ساتھی
بہی رونے لگے اور رو کر چپ ہوگئے مگر حضرت صدیق رض چپ نہوئے اور برابر روتے رہے حتی کہ لوگون نے
جانا کہ ہم سبب گریہ بہی نہ پوچہ سکین گے پہر آپ نے اپنی آنکہین پونچہ ڈالین لوگون نے عرض کیا
کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روئے تہے آپ نے فرمایا کہ مین ایکدفعہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہا مینے دیکہا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو
حالانکہ وہان کوئی نہ تہا مینے عرض کیا کہ آپ کسکو دفع کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہو کر میرے
سامنے آئی ہین مینے اوسکو کہا کہ مجہسے علیحدہ رہ وہ پہر آئی اور مجہسے کہنے لگی کہ اگر آپ
مجہسے بچے رہین گے تو آپ کے بعد کے لوگ تو نہین بچین گے اور ایک حدیث مین ہے یَا عَجَبًا كُلَّ الْعَجَبِ
لِلْمُصَدِّقِ بِدَارِ الْخُلُوْدِ وَهُوَ يَسْعٰى لِدَارِ الْغُرُوْرِ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گہورے
پر کہڑے ہوئے اور لوگون کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکہو اور اوس گہورے پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی

ہڈیان لیکر فرمایا کہ هٰذِهِ الدُّنْيَا اسمین یہ ارشارہ ہے کہ زینت دنیا بھی ان کپڑونکی طرح جلد کہنہ ہوجاوےگی
اور جو جسم دنیا مین پرورش پاتے ہین وہ ان ہڈیون کی طرح سڑگل جاوینگی اور ایک حدیث مین
فرمایا اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَمَّا
بُسِطَتْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَمُهِّدَتْ تَاهُوْا فِي الْحِلْيَةِ وَالنِّسَاءِ وَالطِّيْبِ وَالثِّيَابِ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا
ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو غلام بنالے گی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو
جو تلف نکرے یعنے دنیا مین خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہے جسکا خزانہ خدا کے پاس ہوگا اوسکو
کچھہ آفت کا خوف نہین اور یہ بھی اونہین کا ارشاد ہے کہ لے گروہ حوار یین مینے تمہارے لیے دنیا کو
اوندہے منہ کردیا ہے ایسا نہو کہ میرے بعد تم اوسکو اٹھا کھڑا کردو دنیا کی خباثت مین سے ہے کہ آدمی
اسکے لیے خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور جب تک یہ نہین چھوٹتی آخرت نہین ملتی دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور
مسافرون کی طرح سے اوسپر گذر جاؤ عمارت وغیرہ نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیون کی جڑ دنیا کی
محبت ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک گھڑی کی خواہش نفس بہت دنون کے رنج کا موجب ہوتی ہی اور یہ بھی
اونہین کے ارشادات مین سے ہے کہ تمہارے لیے دنیا اوندہے منہ پڑی ہے اور تم اوسکی پشت پر چڑہے ہو
تو چاہیے کہ دنیا کی باب مین بادشاہ اور عورتین تمہارا مقابلہ نکرین یعنے بادشاہون سے دنیا کے لیے مت جھگڑو
کیونکہ جب تم اونسے اور اونکی دنیا سے غرض نرکہوگے وہ تمہارے درپے نہونگے اور عورتون سے
بچاؤ کیصورت نماز و روزہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا بعضون کی خود طالب ہی اور بعضے اوسکی طالب
ہین پس جو لوگ طالب آخرت ہین اونکی تو دنیا زندگی بھر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہین اونکو آخرت
بلاتی رہتی ہے یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور حضرت موسی بن یسار سے یہ حدیث
مروی ہے اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ لَمْ يَخْلُقْ خَلْقًا اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ مُنْذُ خَلَقَهَا لَمْ يَنْظُرْ اِلَيْهَا
اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لیگئے
لشکر آپ کی ہمرکاب تہا دہنے بائین جن اور آدمی پرے باندہے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے
عابد نے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپ نے سنکر فرمایا کہ مومن
کے نامۂ اعمال مین ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا اس تمام کروفر سے بہتر ہے کیونکہ یہ کچھہ جو مجکو ملا ہی سب فانی
چیز ہے اور اللہ کا ذکر ساتھہ رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا
ارشاد فرماتا ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ اس سے یہ غرض ہے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ میرا ہے حالانکہ
اوسکا اوسیقدر ہے جو کہا لئے مین کہو دیا یا پہنکر اوڑا دیا یا خیرات دیکر جمع کر دیا اور فرمایا اَلدُّنْيَا دَارُ

مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَا عَقْلَ لَهُ وَعَلَيْهَا يُعَادِي مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ وَعَلَيْهَا يَحْسُدُ مَنْ لَا فِقْهَ لَهُ وَلَهَا يَسْعَى مَنْ لَا يَقِينَ لَهُ اور فرمایا مَنْ أَصْبَحَ وَالدُّنْيَا أَكْبَرُ هَمِّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ وَأَلْزَمَ اللهُ قَلْبَهُ أَرْبَعَ خِصَالٍ هَمًّا لَا يَنْقَطِعُ عَنْهُ أَبَدًا وَشُغْلًا لَا يَتَفَرَّغُ مِنْهُ أَبَدًا وَفَقْرًا لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ أَبَدًا وَأَمَلًا لَا يَبْلُغُ مُنْتَهَاهُ أَبَدًا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ارشاد فرمایا کہ مین تجکو دنیا اور مافیہا دکہا دون مینے عرض کیا کہ بہت بہتر آپنے میرا ہاتہہ پکڑا اور مدینہ مطہرہ کے ایک جنگل مین تشریف لائے وہان ایک جگہہ کہوپریان اور پاخانہ اور ہڈیان و چیتہڑے پڑے تہے آپنے فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہ کہوپریان ایسے ہی حاو کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو اور ایسے ہی امل کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہوگئین کہ اونپر چمڑا بہی باقی نہین اب چند روز مین راکہہ ہوجاوینگی اور پاخانہ جو دیکہتے ہو یہ اونکی غذا تہی معلوم کہان کہان سے کماکر کہایا تہا آج ایسا ہوگیا کہ تمکو اس سے نفرت ہی اور یہ چیتہڑے اونکی پوشاک کے ہین کہ ہوا سے مارے مارے پہرتے ہین اور یہ نلیان اونکے چوپایون کی ہین جنپر چڑہ چڑہ شہر بشہر پہرا کرتے تہے پس جب انجام اس دار ناپائدار کا ہے تو مقام عبرت و گریہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم جب تک خوب نہ رولیے تب تک وہان سے نہ ہٹے

گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشان مین	عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا
کہین آئینہ زانو سکندر کا شکستہ تہا	کہین ٹوٹا پڑا تہا کاسہ سر خاک مین جم کا

اور روایت ہی کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ اِبْنِ لِلْخَرَابِ وَلِدْ لِلْفَنَاءِ اور حضرت داؤد بن ہلال رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفون مین مرقوم ہے کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہے جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے مینے اونکے دلون مین تیرا بغض ڈالدیا ہے اور تیری طرف سے اعراض کو ئی خلقت مینے تجسے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیری ہر ایک حالت ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مینے تجکو پیدا کیا اوسی روز حکم کرچکا ہون کہ تو کبھی کسیکے پاس نرہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشحال اون نیک لوگون کا جنکے دلمین میری رضا اور ضمیر مین راستی و استقامت ہو اونکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبر وسے اوٹہکر میری طرف چلینگے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجہسے توقع کرتے ہونگے اوسیقدر اونکو عطا کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے جب سے ادہر مین

اونکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کریگی کہ الٰہی آج اپنے کسی اونیٰ ولی کے لیے مجھہ مین سے حصہ عطا فرما ارشاد ہوگا کہ او ناچیز چپ رہ دنیا مین تو مینے تجکو اونکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند کرونگا کہ تو اونکے پاس ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہے کہ جب اونہون نے اوس درخت مین سے کہایا تو اونکے پیٹ مین کچھہ گڑبڑ ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤن مین نہ تھی کہ کہانے سے حاجت پاخانہ ہو صرف اوسی درخت مین یہ تاثیر رکہی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بہی ہوئی تھی غرضکہ قضا حاجت کے لیے گہومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ انسے پوچھو کیا چاہتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہے اوسکو کہین ڈالدون فرشتے نے بموجب ایماء ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہہ اس قابل ہے فرش اور تخت اور نہرین اور درختون کی سائے ہین انمین سے کوئی جگہہ اس قابل نہین اسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز کچھہ لوگ ایسے آوینگے کہ اونکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اونکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان وہ نماز بہی پڑہتے ہونگے روزے بہی رکہتے ہونگے اور کچھہ رات سے جاگتے ہونگے الا اونمین یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنے چیز اونکے سامنے ہوتی تہی اوسپر کود پڑتے تہے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا اَلْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ فِیْہِ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ بِہٖ فَلْیَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِہٖ لِنَفْسِہٖ وَمِنْ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ وَمِنْ حَیَاتِہٖ لِمَوْتِہٖ وَمِنْ شَبَابِہٖ لِہَرَمِہٖ فَاِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا مِنْ دَارٍ اِلَّا الْجَنَّۃُ اَوِ النَّارُ اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دل مین دنیا و آخرت دونون کی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ آپکی عمر سب انبیا سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا ہیچ ہے

دنیا خوابیست زندگانی دروے		خوابیست کہ درخواب بہ بینی آنرا

اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے آپ نے فرمایا کہ مجکو پہلے ہی لوگون کے کہنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِحْذَرُوا الدُّنْیَا فَاِنَّہَا اَسْحَرُ مِنْ ہَارُوْتَ وَمَارُوْتَ اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے اصحاب کے مجمع مین تشریف لاکر فرمانے لگے کہ کسی کو تم مین یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی اوسکو بینا کر دے
اور اندہاپن جاتا رہے جان رکہو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کیطرف ہوگی اور اوسمین طول امل
کرے گا تو اوسی قدر اللہ تعالی اوسکو اندہا کرے گا اور جو کوئی اپنے امل بہی مختصر رکہے گا اور دنیا مین
زہد کرے گا تو خداوند کریم اوسکو بے سیکہے علم دیگا اور بے کسی کے تبلائے ہدایت کرے گا اور یہ بہی دیکہو
کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ اونکے پاس سلطنت بدون ظلم و کشت و خون نہ ہوگی
نہ تو انگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود
قدرت تونگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت و عزت کے برداشت کرے
اور اس صبر و تحمل سے بجز رضا مولی اور کچہہ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب
عنایت فرماوے گا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینہہ پڑا اور بادل
بہی گرجتا تہا آپ نے چاہا کہ کسی جگہہ پناہ لیا چاہیے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اوسکے پاس آئے
معلوم ہوا کہ اوسمین کوئی عورت ہے اوسکو دیکہکر وہانسے دوسری طرف پہرے اور ایک پہاڑ کے
درہ مین قصد جانے کا کیا دیکہا تو اوسمین شیر ہے آپ نے اوسپر ہاتہہ رکہکر فرمایا کہ الہی سب کا تو نے ٹہکانا
بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹہکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹہکانا میری رحمت مین ہے قیامت کو تیرا بیاہ سو
حورون سے کرونگا جنکو مینے اپنے ہاتہہ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیری ولیمہ کی دعوت
کہلاؤنگا جنمین سے ایک دن دنیا کی عمر کی برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا کے
زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین
کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کہ کیسے اوسکے فریب مین آکر مرجاتا ہے اور اوسکو چہوڑ جاتا ہے
دنیا تو اوسکو دہوکا دیتی ہے اور وہ اوسپر اعتبار کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے اور بڑی حسرت اونپر ہے
جو دہوکا کہا کر جس چیز کو برا جانتے ہین وہی اونکے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیز وہانسے جدا ہو جاتی ہین
اور جو کچہہ اونسے وعدہ ہوا کرتا تہا وہ اوسوقت آپہونچتا ہے اور افسوس ہے اوسپر جو دنیا کو مدنظر رکہے اور خطاؤن کو
دستور العمل بناوے کل کو گناہون کی فضیحت و رسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بہیجی کہ اے موسی تیرا اس ظالمون کے گہر مین کیا کام ہے یہ تیرا گہر نہین اپنی ہمت کو
اس سے علیحدہ کر اور اپنی عقل سے اس سے جدا ہو یہ برا گہر ہے ہان جو شخص اسمین اچہے کام کرے اوسکے
لیے یہ اچہا گہر ہے اے موسی مین ظالم کی تاک مین لگا ہون یہانتک کہ اوس سے مظلوم کا عوض لون
اور روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ جراح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین مین بہیجا تہا وہانسے

جب آپ پھرے تو کچھ مال لائے انصار نے جو اونکی تشریف آوری کا حال سنا سبکے سب کا صبح مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوئے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانے کا کیا
تو سب روکنے کو کھڑے ہو گئے آپ نے اونکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے
یہ سنا ہوگا کہ ابو عبیدہ کچھ لائے ہین انہون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ خوش ہو تمکو جو خدا نے
تم سے تکلیف دفع کی بخدا کہ مین اس بات سے نہین خوف کرتا ہون کہ تم محتاج ہو جاؤگے البتہ اسکا
ڈر ہے کہ کہین تم پر دنیا کی زیادتی ایسی ہو جاوے جیسی تم سے پہلے لوگون پر ہوئی تھی اور اونہین
کی سی رغبت تم مین بھی ہو جاوے اور پھر دنیا تمکو بھی انہین کیطرح تباہ کر دے اور حضرت ابو سعید
خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَکْثَرَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مَا یُخْرِجُ اللّٰہُ
لَکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ لوگون نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا
زَہْرَۃُ الدُّنْیَا اور ایک حدیث مین فرمایا لَا تُشْغِلُوْا قُلُوْبَکُمْ بِذِکْرِ الدُّنْیَا یہان مقام تامل ہے
کہ آپ نے ذکر سے بھی منع فرمایا اوسکا حاصل کرنا تو درکنار اور عمار بن سعید رض سے روایت ہے کہ حضرت
عیسی علیہ السلام کا گذر ایک گاؤن پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستون مین مرے پڑے تھے آپنے
حواریین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الہی سے ہلاک ہوئے ہین ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے
انہون نے عرض کیا کہ کسیطرح انکا حال ہمکو معلوم ہو جاتا تو خوب ہوتا آپ نے جناب باری مین
عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کیوقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہو گئی آپ نے ایک ٹیلے پر
کھڑے ہوکر پکارا او گاؤن والو وہانسے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے اے روح اللہ آپنے
فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ مین جا پڑے
آپ نے پوچھا کہ اسکا سبب کیا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہم لوگونکو محبت دنیا تھی اور گناہ گارون کی
فرمان برداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اوسنے عرض کیا کہ جتنا لڑکا اپنی
ماکو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہوکر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ
تیرے اور ساتھی جواب کیون نہین دیتے عرض کیا کہ اسلیے کہ اونکے منہ مین آگ کی لگام ہین اور انکی
باگین فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہین آپ نے پوچھا کہ اونمین سے تو کسطرح بولتا ہے اوسنے عرض کیا
کہ مین اونمین تو نہ تھا لیکن چونکہ اونکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجکو بھی نہ چھوڑا اب مین دوزخ کے
کنارہ پر لٹکا ہوا ہون یہ نہین جانتا کہ اوس سے بچونگا یا اوسمین ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حواریین
کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو کی روٹی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھورے پر سو رہنا بہت ہے اگر دنیا

وآخرت مین تمدرستی ملے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی غضبا نہایت تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اوس سے آگے نہ بڑھتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اوس سے آگے نکل گئی مسلمانونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپ نے فرمایا اِنَّهٗ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت نہین بنا سکتا موج سمندر سی غرض دنیا ہے اسلیے اسکو اپنا قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض حواریین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہمکو ایک ہی بات بتلا دیجیے جس سے خدا ہمسے محبت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَهَانَتْ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا وَلَاٰثَرْتُمُ الْاٰخِرَةَ اور یہ خود اونکا قول ہے کہ جو مین جانتا ہون اگر تمکو معلوم ہو تو تم خاک کے تھودون پر نکل نکل کر اپنے لیے روؤ اور اپنا مال ایسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اوسکا محافظ نہو اور نکوئی اوسکا پرسان ہو صرف اوسقدر کہ داخل ضرورت ہو البتہ پوچھا جاوے مگر تمہارے دلون سے آخرت کی یاد جاتی رہی اور امل سے پر ہوگئے اسلیے دنیا تمہارے اعمال پر چھا گئی اور تم جاہلون کی طرح ہوگئے بعض تم مین سے بہائم سی بھی برے ہوگئے کہ عاقبت کی خوف سی اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا ہے کہ آپسمین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمہارے خبث باطن کی جہت سے کی آرزوئین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کر لیتے تو یقینا ایک دوسرے سی محبت بھی کرتے یہ کیا بات ہی کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے ہو آخرت کی بات تو نہین نہین کرتے کسی سے خیر خواہی لپنے دوست کی نہین ہوسکتی نہ امر آخرت مین اوسکی اعانت بن آوی یہ باتین ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کی خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بہلائی برائی سمجھتے ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کر لیتے کہ اوس سی سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہے اور دنیا موجود اسلیے نقد سر دست کی محبت غالب ہی تو یہ وجہ بھی ہیچ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین جو باتین کہ تمہارے سامنے نہین ہین اونکے لیے صد ہا طرح کی مصیبتین اٹھاتے ہو اور رنج اور دکھ سہتے ہو اور بیسیون طرح کے حرفے اسکے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس واسطے کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے شاید اس محنت سی بھی میسر ہو واقع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمہاری ایمان کا کمال معلوم پڑتا اوس پر تمہارا اعتقاد ٹھیک نہین پس اگر تمکو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اونمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے

۱ [illegible] دنیا مین [illegible] ترمذی [illegible] اوسکو نقل کیا ہے ۱۲

۲ اگر تم جانو اوس بات کو جو مین جانتا ہون تو بہت [illegible] روؤ اور تھوڑا ہنسو اور [illegible] دنیا [illegible] آخرت [illegible] ابن ماجہ نے [illegible] ترمذی [illegible] نقل کیا ہے ۱۲

تمہارا اطمینان ہوجاوے بخدا تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تمکو معذور جانین دنیا کے امور مین
تمہاری راے بہت پکی ہوتی ہے اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہے کہ ذراسی دنیا
ملے تو اوسپر شاباش شاباش ہو اور اگر تھوڑی سی چھینے جاتی ہے تو اوسکا رنج کرو یہانتک کہ چہرہ
پر اوسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آجاتے ہین اور اوسکو مصیبت نام رکھہ چھوڑا ہے
اسکا بڑا سوگ کرتے ہو لیکن اکثرون نے تم مین سے بہت سا دین چھوڑ دیا اس سے نہ تمہارا چہرہ
بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجھے ایسا سوجھتا ہے کہ خدا تعالی تمسے ناراض ہوگیا جب آپسمین ملتے ہو
تو اظہار فرحت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ دوسرے کے سامنے اوسکو بری لگتی
بات کہے اس خوف سے کہ کہین وہ بھی اپنے ساتھہ اوسی طرح پیش نہ آوے غرض کہ کینہ کو ساتھہ لیے
رہتے ہو تمہاری باتین گھورے کی سی سبزی ہے اور بڑی بات کو چھوڑے ہوئے ہو مین چاہتا ہون
کہ مجھکو تم سے نجات دے اور اوس شخص سے ملا دے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اور اگر وہ زندہ ہوتے
تو تمہاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین سے کچھہ بھلائی ہے تو مجھسے سن چکے اور اگر خدا کے
پاس کی چیز کے طالب ہو تو اوسکو آسان پاؤگے اوسکا حاصل ہونا کچھہ مشکل نہین اللہ تمکو اور مجکو
دونون کو مدد دے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حواریین دین کو پورا ثابت
لے لو اور تھوڑی سی دنیا پر قناعت کر جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تھوڑے سے
دین پر راضی ہوجاتے ہین

	ملک عقبی وام مرغان شریف		مال دنیا دام مرغان ضعیف	
	بجز ہوے و ترک این گرداب بیہ		سوی دریا عزم کن زین آبگیر	

اور یہ بھی حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہے کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہے
کہ اوس سے نیکی کرے تیرے حق مین اوسکا ترک کرنا ہی نیک ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین لتاتینکم بعدی دنیا تاکل ایمانکم کما تاکل النار الحطب اور حضرت موسی علیہ السلام
پر خداوند کریم نے وحی بھیجی کہ اے موسی محبت دنیا کی طرف میل نکرنا ورنہ کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک
اس سے سخت نہوگا اور ایکبار آپ ایک شخص کے پاس کو گذرے کہ وہ رو رہا تھا جب پھر آئے
تب بھی روتے پایا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ تیرے
خوف سے روتا ہے حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بھی آنسوؤن کے
ساتھہ بہا دیگا اور ہاتھہ اٹھائے اٹھائے گر پڑینگے مین اسکی مغفرت نہ کرونگا اسلیے کہ محبت

یعنی آدمی کی تمہاری باتین بعد میرے دنیا کو کہا دنیا کی ابتدا تمہارے سے جیسے کہانی ہے اسکی کوڑی کو ۱۱۲ اسکی [illegible]

دنیا مین مبتلا ہے اتنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھ باتین جمع ہون اوسنے جنت کے لیے کوئی مطلب نہین او ٹہار کہا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا اول تو یہ کہ خدا کو پہچان کر اوسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اوسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچان کر اوسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اوس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کرکے اوسکو ترک کیا چھٹے آخرت کو جانکر اوسکی طلب کی اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ خدا تعالیٰ رحم کرے اون لوگون پر جنکے پاس دنیا امانت رہی اور اوسکے مستحقون کو سونپ کر خود ہلکے پہلکے چل دین اور نیز فرمایا کہ جو شخص تم سے دین کے باب مین منافست یعنی حرص احرصی کرے تو اوسکی حرص کرنی چاہیے اور جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا وہی اوسکے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اوسمین بہت سے لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقویٰ کو بناؤ اور ایمان کو اوسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑہاؤ تاکہ اس موجہ سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم نہین ہوتا کہ نجات ملے اور حضرت فضیل رض فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا

اور بعض حکما کا قول ہے کہ آدمی کو جو شے دنیا مین سے کسی روز ملتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا پہلے بھی کوئی قابض تھا اور اوسکے بعد اوسکا کوئی مالک ہوگا اوسکو صرف اوسیقدر ملتا ہے جو صبح اور شام کھا پی لیا پس لقمہ کیواسطے تباہ ہونا نچاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت پر افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہے اور اوسکا نفع آتش دوزخ ہے اور بعض راہبون سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ بدنون کو پرانا کرتی ہے اور امیدون کو نیا اور موت کو نزدیک کرتی ہے اور آرزوؤن کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگونکا کیا حال ہے جواب دیا کہ جس کو ملتی ہے وہ مشقت مین پڑتا ہے اور جس کو نہین ملتی وہ رنج اوٹھاتا ہے ؎

	کہ رنج خاطرست ار ہست ور نیست		بلائی زین جہان آشوب تر نیست	

اور بعض حکما کا قول ہے کہ دنیا تھی اور مین نتھا اور یہ رہیگی اور مین نہ ہونگا مین اوسکی طرف رغبت نہین کرتا اسلیے کہ اوسکی زندگی تلخ ہے اور اوسمین کدورت کا نام صفائی ہے اوسکے لوگون کو اوسکی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہے خواہ نعمت کے دور ہونیکا یا مصیبت کے آنیکا یا موت کے کام کر جانے کا اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا کے عیبون مین سے ہے کہ کسیکو استحقاق کے بموجب نہین دیتی کمی بیشی خواہ نخواہ ہوتی ہے اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتون کو ملاحظہ کرو گویا

یعنی بنایا ہم نے جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ ہم جانچین اونکو کہ کون اونمین اچھا کرتا ہے کام اور ہمکو کرنا ہے جو کچھ اوسپر ہے میدان چھانٹ کر ۱۲

اونپر تنگی ہوئی اور ناداہون کے حوالہ کی گئی ہین اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہین
کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہے جتنی اوسکو ملتی ہے اوس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہے ؎

کفت چشم تنگ دنیا دار را		یا قناعت پر کند یا خاک گور

اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہے اوسکا بھی یہی حال ہے کہ جتنی ملے اوس سے زیادہ چاہتا ہے
نہ اسکی کچھہ انتہا ہے نہ اوسکی اور ایک شخص نے ابو حازم رحمہ سے شکایت دنیا کی محبت کی کی کہ باوجود
کچھہ اسمین ہمارا نہین پہر بھی محبت اسکی ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھہ تمکو خدا دے یہ دیکھہ لیا کرو کہ وجہ حلال
سے ملے اور پہر اوسکو جہان مناسب ہو وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا
کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کو مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم ہو اور تنگ ہو کر موت کی آرزو
کرنے لگے اور یحییٰ بن معاذ رحمہ فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہے اوسمین سے کچھہ مت چراؤ
نہین تو وہ تمہارے پیچھے لگیگا اور پکڑ لیگا اور حضرت فضیل رضہ فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی
ہوتی اور فنا ہوجاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلا کو یہی چاہیے تہا کہ باقی
ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے مگر اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی نہین
معلوم کہ ہمنے ایسی واہیات چیز کو اوس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکہا ہے اور ابو حازم رحمہ فرماتے
ہین کہ اپنے آپ کو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجھکو یون روایت پہونچی ہے کہ قیامت کے روز دنیا کی
تعظیم کرنے والا کہڑا کیا جاویگا اور کہا جاوے گا کہ یہ وہ شخص ہے جسنے ایسی چیز کی تعظیم کی جس کو
خدا تعالیٰ نے حقیر بنایا تہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان
ہے اور اوسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چل بسے گا اور امانت مالک کے پاس پہونچ جاویگی ؎

مال اور اہل کو سمجھو کہ ودیعت ہین سب		ہے ضروری کہ کبھی تجھسے یہ واپس لیوین

اور حضرت رابعہ رحمہ کے پاس اونکے مرید ملازمت کیلیے حاضر ہوئے اور دنیا کا ذکر کرکے اوسکی
مذمت کرنے لگے اونہون نے فرمایا کہ چپ رہو اسکا ذکر مت کرو اگر اسکی جگہہ تمہارے دلون مین
نہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہے اوسکا ذکر
بہت کیا کرتا ہے اور حضرت ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اونہون نے ایک
قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

بگاڑا دین کو اپنے کہین دنیا ہی ملی سے لے		نہ کچھہ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے فرسے پلے
بڑی دولت ملے اوسکو جو ہو اللہ کا عاشق		امید اجر عقبیٰ ہے یہ دنیا اوس سے نیست جا

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہے نظم

طلب مین دنیاکے ہو گو کسی کی عمر دراز — رہا کرے سے عیش و سرور سے دمساز
ولیک اوسکے مثل اسطرح ہے آخر کار — بناکے کوئی عمارت کو جون کرے مسمار

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

مملکت گرمی نماند جاودان — ای دولت خفتہ تو آن را خواب دان
ہیچ دیگر بر چنین ہیچے مبند — نام دولت بر چنین ہیچے مبند
تخت بندست آنکہ تختش خواندہ — صدر پنداری و بر در ماندہ
مرد باش و سخرہ مردان مشو — رو سر خود گیر و سرگردان مشو

اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کی عوض مین دیڈالوگے تو دونون مین نفع رہے گا اور آخرت کو دنیا کے بدلہ مین دوگے تو دونون مین نقصان رہے گا اور مطرب بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہونکے چین چان اور گدگدے فروش کو نہ دیکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے دنیاکے تین حصہ کیے ہین ایک حصہ مومن کے واسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کے لیے مومن اوسکو توشہ آخرت بناتا ہے اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہے اور کافر اوس سے کامیاب ہوتا ہے اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو کوئی اوس مین سے کچھ لینا چاہے تو کتون کے ساتھہ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین ؎

مجو درستی عہد از زمان سست نہاد — کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است
فریب عشوہ حسن از جہان پیر مخور — کہ ہر کہ کرد باو اختلاط ناشاد است

اور حضرت ابو درداء رضؓ فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا کی ذلت مین سے ہے کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہے اور اوسکے پاس کی مدارج بے دنیا چھوڑے نہین ملتے ؎

جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب — لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اوسکو

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

دنیا اک زال بیسوا ہے — بے مہر و حیا و بے وفا ہے
دستور ہے اوسکا سب نرالا — اللہ نہ ڈالے اوس سے پالا
رہتی نہین ایک جا یہ جم کر — پھرتی ہے برنگ زر گھر گھر

	جو اوسمین پھنسا ہوا وہ برباد		خوشحال وہی ہے جو ہے آزاد	

اور حضرت ابو امامہ باہلی رض فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان کا لشکر اوسکے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور اونکی امت ظاہر ہوئی اوسنے پوچھا کہ اونکی امت کو محبت دنیا بھی ہے لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہے اوسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا اونمین ہے تو بت پرستی نکرنے سے کیا ہوتا ہے ابھی تین وجہ سے میری آمد و رفت اونکے پاس صبح و شام رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اوسکو بے موقع صرف کرنا سوم صرف کرنیکی جگہہ پر روک لینا اور ایسی بات ہے کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہے اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ کچھہ وصف دنیا کا ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اوسمین تندرست ہی بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہو وہ نادم ہوا اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور تونگر ہو تو بلا مین پھنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہوا اور پھر دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کہو تو مختصر کہون اور کہو طویل بیان کرون سائل نے کہا کہ مختصر فرمائیے آپنے فرمایا کہ اوسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا ہوگا اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنے دنیا سے بچے رہو یہ علماء کے دلون پر جادو کر دیتی ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ جب آدمی کے دلمین آخرت ہوتی ہے تو دنیا اوسکا مقابلہ کرتی ہے لیکن اگر دنیا دلمین ہوتی ہے تو آخرت مقابل نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہی اور دنیا کمینی کمینی کا مقابلہ شریف سے نہین ہو سکتا اس قول مین بڑی شدت ہی ہمکو توقع ہے کہ اس باب مین قول سیار بن حکم کا صحیح ہو وہ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دونون دلمین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہو جاتی ہے دوسری اوسکی تابع رہتی ہے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کے لیے تردد کرو وتنا ہی آخرت کا فکر دلسے جاتا رہتا ہے اور جتنا آخرت کا تردد کرو وتنا ہی دنیا کا فکر دل سے نکلجاتا ہے اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکلا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا اور آخرت دو سوتین ہین جتنا ایک راضی ہوگی اوسیقدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بخدا ہمکو ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پا سے بھی زیادہ ذلیل تھی اونکو اوسکی کچھہ پروا نہتھی کہ دنیا کدہر سے آئی اور کدہر کو چلی گئی اور کسکے پاس ہی اور کسکے پاس سے جاتی رہی اور ایک شخص نے اوسنے پوچھا کہ آپ اوس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جسکو خدا نے مال دیا ہو

اور وہ اوسکو خیرات اور صلہ رحم اور اہل وعیال کی خبر گیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو
اوسکو جائز ہے کہ خود بھی ہضم کرے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اگر ساری دنیا اوسکی ہو جاوے تب بھی
بقدر کفاف ہی اوسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے دن کے لیے یعنے قیامت کے لیے رکھہ
چھوڑے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضہ مین وجہ حلال سے
چلی آوے اور اوسکا حساب بھی آخرت مین مجھسے نہ لیا جاوے تب بھی مین اوسکو ناپاک سمجھون
جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگجاوے اور روایت ہے حضرت عمر رض جب شام مین
پہونچے تو حضرت ابو عبیدہ رض بن جراح اونکے استقبال کو ایک اونٹنی پر تشریف لائے جسکی مہار رسی کی
تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونکے مکان پر تشریف لے گیے تو بجز ڈہال و تلوار اور اونٹنی کے زین کے
اور کچھہ نہ دیکھا فرمایا کہ گھر کا سامان بنالو تو کہا اونہون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین رض سامان سے بجز
خواب کے اور کیا حاصل ہوگا ف مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ اوسوقت کا ہے کہ حضرت عبیدہ رض
شام کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب استدعا کفار صلح کے واسطے تشریف
لے گئے تھے بعض روایتون مین ہے کہ حضرت رض کی دعوت سب رؤساے لشکر نے کی تھی مگر حضرت
ابو عبیدہ رض نے نہین کی تھی آپ نے اونکو فرمایا کہ مین تمہارا مکان دیکھا چاہتا ہون اونہون نے
عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر رو دینگے آپ نے فرمایا کہ کچھہ مضائقہ نہین چنانچہ جب
تشریف لے گئے تو وہی سیف و سپر دیکھا اور بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی تھی اور ایک کوزہ پانی کا
رکھا تھا آپکو یہ زہد اونکا دیکھتے ہی رونا آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ
آپ میرے یہان گریہ فرمائینگے آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری اس اوقات سے بہت خوش ہون
تمنے طریقہ ہمارے دو یارون اور محبوبون کا نباہا غرضکہ دنیا کو کچھہ انہین لوگون نے پہچانا تھا
اور احکام الہی کو ویسے سچا جانا اتباع رسول مقبول پر شیفتہ تھے اور محبت آخرت پر فریفتہ
اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا کو بدن کی آسایش ضروری کے لیے لینا چاہیے اور
آخرت کو دلکی راحت دائمی کیواسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بخدا بنی اسرائیل
نے جو بعد خدا پرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہب رح فرماتے ہین کہ
مینے بعض کتابون مین پڑہا ہے کہ دنیا ہوشیارون کے لیے غنیمت ہے اور جاہلون کے لیے غفلت یعنی دانا
آدمی اوسمین اعمال نیک کرنے کو لوٹ اور مفت سمجھتے ہین اور نادان اوسکو پہچانتے نہین جب اوس
انتقال کرتے ہین تو پھر نیکی تمنا کرتے ہین پھر لوٹنا کہان میسر ہوتا ہے اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا

کہ جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ گھٹتی چلی جاتی ہے اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہے پس اپنے
آپ کو ایسی ہی جگہ پہونچانا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہہ سے کیا فائدہ اور سعید بن
مسعود رح کا قول ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کسی شخص کی دنیا بڑہتی جاتی ہے اور دین کم ہوتا جاتا ہے
اور وہ اس سے خوش ہے تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہے کہ اوسکو دنیا نے مسخرہ بنا لیا ہے حالانکہ
اوسکو خبر بہی نہین اور حضرت عمرو بن العاص رض نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم زہد کیا کرتے تھے اوسمین مین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر تین دن ایسے کبھی نہین گذرے کہ آپ کی آمدنی قرض سے زیادہ ہو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ
نے ایکبار یہ آیت پڑہی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور پہر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کسکا قول ہے یہ اوسکا
قول ہے جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اوسکا حال بہی وہی خوب جانتا ہے تمکو چاہیے کہ دنیا کے شغلون
سے کنارہ کرو اسمین بہت سی کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہے تو دس
اور درپیش ہوجاتے ہین اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ آدمزاد بڑا مسکین ہے ایسے مقام پر خوش ہے
کہ جسکے مال حلال مین حساب ہو اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی ہو کم جانتا ہے مگر اعمال کو
تہوڑا نہین سمجھتا دین مین اگر کوئی مصیبت پڑے تو خوش ہوتا ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے
اور ایکبار انہون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپ کو ایسا
سمجھو کہ موت نے مردون مین لکھہ دیا ہے اوسکا جواب اونہون نے لکھا کہ بعد سلام کے معلوم ہو کہ یون
سمجھو کہ دنیا مین کبھی تھے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ دنیا مین آنا تو آسان ہے مگر نکلنا سخت مشکل ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسکو یہ معلوم
ہو کہ موت حق ہے بڑا التعجب ہے کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہے اور یہ بہی عجیب بات ہے کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ
حق ہے وہ کسطرح ہنستا ہے اور جو دنیا کے حالات بدلتے دیکہتا ہے وہ کیسے اوسپر اعتماد کرتا ہے اور جو
تقدیر کو برحق جانتا ہے وہ کسطرح رنج کرتا ہے اور حضرت معاویہ رض کے پاس ایک شخص نجران سے
آیا جسکی عمر دوسو برس کی تھی آپ نے اوس سے دنیا کی کیفیت پوچھی اوسنے عرض کیا کہ کچھہ برس مصیبت
مین کٹے اور کچھہ آرام مین دن رات یون ہی گذرے جاتے ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین
مرنے والے مرتے جاتے ہین اگر بچے پیدا نہون تو مخلوق تباہ ہوجاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا
مین گنجایش آبادی کی نرہے آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اوسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ
آپ دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہے اوسکو روک سکتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین

نہین ہوسکتین اوسنے عرض کیا کہ تو پھر مجکو آپ سے کچھ حاجت بھی نہین اور داؤد طائی رح فرماتے ہین
کہ اے انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہوتا ہے یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی
عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہے شاید اوسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ جو شخص
اللہ تعالی سے دنیا کی طلب کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا رہون یعنی قیامت کو
اوتنا ہی حساب مین دیر لگی گی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین
جسکے ساتھہ رنج نہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتھہ نکلتا ہے
اول یہ کہ جو جمع کیا تہا اوس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا تھی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت
اچھی طرح نہ کرلیا اور بعض عابدون سے کسی نے کہا کہ تم تونگر ہوگئے اوسنے جواب دیا کہ تونگر وہ ہے
جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہوجاوے اور حضرت ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ دنیا کی خواہش سے وہی
صبر کرتا ہے جسکے دل مین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت
آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالی در گذر نہین
کرے گا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہم پر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تھوڑی سی دنیا
بہت سی آخرت سے باز رکھتی ہے اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ دنیا کو ذلیل سمجھو جو کوئی اوسکو ذلیل
جانتا ہے اوسی پر یہ سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہے اور جب اللہ کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہے تو اوسکو
کچھہ دنیا عنایت کردیتا ہے جب وہ ہوچکتی ہے پھر دیدیتا ہے اور جب اوسکے نزدیک کوئی بندہ
ذلیل ہوتا ہے تو اوسپر دنیا کا بہت سا پھیلاو کردیتا ہے اور بعض اکابر یون دعا مانگتے اے وہ
شخص کہ آسمانون کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مجھسے دنیا کو روکدے اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ
کا قول ہے کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکھا ہوگا اور تہجد پڑہا ہوگا شب بیداری مین
قصور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت
کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ انہون نے اپنے نزدیک اوس چیز کو بڑا سمجھا جسکو خدا نے
چھوٹا کیا تہا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تہا اوسکو حقیر جانا دیکھا چاہیے ایسون کا کیا حال ہوگا ہم مین سے
کون ایسا ہے جسکا یہ حال نہوا اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ گناہونکا بار سر پر ہے اور ابو حازم رح کا
قول ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی مشقت زیادہ ہے آخرت کی تو اس لیے ہے کہ کوئی یار و
مددگار نہین کہ وہان کام آوے اور دنیا کی اسوجہ سے کہ جس چیز مین ہاتھہ ڈالو اوسکو تم سے پہلے
کسی نہ کسی بدکار نے کر لیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ دنیا ادہر مین ٹھہری ہوئی ہے

جیسے پرانی مشک لٹکتی ہو جسدن سے اوسکو خدا نے پیدا کیا اور جب تک فنا کرے گا یہی پکارتی ہے
کہ الٰہی تو مجکو کیون برا جانتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ او ناچیز چپ رہ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک
فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہونکی دل کو پراگندہ کر دیتی ہے اوسمین خیر کسطرح پہونچے اور
وہب بن منبہ رح کا قول ہے کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت جو عقل
جاتا ہے اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پاؤن تلے کر لیتا ہے شیطان اوسکے سایہ سے بھاگتا ہے
اور جس کسی کا علم ہوا نفسانی پر غالب ہوتا ہے وہ بڑا زبردست ہے اور حضرت بشر سے کسی نے
کہا کہ فلان شخص مر گیا اونہون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین پہونچکر اپنی جان کھوئی
لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنیکے ساتھہ ان
چیزونسے کیا فائدہ ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجھتے ہین پھر بھی
اوسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجھتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے
پوچھا کہ دنیا کسکو ملتی ہے اوسنے جواب دیا کہ جو اوسکو چھوڑ دے پھر پوچھا کہ آخرت کسکی ہے اوسنے
جواب دیا کہ جو اوسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا اجڑا ہوا مکان ہے اور اوس سے
زیادہ تر وہ دل اجاڑ ہے جو دنیا کا پھیلاؤ چاہے اور بہشت ایک آباد مکان ہے اور اوس سے زیادہ
آباد وہ دل ہے جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی رح روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح
سچے مرید تھے دین کے باب مین حق کہتے ایک اپنے برادر دینی کو نصیحت کے طور پر خدا سے ڈراتے یون
فرمایا اے برادر دنیا جاے لغزش قدم ہے اور محل مذلت و ندم اسکی آبادی کا مآل خراب ہوتا ہے
اور رہنے والونکا انجام قبرونمین بیتاب ہونا جتنی جمعیت ہے اوسکو علیحدگی لازم ہے اور ہر تونگری
کے ساتھہ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہے اور تنگدستی باعث فراخ دستی اسمین ہمہ تن
متوجہ الی اللہ ہو اور اوسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار بقا پر ترجیح مت دے تمہاری زندگی ڈھلتا
ہوا سایہ ہے یا جھکی دیوار اعمال کی کثرت کر اور امل کو کمتر اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے
ایک شخص سے پوچھا کہ تمہین خواب مین چاندی کا سکہ ملے وہ اچھا ہے یا جاگتے مین سونے کا سکہ
اوسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونے کا سکہ بہتر ہے آپ نے فرمایا یہ بات تمنے جھوٹ کہی اس لیے
کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجھتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچھا
نہین جانتے وہ گویا جاگنے کیوقت کی چیز کو اچھا نہین سمجھتے اور اسمعیل بن عیاش رح کا قول ہے
کہ ہمارے ساتھی سب دنیا کو سوری کہا کرتے تھے کہ اے سوری ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام

اس سے بھی بڑا اونکو ملتا تو اوسی نام سے پکارتے اور حضرت کعب رض کا قول ہے کہ دنیا تمکو یہانتک محبوب ہوگی کہ تم اوسکی اور اوسکے لوگونکی پرستش کرنے لگوگے اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ عاقل تین شخص ہین اول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اوسے ترک کرے دوسرے وہ کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنالے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرلے اور نیز فرمایا کہ دنیا مین اسقدر نحوست ہے کہ اگر اوسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالی کی طاعت سے باز رکھے اور بالکل اوسمین مصروف ہونا تو اس سے بڑھکر ہے اور بکر بن عبد اللہ رح کا قول ہے کہ جو کوئی دنیا کو اس غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نرہے تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ آگ کو گھاس سے بجھانا چاہے اور بندار رح کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے اونکو مسخرہ بنا رکھا ہے اور یہ بھی انہین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اوسکو جلا کر راکھ کردے گی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارت سے پگھل کر ڈہلے ہوئے سونے کی طرح کام کا ہوجاوے گا اور جو شخص اللہ تعالی کیطرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے دُر بے بہا بنجاوے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چھ چیزین ہوتی ہین کھانا پینا پہننا سواری نکاح خوشبو سب کھانون مین عمدہ شہد ہے وہ مکھی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزونمین اچھا پانی ہی جسمین نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزونمین اشرف حریر ہے جو کیڑونکے ریشم سے بنتا ہے اور سواریون مین اشرف گھوڑا ہے جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سے اشرف عورت کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہے عورت اپنی بدن سے اچھے اعضا کو بناتی سنوارتی ہے مگر اوسمین سے سب سے بُری چیز کی طلب ہوتی ہے اور سونگھنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہے جو حیوان کے خون سے بنتا ہے غرضکہ سب چیزین ایسی ہی اہانت آمیز

دوسرا بیان اون نصیحتونکا اور وعظونکا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی

بعض اکابر کا قول ہے کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر مت بھولو اور موت سے مت بھولو دنیا کے طالب نہو اور نہ اوسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغاشعار اول اپنے مغالطونکو چکناتی ہے پھر آرزون مین پھساتی ہے طالبین کیواسطے اوسکی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کیوقت دلہن کیصورت سب کی نگاہ اوسی پر پڑتی ہے تمام دل اوسکے شیفتہ ہین اور جانین اوسکی فریفتہ بہت سے عاشقونکو اوسنے خاک مین ملایا اور جسنے اوسپر اطمینان کیا اوسکو ذائقہ رسوائی چکھایا پھائیو اوسکو چشم حقیقت سے دیکھو کہ اوسمین کتنی آفتین ہین اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود

خالق نے اوسکی مذمت کی ہے اوسمین جو نیا ہے وہ پرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فنا عزیز ذلیل
ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور سب فوت ہو جاوینگے بہائیو خواب غفلت سے
جاگو اور بیہوشی سے دور بہاگو پیشتر اس سے کہ لوگ تمکو کہین کہ فلان شخص بیمار ہے اور مرض سخت مین
گرفتار کوئی کچہہ دوا بتادو یا حکیم کو بلادو پہر طبیب تمہارے لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نپاوین
پہر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لینا
تہا اوس سے لیا پہر یہ کہین کہ لو صاحب اونکی زبان بند ہو گئی نہ بہائیو سے بولین نہ ہمسایون کو
پہچانین اور نہ لب کہولین اور اوسوقت تمہاری پیشانی عرق سے تر ہو اور سینہ پیاپی آہ سے مضطر
اور گمان موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہو اور اپنا سفر تمکو بنظر یقین مفہوم پلکین بند
ہونے سے اور زبان لفظ صحیح بولنے سے عاری ہون اور بہائی برادر سب مبتلاء گریہ وزاری
کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہے یہ تیرا بیٹا سخت جگر ہے مگر تم کچہہ جواب نہ دو زبان پر مہر خاموشی
ہو پہر تم پر قضا نازل ہو اور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل اوسوقت تمام برادری
جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تمکو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گہر بیٹہہ رہین اور حاسد
خوب شاد کہین تمہارے گہر والونکی مد نظر تمہارا مال ہو اور تم پر جواب دہی اعمال ف اس مضمون کو
شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہی جسمین سے مترجم چند شعر ہدیہ ارباب نظر کرتا ہے

قطعہ

فریاد ازان زمان کہ تن نازنین ما	بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود
اصحاب راچو واقعہ ما خبر کنند	ہر دم کسی برسم عیادت روان شود
وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ماست	در جستجو دوا بیر این و آن شود
وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب ما	در حال ما چو فکر کند بدگمان شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عاقبت	کاحوال بر چگونہ و حال از چہ شان شود
تا آنزمان کہ چہرہ بگردد بحال خویش ما	وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
گویند این برادر تو دین عزیز تست	مارا مجال خود نہ سر حال شان شود
در ورطہ ہلاک فتد کشتی وجود ما	بیزار از عمل بماند و بے بادبان شود
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح	چون بنگریم دیدہ ما خونفشان شود
فی الجملہ روح و جسم زہم مفترق شوند	مرغ از قفس برآید و در آشیان شود

آوازه در سرای بیفتد که خواجه مرد　　وز بام و زیر خانه بر آه و فغان شود
تابوت و چنبر و کفن آرند و مرده شو　　اوراد و ذکر آن ز کران تا کران شود
از نعش تا به لب گور و بر که هست　　بعد از نماز باز سر خانمان شود
هر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما　　محبوس و مستمند در آن خاکدان شود
میراث گیر کم خورد آید بجستجو　　پس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
نامے ز ما بماند و اجزاء ما تمام　　در زیر خاک با غم و حسرت نهان شود
یا رب مدد بخش که ما را در آن زمان　　قول زبان موافق صدق جنان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاه دار　　تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود
حزم دلے که در حرم آباد و امن و عیش　　حق را بخوان لطف و کرم میهمان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگوں میں سب سے زیادہ اوسکو زیبا ہے جسکو وہ کثرت سے ملی ہو اور اوسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہی ہو کیونکہ ایسے شخص کو یہ توقع ہوتی ہے کہ کسی آفت سے میرا مال رائگان ہو جاوے گا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہوگا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانے کا رنج اٹھانا پڑے گا جسکو دوستوں سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اوسکو اتنی آفات درپیش ہوتے ہیں اسلیے اوسکو زیبا ہے کہ دنیا کو برا جانے یہ وہ بلا ہے کہ جو کچھ اوسکو دو لے لیتی ہے مگر پھر ہٹا کر نہیں دیتی اسکے حالات بدلتے رہتے ہیں ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہے اسی اثنا میں دوسرے کو اوسپر ہنسی آتی اگر کوئی کسی پر روتا ہے تو تھوڑی ہی دیر میں کوئی اور رونے والے پر نالاں ہوتا ہے اگر کسی کو دینے پر آتی ہے تو بعد چندے واپس لینے کیواسطے ہاتھ پھیلاتی ہے آج اگر کسیکے سر پر تاج و افسر ہے تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اوسکے نزدیک برابر ہے اگر جانے والے کا کوئی عوض رہے تو واہ وا اور اگر نہ رہے تو واہ واہ

قطعہ

دنیا زنیست عشوہ دہ و دلستان ولیک　　با کس بسر نمی برد او عہد شوہری
البستی کہ این ہمہ فرزند زاد و کشت　　دیگر کہ چشم دارد ازین مہر مادری

اور حضرت حسن بصری رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا جائے سفر ہے نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اوسمیں اوتاری گئے تو صرف

سزا

عقوبت و سزا کے لیے اتارے گیے لے امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اوسکو ترک کر دنیا ہی زاد آخرت ہے اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہے جو اوسکو عزیز جانتا ہے اوسکو ذلیل کرتی ہے اور جو اوسکو جمع کرتا ہے اوسکو فقیر کرتی ہے اسکا حال زہر کا سا ہے کہ جو نہین جانتا وہ کہاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرے کہ تھوڑے دنون پرہیز کیا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور چند روز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے کہ کہین دردمدت تک نہ رہے پس اس دار ناپائدار فریبی مکار جفا شعار سے بچتے رہو اسکی ظاہر کی زینت صرف دہوکا ہے اور لوگون کے پہسانے کو بڑا مغالطہ جو اوسکی آرزو مین مبتلا ہوا اوسکو بے تباہ کیے نہین چھوڑتی اور سب کو توقع دلاتی رہتی ہے اسکی صورت دلہن کی سی ہے کہ آنکھون کی تاک اور دلون کا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہے

	الا اسنے سب اپنے شوہرونکو مار ڈالا ہے	

عروس دہر نکوروی دختریست ولے		وفا نمی کند این سست مہر با داماد

مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتون سے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خدا عز و جل کو پہچانتے ہین باوجودیکہ اوسنے اسکا حال فرما دیا ہے اونکو کچھہ نصیحت اثر نہین کرتی بہت سی اسکے عاشق ایسے ہین کہ جہان اونکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جبھی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بھول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اسمین لگاتے ہین کہ اونکے قدم جادۂ مستقیم سے لغزش کہا جاتے ہین پھر جانکنی کیوقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے ساتھہ اٹھاتے ہین اور جو شخص اسکی رغبت کرتا ہے اپنا مطلوب نہین پاتا نہ اوسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے اسی حال مین بے توشہ چلدیتا ہے اے امیر المومنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جسوقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اوسی کا زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیا دار اگر کسی خوشی مین اوسپر اطمینان کرتا ہے تو وہ اوسکو رنج مین ڈالتی ہے جو دنیا مین خوش ہوتا ہے وہ اوسکے باشندونکو مغالطہ دیتا ہے اور جو آج اوسمین نفع پاتا ہے کل کو ضرر اٹھاتا ہے اوسمین وسعت عیش بلا ہے اور بقا کا مآل فنا ہے ہر خوشی غم آگین ہے اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین جو اوسمین سے گذر جاتا ہے پھر واپس نہین آتا اور آیندہ چیز کا حال معلوم نہین کہ اوسکا انتظار ہو اوسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت ہے اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم کرے اوس کی نعمتونسے جدا ہونے کا خوف جدا ہے اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خدا تعالی نے دنیا کی خبر

نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اوسکی مثل بیان کی ہوتی تب بھی دنیا سونے کو جگا دیتی اور غافل کو ہوشیار کر دیتی پھر جب کہ خدا تعالی نے اوس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولے اوس سے ہوشیاری ضرور ہے اس فانی کی قدر قادر مطلق کے نزدیک کچھہ نہین اور جب سے اوسکو پیدا کیا اسکی طرف نگاہ نہین کی اس بات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مع خزائن و کلید پیش کی گئی تھی اگر آپ اسکو قبول فرما لیتے تو خدا تعالے کے نزدیک آپ کے رتبہ مین سے مچھر کے پر کے برابر بھی کم نہوتا مگر آپ نے قبول نفرمایا اسلیے کہ خدا تعالے کے امر کی مخالفت بری معلوم ہوئی اور جس چیز سے اوسکو بغض ہے اوسکے ساتھہ محبت اچھی نجانی اور جو اوسکے نزدیک بیقدر تھی اوسکو قدر دنیا وا ب ادب نسمجھا پس خدا تعالی نے جو دنیا کو نیک بختون سے علیٰحدہ رکھا ہے صرف امتحان کے لیے ہے اور اپنے دشمنون کے لیے جو اوسکا پھیلاوا کیا ہے اونکے مغالطہ و دھوکے کے لیے یہی وجہ ہے کہ جسکو دنیا پر قدرت ہو جاتی ہے اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اس شخص کو وہ معاملہ یاد نہین جو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ کیا تھا کہ بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا تھا ؎

فقر فخری نہ از گزافست و مجاز	بل ہزاران عز پنہان ست و ناز

اور ایک روایت حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ جب تم تونگری کو آتا دیکھو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکھو تو کہیو کہ خوب ہوا کہ نیک بختون کا شعار آیا اور اگر چاہو تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سالن بھوکھہ ہے اور شعار خوف اور پوشاک اون جاڑے کی اور حرارت آفتاب کی دھوپ اور چراغ چاند اور سواری دونون پاؤن اور کھانا اور میوہ نباتات رات کو سوتا ہون جب کچھہ نہین ہوتا صبح کو اوٹھتا ہون تب کچھہ نہین ہوتا اور روی زمین پر مجھسے زیادہ تونگر اور کوئی نہین حضرت وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خداوند کریم نے حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ تم اوسکے لباس دنیاوی سے مت ڈرنا اوسکی کل میرے ہاتھہ مین ہے بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے نہ آنکھین بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اوسکے زرق برق سے کچھہ تعجب مت کرنا یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ٹاپ اور دولت مندون کی زینت اگر مین چاہون تو دنیا کی آرایش سے تمکو بھی ایسا آراستہ کر دون کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھسے اتنی زیبایش ممکن نہین مگر مین

۱ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلا کلیہما اور ابو ... طبرانی ... مسند بروایت ابی ہریرہ ۱۲

۲ ابن ابی الدنیا بروایت حسن رح مرسلا و بخاری بروایت جابر رض ۱۲

تمہارے لیے اسبات کو پسند نہین کرتا اور تم سے یہ سب آسایش علیحدہ رکھون گا مین اپنے دوستونکے ساتھ
ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتو نسے اونکو ایسا علیحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چروایا اپنے گلہ
کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹون کو خارش والی اونٹونکے
پاس بٹھلانے سے روکتا ہے اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون
بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توقیر کے ساتھ پورا حاصل کرین میرے
دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خضوع اور تقوے سے کرتے ہین یہ
باتین اونکے دلونمین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور اونکے شعار و دثار ہین
اور یہی اونکی دلونکی متاع پائدار جس نجات پر کہ اونکی فلاح ہے اور جس رجا کی کہ اونکو توقع ہے یہی
باتین ہین اور جس بزرگی پر اونکا ناز ہے اور جس علامت سے کہ اونکی شناخت ہے وہ بھی یہی ہین
جب ایسے لوگ تمکو ملین تو اونکی تعظیم کرنا اور بانکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے
کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھسے برسر پرخاش آتا ہے قیامت کو مین اوس سے اوسکا عوض لونگا
انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جان لو
کہ تمکو مرنا ہے اور بعد موت کے اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پاکر اونکی جزا کو پہنچنا پس زندگی
دنیا پر مت بہولو اور ان باتونکو مت بہولو دنیا مصیبت کا گھر ہے فنا ہونا اسکا معروف ہے اور
دہوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اسکا کسیکے پاس ہمیشہ رہنا محال
نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے مصون جب آدمی کو اوسمین
راحت و سرور پہونچتی ہے یکایک مصیبت آدباتی ہے اسکے احوال مختلف باہمدگر ہین اور مراتب
متغیر نہ اسکے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہین کہ جنکو اپنی تیر و نکا
نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہے موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اوسکا چکھنا
سب کو لازم اے اللہ کے بندو آج دنیا مین تمہارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگون کا تہا جو تمسے
عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلی تہے مگر دنیا کے طول انقلاب
سے اب اونکی آوازین نکلتی اونکے جسم سڑ گئے اور شہر الٹ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکان عالیشان
اور گاؤ تکیے اور عمدہ فرش تہے یا اب پتھر اور اینٹین اور خاک گور اور گوشہ لحد ہے جگہہ اون قبرونکی
ایک دوسرے کے قریب ہے اور اونکے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین موحش عمارت والے
اور متشاغل اہل محلہ مین جا پڑے ہین کہ نہ اونکو آبادی سے موانست ہے نہ بہائی بندون اور ہمسایون

کیطرح اسمین ملاوٹ ورغبت ہر چند مکان قریب ہین مگر میل کی صورت نہین اسلیے کہ اونکو کھنگی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے اونکا کچومر نکالا زندگی کی بعد اسیر پنجہ موت ہوئے اور اجسام نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک مین اپنے یار ومحبین جا ملے اور ایسے گئے کہ پھر کبھی نہ پھرے پھرنے کا کیا ذکر ہے جس صورت مین کہ خدا تعالی خود فرماتا ہے کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَائِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ اب تم بہی قطعاً جان لو کہ جیسے اونکا حال ہوا وہی تمہارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا اوسی خوابگاہ مین سونا اور اوسی ٹھکانے رہنا علاوہ ازین تمکو جب کیسی بنے گی جب یہ باتین تمہارے پیش نظر ہونگی اور قبرون مین سے نکالے جاؤگے جی کی باتین بحقیق کیجا وینگی بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی گذشتہ گناہونکے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل تھراتے پردے تمہارے فاش ہونگے اور عیوب و چھپی باتون کو سامنے کیا جاویگا اور ع ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزاے وارد کا مضمون درپیش ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرمایا ہے لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی اور دوسری جگہہ فرماتا ہے وَوُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْہِ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہمکو اور تمکو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے یہانتک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہہ یعنی آخرت مین پہونچاوے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہے انتہی اور بعض حکما کا قول ہے کہ زمانہ تیر انداز ہے اور آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن رات کو اپنے تیر و نسے اڑاتا رہتا ہے یہانتک کہ تمام عمر پوری ہوجاتی ہے پس باوجود دنون کے گذرنے اور راتون کے جلدی جلدی بسر ہونے آدمی کب سلامت رہسکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گھڑی نقصان عمر کرتا جاتا ہے تو دنون کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے وحشت مگر خدا تعالی کی حکمت ہے کہ اسکا خیال نہین آتا ع

	غافل تجھے گھڑیال یہی دیتی ہے منادی		خالق نے تیری عمر سے ایک اور گھٹا دی	

اور یہین نظر کہ دنیا کی آفات سے آدمی مطمئن ہین اوسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اندراین کے پھل سے بہی کڑوا ہے بشرطیکہ کوئی دانا چکھے اور اوسکے ظاہر افعال دیکھکر کوئی سکر عیب نہین بیان کرسکتا اور جو عجائب کہ دنیا بردی کار لاتی ہے ... انصاف فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف

ف ۳ اور رکھا جاوے گا

اور اوسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ دنیا اوس وقت کا نام ہے جسمین آدمی آنکھہ جھپکتا ہے اسواسطے کہ جو زمانہ اوس وقت سے پیشتر گذر چکا ہے وہ تو اوسکو مل نہین سکتا اور جو وقت ابھی آیا نہین اوسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہے کہ دن جب اچھی طرح گذر جاتا ہے تو رات اوسکے ماتم مین سیہ پوش ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طے ہو جاتا ہے اوسکے حوادث انسان پر برابر آتے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام یہی ہے کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جتھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھہ سے دوسرے کے پاس پہونچاوے اوسکی امل بہت طویل ہے او زندگانی بہت قلیل اور پہر سب کا رجوع رب جلیل کیطرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جس بات کیواسطے تم پیدا ہوئے ہو اگر اوسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھہرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو یعنے تمکو ہمیشہ رہنے کیواسطے پیدا کیا ہے مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاؤگے ای بندگان خدا تم اب اوس جگہہ مین ہو کہ اگر اوسمین کہانا کہاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اچہو لگے کسی نعمت سے تمہاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پڑتی ہے جس سے تمکو رنج ہوتا ہے اب اپنی آنکہہ سے دیکھو کہ کیا ہوتا ہے اور کہان ہمیشہ رہنا ہے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر سے اتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالے سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اوسکا چہوڑنا اچھا معلوم نہو مگر وہ تمکو چہوڑ دیگی تم اوسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمہارے جسمون کو پرانا کیے جاتی ہے تمہاری اور اوسکی مثل ایسی ہے جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا اوسکو طے کرلین یا پہاڑ پر پہونچین اور اوسپر مثلاً چڑہ چکین راہ تو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہو جاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہے کہ جسکی بات دنیا مین بنی ہوئی ہے موت کا طلب گار بیا وہ اوسکے پیچھے ہے یہانتک کہ دنیا سے جدا ہو جاوے پس اوسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو منقطع ہو جاویگی اور نہ اوسکے متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بہی انجام کو جاتی رہیگی مجہے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہے کہ وہ تو دنیا کا طالب ہے اور موت اوسکی طالب اور غافل سے تعجب ہے کہ اوسکو غفلت ہے مگر اوسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور ادیبون کو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے دنیا کی حقارت کی اور اوسکو اپنے دوستون کیلیے اچھا نہین جانا اور وہ اوسکے نزدیک بہت حقیر اور ذلیل ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی اوسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اوسکے فتنہ سے ڈرایا
تو اونہون نے اوسمین سے میانہ روی کے طور پر کہایا اور زیادتی کو اپنا توشہ آخرت بنایا اوسمین سے بقدر
کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اوسکو ترک کیا پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور
غذا مین سے اوسنے مقدار دفع گرسنگی کہائی دنیا کو اس نظر سے دیکہا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا
کہ باقی ہے اسی وجہ سے دنیا مین سے اوسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہے پس دنیا کو اجاڑا اور آخرت
کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکہا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بہی دیکہینگے اسیلیے اوسکی
طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بہی اوسی کی طرف جانا پڑیگا تہوڑی سی مشقت
دنیا مین اٹہا کر بہت دنون کی عیش حاصل کی یہ سب باتین اونکو خدا تعالے کی توفیق سے ہوئین
کہ جو کچہہ اوسنے اونکے لیے محبوب جانا اوسیکو انہون نے محبوب سمجہا اور جس چیز کو اوسنے برا سمجہا
اوسکو انہون نے بہی برا تصور کیا

تیسرا بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین

جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہے ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہے الا اسکے خلف وعدہ کا ہر کوئی نالان
ہے ظاہر مین دیکہو تو ٹہہری معلوم ہوتی ہے حالانکہ بڑی تیز رفتار سے جلد جلد بہاگتی ہے اوسکی حرکت
دیکہنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال و ماہ سے محسوس ہوتی ہے اس باب مین اسکی
مثال سایہ کی سی ہے کہ وہ بہی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہے
اوسکی حرکت آنکہہ سے نہین سوجہتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اور دنیا کو سایہ کے ساتہہ مشابہت اکابر نے
بہی دی ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎

کہاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان	ڈہلتا ہوا سایہ ہو یا خواب پریشان

اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین یہ شعر پڑہتے ؎ [له]

یَا اَهْلَ اللَّذَّاتِ دُنْیَا لَا بَقَاءَ لَهَا ۔ اِنَّ اغْتِرَارًا بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ

اور مشہور یون ہے کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اونکے والد بزرگوار کا ہے اور روایت ہے کہ ایک
اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اونہون نے اوسکو کہانا کہلایا پہر ایک خیمہ کے سایہ مین سوگیا اون لوگون
نے خیمہ کو اکہاڑ لیا اوسکو جو دہوپ لگی اوٹہہ کہڑا ہوا اور یہ شعر پڑہا ؎

ڈہلتا اوسے اکدن ہے لازم	دنیا ہے مثال سایہ قائم

اور چونکہ دنیا اپنے خیالات سے آدمی کو دہوکا دیتی ہے اور اوسمین سے نکلنے کے بعد کچہہ بہی ساتہہ نہین رہتا

[له] اے لذت دنیا والو اوسکو بقا نہین [illegible] سایہ [illegible] فریب کہانا [illegible]

اِس اعتبار سے اوسکی مثال خیالات خواب کی سی ہے چنانچہ حدیث غلط کر لیا ہے بعض نے تہائی وَاَهْلُهَا عَلَيْهَا مُجَازُوْنَ وَمُعَاقَبُوْنَ اور یونس بن عبید رح کہتے ہین کہ مینے اپنے سوا حال آدمی کے یون دی ہے کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بہلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہے ایسے ہی لوگ بہی گویا خواب مین رنج و راحت دنیا وہی دیکہہ رہے ہین مرنیکے بعد جو آنکہہ کہلیگی کچہہ نہ پاوینگے

جب آنکہہ کہلی تو کچہہ نہ دیکہا ہے		جب آنکہہ بند تہی تو دیکہتے تہے سب کچہہ

اور تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہے

	خوابے ست کہ در خواب ببینی آنرا		دنیا خوابے ست و زندگانی در وے	

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل و اولاد کی دشمن جانی ہے اور اونکو تباہ و برباد کرتی ہے اوسکی مثال اوس عورت کی سی ہے جو مردون کے واسطے اپنے آپکو بنایا سنوارا کرے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اوسکو ذبح کر ڈالے یہی حال دنیا کا ہے کہ اول اول بہت اچہی اور نرم و نازک معلوم ہوتی ہے مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے سامنے دنیا ایک پوپلی بڑہیا کی صورت مین آئی ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ و پیراستہ تہی آپ نے پوچہا کہ تو نے کتنے شوہر کیے اوسنے جواب دیا کہ مجہکو شمار نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ وہ سب تجہکو چہوڑ کر مر گئے یا تجہکو طلاق دیدی اوسنے عرض کیا کہ مینے اونکو ذبح کر ڈالا آپ نے فرمایا کہ پہر تیری باقی شوہرون کی خرابی ہے کہ پہلون کا حال دیکہکر عبرت نہین کرتی تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجہسے نہین ڈرتے

مجو درستی عہد از زمان سست نہاد		کہ این عجوز عروس ہزار داماد ست

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ ہے اوسکی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑہیا بدصورت اپنی اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہن لے اور منہہ پر برقع ڈالکر لوگون کو فریب دے جب اونکو اوسکے باطن کا حال معلوم ہوا اور منہہ پر سے گہونگٹ اوٹہا کر دیکہین تو اوسکے اتباع سے نادم و خجل ہون اور اپنی کم عقلی اور دہوکا کہانے سے شرمندہ علا بن زیاد فرماتے ہین کہ مینے خواب مین ایک بڑہیا دیکہی جسکی کہال سکڑی تہی اور زیور و لباس مین لدی تہی آدمی اوسکے گرد تعجب سے دیکہہ رہے تہے مینے پاس آکر اوسکو دیکہا تو لوگون کی اوسکی طرف دیکہنے سے نہایت متعجب ہوا کہ یہ اسکی طرف کیون مائل ہین آخر اوس سے پوچہا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ تم مجہے نہین پہچانتے مینے کہا کہ مین تو نہین جانتا تو کون ہے اوسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے کہا کہ اگر میرے شر سے بچا چاہتے ہو تو روپیسے کو برا جاننا اور ابوبکر بن عیاش رح کہتے ہین کہ مینے قبل اسکے کہ بغداد مین پہونچون دنیا کو خواب مین ایک بڑہیا بہوس

بدصورت دیکھی کہ تالیاں بجا رہی ہے اور اوسکے پیچھے خلقت اوسکی خواستگار ہے وہ بھی تالیان
بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی کہ اگر مجھکو موقع ملا
تو تیرے ساتھ بھی ایسا ہی کرونگی جو انکا ہے اس خواب کو کہکر ابوبکر رو پڑے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ
حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑہیا بدصورت کیری آنکھون والی کی
شکل مین لائی جاویگی دانت آگی کو نکلے ہونگے لوگون کے سامنے کرکے پوچھا جاویگا کہ تم اسکو بھی
پہچانتے ہو عرض کرینگے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اسکو جانین حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جسکے لیے تم فخر اور حسد
اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اوسکے پھندے مین آگئے تھے پھر اوسکو دوزخ مین
ڈالدیا جاویگا وہ عرض کریگی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہان ہین حکم ہوگا کہ اونکو بھی اسکے ساتھ
کردو اور حضرت فضیل رح سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑہا راستہ مین اوسنے
ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اوسکے پاس کو نکلتا ہے اوسکو زخمی کردیتی ہے پشت
کیطرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بڑی بڑہیا ہوس نیلی چندہی آنکھون
کی ہے اوسنے کہا کہ مجھکو خدا تجھسے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھکو مجھسے نہین بچاویگا
جب تک روپیہ پیسے کو برا نجانے اوسنے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ دنیا ہون اور اس اعتبار سے
کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہے اوسکی کچھ حقیقت ہی نہین اسلیے کہ آدمی کی تین حال ہین اول تو وہ زمانہ کہ جسمین
پیدا نہین ہوا تھا یعنے ازل سے پیدایش کیوقت تک دوسرا مرنیکے بعد سے ابد تک جسمین دنیا کو نہ دیکھیگا
تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہے پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل اور ابد کی نسبت کرکے دیکھو
تو ایسی ہی ہوگی جیسے ایک سفر طول طویل مین تھوڑا سا مقام ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ مَالِيْ وَلِلدُّنْيَا وَاِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ سَارَ فِيْ يَوْمٍ صَائِفٍ فَرُفِعَتْ لَهٗ
شَجَرَةٌ فَقَالَ تَحْتَ ظِلِّهَا سَاعَةً ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے کبھی اوسکی رغبت
نکرے اور نہ یہ پروا کرے کہ دن کسطرح گذرتے ہین تنگی مین یا فراخی مین رنج مین یا راحت مین اور
اینٹ پر اینٹ بھی نرکھے اور ازانجا کہ دنیا کی کیفیت آنحضرت صلعم کو خوب معلوم تھی اسلیے زندگی بھر نہ مکان
اینٹ کا بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعضے صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا اَرَى الْاَمْرَ اَعْجَلَ مِنْ هٰذَا
اور اونکا مکان بنوانا برا معلوم ہوا اور اسی کیطرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہین
کہ دنیا ایک پل ہے اوسپر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہے کیونکہ زندگی
دنیا آخرت مین پہونچنے کے لیے ایک پل ہے جسکا ایک ستون مہد ہے اور ایک ستون لحد اور دونوں کے

درمیان مسافت محدود ہے بعض لوگون نے اس پل کا نصف قطع کرلیا ہے بعض نے تہائی اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہے مگر اوسکو معلوم نہین بہرحال اوسپر سے گذرنا تو ضروری ہے اور پل پر عمارت بنانی اور اوسکو اقسام زینت سے آراستہ کرنا اور پہر چہوڑکر چلا جانا نہایت جہل اور ذلت ہے اور چونکہ دنیا مین خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیا دار کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سلامت نکلجانا بہی ایسا ہی آسان اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ اسکے اندر ہین جانا بہت سہل ہے اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یون لکہی تہی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہے ظاہر مین اوسکو ہاتہ لگاؤ تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہے مگر اوسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہے پس تمکو جو چیز اوسمین سے اچہی معلوم ہو اوسکی طرف سے منہ پہیر لو کہ وہ تمہارے ساتہ بہت کم رہیگی اور از انجا کہ تمکو اوسکے فراق کا یقین ہے اسلیے اوسکے تردداتکو بہی برطرف کرو اور اوسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف کا مقام ہے کیونکہ دنیا مین جب کبہی کسیکو خوشی پہونچتی ہے اوسکے بعد ویسا ہی رنج بہی پہونچا کرتا ہے والسلام اور دنیا مین پہنسکر اوسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث مین ہے اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْیَا کَالْمَاشِیْ فِی الْمَاءِ ہَلْ یَسْتَطِیْعُ الَّذِیْ یَمْشِیْ فِی الْمَاءِ اَنْ لَا تَبْتَلَّ قَدَمَاہُ اس حدیث سے جہالت اون لوگون کی معلوم ہوئی جو یہ کہتے ہین کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا سے بہرہ ور ہین اور دل اوس سے پاک و صاف ہین دلون مین کسیطرح کا علاقہ نہین اور یہ ایک شیطان کا دہوکا ہے کہ اونکو فریب دے رکہا ہے اسلیے کہ اگر اونکو اس عیش و لذت سے علیحدہ کردیا جاوے تو کیسا اضطراب کرتے ہین اگر دل کو علاقہ نہتا تو درد و رنج کسکو ہوتا ہے غرضکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست ہی کہ جسطرح پانی مین چلنے سے قدم ضروری تر ہوتے ہین اسیطرح دنیا کی اختلاط سے بہی دلمین ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دل مین عبادت کا مزہ نہین ہوتا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین سچ کہتا ہون کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد مین کہانے کا مزہ نہین پاتا اسیطرح جسکو دنیا کا روگ ہے وہ عبادت کی حلاوت نہین اٹہاتا اور یہ بہی سچ کہتا ہون کہ جسطرح گہوڑا سوار نہونے اور پہیر انجانے سے بگڑجاتا ہے اور کام نہین دیتا ہے اسیطرح اگر دل بہی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور رو براہ نکیا جاوے تو سخت اور بیکار ہوجاتا ہے اور یہ بہی درست بات ہی کہ مشک جب تک پہٹتی اور سوکہتی نہین اوسمین شہد بہرا کرتے ہین اسیطرح جب تک دل شہوات سے نہین پہٹتا اور طمع سے ناپاک اور لذت سے سخت نہین ہوتے تب تک حکمت

ف دنیادار کی مثل ایسی ہے جیسے پانی مین چلنے والا کہ کیا اوسکو ممکن ہے کہ پانی مین چلے اور اوسکے پاؤن تر نہون ۱۲ بیہقی در شعب و ابن ابی الدنیا بروایت حسن عن انس ۱۲

اوسمین اٹکتی ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّمَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَاِنَّمَا مَثَلُ کُلِّ اَحَدِکُمْ کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاہُ طَابَ اَسْفَلُہٗ وَاِذَا خَبُثَ اَعْلَاہُ خَبُثَ اَسْفَلُہٗ اور ایک حدیث مین حضرت انس رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَثَلُ ھٰذِہِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِہٖ فَیُوْشِکُ ذٰلِکَ الْخَیْطُ اَنْ یَّنْقَطِعَ اس حدیث مین اس بات کی مثال ہے کہ دنیا جسقدر باقی ہے بنسبت گذشتہ کے بہت کم ہے اور اس وجہ سے کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہے اسکی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہے کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیاس کے لیے کھاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیے گا وتنا ہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو مرجاوے گا اور اس باعث سے کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہے اور انجام پلید ہوتا ہے اوس کی مثال غذا کی سی ہے یعنے شہوات دنیاوی دلمین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوات غذا معدہ مین اور مرنیکے وقت دلکی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہے مثلاً جسقدر غذا لذیذ و مزہ دار اور چکنی خواہ شیرین ہوگی اوسیقدر اوسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسیطرح دل کے شہوات مین سے جونسی شہوت قوی اور لذیذ ہوگی اوسکی کراہت اور بدبو مرنیکے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھو کہ اگر کسی کا گھربار چھن جاوے اور مال و اولاد و زن و فرزند لٹ جاوین تو اوسکو مصیبت و درد اوسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تھی اور بہت لذیذ جانتا تھا اور کثرت سے حرص کرتا تھا خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچھا معلوم ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے نہونے سے رنج بھی ہوتا ہی اور موت سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا کی نعمت جاتی رہی اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھہ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر اوس غذا کا کیا بنتا ہے انہون نے عرض کیا کہ وہ تو آپ جانتے ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ دنیا کو اوسی چیز کی مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو غذا سے پہنچاتی ہے اور حضرت ابی بن کعب رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اَنَّ الدُّنْیَا ضُرِبَتْ مَثَلًا لِابْنِ اٰدَمَ فَانْظُرْ مَا یَخْرُجُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ وَاِنْ قَزَّحَہٗ وَمَلَّحَہٗ اِلٰی مَا یَصِیْرُ اور فرمایا اِنَّ اللہَ ضَرَبَ الدُّنْیَا لِمَطْعَمِ ابْنِ اٰدَمَ مَثَلًا وَضَرَبَ مَطْعَمَ ابْنِ اٰدَمَ لِلدُّنْیَا مَثَلًا وَاِنْ قَزَّحَہٗ وَمَلَّحَہٗ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو ڈالتے ہین اور پھر اوسکو

کہان ڈال آتے ہین اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ اسکی تفسیر مین حضرت
ابن عباس فرماتے ہین کہ طعام سے مراد وہ صورت ہے جو غذا کے انجام کو ہوجاتی ہے اور ایک شخص نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مین آپ سے کچھ پوچھا چاہتا ہون مگر شرم آتی ہے آپ نے
فرمایا کہ شرمانا نچاہیے پوچھ لو اوسنے عرض کیا کہ جب آدمی پاخانہ سے فارغ ہوگیا اوسکو دیکھی آپنے
فرمایا کہ ہان فرشتہ اوسکو یون کہتا ہے کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تھا اوسکو دیکھ کہ اوسکا انجام کیا ہوا
اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لوگو چلو تمکو دنیا دکھاؤن اونکو کسی گھورے پر لیجا کر فرماتے
کہ یہ اونکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہے اور آخرت کی نسبت کر دنیا کی مثال اس حدیث
شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت مین ایسی ہے جیسے
کوئی سمندر مین انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنے آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور
اس وجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتون مین مبتلا ہوکر آخرت سے غافل رہتے ہین اور پھر بڑی بڑی سختیان
اٹھاتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھ لوگ کشتی مین سوار ہون اور ایک جزیرہ مین پہونچین
وہان پہونچکر ملاح نے اونکو اجازت دی کہ جسکو قضاء حاجت منظور ہو وہ یہان اوتر جاوے مگر یہ
مقام خوفناک ہے یہان سے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کھل جاوے گی یہ لوگ کشتی سے اتر کے
اور اطراف جزیرہ مین پھیل گئے پھر بعضون نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاے حاجت کرتے ہی
کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کو خالی دیکھکر خوب فراغت کی جگہ اور خاطر خواہ آسایش کا مکان لے لیا
اور بعضون نے جزیرہ مین توقف کرکے اوسکے شگوفون اور غنچون اور بیابانون اور نغمات دل آویز
اور جانورون کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلمون اور معادن گوناگون اور نقوش غریبہ اور
اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے نکل جانے کے سیر کرتے ہی جلد پھر آئے انکو پہلونکا سا مکان
وسیع تو نملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضون نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا لٹو ہوگئے
اور صدف وجواہر اور میوہ وگل کی خوبی اسقدر دلمین کھبی کہ اونکے چھوڑنیکو دل نچاہا اور تہین سے
کچھ ساتھ لے لیے کشتی مین آکر مکانمین گنجایش اتنی بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھ سکین بوجھ کے
رکھنے کا تو کیا ذکر ہے مجبوری اونکو اپنے سر پر لادکر کشتی مین بیٹھ گئے مگر اپنی اس حرکت سے نادم
تھے کہ ناحق انکو لیا اور مفت مین دردسر اور وبال مول لیا اور کچھ لوگ جنگلون مین گھسکر کشتی کو بالکل
بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سنی مگر باوجود اسکے درندون کا خوف دلمین تھا
اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس فراز ونشیب مین لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اٹھانی پڑیگی پاؤن اور کپڑون

ہین کاٹنے جیسے بہی گئے ٹہنیون نے بدن چیرے کا آواز ہولناک سے کلیجہ کاٹنے گا جہاڑ و ن نے کپڑے پہنکر سنگیے رہجاوینگے اور پہر اگر لوٹنا چاہین گے تو بن نہ آویگا ابہی اثنا مین آواز کشتی والون کی سنکر بوجہہ کے گٹھے سر پر لیے جو کنارہ پر پہونچے تو اوسمین جگہہ نپائی کنارہ ہی پر بہوکے پیاسے مر گئے اور بعضون کو کشتی والونکی بہی آواز نہ سنائی دے اور کشتی بہی چلدی تو انکا حال یہ ہوا کہ کچھہ تو خوراک درندون کی ہوئے اور کچھہ حیران پریشان بہٹک بہٹک مرگیے بعضے دلدل مین جا گرے بعضو نکو سانپ بچہو کہا گئی غرض سب کی سب اسیطرح خوار و نزار مردار ہوگئے اب جو لوگ کشتی مین بوجہہ سمیت سوار ہوئے تہے اونکو اون چیزونکی حفاظت کا فکر ہوا مکان تنگ پہلی ہی سہی تہا کچھہ عرصہ کے بعد پہول مرجہا گئے اور پتہر وغیرہ کے رنگ متغیر ہوگئے اور میوہ وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور یک نشد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکہنی ہی کی دقت تہی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی پہر کوئی علاج بنو جہا بجز اسکے کہ اوسکو دریا مین ڈالدیا مگر اوسکی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گہر پہونچنے تک بیمار پڑ گئے اور بہت و نون ہنک ہنکا کیے اور جو اننے پہلے کشتی مین آئے تہے اونکو البتہ بیٹہنے مین خاطر خواہ آسایش تو نہی الا وطن مین پہونچکر صحیح و سالم رہے کچھہ دکھہ روگ نہوا اور جو لوگ اول ہی اول چلے آئے تہے وہ کشتی مین بہی چین سے رہے اور وطن مین بہی راحت و آرام سے رہے پس اگر تامل دیکہو تو یہی حال دنیا کے لوگونکا ہے کہ وطن اصلی کو بہول کر اس جزیرہ کے گلزار اور پتہرون اور چاندی سونے پر ایسے غافل ہین کہ انجام کا فکر ذرا نہین کرتے یہ معلوم نہین کہ مرنیکے وقت یہ سب زینت کی چیزین گردن پر وبال ہونگی گو اب انکی آنے کی خوشی اور جانیکا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت مین سبہی مبتلا ہین الا جسکو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب مین آجاتی ہے اور باوجود خدا تعالے کے خوف دلانیکے اللہ تعالی کے قول پر ایمان ضعیف رکہتی ہے اوسکی مثال اس حدیث مین ہے جو حضرت حسن رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض سے فرمایا کہ میری اور تمہاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کے لوگ کسی جنگل بیابان مین چلین اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بہی خبر نہی کہ جتنا راہ طے کر چکے ہین وہ زیادہ ہے یا جو باقی رہا ہے وہ زیادہ ہے پس اونکا کہانا پینا تمام ہوجاوے اور اسی جنگل مین کمر بہول ڈالکر وراحلہ پڑ رہین اور جینے سے ہاتہہ دہو بیٹہین جب اونکی یہ نوبت پہونچی تو دور سے ایک آدمی کی صورت دیکہین کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اوسکے کپڑون سے پانی ٹپکتا ہے گمان کرین کہ یہ شخص کسی زرخیز زمین سے آتا ہے وہ جگہہ یہان سے قریب معلوم ہوتی ہے جب وہ پاس آکر ایسے پوچھے کہ میان

تمہارا کیا حال ہے اوس سے کہیں کہ جو حال ہے وہ عیان ہے عیان را چہ بیان وہ جواب مین کہے
کہ بھلا اگر مین تمکو پانی اور باغ بتا دون تو کیا کروگے جواب دین کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز مین
فرو گذاشت نکرینگے اوسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کرو اونہون نے خدا کی قسم کہا کر عہد مستحکم
کیا کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات مین نہ کرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اوسنے عمدہ پانی اور باغ سبز بتلا
دیا اور چند روز خود اونمین رہا پھر اوسنے کہا کہ بھائیو سنتے ہو اونہون نے کہا کہ کہو کہا کہ یہان سے
جلد چلو پوچھا کہ کہان جائین کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ مین جو اس سے کہین اعلی ہے اسکو سنکر بعضون
نے تو یہ کہا کہ خدا کی قسم ہمکو یہ جگہہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہے اس سے بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے
اور کم لوگون نے یہ کہا کہ صاحبو اسکے ساتھہ عہد کر چکے ہو کہ کسی بات مین نافرمانی نہ کرینگے پہلی جو بات
اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اب بھی اسکا قول بیشک درست ہی اور اسی خیال سے اوسکے ساتھ
ہو لیے اور باقی لوگ وہان ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کر کے بعضون کو قتل اور بعضون کو
اسیر کر لیا **ف** مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اوس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کیطرف بلاتے ہین پس جسنے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ
کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اونکا اتباع کیا وہ تو سلامت رہا اور نہ دشمن جانی شیطان کے
زمرہ مین داخل ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول مزے اڑاتے ہین
اور آخر کو اوسکی جدائی سے دردمند ہوتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکان بناوے اور اوسکو
خوب آراستہ کرے اور پھر ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گھر مین
آوے تو ایک سونیکے عطردان مین اوسکے سامنے عطر وغیرہ رکھدے کہ اوسکو سونگھکر اورون کیواسطے
چھوڑ جاوے اوسنے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن مع سمیت ہمکو ملا ہے اسی جہت سے دل کو
خوب اوس سے متعلق کر لیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہوا
اور جسکو دستور معلوم تھا اوسنے خوشبو بھی سونگھی اور مالک کا شکر گذار بھی ہوا اور خوشی سے وہ برتن
مالک کے حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالے کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافت خانہ ہے
گذرنے والون پر وقف ہے اسلیے کہ اس سے توشہ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع
ہوتے ہین اوسیطرح اشیاے دنیاوی سے فائدہ اٹھاوین اور ہمہ تن اوسمین مصروف نہون کہ
جدا ہونے کے وقت مصیبت سہین یہ ہین دنیا کی مثالین اور اوسکے آفات وغوائل کی تشبیہین خداوند
کریم ہمکو بھی توفیق اس سے بچنے کی عنایت کرے

چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین

جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہین جب تک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کونسی دنیا ہے اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہے اسیواسطے ان دونون باتون کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہے پس کہتے ہین کہ دنیا و آخرت دل کے دو احوال کا نام ہے جو حال کہ دلسے قریب ہی یعنے موت سے پہلے اوسکو دنیا کہتے ہین کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہے اور جو حال متاخر ہے یعنے بعد موت کو اوسکو آخرت بولتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اونسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہے وہ آدمی کے حق مین دنیا مین داخل ہین مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس چیز کیطرف رغبت ہو وہ خواہ نخواہ بری ہے بلکہ اوسکی تین قسمین ہین اول تو وہ اشیا جو آخرت مین ساتھ رہین اور اونکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزین ہین علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہے جس سے معرفت ذات و صفات و افعال الٰہی اور ملائکہ اور کتابون اور رسولون اور زمین و آسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہے پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہے کہ سب چیزونسے زیادہ لذت علم مین پاتا ہے یہانتک کہ خواب و خور اور ملاقات زن و فرزند اسکے لیے چھوڑ دیتا ہے اور سب سے زیادہ اسی مین مزہ پاتا ہے اور یہ لذت اوسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہے تاہم اسکو ہم دنیا مذموم مین شمار نہین کرتے بلکہ اسکو صرف دنیا مین بھی شمار کرنا نہ چاہیے آخرت ہی مین تصور کرنا چاہیے اسیطرح عابد بھی اپنی عبادت مین ایسی حلاوت و لذت پاتا ہے کہ اگر اوسکو بالفرض روکدیا جاوے تو سخت عذاب مین مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدون کا قول ہے کہ موت سے اور تو کچھ ڈر نہین اتنا خوف ہی کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک اور عابد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی مجھکو قبر مین قوت نماز و رکوع و سجدہ کی عنایت کرنا تو گویہ لذت سردست اوسکو حاصل ہے اور باعتبار اشتقاق کے دنیا اسے کہہ سکتے ہین لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہے وہ چیز یہ نہین اسیطرح حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثَۃٌ اَلنِّسَآءُ وَالطِّیبُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی سے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات مین سے ہے اور جتنے محسوسات ہین وہ دنیا کے عالم مین داخل ہین علاوہ ازین رکوع و سجود مین جو اعضا کی حرکت سے اونکو لذت ہوتی ہے یہ بھی دنیاوی لذت ہے مگر ہم اسجگہ ایسی لذتونسے تعرض نہین ہوتے اور اسکو دنیا تصور نہین کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہے اوسیکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور لذات کی وہ ہے جس سے صرف

زندگی مین فائدہ ہو اور آخرت مین کچھہ ثمرہ نملے جیسے گناہون سے لذت یاب ہونا یا مباحات سے زائد از ضرورت مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سے ڈھیر چاندی سونے سے اور گھوڑون اور چوپاؤن اور زراعت اور لونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور عمدہ غذاؤنسے متمتع ہونا ان سب کا حظ مرنے سے پہلے ہی تک ہے اسلیے دنیاء مذموم مین داخل ہین اور اسمین کلام طویل ہے انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجہین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہون نے حضرت ابو درداء رض کو حمص پر عامل کرکے بھیجا تھا اونہون نے وہان دو درم صرف کرکے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو یون لکھا کہ عمر بن خطاب امیر المومنین کیطرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین وہ چیز موجود تھی جو تمکو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جسکے خراب کرنے کا حکم خدا تعالی نے دیا ہے اب بفور پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل وعیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بھر دمشق ہی مین رہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر رض نے اسقدر کو بھی دنیا سے فضول سمجہا تیسری قسم لذات کی وہ ہے کہ ان دونون قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی ہی لابدی اشیاء جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگے بلکہ اس وجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتونکا ہین داخل قسم اول ہین جو شخص اونکو بقصد استعانت حاصل کرے گا تو دنیا دار نہ کہلاوے گا اور علم وعمل پر استعانت کی نیت سے حاصل نہ کرے گا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہونگی اور دنیا کی چیزون مین شمار ہو نگے اور موت کی بعد آدمی کے ساتھہ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالی کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالی کی انمین طہارت قلب بدون ترک شہوات دنیا کی نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت ومداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت حاصل نہین ہوتی اور معرفت الٰہی بدون مداومت فکر کی نہین ہو سکتی اور یہی تینون باتین یعنی طہارت والفت ومحبت بعد مرنیکے موجب سعادت ونجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے اسوجہ سے نجات دہندہ ہے کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہوجاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ آدمی کے اعمال اوسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤنکی طرف سے آویگا تو تہجد اوسکو روکے گا اور جب ہاتھونکیطرف سے آوے گا تو خیرات اوسکو روکے گی اور انس ومحبت اسکا باعث ہے جب طاعت ہین کہ انکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہے اور بفور مرنیکے اس سعادت کو پہونچ جاتا ہے

طبرانی نے بروایت عبد الرحمن بن سمرہ اور ... بن عبد الرحمن ... ضعیف ... اسناد ... نقل کیا ہے ۱۲

اور وقت دنیا تک جو جنت مین ہوگا یہی حال رہتا ہے تو مرتی ہی قبر رشک باغ ارم بنجاتی ہے
اور کیون نہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تھا جس سے عوائق دنیاوی مانع تھے جب مرتے سے وہ عوائق
دور ہوئے اور دنیا کی حولات سے چھوٹ گیا تو اب ذکر محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا اب تو
خوشی خوشی آفتون سے چھوٹ کر اور رنج فراق سے مامون ہوکر اوسکے انوار سے مدام مقتبس ہے گا اور دنیا
دنیا دار کو قبر مین عذاب ہوتا ہے اس جہت سے کہ اوسکا محبوب صرف دنیا تھی جو موت کے باعث اوس سے چھین
گئی اور کوئی حیلہ اوسمین پھر آنے کا نرہا جب محبوب ہی پاس نرہا تو رنج و عذاب نہوگا تو اور کیا ہوگا
کسی نے سچ کہا ہے

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

اور موت سے آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چھوٹ جاتی ہین اور خدا کے سامنے
حاضری ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہے جو ان تینون صفات
یعنی ذکر اور فکر اور اوس عمل پر جس سے کہ شہوات دنیا چھوٹ جائین مداومت کرے اور تمام لذات
دنیاوی اوسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت و تندرستی کے ممکن نہین اور
بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کیواسطے جدا سامان چاہیے
پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کے لیے حاصل کرے وہ دنیا دار نکہلاویگا
اور یہ دنیا اوسکے حقمین مزرعہ آخرت ہوگی اور اگر ان چیزونکو صرف حظ نفس کیواسطے اور تنعم کے لیے
پیدا کرے گا تو دنیا والون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاوے گا لیکن رغبت حظ دنیاوی
بھی دو قسم ہے ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنے والا عذاب آخرت کا مستحق ہو اوسکو حرام کہتے ہین
دوسرے وہ کہ اوسکو اعلی درجہ تک نہ پہونچنے دے اور طول حساب مین پھنساوے اوس کا نام
حلال ہے اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہو کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے ٹھہرا رہنا بھی ایک
عذاب ہی جسقدر حساب مین الجھایا جاوے گا اوسکو کیسی تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین ہے
کہ حلالها حساب وحرامها عذاب اور نیز فرمایا کہ حلالها عذاب الا انه اخف من عذاب الحرام
بلکہ اگر بالفرض حساب نہو صرف ان حظوظ نفسانی اور لذات فانی کی جہت سے رتبہ اعلی سے محروم
رہنا اور دل پر حسرتونکا گذرنا بھی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین دیکھو کہ جب کوئی اپنا ہمسر
سعادات دنیاوی مین بڑھجاتا ہے تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہے حالانکہ اس دنیاوی تبسر کو
کچھ قیام نہین یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور انجام کو بالضرور منقطع ہو جاتا ہے پس جب لذات دنیاوی

[illegible]

بہشت ہو تو سعادات اخروی پر تو بطریق اولیٰ ہو گی وہ نعمتین تو پایدار اور خارج از وصف و بے انتہا ہین نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی ایسی نعمتون کے نکلنے سے دل پر کیا کیا نہ گذرے گا بس جو شخص دنیا مین لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیون نہو اوسکا حصہ آخرت مین بہت کم ہو جاویگا اسیطرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اسکے عوض دو چند سہ چند کم ہو جاویگی اور یہی مراد ہے اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تہا ھٰذا مِنَ النَّعِیْمِ الَّذِیْ تُسْأَلُ عَنْہُ یہ اشارہ ٹھنڈے پانی کیطرف فرمایا تہا غرضکہ سوال کے جواب دینے مین ذلت اور خوف او مشقت انتظار ہے اور ان سب سے نقصان حظ آخرت متصور ہے اسیواسطے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اوسکو ہاتھہ مین پہراتے رہے پھر اوسکو نہ پیا اور فرمایا اِعْزِلُوْا عَنِّیْ حِسَابَھَا یعنی مجہسے اسکا حساب علیحدہ رکھو خلاصہ یہکہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہے مگر وہ مقدار کہ خدا سے خوف کرنیکی معین ہو کیونکہ وہ مقدار داخل دنیا ہی نہین اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہو گی وہ لذت دنیاوی سے بہی زیادہ احتراز کرے گا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کے وقت ایک پتھر پر رکھہ لیا تہا مگر جب ابلیس نے متمثل ہو کر اونسے عرض کیا کہ تم نے بہی دنیا کی رغبت کی فوراً اوسکو سر تلے سے نکال کر پہینک دیا اسیطرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگونکو نفیس غذائین کہلاتے اور اپنے آپ جو کی روکہی روٹی کہاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اس طور ذلیل و سخت کر لیا تہا اسلیے کہ لذیذ کہانے سے باوجود قدرت کے صبر کرنا بہت سخت ہی اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتین علیحدہ رکہی تہین کئی کئی روز برابر کہانا نہ کہاتے اور بہوکھہ کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندہتے اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آخرت مین اونکو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوہ وغیرہ سے باز رکھتا ہے اور فصد و حجامت سے اوسکو دکہہ دیتا ہے تو یہ کام اوسکا بخل سے نہین ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہے اور اس بیان سے ثابت ہو گئی یہ بات کہ جو چیز مخصوص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہین ہے وہ دنیا ہے اور جو چیز مخصوص اللہ تعالیٰ کے ساتھہ ہے وہ دنیا نہین ہے اگر تو سوال کرے کہ وہ کون چیز ہے جو مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہے جواب مین اوسکے کہا جائے گا کہ اشیا سب تین قسم ہین ایک قسم او نمین سے وہ جسکا اللہ تعالیٰ کیواسطے ہونا تصور ہی مین نہین آسکتا اوس قسم مین وہ چیزین ہین جنکے بغیر گناہون اور منہیات سے ہوتے ہین اور اقسام اقسام نعمتین جو مباح ہین اور فقط بعض راحت و آسایش بدن اونسے

۲ ترمذی وابن ماجہ بروایت ابن عباس ۱۲

۳ اوپر گذری ۱۲

کہے جاتے ہیں اسکا نام دنیا مخصوص ہے اور غایت درجہ مذموم ہے اور یہی دنیا ظاہر اور باطن میں دونوں طرح ہے دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کیواسطے ہوں اور غیر خدا کیواسطے بھی ہو سکتی ہوں اور وہ تین چیزیں ہیں فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا پس یہ تینوں باتیں اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سوا حکم خدا اور خوف آخرت کی نہو تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا میں شمار نہونگی لیکن اگر اسنے غرض دنیاوی ہوگی مثلاً فکر سے طلب علم اسلیے کرتا ہے کہ لوگوں میں مقبول اور ممتاز ہو یا ذکر اسلیے کرتا ہے کہ لوگوں میں عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہے کہ مال محفوظ رہے یا صحت بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو تو ایسی نیت سے یہ باتیں دنیا میں گنی جاوینگی ظاہر میں تو خدا کیواسطے معلوم ہوتی ہیں مگر معنی کی اعتبار سے خدا کیواسطے نہیں دنیا کیواسطے ہیں تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کے لیے ہوں مگر اونکو خدا کے لیے بھی معنی کے اعتبار سے کر سکتے ہیں جیسے غذا اور نکاح یا اور چیزیں جنسے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی مربوط ہے ان چیزوں میں اگر نیت صرف حظ نفس ہے تو دنیا ہیں اور اگر قصد استعانت تقوی پر ہے تو خدا کیواسطے ہیں گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہے مگر معنی کے اعتبار سے دنیا نہیں حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ وَمَنْ طَلَبَهَا اسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَصِيَانَةً لِنَفْسِهٖ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ دیکھو کہ صرف قصد کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اوسی حظ کا نام ہے جو زندگی میں ہو جاوے اور آخرت میں کام نہ آوے اسکو ہوا نفس بھی کہتے ہیں اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى اور ہوی پانچ چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور چیزیں کہ جنسے یہ پانچوں حاصل ہوتی ہیں وہ سات ہیں جو اس آیت میں جمع ہیں زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اب یہ معلوم ہو چکا کہ جو چیز خدا کیواسطے ہے وہ دنیا میں سے نہیں اور یہ کہ بمقدار ضرورت خوراک و پوشاک و مکان کی اگر بقصد رضا خدا تعالی کی ہو وہ خدا کیواسطے ہے اور ان اشیاء میں سے زائد از حاجت لینا تنعم میں داخل ہے جو خدا کے واسطے نہیں اور ان دونوں کے بیچ میں ایک درجہ ہے جسکو حاجت کہتے ہیں اوسکی بھی دو طرف ہیں طرف اول حاجت کی وہ ہے جو حد ضرورت کے قریب قریب ہو اسمیں کچھہ ضرر نہیں ہوتا کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر ممکن ہے اسلیے جتنا اوسکے قریب پہونچ سکے وتنا ہی مفید ہے اور

دوسری طرف حاجت کی وہ ہے کہ تنعم کے قریب ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ان دونون طرفون کے
درمیان ایک درجہ ہے اوسکا نام حاجت ہے اور اوس حاجت کیواسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہے
ایک کنارہ اوسکا قریب ہے حد ضرورت سے اور وہ کسیطرح مضر نہین ہے اسواسطے کہ انسانونکو
فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اوسکی حد سے آگے نہ بڑہنا باوجود رہنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہین
اور ایک طرف حاجت کا برابر ہے مرتبہ تنعم کے اور اوس سے قریب ہے بہتر یہ بات ہے کہ اسطرف سے
کنارہ کیا چاہیے اور آدمی اپنے کو ہمیشہ اس سے بچاتا رہے اور جو شخص بہرا ہے گردشمنی کے اور مبتلا
ہوا ہے کسیقدر تکالیف مین عجب نہین کہ وہ اسمین مبتلا ہو جاوے اور مضبوط رہنا پرہیز مین اور
استواری کرنا تقوی مین اور فکر تقرب باری جل جلالہ کا ہمیشہ دلمین رکہنا یہ سب چیزین داخل
حد ضرورت مین نہین جسقدر ممکن ہو اسواسطے کہ ان سب باتون مین اقتدا اور پیروی ہے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیاء کرام کی کیونکہ یہ سب اپنی نفوس کو ہمیشہ مائل طرف حد ضرورت
کے رکہا کرتے تہے چنانچہ حضرت اویس قرنی رض کی حکایت ہے کہ وہ اپنی کو اسقدر حد ضرورت کیطرف
مائل رکہتے تہے اور یہانتک اپنے نفس پر تنگی کرتے تہے کہ تمام گہر والے اونکے اونکو مجنون جانتے تہے
اونکے رہنے کو ایک کوٹہری گہر کے دروازہ پر بنادی تہی اوسمین وہ رہا کرتے اور کبہی سال بہر
اور کبہی دو برس کبہی تین برس کے بعد گہر مین آتے وہ بہی اسطرح سے کہ کوئی اونکا منہ دیکہنے نپاتا
بعد آخر وقت عشا گہر مین آتے اور قبل اذان فجر نکل جاتے کہانا اپنا یہ ٹہیرا لیا تہا کہ تمام دن خرمای کی
گٹہلیان چنتے اور جب کوئی سوکہا ہوا خرما اوسمین ملتا افطار کیواسطے اوٹہا لیتے اگر اسقدر مل جاتے کہ
بقدر سد رمق قوت کو کافی ہو تو گٹہلیان چنی ہوئی فقیرونپر تصدق کر دیتے اور اگر اسقدر نہ ملتے
خرمے اوسمین نپاتے تو وہ گٹہلیان بیچتے اور اوس سے کوئی چیز خرید کر کہا لیتے کپڑے کا اونکے
یہ حال تہا کہ گہورون کے پڑے ہوئے چیتہڑے چنتے اور اونہین فرات مین دہوتے اور دہوکر جوڑتے
اور پہنتے یہ لباس تہا اکثر لڑکے اونکو کنکریان مارتے اور یہ سمجہتے کہ یہ مجنون ہین اوسوقت آپ
اونسے ارشاد فرماتے کہ بہائیو اگر مجہے ڈہیلے مارتے ہو تو چہوٹی چہوٹی مارو مین ڈرتا ہون کہ تم مجہے
مارو شاید خون نکلے اسمین وقت نماز کا آجاوے اور مین پانی نپاؤن یہ خصلتین تہین حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من جانب
الیمن حضرت موصوف قدس سرہ العزیز کیطرف اشارہ ہے کہ جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق

تحقیق کہ مین پاتا ہون بو رحمن کی جانب یمن سے

کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے آپنے تمام لوگونکو جمع فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم سب مین جو عراق کا
رہنے والا ہو کھڑا ہو جاوے اوسکو سنکر جتنی آدمی عراق کے تھے کھڑے ہوگئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھ جاو مگر جو تم مین کوفہ کے ہون وہ کھڑے رہین وہ سب بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھے رہو سوا اون اشخاص کی جو قبیلہ مراد سے ہون پھر فرمایا تم سب بیٹھے رہو مگر وہ شخص
جو قرن سے ہو سب سنکر بیٹھے رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اوس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو
قرن کا رہنے والا ہے اوسنے کہا ہان آپ نے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور اونکی کیفیت اوس سے
بیان فرمائی اوسنے کہا ہان جانتا ہون یا امیر المومنین آپ اوسکو کیون پوچھتے ہین قسم ہے خدا کی ہمارے
قبیلہ مین کوئی شخص اویس سے بڑھکر احمق اور مجنون نہین ہے اور نہ کوئی اوس سے زیادہ وحشی اور کم مرتبہ ہے
اوسکو سنکر روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ مینے جو کچھ کہا ہے خود نہین کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سنا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا ہے یَدْخُلُ فِیْ شَفَاعَتِہٖ مِثْلُ رَبِیْعَۃَ وَمُضَرَ ہرم
بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جسوقت مینے یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آیا مین کوفہ کو اور کوئی
مطلب نتھا سوا اسکے کہ تلاش کرون مین اویس قرنی کو اور یہہ سوال کرون مین اونسے یہانتک
کہ پہونچا مین انکے پاس وہ کنارہ فرات کے دوپہر کیوقت بیٹھے ہوئے وضو کرتے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے ہرم بن
حیان کہتے ہین کہ پہچانا مینے اون نشانیونسے جو مینے سنی تہین دیکھا مینے کہ وہ ایک شخص تنومند گندم گون
رنگ ہے سر کے بال منڈے ہوئے داڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہ المنظر مینے اونکو سلام کیا
اونہون نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے مینے اونکی طرف مخاطب ہوکر ہاتھ مصافحہ کو بڑھایا
اونہون نے مجھسے مصافحہ کرنے مین انکار کیا مینے کہا رحمک اللہ اور مغفرت کرے تمپر اے اویس کیا حال ہے تمہارا
یہ سنکر میری محبت سے اونکے آنسو برابر گرنے لگے اوسوقت مینے اونکی عجیب کیفیت دیکھی کہ پہلے مین ہی الم سے
جانتا ہون یہانتک کہ مین بھی خوب سا رویا اور وہ بھی روئے پھر فرمایا کہ خدا زندہ رکھے تجھے اے ابن حیان کیونکر
آیا تو اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ تجھے کسنے بتایا مینے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے تک رسائی کی ہدایت
کی فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ابن حیان کہتے ہین کہ مین
سخت متعجب ہوا اس سے کہ اول مجھے پہچان لیا حال آنکہ قسم ہے بار الٰہی جل جلالہ کی کہ نہ کبھی
اونہون نے مجھے دیکھا تھا اور نہ مین نے اونہین مینے اونسے کہا کہ تمنے مجھے کہانسے پہچانا اور میرا اور میرے
باپ کا نام کیونکر جانا حالانکہ کبھی تمنے مجھے دیکھا نتھا فرمایا پہچانا مینے اپنے خدائے علیم وخبیر سے کیا تم نہین
جانتے کہ روحونکو باہم دوستونسے ایک سروکار ہے میری روح نے تمہاری روح کو پہچانا جسوقت میرے نفس نے تمہارے

نفس سے مکالمت کی ارواح کیواسطے بھی نفوس ہین جیسے اجسام کیواسطے نفوس ہین اور مومنین ایک
دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور وہ سب باہم دوستی رکھتے ہین روح اللہ تعالی کے ساتھہ اگرچہ ملاقات
نہوئی ہو ایک دوسرے کو باہم پہچانتی ہین اور اونکے آپسمین مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا
دوسرے سے دور ہو اور بعد منازل درمیان مین واقع ہوا ہو ابن حبان کہتے ہین مینے کہا کہ کوئی
حدیث مجھسے بیان فرمائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مین اسے سننا چاہتا ہو
فرمایا مینے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ مجھے اونکے حضور اقدس مین اتفاق حاضر
ہونیکا ہوا البتہ مینے اون لوگونکو دیکھا ہے جنہون نے صرف صحبت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وسلم کا حاصل کیا ہے اون لوگون کی زبانی مینے حدیثین سنی ہین جیسے تمنے سنی ہین مین تھہر نہین
جانتا کہ اپنے پر اسکا دروازہ کہولون اور محدث اور مفتی اور قاضی ہون اے ہرم ابن حبان میری نفس کو
بے پروائی ہی آدمیوں سے پہنچی کہا کہ کوئی آیت ہی پڑھیے کلام اللہ کی وہی تمین سنا اور پہر کچھہ نصیحت
دعا فرمایئے اور مجھے وصیتین کیجیے جو مین یاد رکھون مجھے آپکے ساتھہ فقط برائے خدا سخت محبت ہے
ابن حبان کہتے ہین کہ اوٹھے اور میرا ہاتھہ پکڑکر کنارہ فرات کی ٹہلنے لگے اور فرمایا اعوذ باللہ
السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور روئے پہر فرمایا کہ الحق قول ربی واصدق
الحدیث حدیثہ وصادق الکلام کلامہ بعد اوسکے یہ آیت پڑہی وما خلقنا السموات والارض وما بینھما
لاعبین ما خلقناھما الا بالحق ولکن اکثرھم لا یعلمون اور اس آیت کو انہ ھو العزیز الرحیم تک پڑہکر
ایسا نعرہ مارا کہ مجھکو یہ گمان ہوا کہ اونکو غش آگیا پہر فرمایا کہ اے ابن حبان تیرا باپ حبان مر گیا اور عنقریب
تو بھی مرے گا اور جنت یا دوزخ مین جاویگا شروع سے دیکھو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پہر حضرت
نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پہر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پہر حضرت موسی علیہ السلام
نجی الرحمن کا ارتحال ہوا پہر حضرت داود خلیفۃ الرحمن علیہ السلام رہگرای عالم بقا ہوئے پہر سید ابرار
لولاک باعث ایجاد سماوات سما کے محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ
اعلی علیین ہوئے پہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخت امامت فردوس برین مین ڈالا پہر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ جو میرے بہائی اور دوست اونہین کے ہمدم ہوئے یہ کہکر ہائے عمر ہائے عمر کہنے لگے مینے کہا
کہ خدا آپپر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہین مرے نہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالی
نے اونکی وفات کی خبر مجکو پہنچا دی اور میرا نفس یہی کہتا ہے پہر فرمایا کہ مین اور تم بھی گویا مردون
ہی مین ہین پہر حضرت کی [illegible] دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا

کہ اے ای حیان میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل رکھنا مجھے
تمہارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے موت کو ہر دم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنے
قوم میں پہنچ جاؤ اونکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیرخواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت
علیحدہ ہوگے دین سے علیحدہ ہو جاوے اور تمکو خبر بھی نہو گی اور آخر کو دوزخ میں پڑو گے اپنے واسطے
اور میرے لیے دعا کرنا پھر فرمایا کہ الہی یہ شخص اپنی دانست میں مجکو تیرے لیے چاہتا ہے اور
تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت میں بھی اوسکی صورت مجھے دکھلانا اور دار السلام
میں اوسکو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا ہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دنیا
سے تھوڑی سی چیز پر اوسکو راضی رکھنا اور جسقدر اوسکو دنیا عطا ہو اوسکا سامان اوسکے لیے
آسان کرنا اور اپنی نعمتوں پر اوسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزا خیر دینا
پھر فرمایا کہ اے ہرم بن حیان اب تمکو خدا کے سپرد کرتا ہوں السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
آج کے سوا پھر کبھی تم سے ملاقات نہو گی مجکو شہرت بری معلوم ہوتی ہے تنہائی اچھی لگتی ہے
جب تک میں زندہ ان لوگوں کیساتھ ہوں مجکو بہت سا رنج و غم رہے گا میں دلسے تمہارے پاس
ہوں گو نظر سے دور ہوں پس ڈھونڈھنے اور پوچھنے کی ضرورت نہیں مجکو یاد کرکے میرے لیے دعا کرنا
میں بھی انشاء اللہ تعالی ایسا ہی کروں گا لو اب میں ادہر کو جاتا ہوں تم اودہر کو جاؤ میں نے چاہا
کہ تھوڑی دیر ان کے ساتھ چلوں مگر اونہوں نے نہ مانا اور خود بھی روئے مجھے بھی رلایا میں اونکو
تاکتا رہا یہانتک کہ کوچہ میں چلے گئے پھر اون کا حال میں نے ہرچند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا خدا
اونکی مغفرت کرے پس آخرت کے لوگوں کا یہ حال تھا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تھے اور دنیا
کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیاء و اولیا مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز
آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے سوا اون اشیا کے جو خدا کے واسطے ہوں اور دنیا ضد
آخرت ہے اور اوسکی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالی کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر
ضرورت یعنی قوت طاعت خداوندی حاصل کیجاوے وہ دنیا میں شمار نہو گی اور اس امر کو ایک
مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہیں مثلاً کسی حاجی نے راہ حج میں قسم کھائی کہ سوا حج کے اور کسی چیز
میں مشغول نہوں گا حج ہی میں مصروف رہوں گا پھر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کے گھاس
دانہ میں یا توشہ دان کے سینے میں یا کسی اور ایسے ہی کام میں جو حاجیوں کو ضرورت ہے مصروف
ہو گا تو قسم نہ ٹوٹے گی حج ہی میں مشغول رہے گا اسی طرح بدن بھی نفس کی سواری ہے جس سے

زندگی کی مسافت طے کرتا ہے پس اسکا کفیل ہونا اوسقدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے دنیا مین شمار نہوگا بلکہ آخرت سے متصور ہوگا ہان اگر بدن کا لذت دنیا ان اسباب سے محظوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہے کہ دل سخت ہوجاوے طنافسی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین مسجد کعبہ کے باب بنی شیبہ پر سات روز تک بھوکھا رہا آٹھوین شب کو مین اونگھتا سا تھا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا مین سے ضرورت وحاجت کے سوا لے گا اللہ تعالے اوسکے دل کی آنکھہ کو اندہا کردے گا یہی بیان دنیا کا آدمی کے حق مین اوسکو خوب غور کرلو انشاء اللہ ہدایت پاؤگے

پانچوان بیان حقیقت دنیا کی اور اوسکی شغلونکا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانے کو بھولی ہوئی ہے

واضح ہو کہ دنیا اون اشیاء خارجی کا نام ہے جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور اونکی درستی مین مصروف رہتا ہے پس یہ تین باتین ہین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ دنیا انمین سے ایک کو کہتے ہین مگر ایسا نہین بلکہ دنیا ان چیزونکو مع دونون علاقونکے کہتے ہین جو چیزین کہ موجود ہین اور جنکو دنیا سے تعبیر کرتے ہین وہ زمین اور اوسکے اوپر کی چیزین ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قولہ تعالی اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا زمین تو آدمیون کا بچھونا اور مسکن اور قرارگاہ ہے اور اوسکے اوپر کی چیزین کہانے پینے پوشاک وصحبت مین مستعمل ہین اور تمام روی زمین کی چیزین تین قسم ہین معدنی اور نبات اور حیوان نبات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہے کہ اوس سے غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزون کا اسوجہ سے طالب ہے کہ اون سے آلات اور برتن بناوے جیسا تانبے اور لوہے کے چیز وسے بنائے جاتے ہین یا نقد کرنے کے لیے اونکو طالب ہو جیسے سونے چاندی کو اسی غرض کے لیے کر رکہا ہے یا اور غرضونکے واسطے اونکی طلب ہوتی ہے اور حیوان کی دو قسم ہین انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کے لیے اور لادنے اور زینت کے واسطے رکہتے ہین اور انسان سے کبہی یہ غرض ہوتی ہے کہ اونسے خدمت لیوے جیسا غلامون سے لیتے ہین یا صحبت ہمراہ ہو جیسے عورتون اور لونڈیون سے کرتے ہین یا دلونکو اپنی طرف کرنا منظور ہوتا ہے کہ وہ تعظیم واکرام کرین اسکو جاہ کہتے ہین یعنی مالک ہونا لوگون کے دلونکا جاہ کہلاتا ہے پس یہ چیزین ہین کہ جنکا دنیا بولتے ہین انہین کو خداوند کریم نے اس آیت مین اکٹھا کیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ یہ چیزین انسانونکی ہین وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ یہ معدنیات سے ہین

قولہ تعالی انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا یعنی ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ جانچین لوگونکو کون اونمین اچھا کرتا ہے ۱۲

قولہ تعالی زین للناس الخ یعنی رہجہایا ہے لوگون کو [illegible] ۱۲

اور اسمین موتی و یاقوت وغیرہ بھی آگئے وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ یہ بہائم مین سے ہین والحرث یہ نبات و زراعت مین سے ہے تو چیزین روی زمین کی تو یہی ہین مگر ان چیزونکو بندہ کے دلکے ساتھہ دو علاقے ہین ایک علاقہ تو دل کے ساتھہ ہے یعنی ان چیزونکی محبت اور حفاظت اور بہہ تن ہمت کو انکی طرف مصروف کرنا کہ گویا بندۂ دنیا ہے اور اسی علاقہ مین تمام صفتین دلکی جو دنیا سے متعلق ہین داخل ہین جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف کی محبت اور شیخی وغیرہ اور اس علاقہ کو دنیا ر باطنی کہتے ہین اور دنیا ر ظاہری او نہین چیزونکا نام ہے جنکا ذکر ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھہ ہے یعنے بدن کو اون چیزونکی درستی مین مصروف کرنا تاکہ وہ قابل اپنے اور غیر کے حظ اٹھانے کے ہون اس علاقہ مین تمام پیشے اور حرفہ آگئے جنمین لوگ مشغول و مستغرق ہین اور انہین دونون علاقون یعنے علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر رہی نہ دنیا مین اپنے آغاز و انجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی حکمت و اسرار کو جانے تو معلوم کرلے کہ یہ سب چیزین جنکو ہمنے دنیای ظاہری لکھا ہی اس لیے پیدا ہوئی ہین کہ جس سواری پر خدا کیطرف جانا منظور ہے اوسکا گھاس دانہ انسے ہوجاوے اور سواری سے ہماری غرض بدن انسانی ہی کہ وہ بدون کھانے پینے اور لباس و مسکن کے باقی نہین رہتا جیسے حج کے رستہ مین اونٹ کو دانہ پانی اور جھول نملے تو وہ بھی زندہ نہین رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا مین اپنے نفس اور مقصود کو بھول جاتا ہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاجی منزلونمین ٹھہرے اور ہمیشہ اپنی سواری کی گھاس دانہ اور رنباو سنگار اور انواع خدمت مین مصروف رہی کہین کہین سے گھاس لاوے کہین کا ٹھنڈا پانی پلاوے یہانتک کہ اسی فکر مین قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اوسکو معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤن گا اور مع سواری لقمہ دام و د بنونگا اور جو حاجی کہ ہوشیار ہوگا اوسکا دل تو کعبہ اور حج مین لگا رہے گا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا کہ جس سے اوسمین طاقت رفتار ہی رہے اسیطرح جو شخص سفر آخرت مین دانا بینا ہوتا ہے وہ بدن کی خدمت ضروری کرتا ہے جیسے کوئی پاخانہ مین حاجت کیوقت جا بیٹھتا ہے اور پیٹ مین کچھہ ڈالنے اور پھر اوسکو پاخانہ کی راہ دور کرنے مین کچھہ فرق نہین دونون باتین ضرورت ہی کیواسطے ہوتی ہین بس ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا نچاہیے جیسے قضاء حاجت مین بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہین شکم کے سیر کرنے مین بھی بقدر ضرورت مصروف ہین اور اکثر جو آدمیونکو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہے وہ پیٹ ہے اسلیے کہ غذا اسمین زیادہ ضروری ہے مسکن و لباس تو آسان ہین اگر لوگونکو ان چیزون کی طرف حاجت نہ

کا سبب معلوم ہو اور بقدر حاجت ہی پر اکتفا کرین تو اشغال دنیاوی مین مستغرق نہون اور ان مین جو مستغرق ہین تو یہی وجہ ہے کہ دنیا اور اوسکی حکمتون کو نہین جانتے اور اپنے حظوظ دنیا مین کسقدر ہین اونکو نہین پہچانتے اسی جہالت و غفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہے اور بے انتہا کام نکلتے آتے ہین انہین شغلون مین حیران پریشان ہو کر اپنے مقصود کو بہول جاتے ہین ہم دنیا کے کامون کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگونکو اونکی طرف حاجت ہوتی ہے اور لوگ اپنے مقصود مین کسطرح دہوکا کہاتے ہین مشرح بیان کرتے ہین تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کامون سے لوگ اللہ تعالی کی طرف سے کیسے غافل ہو جاتے ہین اور اپنے انجام کار کو بہول جاتے ہین پس جاننا چاہیے کہ دنیا کے اشغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہین جنمین خلق ہمہ تن مشغول ہے اور سبب شغلون کی کثرت یہ ہے کہ انسان کو تین چیزونکی حاجت ہوتی ہے غذا اور لباس اور مکان غذا تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی سردی کے دور کرنے کو اور رہنے کی جگہہ گرمی سردی دفع کو بہی اور اس لیے بہی کہ اہل و عیال و جان و مال حفاظت سے رہین اور خداوند کریم نے غذا و لباس و مسکن انسانی ایسے نہین بنائی کہ جسمین انسان کی صنعت کو کچہہ دخل نہو البتہ یہ بات بہائم کے لیے رکہی ہے مثلاً گہاس غذا ہے بہائم کی اوسکی پکانے کی کچہہ ضرورت نہین اسیطرح اونکی بدن کے بال بمنزلہ پوشاک ہین حاجت لباس نہین اور اونکی پوست ایسی ہین جنمین حرارت اور برودت تاثیر نہین کرتی صحرا مین رہ سکتی ہین اسلیے ضرورت مکان کی بہی نہین اور انسان کی خلقت اسطرح نہین اسی لحاظ سے پانچ صنعتونکی ضرورت ہوئی جو اوائل صناعات اور اصول اشغال دنیوی ہین یعنے زراعت اور چرانا اور اقتناص اور بننا اور عمارت بنانا فن عمارت تو مکان کیواسطے اور بننا اور اوسکے متعلقات مثل کاتنے اور سینے کے لباس کے لیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کہانے کے اور زراعت واسطے حاصل کرنی غذا کے اور اقتناص یعنی حاصل کرنا خدا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو مثل شکار اور معدنیات اور گہاس لکڑی وغیرہ کے پس کشتکار غلہ پیدا کرتا ہے اور چروایا حیوانات کی نگاہبانی کرکے اون سے بچے لیتا ہے اور مقتنص ایسی چیزین لیتا ہے جنکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض یہی اقتناص سے یہی ہے کہ جن چیزونکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو وہ خود بخود پیدا ہوئی ہون اونکو حاصل کرنا اوسکی اندر بہت سے فن داخل ہین پہر انمین سے ہر ایک فن کیواسطے آلات و اوزار کی حاجت ہے مثلاً زراعت کی آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنے لکڑی کے ہوتے ہین یا معدنیات یعنے لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کی چمڑے کے اب تین فنونکی اور ضرورت ہوئی

درودگری آہنگری اور چرم دوزی یہ لوگ آلات کے بنانے والے ہین درودگر سے ہماری غرض یہ ہے
کہ جو لکڑی کا کام کرے اسیطرح آہنگر سے وہ پیشہ مراد ہے جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہار ہو یا سنار
وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہے کہ چمڑے کا اور اجزاء حیوانات کا کام کرے خواہ کسیطرح کا ہو
اسلیے کہ یہان غرض اجناس کا بیان کرنا ہے مفردات پیشون سے مقصود نہین پس یہ فن اور فنون کی
اصل ہین پہر انسان کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ تنہا نہین رہتا بلکہ اجتماع کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا
شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس رہے اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہے اول تو جنس انسانی کی باقی
رہنے کو کہ یہ بدون ساتھہ رہنے مرد و عورت کے نہین ہو سکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہے کہ ایکدوسرے
تیاری سامان غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد مین مدد ہو سکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور
ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہین ہو سکتا کہ اولاد کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی
کافی نہین کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان مین لیکر بیٹھہ رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہے
بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص سے نہین
ہو سکتا کہ تنہا زراعت کرے اسلیے کہ زراعت کے لیے آلات چاہیین آلات کیواسطے بڑہی لوہار ضرور ہین
اور غذا کے واسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہین حاصل کر سکتا کیونکہ اوسمین
بھی اول زراعت روئی کی پہر کاتنے بننے کے آلات پہر سینے کا بکہیڑا درکار ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا تنہا رہنا
دشوار ہے اجتماع جماعت کی ضرورت ہے اب اجتماع اگر مثلاً جنگل مین ہو تو حرارت اور سردی اور مینہ اور ہوا کی
ایذا اٹھاوین اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات مستحکم بنا کر ایک ایک گہر والے مع اپنے آلات و سامان کے جدا
جدا رہین کہ اوپر کی سب چیزون سے محفوظ رہین اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید باہر سے چور
آکر سب گہرونکو لوٹ لیوین اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کے ہوتی ہے اور اسی ضرورت سے
شہرونکی بنا ہوئی جب لوگ شہرون مین اکٹہے ہو جاتے ہین اور آپسمین معاملات کرتے ہین تو جہگڑے بھی
باہم پیدا ہوتے ہین کیونکہ مثلاً زوج کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہے اور باپ کو اپنی
اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہے دیکہیے اگر سردار ولایت ہو تو
کچہہ خصومت نہین ہوتی کیونکہ اونکا سب خاصمت و مقابلہ نہین اگرچہ اوپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن عورت
اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جہگڑا کر بیٹہتا ہے بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہین
تو بعض اوقات نزاع ہو جاتا ہے اگر اونکو حالت نزاع مین ہی چہوڑ دیا جاوے تو لڑ لڑکر تباہ و برباد
ہو جاوین اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہین جبکہ دونونکی

عرض کو وفا نہین کرتی تو اس سے بھی باہمین نزاع ہوتی ہے اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت
اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہوتا ہے یا بڑھاپے کے سبب کچھ نہین کرسکتا پس اگر ایسا شخص
یون ہی چھوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہوجاوے اور اگر سب کی ذمہ اوسکی خبرگیری کیجاوے تب بھی شرکت کی
ہنڈیا چوراہے مین پھوٹیگی اور اگر کسی خاص کے ذمہ اوسکی خبرگیری ہو تو وہ کیون اطاعت بلا وجہ کریگا
ان وجوہات کی لحاظ سے اور بہت سی صنعتین پیدا ہوتی ہین اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار
معلوم ہوتی ہے تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہوسکے دوم فن سپہ گری جو بزور تلوار حفاظت
شہر کی چورون وغیرہ سے کرین سوم پنچایت وحکومت جس سے جھگڑے فیصل ہون چہارم فقہ یعنی
وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہو اور اوسکی حدود پر قائم رہین معاملات اونکے شہر و دنیا مین
تجاوز نکرنے پاوین پس یہ باتین سیاست کے لیے ضروری ہین اور انہین سے ہر ایک امر کے لیے ایک آدمی مخصوص
صفت کا چاہیے جو علم و تمیز و ہدایت مین ایک درجہ خاص رکھتا ہو اور جب ان کامون مین مصروف ہو
تو اور کام اوس سے نہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بھی ہین اور شہر والونکو انکی ضرورت ہے مثلاً اگر شہر والے
ہی دشمن سے لڑین تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنے والے ہی زراعت وغیرہ کرین تو حفاظت
کون کرتا ہو پس ہر کارے و ہر مردے کی ضرورت ہوئی اور ایک ایک کام ایک ایک کی حوالہ ہوا کچھ لوگ
ایسی ہوئے جنکے وہ مال سپرد ہو جسکا کوئی مالک نہو خواہ دشمنونسے جو لوٹ آوے وہ اونکے پاس رہے
پس اگر یہ جلدی سے چلے اور تھوڑے ہی مال پر قانع ہوے تو نہایت ضرور ہوا کہ اورونسے بطور خراج
کچھ اونکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کرسکین اب اس صیغہ کے پیدا ہونے سے اور حاجتین پیش ہوتی ہین
مثلاً ایک محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتھ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنیوالا
چاہیے جو عدل سے کاشتکارون و مالدارون پر کچھ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکی پاس خراج
جمع رہے ایک قاسم یعنے بخشی چاہیے جو وقت مقرر ہی پر اوسکو اہل حاجت مین تقسیم کیا کرے اور یہ سب
کام ایسے ہین کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر
کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچھی طرح ہوجاوین اور جس شخص کو جس لائق دیکھے اوسے مقرر کرے
اور انصاف وعدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے بھیجنے اور ہتھیارونکی تقسیم اور لڑائی کیطرف مقرر
کرنے اور سپہ سالار اور ہر جماعت کی رئیس معین کرنے مین مد نظر رکھے اور لشکر کے ساتھ اور بکھیڑے سیاست
کے ہین مثلاً حفاظت ملک اور تعیین محرران و عاملان و متصدیان و حسابدانان و خزانچیان وغیرہ
اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہین اور کوئی حرفہ نہین کرسکتے اب انکو واسطے بھی مال کی ضرورت

جو خراج کے ساتھہ وصول ہوتا ہے اوسکو فرع خراج کہتے ہین (جیسے چونگی اور چوکیداری وغیرہ
بالفعل رائج ہین) اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہین اول تو کاشتکار
وچرواہے واہل حرفہ دوم اہل سیاست سوم وہ لوگ جو کاشتکارون وغیرہ سے لیکر اہل سیف کو دیتے
ہین اونکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکھنا چاہیے کہ شروع مین حاجت صرف غذا اور لباس ومکان کی
تھی انجام کو کتنا بکھیڑا ہو گیا دنیا کے سب باتونکا یہی حال ہے کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہون
اور اسیطرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہو جاوین گویا دنیا ایک دوزخ ہے جسکے عمق کی کچھہ حد نہین
جب آدمی اوسکی ایک گڑہی مین گرتا ہے اوس سے دوسرے مین ہلاک جاتا ہے اسیطرح گرتا چلا جاتا ہے
پھر جو حرفے اور صنعتین ہون مال اور اوزار کے نہین ہوسکتی اور مال اون چیزونکا نام ہے جو روئے زمین
پر ہین اور لوگ اونسے منتفع ہوتے ہین اونمین سے اعلیٰ غذائین ہین پھر رہنے کے مکانات پھر نشست کے
جگہہ مثل دوکان وکھیت وغیرہ کے پھر لباس پھر اثاث البیت اور اونکے آلات پھر آلات کے آلات اور آلات
بھی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہین جیسے کتا کہ آلہ شکار ہے یا بیل کاشتکاری وغیرہ کا آلہ
یا گھوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض مواضع ایسے ہوتے ہین کہ اونمین کاشتکاری کے آلات نہین ہوتے اور بڑہی
اور لوہار بعض اوقات ایسے گانؤن مین رہتے ہین کہ جہان کاشتکاری نہین ہوتی تو بالضرور جنکے پاس آلات نہین اونکو
بڑہی لوہار کی حاجت پڑتی ہے اور ان دونون کو غلہ والے کی ضرورت آتی ہے پس ضرورتاً خرید وفروخت مروج ہوتی
یعنی غلہ والا چاہتا ہے کہ اپنے پاس کی چیز دیکر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات کی عوض مین
غلہ خریدنا چاہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ دونون خواہش ایک ہی وقت ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ جسوقت
بڑہی کوئی آلہ تیار کرے کسان سے اوسکی عوض غلہ مانگے اوسوقت کسان کو ضرورت اوس آلہ کی نہو
اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ جب کسان کو ضرورت آلہ کی ہو تو بڑہی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتون مین
طرفین کے مقصود مندرس رہنے کا خوف تھا اس لحاظ سے ایسی دوکانین مقرر کی گئین کہ جنمین ہرطرح کے
آلات فروخت ہوا کرین اور غلون کے واسطے منڈیان مقرر ہوئین کہ جب کسانون اور اہل حرفہ کو ضرورت
آلات خواہ غلہ کی ہو تو اوسی وقت مل سکے منڈی والے کسانون سے غلہ خرید لیتے ہین اور اہل
حاجات کو اونکی خواہش کے وقت دیتے ہین اسیطرح دوکاندار بڑہی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہین
اور طلب کیوقت کسانون کو دیتے ہین دوکاندار اونسے ارزان لیتے ہین اور اہل حاجت کو نفع کے
لیے گران دیتے ہین ایسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوئے سب جنسونکا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے
پھر شہرون اور گانؤن مین آمد ورفت ہونی لگتی ہے تو گانؤن والے شہر مین سے آلات لیجاتے ہین اور شہر

والے گاؤن سے غلہ لاتے ہین اسیطرح خلقت کا دستور ہے کیونکہ نہ ہر ایک شہر مین سب آلات کشتی نہین
نہ ہر گاؤن مین سب غذائین تو بالضرور جو چیز ایک مین ہوگی اور دوسرے مین نہوگی اور دوسرا محتاج
اوس کا رہے گا پس کچھہ لوگون نے یہی اختیار کر لیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہہ کی چیز دوسری جگہہ پہونچا دے
ہین نہ رات کو سوتا نہ دن کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہین اور یہ سب باتین دوسرونکی غرض کیواسطے کرتے ہین
اونکا خود کا مطلب صرف مال کا اکٹھا کرنا ہوتا ہے جسکو ایک دن یا انسے چھین لیتے ہین یا کوئی حاکم
زبردستی لے لیتا ہے لیکن خدا تعالے نے اونکو یہ راز نہین بتایا وہ برابر غفلت وجہالت مین رہتے ہین
تاکہ اونکی غفلت و نادانی سے انتظام شہرونکا اور مصلحت و بہتری بندگان خدا کی بنی رہے بلکہ اگر سب
کام دنیا کے دیکھو تو سب کا انتظام غفلت و خست ہمت سے ہے اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور حوصلے
بھی عالی رکھتے تو دنیا کو ترک کر دیتے اور پھر وجہ معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ معہ زاہدین تباہ
ہو جاتے پھر ان اموال کو جو ایک جگہہ سے دوسری جا لیجاتے ہین تو کبھی آدمی سے نہین اٹھ سکتے یا تو ان
پر لاد کر پہونچاتے ہین اور بعض اوقات مالک مال کے پاس جانور بار برداری کے نہین ہوتے تو وہ اون
لوگون سے معاملہ کرتا ہے جنکے پاس بار برداری ہو خواہ غلہ پہونچانے کا ٹھیکہ مقرر کر دیتا ہے یا کرایہ
معین ہو جاتا ہے پس کرایہ اور ٹھیکہ بھی ایک وجہ معیشت ہو جاتی ہے پھر معاملات اور معاوضات
تعیین مقدار کی بھی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض مین غذا خریدنی چاہے تو
اوسکو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اسقدر غذا کے عوض کسقدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرحکی اجناس مختلفہ
مین ہوتے رہتے ہین جیسے کپڑا کہانیکے عوض مین فروخت ہوتا ہے اور کپڑیکے عوض مین جانور فروخت
ہوتا ہے وغیرہ اور ان چیزونمین کچھہ مناسبت نہین جس سے مقدار معلوم ہو جایا کرے تو ضرور تہا
کہ بائع و مشتری مین ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسری کی چیز سے برابر کر دے اور یہ عدل
ایسی چیزونمین سے ہو کہ جو مالیت رکہتی ہون اور ہمیشہ کو رہ سکین اس لیے کہ انکی ضرورت تو ہمیشہ ہی
ہوا کرتی ہے اب مالونمین جو دیکہا تو سب سے زیادہ معدنی چیزونکو پایدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور
تانبے کو برابری کی غرض کے لیے نقد مقرر کیا پھر اونکی کمال کے لیے سکہ اور ٹھپہ کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال
اور صراف مقرر ہوئے اسیطرح اشغال و اعمال سے اور اشغال و اعمال نکلتے گئے یہانتک کہ جو نوبت اب ہے
وہ نظرون ہی مین ہے اور چونکہ اکثر پیشے اسطرح کے ہین کہ بدون سیکہے اور محنت کے نہین آتے اور بعض لوگ
لڑکپن مین کوئی کام نہین سیکھتے خواہ کھیل کود و غفلت سے یا کسی اور وجہ سے تو بڑے ہو کر جب اپنے
آپکو ہنر سے عاری دیکہتے ہین تو یہ چاہتے ہین کہ دوسرونکی کمائی کہاوین اس مطلب کے لیے دو پیشے

نکلی پیدا ہوتے ہین ایک چوری اور ایک گداگری ان دونون کا مال یہی ہے کہ دوسرون کی کمائی
کہاوین اور ازانجا کہ لوگ اپنا مال حتی الوسع چورون اور گداگرون سے بچاتے ہین تو ان دونون فرقون
نے مال لینے کے حیلے اور تدبیرین نکالی چور تو بعض اوقات ایک دوسرے کی معاون و مددگار ہوکر
راہزنی اور ڈاکہ زنی کرنے لگے اور جو اونمین کمزور ہین وہ نقب اور کمند لگاکر غفلت کیوقت گہرونمین گہس کر چرا لیتے ہین
یا اور حیلے کرکے اوٹھائی گیری اچکے جیب کترے بنجاتے ہین اسیطرح گداگر اگر کسی کے پاس جاکر مانگتا ہے
تو جواب پاتا ہے کہ تو ہٹا کٹا ہے جیسے اور لوگ محنت کرتے ہین تو کیون نہین کرتا تجھے کچھہ نہین ملیگا
اسواسطے اوس فرقہ کے آدمیون نے بھی تدبیرین روپیہ لینے کی نکالین بعضونکا حیلہ تو یہ ہوتا ہے کہ خود اپنی
آنکھین اور اپنے بچون کی آنکھین پھوڑ لیتے ہین تاکہ لوگ معذور جانکر کچھہ دیدین اور بعضے صرف بہانہ کر دیتے ہین
کہ ہمین کچھہ نہین سوجھتا یا بتکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہین اور لوگونکے سامنے ایسے فریب سے
کہتے ہین کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا تاکہ لوگ رحم کہاکر کچھہ دین اور بعض لوگ کچھہ فعل اور قول ایسے دکھاتے ہین
کہ جنسے آدمی تعجب کرین اور جب اونکو مشاہدہ کرین تو ہنسین اور خوشی کیوقت شاید کچھہ دینے کو ہاتھہ بڑہاوین
گو دینے کے پیچھے اپنی حرکت پر نادم ہون لیکن اوسوقت کی ندامت سے کیا فائدہ اور یہ قول و فعل کبھی
تو مسخرے کے طور پر ہوتے ہین مثلاً حکایات عجیب بیان کرنی اور شعبدہ دکھلانا اور افعال و حرکات ایسی
کرنے جنسے ہنسی آوے اور کبھی شعر خوانی کے طور پر کہ اشعار غریب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاوین
اور شعر موزون کی تاثیر دلمین زیادہ ہوتی ہے خصوص اوسوقت کہ اونمین کوئی تعصب متعلق مذہب کے
ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت رض کی یا اونمین کوئی بات عشق مجازی اور محبت باطل
کی ہو جیسے ڈہول کی والے بازارونمین گاتے پہرا کرتے ہین اور اسی فرقہ مین وہ لوگ بہی ہین کہ جو
جاہلون اور لڑکونکو فریب دیکر تعویذ و گنڈہ اور بوٹی اونکے ہاتہہ بیچ ڈالتے ہین وہ بیچارے اونکو دوا سمجھکر
مول لے لیتے ہین حالانکہ کسی کام کے نہین ہوتی یا قرعہ اور فال دیکھنے پر اجرت لیتے ہین اور اسی جنس مین
وہ لوگ بہی ہین کہ منبر و پیر بیٹھکر وعظ کہا کرتے ہین اور اونکی غرض صرف اپنی طرف لوگونکے دلونکا متوجہ
کرنا اور اونسے مال لینا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ علمی نہین منظور ہوتا اسیطرح گداگری کی ہزارون صورتین
ہین اور سب بہت فکر و تدقیق سے نکلی ہین معیشت والونکو دن رات یہی فکر رہتا ہے ایسی ہی بہت سے پیشے جا نکلے ہین
پس یہ اشغال و اعمال خلقت کی ہین جنمین وہ گرفتار ہوئی ہین اور منشا ان سب کا صرف حاجت خوراک و پوشاک
کی ہے لیکن انمین وہ اپنی جانونکو بہول گئے اور مقصود و مآل بہی یاد سے جاتا رہا اسی سے حیران و
سرگردان و گمراہ ہوگئے اور اونکی ضعیف عقلونپر دنیا کی شغلونکی کدورت سے خیالات فاسد جم گئے اسی لحاظ سے

ہر ایک کا مذہب اور راے چند طور پر ہو گئی کچھ لوگ تو ایسے ہوئے کہ جہل اور غفلت کی باعث اونکی
انکھین نہ کھلین اور انجام کار نسوجھا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہے کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کی حاصل
کرنے مین کوشش کرین اور کھا پیکر کمائی کے قابل ہوجاوین پھر کما کر کھاوین غرضکہ اونکی غذا کمائی کیواسطے
ہے اور کمائی غذا کے لیے اور یہ راے تو کسانون اور حرفہ والون کی ہے جو دنیا مین بہی آسایش سے نہین اور
نہ دین مین پاؤن دہرتے ہین دن بہر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت
کیواسطے غذا کہاتے ہین یہ لوگ مرنے کیوقت تک تیلی کے بیل کیطرح اسی گردش مین رہے ہین اور کچھ
لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت
کرے اور دنیا کی لذائذ سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بہر کر حاجت
پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسونکو بہول گئے اور تمامی ہمت عورتون کی صحبت اور لذیذ کہانون مین
صرف کی چوپایون کیطرح بجز خور و خواب کی اور کچھ نجانا اور اسی کو غایت مقصود سمجھا خدا تعالی
اور قیامت کی دن سے غافل ہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال کی اور خزانون کی
کثرت سے ہے تو یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی
محنتین اور طویل سفر اختیار کرتی ہین قدر ضرورت کے سوا اونکے پاس کچھ نہین صرف کرتی کہ کہین مال کم نہو جاوے
اور اسی ننانوے کے پہیر مین پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنیکے بعد اونکی کمائی یا تو زمین ہی مین
رہتی ہے یا کسی کہاؤ اڑاؤ کے ہاتہہ لگتی ہے یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ کر رکہنے والا اوسکی مصیبت و
وبال مین گرفتار ہوتا ہے لیکن جمع کرنے والے یہ حال اپنی انکہون دیکہتے ہین اور عبرت نہین پکڑتے
اور ایک لوگونکو یہ خیال ہے کہ سعادت منحصر نیکنامی مین ہے کہ لوگ ہماری تجمل اور مروت کی ثنا اور
صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین اپنے کہانے پینے مین بہت تنگی
کرتے ہین لیکن سب مال اچہی پوشاک اور نفیس سواریون مین صرف کرتے ہین گہر کے دروازے جن پر لوگون
پر خلق کی نگاہ پڑے اونکو بہت منقش اور آراستہ رکہتے ہین تاکہ لوگ اونکو غنی اور مالدار کہین اور اسی
مین اپنی سعادت سمجہتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسی مین ہے کہ لوگونکی نزدیک
مقبول اور قابل تعظیم ہو جاوے اس خیال سے بہت اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری
اطاعت کرین اور ہمیشہ بلحاظ حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑی خوش ہوتی ہین
تاکہ اس وجہ سے کچھ لوگون پر حکومت ہو جاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجہتے ہین اور یہ بات اکثر
غافل لوگون مین موجود ہے لوگونکی فرمان برداری کی محبت سے خدا کی فرمان برداری اور عبادت اونکی

سعادت آخرت کی فکر کو بھلا دیا ہے علاوہ ان جماعتون کے اور بہت سے فرقہ ہین جنکے شمار سے بھی کچھہ زیادہ ہے اور سبکے سب خود گمراہ ہین اور اورونکو صراط مستقیم سے بہکاتے ہین اور یہ صرف اس وجہ سے کہ کہانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہ بہول گئے کہ ان چیزونکی حاجت کیسا ہے اور انمین سے کسقدر کافی ہین اور انکی اسباب ابتدای مین پڑکر انجام تک نوبت پہونچ گئی اور گڑہو ایسے گڑہو مین جا پڑے کہ اونمین سے نکلنا دشوار ہوگیا پس جو شخص کہ ان چیزونکی طرف حاجت کی وجہ جانتا ہو اور جو کچھہ دنیاوی کامونسے مقصود ہے اوس سے بھی واقف ہو ایسا شخص جو کام اور حرفہ کرے گا اوسکی غرض اور مقصود کو جانتا ہوگا اور یہ بھی واقف ہوگا کہ میرا حصہ اس کام و حرفہ سے صرف بدن کی خبرگیری ہے کہ غذا و لباس سے اسقدر اوسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر اپنے اس حصہ مین بہی کمی کرے گا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہوکر ہمہ تن متوجہ آخرت ہوگا اور اوسی کے لیے تیاریان کرے گا اور اگر حصہ مذکور یعنی مقدار ضرورت سے بڑہکر لے گا تو اشتغال کا ہجوم ہوگا مسلسل بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتی ہین اوسکو معلوم نہین کہ خدا تعالی کونسے تردد مین ہلاک کردے اور اس مثل کا مصداق بناوے ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد ، یہانتک حال اون لوگونکا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے حال سے واقف ہوکر اوس سے اعراض کرتے ہین اور پہر شیطان حسد کرکے اسی اعراض مین ایسی باتین اونکے دلمین جماتا ہے کہ بے گمراہ کیے نہین چہوڑتا مثلاً بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا محنت و مصیبت کی جگہہ ہے اور آخرت سعادت کا مکان ہے جو آخرت مین پہونچا سعادت مین داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اس بنا پر یہ اعتقاد کرلیا کہ محنت دنیاوی سے بچنے کے لیے اپنی جانون کو ہلاک کرنا بہتر ہے یہ عقیدہ ہندو عابدونمین سے ایک فرقہ کا ہے کہ اپنے آپ کو جلتی آگ مین گراکر خاک کر ڈالتے ہین اور جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیاوی اونپر سے ٹلجاویگی اور آخرت مین گہڑی سعادت مین پہونچینگے اور کچھہ لوگونکو یہ تصور ہے کہ خودکشی سے نجات نہین ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہے کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے اور سعادت آخرت شہوت و غضب کی بالکل قطع کرنے مین ہے اسی خیال سے مجاہدہ کیطرف متوجہ ہوے اور اپنے نفس پر اتنی سختی ڈالی کہ کچھہ تو کثرت ریاضت ہی مین مرگئے اور بعضونکی عقل فاسد ہوکر مجنون ہوگئے اور بعضے مریض ہوکر عبادت سے رہگئے اور بعضے بیخ کنی صفات بشری سے عاجز ہوکر جانتے لگے

کہ شریعت کی حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہے اور اوسکی کچھہ اصل نہین وہ سو کہا ہی وہ کھلا ہوا ان خیالات سے
ملحد بن گیے اور بعضونکو یہہ سوجھا کہ سب محنت خدا کے واسطے کیجاتی ہے مگر خدا تعالی کی ذات ایسی چیز
سے بے پروا ہے نہ کسی عابد کی عبادت سے اوسمین کچھہ زیادہ ہوا اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے
اوسمین کم ہو یہہ سوچکر احکام شرعی کو بالاے طاق رکھدیا اور خواہش نفسانی کیطرف رجوع کی اور
جو چاہا سو کیا اور یہہ سمجھے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہے کہ خدا کو ہم عابدون کی عبادت سے بے پروا
جانتے ہین اور کچھہ لوگ یہہ خیال کرتے ہین کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہے اسقدر کہ آدمی کو معرفت
حاصل ہو جاوے اور معرفت ہونے پر واصل الی اللہ ہو جاتا ہے اس شبہ کے بعد پھر حاجت وسیلہ
اور حیلہ یعنے عبادت کی نہین رہتی اور چونکہ اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو معرفت مین کامل جانتے ہین
تو اسوجہ سے عبادت چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تکالیف شرعی ہم لوگون کیواسطے نہین عوام کیواسطے
ہین انکے سوا اور مذاہب باطلہ اور گمراہیان بہت ہین کہ اونکے تعداد ستر سے کچھہ زیادہ پہونچتی ہے
مگر اونمین سے صرف ایک فرقہ نجات پاوے گا اور وہ وے لوگ ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اونکے اصحاب رض کے طریق پر چلنے والے ہین یعنی جنکا عقیدہ یہہ ہے کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے
اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا مین سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات مین
سے اوسقدر کا استیصال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہہ کہ نہ ہر ایک شہوات
کا درپے ہوا اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسیطرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب
ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوسکا مقصود جانکر اوسکی مقصود ہی تک
رہنے دے مثلاً غذا سے اوسیقدر لے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اوسی قدر اختیار کرے
جو حرارت اور برودت اور چورونکی حفاظت کو بس ہو اور علی ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس
جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہوگا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہو کر زندگی بھر ذکر و فکر مین
مشغول رہے گا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہے گا کہ ورع اور تقوی کی حد سے
تجاوز نکرنے پاوین اور اوسکی تفصیل جبھی معلوم ہوتی ہے جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم
کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف مین جب آپ نے امت کا تہتر فرقون مین متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو
ناجی ارشاد فرمایا تو لوگون نے اوس ناجی فرقہ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پھر لوگون نے
عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے
اصحاب رض کا ہے

اخرجہ الترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو و ابوداؤد بروایۃ معاویہ و ابن ماجہ بروایت عوف بن مالک ۱۲

خلاف پیمبر کسی رہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اصحاب رض کا طریق متوسط تہا جیسا کہ ہم پہلے مفصل لکہہ چکے ہین یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہین لیتے تہے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہوتے تہے سب امور مین افراط و تفریط انکے مزاج مین نہ تہی بلکہ اونکا امر راستی اور درستی کے ساتہہ تہا جو طریقہ وسطا اور محبوب الٰہی تہا وہی ان لوگونکو پسند تہا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے ہی لکہی گئی ہے دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا

والحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم

ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین ۱۲ بیان ہین

رباعی

کرتے ہین بخیل زندگی بہر ساکا | اور مال کی دوستی کو سمجہین پالکا
پرحیف کہ موت پردہ اپنے ہمراہ | اس مال و منال سے نلیجاوینگے خالکا

واضح ہو کہ دنیا کے فتنہ شاخ در شاخ اور نہایت وسیع و فراخ ہین مگر سب مین بڑا فتنہ دنیا کا اموال ہین اور انہین مین رنج و محنت بہی زیادہ ہے اور زیادہ تر خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انسے نہ کسی کو بے پروائی اور نہ اونکے ہونے سے صورت سلامتی اگر مال نہو تب تو فقر کہ قریب کفر پہونچاتا ہے حاصل ہوتا ہے اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہی جسکا انجام بجز نقصان کچہہ نہین غرضکہ مال خالی فائدہ اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات و اخل ہین اور اوسکے نقصان مہلکات مین اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہے اور فلان برا ایسا مشکل ہے کہ سوا علماء راسخین اور ارباب دین کے اور لوگونکو نہین معلوم ہو سکتا اسلیے اسکا بیان جداگانہ بہت ضرور ہی پہلے باب مین جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تہی کچہہ مال کے اعتبار سے نہ تہی کیونکہ دنیا تو آدمی کے حظوظ زندگانی کا نام ہے اور اوسکی بہت حصے ہین ایک اونمین سے مال ہی ہے اور ایک جاہ ہی اور ایک اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کی موجب دلکے پہپولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ اسیطرح بہت سی اجزا ہین جنسے آدمی کو حظ زندگانی ہوتا ہے اور اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین اسلیے کہ اومین آفات اور ضرر بہت ہین اسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہے اور اوسکے موجود ہونے سے تونگری کا وصف ہوتا ہی اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ ان سے آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہے پہر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک انمین سے اچہی ہے اور دوسری بری اور حریص کے بہی دو حال ہین یا تو لوگونکے مال مین طمع کرتا ہے یا دوسرونکے مال سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد رہتا ہی اون دونون حالون مین بہی دوسرونکے

مال کی طمع بہت بری ہے اب تونگری بہی دو حال ہین ایک تو بخل کے سبب امساک کرنا دوسرے خرچ کرنا انمین بہی ایک صورت اچہی ہے اور ایک بری پہر خرچ کرنے والے کے بہی دو حال ہین ایک اسراف دوسرے میانہ روی اور عمدہ میانہ روی ہے اور یہ سب باتین باریک اور ایکدوسرے سے متشابہ ہین اسلیے انکا واضح کرنا بہت ضرور ہے لہذا ہم اوسکی شرح چودہ بیانون مین کرتے ہین

بیان اول مال کی مذمت اور اوسکی محبت کی برائی

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْہِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْخَاسِرُوْنَ اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ اور فرمایا مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَہَا نُوَفِّ اِلَیْہِمْ اَعْمَالَہُمْ فِیْہَا وَہُمْ فِیْہَا لَا یُبْخَسُوْنَ اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی اور فرمایا اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ اور حدیث شریف مین ہے کہ مال اور شرف کی محبت دلمین نفاق اسطرح اگاتی ہین جیسے پانی سے ساگ اگتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر بکریون کے گلہ مین دو بہوکہے بہیڑیئے چہوڑ دیئے جاوین تو وہ اوسمین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا محبت مال اور شرف کی مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہی اور نیز فرمایا کہ ہَلَکَ الْمُکْثِرُوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِہٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰہِ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا اور لوگون نے جب آپ سے پوچہا کہ آپکی امت مین سب سے زیادہ شریر کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ تونگر اور ایک حدیث مین ہے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ غذائین لطیف اور طرح طرح کی کہائینگے اور گہوڑونمین سے عمدہ عمدہ تیز رفتار و نیز سوار ہونگے اور عورتونمین سے خوب صورت و شکیل سے نکاح کرینگے لباس فاخرہ انواع و اقسام کے پہنینگے اونکے پیٹ تہوڑی سے چیز سے پر نہونگے نہ نفس کثیر پر قانع دنیا ہی کے ہو رہینگے صبح و شام وہی مد نظر ہوگی خدا تعالی کے سوا اوسی کو اپنا معبود اور رب جانینگے پس جو شخص اوس زمانہ مین ہو تمہاری اولاد کی اولاد مین سے یا بعد کے لوگونمین سے اوسکو محمد بن عبد اللہ کیطرف سے قسم ہے کہ وہ نہ ایسے لوگونکو سلام کرے اور نہ اونکی بیمار کی عیادت کرے اونکی جنازہ مین شریک ہو نہ بڑونکی تعظیم کرے اور اگر ایسا کرے گا تو بنائے اسلام کو گرانے مین ساعی اور مددگار ہوگا اور ایک حدیث مین الحی فرمایا کہ دنیا کو دنیا دارون کے لیے چہوڑ دو اسلیے کہ جو کوئی دنیا مقدار کفایت سے زیادہ حاصل کرے گا وہ اپنی موت حاصل کرے گا اور اوسکو خبر بہی نہوگی اور دوسری حدیث مین فرمایا یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ وَہَلْ لَکَ مِنْ مَالِکَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

عرض کیا کہ مین موت کو نہین چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھہ مال ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہان آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کو آخرت کے لیے دیڈال کیونکہ ایماندار کا دل مال کے ساتھہ رہتا ہے
اگر دیدیا ہوگا تو یہ چاہے گا کہ مین بھی اوس سے جا ملون اور اگر پیچھے چھوڑ دیگا تو یہ چاہیگا کہ
کاش مین بھی اوسکے ساتھہ ہی دنیا مین رہتا اور فرمایا کہ آدمی کے دوست تین ہین ایک تو قبض
روح تک ساتھہ رہتا ہے دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہے اور
قبر تک کا ساتھی اوسکے گھر والے ہین اور قیامت تک کا ساتھی اوسکے اعمال ہین اور ایکبار حواریون نے
حضرت عیسی علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہین اور یہ امر ہم
سے نہین ہوسکتا آپ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک کچھہ روپیہ اشرفی کی قدر ہے اونہون نے عرض
کیا کہ البتہ ہم اونکو اچھا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ دونون اور ڈھیلے یکسان ہین
اور حضرت سلمان فارسی رض نے حضرت ابو داؤ درض کیخدمت مین ایکخط لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا
جمع کرنا جسکا شکر تم سے ادا نہ ہوسکے مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس
مالدار نے اپنے مال کو خدا کے فرمانے کے موجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا اوسکا
مال سامنے ہوگا جب پل صراط پر ادہر اودہر جھکنے لگے گا تو اوسکا مال کہے گا کہ چلا کیون نہین جاتا
تو مجھہ مین سے اللہ کا حق دے چکا ہے پھر ایسا مالدار آویگا کہ جسنے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہوا اوسکا
مال اوسکے شانون پر رکھا ہوگا جب پل صراط پر جھکنے لگیگا تو اوسکا مال کہیگا کہ خرابی ہو تجکو تو نے مجھہ مین سے
خدا کا حق کیون نہ دیا اسی طور پر اوسکا حال رہے گا یہانتک کہ دہائی تہائی مچاوے گا اور باب نہم
و فقر مین جو ہمنے غنا کی مذمت اور فقر کی صفت لکھی ہے اون سب کا مآل مال کی برائی ہے اوسکو
یہان بیان کرنیکی حاجت نہین اسیطرح دنیا کی مذمت مین جو کچھہ بیان ہوا ہے وہ بھی مذمت مال کو
شامل ہے اسلیے کہ دنیا کے ارکان مین سے سب سے زیادہ مال ہی ہے لیکن اس باب مین وہی مذکور
ہوتا ہے جو خاصکر مال کے باب مین وارد ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ قَالَتِ
الْمَلَائِکَۃُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ النَّاسُ مَا خَلَّفَ اور فرمایا لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتُحِبُّوا الدُّنْیَا روایت ہے کہ کسی
شخص نے حضرت ابو درداء رض کے ساتھہ کچھہ برائی کی تو آپ نے یون فرمایا کہ الٰہی جسنے مجھسے برائی کی ہے اوسکو
صحیح و سالم رکھہ اور اوسکی عمر زیادہ کر اور مال کثرت سے دے یہان دیکھنا چاہیے کہ باوجود صحت بدن
اور زیادتی عمر کے کثرت مال کو نہایت امتحان تصور فرمایا کیونکہ اسکی کثرت سے نوبت سرکشی کی بالضرور
پہونچتی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک درم اپنی ہتیلی پر رکھہ کر فرمایا کہ تو ایسی چیز ہے جب تک میرے

پاس سے نہ نکلے گی مجکو نفع نہ دیگی اور روایت ہی کہ حضرت عمر رض نے حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی خدمت مین کچھ روپئے بھیجے اونہون نے پوچھا یہ کیسے ہین لوگون نے کہا کہ حضرت عمر رض نے آپکے لیئے بھیجے ہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالی عمر رض کی مغفرت کرے پھر ایک پردہ کو کھولکر اوسکو پھاڑا اور اوسکی تھیلیان سیکر وہ تمام مال اپنے رشتہ دارون اور یتیمون مین بانٹ دیا پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ الہی اس سال کے سوا پھر میرے پاس عمر کی عطا نہ آوے اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہرات مین سے اول انتقال انہین کا ہوا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکو روپیہ عزت دیتا ہے اوسکو خدا ذلیل کرتا ہے اور روایت ہی کہ جب اول اول روپیہ اشرفی تیار ہوئے تو ابلیس نے اون دونون کو اٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھا اور بوسہ دیا اور یہ کہا کہ جو تم سے محبت کرے گا وہ حقیقت مین میرا غلام ہوگا اور سمیط بن عجلان کہتے ہین کہ روپیہ اشرفیان منافقون کی باگین ہین جنسے دوزخ کیطرف کھینچے جاینگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ روپیہ ایک بچھو ہے جسکو اسکا منتر نہ آتا ہو وہ اوسکو نہ لیوے کیونکہ اگر کاٹ لیگا تو اسکا زہر چڑھکر ہلاک ہو جاوے گا لوگون نے پوچھا کہ اوسکا منتر کیا ہے اونہون نے فرمایا کہ وجہ حلال سے حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا اور علاء بن زیاد رح کہتے ہین کہ دنیا میرے سامنے صورت بنکر آئی ہر طرح کی زینت سے آراستہ تھی مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ اگر تمکو منظور ہے کہ خدا مجھے شر سے تمکو بچاوے تو روپیہ کو برا سمجھنا کیونکہ گویا تمام دنیا روپیہ ہی کا نام ہے اس جہت سے کہ روپیہ کے بدولت تمام اقسام دنیا حاصل ہو سکتی ہین جو اوس سے صبر کرے گا وہ گویا تمام دنیا سے صبر کرے گا جیسا کہ کسیکا قول ہے

زر جسکو میسر ہے وہ دنیا مین وہی ہے		جو اوس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہے

اور مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین نزع کی حالت مین گئے اور اونسے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے تم سے پہلے نہین کیا وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لیئے نہ روپیہ چھوڑا نہ اشرفی اور اونکے تیرہ بیٹے تھے مسلمہ کا قول سنکر اونہون نے فرمایا کہ مجکو ذرا اٹھلا دو جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مینے اولاد کے واسطے کچھ نہین چھوڑا تو مینے اونکا حق کچھ نہین دابرکھا اور جو غیر کا حق تھا وہ اونکو نہین دیا علاوہ ازین میرے بیٹے دو طرح کے ہین یا تو خدا کے فرمان بردار ہین اگر ایسے ہین تو اونکو تو خدا ہی کافی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے قولہ تعالی وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ یا عاصی و نافرمان ہین تو اونکی مجھے کچھ پروا نہین جو ہو سو ہوا کرے اور روایت ہی کہ محمد بن کعب قرظی کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگون نے کہا کہ اگر اوسکو اپنے بیٹے کیواسطے رکھ چھوڑو تو مناسب ہے اونہون نے فرمایا کہ نہین بلکہ اوسکو

تو اپنے پیسے خدا کے پاس جمع کردونگا اور خدا کو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاونگا اور ایک شخص نے ابو عبد ربہ سے
کہا کہ برادر ایسا نہو کہ تم دنیا سے بری طرح اٹھو اور مال اپنی اولاد کے واسطے چھوڑ مرو اونہون نے
اپنے مال مین سے ایک لاکھہ درم خیرات کردیے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ آدمی کو مال مین
مرنے کیوقت دو مصیبتین ایسی ہوتی ہین کہ پہلے اور پچھلے لوگون نے بھی ویسی ہی نہ سنی ہون
لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک تو یہ سب کا سب اس سے چھن جاتا ہے دوسری یہ کہ تمام
وکمال کا اوس سے سوال ہوتا ہے یعنے حساب دینا پڑتا ہے

دوسرا بیان مال کی تعریف اور اوسکی مدح و مذمت مین تطبیق کی وجہ

جاننا چاہیے کہ خدا تعالی نے قرآن مجید مین مال کو چند جا لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے اِنْ تَرَکَ
خَیْرًا آخر آیت تک اور حدیث شریف مین نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ بہرصورت قرآن شریف
و حدیث سے تعریف مال کی ثابت ہے علاوہ اسکے جو کچھہ صدقہ اور حج کے ثواب مین مذکور ہوا ہے وہ سب بھی
مال ہی کی صفت ہے کیونکہ بدون مال نہ حج ہو سکے نہ خیرات اور یہ جو کلام اللہ مین ہے وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا
رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اور دوسری جا بندون پر احسان کے طور سے ارشاد ہے وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ
وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْهٰرًا اور حدیث شریف مین ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا یہ بھی مال ہی کی ثنا ہے اور وجہ
تطبیق کی درمیان مذمت و ثنا کے جب تک معلوم نہین ہو سکتی جب تک مال کی حکمت اور مقصود
اور آفات اور ضررون کو سمجھا نجاوے یہ امر جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال ایک وجہ سے بہتر ہے
اور ایک وجہ سے بدتر بہتری کی جہت سے قابل ثنا ہے اور برائی کے باعث قابل مذمت کیونکہ مال
نہ تو بالکل خیر ہے نہ بالکل شر بلکہ دونون کا سبب ہوا کرتا ہے اور جو چیز سبب خیر و شر دونون کا ہوا وہ سکی
کبھی ثنا ہوگی اور کبھی مذمت اور ہوشیار و عاقل شخص اس سے جان سکتا ہے کہ مال قابل مدح اور ہے
اور قابل مذمت اور جو کچھہ ہمنے جلد چہارم کے باب الشکر مین خیرات کا بیان اور نعمت کی درجات کی
تفصیل لکھی ہے وہان مفصل دیکھہ لینا چاہیے یہان اسقدر کافی ہے کہ داناون اور اہل بصیرت کا
مقصود سعادت اخروی ہے اور واقع مین بھی وہی دولت جاوید اور نعمت پایدار ہے دانا اور بزرگ
لوگ اوسکے راغب ہوتی ہین چنانچہ حدیث شریف ہے کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین عرض کیا کہ آدمیون مین سب سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہے آپ نے ارشاد فرمایا اَکْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ
ذِکْرًا وَّاَشَدُّهُمْ لَهٗ اِسْتِعْدَادًا اور سعادت اخروی دنیا مین بدون تین وسیلون کے نہین حاصل ہو سکتی
ایک فضائل نفسی مثل علم اور حسن خلق کے دوسری فضائل جسمی مثل صحت و تندرستی کے تیسرے وہ فضائل

کہ بدن سے خارج ہون جیسے مال و اسباب وغیرہ اور تینون مین نفس کی فضیلت سب مین اعلی ہے اوسکے بعد جسمی فضائل ہین اوسکی بعد یعنی سب مین ادنی فضائل خارجی ہین غرضکہ مال بہی خارجی چیزونمین سے ہے اور اونمین سے ادنی چیز اشرفی روپیہ ہے کیونکہ یہ خادم ہین انکا خادم کوئی نہین اور دوسری چیزون کے لیے انکی خواہش ہوتی ہے خود انکی ذات مراد و مقصود نہین اسلیے کہ نفس ایک جوہر نفیس ہے جسکی سعادت مطلوب ہے وہ علم اور معرفت اور مکارم اخلاق کی خدمت کرتا ہے تاکہ یہ چیزین نفس کی صفات ذاتیہ مین داخل ہون پہر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس اور اعضا کی کرتا ہے اور غذا و خوراک وغیرہ بدن کیخدمت کرتے ہین اور چونکہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ غذا سے غرض بدن کا قائم رکہنا ہے اور نکاح سے غرض نسل کا باقی رکہنا اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہے تو جس کسی کو یہ ترتیب معلوم ہوگی وہ قدر مال کی اور وجہ اوسکی بہتری کی جان لے گا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوس سے غذا و لباس جو بدن کی بقا کیلیے ضروری ہین حاصل ہوتے ہین اور بدن کی بقا کمال نفس کے لیے ضرور ہے اور کمال نفس مین خیر و سعادت ہے پس جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اوس چیز کا استعمال اسطرح کرے کہ وہی غایت مد نظر ہے اوسکو بہولے نہین تو یہ استعمال اوسکے حق مین بہتر اور مفید ہے اور ازانجا کہ مال بہی بموجب مذکورہ بالا ذریعہ کمال نفس ہوسکتا ہے اسلیے اوسکا کام مین لانا صرف اوسی غرض کے لیے اچہا ہے اور نیز مال ذریعہ فاسد مقصدونکا بہی ہے یعنی اس سے ایسی باتین بہی ہوسکتی ہین جو سعادت اخروی سے باز رکہین اور علم و عمل کی راہ بند کردین ایسی صورت مین مال کا استعمال برا ہے خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ اور ذریعہ دوسرے مقاصد کا ہوتا ہے جیسا مقصد ہوگا ویسا ہی مال کا بہی حال ہے اگر مقصد اچہا ہے تو مال بہی اچہا ہوگا اور اگر برا ہے تو برا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے زیادہ لے گا تو نادانستہ گویا اپنی موت لیگا اور چونکہ طبیعتین اتباع شہوات کی مائل ہین اور شہوات راہ خدا کے روکنے والی اور مال سے وے بآسانی حاصل ہوسکتی ہین تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے مین بڑے خوف کی جگہ ہے اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اوسکے شر سے پناہ مانگی ہے یہانتک کہ حدیث شریف مین ہے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا دیکہو دنیا سے اوسی مقدار طلب فرمایا جو ضروری ہو اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یون پناہ مانگی وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اصنام سے غرض سونا چاندی ہے اس وجہ سے کہ رتبہ نبوت اس بات سے پاک ہو کہ پتہرون کو خدا ہی کا اعتقاد کرے اور آیت مین جو لفظ اعبد مذکور ہے

عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور رغبت اور اونکی باعث سے ہو کہا جاتا ہے جیسیکہ حدیث شریف
مین ہے تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ تَعِسَ وَلَا انْتَعَشَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ اس حدیث سے
ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا اونکی عبادت کرنے والا ہے اور عابد کسی پتھر کا عابد بت کا ہے
بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے وہ بت پرست ہوا اور مشرک مگر اتنی بات ہے کہ شرک کی دو قسمین ہین خفی و جلی
شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین اور اس سے ایماندار بھی کم خالی ہوتے ہین کیونکہ وہ چیونٹی
کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ مین رہنا ہوگا خدا تعالی ہمکو دونون
قسمون سے بچاوے

تیسرا بیان آفات مال اور اوسکے فوائد کی تفصیل مین

واضح ہو کہ مال مین سانپ کیطرح زہر بھی ہے اور زہر مہرہ بھی زہر اوسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد
جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اوس سے ہوسکتا ہے کہ مال کے شر سے بچے اور خیر کا طالب
ہو پھر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنے فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہے
اسلیے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اوسمین فائدہ نجانتے تو اوسکی طلب
مین کیون جان کھوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے
یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ
یہ دونون بدون مال کے نہین ہوسکتے حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس انکو ثواب کو نہین
پاسکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اوس سے تقویت عبادت
کی ہو کیونکہ یہ ایسی حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل انکی تدبیر مین لگا رہتا ہے دین کیلیے فراغت نہین
ہوتی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے کہ استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین
داخل ہے ہان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی ہی سے ہے قسم دوسری لوگون
پر صرف کرے اور اس خرچ کی چار قسمین ہین صدقہ مروت کی طور پر حفظ آبرو کیلیے نوکر یا خدمتی کی اجرت
صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہے اس سے خدا تعالی کا غصہ فرو ہوجاتا ہے جیسا کہ اوسکے فضائل پہلے
گذر چکے اور مروت کی طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ غنی اور شریف لوگونکی دعوت اور ہدیہ
اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو گو صدقہ نہ کہین گے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہے جو محتاج کو
دیا جاوے مگر پھر بھی اسطرح کا خرچ فوائد دینی سے ہے اسلیے کہ آدمی ایسے خرچ سے دوست اور بھائی
بنا لیتا ہے اور ایسی ہی اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور سخیون کی جماعت مین شامل

ہوتا ہے کیونکہ صفت سخاوت جب تک نہین حاصل ہوتی جب تک احسان اور مروت سے لوگون کے
ساتھہ پیش نہ آوے اور سطرح کی خرچ مین بھی بڑا ثواب ہے چنانچہ بہت سی احادیث ہدیہ اور ضیافت اور
کھانا کھلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اون پر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے
لیے جو خرچ ہوتا ہی اوس سے یہ غرض ہے کہ جس سے شاعر اور نلے وقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین کین
یہ خرچ بھی گو اسکا فائدہ دنیا مین بھی ہے مگر دینی فوائد مین سے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے
فرمایا مَا وَقَی بِہِ الْمَرْءُ عِرْضَہٗ کُتِبَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ کیون نہو اسی خرچ کی جہت سی غیبت والا غیبت سی باز رہتا ہے
اور عداوت اور حسد سے جو باتین منہ سے نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے
جواب مین جو کچھہ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اوس سے بھی محفوظ رہتا ہے اور خدمتی کی اجرت کا
حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہے وہ بہت ہین اگر اون سب کو
خود ہی کیا کرے تو تضیع اوقات ہو اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہو گا جو اعلی مقامات سالکین
مین سے ہے اور جسکے پاس مال نہین وہ سب کام اپنے خود کرے گا مثلاً کھانا خریدنا اور پکانا اور گھر صاف
کرنا اور جس کتاب کی ضرورت ہو اوسکو لکھنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے کے
کرنے سے اپنی غرض نکل جاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہے مثلاً مالدار آدمی
اگر ایسے جزئیات کا ہونکی طرف خود درپے ہو تو اوس سی عمل اور علم اور ذکر و فکر کچھہ نہو سکے گا اور یہ
نہین ہو سکتا کہ علم پڑھا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی روٹی
پکاوے تو دوسرا اوسکو کھالے غرض جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اوسمین اپنی آپ مصروف ہو کر علم وغیرہ
سی تضیع اوقات اور نقصان مین پڑنا ہے قسم تیسری وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اوس سے
فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرا اور شفا خانہ و مدرسہ اور کنوان بنوانا یا خیرات کے لیے زمین جائداد
وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنیکے بعد خیرات ہوتی ہے اور صلحا خرچ
کرنے والے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑھکر اور خیر کیا ہوگی بس مال مین
دین کے یہ فائدے ہین علاوہ انکے دنیاوی حظوظ بھی اس سی حاصل ہوتی ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے
نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سی ہونے اور لوگونکی دلونمین
وقار و بزرگی ہونی سب فوائد دنیاوی ہین اور آفات مال بھی دو قسم ہین دینی اور دنیاوی آفات دینی بھی
تین ہین اول یہ کہ مال کے ہونے سے نوبت معصیت کی پہونچتی ہے کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر
ہمیشہ رہتا ہی مگر بے مایگی سے کچھہ کر نہین سکتا اور مفلسی تک ہی بچ سکتا ہے کیونکہ جب تک کسی گناہ کا

سامان نہین ہوتا تب تک اوسکا شوق نہین ابھرتا اور جب اپنے آپ مین اوسکی قدرت پاتا ہی تو شوق
ابھرتا ہے اور چونکہ مال سے ایک طرحکی قدرت آجاتی ہے اسیواسطے تقاضا معصیت کا سلسلہ جنبانی
کرتا ہے اوسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب مجبور کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا اور اگر صبر کریگا
تو رنج اوٹھاویگا اسلیے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہی اور تونگری کے وقت کا فتنہ و امتحان مفلسی
کے فتنہ اور امتحان سے بڑا ہوتا ہی دوم یہ کہ مباحات سے تنعم کی نوبت پہونچتی ہے یعنے یہ تو مال والا آدمی
ہو نہین سکتا کہ جو کی روٹی کھاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کھانون سے بالکل پہلو تہی کرے جیسے کہ
حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت مین کیا تھا تو بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک
اور خوش پوشاک رہیگا اور اسی کا عادی ہوجاویگا اور یہی امر اوسکی نزدیک محبوب اور مالوف ہوگا
کہ بدون اوسکے صبر نکر سکیگا اسیطرح رفتہ رفتہ ایک تکلف سے دوسرا سوجھیگا اور جب تنعم سے الفت انس
زیادہ ہوگا تو کبھی ایسا بھی ہوگا کہ حلال کمائی سے اوسکا مطلب حاصل نہوسکے اسلیے مشکوک مال مین
راغب ہوتا ہے اور مداہنت اور جھوٹ اور نفاق اور دوسرے بُرے اخلاق مین خوض کرتا ہی تاکہ کسیطرح سے
دنیا بنجاوے اور تمنا برآوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہے اوسکو لوگون کی طرف بہت
حاجت ہوتی ہے اور جسکو لوگونکی طرف حاجت پڑتی ہے اوسنے ملاوٹ کی باتین ضرور کرتا ہی اونکی
رضاجوئی مین خدا کی نافرمانی کرتا ہے اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بھی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہے
او خلق کیطرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دشمنی پر حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب
اور چغلی اور غیبت اور دوسرے گناہ جتنی ہین جو کہ دل و زبان سے مخصوص ہین اور اور اعضا مین بھی اونکا
اثر ہو ہی جاتا ہے اور یہ سب باتین مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہین جسکی حفاظت و اصلاح کے لیے خلق کیطرف
حاجت پڑتی ہے تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہین وہ یہ ہی کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی مین خدا کی
یاد سے غافل ہوجاتا ہے اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی ہارج ہو وہ نقصان کی شی ہے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ
نے فرمایا کہ مال مین تین آفتین ہین ایک تو یہ کہ وجہ حلال سے نلے لوگون نے عرض کیا کہ اگر حلال کمائی
ہو آپ نے فرمایا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوگا کہ اوسکو حق طور پر خرچ نہین کریگا لوگون نے عرض
کیا کہ اگر حق طور پر خرچ بھی کرے آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت پیش آویگی کہ اوسکو سنبھالنے مین خدا سے
غافل ہوگا اور یہ مرض لاعلاج ہے اسلیے کہ سب عبادتون کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اوسکی جلال کا
فکر ہے اور ان دونون باتون یعنی ذکر و فکر کے لیے دل فارغ چاہیے مگر مال والے کی ذمہ بیسیون آفات
دنیاوی لگی رہتی ہین صبح و شام کہین کسانون اور شرکا کا جھگڑا کہین حساب کا بکھیڑا کہین باقی اور

حدود کی تکرار سرکاری لوگون سے خراج وضبطی کا بکھیڑا کہین معمار و مزدورون سے الجھنا کہ کام تھوڑا کیا کہین کسانون پر چوری اور خیانت دھرنا کہین اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا لگا کہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام کم کرتا ہے یا مال تلف کرتا ہے اور علی ہذا القیاس جسکے پاس مویشی ہون وہ بھی ایسے ہی کچھہ ترددات مین رہتا ہے اور سب اموال کا یہی حال ہے مگر جیسا کہ شغل ظاہری زمین کے گڑے ہوے نقد سے دور رہتا ہے ایسا اور کسی مال مین نہین رہتا گو دل کا تردد اوسمین بھی ہمیشہ ہے کہ اسکو کہان صرف کرون اور کیسے بچاؤن اور لوگون کو اسپر اطلاع نہو کوئی اسکی طمع کرے اسیطرح جلکے ترددات کی کچھہ انتہا نہین لیکن جسکے پاس ایک روز کا کہانا موجود ہے وہ ان سب ترددات سے بری ہے علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتین ہین جو دنیا مین مال والونکو ہوتی ہین حاسدون کے دور کرنے مین مشقت اوٹھانی مال کی حفاظت اور پیدا کرنے مین سخت پرخطر مقامات مین جانا رنج وغم اور خوف والم برداشت کرنی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اور صورت مین ہے کہ بسر اوقات کیلیے لیکر باقی کو خیرات کردیا جاوے اور اگر ایسا نہوگا تو وہ مال زہر اور آفات مین مستصور ہوگا

چوتھا بیان حرص وطمع کی مذمت اور قناعت اور لوگونسے توقع نرکھنے کی ثنا

جاننا چاہیے کہ فقیری عمدہ چیز ہے جیسا باب الفقر مین مذکور ہے پر فقیر کو چاہیے کہ قانع ہو لوگونکے مال کا تاکو نہو اونسے کسی بات کی طمع نرکھے اور کسی طرحکا مال کے پیدا کرنے کا حریص نہو اور یہ بات تبھی حاصل ہوگی جب غذا ولباس مسکن سے بقدر ضرورت قانع ہوے

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین

بلکہ یہی چاہیے کہ ان چیزونکی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنی قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے امل کو ایک روز خواہ ایک مہینے سے نہ بڑہاوے اور دل کو ایک مہینے سے بعد کا ہر گز شغل نہ لگاوے پس اگر کثرت مال وطول امل کا شائق ہوگا تو قناعت کی عزت سے محروم رہیگا اور طمع کی ناپاکی مین آلودہ ہوگا اور طمع وحرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدایش اور سرشت مین حرص وطمع داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے لو کان لابن آدم وادیان من ذہب لابتغی ورآءہما ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب اور اسی مضمون کو ابو واقد لیثی رضی نے اسطرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب وحی اوتی تو ہم آپکے پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کا کلام ارشاد فرماتے ایک روز مین خدمت مین حاضر

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہمنے مال اسلیے بھیجا ہے کہ لوگ نماز قائم رکھین اور زکوۃ دین اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو جب دوسرا ہو جاوے تو یون چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سوا خاک کے اور کسی چیز سے نہین سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور حضرت ابو موسی اشعری رض فرماتے ہین کہ ایک سورت مثل سورہ براءہ کے اتری تھی پھر اٹھہ گئی مگر اوسمین سے یہ آیت لوگونکو یاد ہے اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَاخَلَاقَ لَھُمْ وَلَوْ اَنَّ لِاِبْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ اِبْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْھُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْھُوْمُ الْمَالِ اور فرمایا یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مَعَہٗ اِثْنَتَانِ الْاَمَلُ وَحُبُّ الْمَالِ یا اسکے الفاظ کچھ اور اسی معنی مین ہین اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت مین داخل اور موجب گمراہی و ہلاک ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُہٗ کَفَافًا وَقَنِعَ بِہٖ اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ فَقِیْرٍ وَلَا غَنِیٍّ اِلَّا وَدَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَّہٗ کَانَ اُوْتِیَ قُوْتًا فِی الدُّنْیَا اور فرمایا لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ اور شدۃ حرص سے اور طلب مین مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ وَلَنْ یَّذْھَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَہٗ مَا کُتِبَ لَہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ الہی تیرے بندون مین سے زیادہ غنی کون ہے ارشاد ہوا کہ جو میرے دینے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے انصاف کرے یعنی برائی پر اوس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل ع نے میرے دلمین پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مرے گا جب تک اپنا رزق پورا نہ کر لے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو اور حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رض جب تجکو سخت بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہ بھی انہین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد ہو جاوےگا اور قناعت کر سب مین زیادہ شاکر ہوگا اور لوگون کے لیے وہی بات چاہ جو اپنے لیے چاہتا ہے مسلمان ہو جاےگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا چنانچہ ابو ایوب انصاری رض سے مروی ہے

کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کچھ نصیحت مختصر ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نماز ایسی پڑہہ جیسے کوئی رخصت ہونیوالا پڑہتا ہے (یعنے یہہ تصور کر کہ پھر پڑہنے کا نہوگا یہی نماز آخری ہے) اور ایسی بات کر جسکا کل کو عذر نکرنا پڑے اور جو کچہہ لوگون کے پاس موجود ہے اوس سے نا امید ہو یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکھہ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رض فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹھہ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے آپنے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلعم سے بیعت نہین کرتے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم بیعت نہین کر چکے پھر آپ نے فرمایا کہ تم خدا کے رسول صلعم سے بیعت نہین کرتے ہمنے ہاتھہ بیعت کیواسطے پھیلایا اسمین ہم مین سے کوئی کہہ اٹھا کہ ہم تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب یہہ بیعت کونسی بات کیواسطے ہے آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نکرو اور پانچون وقت کی نماز پڑہا کرو اور بر رضا و رغبت اطاعت کرو اسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیون سے کچہہ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان لوگونمین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر اونکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اٹھا دو یعنے اسقدر سوال سے بھی احتراز کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہے اور لوگونسے نا امید ہونا تونگری ہے جو اونسے توقع منقطع کریگا وہ انسے بے پروا رہیگا اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ کم کرنا تمنا کا اور بمقدار کفایت پر راضی و قانع ہونے کا نام غنا ہی جیسا کہ کسیکے فرماتے ہین

ای قناعت تو انگرم گردان		کہ ورای تو ہیچ نعمت نیست

اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کہاتے اور فرماتے کہ جو اسپر قناعت کرے اوسکو کسی کی پروا نہین اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ تمہارے لیے دنیا جبہی تک اچھی ہے جب تک اوسمین مبتلا نہو اور تمہارے مبتلا ہونے کی چیز بہتر اسیقدر ہے جو تمہارے ہاتھونسے نکلجاوے یعنے مال دنیاوی مین سے بہتر وہ ہے جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر روز ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ ای آدم زاد تجکو تہوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہے کہ بہت ملے اور سرکشی مین ڈالے اور شمیط بن عجلان رح فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تیرا شکم بالشت بھر ہے پھر تجکو دوزخ مین کیون ڈالتا ہے اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے اوسنے کہا کہ ظاہر مین تکلف نہ بنانا اور باطن سے میانہ روی اور لوگونکے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہی کہ اللہ تعالی جلشانہ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہو جاوے تب بھی تجکو غذا کے سوا اور کچہہ نملے گا پس اگر مین تجکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اورون کی گردن پر رکھون تو یہہ میرا تجھپر کمال احسان ہے

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کوئی کسی سے کچھہ حاجت چاہے تو چاہیے کہ بسہولت او(ر سہل طور)
مانگ لے یہ نکرے کہ دوسرے کے پاس جا کر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو
جتنی مقدر ہے وہی ملیگی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفاء بنی امیہ نے حضرت ابو حازم
کو ایک خط لکھا اور اونہین قسم دلائی کہ جو کچھہ آپ حاجت رکھتے ہون میرے پاس لکھہ بھیجیے اونہون نے
جواب مین ارقام فرمایا کہ مینے اپنی سب حاجتین اپنے مولا کے سامنے پیش کین اونسنے جو منظور کی اوسکو
مینے قبول کیا اور جو نامنظور کی اوسپر قناعت کی اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ عاقل کے لیے زیادہ
تر خوشی کی بات کیا ہے اور ایسی کونسی چیز ہے جس سے اوسکا غم غلط ہو اونسنے جواب دیا کہ اوسکی حق مین
زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہے اور غم کے غلط ہونیکی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور
بعض حکما کا قول ہے کہ مینے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر
صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ تر سہل گذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت مین عالم ناپرہیزگار
کو دیکہا ہے ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی
چون عمل در تو نیست نادانی

واقع مین غنا و توانگری قناعت ہی کا نام ہے جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎

قناعت توانگر کند مرد را
خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگون سے فرمایا کہ جسقدر خدا کے مال مین سے مین اپنے لیے حلال سمجھتا ہون تمکو بتا
دیتا ہون اول تو دو جوڑے کپڑون کے گرما و سرما کے لیے دوم سواری حج و عمرہ کے لیے سوم غذا اپنے لیے اور قریش کے
لوگونکی سی نہ تو سب سے عمدہ کہاتا ہون نہ سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہے الا مجکو یہ معلوم نہین کہ میرے
لیے اسقدر حلال ہے یا نہین یعنی حضرت عمر رض کو اس بات کا شبہہ تہا کہ کہین قدر کفایت سے یہ مقدار
زیادہ نہو اور ایک اعرابی نے اپنے بہائی پر حرص کے باب مین عتاب کیا اور یہہ کہا کہ بہائی تجکو کوئی چیز
ڈہونڈہتی ہے اور تو کسی چیز کو ڈہونڈہتا ہے جو تجکو ڈہونڈہتی ہے اوس سے تو نہین بچیگا یعنے
موت آدمی کی طالب ہے جس سے کسی طرح مفر نہین اور جسکو تو ڈہونڈہتا ہے یعنے رزق وہ
تجکو بے فکر و تردد پہونچیگا اور ایسا جان کہ موت جو نظر سے غائب ہے وہ گویا کہ موجود ہے اور جس
حال مین تو اب ہے اوس سے تبدیل کیا جاوے گا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص
کبھی محروم نہین ہوتا اور زاہد کو رزق نہین ملتا یہ محض وہم و خیال ہے بلکہ اصل یہ ہے ؎

آنچہ نوشتہ است قلم نشود بیش و کم
بس حرکت ہم سکون ہست مساوی

اور شعبی سے روایت ہی کہ ایک صیاد نے ایک ہزار داستان پکڑی اوسنے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھسے کیا ہے
اوسنے کہا کہ تجھے ذبح کر کے کھاؤنگا اوسنے کہا کہ مجھہ مشت پر سے تیرا شکم تو سیر ہونا معلوم الا مین
تین باتین ایسی بتاتی ہون جو تجھکو میرے کھانے سے بہتر ہون مگر ایک تو ابھی بتاؤنگی اور دوسری اس
پیڑ پر جا کر کہونگی اور تیسری پہاڑ پر بیٹھکر بتاؤن گی اوسنے کہا کہ اول بات تو کہہ اوسنے کہا کہ گذری
بات پر افسوس مت کرنا پھر صیاد نے اوسکو چھوڑ دیا وہ اوڑکر پیڑ پر بیٹھی صیاد نے دوسری بات
پوچھی اوسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اوسکو یقین مت کرنا پھر اوڑکر پہاڑ پر جا بیٹھی اور صیاد سے کہا
کہ تو بڑا بدنصیب ہی اگر مجھے ذبح کرتا تو میری پوٹی مین سے دو موتی ڈیڑہ ڈیڑہ چھٹانک کے نکلتے
وہ ہاتھہ ململ ہونٹھہ چابنے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اوسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتون کو بھول
گیا تیسری کیسی بتاؤن دیکھہ مینے کہا تھا کہ گذری بات پر افسوس نکرنا مگر تو نے میرے چھوڑنے پر
حسرت کی مینے کہا تھا کہ غیر ممکن بات کا یقین نکرنا لیکن تو نے یقین کر لیا یہ نجانا کہ میرا گوشت و پوست
و پر وغیرہ ملا کر ڈیڑہ چھٹانک نہونگے پس میری پوٹی مین دو موتی اتنے اتنے وزن کے کیسے ہو سکتی ہیں
یہ کہکر اوڑ گئی یہ مثال آدمی کی طمع کی زیادتی کی ہے کہ طمع کے مارے حق بات نہین سوجھتی یہانتک
کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہے ہیچ ہے ؎

بدوز و طمع دیدہ ہوشمند		درارد طمع مرغ و ماہی بہ بند

اور ابن سماک کا قول ہے کہ توقع ایک رسی دل مین ہے جس سے آدمی کے پاؤن مین پھندا پڑا
رہتا ہے اگر توقع دلسے نکالڈالے تو پاؤن بھی پھندے سے نکل جاوے اور حضرت عبد اللہ بن سلام
رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علما کے دلون مین سے بعد حفظ اور تعقل کے
علوم کو کون چیز کہو دیتی ہے فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتون کا طلب کرنا ایک شخص نے
حضرت فضیل رضہ سے تفسیر حضرت کعب احبار کی ارشاد کی پوچھی اونہون نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز
کی طمع مین اپنا دین کہو بیٹھتا ہے اور حرص نفس کا حال یہ ہی کہ سب چیزونکی طرف نیت ڈولتی
ہے یہ چاہتا ہے کہ ساری چیزین میرے پاس آجاوین اسی غرض سے کبھی کسیکے پاس حاجت لیجاتا ہی
کبھی کسیکی جب وہ شخص حاجت پوری کر دیتا ہے تو گویا اب اسکی نکیل اوسکی ہاتھہ مین ہے جہان چاہتا ہے
لیے پھرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کام لیتا ہے مصرع درانان دہ و کفش بر سر بزن + کا قصہ ہوتا ہے
یہ شخص جہان اوسکو دیکھتا ہے خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہے اور بیمار پڑتا ہے تو اوسکی
عیادت کرتا ہے مگر خدا کیواسطے نہ سلام ہے نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اوسکے لیے اچھا ہوتا

پہر حضرت فضیل نے فرمایا یہ قول حضرت کعب رضہ کا سو حدیثون مسلسل سے بہتر ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ انسان مین بڑی تعجب کی بات یہ ہی کہ اگر بالفرض اوسکو سنا دیا جاوے کہ تو ہمیشہ دنیا مین رہے گا تو اسقدر عمر کی درازی مین جتنی حرص اسکو ہوگی اوس سے زیادہ اب کرتا ہی حالانکہ اب تہوڑے ہی دنونکی زندگی ہے اور آخر کو فنا کی توقع ہے اور عبد الواحد بن زید سے روایت ہی کہ میں اگذر ایک راہب پر ہوا مینے پوچہا کہ آپ کو کہانا کہان سے ملتا ہی اوسنے جواب دیا کہ جس شخص نے چکی یعنی میرے دانت بنائی ہین وہی اپنی عنایت کی کہلیان سے انہین ڈال دیتا ہے مجکو ایسا پایا ملتا ہے

پانچوان بیان حرص وطمع کا علاج اور اوس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین مفردات سے مرکب ہی صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتون مین یہ سب آجاتی ہین اول عمل یعنی میانہ روی معیشت مین اور کفایت کرنی خرچ مین پس جو شخص بزرگی قناعت پہونچنا چاہے اوسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنی نفس پر بند کرے اور ضروریات صرف پر اکتفا کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہین کر سکتا تو ضرور ہوا اگر مثلا اکیلا ہو تو ایک موٹی کپڑے پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جب تک ہوسکی سالن کو کم کرے اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیالدار ہے تو گہر کے لوگون مین سے ہر ایک کو ایسا ہی کرلے کیونکہ اتنی ہی مقدار معیشت ایک ادنی محنت سے مل سکتی ہے اور اسمین طلب بہی تہوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی سے گذریگی جو قناعت کے باب مین اصل ہی اور اسی کا نام رفق فی الانفاق یعنے خرچ مین نرمی کرنی ہی جسکا مذکور اس حدیث مین ہے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهٖ اور فرمایا مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ اور فرمایا ثَلٰثٌ مُنْجِيَاتٌ خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَالْعَدْلُ فِي الرِّضٰى وَالْغَضَبِ اور روایت ہی کہ ایک شخص نے حضرت ابو دردا رضہ کو زمین سے دانہ چنتی دیکہا کہ آپ اوٹہاتے جاتے ہین اور یہ فرماتی ہین کہ آدمی کی سمجھ کی دلیل ہے اگر اپنی زندگی کو سہولت سے بسر کرے اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِقْتِصَادُ وَحُسْنُ السَّمْتِ وَالْهَدْيُ الصَّالِحُ جُزْءٌ مِنْ بِضْعٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ اور یہ بہی وارد ہے کہ اَلتَّدْبِيْرُ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ اور فرمایا مَنِ اقْتَصَدَ اَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ بَذَّرَ اَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اور فرمایا اِذَا اَرَدْتَ اَمْرًا فَعَلَيْكَ بِالتُّؤَدَةِ حَتّٰى يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا اس سے معلوم ہوا کہ خرچ مین کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہے دوسرے یہ کہ اگر سردست بقدر کفایت آدمی کے پاس موجود ہو تو آیندہ کیلیے زیادہ اضطراب کرنا نہین چاہیے اور یہ بات آدمی مین

اور بہی جم جاوے اگر اپنے امل کو مختصر کرے اور یہ تصور کرے کہ جو رزق مقدر مین ہے وہ ضرور پہونچیگا

۵ آنچہ نصیب ست بہم می رسد		ورنہ ستانی بستم می رسد

اسمین حرص کرنی نکرنی مساوی ہے کچہ حرص کرنے سے روزی نہین ملتی بلکہ خدا تعالی نے رزق پہونچانیکا یکا وعدہ فرمایا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور حرص آدمی مین شیطان کیطرف سے آتی ہے وہ ملعون دلمین ڈالتا ہے کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہو جاویگا اگر درکہہ بچہوڑے گا تو بیماری اور عاجزی کیوقت دربدر بہیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل ورسوا ہوگا اسطرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت مین مبتلا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین آیندہ کو مشقت ہو اور پہر خود اوسکے حرکات پر ہنستا ہے کہ وہی مشقت کو خوف سے کیسا غلطان پیچان ہو رہا ہے اور اپنے سے غافل ہے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہوگی شاید کچہہ بہی ہو اور روایت ہے کہ دو شخص حضرت خالد رضہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے سر ملتے ہین یعنی زندگی بہر رزق سے نا امید مت ہو دیکہو انسان ماں کے پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہے پہر اللہ تعالی اوسکو روزی دیتا ہے اور ایکبار آپ کا گذر حضرت ابن مسعود رضہ پر ہوا وہ غمگین بیٹہے تہے آپ نے فرمایا کہ رنج کر نا نہ فائدہ ہے شدنی پیش آویگی اور جتنا رزق نصیب مین ہے وہ بیشک آویگا اور ایک حدیث مین ہے کہ اَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِعَبْدٍ إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَلَنْ يَذْهَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ اور انسان حرص سے خالی نہین ہوتا مگر اوسصورت مین کہ خدا تعالی کی تدبیر پر خوب یقین ہو یعنی یقین واثق رزق کے مقدر ہونیکا رکہتا ہو اور یہ کہ اگر طلب مین اجمال کرونگا تو ضرور ہی ملیگا بلکہ یون تصور کرنا چاہیے کہ اکثر یہی ہے کہ خدا تعالی بندہ کو ایسی جگہہ سے رزق پہونچاتا ہے جہان سے اوسکو گمان بہی نہین ہوتا چنانچہ خود فرمایا ہے وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ پس ایسی صورت مین اگر کسی وجہ سے اوسکو روزی ملتی تہی اور وہ بند ہوگئی تو دلمین پیچ و تاب نہین کہانا چاہیے یون جاننا چاہیے کہ

۵ خدا گر بحکمت ببندد دری		کشاید بفضل و کرم دیگری

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ أَبَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ إِلَّا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرنا چاہیے مینے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہو محتاج نہین دیکہا یعنی خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین

چھوڑ دینا بلکہ مسلمانونکو دلمین جو الدیتا ہے وے اوسکی روزی دیجاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین کہ مینے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تمہاری وجہ معاش کیا ہے اوسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے بسر کرتا ہون مینے پوچھا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ اگر وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہہ سے ہوتی ہے تو زندگی ہی نہوتی اور حضرت ابو حازم کا قول ہے کہ میرے نزدیک دنیا مین دو چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہے پس اوسکو تو مین قبل وقت لی نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون کی ہے پس وہ نہ پہلے مجکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجھے ملے اسلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اور ونسے بچاتا ہے وہی اورونکی چیز مجھسے بچاتا ہے پھران دونون چیزون مین مین اپنی جان کیون کہوؤن یہ علاج اس امر کے دور کرنے کے لیے ہی جو شیطان کیطرفسے افلاس کا خوف دل پر آتا ہے اسطرح جاننے اور خیال کرنے سے یہ دفع ہوجاتا ہے تیسرے یہ کہ قناعت کی فائدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور بے پروائی کی عزت حاصل ہوتی ہے اور حرص وطمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹھن جاویگی تو قناعت ہی کیطرف راغب ہوگا کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت سے نہین بچتا اور قناعت مین صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنیکی مشقت ہے اور یہ مشقت و تکلیف ایسی ہے کہ اسپر سوا خدا تعالی کے اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہے اور حرص طمع ایسی چیز ونمین سے ہے جسکو لوگ دیکھہ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اوسکے علاوہ ہے پھر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق بات کی متابعت کی قدرت مفقود ہے کیونکہ کثرت حرص وطمع مقتضی اسبات کی ہے کہ لوگون سے بہت سے کام نکلین پھر ایسی صورت مین اونکو حق بات کا مائل کرنا کہان بن سکتا ہے بلکہ اونکی برائیان دیکھکر مداہنت اور اغماض کرنا پڑے گا جس سے کہ دین کی خرابی ہے اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہشون پر نفس کی بزرگی کو ترجیح نہ دیوے وہ بے وقوف اور ناقص الایمان ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عِزُّ الْمُؤْمِنِ اِسْتِغْنَاؤُهٗ عَنِ النَّاسِ پس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی مین ہے

قناعت بہر حال اولے بود		کہ در ضمن آن چند معنی بود

اور اسی بنا پر کسیکا قول ہے کہ جس سے چاہو بے پروا ہو جاؤ اوسکی نظیر اور اوسکی مانند ہو جاؤگے اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لیجاؤ اوسکے پابند ہو جاؤگے اور جسپر چاہو احسان کرو اوسکے امیر بنجاؤگے چوتھی یہ کہ یہود اور نصاری اور اراذل اور احمقون اور اجلاف اور بے دینون کی تنعم اور اونکی معیشت مین تامل کرے پھر احوال انبیا اور اولیا اور خلفاء راشدین اور صحابہ اور تابعین کا بھی دیکھ

اونکے حالات سنے اور خود مطالعہ کرے اب چاہیے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ اون
لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت رکھتے ہین اگر اقتدا عمدہ لوگون کی کریگا
تو تھوڑی سی چیز پر قناعت کرے گا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی اسکا شریک بجز
انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر امراول اختیار کریگا تو کچھہ حاصل نہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے تنعم مین چوپایہ
تو اسبات مین گدہا اوس سے افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانی مین مصروف ہو تو سوار اس صفت
مین بڑہکر ہے اور اگر زینت تن اور سواری مین تنعم منظور ہی تو اکثر کفار اسمین اوسکی بہ نسبت زیادہ
ہونگے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنے کا خطرہ سوچے کہ کیسے چوری اور تلف اور لوٹ کہسوٹ کا خوف
لگا رہتا ہے اور جب ہاتھہ خالی ہوتا ہے تو ان سب باتون سے امن وچین مین رہتے ہین اور نیز آفات مال
جو ہمنے ذکر کی ہین اونکو سوچے اور تصور کرے کہ اسکی بدولت جنت کے دروازہ سے پانسو برس تک
دور رہیگا یعنے جب تھوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا کے گروہ مین شامل ہوگا
اور فقیرون کے زمرے سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارونکے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے
چنانچہ احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہہ تامل پورا اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے سے
کم کو دیکھے زیادہ کو نہ دیکھے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارونکی طرف رغبت
دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کیون سستی کرتا ہے اور مالدار تو مزے اوڑاتے ہین اور خوراک و پوشاک
اچھی رکہتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تو اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون
کرتا ہے اور اسقدر خوف خدا کیون رکہتا ہے فلان شخص تو تجھسے زیادہ جانتا ہے تو وہ اتنا ڈرتا ہی
نہین اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون اونسے جدا ہوتا ہے غرض کہ دنیا مین اپنے سے کم کو
دیکھنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم
نے وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھون زیادہ پر نظر نکرون اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے یہ حدیث مروی ہے کہ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ
اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ پانچون باتونسے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہی
اور سو کی ایک بات یہ ہے کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہہ سمجھے کہ ابدالآباد کی تمتع اور رفاہ اسکے
لیے دنیا مین صبر کرنا چند ہی روز کا ہے جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہے کہ آگے کو ہمیشہ اچھا رہون

چھٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین

جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور

ترجمہ اس حدیث کا یہ ہے [illegible] ۱۲ بخاری و مسلم ۱۲

سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نکرے اور بخل و امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا
علیہم السلام کی اخلاق مین سے ہے اور نجات کی اصل اصول یہی ہے اور حدیث شریف مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یون ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت جنت کی درختون مین سے ایک پیڑ ہے
کہ اوسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئی ہین جو کوئی اونمین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہے وہ اوسکو جنت
مین کھینچ لے جاتی ہے اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو
معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالی کا پہونچا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جسکو مینے اپنے لیے پسند کیا ہے
اور اوسکی صلاحیت سخاوت اور حسن خلق پر منحصر ہے پس تمکو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر
ہوسکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تک اسلام کے ساتھ رہو جب تک
ان دونون باتون سے اوسکا اکرام کرو اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے سب اولیا کو سخاوت اور
حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہے اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے
افضل کونسا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالی کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری
جو عادتین کہ اوسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اوسکو ناپسند ہین وہ خلق بد
اور بخل ہین اور جب خدا تعالی کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اوس سے لوگونکی حاجتین پوری
کراتا ہے اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل تبلائیے جس سے جنت مین جاؤن
آپ نے فرمایا اِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلُ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ
اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہے جو سخی
ہوتا ہے وہ اوسکی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے اور اوسکے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہے اور بخل بھی ایک
درخت دوزخ مین ہے بخیل اوسکی ٹہنی پکڑتا ہے یہانتک کہ وہ شاخ اوسکو دوزخ مین ڈالدیتی ہے اور حضرت
ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے رحیم بندون سے
عطا کی درخواست کرو اور اونکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کہ مینے اونمین اپنی رحمت بھر دی ہے اور سخت
دل والون سے کچھ مت مانگو اونپر مینے اپنا غضب نازل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہے

خدا اوسکا ہاتہہ تہامتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کہانا کہلانے والے کے پاس اتنا جلد رزق پہونچتا ہے کہ اتنی جلد اونٹ کی گردن پر چہری بہی کارگر نہین ہوتی اور خداوند کریم کہانا کہلانیوالونسے فرشتونپر فخر فرماتا ہے یعنی انسان مین اسطرحکے صفات ہین جو ان مین نہین اور ایک حدیث مین صحیح ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ وَیُحِبُّ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَیَکْرَہُ سَفْسَافَہَا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے اسلام پر کچہہ مانگا وہی اوسکو دیا یہانتک کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے صدقہ کی بکریون مین سے بہت سی بکریان کہ دو پہاڑون کے درمیان مین تہین عنایت فرمائین وہ شخص اپنی قوم مین آکر کہنے لگا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح دیتے ہین جیسے کسی کو فاقہ کا خوف نہین ہوتا ہے

اے کہ جز تو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریاد رس
شہرۂ ما در ضعیف و شکستہ بری	شہرۂ تو در جود و مسکین پروری
داد دہ مارا ازین غم کن جدا	دستگیری دست تو دست خدا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنی نعمت اپنے بندونکو چہانٹ چہانٹ کر دیتا ہے کہ اونکے ہاتہہ سے اورونکا کام نکلے جو کوئی اورونکے نفع پہچانے مین بخل کرتا ہے اللہ تعالی اپنی نعمت اوس سے لیکر دوسرےکے حوالہ کرتا ہے اور ہلالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عنبر مین کے قیدی پکڑ کر آئے آپ نے سب کی قتل کا حکم فرمایا مگر ایک شخص کو مستثنے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالی ایک ہی اوسکا دین بہی ایک ہی اور گناہ جو ان لوگون نے کیا ہے وہ بہی ایک ہی ہے پہر یہ شخص اپنی قوم سے کسطرح علیحدہ ہوا اور قتل سے بچ گیا آپ نے فرمایا کہ جبریل ع میرے پاس آئے اور کہا کہ ان سب کو قتل کرو اور اس شخص کو چہوڑدو اللہ تعالی اسکی سخاوت کا مشکور ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہے اور احسان کا ثمرہ نجات کا جلد ہونا ہے اور نافع رح حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طعام الْجَوَادِ دَوَاءٌ وَطَعَامُ الْبَخِیْلِ دَاءٌ اور ایک حدیث مین ہے کہ جسکو خدا تعالی زیادہ نعمت دیتا ہے اوسکو لوگونکی زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے پس جو شخص کہ اس مشقت کا متحمل نہین ہو سکتا اوسکی نعمت کو خدا تعالی دور کر دیتا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایسی چیز کو بہت کیا کرو جسکو آگ نکہاوے لوگون نے پوچہا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ احسان اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگون کا گھر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے اور جنت سے اور لوگون سے قریب رہتا ہے اور دوزخ سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگون سے دور رہتا ہے اور دوزخ سے قریب اور جاہل سخی خدا کے نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور سب دردون مین زیادہ سخت بخل کا روگ ہے اور فرمایا اِصْنَعِ الْمَعْرُوفَ اِلٰى مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ وَاِلٰى مَنْ لَيْسَ بِاَهْلِهٖ فَاِنْ اَصَبْتَ اَهْلَهٗ فَقَدْ اَصَبْتَ اَهْلَهٗ وَاِنْ لَمْ تُصِبْ اَهْلَهٗ فَاَنْتَ مِنْ اَهْلِهٖ اور فرمایا کہ میری امت کے ابدال جنت مین بہ سبب روزہ نماز کے داخل نہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانونکی خیرخواہی کے باعث جنت مین جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے بندونکے لیے احسان کیواسطے کئی صورتین بنادی ہین ایک یہ کہ خود سلوک کرنا اونکو محبوب ہے دوم احسان وسلوک کرنے والونکی محبت خلق کی دلمین ڈالدی سوم احسانکی طالبونکا منہ محسنون کی طرف پہیر دیا چہارم داد ودہش اونپر ایسی آسان کردی جیسے خود اپنے خزانہ رحمت سے کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہے اور زمین اور انسانونکو اوسکے سبب سے زندہ کرتا ہے اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہے اور جو کچھہ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرتے وہ بھی اوسکے حقمین صدقہ ہی لکھا جاتا ہے اور جس خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان کسیطرحکا خرچ کرے پہر اوسکا عوض بیشک خدا پر ضرور ہے اور فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَالدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ وَاللّٰهُ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ اور فرمایا كُلُّ مَعْرُوْفٍ فَعَلْتَهٗ اِلٰى غَنِيٍّ اَوْ فَقِيْرٍ صَدَقَةٌ اور روایت ہے کہ خدا تعالی نے حضرت موسی کو وحی بہیجی کہ سامری کو قتل کرنا نچاہیے اسلیے کہ وہ سخی ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بہیجا اور اوسپر قیس بن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس رض نے لشکر کو نکی لیے نو اونٹ ذبح کیے لوگون نے یہ حال آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کی خصلت ہے آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اگر آدمی کے پاس دنیا آتی ہو جب بھی اوسمین سے خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنے سے جاتی نرہے گی اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ نہ خرچ کرنے سے پہر نہین جاویگی اور پہر یہ شعر پڑہے

قطعہ

لَا تَبْخَلَنَّ بِدُنْيَا وَهِيَ مُقْبِلَةٌ ۔۔۔ فَلَيْسَ يَنْقُصُهَا التَّبْذِيْرُ وَالسَّرَفُ
وَاِنْ تَوَلَّتْ فَاَحْرٰى اَنْ تَجُوْدَ بِهَا ۔۔۔ فَالْحَمْدُ مِنْهَا اِذَا مَا اَدْبَرَتْ خَلَفُ

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت اور فتوت اور کرم کسکو کہتے ہین

آپ نے فرمایا کہ مروت اسکا نام ہے کہ آدمی اپنے دین کی اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی
طرح کرے اور منازعت اور مکروہات میں داخل ہونے کو بھی بخوبی انجام دے اور رفعت یہ ہے کہ
ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالے اور صبر کی جگہ ہو تو صبر کرے اور کرم یہ ہے کہ بدون مانگے دوسرے کے
ساتھ سلوک کرے اور وقت پر کھانا کھلاوے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے
اور ایک شخص نے آپ کی خدمت میں کسی مطلب کیلیے عرضی لکھکر حوالہ کی آپ نے بدون پڑھے فرمادیا
کہ تیری حاجت پوری کیجاوے گی کسی نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپنے
اوسکی عرض کو ملاحظہ کرکے ہی جواب دیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر میں اوسکی عرضی پڑھتا وہ میرے
سامنے ذلیل کھڑا رہتا اور اسباب کی پوچھ مجھسے خدا تعالی فرماتا کہ تو نے سائل کو اتنی دیر
کیوں ذلیل کھڑا رکھا اور ابن سماک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجکو بڑا تعجب ہے کہ آدمی اپنے مال سے
لونڈی غلام مول لیتے ہیں اور آزاد انسان کو بندہ احسان نہیں کرتے اور ایک عرب سے کسی نے پوچھا کہ
تمہارا سردار کون ہے اوسنے کہا کہ جو ہماری گالی کی برداشت کرے اور ہمارے سائل کو دیوے اور جاہل
سے اعراض کرے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی میں یہ دو صفت
ہو کہ مانگنے والونکو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہیں ہے بلکہ سخی وہ ہے کہ جو حقوق خدا تعالی نے اپنے
اہل طاعت کیلیے لکھے ہیں اونکو پہلے ہی بدون طلب پہونچا دے اور نفس میں محبت اوسکی شکریہ لینے کی
نہو بلکہ اللہ تعالی کیطرف سے ثواب کامل عنایت ہونیکا یقین ہو یعنی ثواب کامل ملنے کے یقین کی جہت
سے دینے کے عوض میں شکر کا طالب نہو اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں مال کا ڈالنا پھر پوچھا کہ حزم و احتیاط کسکو کہتے ہیں فرمایا کہ خدا کی راہ میں
مال کا ندینا پھر پوچھا کہ اسراف کیا ہے فرمایا کہ ریاست کی محبت کیلیے مال خرچ کرنا اور حضرت امام جعفر
صادق رض فرماتے ہیں کہ عقل سے زیادہ اعانت کرنے والا کوئی مال نہیں اور کوئی مصیبت جہالت
سے بڑھکر نہیں اور مشورہ سے بڑھکر کوئی پشتی و تقویت نہیں اور جان رکھو کہ خدا تعالی یوں فرماتا ہے کہ میں
جواد اور کریم ہوں کوئی بخیل مجھسے بچ نجاویگا بخل کفر میں سے ہے اور اہل کفر دوزخ میں ہونگے
اور جود و کرم ایمان میں سے ہے اور ایماندار جنت میں جائینگے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت
سے آدمی ایسے ہیں کہ ظاہر میں بدکار اور معیشت سے تنگ ہیں مگر سخاوت کی باعث داخل جنت ہونگے اور
روایت ہے کہ احنف بن قیس نے ایک آدمی کے ہاتھ میں روپیہ دیکھکر پوچھا کہ یہ کسکا ہے اوسنے کہا کہ میرا ہے
آپ نے فرمایا کہ تیرا اوسوقت ہوگا جب تیرے ہاتھ سے چلا جاویگا

مال جب تک ہاتھہ سے جاتا نہین	آدمی کے کام مین آتا نہین ہے

اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالون یعنی کاتنے والون مین بیٹھتے اور جب کوئی
عورت ضعیف دیکھتے تو اوسکو کچھہ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام
نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عتاب لکھا کہ شاعرونکو تم کیون دیتے ہو اونہون نے جواب مین
لکھا کہ مال بہتر وہی ہے جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے جو کسی نے سخاوت
کو پوچھا تو اونہون نے کہا کہ سخاوت یہ ہے کہ بھائیون کے ساتھہ سلوک کرے اور مال کو دیڈالے پھر فرمایا
کہ میرے باپ کو پچاس ہزار درم ترکہ سے پہنچے تھے اونکو تھیلیونمین بھر بھر بھائیون مین تقسیم کر دیے اور
کہا کہ مین خدا تعالے سے اپنے بھائیون کے لیے جنت چاہا کرتا تھا کیا مال سے اونکے ساتھہ بخل کرون
یہ کبھی نہوگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ موجود چیز کو بہت ہمت ڈالنا نہایت درجہ کی سخاوت
ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگون مین سے تمہارے نزدیک کونسا محبوب ہے اوسنے کہا جسنے مجھے زیادہ دیا ہو
اوس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تمسے زیادہ سلوک کیا ہو اوسنے کہا کہ پھر مجکو وہ
محبوب ہے جس سے مینے زیادہ سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو آدمی
مجکو اپنے ساتھہ سلوک کرنے دیوے تو جسقدر میرا احسان اوسپر ہوگا اوسیقدر مین اوسکا احسان اپنے
اوپر جانتا ہون اور خلیفہ مہدی رح نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر مین تمنے لوگونکا کیا حال
دیکھا اونہون نے کہا کہ اے امیر المومنین مینے یہ دیکھا کہ کوئی کسیطرح تمنا لیکر جب تمہارے یہان آیا
راضی ہی ہوکر پھرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کے سامنے دو شعر پڑھے جنکا مضمون
یہ تھا کہ احسان جبھی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو خدا کی
راہ مین دیا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا [illegible] عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی
بخیل ہو جاتا ہے مین تو بوچھار کیطرح لوگونکو دونگا اگر وہ اچھے لوگونکو پہنچیگا تو وہ اوسکے مستحق ہی ہے
اور اگر برونکو پہنچیگا تو میری شان کے لائق ہوگا اب کچھہ حکایتین سخاوت والون کی لکھدی
جاتی ہین محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تہین روایت کرتی ہین
کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکہہ اسی ہزار درم دو گونین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر اونکو لوگونمین تقسیم کر دیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری
افطاری لاؤ مینے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپنے اتنا کچھہ بانٹا یہ نہو سکا
کہ ہماری افطار کے لیے ایک درم کا گوشت ہی منگا دیتین آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتین تو ایسا ہی کرتی

اور ابان بن عثمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کچھ ضرر پہونچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جا کر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپکو کہا ہے کہ صبح کا کہانا میرے یہان کہانا لوگون نے اسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سردار حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گہر مین جمع ہوئے کہ حتی کہ گہر مین جگہہ بہی نہ رہی آپ نے انکے آنے کا حال پوچھا اونہون نے ماجرا بیان کیا کہ تمہارا پیام فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا پہونچا تہا آپنے سنتے ہی میوہ خرید کرا کے سامنے رکھدیا اور کچھ لوگون کو کہانا پکانے کیلیے معین کیا ہنوز میوہ نکہا چکے تہے کہ دسترخوان بچہا یا گیا اور سب کہا پیکر چلے گئے آپ نے اپنے کارپردازون سے پوچہا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہے اتنا ہر روز ہو سکتا ہے یا نہین اونہون نے کہا کہ البتہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہان ہی کہانا کہایا کرین اور مصعب بن زبیر سے مروی ہے کہ ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لیگئے اور وہان سے پہر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہائی حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم انکی ملاقات نکرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہمپر دین ہے ہم ضرور اونسے ملینگے چنانچہ سوار ہو کر تشریف لیگئے اور اثنا راہ مین سلام علیک کر کے قرض اپنے ذمہ کا یاد دلایا اسی اثنا مین اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لدے ہوئے حضرت امیر کے پاس آئے اور اس پر اتنا بوجہہ دینار کا تہا کہ چل نسکتی تہی زبردستی لوگ ہانک کر لائے تہے اونہون نے پوچہا کہ اسمین کیا ہے لوگون نے بتلایا کہ اسی ہزار دینار ہین آپ نے فرمایا کہ انکو معہ اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہان پہونچا دو اور واقدی اپنے باپ سے واقدی کا حال بیان کرتے ہین کہ اونہون نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکہا کہ مجہپر قرض بہت ہے اور اب تحمل اسکا مجہسے نہین کیا جاتا خلیفہ نے اوسکی پشت پر حکم لکہا کہ تم ایسے آدمی ہو جسمین دو عادتین یعنی سخاوت اور حیا جمع ہین سخاوت کی باعث تو تمہارے پاس کچہہ نرہا اور حیا کے باعث تمنے کبہی اپنا حال ہمسے کہا اب ہمنے ایک لاکہہ درم تمکو دلوائے ہین اگر تمہارے خاطر خواہ اور کارروائی کے لائق ہون تو خوب ہاتہہ پہیلاؤ اور لوگونکو دو ورنہ قصور تمہارا ہی ہے خود کردہ را علاج او جسوقت تم خلیفہ رشید کیطرف سے قاضی تہے ایک حدیث تمنے مجہسے بیان کی تہی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی ہین اور زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا کہ اے زبیر جان رکہہ کہ بندون کے رزق کی کنجیان عرش کے مقابل ہین جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہے

ادسی قدر اللہ تعالے اوسکو بھیجدیتا ہے جو زیادہ کرتا ہے اوسکے لیئے زیادہ اور جو کم کرتا ہے اوسکے لیے
کم انتہی اور تم تو مجھسے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہین کہ بخدا مجکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھہ درم اتنے
محبوب نہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلانا اچھا معلوم ہوا آور ایک شخص حضرت امام حسن رض سے کسی حاجت کا
سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ای شخص تو نے جو مجھسے سوال کیا اسکا حق مجپر بہت ہی اور مجکو یہ جاننا بھی دشوار ہے
کہ تجکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہے وہ تنا میرے پاس نہین علاوہ اسکے خدا کی راہ مین بہت دینا بھی
تھوڑا ہی ہے میرے قبضہ مین تیری حاجت کے موافق تو نہین مگر جو تھوڑے سے پر قناعت کرے اور نہ
مجکو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کرون اوسنے
عرض کیا کہ ای ابن رسول اللہ جو آپ دین گے مجھے قبول ہے اگر آپ دین گے تو شکور ہون گا اور ندین گے
تو معذور جانون گا آپ نے اپنے کار پرداز کو بلایا اور اوس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کر کے
فرمایا کہ تین لاکھہ درم مین سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اوسنے پچاس ہزار درم لائے آپ نے فرمایا کہ پانسو
دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے اوسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہین آپ نے اونکو بھی منگا لیا اور سب
دینار و درم اوس سائل کے حوالہ کیے اور کہا کہ انکے لیجانے کو مزدور بلا لاؤ جب مزدور آئے آپ نے اپنی
چادر مزدوری مین اون مزدورون کے حوالہ کی آپ کے خادمون نے عرض کیا کہ اب ہمارے پاس دینار ہے
نہ درم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ خدا تعالے اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔ اور حکایت
ہے کہ حضرت ابن عباس رض بصرہ پر عامل تھے آپکے پاس وہان کے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک
ہمسایہ ہے کہ دنکو روزہ رکھتا ہے رات کو جاگتا ہے ہم مین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ ویسا ہی ہو جاوے
اوسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہے لیکن وہ ایسا محتاج ہے کہ اوسکے پاس اتنا بھی نہین جو جہیز
دیسکے حضرت عبد اللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور لوگون کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر مین تشریف لے گئے
اور ایک صندوق کھولکر اوسمین سے چھہ تھیلیان نکالین اور فرمایا کہ انکو اوٹھالو اونھون نے اوٹھا لیا پھر
فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہین کہ ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دین جو اوسکی شب بیداری اور روزہ مین
خلل انداز ہو چلو ہم سب کے سب اوسکے ممد و معاون ہوکر لڑکی کو رخصت کرا دین ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہین
کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک لے لیکن ہم مین بھی اتنا تکبر نہین کہ اولیاء اللہ کی خدمت نکرین یہ کہکر
آپ معہ سب ہمراہیون کے تشریف لے گئے اور اوسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا آور روایت ہے
کہ جب مصر مین خشک سالی ہوئی عبد الحمید بن سعد رح کا عہد تھا اونھون نے کہا کہ بخدا مین شیطان کو
جتا دون گا کہ مین اوسکا دشمن ہون پس ارزانی کے وقت تک سب لوگون کے حاجات پوری کرتے ہے

پہنا تا ۔ کہ جب معزول ہو کر گئے تو سوداگرون کا قرض اونکے ذمہ دس لاکھ درم تھے اپنی بیبیون کا زیور
گرو کر دیا جو پچاس کروڑ درم کا تھا اور جب یہ زیور چھٹ نہ سکا تو سوداگرون کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچکر
اپنا دام مجرا کر لو اور باقی ایسے لوگون کو دیدو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہین پونہچا اور ابو طالب بن کثیر
شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضی علی رض تم اپنا فلان باغ مجھکو دیڈالو اوسنے کہا کہ مین نے
تجکو وہ بھی دیا اور اوسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اوس سے دوچند سہ چند تھا اور ابو مرثد ایک سخی تھا کسی
شاعر نے اوسکی تعریف کی اوسنے کہا کہ بخدا مین تنگدست ہون تجھے کچھ دے نہین سکتا الا یہ تدبیر ہے
کہ قاضی کے یہان تو مجپر دس ہزار درم کی نالش کر مین اقبال دعوی داخل کرون گا پھر تو مجکو قید کرا دینا
میرے گھر کے لوگ مجکو اتنا روپیہ دے کر چھوڑا لین گے شاعر نے ویسا ہی کیا شام نہو ئی تھی کہ دس ہزار
درم ابو مرثد کے خاندانیون نے دے کر اوسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جس وقت دونون عراق کے
عامل ہو کر بصرہ مین تھے اونکے دروازے پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسی طرح
اونکی ملازمت ہو مگر میسر نہو ئی ایک وزیر ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لیجاوین مجکو اطلاع
کر دینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اوس نہر مین ڈالدیا جسکے کنارے پر امیر باغ کی
سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی اوسکو اوٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ۔ ای سخای معن تو ہی اوس سے
کہدے سوال + کوئی اوس تک ہی نہین تیرے سوا میرا شفیع + اسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا
اوس سے کہا کہ تو نے یہ شعر کس طرح کہا ہے اوسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے دس ہزار درم اوسکو دیے اور لکڑی
اپنے بچھانے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اوسکو نکالکر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درم دیے
دے کر سوچا کہ ایسا نہو کہیں پھیر لے کیونکہ اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اوس شعر کو
پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نملا تو کہا کہ میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اوسکو یہانتک دیتا کہ میرے گھر مین
نہ دینار رہتا نہ درم ۔ اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ
بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوئے راہ مین باربرداری سے بچھڑ گئے تو بھوکھ اور پیاس لگی
اثنائے راہ مین ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی مین بیٹھی تھی تینون صاحبزادون کا جو گذر اوسپر ہوا پوچھا
کہ تیرے پاس کچھ پانی ہے کہا کہ ہے یہ سنکر سواریون سے اوتر پڑے اوسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری
الگ کو بندھی تھی کہا کہ اوسکا دودھ نکالکر پی لو جب دودھ نکالکر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی
تیرے پاس ہے اوسنے عرض کیا کہ میرے پاس سوائے اس بکری کے اور کچھ نہین اگر تم مین سے کوئی اسکو
ذبح کر کے صاف کردے تو مین پکا دون صاحبزادون مین سے ایک نے اسکی تعمیل کی بڑھیا نے

کھانا تیار کردیا وہ کھا پی کر سیر ہوئے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے تو بڑھیا سے
کہا کہ ہم لوگ قریشی ہین اب حج کو جاتے ہین وہان سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھسے
سلوک کرینگے یہ کہکر تشریف لے گئے جب اوس عورت کا خاوند آیا تو اوسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح
ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری بکری کیا جانے کسکو کھلادی پھر کہتی ہے کہ وہ قریش کے
لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونون مرد و عورت کو مدینہ منورہ مین آنے کی ضرورت ہوئی وہان
پہونچکر اونٹ کی مینگنیان جمع کرتے اور اونکو بیچکر اپنی گذران کرتے اتفاقاً ایک روز بڑھیا اوس طرف
جا نکلی جہان حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا مگر
اوسنے نہ پہچانا آپ نے اپنے خادم کو بھیجکر اوسکو بلوایا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہے اوسنے عرض کیا کہ
مین نہین پہچانتی آپ نے فرمایا کہ مین وہ ہون جو فلان روز تیرے یہان مہمان ہوا تھا اوسنے عرض کیا
کہ میرے ما اور باپ آپ پر قربان ہون آپ وہ ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پھر آپ نے ایک ہزار بکریان
اور ہزار دینار بڑھیا کو دے کر اپنے خادم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا
اونھون نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریان آپنے
بھی اوسی قدر اوسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روانہ کردیا اونھون نے
پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجھکو کیا دیا کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریان دین اونھون نے دو ہزار
دینار اور دو ہزار بکریان اپنے پاس سے دین اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو مین اتنا دیتا کہ
حسنین علیہما السلام کو دینا بڑا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریان لیکر اپنے خاوند کے
پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اوس ایک بکری کا ہے کہ جسکو سرداران قریش نے کھائی تھی اور ایک بار
عبداللہ بن عامر بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اونکے پیچھے ہولیا
اونھون نے پوچھا کہ تجھے مجھسے کچھ کام ہے اوسنے کہا کہ کوئی کام نہین آپ تنہا جاتے تھے مین اس لیے
ساتھ ہولیا کہ خدانخواستہ راستہ مین اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو مین اپنے او پر اوسکو لون اور
آپکو بچاؤن عبداللہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھکو تیرے مربیون نے
خوب تعلیم کی ہے جا ان دینارونکو اپنے صرف مین لا اور روایت ہے کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے
کسی سخی کی قبر پر زیارت کو گیا اور دور سے چلکر وہان پونہچا سب لوگ اوسکی قبر کے پاس
فروکش ہوئے اس سخی کے یہان ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم مین مشہور تھا جب یہ لوگ رات کو سوئے
تو اون مین سے ایک شخص نے اوسی مردے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تو اپنا اونٹ میرے گھوڑے سے

بدلے تو مین گھوڑا تجھے دے سکون اور یہ اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اسنے جواب دیا کہ بہت اچھا پھر
دیکھا کہ وہ مردہ اوس اونٹ کی طرف گیا اور اوسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا اتنے مین اس شخص کی
آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقع مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہے اسنے اوٹھکر اوسکو ذبح کیا اور صاف
کرکے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھایا پی کر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین
اونکو چند سوار ملے ایک نے اون مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کونسا
ہے اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اوسنے جواب دیا کہ وہ شخص مین ہون اوس سوار نے
کہا کہ تم نے فلان مردہ کے ہاتھ کچھ بیچا ہے اوسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اوسکی ہاتھ
گھوڑے کے عوض بیچا ہے اوسنے کہا کہ تو لیجیے یہ اوسکا گھوڑا موجود ہے پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا
رات کو اوسنے خواب مین مجھسے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دیدے سو مین نے تعمیل حکم
کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہوکر شدت مفلسی اور مرض سے
پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میان صاحب ہماری کچھ مدد کرو اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو
کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اسکو دیدے غلام نے چار ہزار درم اوسکی گود مین اولٹ دیے اوسنے چاہا
کہ انکو لیکر اوٹھے مگر ضعف کے مارے اوٹھ نسکا اور رو دیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید اسکو تھوڑا سمجھ
کر روتا ہے کہ جو مین نے دیا وہ کم ہے اوسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ یہ سبب ہے کہ مجکو یہ یاد آگیا کہ زمین
تیرے کرم کو بھی کھا جاوے گی اسی لیے رو پڑا اور عبداللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے اونکا گھر
جو بازار مین تھا نوّے ہزار درم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے کی
آواز عبداللہ کے کان مین پونہچی پوچھا کہ یہ کیون روتی ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے
روتی ہین اپنے خادم کو آپنے فرمایا کہ تو اونکے پاس جاکر کہدے کہ مال اور مکان سب تمھارا ہے
اور روایت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن انس رح کی خدمت مین پانسو دینار
بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پونہچی اونھون نے اونکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید
نے لیث رح کو بلاکر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہمنے پانسو بھیجے تو تم نے ہزار دیے
اونھون نے کہا کہ یا امیرالمومنین میرے یہان ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہے مجھے شرم آئی کہ ایسے
شخص کو ایکدن کی آمدنی سے کیا کم دون لیث بن سعد رح کی سخاوت مشہور ہے یہی وجہ تھی کہ باوجود
ہزار دینار آمدنی ہر روز کے اونپر زکوۃ واجب نہوئی اور ایکبار کسی عورت نے اونسے تھوڑا سا شہد
مانگا تو اونھون نے ایک مشک شہد اوسکو دیا کسی نے کہا کہ اوسکا کام تو تھوڑے سے بھی نکل جاتا

آپ نے فرمایا کہ اوسنے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہمنے اوس قدر دیا جسقدر کہ خدا تعالے نے
ہمپر نعمت کی تھی اور یہ انکا دستور تھا کہ ہر روز جبتک تین سو ساٹھ مسکینونکو کھانا اور صدقہ نہ دیتے
تب تک کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہین کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی
خیثمہ بن عبدالرحمن اوسکو صبح وشام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھایا یا نہین اور لڑکے بدون دودھ کے
کیسے صبر کرتے ہین اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھ رکھدیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ
بچھونے تلے سے جو کچھ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنون مین میرے پاس تین سو دینار سے
زیادہ پہونچ گئے یہانتک کہ میرے جی مین یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہے
اسکی بیماری سے یہ کچھ ملا اور عبدالملک بن مروان نے اسما بنت خارجہ سے کہا کہ مجکو تمھاری
چند خصلتون کی خبر پہونچی ہے اونکو مجھسے بیان کرو اونھون نے کہا کہ وہ باتین اگر غیر سے سنتے تو
مجھسے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہین تمھین کہو اونھون نے کہا کہ اے امیر المومنین
مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے سامنے پانو نہین پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگونکی
دعوت کی ہے تو جسقدر میرا احسان اونپر ہوا اوس سے زیادہ مین نے اونکا احسان اپنے اوپر
سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجھسے کچھ مانگنے آیا تو جو کچھ مین نے اوسکو دیا کثیر نہین جانا اور سعید بن
خالد جو سخی شخص تھا سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اوسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھ نپاتا
تو سائل کو تمسک لکھدیتا کہ جب مجکو کہین سے کچھ ملے گا مین یہ روپیہ ادا کردونگا خلیفہ نے
اوسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہے کہا کہ میرے ذمہ قرض ہے پوچھا کہ کسقدر ہے کہا کہ
تیس ۳۰ ہزار دینار کہا کہ تیس ۳۰ ہزار قرض کے اور اتنے ہی اور تمکو دیے جاوینگے اور روایت ہے
کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے اونکے اقارب اونکی عیادت کو نہ آئے اونھون نے جو سبب پوچھا
تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمھارا قرض اونکے ذمے ہے اسلیے وہ آتے ہوئے شرماتے ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا مال کو ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہین ملنے دیتا پھر ایک پکارنے والے کو کہا کہ یون
پکاردے کہ قیس بن سعد کا جسکے ذمے کچھ آتا ہو وہ معاف ہے اسکو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے
کہ آپ کے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ کی تلاش مین
فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑہ کپڑون کا اور
ایک جوڑہ جوتی کا کسی نے رکھا مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہین ہون
لوگون نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل کوفہ ہوئے ہین

اونھون نے حکم کیا ہے کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جوتا عنایت کیا جاوے اور شیخ ابوسعید خرکوشی
نیشاپوری رح کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ محمد سے سنا ہے کہ وہ بانی شافعی مجاور مکہ سے بیان کرتے تھے
کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقا ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ
اوس شخص کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہے اور اسوقت میرے پاس کچھ بھی نہین ہے یہ سنکر یہ
وہ شخص اوسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لے گیا مگر کہین سے کچھ نہ ملا پھر ایک آدمی کی
قبر پر آ کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا
اور اس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھ ملے مگر حسب اتفاق سعی بیفائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار
نکالا اور اوسکو خورد کر کے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ مین تمکو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم
ادا کر دینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہونے مین جو ضرورت تھی اوسکو انجام دیا رات کو
اوس مصری چندہ کرنے والے نے اوس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تونے آج جو کچھ
مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجھکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دے سکا اب کہتا ہون
کہ تم میرے مکان پر جا کر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو
دینار گڑے ہوئے نکلینگے وہ اون سے لیکر اوس لڑکے والے کو دیدو جب صبح ہوئی تو وہ شخص اوسکی اولاد کی
پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا اونھون نے اوسکو ٹھہرا کر جگہہ کھودی اور دینار لا کر رکھدیے کہ لیجاؤ
اوسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہے میرے خواب کا کیا اعتبار ہے اونھون نے کہا کہ مال تو مرنے پر سخاوت
کرتا ہے ہم جیتے جی کیسے نکرین غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیا اور لڑکے والے کے پاس
لا کر رکھے اور تمام ماجرا بیان کر کے کہا کہ اب یہ تمھارا مال ہے جو چاہو سو کرو اوسنے ایک دینار اوٹھا کر خورد
کیا اوس مین سے نصف تو اوس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسیقدر کفایت ہے
باقی تم فقیرون کو دیدو ابوسعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ
سخی کسکو کہنا چاہیے اور روایت ہے کہ حضرت شافعی رح جب مرض موت مین مبتلا ہوئے تو وصیت
کی کہ فلان شخص مجکو غسل دے بعد وفات کے اوس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور اونکے
خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اونکے ذمے ستر ہزار درہم قرض ہین اوسی وقت اونکے نام سے
اپنے نام کر لیے اور کہا کہ انکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے انکو مین صاف پاک
کر دون ابوسعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون نے بتلا دیے سے جو
مکان پر گیا تو اوسکی اولاد اور پوتون مین سے ... لوگون کو دیکھا کہ بفحوای آیت کریمہ وکان ابوھما

صدقات کے سبکے چہرے سے آثار خیر و فضل کے نمایان تھے اور انکے باپ کی خیر و برکت اونمین تاثیر کر گئی تھی
اور شافعی رح کہتے ہین کہ مجھے جبسے حماد بن سلیمان کی ایک خبر پوہنچی ہے تب ہی مین اوس دن سے ہمیشہ
محبت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے مین ایک درزی
سیتا تھا چاہا کہ اوتر کر اوسکو درست کرالین درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اوترین اور خود اوسکی ٹانکنے کو
کھڑا ہو گیا اور درست کر دیا اونھون نے اوسکو دس دینار دیدیے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہے
اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے ربیع سے کہا کہ اسکو
چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع زبانی حمیدی کے انھین کا قصہ یون کہتے ہین
کہ جب صنعاء سے مکہ کو تشریف لاتے تھے مکہ معظمہ سے باہر آپ نے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار
جو پاس تھے اونکا ایک چادر پر پھیلایا پھر جو کوئی آپ کے پاس آتا گیا اوسکو مٹھی بھر بھر دیتے گئے
یہانتک کہ ظہر کی نماز اونکو تمام کر کے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یون کہتے ہین کہ جب شافعی رح نے
مکہ معظمہ کو جانا چاہا تو انکے پاس مال تھا مگر بہت کم رہتے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب کبھی جمع نکرتے تھے
مین نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جایداد مول لے لین تو آپکو اور آپ کی اولاد کے کام آوے
آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہان سے جو پھرے تو مین نے اوس مال کا حال پوچھا فرمایا کہ مکہ معظمہ
مین تو کوئی جایداد مجھکو نملی اسلیے کہ اکثر وہان کی جایداد وقف ہے اوسکا خریدنا جائز نہین مگر منی مین
مین ایک فرودگاہ بنا آیا ہون کہ ہمارے ساتھی حج کے دنون مین اوسی مین اوترا کرین بعد اوسکے

دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار | بہت سے کام ہین جنکو کہ چاہتا ہے دل
ولیک کافی نہین مال میرا کیا کیجیے | ہی نفس کو یہ تمنا کبھی نہ بخل کرے
ستاع اتنی نہین جس سے اب سنبھالیے | اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہین کہ میرے باپ رح

خلیفہ مامون کے پاس گئے خلیفہ نے ایک لاکھ درم اونکو دیے جب خلیفہ کے پاس سے اوٹھے سب خیرات
کر ڈالے یہ خبر خلیفہ کو پوہنچی بلا کر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین موجود چیز کے
نہ دینے سے معبود کی طرف بدگمانی ہوتی ہے خلیفہ خوش ہوئے اور دو لاکھ اور دیے اور ایک شخص نے
سعید بن العاص سے کچھ مانگا اونھون نے ایک لاکھ درم دلوا دیے وہ شخص رونے لگا آپ نے سبب گریہ پوچھا
کہا کہ اس سبب سے روتا ہون کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑے گی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیے اور ابو تمام شاعر
ابراہیم بن شکلہ کے پاس قصیدہ مدح کہکے لے گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ رکھ لیا اور اپنے دربان سے کہا
کہ جو اسکی شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو اور کہدو کہ اگر مین نے مرض سے صحت پائی تو اسکی مکافات کرون گا

شاعر دو مہینے تک اسی توقع مین ٹھہرا رہا آخر گھبرا کر امیر کو یہ لکھا قطعہ ہے قبول المدح بی اعطائی زر تمیز حرکیم +
پر تعجب ہی نہین قائل ہو تم اسباب کے + گر کرو تاخیر دینے مین کبھی تنا دماغ + ہم ہین مبتدا اوسکے جو اسکا ہے
اوس کا تتمہ وہی + جب یہ اشعار امیر نے پڑھے حاجت سے پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھہرا ہوا ہے اوسنے کہا کہ دو مہینے
سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درہم دیدو اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یون لکھا قطعہ تمنے جلدی کی تو ہمنے
بھی یا جہ بن سکا + اسقدر تھوڑا نہو تا لیتے گر تاخیر سے + تم یہ سمجھو ہمنے کچھہ تعریف مین لکھا تھا +
ہم یہ جانینگے درم ہمنے نہین ہرگز دیے + اور روایت ہے کہ حضرت عثمان رض کے پچاس ہزار درہم
حضرت طلحہ رض کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمان رض مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہ رض
نے فرمایا کہ آپ کا مال موجود ہے اوسکو لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ مین نے آپ ہی کو دیا تاکہ آپکی
مروت یعنی سخاوت پر مدد و معاون ہو اور سعدی بنت عوف کہتی ہین کہ مین ایک روز حضرت طلحہ رض
کی خدمت مین گئی آپ کو کچھہ مکدر دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ میرے پاس کچھہ مال جمع ہو گیا
ہے اوسکا تردد ہے مین نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپ نے غلام کو بھیجکر
سبکو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا مین نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھہ درم تھے اور ایک
اعرابی نے انھین حضرت رض کی خدمت مین حاضر ہو کر کچھہ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھہ بیان کی آپ نے
فرمایا کہ مجھسے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے نہین مانگا تھا میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جسکے
حضرت عثمان رض تین لاکھہ درم دیتے ہین اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اوسکا دام تجھکو دیدون اوسنے
دام ہی طلب کیا آپ نے وہ زمین حضرت عثمان رض کو دے کر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہے
کہ ایک روز جناب علی مرتضی رض روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سات روز
سے میرے یہان کوئی مہمان نہین آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ خداے تعالے نے کہین مجھے ذلیل تو نہین کیا
اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اوسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے
ذمہ چار سو درم ہین اوسنے چار سو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر مین روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تمکو
ان درمون کا دینا شاق تھا تو نہ دیے ہوتے اوسنے کہا کہ مین اس لیے روتا ہون کہ مجھکو اوسکا حال
بدون اوسکے کہے نہ معلوم ہوا مین اگر خود جویا رہتا تو اوسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی
ساتوان بیان بخل کی مذمت مین اللہ تعالے جل شانہ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُوقَ شُحَّ
نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور فرمایا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور فرمایا

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّهُ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ يَسْفِكُوا دِمَاءَهُمْ وَيَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَهُمْ اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اوسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوئے اور فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِيلٌ وَلَا خَبٌّ وَلَا خَائِنٌ وَلَا سَيِّئُ الْمَلَكَةِ اور بعض روایتون مین وَلَا جَبَّارٌ اور وَلَا مَنَّانٌ بھی آیا ہے اور فرمایا ثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ ثَلٰثَةً اَلشَّيْخَ الزَّانِيَ وَالْبَخِيلَ الْمَنَّانَ وَالْمُعِيلَ الْمُخْتَالَ اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر چنبر گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہے وہ کرتا پھیلتا جاتا ہے اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہانتک کہ اونگلیون تک پہنچ جاوے اور بخیل جتنا خرچ مین بخل کرتا ہے اوتنا ہی اوس کرتے کی کڑیان سکڑتی ہین اور جہانکی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے جب گلا دبنے لگتا ہے تو پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور ایک حدیث مین ہے کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا ہوجاویگا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خداے تعالی کو فاحش و متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اوسنے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کردیا اونکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوئے قطع رحم کے لیے ابھارا تو ویسے ہی ہوگئے اور ایک حدیث مین ہے کہ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اوسکو روتے ہوئے کہا ہائی میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہید ہے شاید اسنے کوئی کلام بے فائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دینے سے کم نہوتی اور حضرت جبیر بن مطعم رضہ فرماتے ہین کہ غزوہ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب چلے آتے تھے کہ اثنائے راہ مین چند عرب آپکے گرد ہوئے اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کیطرف جو گئے تو چادر اوسمین اولجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا کہ میری چادر مجھے دیدو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس چوپائے ہوں تو مین تمھین دے ڈالون پھر نہ تم مجکو بخیل جانو نہ جھوٹا اور نہ نامرد اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان لوگون کی نسبت

اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی طرف سے مجھے ان دو باتون مین اختیار ہے یا تو برا بھلا کہکے مجھسے مانگ لین یا مجکو بخیل کہین مگر مین بخل نہین کرتا یعنے بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے انکی سخت گوئی پر صبر کرتا ہون اور حضرت ابو سعید خدری رضی فرماتے ہین کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اونٹ کا مول مانگا آپ نے اونکو دو دینار دیے جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو حضرت عمر رضہ اونکو ملے اونھون نے حضرت کی تعریف کی اور شکریہ بیان کیا حضرت عمر رضہ نے خدمت جناب رسالت مآب مین حاضر ہوکر جو کچھہ اونکا قول سنا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونھون نے باوجود قلت دہش کے ایسا کہا لیکن فلان شخص کو مین نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دیے ہونگے مگر اوسنے کچھہ بھی نہ کہا تم مین سے بعض شخص مانگنے آتے ہین مگر جب مانگی مراد بغل مین داب کر جاتے ہین گویا دوزخ کی آگ بغل مین ہوتی ہے حضرت عمر رضہ نے عرض کیا پھر جو چیز دوزخ کی آگ ہے وہ آپ کیون دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہین مانتے اور بخل کو میرے اوپر خداے تعالے نہین مانتا اور حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جود اللہ تعالے کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خداے تعالے تمپر جود کرے جان رکھو کہ خداے تعالے نے بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اوسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ مین مستحکم کی اور اوسکی ٹہنیونکو سدرۃ المنتہے کی شاخون مین وابستہ کیا اور بعض ٹہنیون کو دنیا مین لٹکا دیا پس جو شخص اوسکی کسی شاخ سے لپٹ گیا جنت مین داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت ایمان مین سے ہے اور ایمان جنت مین جاویگا اور خداے تعالے نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اوسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہنڈ کی جڑ مین ہے اور اوسکی کچھہ ٹہنیون کو دنیا مین جھکا دیا ہے جو کوئی اوسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہے دوزخ مین جاتا ہے یاد رکھو کہ بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ مین جائیگا اور ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت وہ درخت ہے جو جنت مین اوگتا ہے پس جنت مین وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا اور بخل وہ درخت ہے جو دوزخ مین جمتا ہے تو دوزخ مین وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی سحیان کے قاصدون سے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے اونھون نے عرض کیا کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہے مگر وہ ایسا شخص ہے کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ روگ کونسا ہوگا تمھارا سردار وہ نہین بلکہ عمر بن جموح ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب انھون نے اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اوسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو اونھون نے عرض کیا کہ اوسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہے مگر باین ہمہ ہم اوسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ کونسا مرض ہے وہ تمھارا سردار نہین ہے تب انھون نے عرض کیا کہ پھر ہمارا

سرار کون ہے آپ ہی ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تمھارا سردار بشر بن البراء ہے اور حضرت علی رضہ
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْبَخِیْلَ فِیْ حَیَاتِہٖ اَلسَّخِیَّ عِنْدَ مَوْتِہٖ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سخی گناہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے اور یہ حدیث بھی وہین سے مروی
ہے کہ بخل اور ایمان کسی بندے کے دل مین جمع نہین ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتین ایماندار مین جمع نہین ہوتین بخل اور
بد خلقی اور فرمایا لَا یَنْبَغِیْ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّکُوْنَ بَخِیْلًا وَّلَا جَبَانًا اور فرمایا کہ تم مین سے کہنے والے یون کہتے ہین
کہ بخیل بہ نسبت ظالم کے معذور ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی ظلم نہین
خداوند کریم اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ نہ بخیل جنت مین جاویگا اور نہ شحیح یعنی نہ وہ شخص کہ
اپنا مال اورون سے روکے اور نہ وہ شخص کہ غیر کو دیتے دیکھکر جلے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایکبار طواف خانۂ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ ایک شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہتا ہے کہ الٰہی بحرمت
اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہے مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا
کہ میری خطا بیان سے زیادہ ہے آپ نے پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا زمین ہمہ طبقات اوسنے کہا کہ میری
خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا
قصور زیادہ ہے یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہے یا سب آسمان
عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہے پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہے یا عرش اوسنے کہا کہ میری تقصیر
پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہے یا خداوند کریم اوسنے عرض کیا کہ خدا سے تعالے بہت بڑا ہے آپ نے
فرمایا کہ تیرا برا ہو اوسکو مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین مالدار آدمی ہون مگر جب سائل
مانگنے آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہے آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ ہو
اپنی آگ سے مجھے مت جلا قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجھکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہے اگر تو
رکن اور مقام کے درمیان کھڑا ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اوتنا روے کہ تیرے آنسوؤن سے
نہرین بہ نکلین اور درخت سیراب ہو جاوین اور پھر بخل کی حالت مین تیری موت ہو تو خدای تعالے
تجھکو دوزخ مین اوندھے منہ ڈالے گا تیرا برا ہو کیا تجھے معلوم نہین کہ بخل کفر کا ایک حصہ ہے اور کفر دوزخ مین
رہے گا کیا تو نہین جانتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ آثار حضرت ابن عباس رضہ
فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے جنت عدن پیدا کی تو اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہوئی
پھر فرمایا کہ اپنی نہرین ظاہر کر اوسنے چشمہ سلسبیل اور عین کافور اور آب تسنیم نکالے چشمے یا نہاسے
جنت مین شراب اور شہد اور دودہ کی نہرین بہنے لگین پھر ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت پردہ زیور

لباس حور عین ظاہر کرو اوسنے تعمیل ارشاد کی پھر خدا تعالیٰ نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ
کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھ مین رہے گا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہے اپنی عزت کی بخیل کو تجھ مین
جگہ نہ دونگا اور ام البنین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی بہن کا قول ہے کہ تف ہے بخیل پر اگر بالفرض
بخل کرتا ہوتا تو مین کبھی نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ بن عبید اللہ رح فرماتے ہین کہ ہمکو
اپنے مال مین وہی صورت پیش ہوتی ہے جو بخیلون کو پیش آتی ہے مگر یہ فرق ہے کہ ہم صبر کرتے ہین —
اور محمد بن منکدر فرماتے ہین کہ پہلے یون مشہور تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی برائی چاہتا ہے تو اون پر
اون ہی مین سے برون کو حاکم کر دیتا ہے اور انکا رزق اونکے بخیلون کے ہاتھ مین ہی دیتا ہے اور حضرت
علی رضہ نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ ایماندار اپنے
مالکو دانتون سے پکڑے گا حالانکہ اسکا حکم اوسکو نہین چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنْسَوُا
الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہین کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہے اسلیے
کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہے اور اپنا مال بھی نہین دیتا اور بخیل وہی ہے جو اپنے مال پر بخل
کرتا ہے اور شعبی رح فرماتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ جھوٹ اور بخل مین سے کونسا دوزخ مین زیادہ
نیچے جاوے گا - اور روایت ہے کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اوسنے
ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اوسنے کہا کہ آدمیون مین سے بہتر وہ ہے جو ملاقات مین سخی ہو اور غصہ
مین ہوشیار اور کہنے مین متامل اور رفعت مین تواضع کرنے والا اور قرابت والون پر شفقت کرنیوالا
پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اوسکے دشمن کو پہونچتا ہے اور جو شخص شکرگزار کم ہو اوسکا مطلب
نہین ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہین اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہین اور جو شخص کسی دوسرے پر
رحم نہین کرتا خدا تعالیٰ اوسپر ایسے کو مسلط کرتا ہے جو اوسپر رحم نکرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی
اِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اغلال سے غرض بخل ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے
اونکے ہاتھونکو خدا کی راہ پر خرچ کرنے سے روک دیا ہے تو اونکو راہ ہدی نہین سوجھتی اور حضرت کعب رض
فرماتے ہین کہ ہر صبح کو دو فرشتے یون پکارتے ہین کہ الٰہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنے والے
کے لیے جلد اوسکا عوض بھیج اور اصمعی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی کو سنا ہے کہ وہ ایک شخص کی صفت
کہتا تھا یعنے یون کہا کہ فلان شخص میری نظرون مین حقیر ہو گیا بایں وجہ کہ دنیا اوسکی نظرون مین بڑی
ہے اور سائل کا سامنے آنا اوسکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رح
فرماتے ہین کہ مین کسی بخیل کو عدل نہین جانتا اس لیے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہے

اس حقیقت کہ کہیں خسارہ میں نہ ہوں پس جسکا یہ حال ہوا وہ امانت کے قابل نہیں ہے اور حضرت علی رضہ کا قول ہے
کہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہیں لیتا چنانچہ خدای تعالے فرماتا ہے عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ
اور جاحظ رح کہتے ہیں کہ لذات میں سے صرف تین چیزین باقی ہیں بخیلوں کو برا کہنا اور بھنا گوشت
کھانا اور خارش کا کھجلانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہیں کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت میں شمار
نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا اِنَّكَ اِذًا لَبَخِيلٌ یعنے تو اس
صورت میں بخیل ہے پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہے الا اوسمین بخل بھی ہے آپ نے فرمایا کہ تو
پھر اوسمین کچھ خیر نہیں اور بشر رح کا قول ہے کہ بخیل کیطرف دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور
بخیلوں کی ملاقات سے ایمانداروں کے دلپر کرب ہوتا ہے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ دل سخیوں کی
دوستی ہی چاہتا ہے گو وہ بدکار ہی ہوں اور بخیلوں سے دلپر نفرت ہی آتی ہے گو وہ نیک ہی ہوں
اور ابن معتز رح کا قول ہے کہ جو شخص سب لوگوں میں مال کا زیادہ بخل کرتا ہے وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ
دیتا ہے اور حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو یہ بتا کہ
لوگوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے اور زیادہ ناپسند کون اوسنے عرض کیا کہ زیادہ تر محبوب تو
مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپ نے اسکا سبب پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو
اوسکا بخل ہی کافی ہے میری کچھ ضرورت نہیں اور جو سخی بدکاری کرتا ہے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے
کہ کہیں سخاوت کی جہت سے خدائے تعالے اوسکی خبر نہ لے لیوے اور پھر وہ میرے بس کا نہ رہے مقبول خدا
ہو جاوے پھر ابلیس یہ کہتا چلا گیا کہ اگر تم یحیی نہ ہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا **بخیلوں کی حکایات** روایت ہے کہ
بصرہ میں ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اوسکی دعوت کی اور قیمہ انڈوں کے ساتھ پکا ہوا سامنے رکھا
وہ بہت سا کھا گیا اور پھر پانی بار بار پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے مارے مرنے اور پیچ و تاب
کھانے لگا جب بہت برا حال ہوا تو اوسکی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی طبیب نے کہا کچھ مضائقہ
نہیں تو قے کر ڈالو اوسنے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے مگر جو غذا عمدہ میں نے کھائی ہی وہ بھی قے نہ کرونگا —
اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش میں نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جسکو عربی میں تین کہتے ہیں
جب اعرابی کو دیکھا اوسکو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف میں سے پڑھو
اوسنے کہا بہتر اور پڑھا وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ اوسنے کہا کہ اسکے شروع سے وَالتِّينِ کہاں گیا
اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپکی چادر تلے ہے — اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ نہ کھلایا

ف۱ جن کی بخیلوں کو برا کہنا ... کھجلانا ۱۲

ف۲ یعنی بار بار ... میں گذری ۱۲

ف۳ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینین کی ۱۲

یا عصر کے وقت تک جانے بھی ندیا یہانتک کہ بہت بھوکھ لگی اور باولا سا ہوگیا پھر صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور مہمان سے کہا کہ تجھے میری قسم کونسی آواز تجھے پسند ہے اوسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہے کہ محمد بن یحیی برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اوسکے رشتہ دار سے جس سے اوسکو کمال الفت تھی اوسکے دسترخوان کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت مکسر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہین کہ گویا خشخاش کھود کر بنائی ہین اوسنے پوچھا کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہین اوسنے کہا کہ کرام کاتبین کھاتے ہین پھر پوچھا کہ محمد بن یحیی کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہین اوسنے کہا کہ مکھیان البتہ کھاتی ہین کہا کہ تم تو اوسکے مخصوصون مین ہو یہ کیا بات ہے کہ تمھارے کپڑے پھٹے ہوئے ہین اوسنے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہین کہ اوس سے درست کرون اور زیادہ تو کیا کہون اگر بالفرض محمد بن یحیی کی ملک مین ایک کوٹھہ بغداد سے لیکر نوبت تک لنبا سوئیون سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اوس کوٹھری مین سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگین تو محمد بن یحیی انکو کبھی ندے گا اور روایت ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل کے مارے گوشت نکھاتا جب جی چاہتا تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے اوسی کو کھالینا لوگون نے اوس سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے اور گرمی مین ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اوس مین غلام خیانت نہین کرسکتا اور مجھے خسارہ نہین دے سکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اوس مین سے نکالکر کھا سکتا ہے سری مین یہ بات بھی مفقود ہے اوسمین سے اگر آنکھہ یا کان یا رخسار کو ہاتھہ بھی لگاویگا تو مجھے معلوم ہوجاوے گا اور با اینہمہ مجھے کسی طرح کا مزہ اوسمین ملتا ہے آنکھہ کا مزہ اور ہے اور کانون کا اور اور زبان کا ذائقہ جدا ہے اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہون اسمین تنے فائدہ ہین اور ایک وزیر یہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا اسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تمکو انعام ملے گا تو مجھے کیا دوگے اوسنے کہا کہ اگر لاکھہ درم ملین گے تو ایک تجھے دون گا وہان سے ساٹھہ ہزار ملے تو اوس عورت کو اوسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درم کا گوشت خریدا اوسکے بعد کسی نے اوسکی دعوت کردی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی پھر ادی اور کہا کہ مجھے اسراف برا معلوم ہوتا ہے اور حضرت اعمش رح کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماوین آپ انکار کردیا کرتے ایک دفعہ حسب اتفاق تعرض کیا اوس وقت اونکو بھوکھ بھی تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر مین لاکر واقع مین ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھدیا اتنے مین ایک سائل آیا تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہے اوسنے دوبارہ سوال کیا پھر وہی جواب دیا اوسنے تیسری بار سوال کیا

تو کہا جلدی ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہون حضرت اعمش نے اوسکو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ
وعدے کا بہت سچا ہے مین نے کوئی اس سے سچا نہین دیکھا مدت سے مجھسے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا معہ
نمک کھالو آج بخدا کہ کچھہ زیادہ ان دونون چیزون سے میرے سامنے نہین رکھا

آٹھوان بیان ایثار اور اوسکی فضیلت کے بیان مین

واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہین سخاوت کے درجات مین سب سے زیادہ ایثار ہے یعنے باوجود اپنی حاجت کے مال دیڈالے اور سخاوت اسکا نام ہے کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہو اوسکو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دیدے اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہے اور جسطرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہے کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسی طرح بخل بھی کبھی ایسی رتبہ کو پہونچتا ہے کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نکرے مثلا بعض بخیل مال کو اسطرح روکتے ہین کہ اگر خود بیمار ہوجاوین تو دوا نکرین یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو مول لیکر نہ کھاوین مفت کی ملجاوے تو کھالین پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرتا ہے اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونون شخصون مین کتنا فرق ہے اخلاق خدا کی نعمت ہے جہان چاہے وہان رکھدیتا ہے سخاوت مین ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہین قرآن مجید مین خداے تعالے نے صحابہ رض کی تعریف اسی ایثار پر فرمائی وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور حدیث شریف مین ہے أَيُّمَا امْرِئٍ اشْتَهَى شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ وَآثَرَ عَلَى نَفْسِهِ غُفِرَ لَهُ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہان تک کہ دنیا سے علیحدہ ہوئے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا اسا لکون کا پیٹ بھرنا اپنے نفسون سے مقدم سمجھتے تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے گھر مین اوسوقت کچھہ نتھا اتنے مین ایک شخص انصار رض سے وہان آئے اور اوس مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے گھر مین جاکر کھانا اوسکے سامنے رکھدیا اور گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کردے اور اندھیرے مین اپنا ہاتھہ بھی کھانے کیطرف بڑھاتے تھے گویا ساتھ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تمنے رات جو معاملہ مہمان کے ساتھ کیا اوس سے خداوند کریم کو بھی تعجب ہوا اور یہ آیت اوتری وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ غرضکہ سخاوت اللہ تعالے کے اخلاق مین ایک کا نام ہے

ل اور اوسکی رکھتی ہین اونکو اپنی جان سے اور اگرچہ ہو اپنے اوپر فاقہ ۱۲ جس شخص کو کوئی خواہش ہوئی اور اوسنے اوسکو روکدیا اور اپنی نفس پر دوسرے کو پسند اختیار کیا اوسکی مغفرت ہوگی ۱۲ ابن حبان بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲ بیہقی در شعب باختلاف لفظ ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

اور سخاوت کے اعلے درجہ کا نام ایثار ہے جو کہ روزمرہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یہانتک کہ خدائے تعالے نے آپ کے اس خلق کو یون فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰے خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی مجکو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت کے دکھلا دے حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجکو تاب نہو گی الا ایک مرتبہ عظیم اوسکا تجھے دکھا دیتا ہون جسکے باعث اوسکو تجھپر اور تمام خلق پر مین نے فضیلت دی ہے پھر ایک دفعہ ہی عالم ملکوت کا پردہ اوٹھا لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو آپ کا درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے گویا اونکی جان ہی نکلی جاتی تھی سبحان اللہ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات + تو عین ذات می نگری در تبسمی + روحی فداک یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کونسی خصوصیت سے اونکو یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب جسکو مین نے اونہیں سے رکھی ہی اور ونکو عنایت نہین کی یعنی ایثار کی وجہ سے یہ رتبہ ملا ہے ای موسیٰ اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر مین ایثار پر عمل کیا ہوگا جب وہ میرے پاس آویگا تو مجکو اوسکے حساب لینے سے شرم آوے گی بے حساب اوسکو جنت مین جہان وہ چاہے گا جگہہ دونگا اور روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رض اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے راہ مین کسی باغ مین ٹھہرے کہ وہان ایک غلام حبشی کام کر رہا تھا جب اوس غلام کا کھانا آیا اور اوسوقت ایک کتا بھی اوس احاطہ مین گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اوسنے ایک روٹی اوسکو دیدی جب کھا چکا دوسری دیدی پھر تیسری بھی اسیطرح اپنی غذا کل اوسکو کھلادی حضرت عبداللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اوس غلام سے پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کسقدر ہے اوسنے عرض کیا کہ اسی قدر ہے جو آپ نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے سبکی سب کتے کو کیون کھلا دی آپ کیون نہ کھائی اوسنے عرض کیا کہ یہان کوئی کتا نہین رہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتا مسافر ہے دور سے یہان آیا تھا اور بھوکا تھا مجکو اسکا بھوکا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا برا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاوے گا اوسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے سوچا کہ مین اسکو سخاوت پر ملامت کر رہا ہون یہ تو مجھسے بھی زیادہ سخی ہے بس آپ نے اوس باغ اور غلام اور وہان کے اسباب سامان کو خرید کر اوس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اوسکو ہبہ کر دیا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ ایک صحابی رض کے پاس کسی نے ایک بکری کی سری ہدیہ بھیجی اونھون نے یہ خیال کر کے کہ میری نسبت میرا فلان بھائی محتاج زیادہ ہے وہ سری دوسرے کے پاس بھیجدی اونھون نے بھی اسی تصور سے تیسرے کے پاس بھیجی اسی طرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس جسنے اول بھیجی تھی پھر پہنچ گئی سبحان اللہ کیا ایثار تھا اور روایت ہے کہ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علی مرتضیٰ رض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تو خداے تعالے نے حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین نے تم دونون مین بھائی چارہ کردیا اور تم دونون مین سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کونسا تم مین کم زندگی چاہتا ہے اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے دونون نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو یعنے ایثار کا مضمون کسی نے پسند نکیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونون حضرت علی رض کی موافق بھی نہوے کہ مین نے اوس مین اور اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھائی چارہ کیا تو آج رات اوسکے بچھونے پر اوسکی جان کے بدلے اپنی جان فدا کرتا ہے اور اوسکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہے اب تم زمین پر جاؤ اور علی رض کی حفاظت اوسکے دشمنون سے کرو پس بموجب ارشاد کے حضرت جبرئیل آپکے سرہانے اور حضرت میکائیل ع اونکے پیتانے کھڑے ہوئے حضرت جبرئیل فرماتے کہ واہ واہ اے فرزند ابوطالب تجھسا آج کوئی نہین کہ خداے تعالے تجھسے فرشتون پر فخر فرماتا ہے پھر یہ آیت اوتری وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور حضرت ابوالحسن انطاکی کے پاس ایک بار کسی گانوین متصل رے کے تیس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوئے اونکے پاس چند روٹیان گنتی کی تھین کہ سبکے شکم سیری کو کافی نتھین پس روٹیون کے ٹکڑے کرکے چراغ گل کردیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا کہ سبکا سب موجود ہے کسی نے کچھ نہین کھایا ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہے اور روایت ہے کہ شعبہ کے پاس ایک سائل آیا آپکے پاس کچھ موجود نتھا اپنے مکان کی ایک کڑی اوتار کر اوسکو دی اور معذرت کی اور حذیفہ عدوی کہتے ہین کہ مین شام کے نواح مین یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچازاد کی تلاش تھی کہ اگر اونمین کوئی سانس باقی ہوگا تو پانی پلادونگا اور منہ دھولادونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب کہ کئی جگہ مین ڈھونڈھا تو اونکو زندہ پایا پوچھا کہ پانی پلادون اونسے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب مین نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی میرے چچازاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اوسکو پلاؤ جب مین وہان لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہین مین نے پوچھا کہ پانی پلاؤن یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہان لیجاؤ جب مین اوس شخص کے پاس گیا تو وہ مرچکا تھا وہان سے پھر ہشام رض کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کرگئے پھر اپنے چچازاد کے پاس آیا تو اونکو بھی زندہ نپایا خداے تعالے ان سب پر اپنا رحم فرماوے اور عباس بن دہقان کہتے ہین کہ سواے بشر بن الحارث کے اور کوئی شخص ایسا نہین کہ جس طرح دنیا مین آیا ہو اوسی طرح اوٹھ گیا ہو بشر بن الحارث البتہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اونکے مرض موت مین ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اوتار کر اوسکے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اوس مین انتقال ہوا

ف اور کوئی آدمی ہے کہ جو بچاکر اپنی جان تلاش کرنا خوشی اللہ کی اور اللہ مشفقت رکھتا ہے بندون پر ۱۲

اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ ہم چند لوگ متفق ہوکر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہولیا ہم باہر نکل کر ایک اونچی جگہہ پر بیٹھہ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھکر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھرا تو بیس کتے اوسکے ساتھ تھے وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہوچکا اور ہڈیان رہ گئین جب شہر کے کتے کھا پیکر شہر کو چلے گئے تب اس کتے نے اون بس ماندہ ہڈیونکو چچوڑنا شروع کیا اور انہین سے اپنا شکم سیر کرکے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہم نے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنے کی ضرورت نہین

نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اونکی حقیقت مین

یہ بات شرعی دلیلون سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ بخل مہلکات مین سے ہے لیکن انسانکو کونسی چیز سے بخل متصور ہوتا ہے اور بخل کس شئی کا نام ہے یہ امر دقیق ہے اسلیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہی حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہے یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اوسمین لوگونکا قول مختلف ہوتا ہے بعض کہتے ہین کہ یہ بخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ بخل نہین علاوہ اسکے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کی باعث مال کی حفاظت و امساک کرتا ہے تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اوس سے تو کوئی بھی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہو تو پھر بخل کسے کہا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہے اوس مین سے موجب ہلاک کونسا ہی اور سخاوت کی تعریف کیا ہی جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہے اور سخاوت کا ثواب پاتا ہے پس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب کو ندے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا رہے وہ بخیل نہوگا مگر یہ تعریف کافی نہین اسلیے کہ مثلاً جو شخص قصائی سے گوشت یا نان بائی سے روٹی مول لاوے اور پھر اوسکو کچھہ کم دام پڑا پس کردے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے اہل وعیال کو روزینہ مقرر دیوے اور وہ اگر ایک لقمہ بھی اوس مقدار سے زیادہ چاہین یا اور کوئی ادنی چیز اوسکے مال سے کھالین تو روادار نہو وہ بھی بالاتفاق بخیل ہی گنا جاتا ہے علی ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسا آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھہ جاوے گا اور اس نظر سے روٹی چھپا دیوے وہ بھی بخیل ہی ہے حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہے کہ کسی نے حق واجب نہ دیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہے کہ بخیل وہ ہے جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ سب قسم کا دینا اوسپر سخت ہے تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اونکو تھوڑا سا دینا گران

نہین گذرتا وانہ دو وانے دیدیے ڈالتے ہین اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہے اور اگر یہ غرض ہے
کہ بعض پر بہت سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی مین بھی موجود ہے مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اوسکا اکثر دیوے
تو البتہ گران گذرے گا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہین کہلاویگا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب مین
اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ سخاوت اسکا نام ہے کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون
احسان جتلانے کے کسیکو کچھہ دے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ جود اوس دینے کو کہتے ہین کہ بدون
مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہین کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا
اور اپنے دینے سے فرحت ہونے کا نام جود ہے جب کبھی میسر ہو اور کچھہ لوگ یہ فرماتے ہین کہ
مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہے اور بندہ بھی اوسی کا تو بندہ خدا کا مال خدا کو دیتا ہے
فقر و فاقہ سے نہین ڈرتا اسکا نام جود ہے اور کچھہ یون کہتے ہین کہ جو شخص کچھہ مال تو دیدے اور
کچھہ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہے اور جو زیادہ تو دیڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ
اہل جود ہے اور جو خود تکلیف اوٹھاوے اور دوسرے کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہے
اور جو کچھہ بھی خرچ نکرے وہ بخل والا ہے یہ تمام اقوال اس باب مین ہین مگر حقیقت بخل و جود کی کسی سے
صاف نہین معلوم ہوتی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہین اصل یہ ہے کہ مال ایک حکمت اور مقصود
کے لیے پیدا ہوا ہے یعنے حاجات خلق کی درستی کے لیے بنا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جس چیز مین
اسکا صرف کرنا چاہیے اوس مین اسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن اشیا مین اسکا
خرچ کرنا اچھا نہین اونھین مین اوٹھا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ مین یہ بات بھی
ممکن ہے کہ اسکا خرچ عدل کے ساتھہ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہو وہان روکا جاوے اور جہان
خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہہ پر روک رکھنا بخل ہے اور روک رکھنے
کی ضرورت کی جگہہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ان دونون کے درمیان بین بین خرچ و امساک کرنا اچھا ہے
اور سخاوت و جود چاہیے یون کہ اسی رتبۂ وسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت
کرنے کا حکم تھا اور پھر یہ ارشاد ہوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ[ف۱]
اور یہ بھی ارشاد ہوا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا[ف۲]
ان سے معلوم ہوا کہ جود درجۂ اوسط کا نام ہے درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنے
اندازہ خرچ و امساک کو مقدار واجب ضروری پر حصر کرنا جود ہے مگر اسمین یہ قید ہے کہ یہ فعل فقط اعضا سے
کافی نہین جبتک کہ دل بھی اسپر راضی نہو اور تکرار نکرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا

ف۱ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول اوسکو بالکل پورا ۱۲

ف۲ اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اوڑاوین اور نہ تنگی کرین اور ہے اوسکے بیچ ایک اچھی گذران ۱۲

مگر نفس اوس سے نزاع کرتا ہے اور یہ اوسپر صبر کرتا ہے تو ایسے شخص کو سخی نہ کہین گے بلکہ بتکلف سخی بننے والا
کہلاویگا اسلیے ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین
اوسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہے کہ کونسا
خرچ واجب ہے تو اوسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو بحکم شرع واجب ہے دوسرے
وہ کہ بلحاظ ضرورت و عادت ضروری ہے تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے
نہ ضروریات مروت سے اگر ایک کو ان دونون سے فروگذاشت کریگا بخیل ہوگا البتہ جو واجبات
شرعی کو نہ ادا کریگا وہ زیادہ تر بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوۃ نہ دے یا اپنے اہل و عیال کا
نفقہ واجب نہ پہونچاوے یا زکوۃ تو دے مگر اوسپر سخت ناگوار گذرے تو اوسکو طبیعت کا بخیل جاننا چاہیے
گو بہ تکلف دیتا ہے یا جو شخص کہ دینے کے وقت برا مال دیتا ہے اچھا دینے سے اوسکا دل خوش نہین ہوتا
نہ اوسط درجہ کا مال دیکر راضی ہوتا ہے تو یہ بھی بخل ہی ہے اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہے
وہ یہ ہے کہ ادنی ادنی چیزون کی داد و ستد مین تنگی نکرے یہ ایک بری بات ہے اور یہ برائی حالات
و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اون مین توانگر کی
تنگ گیری بری معلوم ہوتی ہے فقیر کی بری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل و عیال و اقارب سے
تنگ گیری کرے تو بری معلوم ہوتی ہے اجنبیون سے بری نہین معلوم ہوتی ہے اور ہمسایون سے
تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بری لگتی ہے اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت
اور معاملون کے بری معلوم ہوتی ہے غرض کہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف سے اوسکے
احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیجاوے جیسے ضیافت اور داد و ستد وغیرہ دوم
جس چیز کی تنگی کیجاوے جیسے کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بری معلوم
ہوتی ہے ایسے اور چیزون مین نہین ہوتی اسی طرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ
کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بری معلوم ہوتی ہے ایسی اور چیزون مین نہین معلوم ہوتی تیسری
جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم
جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہے یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل
اوسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے سے روکے جہان اوسکو بحکم شریعت یا اقتضاے مروت
روکنا نچاہیے اور اسکی کچھہ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہے کہ
جو نسا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اوس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہے

مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہے ثواب اگر کوئی زکوٰۃ یا نفقہ واجب مین مال صرف نکرے تو بخیل ہے
اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم تو جو کوئی تھوڑی سی چیزون مین تنگی کرے خصوص ایسونکے
ساتھ مین کہ اونکے ساتھ تنگی نا مناسب ہے وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہے اور بخیل ہے
یہان ایک درجہ اور رہ گیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ واجب شرعی بھی دیتا ہے اور حفظ مروت بھی کرتا ہے
الا اوسکے پاس بہت سی دولت ہے اوسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو اسمین حفظ
مال کی بھی غرض موجود ہے یعنے زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور غرض ثواب بھی موجود ہے کہ
کہ آخرت مین باعث بلندی درجات ہو سکتا ہے پس اس مطلب کے لیے مال روک رکھنا داناؤن کے نزدیک
بخل ہے اور عوام کے نزدیک بخل نہین اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہے اور اونکے
نزدیک مصائب زمانہ کے لیے مال کا صرف نکرنا بہت اہم ہے حالانکہ کبھی عوام کے عندیہ مین بھی علامت بخل کی
ایسے لوگون پر ظاہر ہو جاتی ہے مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اوسکو ندے
اور کہے کہ جو زکوٰۃ مجھپر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھ میرے ذمہ نہین تو یہ برا معلوم ہوگا اور اسکی برائی
اوسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسی طرح اگر محتاج شدید الحاجۃ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا تو بہت ہی
برائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کر دے تو وہ بخل سے بری ہو گیا
ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کرے گا کہ فضیلت اور درجات
اسی سے ملتے ہین پس جس جگہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھ واجب نہین ہان اپنا مال خرچ کرنے کو
باقتضای مروت اسکا دل چاہتا ہے اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر رکھا اسکے
نفس مین گنجایش خرچ کی ہوگی اوسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہی کہ اسکے درجات بے شمار ہو سکتے ہین
اور بدین لحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہر حال جود اسکا نام ہے کہ جسقدر سلوک عادت
و مروت کی جہت سے ضروری ہو اوس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ دل کی خوشی سے سلوک ہو
کسی طمع یا توقع خدمت یا تمنا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہے
وہ سخی نہین بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہے اوسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اوسکا مقصود
طمع ہے جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور جود اوسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین
اس طرح کی بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہو سکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہے
تو مجازاً ہے اسلیے کہ اوسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اوسکی غرض صرف ثواب آخرت اور
فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو آلودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلاوے گا اور اگر خرچ کا سبب ہجو کا

سمجھنا

خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہے اوس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ یہ چیزین گویا سر دست اوسکو بطور عوض ہو جاتی ہین اور وہ انھین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہے پس عوض لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد عورت حیان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے یارون مین بیٹھے تھے اوسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جس سے مین مسئلہ پوچھون لوگون نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے انسے پوچھ لے اوسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسکو کہتے ہین اونھون نے کہا کہ دینا خرچ کرنا ایثار کرنا اوسنے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین کی سخاوت کیا ہے کہا کہ دین کی سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت سخی دل سے کرین اور کچھ گران نگذرے اوسنے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہی یا نہین کہا کہ ہان توقع ثواب ہے اوسنے کہا کہ کیون اونھون نے جواب دیا کہ خدا تعالے نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس دی جاوینگی اوسنے کہا کہ سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اونھون نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک سخاوت کیا ہے تمھین بتاؤ اوسنے کہا کہ میری دانست مین سخاوت یہ ہی کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ طاعت مین لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور باینہمہ اسپر نیت اجر کی بھی نہو یہانتک کہ ہرچہ مرضی مولےٰ ازہمہ اولےٰ کا حال ہو جاوے کیا اس بات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خدا تعالی کو تمھارے دلون کا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض مین دوسری چیز چاہتے ہین ایسی بات تو دنیا مین بھی بری ہوتی ہے یعنے جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجھسے سلوک اسواسطے کرتا ہے کہ مین اوسکو ایک بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسیطرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہے کہ تم لوگون کو یہ خیال ہے کہ سخاوت دراہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر اور کونسی چیز سے ہے اوسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اسکی تفسیر محاسبی رحمۃ اللہ کے قول مین ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ سخاوت دین مین یہ ہے کہ شخص خدا کے واسطے اپنے نفس بیکھٹکے چلا دے اور جان کا دیدینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ مین برا معلوم نہو سخاوت دلی سے اسکا مرتکب ہو نیت ثواب کی نہ حال مین ہو نہ آل مین اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دل پہ ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہانتک کہ خداوند کریم اوس سے پھر وہ معاملہ کرے کہ اوسکے وہم وخیال مین بھی نہو۔

دسوان بیان بخل کا علاج یہ تو معلوم ہی ہوچکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہین ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کے وہ حاصل نہین ہوسکتین

اور اسی میں طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہے اس لیے کہ انسان اگر یہ جان لے
کہ میں کل مرجاؤنگا تو غالب ہے کہ مال کا بخل نکرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک دن یا ایک مہینے
یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ قدر قلیل ہے اوس سے زیادہ رکھنا فضول ہے اور بعض اوقات طول امل اس طرح
ہوتا ہے کہ خود تو آدمی کو اپنی زندگی کی زیادہ توقع نہیں ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہے اسلیے
فکر اولاد قائم مقام طول امل کے ہو جاتا ہے اونکا جینا بھی اپنی ہی زندگی سمجھتا ہے اور اونکے لیے
مال روکتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ
اور جب اسپر خوف فقر لگجاتا ہے اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہیں رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی
قوی ہو جاتا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مثلاً بعض لوگون کے پاس
اس قدر مال ہوتا ہے کہ اگر اپنے دستور کے موافق اوسکو خرچ کرتے رہیں تو زندگی بھر کو کافی ہو اور
ہزاروں بچ رہیں اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہیں مگر با اینہمہ زکوۃ نکالنے کو دل نہیں چاہتا
بلکہ خود بیمار ہو جاویں تو علاج میں بھی خرچ کرنا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق
ہیں کہ اوسکا تصرف میں رہنا اور انپر اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اسی لیے اسکو زمین میں
گاڑ کر رکھتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ ہمارے مرنے پیچھے یہ مال ضائع ہو جاویگا یا دشمنوں کے ہاتھ
پڑیگا پھر بھی اوسکے کھانے کو یا اوسمیں سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہیں چاہتا اور یہ مرض
دل کا ایسا ہے کہ اسکا دور ہونا بہت مشکل ہے خصوصاً بڑھاپے میں تو پرانے مرضوں کی طرح لاعلاج
ہو جاتا ہے اس مرض والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اوسکی محبت سے اوسکے ایلچی کو
بھی چاہنے لگے پھر رفتہ رفتہ اوسکی محبت ایسی ہو کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسا بھی
حاجتوں کا ایلچی ہے کیونکہ اسکے سبب حاجتیں حاصل ہوتی ہیں اسی جہت سے زر محبوب ہوتا ہے
مگر بعض اوقات حاجتوں کا خیال نہیں رہتا صرف زر ہی محبوب ہو جاتا ہے اور یہ سخت گمراہی اور بھول کی
بات ہے جو آدمی کہ زر اور پتھر میں فرق نسمجھے وہ جاہل ہے مگر زر سے البتہ قضائے حاجات ہوتی ہے
اور زائد از حاجت اور پتھر میں کچھ فرق نہیں جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں ع زر از بہر خوردن
بود ای پسر + برای نہادن چہ سنگ و چہ زر + یہ مال کی محبت کے سبب ہیں اور ہر بیماری کا علاج اوسکے
سبب کے ضد کرنے سے ہوتا ہے تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہے کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت اور صبر
کرے ع کار دنیا کسے تمام نکرد + ہر چہ گیرید مختصر گیرید + اور طول امل کا علاج یہ ہے کہ ہر دم موت کو
یاد کرے اور اپنے ہمسروں کے مرنے کو لحاظ کرے کہ مال کے جمع کرنے میں کیسے کیسے دکھ اوٹھائے اور

لہو اولاد باعث بخل اور نامردی اور جہالت کا ہے ۱۲ بو یعلی و بزار بروایت ابو سعید وحاکم بروایت اسود بن خلف ۱۲

مصیبتین سہین آخر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ سب تباہ ہوگیا اور اولاد کا خیال اگر دل مین ہو تو اوسکا
علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہے اوسی نے اوسکا رزق اوسکے ساتھ اوتارا ہے
بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہین کہ باپ کی میراث اونکے پاس کچھہ نہین ہوتی مگر اونکا حال باپ سے
اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ آدمی جو اپنی اولاد کے واسطے جمع کیا کرتا ہے اسکی نیت
یہی ہوتی ہے کہ اونکا حال اچھا ہے مگر کبھی اوسکا برعکس ظہور مین آتا ہے اور لڑکا اگر صالح ہے تو خدا
تعالے اوسکے لیے کافی ہے اور اگر فاسق ہے تو جو مال میراث سے پاوے گا اوسکو گناہ مین اوڑاوے گا
اور اوسکا وبال مورث کی گردن پر رہے گا اور دل کا ایک یہ بھی علاج ہے کہ جو حدیثین بخل کی مذمت اور سخاوت کی
تعریف مین واقع ہین اور جو وعید عذاب شدید کا خدا تعالے نے بخیل کے لیے فرمایا ہے اون سبکو خوب
تامل کرے اور مفید علاجون مین سے ایک تدبیر یہ ہے کہ بخیلون کے حالات مین زیادہ غور کیا کرے اور اون سے
نفرت کرے اور اونکو برا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہین جو دوسرے کے بخل کو برا نہ سمجھے پس یہی حال
اپنا تصور کرے کہ اگر مین بخل کرونگا تو سبکی نظرون مین حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل مین اور
بخیل برے معلوم ہوتے ہین اور ایک تدبیر یہ ہے کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہے اور
جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہے تو بقدر حاجت کے رکھ لے اور باقی کو آخرت کے لیے
جمع کرے یعنے اوسکو خرچ کرکے ثواب کا ذخیرہ کرے پس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہین یعنے جب
عقل کے زور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت مین دونون مین بہتر ہے تو اگر عاقل
ہوگا اوسکی رغبت خرچ کرنے کیطرف متحرک ہوگی مگر لازم ہے کہ جب یہ خیال اول پیدا ہو فوراً اوسکی تعمیل کرے دیر
نکرے اسلیے کہ شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہے اور خرچ سے روکتا ہے روایت ہے کہ
ابوالحسن بوشنگی ایک روز پاخانہ مین تھے اپنے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن مین سے نکال کر
فلان شخص کو دیدے اوسنے عرض کیا کہ آپ نے پاخانہ سے نکلنے تک کا صبر نفرمایا اونھون نے کہا کہ اسوقت
میرے دل مین آیا کہ کرتہ دیڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہین بدل نجاوے اسلیے اسیوقت تعمیل
کی اور صفت بخل کی تبھی جاتی ہے جب بتکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جبتک نہین جاتا جبتک معشوق
پیش نظر رہتا ہے ہان اگر اوسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اوس سے جدا ہوکر ایک مدت صبر کرے تو
رفتہ رفتہ دل کو تسکین ہو جاوے گی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہے اسی طرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہے تو
اوسکو بھی چاہیے کہ مال سے بتکلف علیحدہ ہو جاوے یعنے اوسکو بالکل پھینک دے بلکہ جسقدر ساتھ رکھے تو اوس سے
تو یہ بہتر ہے کہ سبکا سب پانی مین ڈالدے اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہے کہ نفس کو دھوکا دے

کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہو جاوے گا پس اس بہانے سے بقصد ریا خرچ کرے یہانتک کہ نفس پر یہ طبع صفت جود خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اس صورت مین یہ بات تو ہو گی کہ بخل کو دور کر کے ریا مین مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہو کر اوسکے علاج سے اوسکو دور کرنا چاہیے غرض کہ حصول نام و شہرت نفس کے لیے مال کے جانے کے بعد تسکین کی چیز ہی جیسے لڑکے کو جب وہ چھٹاتے ہین تو چڑیون وغیرہ سے کھیل مین لگا دیتے ہین کہ دودہ کو یاد نکرے یہ غرض نہین ہوتی کہ اوسی سے ہمیشہ کو کھیلا کرے بلکہ جب وہ دودہ بھول جاتا ہے تو اوس کھیل کو بھی اوس سے علیحدہ کر دیتے ہین اسی طرح ان صفات خبیثہ مین سے کبھی بعض کو بعض پر مسلط کر کے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہے مثلاً کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کر کے اوسکی تیزی توڑی جاتی ہے اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کر کے اوسکی حدت کم کیجاتی ہے الا یہ علاج ایسے ہی شخص کے حق مین مفید ہے جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت مین جو صفت اسمین قوی ہے اوسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونون برابر ہی ہون گے تو کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ایک سے نکلے گا اور دوسرے مین پھنس جاوے گا اور پہچان اسکی یہ ہے کہ اگر خرچ کرتا ریا کے لیے اسپر گران نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہے اور اگر ریا کے لیے بھی خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہے اس حال مین ضرور ہے خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہین اوسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ مردے کے تمام اجزا کیڑے ہو جاتے ہین اور یون مشہور ہے کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہین اور بڑے ہوتے جاتی ہین اور تعداد کم ہوتی جاتی ہے یہانتک اونمین سے دو سب مین زبردست رہ جاتے ہین پھر وہ بھی آپس مین لڑتے ہی رہتے ہین حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہے مگر پھر خود بھی بھوکھا رہکر مر جاتا ہے اسی طرح ان صفات خبیثہ مین ممکن ہے کہ جونسی صفت ضعیف ہو اوسکو قوی کی غذا کرتے جاوین یہانتک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ اوسکی غذا روک دی جاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ اونکے مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنے جو باتین کہ کوئی صفت خبیث چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے جب اس طرح اوسکا خلاف کیا جاوے گا تو خواہ مخواہ وہ صفت مضمحل ہو کر مر جاوے گی مثلاً بخل کی صفت کا اقتضا یہ ہے کہ مال کو روکیے اور خرچ نہ کیجیے پس جب آدمی اوسکے خلاف کرے اور نفس پہ مجاہدہ کر کے بار بار خرچ کرتا رہے تو بخل کی صفت مر جاوے گی اور صفت بذل طبعی ہو جاوے گی کہ پھر اوسمین دشواری نرہے گی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزون سے ہے ایک علم اور ایک عمل

علم سے غرض یہ ہے کہ آفت بخل کی اور جود و سخا کے فائدہ سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جود
اور داد و دہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پہونچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہے
کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ اوسکو اسکی آفت کچھہ نہیں سوجھتی نہ کچھہ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب
معرفت ان دونوں باتوں کی نہوئی تو شوق کہاں سے اوبھرے گا اسی لیے عمل داد و دہش بھی میسر نہوگا
ایسی صورت میں یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جس میں دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا کا
استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہے اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور
بخل کے علاج میں یہ تھا کہ اپنے مریدوں کو کسی خاص زاویہ میں رہنے کا حکم نہیں کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو
دیکھا کہ یہ اپنے کونے اور رہائش سے نہایت خوش ہے تو اوسکو دوسرے کونے میں بھیجدیا اور اوسکا گوشہ
مع اوسکی اشیا کے دوسرے مرید کے حوالہ کیا غرض جو کچھہ کسی مرید کی ملک میں ہوتا اور اوسکو اوسپر
خوش پاتے فوراً اوسکو اوسکی ملک سے نکالدیتے تھے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ
سمجھا کر اوسکی طرف التفات کرتا ہے تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوادیتے اور کوئی ایسا پرانا اوسکو
دیتے کہ اوسکا دل اوسکی طرف راغب نہو اس طرح سے البتہ دل دنیا کی سامان سے علیحدہ رہتا ہے پس جو
شخص کہ یہ راہ نچلے وہ دنیا سے مانوس ہوگا اور اوسکو محبوب جانے گا اگر بالفرض اوسکے پاس ہزار چیزیں
ہونگی تو گویا ہزار چیزیں اوسکی محبوب ہیں اس بنا پر جب ایک بھی اون میں سے چوری جاوی گی تو جسقدر
اس شخص کو اوس شی سے محبت تھی اوسی قدر مصیبت اوسپر پڑے گی اور مرنے پر تو ایکبارگی ہزار مصیبتیں
ٹوٹ پڑینگی کیونکہ سبکے ساتھ محبت تھی اور وہ سب چھن گئیں بلکہ زندگی میں بھی سبکے تلف اور ضائع
ہونیکا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہے روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا
پیالہ جواہر سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا
اور ایک حکیم سے جو اوسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ میرے
نزدیک تو یہ مصیبت ہے یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ کس طرح حکیم نے کہا کہ اگر یہ ٹوٹ جاوی تو ایسی
مصیبت ہے جسکا کچھہ تدارک نہیں اور اگر چوری جاوے اور پھر آپکو اسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نملے
اور پہلے اس سے کہ یہ آپ کی خدمت میں نہیں آیا تھا آپ کو کچھہ خوف مصیبت و احتیاج کا نہ تھا
بعد چندے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول
درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا ناحق مصیبت و رنج اوٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے
تمام اسباب کا ہے اسلیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ اونکو آگ کیطرف لیجاتی ہے اور اولیاء اللہ کی بھی

دشمن ہے کہ اونکو اوسپر صبر کرنے کا غم رہتا ہے اور خدا کی بھی دشمن ہے کہ اوسکے بندون کو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی اوپر رہزنی کرتی ہے بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہے کہ اپنے نفس کو کھاتی ہے مثلا مال کی حفاظت خزانہ اور پاسبانون سے ہوتی ہے اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہے حتی کہ فنا ہو جاوے اور کچھہ بھی نرہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہے اوس سے مانوس اور خوش نہین ہوتا اور نیز زائد از حاجت اوسمین سے نہین لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہے وہ بخل نہین کرتا اسلیے کہ جسقدر اوسنے اپنی حاجت کو رکھا ہے وہ تو داخل بخل نہین اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت نجانکر دیے ڈالتا ہے بلکہ اوسکا حال ایسا ہے جیساکوئی شخص ندی کی کناری کھڑا ہو کہ اوسکو پانی کے دینے مین کچھہ دریغ نہین ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت کے زائد دینے مین تامل نہین کرتا

گیارھوان بیان اون باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین — یہ تو معلوم ہو چکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہے اور دوسری طرح سے شر اوسکی مثال سانپ کی سی ہے کہ منتر والا تو اوسکو اسواسطے پکڑتا ہے کہ اوسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہے تو اوسکے زہر سے ایسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے کہ اوسکو خبر بھی نہین ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہین سکتا الا اوس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مدنظر رکھے اول یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہے اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اوسی قدر کی حفاظت اور ایسے لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہین اونکو اپنا مال ندے گا دوم یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اوس سے اجتناب کرے اور جسپر غلبۂ حرام ہو اور کوئی وجہ مکروہ ہو اوس سے بھی پرہیز کرے مثلا کسی شخص مرتشی کا ہدیہ بباعث مروت لے لینا یا سوال سے حاصل کرنا یا جو اسکے قائم مقام ہو سوم یہ کہ مقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہے اور حاجت تین چیزونکی ہوتی ہے خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہین ادنی اور اعلی اور اوسط پس جبتک کمی کی جانب مائل رہیگا اور حد ضرورت کے قریب رہے گا تو ہلکا اور سبک رہ کر بفحواے ع سبکسار مردم سبکتر روند — کے نجات پاوےگا اور اگر مقدار مذکور سے تجاوز کرےگا تو ایسے گڑھے مین گرےگا کہ جسکے عمق کی کچھہ انتہا نہین اور ہمنے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہے چہارم مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو

کمائی وجہ حلال کی ہے اوسکو اوسی کے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اوٹھاوے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہے ویسا ہی ناحق اوٹھانے مین بھی ہے **پنجم** یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ مین اپنی نیت درست رکھے یعنے جو مال حاصل کرے اوس مین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اوس مین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کرے گا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نکرے گا اور اسی لیے حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے لے اور نیت خدا ہی کے واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہے گا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہو تو زاہد نہین ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو خدا کے واسطے منحصر کر دے یعنے حرکات و سکنات وہی کرے جو عبادت ہون یا عبادت پر معین و مددگار و کیونکہ عبادت سے سب مین بعید تر کھانا اور پاخانہ ہے مگر اون سے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہے پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت مدد عبادت کرے گا تو اوسکے حق مین عبادت لکھا جاوے گا اسی طرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہے مثلاً کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین بھی ان چیزونکی حاجت ہوتی ہے اور جو چیز حاجت سے زائد ہے اوسمین یہ نیت ہو کہ اوس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلے اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے ایسی چیز چاہے تو انکار نکرے جو آدمی ان باتونکو دستور العمل رکھے گا وہ وہ ہے کہ مار زہرے اوسکا جوہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینک دیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اوسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی ان پڑھ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رضہ غنی تھے اور اونکے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتر دان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اوسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اوسکا جوہر نکال لیا اور دل مین جانا کہ اوسنے سانپ کو اسی جہت سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آؤ مین بھی ایسا ہی کرون اوسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑے اور اوسی وقت لقمہ اجل ہووے ۔ ان دونون مین فرق یہی ہے کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہو جاتا ہے کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا مرا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسے اس شعر مین مترجم کے شعر ظاہر مین ہے نرم گو کہ دنیا ✤ ہر اُگلے ہے زہر جیسے کالا ✤ اور جس طرح پہ کہ پہاڑون پر پھرنے اور دریاؤن کے کنارے پہ چلنے اور خاردار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کر سکتا اسی طرح مال کے لینے مین واہی آدمی عالم کی برابری نہین کر سکتا

بارھوان بیان توانگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین — معلوم کرنا چاہیے کہ لوگون کو اسبات مین اختلاف ہے کہ شاکر توانگر کا رتبہ اعلیٰ اور افضل ہے یا صابر فقیر کا اور اسکو ہم باب فقر اور زہد مین لکھینگے اور تحقیق حق بتلاوینگے اسباب مین اسقدر لکھتے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقر ہی افضل ہے اور زیادہ تفصیل احوال کی طرف ملتفت نہین ہوتے اور اس موقع پر فقر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین جسکو حارث محاسبی رح نے اپنے کسی رسالہ مین بجواب کسی عالم توانگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنے کی حجت صحابہ رض کی توانگری اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو صحابہ رض سے مشابہت دی تھی لکھا ہے اور حارث رح علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات اعمال اور کنہ عبادات جتنی یہ لکھتے ہین اتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھنا اونکے کلام کا اسمقام پر مصلحت ہے اول انھون نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمکو یون پہونچا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے برے علما کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے برے عالمو تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو صدقہ دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہے وہ نہین کرتے اور جو خود نہین کرتے اوسکو لوگون کو سکھلاتے ہو یہ نہایت برا ہے جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منہ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہو یہ بات تمھارے کام نہ آوے گی کہ ظاہر کو پاک وصاف رکھو اور دل ناپاک رہین مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہے اور بھوسی اوس مین رہ جاتی ہے اسی طرح تم ہو کہ حکمت کی باتین تمھارے منہ سے نکلتی ہین مگر دلون مین کدورت بھری ہے اے دنیا کے بندو جو شخص دنیا سے اپنی شہوت و رغبت منقطع نکرے گا وہ آخرت کس طرح پاوے گا بخدا کہ تمھارے دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تو تمنے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہے اور اعمال کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے تمنے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تم سے زیادہ کونسا نقصان والا ہوگا تمھارا برا ہو کبتک اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤگے اور خود متحیرون کی طرح کھڑے رہوگے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھوڑاتے ہو کہ سب دنیا تمھاری ہو جاوے نہین تو خود فضیحت و دیگرے را نصیحت کیون کرتے بس کرو بس کرو اس سے کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اوسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسیطرح اگر نور علم تمھارے منہ سے نکلے اور دل ویسے ہی اندھیری مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم پرہیزگار بندے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ کر اوندھے منہ ڈالدے اور اسی طرح گھسیٹنا شروع کردے اور تمھارے گناہ تمھارے سر کے بال پکڑے ہوئے ہون

اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہو اور اس شان سے تمکو خدا کے سپرد کر دین نہ کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑے کا
کوئی تار پھر اوس بادشاہ بے پرواہ کے یہان سے تمھارے کردار کی سزا واقعی ملے انتہی بعد اسکے حارث رح
فرماتے ہین کہ بھائیو یہ حال ہے عالمون کا ہے آدمیون مین شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہین
دنیا کی طمع مین اور اوسکی جاہ و رفعت کی حرص مین آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا یہ لوگ دنیا
مین بھی عار و ننگ کے باعث ہین اور آخرت مین تو خسارہ والون مین قطعی ہین مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے
فضل سے معاف کر دے اور بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا مین ڈوبا رہتا ہے اور اسی کو دین پر
اختیار کرتا ہے مین نے جو دیکھا تو اوسکی خوشی کدورت آمیز ہے طرح طرح کے رنج اور اقسام کے گناہ اوس سے
سرزد ہوتے ہین اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھہ نہین ہوتا دنیا دار کسی توقع مین خوش ہوتا ہے
مگر نہ دنیا ہی ملتی ہے نہ دین سلامت رہتا ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ
آہ اس سے بڑی مصیبت اور درد انگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ کو دھیان کرو اور شیطان کے
فریب مین مت آؤ اور نہ شیطان کے دوستون کا دھوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوئے اور دنیا کے
حاصل کرنے مین مستغرق ہین اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رض کا اسلیے کرتے ہین کہ لوگ اونکو مال کے جمع کرنے مین معذور جانین
حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسکی اونکو خبر نہین ای کم بخت عبدالرحمن بن عوف رض کے مال کی حجت
پکڑنی تیرے لیے اچھی نہین شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہے کیونکہ جب
تو یہ کہتا ہے کہ عمدہ صحابہ رض نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو اون بزرگون
کی غیبت کرتا ہے اور اونکے ذمہ بڑی بات لگاتا ہے اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اوسکے
چھوڑنے کی بنسبت افضل ہے تو گویا تو نے نسبت خطا اور جہل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا پر
کی کہ اونھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت اور رتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یا اونکو نسوجھا
تیری طرح وہ بھی مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے امت کی خیرخواہی نکی یعنی آپ نے مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ مین مال کا جمع ہونا امت کے
حق مین زیادہ اچھا ہے بس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نسکھائی بخدا یہ
تیرا قول سراسر لغو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیرخواہ اور مشفق اور رؤف تھے علاوہ اسکے
جب یہ کہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک خدا تعالے نے اپنے
بندون پر کچھہ توجہ نہین فرمائی کہ اونکو مال کے جمع کرنے سے منع کر دیا یا خدا تعالے کو یہ معلوم نہو کہ افضلیت

۲ ابن عدی

مال کے جمع کرنے مین ہے اسی واسطے ناوابستگی مین نہی کردی اور تجکو تو مال کی خیر وفضل کا وقوف بخوبی ہو گیا ہے
اسی لیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے گویا خدا کی نسبت تجکو زیادہ شعور سود خیر وفضیلت کے پہچاننے کا
ہے معاذ اللہ مین تو کہتا ہون خدا ایسے جہل سے پناہ دے ذرا تو سوچ کہ صحابہ رضہ کے مال سے حجت پکڑنا شیطان کا
فریب ہے اور عبد الرحمن بن عوف رضہ کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا مفید ہے قیامت مین بھی
خود چاہینگے کہ دنیا مین سے اگر مجکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور مجکو یہ روایت پہونچی ہے
کہ جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ رضہ نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبد الرحمن رضہ
کے اوپر نہایت خوف ہے کہ اونھون نے یہ کچھہ چھوڑا حضرت کعب رضہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبد الرحمن کے مال سے
کیا خوف ہے مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ مرے یہ قول کعب رضہ کا حضرت ابو ذر
غفاری رضہ تک کسی نے جا کہا وہ بیتاب کھا کر اونکی تلاش مین نکلے اور ایک اونٹ کی ہڈی ہاتھ مین لیکر اونکو ڈھونڈھنے
لگے جب اونکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور اون سے سب ماجرا بیان کرکے پناہ
چاہی حضرت ابو ذر رضہ بھی اونکے قدم کا سراغ لیتے ہوئے حضرت عثمان رضہ کے گھر آئے اونکو دیکھتے ہی
کعب رضہ حضرت عثمان رضہ کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابو ذر رضہ نے اونکی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اے یہودی بچے
تیرا قول تھا کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھہ مضائقہ نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز
جبل احد کی طرف نکلے مین ہمرکاب تھا مجکو پکارا کہ اباذر مین نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے
ارشاد فرمایا الاکثرون ہم الاقلون یوم القیمۃ الا من قال ہکذا وکذا عن یمینہ وشمالہ
وقدامہ وخلفہ وقلیل ما ہم پھر آپ نے میرا نام پکارا اور مین نے لبیک عرض کیا آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اوسکو اللہ کے راستے مین خرچ کرون لیکن
اگر مرنے کے دن اسقدر مین سے دو جو کے برابر بھی میرے بعد رہے گا تو مجکو اچھا نہین معلوم ہوتا مین نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یا دو ڈھیر بچ رہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ دو جو بچ رہین پھر فرمایا کہ مین تو
کم کہتا ہون اور تو بہت کہتا ہے انتہی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہین اور تو یہودی بچے
عبد الرحمن بن عوف رضہ کے مال چھوڑنے مین مضائقہ نہین بتلاتا تو بھی جھوٹا ہے اور جو یہ کہے وہ بھی جھوٹا
ہے پس اس بات کا حضرت ابو ذر رضہ کو کسی نے کچھہ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ گھر نکل آئے اور نیز ہمکو یہ خبر بھی
پہونچی ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ مین ایکبارگی وہ دھوم شور
مچ گیا حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ یہ کیا غل ہے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت عبد الرحمن رضہ کے اونٹ
آئے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ ورسول نے سچ کہا ہے یہ خبر حضرت عبد الرحمن رضہ کو پہونچی اونھون نے

محبت مال اور اسکی وقعت کے بیان مین [illegible] ... یہ حدیث بخاری و مسلم ... ۱۲

حضرت عائشہ رضہ سے اوس حدیث کو پوچھا اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے کہ مین نے جنت مین دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانون مین سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہین
اور توانگرون مین سے مین نے اونکے ساتھ کسی کو جنت مین جاتے نہین دیکھا مگر البتہ عبدالرحمن بن عوف
اونکے ساتھ جنت مین جاتا تھا مگر گھٹنیون چلتا تھا حضرت عبدالرحمن رضہ نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ
مع انکے بوجھ کے سب خیرات ہین اور جو غلام انپر نوکر ہین وہ بھی مین نے آزاد کیے شاید فقرا کے ساتھ
مین بھی دوڑ کر جنت مین جاؤن اور ایک روایت ہمکو یہ پہونچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن
بن عوف رضہ کو فرمایا کہ میری امت کے توانگرون مین سے تم اول جنت مین جاؤگے مگر غالبا گھٹنیون کے بل
داخل ہوگے ـ پھر اے کم بخت اب تو اپنے مال کی حجت بتلا حضرت عبدالرحمن بن عوف باوجود فضل اور
تقوے اور احسان اور بذل اموال براہ خدا اور صحبت رسول کے اور بشارت جنت کے قیامت کے میدانون مین
اور اوسکے اہوال مین اوس مال کی بدولت رکے رہینگے جسکو بوجہ حلال کمایا کہ حاجت سوال کی نہ پڑے
اور اوس سے سلوک لوگون کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ
مین بہت سا کچھ دیا تاہم جنت مین فقرا مہاجرین کے ساتھ دوڑ کر نجا سکینگے بلکہ اونکے پیچھے گھٹنیون چلینگے
جب اونکا یہ حال ہو تو ہم سے لوگ جو دنیا کے شغل مین ڈوبے ہوئے ہین کیا حال ہوگا ـ اور زیادہ تعجب تو یہ ہے
کہ تو ہمیشہ مال مشتبہ اور حرام پر گرتا ہے اور لوگون کے ساتھ اس ہاتھ کے میل کے واسطے سینہ زوری [illegible]
اور شہوات اور زینت اور مباحات اور طرح طرح کے مکروہات مین پھنسا رہتا ہے اور تو ہی الٹ پھیر کرتا رہتا ہے
پھر عبدالرحمن رضہ کے مال کی حجت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ رضہ نے جو مال جمع کیا تھا اس لیے مین نے بھی
کیا گویا اپنے آپکو پانچون سوارون مین سلف کے ساتھ جانتا ہے یہ نہین معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہے
وہ اپنے دوستون کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہے اب مین تجھے تیرا حال اور صحابہ و سلف کا احوال کہتا ہون
تاکہ تجکو اپنی فضیحت اور صحابہ و سلف کی فضیلت معلوم ہو جاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ رضہ کے پاس جو
مال تھا تو سوال نکرنے اور خدا کی راہ مین دینے کی غرض سے تھا اون لوگون نے وجہ حلال سے کمایا اور
مال طیب ہی کھایا اور نفقہ متوسط درجے کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کر گئے اور دنیا مین
کسی کا حق نہین مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے واسطے دے ڈالا اور بعض صحابہ نے
بالکل ہی دے ڈالا اکثر سختی کے وقت مین واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب مین تجھ سے
پوچھتا ہون کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہے نہین ویسا کیون ہوسکتا ہے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک *
علاوہ اسکے بہترین صحابہ رضہ کا یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے مامون اور رزق کے

باب مین اللہ پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی اور نعمت مین شاکر اور ضرر مین صابر اور راحت
مین ثنا خوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلّی اور فخر سے علیحدہ رہتے دنیا مین سے بجز مباح کے
اور کچھہ نہ لیا مدام قدر حاجت پر راضی رہے دنیا پر لات ماری اسکے مصائب پر صبر کیا اور اسکی تلخی کو زہر مار
کرکے نعمت کو چھوڑ دیا اب کہو تم بھی ایسے ہی ہو اسکے سوا اونکا یہ دستور تھا کہ جب دنیا اونپر آتی تو رنج
و غم کرکے کہتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی گناہ کا عذاب خدا تعالے نے دنیا ہی مین بھیجدیا یعنے دنیا
کے آنے کو وبال سمجھتے تھے اور جب فقیر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندون کا ہمکو ملا
چنانچہ روایت ہے کہ بعض اکابر سلف جب صبح کو اپنے گھر مین کچھہ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے
اور جب کچھہ نہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اونسے پوچھا کہ خلق کا تو یہ دستور ہے کہ نہونے کی
صورت مین غم اور ہونے کی حالت مین خوشی کرتے ہین اور تمھارا حال اسکے عکس ہے اسکی کیا وجہ ہے
اونھون نے فرمایا کہ باعث یہ ہے کہ جب مین صبح کو اوٹھکر اپنے آل و عیال کے پاس کچھہ نہین دیکھتا تو خوش
ہوتا ہون کہ آج پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس
کچھہ ہوتا ہے تو مجھے رنج ہوتا ہے کہ اقتدا اے آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہوا اور سنتے ہین کہ اون لوگون کا
یہ دستور تھا کہ جب اونکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو
دنیا سے کیا سروکار ہے یہ جو ہمارے پاس آئی نمعلوم خدا تعالے کو کیا منظور ہے اور جب اون پر
کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہان اب خدا نے ہماری خبر لی غرض کہ سلف کا حال اسطرح تھا
جنے تو کچھہ کم ہی لکھا ہے اونکے فضائل بیحد و شمار ہین آپ تو فرماوین کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے وہ لوگ
گذرے ہین معاذ اللہ تم ویسے کیون ہوئے تھے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل اونکے حال کی برعکس ہے
تمھارا حال یہ ہے کہ توانگری مین طغیانی کرتے ہو اور ارزانی مین تبختر کرتے ہو خوشحالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم
حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غصہ آتا ہے اور مفلسی مین نا امید ہو جاتے ہو
اللہ کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو برا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کی
سبب تمام پیغمبر و مرسلین فخر کیا کرتے تھے تمکو اونکے فخر کی چیز بری معلوم ہوتی ہے ناداری کے خوف سے
مال جمع کرتے ہو اس مین بھی خدا تعالے پر بدگمانی ہوتی ہے اور اوسنے جو روزی پہونچانے کی ضمانت
کی ہے اوس پر قلت یقین لازم آتی ہے اتنا گناہ کیا تھوڑا ہے بلکہ ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مال اسی لیے جمع
کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامھم اور یہ بھی روایت پہونچی ہے

(یعنی میری امت مین بدتر وہ لوگ ہین کہ پرورش پائی انھون نے نعمت مین اور اوسی پر اونکے جسم ...)

بعض علما نے یون ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کو کچھ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اونسے کہا جائیگا
أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب
آخرت کی نعمت سے محروم رہ گئے اس سے زیادہ اور کونسی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین
کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف
مین آیا ہے کہ جو کوئی مال تفاخر اور تکاثر کے لیے جمع کرتا ہے خدا کے پاس ایسے حال مین جاتا ہے
کہ اللہ تعالے اوسپر غضبناک ہو مگر تمکو خدا تعالے کے غصہ کی کچھ پروا نہین کہ اتنی اکڑ فون
اس مال سے کرتے ہو شاید خدا تعالے کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم
ہوتا ہے اسی لیے دیدار الہی برا جانتے ہو حالانکہ خدا تعالے خود تمہاری صورت سے ناراض ہے
اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تم سے فوت ہوجاتی ہے تو اوسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ مَنْ أَسِفَ عَلَى دُنْيَا فَاتَتْهُ اقْتَرَبَ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةَ سَنَةٍ لیکن تمکو اسکی پروا
نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہے کہ دنیا کی توقیر کے باعث
کبھی تم دین سے بھی خارج ہوجاتے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ
حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَسُرَّ بِهَا ذَهَبَ خَوْفُ الْآخِرَةِ مِنْ قَلْبِهِ
اور بعض علما کا قول ہے کہ دنیا کی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور اونکے آنے پر
اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاویگا تمہارے دل سے خوف الہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو
اوسکے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اوٹھاتے ہو اور کچھ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت
تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانے کے ہلکی معلوم ہوتی ہو تمکو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہے اور
گناہون کا کم جو کچھ اس ہاتھ کے میل مین سے لوگونکو دیتے ہو وہ بھی بہ قصد رفعت اور برتری
دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم و تکریم کرے گو خدا تعالے ناراض ہو
یعنی قیامت مین خدا تعالے کا تمکو حقیر جاننا بہ نسبت لوگون کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہے
اپنی خطائین لوگون سے چھپاتے ہو اسکی پروا نہین کہ خدا تعالے کو انکا علم ہے گویا خدا کے
سامنے فضیحت ہونا لوگونکے سامنے کی فضیحت سے آسان ہے تو لوگون کی قدر تمہارے نزدیک خدا سے بڑھکر معلوم ہوتی ہے
معاذ اللہ منہا جب اتنے عیب تم مین ہین اور ایسے نجاسات مین آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلون کے
سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا حال بھی صلحا کا سا حال ہے الحمد للہ کسی سال عمر طاوسی رحمہ اللہ نے عن افر
شقائی [illegible] تم کہان اور وہ لوگ کہان وہ لوگ حلال مین اتنا زہد کرتے تھے کہ تم سے حرام مین بھی

نہین ہوتا جس چیز کو تم لا باس بہ تصور کرتے ہو وہ اونکے نزدیک مہلکات مین سمجھا جاتا تھا اگر گناہ صغیرہ بھی ہو جاتا تو اوسکو اتنا بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہین جانتے اگر تمھارا مال حلال اور طیب ہے اونکے مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اونکا شکر تم اپنی برائیون ہی سے اوتنا ڈرتے جتنا وہ اپنی بھلائیون کے نہ قبول ہونے سے ڈرتے تھے یا تمھارا روزہ اونکے افطار کے مثل ہوتا یا تمھاری مشقت عبادت مین اونکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمھاری تمام نیکیان اونکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتین ایک روایت مین ہے کہ بعض صحابہ رض نے فرمایا کہ جسقدر دنیا صدق یقین سے فوت ہو جاتی ہے اور علیحدہ رہتی ہے اوسی قدر اونکے حق مین غنیمت شمار ہوتی ہے پس جو شخص ایسا نہو وہ اونکا ساتھی نہ دنیا مین ہے نہ آخرت مین اب دیکھنا چاہیے کہ دونون فریقون مین کتنا فرق ہے ایک فریق تو صحابہ رض ہین کہ خدا تعالے کے نزدیک معلوم مرتبہ رکھتے ہین اور ایک فریق تم جیسے ہین کہ اسفل درجہ رکھتے ہین مگر یہ کہ خدا تعالے اپنے کرم سے معاف فرماوے اب ہم کہتے ہین کہ اے مغرور یہ جو تیرا قول ہے کہ مال کے جمع سے ہماری غرض اقتداء صحابہ رض ہے کہ حاجت سوال کی نہو اور خدا کی راہ مین دین تو اس بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا اون لوگون کے وقت مین حلال میسر تھا اس زمانہ مین ہے یا نہین بقدر احتیاط طلب حلال مین جو لوگ کرتے تھے تو کیا تجھسے ہو سکتی ہے یا نہین تجھکو بعض صحابہ رض کا قول یہ نہین پہنچا ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے ستر راستے اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ حرام مین پڑ جاوین پس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہو خدا تجکو سمجھے ہرگز یہ توقع نہین کہ اتنی احتیاط کرے پس یقیناً جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کے لیے شیطان کا ایک فریب ہے تاکہ سلوک و احسان کے بہانے سے تجکو شبہات کے کھانے مین ڈالے جن مین حرام مخلوط رہتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص شبہات پر جرأت کرتا ہے قریب ہے کہ حرام مین واقع ہو جاوے اے مغرور کیا تجکو یہ نہین معلوم کہ شبہات کی چیزون کو کھا کر خدا کے رستے مین دینے کی بہ نسبت یہ امر بہتر ہے کہ شبہات مین مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل و بلند ہو چنانچہ بعض علما کا قول ہے کہ اگر آدمی ایک روپیہ چھوڑ دے اس خوف سے کہ شاید حلال نہو پس اوسکے حق مین بہ نسبت ہزار اشرفیون کی خیرات کے بہتر ہے جو شبہ سے کمائی ہون اور معلوم نہو کہ حلال ہین یا نہین اب اگر تیرے گمان مین یہ ہو کہ مین بڑا متقی ہون مجکو شیطان دھوکا نہین دے سکتا مین شبہات مین مبتلا نہین ہو سکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہون تاکہ خدا کے راستے مین دون تو ہم کہتے ہین کہ اگر بالفرض تو ایسا ہی متقی ہے تو بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر لکھنا چاہیے کہ بہترین صحابہ سوال سے ڈرتے تھے

بخاری و مسلم بروایت نعمان بن بشیر ۱۲

خوف کیا کرتے تھے چنانچہ بعض صحابہ رضی سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر مین ہزار اشرفیان وجہ حلال سے
ہر روز کماؤن اور انکو خدا کی راہ مین لٹاؤن اور اس خیرات سے میری جماعت کی نماز بھی فوت نہ ہو
تب بھی مجھکو ایسی خیرات اچھی نہین معلوم ہوتی لوگون نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت یہ ہے کہ مین
قیامت کے سوال سے غنی ہون اغنیا سے سوال ہوگا کہ اے بندے کہان سے تو نے پیدا کیا اور کہان خرچ
کیا بس یہ کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تونگری انکو حاصل تھی کہ باوجودیکہ حلال اونمین
موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا انکمین اسکی نیکی سے بدی زیادہ ہے اور تو تو ردی ورگی
لوگون مین سے ہے کہ وجہ حلال اس زمانہ مین مفقود ہے اس بات کے بھی پر پسند زوری کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ
مین مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہون حلال کہان ہے جسکو تو جمع کرتا ہے اور اگر بہ تقدیر حلال تیرے
پاس موجود ہے تو تجھکو کیا یہ خوف نہین کہ تونگری کی حالت مین تیرا دل اور کا اور ہوجاوے بعض صحابہ
ایسے ہوا ہے کہ انکو مال پہنچا تو اوسکو پھینک دیا اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر و فساد نہ آجاوے تو کیا
اپنے دل کو اصحاب کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہے کہ کسی حال مین راہ حق سے تجاوز نہ کرے گا اگر یہ گمان ہے
تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہے ہم تیرے خیرخواہ ہو کر کہتے ہین کہ تجھکو بمقدار حاجت پر قناعت
کرنی چاہئے اور مال خیر کے لئے یا جمع کر کے حساب کے واسطے متعرض ہونا نہ چاہئے کہ حدیث شریف مین
وارد ہے [illegible] حساب [illegible] فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاوے گا
جس نے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اوٹھایا ہوگا اوسکو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور
ایک شخص ایسا سامنے کیا جاوے گا کہ جو حلال سے مال کمایا اور حرام مین اوٹھایا اوسکو بھی دوزخ
مین لیجانے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاوے گا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور امور حلال مین
اوٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاوے گا اور ایک شخص حاضر کیا جاوے گا جس نے حلال ہی کمایا
اور حلال ہی مین اوٹھایا اسکو حکم ہوگا کہ توقف کر شاید تو نے مال کی طلب مین کمی و بیشی کی ہو میرے
فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نکیا ہو یا اوسکے رکوع و سجود و وضو مین کوتاہی
کی ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے
فرائض مین سے بھی کوئی شی ضائع نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تو نے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا سواری
و کپڑے مین فخر جتلایا ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید
جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اونکا حق کچھ تو نے دبا لیا ہو اور ذوی القربیٰ اور یتیمون
اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے مال کمایا اور مین

خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہین کیا اور کسی کا حق دبایا پھر وہ سب لوگ
یعنے رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اوس سے آکر خصومت کرینگے کہ الٰہی تونے اوسکو مال دیا اور
غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اسنے اونکو دیا تھا اور باوجود اسکے فرائض
مین بھی قصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ توقف کر اور جو جو نعمت مینے تجکو دی تھی کھانے
کی یا پینے کی یا لقمہ یا لذت کی سبکا شکر پیش کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہے گی۔ اب ہم پوچھتے ہین
کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور راہ ہی مین اوٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا
اوس سے اسقدر حساب لیا جاوے گا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون
اور اوسکے شبہات و زینت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین۔ اسی لئے بحث انہین سوالون کی جہت سے
متقی دنیا مین آلودہ نہین ہوتے اور بمقدار ضرورت پر راضی ہو کر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہت سے
کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے اونکی اقتدا موجود ہے اونکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور
یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اپنی رائے و دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہے باینغرض
کہ کسی کا محتاج نہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے
سبب سے پھر بھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور خداوند کریم تیرے ظاہر و باطن سے
ناراض نہین اگر یہ تصور ہے گو اسطرحکا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ بمقدار ضرورت پر کتفا
کرے اور مالدارون سے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرۂ مصطفٰے صلی اللہ
علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی جہت سے نہ حبس تجھپر ہو نہ سوال کی نوبت پونہچے نہ حساب دینا پڑے
اور حساب مین یا تو نجات ہے یا آفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر مہاجرین
جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے اور ایک حدیث مین یون ہے کہ فقرا مومنین
جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہو کر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا حال ہوگا کہ گھٹنیون کے بل بیٹھے ہونگے
اللہ تعالیٰ اونکو ارشاد فرماوے گا کہ میرا مطالبہ تمہین سے ہے تم لوگون کے حاکم اور بادشاہ تھے بتلاؤ کہ جو کچھ
مینے تمکو دیا اوسمین تمنے کیا کیا۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ میرے پاس اگر عمدہ چوپائے ہون مگر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین
معلوم ہوتا کیا تو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے ہلکے پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین شامل ہو
اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر پیچھے نہ رہ جاؤ جیسے متقی
ڈرتے رہتے ہین اور مجکو یہ روایت بھی پونہچی ہے کہ بعض صحابہ کو پیاس لگی آپ نے پانی مانگا ایک

ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو سعید ۱۲ [illegible] مجکو نہین ملی ۱۲

انکے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اوسکو چکھا تو آنسوؤن سے ہچکی بندھ گئی خود بھی روئے اور اونکو
بھی رولایا پھر منہ سے آنسو پونچھکر چاہا کہ کچھ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے رو چکے تو لوگون نے
پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر تھا اور حجرہ شریف مین سوا میرے آپ کے ساتھ کوئی نتھا اتنے مین آپ نے فرمانا
شروع کیا کہ مجھسے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہون مین تو آپ کے
سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے مخاطب ہین آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس
اپنی گردن اور سر بڑھا کر کہا کہ مجھکو لے لو مین نے اوس سے کہا کہ مجھسے الگ رہ اوسنے جواب دیا
کہ اے محمد اگر تم مجھسے بچ رہوگے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچین گے تو مجھکو یہ خوف ہی کہ کہین
اس شربت کے پینے سے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاؤن۔ بھائیو خیال
یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نکردے روتے تھے
اے کم بخت تو تو انواع و اقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہے اور کھائی بھی خالی حرمت
اور شبہ سے نہین تجکو خوف علیحدگی کا اوس حبیب پاک سے نہین تف ہے تجھپر کتنا بڑا جاہل
ہے کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ اہوال دہشتناک
دیکھیگا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر اب کوشش مین قصور کریگا تو پھر اون کے
ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجکو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور
اگر مقدار قلیل پر قانع نہوگا تو مدت تک میدان قیامت مین ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑیگا
اگر پیچھے رہنے والون کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے
علیحدہ رہیگا اور دار نعیم و خلد برین مین دیر کر پہنچیگا متقیون کے حال کے خلاف اگر کریگا
تو اہوال روز حشر مین مریگا اسکو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین بھی مثل
سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے
نفس پر ایثار کرنے والا افلاس سے ڈرتا نہین کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون
اور فقر اور بلا پر راضی قلت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہون
اور علو و رفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو
صرف اسکے واسطے روکے رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الہی مقدم جانتا ہون اور
مجھ جیسا متقی سوال حساب کے جھگڑے مین توقف نکریگا میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ

فی سبیل اللہ کے لیے ہے تو کم بخت ذرا تو غور کر کیا تجھے یہ نہین معلوم کہ مال کا شغل نہ رکھنے اور
ذکر اور فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب مین
آسانی ہوتی ہے سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے ثواب بہت سا
ملتا ہے خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے بعض صحابہ رض سے مروی ہے کہ اونھون
نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی کو دو مین اشرفیان ملین تقسیم کرے اور دوسرا اللہ تعالے کا
ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک
شخص مال اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہے اونھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اوسکے لیے زیادہ خیر ہے
اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصون مین سے ایک نے دنیا بوجہ حلال پیدا
کی اور اوس سے صلۂ رحم کیا اور اعمال خیر سے زاد آخرت بنایا اور دوسرا اوس سے بالکل کنارہ کش ہا
نہ اوسنے دنیا طلب کی نہ اوسکو ملی ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ ان دونون مین بڑا
فرق ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہے وہ افضل ہے اور اس مین اور دوسرے مین پورب
پچھم کا سا فرق ہے پس کم بخت اگر تو دنیا چھوڑ دے تو تجکو بھی یہ درجہ دنیاداروں پر ملجاوے اور
مال کا شغل نہ رکھنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدے ہین بدن کو راحت ملتی ہے زیادہ مشقت
نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہے تردد کم کرنا پڑتا ہے جب تک
مال سے تجکو طالب مال پر فضیلت ہے تو اب کونسا عذر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہے بلکہ ذکر الٰہی
مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے افضل ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ مال کے نہ جمع کرنے سے
سر دست راحت ہے اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے مین بالفرض کوئی
فضیلت بڑی ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجکو چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت
کرے جنکے باعث تجکو خدا نے ہدایت کی ہے اور جو دنیا سے کنارہ کشی اونھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار
کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر اسکو خوب غور کر اور یقینا جان لے کہ سعادت و فلاح دنیا سے
الگ رہنے مین ہے پس اگر اے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول جنت ماوی مین جانے کا فکر کر
مجکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایمانداروں کی وہ لوگ ہین
جنکو صبح کا کھانا ملے تو شام کو نملے اور اگر قرض لیا چاہین تو کوئی قرض نہ دے اور ستر عورت سے
زیادہ کپڑا نرکھتے ہون اور بقدر کفایت کی کمانے پر قدرت نرکھتے ہون اور باوجود اسکے صبح
شام اپنے پروردگار سے راضی رہین فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

۱؎ ابو منصور دیلمی نے اوسکو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے سکا بروایت ابو حازم عن ابی ہریرہ رض ۲؎ سواد اوسکے ساتھ ہین جنکو اللہ نے نوازا ہے ۱۲

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا بھائی اگر اس بیان کے بعد تو مال
جمع کرے گا اور دعوے کرے گا کہ مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوی سراسر لغو ہے بلکہ فقر کے
خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کے لیے
جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون ۔ خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر
اگر محبت مال و دنیا کی تجھپر غالب ہے تو اس بات کا اقرار کر کہ واقع مین خیر و فضل مقدار ضروری پر راضی
رہنے سے اور فضول چیزون سے علیحدہ ہونے سے ہے اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے نفس کو حقیر جان
اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب و حشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے زیادہ موجب نجات اور قریب الی الفضل ہے
اس سے کہ تو مال کے جمع کرنے کی حجتین لا طائل ڈھونڈھے ۔ بھائیو صحابہ رضہ کے زمانے مین حلال موجود
تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیاء مباح کے تھے اور ہم اوس زمانے مین ہین کہ حلال مفقود
ہے حتی کہ قوت یومیہ و ستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے زمانے مین مال کے جمع کرنے
سے خدا ہمکو اور تمکو دونون کو بچاوے علاوہ ازین ہم لوگون مین صحابہ رضہ کا سا تقوے اور ورع اور زہد
اور احتیاط کہان اور انکے سے دل اور انکی سی نیتین کہان بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت
چھا گئی اوسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑے سعید وہ ہین جو اوس
روز ہلکے پھلکے رہین گے اور جو لوگ دولت و زیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملا کر کھا گئے اونکو
بڑا رنج ہوگا ۔ مین نے بطور نصیحت تمکو سنا دیا قبول کرنا تمھارا کام ہے اور اسکے قبول کرنے والے کم ہین
خدا اپنی رحمت خاص سے ہمکو اور تمکو توفیق خیر عنایت فرماوے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہے
اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہے اور اسی قدر کافی و وافی بھی ہے زیادہ اس سے
کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہم نے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات
شاہد ہین اور ایک روایت اور اسی کی شاہد وہ ہے جو ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک بار
ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجھکو
مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت مال کے
جسکا شکر نہ کر سکے بہتر ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ خداے تعالے مجھکو مال دے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا میری پیروی نہین کرتا اس بات کو پسند نہین کرتا کہ تو بھی مثل
پیغمبر خدا ہو بخدا اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو کر میرے ہمراہ چلین تو ہو سکتا ہے
اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خدا تعالے

مال دیگا تو مین سب حقوق والون کا حق بھی دونگا اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس اوسنے کچھہ بکریان لین وہ دیمک کیطرح بڑھنی شروع ہوئین یہانتک کہ مدینۂ منورہ مین نرہ سکا اور ایک جنگل یعنی وادی مدینہ کے جارہا ظہر اور عصر کی جماعت مین حاضر ہوتا باقی جماعتون کو ترک کرتا پھر بکریون کی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اوس جنگل مین بھی گذر نہو سکا اور تھوڑی دور جارہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینۂ منورہ مین آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریان دیمک کی طرح پھیلتی رہین یہانتک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافرون سے ملتا اور خبر پوچھہ لیا کرتا اودھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہے انھون نے بکریون کا کثرت اور اوسکا مدینہ کو چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا وَیحَ ثَعلَبَۃَ انھین دنون مین یہ آیت اوتری تھی خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ اور اللہ تعالےٰ نے زکوٰۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور انکو ایک وثیقہ صدقہ لینے کا لکھدیا کہ اوسکے ذریعہ سے وصول کرین اور حکم دیا کہ باہر جا کر مسلمانون سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلان شخص بنی سلیم والے کے پاس جا کر اون سے صدقہ لینا یہ دونون صاحب مدینۂ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوٰۃ اوسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکو دکھلایا اوسنے کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہے یہ ڈانڈ کا بھائی ہے تم جاؤ اور جگہہ سے فارغ ہو کر آئیو وہ دونون اوس شخص سلیمی کے پاس گئے اور اوس سے سوال صدقہ کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور اپنے اونٹون مین سے بہت عمدہ چھانٹ کر زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کیے پھر ان دونون کے سامنے اونکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوٰۃ ہے جب انکی نگاہ اونپر پڑی کہا کہ تیرے اوپر یہ واجب نہین کہ سب سے عمدہ مال دے ہم انکو نہ لینگے اوسنے عرض کیا کہ آپ انھین کو لیوین مین بخوشی خاطر دیتا ہون اور اسی واسطے لایا ہون غرض سب جگہہ سے صدقات تحصیل کر کے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اوس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اوسنے کہا کہ تم مجکو نوشتہ دکھلاؤ اونھون نے دکھلا دیا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہے اب تم جاؤ مین سوچ لون تو کچھہ کہون جب یہ دونون خدمت مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے انکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اوس شخص سلیمی کے لیے دعاے خیر کی پھر ان دونون نے جو کچھہ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور سلیمی نے ایسا کیا اوسوقت

ہلاکی ہے ثعلبہ کی ۱۲

لہ اور نہ مال مین سے زکوٰۃ کہ اونکو پاک کرے اوس سے اور دیتا ہے اور دعا اونکے لیے تیری دعا اونکو آسودگی ہے ۱۲

ثعلبہ کے باب میں یہ آیت اوتری وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ اوس وقت حضرتؐ کی خدمت میں ایک شخص ثعلبہ کو رشتہ داروں میں سے بیٹھا ہوا تھا اوسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جاکر کہا کہ تیری ماں مرے خدا سے تعالے نے تیرے باب میں ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے پس ثعلبہ اوسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ میں زکوۃ دیتا ہوں پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھکو منع کر دیا ہے میں قبول نہیں کر سکتا اوسنے اپنے سر پہ مٹی ڈالنی شروع کی آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ میں نے تجھسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نکی جب اوسنے دیکھا کہ آپ قبول نفرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی خدمت میں زکوۃ مال حاضر کی اونھوں نے بھی نہ لی اونکی وفات کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس لایا اونھوں نے بھی انکار فرمایا پھر بعد اونکی خلافت کے وہ مر گیا پس مال کی طغیانی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور انتہا کہ فقیری میں برکت ہوتی ہے اور مالداری میں نحوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہل بیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہانتک کہ عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ ذی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھسے ارشاد فرمایا کہ ای عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہے مرضی ہو تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چل میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوئے اور میں ہمرکاب ہوا یہانتک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم میں اندر آؤں حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ میں اور میرا ساتھی دونوں آویں اونھوں نے پوچھا کہ آپکے ساتھ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین اونھوں نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اسطرح لپیٹ لو اونھوں نے عرض کیا کہ بدن تو میں نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤں آپ نے اپنی پرانی چادر اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد اسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر میں آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ اے لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو اونھوں نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہیں بھوک نے مجھکو نڈھال کر دیا ہے

آپ رو پڑے اور فرمایا کہ ای لخت جگر تو مت گھبرا بخدا مین نے تین دن سے کھانا نہین چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر مین خدا سے مانگتا تو مجکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتہ اونکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ تجکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہے اونھون نے عرض کیا کہ پھر آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہان گئین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتون کی سردار تھین تم اپنے عہد کے عورتون کی سردار ہو تم سب ایسے مکانون مین رہوگی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے اون مین کسی طرح کی ایذا اور شور و غل نہوگا بعد اوسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچازاد کے ساتہ قناعت کر مین نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا مین بھی سردار ہے اور آخرت مین بھی سردار ہوگا اب ذرا حال حضرت فاطمہ رض کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہین کیسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیا اور اولیا کو اور اونکے اقوال کو لحاظ کرے اور اونکے اخبار اور آثار کو دیکھے وہ یقینا معلوم کرے گا کہ مال کا نہونا اوسکے وجود کی نسبت افضل ہے گو خیرات ہی مین کیون نخرچ ہو اسواسطے کہ ادنی بات مال مین باوجود ادای حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہے کہ نیت اوسی کی اصلاح مین مصروف رہتی ہے اور ذکر الہی نہین ہوتا کیونکہ ذکر اللہ دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتا ہے اور مال کے شغل کے ساتہ فراغ خاطر ممکن نہین۔ اور جریر رح لیث رض سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتہ ہو کہ مین آپ کی خدمت مین رہون گا حضرت نے اوسکو ساتہ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کھایا آپ کے ساتہ تین روٹیان تھین دو تو کھالین اور تیسری باقی رہی حضرت عیسی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر مین سے پانی پیکر پھر آئی اور وہ روٹی نپائی آپنے اوس شخص سے پوچھا کہ روٹی کسنے لی اوسنے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین آپنے اوسکو ساتہ لیا اور چلدیے راہ مین ایک ہرنی ملی جسکو ساتہ دو بچے تھے آپنے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اوسکو ذبح کرکے بھونا اور آپنے آپ مع اوس شخص کے تناول فرمایا پھر اوس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے کھڑا ہوجا وہ اوٹھکر چلا گیا پھر آپنے اوس شخص سے کہا کہ تجکو قسم ہے اوس ذات کی کہ جسنے تجکو یہ معجزہ دکھلایا بتلا دے کہ روٹی کسنے لی اوسنے جواب دیا کہ مین نہین جانتا پھر آپ اوسکو ساتہ لیچلے اور ایک چشمے پر پونہچے آپنے اوسکا ہاتہ پکڑ لیا اور پانی پر چلے جب اوس سے پار ہوئے پوچھا کہ تجکو قسم ہے اوس معجزہ دکھانیوالے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اوسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین — پھر ایک جنگل مین گئے وہان بیٹھکر حضرت عیسی علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بناکر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہوجا وہ سونا ہوگیا آپنے اوسکے تین حصہ کیے اور فرمایا کہ ایک اپنے بھی

میرا ہے اور ایک تیرا اور ایک اوس شخص کا جسنے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اوٹھا کہ روٹی تو مینے ہی لی تھی
آپنے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اوس سے علیحدہ ہو گئے یہ شخص تنہا مال لیے جنگل مین تھا کہ اتنے مین دو شخص اوسکے
پاس آئے اور چاہا کہ اسکو مار کر مال چھین لین اوسنے کہا کہ اسکو ہم آپس مین برابر تقسیم کر لین کیے لینے کی ضرورت
کیا ہے اول ایک شخص گانوین جا کر کھانا لے آوے کہ اوسکو کھاوین غرض ایک اون مین سے کھانا لینے گیا
اور دل مین کہا کہ اگر اس کھانے مین مین زہر ملا دون تو دونون شخص مر جاوین گے مال سارا مجکو ہی ملیگا
اسی خیال سے کھانے مین زہر ملا دیا اور ادھر ان دونون نے آپس مین مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاویگا
تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ مین آوے گا جب وہ کھانا لیکر آوے اوسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ
کھانا لیکر گیا اون دونون نے اوسکو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا زہر کے باعث خود بھی وہان ہی کھیت رہے
اور سونا جون کا تون جنگل مین پڑا رہا اور یہ تینون اوسکے گرد ڈھیر تھے اس حال مین گذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
اونپر ہوا اپنے یارون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کا یہ حال ہے اور اس سے بچتے رہیو۔ اور روایت
ہے کہ حضرت ذوالقرنین رح ایک قوم پر گذرے کہ اونکے پاس دنیا کی چیزون مین سے کچھ نہ تھا جیسے
لوگون کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے اونکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبرین کھود رکھی تھین صبح کو
اون مین جھاڑو دیتے اور صاف کرتے اور اونکے پاس نماز پڑھتے اور جانورون کی طرح ساگ چرتے
اور قدرت خدا سے ہر طرح کا ساگ اونکے لیے وہان موجود تھا حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ اونکے
سردار سے جا کر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمکو بلاتا ہے جب اوسنے اونکے حاکم سے پیغام کہا اوسنے جواب
دیا کہ مجھے کچھ اوس سے غرض نہین اگر اوسکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذوالقرنین
نے فرمایا کہ واقع مین سچ کہا اور خود اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے تمھاری بلانے کو
آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا اب مین خود آیا اوسنے عرض کیا کہ اگر کچھ مجکو مطلب ہوتا تو مین خود آتا
آپ نے فرمایا کہ مین جو تمھارا حال دیکھتا ہون ایسا کسی کا حال نہین یہ کیا بات ہے کہ تمھارے پاس
دنیا کی شی کچھ نہین تم نے کچھ چاندی سونا کیون نہ پیدا کیا کہ اور لوگون کی طرح آسایش مین رہتے اوسنے
جواب دیا کہ ہمنے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جس کسیکو یہ ملتا ہے اوسکا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے
افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبرین تم نے کس غرض سے کھودی ہین اور صبح ہی
اونکو صاف کرکے اونکے پاس نماز پڑھتے ہو اوسنے کہا کہ ان سے ہماری یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض دنیا
کی طمع ہمکو ہو بھی تو قبرون کے دیکھنے سے اوس سے رک جاوین اور طول امل دل سے جاتی رہے
آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کسواسطے کھاتے ہو چوپایون کو پال کر اونکا دودھ اور گوشت کیون

نہین کھاتے اور سوار کیون نہین ہوتے اوسنے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانورون کی قبر نہین بناتے
زمین کے ساگ پات مین بھی ضرورت رفع ہو جاتی ہے آدمی کی زندگی کو اونچیز کافی ہے اور گلے سے
اوتر کر سب چیزین ایک سی ہو جاتی ہین پھر اوسنے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین رح کے پیچھے سے ایک
کھوپری اوٹھائی اور پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ مین نہین جانتا اوسنے
کہا کہ یہ ایک زمین کا پادشاہ تھا خدا تعالے نے اسکو زمین کا حاکم کیا تھا اسنے سرکشی اور
ظلم و ستم کیا جب خدا تعالے نے اسکا ظلم و ستم دیکھا اسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کیطرح پڑا ہے تا
اور اسکے سارے عمل خدا تعالے کو معلوم ہین قیامت کو اونکا بدلہ پاوے گا پھر اور ایک پرانی
کھوپری اوٹھا کر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو انھون نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین اوسنے کہا کہ یہ بھی ایک
پادشاہ کا سر ہے جو اوسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اوسکو معلوم تھا اسنے لوگون کے ساتھ تواضع اور
فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال مین ہو گیا خداوند کریم نے اسکے
عمل بھی گن رکھے ہین اونکا ثواب قیامت کو پاوے گا پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر
کہا کہ اے ذوالقرنین یہ کھوپری بھی انھین دونون کی طرح ہو جاوے گی تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر
آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو مین تجھکو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کر دون
اوسنے عرض کیا کہ مین اور آپ ایک جگہہ نہین رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکین آپ نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب
ہے اوسنے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دشمن ہین اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا
یہ کیون ہے اوسنے کہا اسلیے کہ آپ کے پاس ملک دنیا ہے اوسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہین اور چونکہ
مین نے دنیا پر لات ماری ہے مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہین ہین چونکہ خود محتاج و مفلس ہون میرا دشمن
کوئی نہین یہ سنکر ذوالقرنین رح اوسکے پاس سے چلے آئے اور اوسکی باتون سے کمال حیرت کرتے تھے اور
عبرت و نصیحت سمجھتے تھے ۔ ان حکایتون سے بھی آفات تونگری معلوم ہوتی ہین اور پہلے بھی اس
باب مین بہت کچھہ لکھا گیا ہے ۔ باب ذم بخل و مال خدا کے فضل سے تمام ہوا

آٹھوان باب جاہ و ریا کی مذمت کے بیان مین

رباعی ہے گرچہ ظلوم اور جہول انسان آہ
پر جاہ و ریا کے مثل کوئی نہین عیب
رہتا ہے سدا جرم و گنہ کے ہمراہ
یہ عالم و عابد ہی کو کرتے ہین تباہ

حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیَ

اَلرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اور ریا ایسی شہوت خفی مین سے ہے کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی چیونٹی چلے تو جس طرح اوسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح یہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی اسی واسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمونکو بھی معلوم نہین ہوتی ایسے جیسے عابدون اور متقیون کا تو کیا ذکر ہے اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہے جو عالم و عابد کہ راہ آخرت کو طے کرنا چاہتے ہین اور اسکے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنے وہ لوگ اپنے نفس کو مجاہدے سے مغلوب کرکے شہوات سے علٰحدہ کرتے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام عبادات اوس سے بزور لیتے ہین تو اونکے نفس اس بات سے تو عاجز ہوجاتے ہین کہ کسی گناہ ظاہری کی طمع اعضائے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کی خواہان رہتے ہین جب نیک لوگ اونکو دیکھ کر اونکی تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہے پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین بہت رغبت کرتا ہے اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے حیلے وسیلے ڈھونڈھتا ہے خالق کے مطلع ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہے صرف خدا کے اچھا کہنے پر صابر نہین ہوتا اور اوسوقت یہ یقین ہوجاتا ہے کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہوگیا کہ فلان شخص تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہے بہت سے میری تعریف و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑھایا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک جاننے لگے اور مجھسے دعا منگوانے کی رغبت کرنے لگے اور میری رائے پر چلنے کے حریص ہوگئے اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہ دیتے ہین اور خرید و فروخت مین میری مروت پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجھکو ترجیح دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوتی ہے کہ سب لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہونکا چھوڑنا کچھ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہے وہ تو یہ تصور کرتا ہے کہ میری زندگی اللہ کے واسطے ہے اور اوسکی مرضی کے موافق عبادت کے لیے اور درحقیقت اوسکی زندگی ان شہوات مخفی کی سبب سے ہے جنکو سوائے عقول ... کے اور کوئی نہین جانتا اوسکو یہ گمان ہے کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اوسکے محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین یہ شہوت

بندون کے سامنے زینت و تکلف کے لیے بھری ہوئی ہے اور اوسی خوشی کے لیے جو منزلت و وقار کی
اوسکو ہوتی ہے اسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہوجاتا ہے وہ اس خیال مین
ہے کہ مین اللہ کا مقرب ہون حالانکہ اوسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہے اور یہ ایسا نفس کا مکر ہے
کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے
کہ صدیقین کے سرون سے سب سے آخر مین حب ریاست دور ہوتی ہے۔ اور جب ریا ایسا مرض باطنی
ٹھہرا اور اتنا بڑا جال شیطان کا ہے تو اسکی حقیقت و درجات و اقسام و سبب و طریق علاج
و حذر کرنا ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلین کی جاتی ہین ❊

فصل اول مشتمل بارہ بیانون پر اور ان بیانات مین ایسی باتین مذکور ہونگی جنسے ریا پیدا
ہوتا ہے اور وہ سب متعلق جاہ سے ہین اسی واسطے اون کا ریا سے اول بیان کرنا ضروری ہے

بیان اول شہرت اور خلق مین نام ہونے کی برائی - جاننا چاہیے کہ جاہ حقیقت مین آوازہ
منتشر ہونے کا نام ہے اور ہر طرح کی شہرت اچھی نہین بلکہ گمنامی بہتر ہے مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے دین
پھیلانے کو شہرت عنایت فرماتا ہے اور اس مین اوس شخص کی تکلیف بیہودہ کو کچھ دخل نہو تو ایسی بےتکلف
شہرت کا مضائقہ نہین ورنہ شہرت خوب نہین چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ أَنْ يُشِيرَ النَّاسُ
إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينِهِ وَدُنْيَاهُ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے بھی اسی مضمون کو کچھ ایک الفاظ
کی تغیر سے بھی زائد روایت فرمایا ہے انکی روایت یون ہے بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ إِلَّا مَنْ
عَصَمَهُ اللهُ مِنَ السُّوءِ أَنْ يُشِيرَ النَّاسُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِي دِينِهِ وَدُنْيَاهُ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ
إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَإِلَى أَعْمَالِكُمْ اور حضرت حسن نے جب اس حدیث کو روایت
کیا تو لوگون نے اونسے کہا اے ابو سعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہین تو آپ کی طرف انگلیون سے
اشارہ کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس حدیث مین یہ اشارہ مراد نہین جو لوگ میری طرف کرتے ہین
بلکہ مراد یہ ہے کہ دین مین کوئی بدعت نکالے اور اوسکے سبب مشار الیہ ہو یا دنیا کے فسوق و فجور کے
باعث مشار الیہ ہو غرض کہ آپ نے اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اوسکا کچھ مضائقہ نہین رہا اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خرچ کر اور مشہور مت کر اور اپنے وجود کو بڑھا مت تاکہ لوگ
تجکو پہچانین اور یاد کرین بلکہ اپنے آپ کو چھپا اور خاموش رہ کہ اس مین نجات ہے نیک بندے
تجسے خوش رہینگے اور بدکار خون جگر کھاوینگے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین

۸ آدمی کو شر سے یہی کافی ہے کہ جسکو خدا نہ بچاوے کہ لوگ اوسکی طرف دین یا دنیا مین انگلیون سے اشارہ کرین بیہقی در شعب بسند ضعیف ۱۲

۹ بس ہے آدمی کو برائی سے مگر جسکو خدا بچالے کہ لوگ اوسکی طرف انگلیان اوٹھاوین دین یا دنیا کے باب مین بیشک اللہ تعالی نہین دیکھتا ہے تمہاری صورتون کو بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلون اور اعمال کو ۱۲ اور حدیث جابر بن عبد اللہ کی معروف نہین بلکہ [illegible] معروف ہے [illegible] طبرانی نے اوسط مین اور بیہقی نے شعب مین اوسکو روایت کیا ہے [illegible] ۱۲

کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اوسنے خدا کو نہین مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہے کہ جب تک آدمی اس بات کو اچھا نہین جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہو تب تک خدا تعالی کی تصدیق نہین ہوتی اور خالد بن معدان رح کے حلقہ مین جب لوگ بہت ہوتے تو شہرت کے خوف سے حلقہ مین سے اوٹھ جاتے اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیون سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رض نے دیکھا کہ اونکے ساتھ قریب دس آدمیون کے چلتے ہین آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیان ہین اور دوزخ کے پروانے - اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے چلتے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رض کی نگاہ اونپر پڑی آپ درہ لیکر اونپر اوٹھے اونھون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کیا کرتے ہین ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم جاتے ہو یہ تابعین کے حق مین مقام لغزش ہے اور تمھارے حق مین آزمایش - اور حضرت حسن رح سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رض ایک روز اپنے گھر سے نکلے اونکے پیچھے بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے اونکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیون آتے ہو بخدا کہ جس سبب سے مین اپنا دروازہ بند رکھتا ہون اگر تمکو معلوم ہو جاوے تو دو شخص بھی میرے ساتھ نہون - اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ مردون کے پیچھے جوتون کی آواز ہوتی ایسا احمقون کے دل کم توقف کرتا ہے یعنی بیوقوف جلد شیخی مین آجاتے ہین اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہوئے آپ نے پوچھا کہ تمھے کچھ غرض ہے تو خیر ورنہ عجب نہین کہ یہ ساتھ چلنا ایماندارون کے دل مین کچھ باقی چھوڑے یعنے شایعت سے خوف سلب معرفت کا ہے - اور روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر مین گیا جب اونسے جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھسے ہو سکے تو یہ بات کر کہ دوسرے کو پہچانے اور تجھکو کوئی نپہچانے چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی نہو دوسرے سے تو پوچھے اور تجھسے کوئی نہ پوچھے - اور حضرت ایوب رح سفر کیلیے نکلے اونکے ساتھ بہت سے لوگ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو یہ علم نہوتا کہ خدا جانتا ہے کہ مین دل سے اس شایعت کو برا جانتا ہون تو مجھے خوف غضب الہی تھا - اور معمر رح کہتے ہین کہ مین نے اونپر ایک دفعہ باعث طول قمیص کے عتاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر فی زماننا اوسکو اوپر چڑھانے مین ہے - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتھ تھا اتنے مین ایک شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا آپ نے فرمایا کہ اس بولنے گدھے سے بچتے رہو یعنی طالب شہرت سے بچو - اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون کو برا جانتے تھے عمدہ کپڑے کی

اور نکے پھٹے پرانے کپڑون کی اسلیے کہ ادمیون کی نظر دونون پر یکسان پڑتی ہے اور ایک شخص نے
بشر بن الحارث رح سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو اونھون نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو چھپا دے
اور غذا کو حلال و پاک بنا اور حوشب رح اس بات پر روتے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا۔ اور بشر رح کا
قول ہے کہ مین ایسا کوئی نہین جانتا جسنے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہوا اور اوسکا دین تباہ اور خود رسوا نہو
اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہے وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا

دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ
اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا رُبَّ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ لَوْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ لَاَعْطَاهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا
اور فرمایا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ وَاَهْلِ
النَّارِ كُلُّ مُسْتَكْبِرٍ جَوَّاظٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اہل جنت وہ لوگ ہین
کہ اونکے بال ژولیدہ ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر امرا کے پاس جانا چاہین تو کوئی
جانے نہ دے اور اگر عورتون سے منگنی چاہین تو کوئی اونکے ساتھ نکاح نکرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی
اونکے واسطے چپ نہو بیٹھے اونکے قول پر دھیان نہ دے اونکی حاجتین اونکے سینون مین پھرتی ہین اونکا
نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو۔ اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ
ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار خواہ ایک درم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالی سے
جنت کے خواستگار ہون تو انکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اونکو دنیا اسلیے
نہین دی ہے کہ وہ ذلیل ہین کہ اونپر دو چادرین بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کی دی
وین تو خدا تعالے اونکو سچا کردے۔ اور روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رض مسجد نبوی مین داخل ہوکر
دیکھا کہ معاذ بن جبل رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا
اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک
ہے اور اللہ تعالے ایسے چھپے ہوئے متقیون کو دوست رکھتا ہے کہ اگر غائب ہو جاوین تو کوئی اونکی
تلاش نکرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اونکو نہ پہچانے اونکے دل چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود
سے دوڑے آتے ہین اور محمد بن سوید رح سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ مین خشکسالی ہوئی ایک مرد
صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا

جو پرانے کپڑے پہنے تھا اوسنے اگر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ اسی وقت مینہ برسا دے ابھی اس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہین کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے پھر اوس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ اسقدر پانی انکو بس ہے تو روکدے اوسی وقت بارش تھم گئی اور پھر یہ شخص اوس مرد صالح کے پیچھے ہولیا اور اوسکا گھر معلوم کرکے صبح ہی اوسکی خدمت مین گیا اور ملاقات کرکے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کی پاس آیا ہون اوسنے پوچھا کہ کیا مطلب ہے کہا کہ یہ التجا ہے کہ آپ اپنی دعا مین مجکو بھی مخصوص کرین اوس مرد صالح نے فرمایا سبحان اللہ تم مجھسے کہتے ہو کہ مین اپنی دعا مین تمکو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہوگیا یہ کہو کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اوسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے مجکو امر و نہی کیا اوسکو مین نے مانا اور اطاعت کی بس مین نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اوسنے میرا سوال مجکو عنایت کیا اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت بنو اپنے گھرون مین بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل ہو جاؤ اور لباس پرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانین اور زمین والے نہ جانین - اور حضرت ابو امامہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِيَائِي عَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُو حَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ ثُمَّ صَبَرَ عَلَى ذَالِكَ راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پورون کو دوسرے ہاتھ کی پورون پر مارا اور یون ارشاد فرمایا کہ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ وَقَلَّ تُرَاثُهُ وَقَلَّتْ بَوَاكِيهِ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب مین پیارے لوگ اوسکے غریب الوطن بندے ہین کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن یعنے مسافر سے آپ کی کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگون سے علیحدہ ہو گئے ہین اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے - اور حضرت فضیل بن عیاض رض فرماتے ہین کہ مجکو یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالے اپنے انعامات مین بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرماویگا کہ مین نے تجپر انعام نہین کیا تھا تیری پردہ پوشی نہین کی تھی تیرا ذکر مخفی نہین کیا تھا اور حضرت خلیل بن احمد یون دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجکو اپنے نزدیک خلق مین بلند تر رتبہ والون مین سے کر دے اور میرے نزدیک مجکو تمام خلق سے کم رتبہ بنا دے اور لوگون کے نزدیک مجکو درجہ اوسط عنایت فرما اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ مین اپنے دل کو ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے

غربا کے ساتھ صلاحیت پر آجاوے جو قوت اور گلیم پر بسر کرتے ہیں - اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں
کہ دنیا میں مجکو خنکی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہے کہ ایک رات میں شام کے گانوون میں سے ایک مسجد میں
لیٹ رہا اور مجکو دست آتے تھے مؤذن نے میری ٹانگ پکڑ کے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا
اور حضرت فضیل نے فرمایا ہے کہ اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ کوئی تجکو نجانے تو ایسا ہی کر اور اسمین کچھ حرج نہین
کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمین کچھ مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نکرے اور نہ اسمین کچھ برائی
ہے کہ تو لوگون کے نزدیک برا ہوا اور خدا کے نزدیک اچھا ہو - پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی
اور فضیلت گمنامی کی صاف عیان ہے اور شہرت اور انتشار صیت سے غرض جاہ ہے یعنے لوگون کے
دلون مین جگہہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہے - یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام
اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور ہین انکی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو
فضیلت گمنامی کسطرح حاصل ہوئی اوسکا جواب یہ ہے کہ شہرت مذموم وہی ہے جو آدمی کی طلب سے ہو
لیکن شہرت کا پایا جانا خداے تعالے کی طرف سے بدون بندے کی پیروی کے برا نہین علاوہ اسکے
شہرت سے نقصان ضعیفون کو ہوتا ہے زبردستون کو نہین ہوتا اور ضعیفون کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی پانی مین ہاتھ پاؤن مارنا جانتا ہو اور اتفاق سے اوسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہون پس بہتر یہی ہے
کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو چمٹینگے اور یہ بھی اونکے ساتھ ہلاک ہوجاویگا اور جو زبردست
تیراک ہے اوسکی شان کے مناسب یہی ہے کہ اوسکو لوگ پہچانین تاکہ اگر ڈوبتے لوگ اوس سے التجا کرین

تو وہ اونکو بچا سکے اور ثواب پاوے *

تیسرا بیان جاہ کی محبت کی برائی - اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا
لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا اس آیت مین دو ارادون کو اکٹھا فرمایا ہے یعنے
ارادہ رفعت اور ارادہ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت اوسی کے لیے ہے جو دونون ارادون سے
خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ
وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا
وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہے اسلیے کہ یہ محبت تمام لذات
حیات دنیاوی سے بڑھکر ہے اور سب مین سے یہ زینت زیادہ ہے - اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْجَاهُ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اور
فرمایا مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ أُرْسِلَا فِي زَرِيبَةِ غَنَمٍ بِأَكْثَرَ فَسَادًا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ فِي دِينِ الرَّجُلِ

اور حضرت علی نے کو ارشاد فرمایا اِنَّمَا هَلَكَ النَّاسُ بِاتِّبَاعِ الْهَوٰى وَحُبِّ الثَّنَاءِ خدائے تعالے سے یہ دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم و احسان سے ان بلاؤں سے ہمکو عافیت بخشے

چوتھا بیان جاہ کے معنے اور اوسکی حقیقت کے ذکر مین — جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنے تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہوا اونکا مالک ہونا اور جاہ کے معنے یہ ہین کہ جن لوگون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہے اونکا مالک ہوجانا۔ اور جس طرح کہ مالدار او رغنی وہ کہلاتا ہے جو روپیہ پیسے پر قدرت رکھتا ہو اور اون روپون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کر سکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہے جو لوگون کے دلون کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب و حاجت اونسے چاہے وہ حاصل کر سکے۔ اور جس طرح مال اقسام وانواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہے ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے ہین۔ اور دل مسخر جبھی ہوتے ہین جب کسیکو کسی بات مین معتقد علیہ جانین پس جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اوسی اعتقاد کے موافق اوسکا مسخر ہوجائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہے کہ اوس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو۔ بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کرے گا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اوسکا دل اوس وصف کمالی کا یقین کر لیتا ہے اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہوجاتا ہے اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور دل کی کیفیات تابع اوسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے ہین پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اوسپر طاری ہوگی۔ اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس لونڈی غلام ہوجاوین ایسی ہی طالب جاہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اونکے دلون پر مجکو اختیار کلی ہوجاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہے وہ بہت بڑھکر ہے اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہے وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زرخرید ہون اور اگر اونکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نکرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اوسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اوسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی و طاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہہ ہو فی یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلونمین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اوسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اوسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور

اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اوسی قدر صاحب جاہ کو لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا اوسی قدر اوسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی۔ یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوئے اب اسکے ثمرات اور نتیجے ہین مثلاً لوگون کا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنے جو شخص کسی کی طرف اعتقاد کسی کمال کا رکھتا ہے اپنے اعتقاد کی چیز سے چپ نہین رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اوس صفت مین کرتا ہے اور منجملہ نتائج جاہ کی خدمت اور اعانت ہے کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفس کو معتقد علیہ کی خدمت و اعانت مین مصروف رکھتا ہے اور غلامون کی طرح اوسکا مسخر رہ کر کسی طرح دریغ نہین کرتا اور نیز نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اوسکے ساتھ کوئی خرخشہ نکرنا اور تعظیم کرنی اور اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اوسکو مقدم جاننا اور محفلون مین عمدہ جگہہ پر بٹھانا ہی یہ باتین کسی کے جاہ کے دل مین سمانے سے پیدا ہوا کرتی ہین یعنے جب لوگون مین صفات کمالیہ کسی شخص کا اعتقاد آجاتا ہے خواہ وہ صفات علمی ہون یا عبادت یا حسن عادت یا نسب یا حسن صورت یا حکومت یا زور بدن خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہین تو دلون مین اوس شخص کے جاہ قائم ہونے کا سبب یہی اوصاف ہوتے ہین اور اسیلیے وہ آثار مذکورہ ظہور مین آتے ہین

پانچوان بیان اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہے کہ بدون مجاہدہ سخت کے کسی فرد بشر کا دل اس سے خالی نہین ہوتا۔ جاننا چاہیے کہ جو سبب کہ چاندی سونے کے اور دوسرے مال کی محبوب ہونے کا ہے وہی بعینہ جاہ کے محبوب ہونے کا ہے بلکہ سبب محبت جاہ اس بات کا مستدعی ہے کہ جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو جیسے چاندی اور سونا اگر وزن مین مساوی ہون تو محبت سونے کی زیادہ ہوتی ہے اور اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ روپیہ اشرفی بذات خود نہ کھانے کی لیاقت رکھتی ہین نہ پہننے کی نہ لباس اور نکاح کی اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کنکر مین کچھہ فرق نہین بلکہ اونکی محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونکے ذریعہ سے اور محبوب چیزین حاصل ہوسکتی ہین اور حاجتین پوری ہوسکتی ہین یہی حال جاہ کا یعنے دلون کے مالک ہونے کا ہے کہ وہ بھی بذات خود کار آمد نہین بلکہ وسیلہ حصول اغراض کا ہوتا ہے پس چونکہ سبب محبت روپیہ اشرفی اور جاہ مین ایک ہی ہے اسیلیے محبت بھی دونون سے ہونی چاہیے مگر چونکہ جاہ بہ نسبت مال کی ترجیح رکھتا ہے اسواسطے اوسکی محبت بھی بہ نسبت مال کے زیادہ ہونی چاہیے اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہے اول یہ کہ جاہ سے مال کا ملنا بہت آسان ہے اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلاً کوئی عالم یا زاہد جسکی جگہہ لوگون کے دلون مین ہے اگر مال پیدا کرنا چاہے تو اوسکو کچھہ دقت نہین ہوگی اس لیے کہ جو لوگ اوسمین صفت کے معتقد ہین اونکے دل اوسکے

اختیار مین ہین اور مال کا دنیا دل سے متعلق ہے جسکی طرف دل ہوگا اوسکے لیے مال دینا کچھ دریغ نہین اور
اگر کوئی خسیس جس مین کوئی وصف کمال نہین خزانہ پاوے اور اوسکو جاہ نہو اور چاہے کہ مال کی حفاظت سے
مجکو جاہ حاصل ہوجاوے تو نہایت دشوار ہی اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعہ مال کا ہوسکتا ہی جو صاحب جاہ ہوگا وہ صاحب مال بہی ہوگا
اور جو مال ہی کا مالک ہی وہ کسی طرح مالک جاہ نہین اسی لیے جاہ زیادہ ترجیح ہے دوسرے دوم یہ کہ مال معرض تلف مین بہی آسکتا ہی کہ
چوری ہوجاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اوسپر طمع کرین علاوہ ازین اوسکے لیے احتیاج پہرہ چوکی اور خزانہ وغیرہ
کی ہی غرضکہ بہت سی آفتین مال پر آتی ہین اور دل جب ملک مین آجاتی ہین تو ان آفات مین سے کوئی سی آفت بہی اوس ملکیت پر نہین
آتی تو واقع مین اصلی خزانہ یہی ہی کہ جسپر چور قابو پاوین نہ غاصبونکے ہاتھ لگے اور مال مین سب سے زیادہ پایدار اشیاء غیر منقول ہین اونمین
بہی خطرہ غصب اور ظلم کا موجود ہے اور خالی حفاظت اور نگاہبانی سے نہین مگر دلون کے خزانے مین
یہ سب باتین مفقود ہین وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہین ہان ایک آفت اس
خزانے مین یہ پہونچتی ہے کہ لوگون کو کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کرکے اونکے دل پہیر
سکتا ہے اور اعتقاد بدل سکتا ہے مگر اس شاذ و نادر بات کا دفع کرنا بہت آسان ہے اور اکثر تو جو کوئی
ایسا کرنا چاہے اوسکو بن ہی نہین پڑتا سوم یہ کہ دلون کی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہے
اور ایک سے دوسرے مین سرایت کرتی جاتی ہے اسلیے کہ جب دل کسی کے وصف کمال کے معتقد ہوتے ہین
کہ فلان شخص بڑا عالم یا عابد ہے تو زبان خود بخود اوسکی ثنا مین کھلتی ہے اور جس چیز کے خود معتقد ہوتے ہین
وہ دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہین پس دوسرے شخص کا دل بہی اسی جال مین گرفتار ہوجاتا ہے اور
آدمی کی طبیعت جو انتشار صیت و ذکر کو پسند کرتی ہے اوسمین بہی یہی بات ہے کیونکہ جب اطراف
مین پہیلتا ہے تو اوس سے اور دل معتقد ہوتے ہین اور سب اہل کمال کو بڑا جاننے لگتے ہین
اسی طرح ایک سے دوسرے تک پہیلتا رہتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے اور اسکی کوئی حد معین نہین بخلاف
مال کے کہ وہ اگر کسی کی ملکیت مین آجاتا ہے تو جبتک اوسکے بڑھانے مین تعب و مشقت و رنج و محنت
نہ اوٹھاوے گا ویسا ہی رہیگا خود بخود نہین بڑھیگا اور جاہ خود بخود پہیلتا اور بڑھتا جاتا ہے
اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہوجاتا ہے اور شہرۂ خلق ہوجاتا ہے اور سب لوگ اوسکی تعریف
مین رطب اللسان رہتے ہین تو اوسکے مقابلہ مین مال اوسکی نظرون مین حقیر ہوجاتا ہے یہ مجمل
ترجیحات جاہ کی مال پر ہین اگر انکو مفصل لکہا جاوے تو ترجیح بہی زیادہ تر معلوم ہو یہان ایک
سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہے مثلاً
حصول غذا و مسکن و پوشاک یا دفع مرض و عقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہین ہوسکتی تو اسوجہ

مال و جاہ کی محبت بے شک ہونی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعہ محبوب چیزون کے وصول کا ہوتی ہے اوسکو
بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہے مگر طرفہ اور عجیب تر تو یہ ہے کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو جب بھی
محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانون کے افراط کی اور دفینون کی کثرت کی ہوتی ہے یہانتک کہ اگر آدمی
کے پاس دو جنگل سونے کے ہون تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعًا معلوم ہے کہ اوسکی طرف کبھی حاجت
نہ پڑے گی اسی طرح جاہ کے باب میں آدمی اپنا ذکر اور شہرت ایسی دور دراز ملکون مین چاہتا ہے کہ یقینًا
جانتا ہے کہ مین وہان کبھی نجاؤنگا اور نہ کبھی وہان کے لوگون کی ملاقات ہوگی کہ اونکو تعظیم یا سلوک
کی نوبت پہونچے یا کسی غرض مین ممد و معاون ہون اور باوجود اسکے ایسی جگہ مین بھی انتشار ذکر سے
نہایت خوشی ہوتی ہے اور اسکی محبت طبیعت مین پائی جاتی ہے ظاہر مین یہ ایک جہالت کی بات ہے
کہ بے فائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدہ دین ہو نہ فائدہ دنیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین یہ
محبت ہر ایک دل مین ہے اور اسکے دو سبب ہین ایک سبب تو ظاہر ہے جو عوام بھی جانتے ہین اور
دوسرا جو بڑا سبب ہے وہ پوشیدہ ہے اور نہایت دقیق کہ ذکی شخصون کے فہم سے بھی بعید ہے غبیونکا
تو کیا ذکر ہے کیونکہ اوس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضاء خفیہ سے مدد پہونچتی ہے
جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا سبب اول تو اس محبت جمعیت کا
یہ ہے کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سوء ظن سے ڈرنے والا حریص ہوا کرتا ہے
اور انسان کا بھی یہی حال ہے کہ اگرچہ اسکے پاس سردست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طویل الامل
ہے اس جہت سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہ مال جو مجکو کافی ہے تلف ہوجاوے اور دوسرے کا محتاج ہونا
پڑے جب یہ خطرہ دل مین گذرتا ہے تو اوسکے دل مین سے خوف جوش زن ہوتا ہے اور یہ رنج خوف کا
جبتک دور نہین ہوتا جبتک دوسرا مال اوسکے پاس نہو کہ جس سے اوسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت
آجاوے گی تو یہ دوسرا کام آوے گا پس اسی طرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہے اور زندگی کی
محبت مین فرض کرلیتا ہے کہ بہت دنون جیونگا اور یہ بھی فرض کرلیتا ہے کہ بہت سی حاجات پیش
آوینگے اور یہ بھی مان لیتا ہے کہ مال موجود پر بہت سی آفتین آ پڑا وینگی انھین خیالات سے خوف
اوبھرتا ہے اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرتا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوے تو دوسرا
کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہین کہ وہان تک
پہونچکر ٹھہر جاوے اسی واسطے مالکے طالب کی بھی کوئی حد نہین اور اسی بنا پر حدیث شریف مین
آیا ہے کہ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْهُوْمُ الْمَالِ — اور اسی جیسا سبب جاہ مین

دو حریص ہین کہ سیر نہین ہوتے ایک حریص علم کا دوسرا حریص مال کا ۱۲ طبرانی در اوسط و بزار بروایت ابن عباس سند ضعیف ۱۲

سمجھنا چاہیے یعنے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جگہہ ہو وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے اون لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اون سے احتیاج استعانت کی ہو تو چونکہ یہ امر ممکن ہے اور حاجت ہونی دور کے ملک والون سے ظاہر محال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہی ہے کیونکہ اسمین وہی خوف وہمی جاتا رہتا ہے — دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک امر ربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے خود اوسکو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور اوسکے ربانی ہونے کے یہ معنی نہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اوسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا مگر قبل اس امر کے جاننے کے یہ معلوم ہے کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہے اول صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش اور جماع کے دوم صفات سبعی کیطرف جیسے مار پیٹ اور ایذا سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب اور بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کیطرف جیسے کبر اور عزت اور شیخی اور طلب علو وغیرہ اور ان چارون کیطرف میل ہونا اسوجہ سے ہے کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہے جنکی تفصیل کی شرح کرنی بہت طویل ہے بہرحال انسان اسوجہ سے کہ اسمین امر ربانی بھی ہے اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہے اور ربوبیت کے معنے یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا۔ اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہے اسی جہت سے انسان کا بھی محبوب بالطبع ہے باقی رہا کمال ہونے کا وہ منحصر ہے وجود پر مثلاً آفتاب کا کمال اسی مین ہے کہ تنہا موجود ہے اگر اوسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہوتا تو اوسکے حق مین نقصان ہوتا اور کسی کا اوس وقت یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہے اور وجود مین یگانہ خداے تعالے ہی کہ اوسکے ساتھ کوئی وجود سوا اوسکے نہین بلکہ وجود ماسوا کا اوسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہے بذات خود اوسکو قیام نہین خداے تعالے ہی کے وجود کے باعث قائم ہے اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ماسوا کا وجود خداے تعالے کے وجود کی معیت رکھتا ہے اسلیے کہ معیت یعنی ایک ساتھ ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونے سے کمال مین نقصان ہے کامل وہی ہے جسکا مثل رتبہ مین نہ پایا جاوے جیسے آفتاب کے تمام جہان مین چمکنے سے کچھہ اوسمین نقصان نہین بلکہ یہ داخل اوسکے کمال مین ہے بلکہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہے جو اوسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اوسکی کچھہ پروا نہ رکھے اسی طرح وجود اشیاء ماسوی اللہ کا سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی

آفتاب وجود حقیقی سے پرتوہ پاکر اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہین کوئی اوسکا سہیم و شریک نہین کہ اوس سے مستغنی ہو سہ وجودش آن فروزان آفتابست + کہ ذرہ ذرہ از وی نور یابست + حاصل یہ کہ معنے ربوبیت کے یہ ہین کہ یگانہ ہونا وجود مین یعنی کمال ہین اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہی کہ کمال کے ساتہ یگانہ مین ہی ہوجاؤن اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک انسان کے باطن مین وہ بات موجود ہے جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی سے کی تہی مگر یہ کہ اوسکی مجال نہین پاتا یعنے متفرد بالکمال ہونے کو جی چاہتا ہے مگر ہو نہین ہوسکتا اور واقع مین جیسا اوس بزرگ نے فرمایا ویسا ہی ہے اسلیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہے اور ربوبیت طبعًا محبوب ہے کیونکہ منسوب بانیت کیطرف ہے جسکا اشارہ آیۂ کریمہ قل الروح من امر ربی مین ہے لیکن از انجا کہ نفس منتہاے کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکی آرزو تب بہی کرتا رہتا ہے اور کمال کا متمنی اور محب اور اوس سے لذت یاب رہتا ہے اور سواے آرزوی کمال کے اور کوئی وجہ لذت کی نہین غرضکہ جو موجود ہے وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہے اور مرنے کو جس سے فناے ذات یا فناے صفات کمال ذات سے متصور ہے ناپسند کرتا ہے۔ اور اگر یگانہ ہونا وجود مین نہ فرض کیا جاوے تب کمال اس طرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسلیے کہ زیادہ تر کمال انسان تو اس مین ہے کہ دوسرے شخصون کا وجود اوس سے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو کہ سب پر غالب ہو اسوجہ سے سب پر غالب ہونا انسانکو طبعًا محبوب ہے کیونکہ اسمین بہی ایک وجہ کا کمال پایا جاتا ہے مگر یہ کہ غلبہ اشیاء پر جب ہوتا ہے جبکہ قدرت اون مین تاثیر اور تغیر کی اپنے ارادے سے حاصل ہو کہ جس طرح انکو چاہے اولٹ پہیر کر سکے تو انسانکو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزین اسکے ساتہ موجود ہین سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن از انجا کہ موجودات کی تین قسمین ہین ایک تو ایسی ہین کہ جن مین کسی طرح کا تغیر نہین ہوسکتا مثل ذات وصفات الہی کے اور ایک ایسی ہین کہ تغیر ہوسکتا ہے لیکن خلق کا تصرف اونپر نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور شیاطین اور پہاڑ اور سمندر اور جو چیزین اونکے نیچے ہین تیسری قسم ایسی چیزین ہین جو بندے کے تصرف سے متغیر ہوسکتی ہین جیسے زمین کے اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم مین آدمیون کے دل بہی ہین کہ قابل تاثیر اور تغیر کے مثل اجسام انسانون کے ہین پس جبکہ موجودات مین یہ تقسیم ہوئی کہ بعض مین تصرف انسانی کا دخل ہوا جیسے زمین کی اشیا اور بعض اسکے تصرف سے خارج ہوئے جیسے ذات الہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجہا کہ فلکیات پر

علم کی جہت مستولی ہونا چاہے اور اوسکے اسرار و دقائق کو جاننا چاہے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہے
اسلیے کہ شے معلوم جسپر علم محیط ہوتا ہے وہ گویا کہ علم مین داخل ہو جاتی ہے اور عالم اوس علم پر حاوی
ہونے سے گویا غالب کہلاتا ہے اسی بنا پر انسان نے اسبات کو پسند کیا کہ اللہ تعالے اور فرشتون
اور آسمانون اور ستارون کو جانے تمام عجائبات سماوی اور عجائب پہاڑون اور سمندرون کو
پہچانے کہ اسمین ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہے جو ایک شق کمال کی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ
کوئی شخص اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طریق صنعت ہی کا مشتاق بنے کہ کسی طرح اسکا طریق
ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر کسیکو شطرنج رکھنا نہ آتا ہو تو وہ اسی بات کا مشتاق ہو گا کہ اوسکی چالین ہی
معلوم ہو جاوین یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ شعبدہ یا جر ثقیل وغیرہ کی دیکھی اور جان لیا
کہ مجکو نہ آوے گی یا نہ بن پڑے گی مگر یہ چاہا کہ اسکی کیفیت معلوم ہو جاوے کہ کیسے ہوتی ہے تو اگرچہ
اس شخص کو اپنے عاجزی کا اوس صنعت سے رنج ہو گا لیکن اگر اوسکو علم کیفیت ہی ہو جاوے گا
تو کمال علم سے لذت پاوے گا۔ مگر یہی سر قسم جسپر انسان کے تصرف کو دخل ہے یعنے زمین کی اشیا تو انکو
طبعًا محبوب ہے کہ انپر تصرف و قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے سو کرے اور زمین کی اشیا
کی دو قسمین ہین ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے روپیہ اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزون مین
یہ بات محبوب ہے کہ جہان چاہے وہان رکھے جسکو چاہے دیوے جسکو چاہے نہ دیوے وغیرہ غرض انپر قدرت تصرف کا
خواہان ہوتا ہے اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہے اور کمال صفات ربوبیت سے ہے جو انسان کو طبعًا محبوب ہے اسی محبت سے
اموال کی محبت کرتا ہے گو کھانے اور پینے اور لباس و شہوات نفس کے لیے اونکا محتاج نہو اسی واسطے لوگون کو
بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہے کہ اونکے اجسام و اعضا پر تصرف و قدرت ہو جاوے گو جبرًا قہرًا ہی ہو اور دلکی
مالکیت بھی حاصل نہو کیونکہ دلون کی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہین ہوتی یہ ضرور نہین کہ لونڈی غلامون کے
دل بھی آقا کے کمال کے معتقد ہون الا قہر و جبر کا خیال البتہ دلمین رہتا ہے اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت
کرتے ہین اور یہی دبدبہ اور غلبہ اور قدرت حضرت انسان کو محبوب ہے۔ دوسری قسم آدمیون کے نفس اور اونکے
دل ہین کہ تمام روے زمین چیزون مین نفیس و اعلی ہین انسانکو یہ محبوب ہے کہ اونپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے
اس طرح کہ تمام قلوب مسخر ہو جاوین کہ اپنے ہی اشارہ اور ارادہ مین رہین اور وجہ اس امر کے محبوب ہونے کی یہ ہے
کہ اسمین کمال غلبہ متصور ہے اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے الا قلوب کی تسخیر بدون
محبت نہین ہوتی اور دلون مین محبت بدون اعتقاد کمال نہین آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی مین سے ہے
اور صفات الٰہی سب کے سب طبعًا انسان کو محبوب ہین کہ اون مین ربانی بات پائی جاتی ہے اور امر ربانی

انسانی مین بھی ہے اور وہ ایسی شی ہے کہ نہ موت سے فنا ہو نہ خاک اوسکو کھاوے کیونکہ وہی محل ایمان و معرفت ہے اور وہی دیدار خدا تک پونہچانے والی اور دیدار کی طرف سعی بھی اوسی سے ہوتی ہے پس ان بیان سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے دلون کا مسخر ہونا ہے اور جسکی تسخیر مین دل آجاتے ہین اوسکو اونپر استیلا و قدرت ہو جاتی ہے اور استیلا اور قدرت کمال مین داخل ہے جو کہ صفات ربوبیت سے ہے اسی وجہ سے دلکو کمال علم و قدرت طبعًا محبوب ہے اور مال و جاہ اسباب قدرت مین سے ہین پھر چونکہ معلومات اور مقدورات کی کچھ انتہا نہین تو جبتک کوئی چیز علم و قدرت سے خارج رہیگی جبتک شوق کو تسکین نہوگی اور نقصان بھی باقی رہے گا اسی لیے حدیث مذکورہ بالا مین وارد ہے کہ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ غرض کہ ہر ایک دل کا مطلوب کمال ہے اور کمال علم و قدرت سے ہوتا ہے اور اسکے درجات کا فرق زائد از شمار ہے پس ہر ایک انسان اوسی قدر خوشی اور لذت پاتا ہے جسقدر کہ اوسکو کمال ہو یہ وجہ ہے جس سے کہ علم و مال اور جاہ محبوب ہین اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ دوسری ہی چیز ہے وجہ اول یعنے ذریعہ قضاے شہوات ہونا مال و جاہ کا علیحدہ بات ہے اسلیے کہ شوق حصول علم و مال و جاہ باوجود شہوات کے ساقط ہونے کے بھی باقی رہتا ہے بلکہ انسان ایسے علوم سے محبت کرتا ہی جن مین لیاقت حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائب و مشکلات کے جاننے مین طبیعت ایسی مصروف ہوتی ہے کہ تمام اغراض و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ علم شی مین معلوم پر استیلا پایا جاتا ہے جو من وجہ کمال ہے اور صفات ربوبیت مین سے ہے جو طبعًا محبوب ہوتی ہین لیکن علم و قدرت کے کمال حاصل کرنے مین غلطی بھی واقع ہوتی ہے جسکا بیان بہت ضروری ہے

چھٹا بیان کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر - یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ بعد نہو سکنے کا فی الوجود کے کوئی کمال علم و قدرت کے کمال کے برابر نہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم و قدرت مین کمال وہمی سے ملا جلا ہے اور اسکو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ کمال علم کا سواے خداے تعالے کے اور کسیکو نہین اور اسکی تین وجہین ہین اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب معلومات پر محیط ہے اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے وتنا ہی خدا سے قریب ہوگا دوسری معلوم چیز کی اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل حقیقت کامل طور پر واضح ہے پس اگر کسی بندے کا علم بھی اسی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت کو جسطرح پر وہ ہین صدق و یقین و وضوح کے ساتھ مفصل جانے تو وہ بندہ اسقدر خداے تعالے سے قریب ہوگا تیسری علم کی پایداری و قیام کے باعث کہ ابد الآباد تک [illegible] خداے تعالی کا علم

ایسا قائم و باقی ہے کہ اوسمین مجال تغیر و تبدیل کی نہین ہے اگر بندے کے علم مین بھی تغیر و تبدیل واقع نہو تو وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا پھر معلومات کی دو قسمین ہین ایک تو متغیر ہونے والی اور ایک ازلی متغیرات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً اس جملہ کو جاننا کہ زید گھر مین ہے پس ہو سکتا ہے کہ زید گھر مین سے چلا جاوے اور علم اوسکے گھر مین ہونے کا موجود ہے اس صورت مین یہ علم جہل ہو جاوے گا اور باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال پس جن چیزون کے حالات مین انقلاب متصور ہے اگر اونکو کسی خاص حال پر اعتقاد کر لوگے تو اس امر کے درپے ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے بدل ڈالو اور علم کو جہل سے اسی مین داخل ہین تمام جہان کے متغیرات مثلاً کسی پہاڑ کے ارتفاع کو جاننا اور پیمایش زمین اور شمار شہرون کے اور فاصلہ اونکے درمیان کا اور دوسری چیزین جو مسالک اور ممالک کے بیان مین مذکور ہوتی ہین اسی طرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت بھی اصطلاح کا نام ہے جب مدت گذر جاتی ہے اور لوگ اور عادتین بدل جاتی ہین تو اصطلاحات مین تبدیل ہو جاتی غرضکہ یہ علوم ایسے ہین کہ انکے معلومات مثل پارہ کے ہین کہ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلتے رہتے ہین تو ایسے علوم مین کو صرف کمال ہے مگر ایسا کمال نہین جو دل مین باقی رہے دوسری قسم معلومات ازلی ہین مثلاً جائز ہونا ممکن اشیا کا یا واجب ہونا واجبات کا یا محال ہونا مستحیل چیزون کا یہ معلومات ازلی ہین کبھی نہین بدلتے مثلاً محال ہے کہ واجب کبھی ممکن ہو جاے یا ممکن چیز محال ہو یا محال واجب ہو جاوے یہ اقسام داخل ہین خدا کی معرفت مین اور جو اشیا کہ اوسکے لیے واجب ہین اور جو چیزین کہ اوسکے صفات مین محال ہین اور اوسکے افعال مین جائز ہین تو اسد تعالے اور اوسکے صفات اور افعال کا علم اور اوسکی حکمت کا جو آسمانون اور زمینون مین ہے اور جو ترتیب کہ اوسنے دنیا و آخرت مین رکھی ہے اور اونکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہے کہ جو اوس سے متصف ہوگا وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا اور یہ کمال نفس کے لیے بعد موت بھی رہے گا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنے کے بعد نور بنے گی يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا یعنے یہ معرفت ایسا راس المال ہو جاوے گی کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا مین معلوم نہوئی تھی وہ معلوم ہو جاوے گی جیسے کسی کے پاس ایک چراغ دھندلا سا ہو تو ہو سکتا ہے کہ اوس سے دوسرا چراغ روشن کرکے نور کو زیادہ خواہ کامل کرے اور جسکے پاس سرے سے چراغ ہی نہو اوسکو یہ بات حاصل نہین ہو سکتی اسی طرح جسکو اصل معرفت نہین اوسکو اس نور کی طمع نہین ہو سکتی وہ ایسا ہوگا کمن مثلہ فی الظلمات ليس بخارج منها بلکہ اوسکی تاریکی کی یہ مثال ہوگی كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن

فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اس سے معلوم ہوا کہ سعادت معرفت
معرفت الٰہی مین ہے اور دوسری چیزون کی معرفت کا حال یہ ہے کہ بعض مین تو کچھ فائدہ ہی نہین
جیسے شعر کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہین کہ اونسے معرفت الٰہی مین اعانت
ہوتی ہے جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر وفقہ وحدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر
قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوتی ہے اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے مضامین اور کیفیت عبادات
اور اعمال کی جنسے تزکیہ نفس ہوتا ہے معلوم ہوتی ہے اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت
حصول معرفت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ
جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پس یہ سب چیزین گویا کہ ذریعہ ہین واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے
ہرچند کمال خدا کی معرفت اور اوسکے صفات وافعال کی معرفت مین ہے مگر اوسی مین یہ بھی شامل ہے
کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سب اوسکے افعال ہین سے ہین پس جو شخص کہ
موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کرے گا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے افعال مین سے ہین اور اوسی کی
قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہین تو یہ جاننا بھی منجملہ معرفت الٰہی مین سے ہوگا۔ یہ حکم کمال علم کا
ہے جو ہمنے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ وریا کے نتھا الا چونکہ کلام کو پورا ذکر کرنا منظور ہے اس لیے
بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت پس بندے کو اوسمین کمال حقیقی نہین البتہ بندے کو علم حقیقی ہی قدرت
حقیقی نہین قدرت حقیقی صرف خداے تعالےٰ ہی کو ہے اور اشیامین جو اثر بندے کی قدرت وارادہ کا
ظاہر ہوتا ہے یہ بھی خداے تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے جیسا کہ ہمنے باب صبر وشکر اور باب توحید
وتوکل اور اور جگہون مین جلد چہارم سے ثابت کیا ہے خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی
باقی رہتا ہے اور اوسکو خدا تک پونہچاتا ہے بلکہ کمال قدرت مین ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہین جانتے
البتہ قوی کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہین مثلاً تندرستی اور ہاتہ مین قوت گرفت کا ہونا اور پاؤن مین
قوت رفتار کا ہونا اور حواس مین قوت ادراک کا ہونا یہ سب بیعہ اس بات کے ہین کہ کمال حقیقی علم کا
ان سے حاصل ہوسکے اور بعض اوقات ان قوی کے پورا ہونے کے واسطے حاجت مال وجاہ کی قدرت
کی ہوتی ہے تاکہ اوسکے سبب خورد ونوش ولباس ومسکن مل سکے اور ظاہر ہے کہ ان اشیا کے لیے ایک
مقدار معین ہے پس اگر مال کو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لیے صرف نہ کرے گا تو اوسمین یقیناً کچھ
خیر نہین صرف سردست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا ہوجاوے گی اور جو شخص اسی لذت کو کمال
جانتا ہے وہ جاہل ہے مگر تمام خلقت اسی جہالت کے دام مین گرفتار ہے لوگ یہی تصور کرتے ہین

قدرت سے اجسام پر قدرت و دبدبہ ہوئی اور اموال سے تونگری ہوئی اور لوگون کے دلون مین بباعث جاہ
کے اپنی عظمت ہوئی اسی کا نام کمال ہے جب یہ اعتقاد دلمین کر لیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہین
اور اوسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول ہو کر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب
قرب اسد ہے اور فرشتون سے قریب کرتا ہے اوس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم اور
حریت کا ہے کمال علم تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ معرفت الٰہی کا نام ہے اور حریت یعنی آزادی سے
غرض قید شہوات اور دنیا کے ترددات سے آزاد ہونے سے ہے جس مین فرشتون کی مشابہت پائی
جاتی ہے کہ اونکو نہ شہوت ڈگا سکتی ہے نہ غضب دیوانہ کر سکتا ہے غرض کہ دور کرنا آثار شہوت و
غضب کا نفس سے وہ کمال ہے جو صفات ملائکہ مین داخل ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی سی صفت کمالی خداوند
پاک کی متغیر ہو سکے یا اوسپر کوئی شی اثر کر سکے پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی
اسد سے قریب ہوگا اور فرشتون سے مشابہ اور خدای تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال
کمال علم و قدرت سے علیحدہ شے ہے اور ہمنے اسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا
مآل نقصان کے نہونے کیطرف رجوع کرتا ہے اسلیے کہ بدلجانا بھی ایک نقصان ہے کیونکہ تغیر اوسی کو کہتے ہین
کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہے اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی نقصان ہی اور جو صفات
کمالی ذات کی ہین اونکے لیے بھی نقصان ہے بایں لحاظ اب اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اونکی نافرمانی
کرنے کو جداگانہ کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اول کمال علم دوم کمال حریت یعنی شہوات کا غلام
نہونا اور اسباب دنیوی کا پہچاننا سوم کمال قدرت۔ اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کی حاصل
کرنے کا طریق تو مل سکتا ہے مگر تیسری قسم کمال قدرت کے حاصل کرنے کا طریق نہین مل سکتا
کہ یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اس لیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب ابدان کی تسخیر سے
ہوتی ہے موت پر جاتی رہتی ہے اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی اور
اور وسیلۂ قرب الٰہی ہوتی ہین۔ مقام غور ہے کہ جاہل کسطرح اندھے ہو کر معاملہ بالعکس کرتے ہین
کہ مال و جاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شی ہے اور کسی طرح اوسکو بقا نہین اور کمال
علم و کمال حریت سے بالکل منہ پھیر لیا ہے اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہو جاوین تو ابد الآباد
متمتع ہون یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ان لوگون نے اسد تعالے کا یہ ارشاد نہ سمجھا
کہ فرماتا ہے الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

ثواباً وخیر املاً باقیات صالحات علم وحریت ہیں کہ نفس میں ہمیشہ کو رہتی ہے اور مال وجاہ تو چند روز کے
بعد فنا ہو جاوینگے انکی مثال اس آیت میں مذکور ہے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ
السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰۤی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ
زُخْرُفَہَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَہْلُہَآ اَنَّہُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْہَآ اَتٰہَآ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَہَارًا فَجَعَلْنٰہَا
حَصِیْدًا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ اور دوسری جگہ ارشاد
فرمایا وَاضْرِبْ لَہُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ
فَاَصْبَحَ ہَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا اور جو چیزیں کہ موت کے چھوڑ کے سے
فنا ہو جاتی ہیں وہ زندگی کے مزے ہیں اور جنپر موت کا صدمہ نہیں ہوتا اور اوس سے فنا نہیں ہوتی
وہ باقیات صالحات ہیں اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال و جاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور
بے اصل ہے جو کوئی اسکی طلب میں اپنی عمر ضائع کرے اور اسیکو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہے
کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے ع مال جنہوں نے جمع کیا وہ ہاتھ پسارے جاتے ہیں * یعنی مال اسلیے
جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہیں۔ ہان جو شخص انکو بقدر
ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہون حاصل کرے گا وہ چین سے رہے گا خدا
تعالیٰ ہمکو بھی ایسی ہی توفیق و ہدایت عنایت کرے *

ساتوان بیان اس امر میں کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہے اور کونسی بری۔ جب یہ معلوم ہو چکا
کہ جاہ کے معنے دلون کی ملکیت اور اونپر قدرت ہونے کے ہیں تو جاننا چاہیے کہ اوسکا حکم بھی ملکیت
اموال کا سا ہے اسلیے کہ جاہ بھی ایک غرض دنیاوی اغراض میں سے ہے موت پر منقطع ہو جاتا ہے
اور از انجا کہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ وارد ہے تو جو چیز دنیا میں پیدا ہوئی ہے اوس سے زاد آخرت
حاصل کرنا ممکن ہے پس جسطرح تھوڑا مال خورد و نوش ولباس کے لیے ضروری ہے اسی طرح تھوڑا سا
جاہ بھی خلق کے ساتھ بسر اوقات کے لیے ضروری ہے اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہے اور جائز ہی کہ بمقدار
ضرورت کو اوس سے خواہ اوس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسی طرح حاجت ایک خادم
کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو بدون
کی شرارت و ظلم سے بچاوے ضروری ہے پس اس بات کو محبوب جاننا سالک کا کہ خادم کے دل میں میری
ایسی وقعت ہو کہ وہ خدمتگذاری کیے جاوے یا رفیق کے دل میں ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نرہے
یا استاد کے دل میں ایسی جگہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم کے دل میں ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت

دفع پر آمادہ ہو جاوے یہ مذموم نہین اس لیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہے دونون مین کچھ
فرق نہین — ہان تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ خود مال و رجاہ کو محبوب نجانے بلکہ اونکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا
کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضاے حاجت کی جہت سے اوس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو
کہ اگر مجھے حاجت براز کی نرہے تو اس پاخانے سے بھی کچھ سروکار نرہے پس ایسا شخص واقع مین پاخانے
سے محبت رکھنے والا نہ گنا جاویگا بلکہ جو شی محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہے وہان محبت صرف مقصود اصلی ہی سے ہوتی ہے ذریعہ سے صرف
ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہے فقط اب اسکو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہین مثلاً ایک شخص اپنی
منکوحہ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وقت ضرورت اوس سے صحبت کرتا ہے جس طرح پاخانے کو
قضاے حاجت کے لیے اچھا سمجھتا ہے اور اگر اسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق
دیدے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نجاتا اور بعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہے اور اوسکی
اوسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہے یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہو تا ہم اوسکو نکاح سے باہر کرنا
نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم اصل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و
مال کا حال ہے کہ اگر انکے ساتھ اس وجہ سے محبت ہو کہ انسے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھ
برائی نہین اور اگر خود انھین سے محبت ہے اس سے کچھ غرض نہین کہ یہ ذریعہ اغراض ہین
یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلاً محبوب جانے تو مذموم ہے لیکن ایسا شخص جو خود مال و جاہ سے
محبت رکھتا ہے فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو
یا مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا اونکے حصول
کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال و جاہ پیدا کرنا بھی گناہ اور حرام ہے
اور ریا اسی کا بھی وہی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا - اب باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق و استاد
و حاکم کے دلون مین جگہ کرنے کی کوئی حد مقرر ہے یا جس قدر چاہے اوس قدر کا اونکو معتقد کرلے
تو اوسکی تشریح یہ ہے کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہے دو صورتین تو مباح ہین اور
ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اونکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلاً
اونکو اسبات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہے
اسلیے کہ دروغ اور دھوکا دینا ہے خواہ قول مین یا معاملہ مین — اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہے
کہ جس صفت کے ساتھ متصف ہو وہی سبب کا خواہان ہو مثلاً حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے
حاکم مصر سے فرمایا تھا اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ آپ حاکم کے دل مین اسبات کے

خواہان ہوئے کہ مین حفیظ و علیم ہون اور ایسے شخص کی اوسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپکا درست اور
صادق تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھنا کہ جسسے دوسرے کی نظر مین
نہ گرجاوے یہ بھی مباح ہے کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہے پردہ دری اور بری بات کو علانیہ کہنا جائز نہین
علاوہ ازین اسمین کچھ دھوکا دینا نہین بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھ فائدہ نہو اوسکی اطلاع نکرنی ہے
مثلاً ایک شخص شراب خوار ہے مگر حاکم سے نہین کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہے کہ مین
پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگار ظاہر کریگا تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شرابخواری کا
اقرار نکرنے سے یہ ضرور نہین کہ حاکم اسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرلے بلکہ اتنا ہے کہ اوسکو اسکی شرابخواری کا
علم نہوگا۔ اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہے کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ خوب معتقد
ہوجاوے اسلیے کہ یہ سراسر ریا اور فریب ہی ہے کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص و خشوع خدا
کے ساتھ رکھتے ہین حالانکہ انکا فعل محض ریا ہے پس اس طور سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہے اور اسی طرح مال کا
پیدا کرنا بھی ناجائز ہے دونون مین کچھ فرق نہین اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے مفت یا کسی
چیز کے عوض مین لے لینا ناجائز ہے اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہے
کیونکہ دلون کی ملکیت بہ نسبت مال کی ملکیت کے بڑھکر ہے

آٹھوان بیان اسباب مین کہ نفس کو اپنی مدح و ثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہے اور ہجو سے نفرت اور بغض کس وجہ سے

جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہے اوسکے
چار سبب ہین۔ سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہے یہ ہے کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہے
کہ مین صاحب کمال ہون اور چونکہ حسب مذکورہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہے تو جب نفس کو اپنی کمال کی
واقفیت ہوتی ہے خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہے اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہوہی
جاتا ہے اسلیے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہوتا ہی یا مشکوک
اگر وصف مذکور ظاہر اور محسوس ہے تب تو لذت کم ہوتی ہے جیسے کسی کی تعریف مین کہین کہ قد کا اونچا
اور رنگ کا سفید ہے تو ہرچند یہ ایک طرح کا کمال ہے مگر نفس اس سے غافل رہتا ہے اسی جہت سے اوسکی
چندان لذت بھی نہین مگر دوسرے کے جتانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ لذت حاصل ہوتی ہے
اور اگر وصف مذکور ایسی چیزون مین سے ہو جن مین شک کو مجال ہے تو اوس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے
مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کرنی کہ یہ اوصاف ایسے ہین کہ آدمی کو اکثر
انمین شک ہوتا ہے کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہے یا نہین اور اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ کسی طرح

یہ شک مٹ جاوے اور یقینا معلوم ہو جاوے کہ میں اس وصف میں بے نظیر ہون تاکہ اطمینان ہو اور پھر اوس
وصف کے حاصل کرنے کی مشقت نکرنی پڑے پس جبکہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ میں وہ کمال سنتا ہے
تو دل کو تسکین ہوتی ہے اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہے اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور سب سے
زیادہ تر لذت اس سبب سے اوسوقت ہوتی ہے جب مدح وثنا کوئی ایسا شخص کرے جو ہر طرح کے صفات سے
واقف ہو اور کلام بھی بے تحقیق اور بیہودہ نکہتا ہو مثلاً کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی اور
دانا اور فاضل ہو تو اس سے شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بیہودہ اور لغو گو ہر طرح کی ثنا
کرے تو لذت کم ہوتی ہے اور ہجو اور مذمت کے برا معلوم ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ نفس کو اپنے
نقصان کا شعور ہوتا ہے اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہے اور کمال محبوب ہوتا ہے تو بالضرور نقصان
برا معلوم ہوگا اور جب اسپر اطلاع ہوگی جبھی رنج معلوم ہوگا خصوصاً اوسوقت کہ کوئی دانا بینا معتمد آدمی
مذمت کرے جیسا کہ مدح میں بیان ہوا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا
دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہے اور دل کی ملکیت ہر صورت آدمی کو پسند ہے جب یہ معلوم ہوگا
کہ مادح میرا معتقد اور اوسکا دل میری مشیت کے تابع ہے تبھی لذت حاصل ہوگی خصوصاً جبکہ ایسا شخص
تعریف کرے کہ جسکو قدرت زیادہ اور اوسکے دل کے مسخر ہونے سے کام زیادہ نکلے تو اوس بھی زیادہ خوشی
اور لذت ہوگی مثلاً حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے اور یہ لذت کم ہوتی ہے اگر کوئی ایسا شخص تعریف
کرے جو بیقدر ہو اسلیے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہے ایک حقیر چیز ملکیت میں آئی اور
ایسے کی تعریف ممدوح میں قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہے اور اسی وجہ سے ہجو کو بھی برا جانتا ہے اور
دل پر صدمہ ہوتا ہے اور جب کوئی اکابر مین سے ہجو کرتا ہے تو اور زیادہ رنج ہوتا ہے کہ اس صورت مین
بڑا مطلب فوت ہوتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ کسی اور کا
دل بھی اپنا معتقد ہو جاوے خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکے قول پر سب ملتفت ہون اور
اوسکا اعتبار کرتے ہون مگر اسمین یہ شرط ہے کہ تعریف لوگون کے سامنے ہو پس جسقدر جمعیت زیادہ
ہوگی اور تعریف کرنے والا لائق التفات زیادہ ہوگا مثلاً میر مجلس یا حاکم ثنا کرے گا تو تعریف نہایت
لذیذ معلوم ہوگی اور برائی اوسکی جبکہ نہایت شاق گذرے گی۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اوسکی ثنا مین رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ بخوشی دل
یا بزور دباو۔ اپنا دباو بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسمین ایک طرح کا غلبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ
مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اوسکے مضطر سے ایک طرح کا غلبہ اور قدرت

ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو اس تعریف سے لذت ہوتی ہے کہ تعریف کرنے والا
دل مین اون اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد نہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر مادح
قوی اور تواضع سے منکر ہوگا اوسی قدر اوسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی۔ اب اگر چارون
اسباب ایک ہی تعریف کرنے والے کی تعریف مین جمع ہوجاوین تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی
لذت ہوگی اور اگر مختلف ہون تو اوسی قدر لذت بھی کم ہوگی۔ پہلا سبب یعنی اپنے کمال سے واقف ہونا
یہ تو اسطرح دفع ہو سکتا ہے کہ ممدوح یہ جان لے کہ مادح اس قول مین سچا نہین مثلاً کسی شخص نے کسی کی
تعریف کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم خدا و پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھ مین ان باتون
مین سے کوئی بھی نہین تو وہ لذت جو نفس کو کامل جاننے سے ہوتی وہ جاتی رہے گی اور باقی سببون
کی لذتین باقی رہین گی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف اوپر کے دل سے کہتا ہے اور اپنے قول کا معتقد
نہین اور مین اس صفت سے خالی ہون تو دوسری سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت ہوتی وہ
بھی نہوگی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہے وہ بطریق اولےٰ نہوگی صرف
چوتھی وجہ کی لذت یعنی بباعث حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح و ثنا مین سو اسکا علاج یہ ہی
کہ یون سمجھے کہ تعریف کرنے والا میرے خوف سے ثنا نہین کرتا بلکہ مجھکو بناتا ہے اور یہ تصور ایسا ہی کہ
اسکے بعد کوئی لذت باقی نہین رہتی اسلیے کہ کوئی سبب لذت کا نہین رہتا۔ یہ بیان منشاء نفس کے
خوش ہونے اور لذت پانے کا مدح سے اور رصد مہ اوٹھانے کا مذمت سے ہے اور ہم نے اسکو
اسلیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہوجاوے کیونکہ جس
چیز کا سبب نہین معلوم ہوتا اوسکا علاج ممکن نہین اسلیے کہ علاج اسکا نام ہے کہ مرض کی سبب باطل کیجاوے
تیسرا بیان محبت جاہ کے علاج مین۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دلپر محبت جاہ چھا جاتی ہے وہ بتمام
ہمت اسی بات مین مصروف رہتا ہے کہ خلق کی مراعات کیجیے اونسے دوستی پیدا ہو انھین کی نماز
مقصود ہو اپنے افعال و اقوال و اعمال مین ہمیشہ اسبات کا خیال رکھتا ہے کہ جس سے خلق مین میرا قدر بڑھے
اور درواقع مین یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہے ہوتے ہوتے عبادات مین سستی آنے لگتی ہے اور ریا کو
دخل ہوتا ہے اور دلون کے راغب کرنے کے لیے منہیات مین مبتلا ہوجاتا ہے اسی لحاظ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور اونسے دین کے جاتے رہنے کو دو بھیڑیون
نقصان کرنے والون سے مشابہت دی جیسا کہ اوپر گذرا اور نیز فرمایا کہ حُبُّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ
يُنْبِتُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اسلیے کہ نفاق اسی کا نام ہے کہ ظاہر آدمی قول اور فعل مین

حدیث شرف اور مال کی محبت نفاق ایسا اوگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اوگاتا ہے [illegible]

اوسکے باطن کے مخالف ہو پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان ہے وہ ضرور اون سے بنفاق پیش آوے گا اور وہ جاہ عمدہ خصلتین اونکے سامنے ظاہر کرے گا حالانکہ وہ اونسے خالی اسی کا نام نفاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہے اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہے اور اسکا دور کرنا دل سے بس لازم کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ دل کی سرشت مین داخل ہے جیسا کہ مال کی محبت امر جبلی ہے سو پس محبت جاہ کا علاج مرکب ہے دو باتون سے علم اور عمل سے علمی علاج تو یہ ہے کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہے اوسکو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہے کہ لوگون کے اجسام اور قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہو جاوے تو انتہا اسکی موت ہے یہ بات باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ ایک شخص کو سجدہ کرنے لگین اور پچاس برس تک تمام روے زمین کے لوگ اوسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی نہ سجدہ کرنے والے رہین گے نہ وہ خود رہے گا بلکہ اوسکا حال ایسا ہی ہوگا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ لوگ زمین کے پیوند ہو گئے اور اونکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے بیٹھے تھے وہ بھی فنا ہو گئے تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جس مین حیات ابدی ہے اور کبھی منقطع نہین چھوڑ دیا جاوے اور جس شخص نے کہ کمال حقیقی اور دہمی کو سمجھ لیا اوسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہو جاتا ہے مگر اسکے لیے اوسی شخص کی بینائی کام کرتی ہے جو آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہے اور دنیا کو حقیر سمجھتا ہے اور موت کو جانتا ہے کہ گویا آ چکی اور اوسکا حال مثل حال حضرت حسن بصری کے ہوتا ہے کہ اونھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے کہ موت نے گویا آخر کو یہ لکھ دیا ہے کہ تم مر گئے مقام تامل ہے کہ اونھون نے کیسے زمانۂ آئندہ کو ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا تھا کہ اونھون نے اس خط کا جواب یہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے ان لوگون کا التفات آخرت ہی پر تھا اور ہر بات کا یقین کہ آخرت تقوی والون ہی کو ملے گی اسی سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون مین بینائی ضعیف ہے اونکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہے انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور فرمایا كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْاٰخِرَةَ پس جسکا یہ حال ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت جاہ سے کرے یعنے اوسکے آفات دنیاوی یاد کرے اور جو خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین اونکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ محسود ہوتا ہے

اور لوگ اوسکی ایذا کے خواہان رہتے ہین اور اوسکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہے کہ کہین مرتبہ لوگون کے دل سے گر نجاوے اور دلون کا حال بدلنے مین ہنڈیا کے اوبال سے بھی سخت ہے کبھی کسی کی طرف ہوتے ہین کبھی اوس سے پھر جاتے ہین پس جو شخص لوگون کے دلپر اعتماد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کی موج پر نیو رکھتا ہے اسلیے کہ جیسے اسکو قیام نہین ایسے ہی اوسکو بھی تو لوگون کے دلون کی رعایت مین لگا رہنا اور اپنے جاہ کی حفاظت کرنی اور حاسدین کے مکر اور دشمنون کی ایذا کو دور کرنا یہ سب آفتین ناوی ہین کہ جنسے لذت جاہ کی مکدر رہتی ہے سو دنیا ہی مین جسقدر اس سے آدمی توقع رکھتا ہے اوس سے زیادہ تردد ات ہوتے ہین پھر آخرت کا فائدہ جو مقصود ہوتا ہے اوسکا تو کچھ ذکر ہی نہین — یہ علاج اوس شخص کے لیے ہے جسکی نظر ضعیف ہے اور جو قوی بینائی رکھتے ہین اور ایمان زبردست اونکو حاصل ہے تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات ہی نہین کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ ایسے کام کرے جن سے مستحق ملامت ہو اور لوگون کے دل سے اوتر جاوے اور اونکی نظرون سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے مین جو مزا پاتا تھا وہ اس سے چھوٹ جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک برا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف خدا تعالے کے قبول پر قناعت میسر ہو اور یہ طریق فرقہ ملامتیہ کا ہے کہ ارتکاب معاصی اور بُری باتون کا یہان تک کرتے ہین کہ لوگون کی نظرون سے ساقط ہو جاوین اور آفت جاہ سے نجات پاوین مگر یہ صورت ایسے شخص کے لیے جائز نہین جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اوسکے حرکات بد سے مسلمانون کے دلون مین دین کی سستی آتی ہے اور جو شخص کہ مقتدا نہین اوسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہین بلکہ یہ چاہیے کہ مباحات مین سے ایسے افعال کرے کہ جنسے اوسکی قدر لوگون مین گھٹ جاوے مثلا روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے کسی زاہد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد نے سنا کہ بادشاہ قریب پونہچا اپنا کھانا اور ساگ منگایا اور بھوکون کیطرح بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے جب بادشاہ نے اوسکو کھاتے دیکھا اوسکے دل سے اوتر گیا اور وہان سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالے کا شکر ہے جسنے تجکو مجھسے ہٹا دیا۔ اور بعض شخصون نے شربت ایسے رنگین پیالون مین پیا ہے کہ دیکھنے والون کو گمان ہو کہ یہ شخص شراب پیتا ہے۔ اور اوس سے کنارہ کش ہین ہر چند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہے کہ ایسا کرنا جائز نہین مگر ہر ایک اپنے نفسون کا علاج ایسی باتون سے کرتے ہین کہ فقیہ فتوی اوسکے جواز کا نہین دیتا مگر وہ لوگ اپنے قلب کی اصلاح سوا اوسکے اور کسی چیز مین نہین پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہین پھر اپنے اس افراط و تفریط کا تدارک کر لیتے ہین جیسے کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ زہد مین معروف ہو گئے اور لوگون نے اونکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا تو وہ ایک روز حمام مین گئے اور ایک دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور رستہ مین کھڑے ہو گئے

یہان تک کہ لوگون نے پکڑے پہچان لیے اور زد وکوب کے بعد وہ کپڑے ہٹا لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص حیچ ہے اور پھر اوسکے پاس نہ گئے۔ اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہے اور ایسی جگہہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نجانتا ہو اس لیے کہ اگر گھر مین بیٹھہ رہیگا اور جس شہر مین مشہور ہے اوس مین رہیگا تو اسکی گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور رتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہے کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان کرلے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہو سکتا ہے کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اوسکا مقصود قرار واقعی مل گیا تو اوسکو اطمینان ہو گیا اوس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہے حالانکہ اگر لوگ معتقد نرہین اور اوسکو برا کہین یا کسی امر نامناسب کو اوسکی طرف منسوب کرین تو اوسی وقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہے کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی عذر سے یہ غبار لوگون کے دل سے دور ہونا چاہیے اور اسکے لیے کچھہ مکر و فریب اور جھوٹ کا محتاج ہو اور اسکی پروا نکرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ یہ ابھی تک جاہ و منزلت کا خواہان ہے اور جو شخص جاہ و منزلت کو محبوب جانتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہے بلکہ اوس سے بھی برا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت زیادہ ہے اور جب آدمی کو لوگون سے طمع رہیگی تب تک ممکن نہین کہ یہ نچاہے کہ میری منزلت لوگون کے دل مین ہو جاوے۔ ہان اگر اپنی کمائی سے یا اور طرح بہ مقدار بسلر اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دیگا تو البتہ تمام لوگ اوسکے نزدیک نکمے معلوم ہونگے اور یہ بات کی پروا نہوگی کہ ان لوگون کے دلون مین میری جگہہ ہے یا نہین جیسے اون لوگون کے دلون مین جگہہ نہونے کی پروا نہین ہوتی جو اس سے نہایت مشرق یا مغرب مین ہتے ہین نہ اونکو دیکھتا ہی اور نہ اون سے طمع رکھتا ہے بہر حال لوگون سے طمع جبھی منقطع ہوتی ہے جب آدمی قانع ہو۔ جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہیگا اور جو بے پروا رہیگا اوسکا دل لوگون مین مشغول نرہیگا اور نہ اونکے دلون مین اپنی جگہہ ہونیکا کچھہ اوسکے نزدیک وزن ہوگا۔ اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہو سکتا اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اون سے استعانت مین اعانت لی مثلاً یہ قول مشہور ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا يَخْلُو مِنْ ذِلَّةٍ اَوْ قِلَّةٍ اَوْ عِلَّةٍ یعنے ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھیے کہ انھون نے ذلت ہی کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوئے

دسوان بیان مدح کی محبت کے علاج مین۔ واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اونکو خوف لوگون کے برا کہنے کا اور محبت اونکی تعریف کی ہوتی ہے اسی وجہ سے ایسے لوگون کے تمام حرکات مین

یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ کسی طرح سے لوگون کی مرضی کے موافق ہون تاکہ سب لوگ اچھا کہین مگر خوف اونکی مذمت کا نہ ہے اور یہ امر مہلکات مین سے ہے اس بنا پر اوسکا علاج واجب ہے اور طریق اوسکے علاج کا یہ ہے کہ جن باعثون سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہے اونکو دیکھنا چاہیے مثلاً سبب اول یہ ہے کہ مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہوتا ہے تو اوسمین ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کیطرف رجوع کرے اور دل مین سوچے کہ جس صفت سے اوسنے میری تعریف کی ہے اوس سے مین متصف ہون یا نہین اگر متصف ہون تو وہ صفت قابل خوشی ہے جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہین مثل ثروت و جاہ اور اسباب دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی مین سے ہو تو اوسپر خوشی کرنی ایسی ہے جیسے زمین کی گھاس پر کہ تھوڑے دنون مین ہوا مین ماری ماری پھرے گی اس طرح کی خوشی قلت عقل سے ہوتی ہے عاقل شخص کا قول یہ ہے ؎ شدت غم مین سمجھتا ہون خوشی ایسی کہ جلد + انتقال اوس سے ضروری ہے بہر صورت سا سمجھے + پس انسان کو نہین چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اسلیے کہ یہ خوشی مادح کی تعریف کرنے کی تو ہے نہین بلکہ اوس شے کے اپنے پاس ہونے کی ہے اور وہ چیز کچھ مدح کے سبب نہین آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے۔ اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے علم و زہد تب بھی خوش نہونا چاہیے اس لیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہین علم و زہد البتہ خدا سے نزدیک کر دیتے ہین مگر خطرہ خاتمہ کا لگا ہوا ہے اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے برا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی نہ پھٹکے گی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا مقام ہے خوشی کی جگہ نہین۔ پھر اگر علم و زہد سے اس لیے خوش ہوتا ہے کہ توقع حسن خاتمہ کی ہو گئی تو چاہیے کہ اس طرح خوش ہو کہ خداے تعالے نے اپنا بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقوی عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہین جس کمال کے واقف ہونے سے یہ خوش ہوتا ہے وہ اللہ تعالے کے فضل سے اس مین پایا جاتا ہے مدح کے باعث نہین پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہے مدح سے کوئی فضیلت نہین بڑھ جاتی۔ اور اگر صفت ایسی ہے جو ممدوح مین نہین پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کہے کہ واہ آپ کے پیٹ کا مواد کتنا معطر ہے اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہین تو مہک پر مہک خوشبو کی اوٹھتی ہے حالانکہ اوسکو معلوم ہے کہ میرے پیٹ مین نجاست ہے اور اوسمین نہایت بدبو ہوا کرتی ہے اور باوجود اسکے شخص اول کی تعریف سے خوش تو بجز جنون و جہل کے اور کیا تصور کیا جاوے گا اسی طرح جب ممدوح کو کسی مادح نے تعریف کیا اور اوس مین وہ صفات نہین اور باوجود اسکے خوش ہوا تو یہ خوشی بھی ایسی ہی

خوشی ہونی چاہیے جیسا مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر سچ کہتا ہے تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے
اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت میں اوسکی مدح پر خوش ہونا نہ چاہیے دوسرا سبب مدح پر خوشی کا
یہ ہوتا ہے کہ اوس سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہے اور اسی سے اور دل بھی
مسخر ہونگے اسکا مآل وہی محبت جاہ کا مآل ہے جسکا علاج اوپر گذرا یعنے لوگوں سے طمع قطع کرکے خدا
تعالے کے نزدیک منزلت کا خواہان ہو اور جانے کہ لوگوں کے دلوں میں منزلت کا خواہان ہونا اور اوسپر
خوش ہونا خدا تعالے کے نزدیک رتبہ کم کرتا ہے پس خوشی کا کیا مقام ہے تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہے
کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت عارضی ہے کہ جسکو کچھہ قیام نہیں اور نہ قابل خوشی کے ہے
بلکہ مدح پر غم کرنا اور اوسکو برا سمجھنا اور اوسکے باعث غصہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ تعریف کی آفتیں ممدوح پر
بہت بڑی ہیں جیسا کہ باب آفات زبان میں مذکور ہوئیں - بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص مدح سے خوش
ہوتا ہے تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہے - اور بعض کا قول ہے کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا
آدمی ہے اور یہ قول تجکو بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہے اچھا معلوم ہو تو سمجھ لے کہ تو برا شخص ہے
اور بعض احادیث میں روایت ہے کہ اگر وہ صحیح ہے تو کمر توڑتی ہے یعنے ایک شخص نے حضور جناب سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص موجود ہوتا اور جو تو کہتا ہے اوسپر
راضی ہوتا اور اسی حال میں مرتا تو دوزخی ہوتا - اور ایک بار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو
تو نے اپنے ممدوح کی کمر توڑ دی وہ قیامت تک فلاح نپاویگا - اور ایک روایت میں ہے کہ لا تمادحوا
وَاِذَا رَاَیْتُمُ الْمَادِحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ اسی وجہ سے صحابہ رض مدح سے بہت خوف
کیا کرتے تھے اور اوسکے فتنہ سے اور اوسکے باعث جو دلپر سرور عظیم ہوتا ہے اوس سے بہت ڈرتے تھے
کہ بعض خلفاے راشدین رض نے کسی شخص سے کچھہ پوچھا اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ مجھسے بہتر اور
عالم تر ہیں آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تجکو یہ نہیں کہا تھا کہ مجکو پاک و صاف بتلانا - اور بعض
صحابہ رض کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ جبتک آپ ان لوگوں میں زندہ ہیں جبتک لوگوں میں خیر ہوگی
آپ نے غصہ ہوکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو عراق کا رہنے والا ہے یعنے ہم لوگوں کی عادت ناواقفی کی ہے
اور بعض صحابہ رض نے اپنی تعریف سنکر فرمایا کہ الہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہے
میں تجکو گواہ کرتا ہوں کہ میں اوس سے ناراض ہوں ان لوگوں نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی
کہ ایسا نہو کہ اس خوشی سے خدا تعالے ناراض ہو جاوے اور چونکہ اونکے دل اس بات میں مصروف تھے
کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے اونکو لوگوں کی تعریف بری معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ حقیقت میں

اچھا وہی ہے جو خدائے تعالے سے قریب ہوا اور مذموم وہ ہے جو خدا سے دور ہو کر بدون کے ساتھ دوزخ مین پڑے گا پس ممدوح دنیاوی اگر خدا کے نزدیک دوزخی ہے تو غیر کی مدح سے اوسکا خوش ہونا کمال جہالت ہے اور اگر اہل جنت سے ہے تب بھی خدا کے فضل کی فرحت چاہیے اسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق و موت قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے تو اسکی توجہ خلق کی مدح و ذم کی طرف نرہیگی اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جائے گی اور ایسے امور مین مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین

اور اللہ تعالے کے ہاتہ توفیق ثواب ہے

گیارھوان بیان

مذمت کی نفرت کے علاج مین — پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت مدح کے سبب کی ضد ہے تو اوسکا علاج بھی اسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہے اور اسکا بیان مختصر یہ ہے کہ جو شخص مثلاً ہمکو برا کہتا ہے تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہے مگر صرف براہ خیر خواہی اور نصیحت کے برا کہتا ہے یا سچا ہے لیکن اوسکا قصد محض ایذا دہی اور رنج پونہچانا ہے یا جو بات اوسنے کہی ہے اوس مین جھوٹا ہے اگر اپنے قول مین سچا ہے اور براہ نصیحت برا کہتا ہے تو تمکو اوسپر غصہ کرنا اور اوس سے بہین وجہ کینہ رکھنا اور برا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اوسکے کہنے کی بموجب اوسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمھارے عیب بتلاتا ہے وہ گویا ہلاک ہونے کے مقام بتلاتا ہے کہ تم اون سے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہو کر اگر ہو سکے تو جو صفت برائی کی تم مین ہے اوسکے دور کرنے کی تجویز کرنی چاہیے اور اس برا کہنے کی عوض مین مُنہ چڑھانا اور ناصح کو برا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہے اور اگر اوسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اوسکے قول سے نفع ہی ہوا کہ اوسنے تمھارے وہ عیب سوجھا دیے جو تم نجانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلا دیے جن سے تم غافل تھے یا اگر تم اونکو اچھا سمجھتے تھے تو اسوجہ سے تمھاری نظرون مین اونکو برا ثابت کر دیا تاکہ تمکو اونکے دور کرنے کی حرص ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب مذمت سننے سے اسباب سعادت ہاتہ لگے تو تم کو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ تمھارا قصد کسی بادشاہ کی ملازمت کا ہے اور تمھارے کپڑون مین غلیظ لگا ہوا ہے جسکا علم تمکو نہین اگر اسی طرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو تعجب نہین کہ گردن ماری جاؤ کیونکہ اوسکی مجلس آلودہ کرو گے ایسے حال مین اگر کوئی تم سے کہے کہ میان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپ کو پاک و صاف کرو تو تم کو چاہیے کہ اس کہنے سے خوش ہو کیونکہ اوسکے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی — اسی طرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کے مہلک ہین اور اونکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہے پس اونکے قول کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور

دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہے تو وہ اپنے دین کی خرابی کرتا ہے مگر تمھارے حق مین اوسکا قول نعمت ہے تو تمکو اوسپر غصہ کی کیا وجہ ہے جسکے قول سے تمکو تو نفع ہوا اور اوسکو ضرر پونہچے صورت تیسری یہ ہے کہ اوسکا قول تمھارے حق مین افترائے محض ہے یعنے جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہے تم اوس سے خدا کے نزدیک برے ہو تو اس حال مین بھی برا ماننا نچاہیے اور نہ اس کہنے والے کو برا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کا فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اوس جیسے عیب اور رہون گے تو خدائے تعالے کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اون عیبون کی اطلاع نہوی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹل گیا جس سے بری ہو دوسرے یہ کہ اوسکا قول تمھارے باقی عیوب کا کفارہ ہے تو گویا اوسنے گو ایک گناہ تمھارے ذمہ لگایا مگر اورون سے پاک کردیا جن مین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمھاری غیبت کرتا ہے وہ اپنی نیکیان تمھاری واسطے ہدیہ دیتا ہے اور جو مدح کرتا ہے وہ تمھاری کمر توڑتا ہے تو یہ کیا بات ہے کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ نیکیان آنے سے تو قرب الی اللہ میسر ہے جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اوس بیچارے نے اپنے دین کی خرابی کی کہ خدائے تعالے کی نظرون سے گر گیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کردیا اور مستحق عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تمکو اوسپر غصہ نچاہیے اور اوسکو بددعا نچاہیے کہ خدایا اوسکو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اوسکو صلاحیت دے اور اوسپر رحم کر اور اوسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ اُحد مین جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے اور سر مبارک کو مجروح کیا اور آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضکو شہید کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے الٰہی میری قوم کو ہدایت اسلیے کہ یہ نہین جانتے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے ایک شخص کے لیے دعائے خیر کی جس نے اونکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ دعائے خیر کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ اوسکے سبب سے مجھے اجر ملے گا تو مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے تو اوسکی جہت سے ثواب ملے اور اوسکو میری جہت سے عذاب ہو - اور اون اشیا مین سے جنکے باعث مذمت کی نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہے پس جس شخص کی طرف تمکو کچھ طمع نیک بد کی نہوا گر وہ برائی کرے گا تو اوسکا اثر دلپر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہے اسی کے ذریعہ سے طمع مال و جاہ کی جاتی رہتی ہے اور جبتک طمع بنی رہے گی تو جس سے طمع ہے کھوئے گئے ہی جا ہو گے کہ اسکے دل مین میری منزلت ہو اور یہ میرا ثنا خوان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کر دوگے

اور بدون استیصال دین کے یہ بات حاصل ہوگی خلاصہ یہ کہ طالب مال و جاہ اور محب مدح اور برا جاننے والے مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نکرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہے

بارھوان بیان مدح اور مذمت میں لوگون کے احوال کو مختلف ہونے کے باب مین — جاننا چاہیے

کہ اگر مادح اور مذمت ساز کی نسبت کہ لوگون کو خیال کرین تو چار احوال پر پائے جاتے ہین صورت اول یہ ہے کہ مدح سے خوش ہو کر مشکور ہون اور مذمت سے ناخوش ہو کر مذمت ساز سے کینہ رکھین اور اوس سے انتقام لین یا انتقام لینے کو اچھا سمجھین یہ حال اکثر لوگون کا ہی اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے ہوتے ہین اون مین سے اعلےٰ درجہ یہی ہے صورت دوم یہ کہ مذمت باطن مین تو شاق معلوم ہوتی ہے مگر زبان اور اعضائے ظاہری پر اوسکے مکافات کی نوبت نہین آتی انکو روکے رکھتا ہے اسی طرح مادح کی مدح سے باطن مین تو خوش ہوتا ہے مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہے کہ اظہار سرور بظاہر نہو یہ صورت بھی ناقص ہے اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال مین داخل ہے صورت سوم جو درجات کمال مین سے اول درجہ اعلےٰ ہے یہ ہے کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے مسرور ہو نہ مذمت سے غم اور اس صورت سے بعض عابد لپنے گمان مین اپنے آپ کو متصف جانتے ہین لیکن اگر اوسکی علامات کا امتحان نکرین تو دھوکا کھا جاتے ہین اور اوسکی علامتین یہ ہین اول یہ ہے کہ مذمت والے کا اپنی پاس زیادہ بیٹھنا گران نہ معلوم ہو جتنا بہت دیر بیٹھنا مادح کا گران گذرے وتنا ہی مذمت والے کا گران ہو اوسکی نسبت زیادہ نہو دوم یہ کہ جتنی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے مین ہو وتنی ہی ہجو گو کی قضائے حاجات مین ہو اوس سے کم نہو سوم یہ کہ دونونکا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بنسبت مادح کی اچھا نہ معلوم ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بنسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اوسکے دشمنون کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے دل اور نظرون مین خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والے کی مثل مادح کے سبک معلوم ہوگا اور ہر طرح سے دونون مساوات معلوم ہوگی تب یہ رتبہ نصیب ہوگا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہے اکثر عابد لوگون کی تعریف سے دل مین خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتون سے اپنے دل کا نہین کرتے اس جہت سے اونکو اس خوشی کا حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کبھی عابد کو اپنے دل کا میلان مادح کیطرف معلوم ہو جاتا ہے کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہے اور اسکی تقویت اور خوبی شیطان اس طرح سوجھا دیتا ہے کہ مذمت والے نے جو تجکو برا کہا تو خدا تعالےٰ کی نافرمانی کی اور مادح نے اوسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونون برابر کیسے ہو سکتے ہین

تو جو مذمت والے کو برا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد مذکور تامل کرے تو جان لے کہ جو خطا مذمت والے سے اوسکے مذمت کی باعث ہوئی لوگ اوس سے بھی زیادہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر اونکو برا کیون نہین جانتا اور اونسے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے اوسکی مدح کی ہے اوسنے قطعًا کسی دوسرے کی مذمت کی ہوگی تو اوسکو دوسرے کی مذمت کرنے پر برا کیون نہین جانتا اپنی برائی پر کیون برا سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے برابر ہے کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہے اور یہ شیطانی فریب ہے کہ اوسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہے حتے کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اسکو حسنات مین جاننے لگا اور اسی وجہ سے خداے تعالے سے اور زیادہ بعید ہوگیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہین اوسکی اکثر عبادتین ضائع ہوتی ہین کہ دنیا بھی نہین ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہے اونھین کی شان مین خداے تعالے نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا چوتھی صورت جو صدق فی العبادۃ ہے یہ ہے کہ مدح کو برا جانے اور مادح سے ناخوش ہو اس وجہ سے کہ یہ معلوم ہے کہ مدح اسکے حق مین بڑا فتنہ کمر توڑنے والا دین مین نقصان پونچانے والا ہے اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اوسنے اسکے عیب بتلا دیے اور جو بات ضروری تھی اوسکی طرف اسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیان اسکے لیے ہدیہ کین حدیث شریف مین ہے کہ رَأْسُ التَّوَاضُعِ أَنْ تَكْرَهَ أَنْ تُذْكَرَ بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور بعضی حدیثون مین وہ مضمون وارد ہے کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسون کی خرابی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا وَيْلٌ لِلصَّائِمِ وَوَيْلٌ لِلْقَائِمِ وَوَيْلٌ لِصَاحِبِ الصُّوفِ الخ یعنے روزہ دار اور شب بیدار اور گلیم پوش سب کی خرابی ہے مگر لوگون نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ إِلَّا مَنْ تَنَزَّهَتْ نَفْسُهُ عَنِ الدُّنْيَا وَأَبْغَضَ الْمِدْحَةَ وَاسْتَحَبَّ الْمَذَمَّةَ یعنے مگر وہ شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہے اور مدح کو برا اور مذمت کو اچھا جانتا ہے یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہے ہم جیسے لوگون کی اوس مرے کی طمع صرف صورت دوم مین ہے کہ مذمت والے کی برائی اور مادح کی بھلائی دل مین ہو مگر اوسکا اظہار قول اور عمل مین نہو اور تیسری صورت یعنی مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی طمع ہمکو نہین ہوسکتی پھر اگر ہم اپنے نفسون مین دوسری ہی صورت کی علامات تلاش کرین تو وہ بھی پوری نہین ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہے کہ مادح کی تعظیم اور اوسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہین اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اوسکی تعریف کرنی گران معلوم ہوتی ہے تو پھر ظاہری مین بھی دونون مین برابری کرنے کے اوپر قادر نہین باطن مین تو قادر نتھے اور جو شخص کہ اسوقت مین مادح اور

مذمت والے کو ظاہر افعال میں برابر کرے اوسکو پیشوا جاننا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اوسکا
حکم کبریت احمر کا ہے جس سے لوگ فیضیاب ہوں مگر کوئی معلوم نہیں ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہیں سوجھتا
تو دو مرتبے جو اوسکے اوپر ہے اونکا متصف تو کہاں ہوگا۔ اور ان مراتب میں سے بھی ہر ایک رتبہ میں
بہت درجے ہیں مثلاً مدح میں یہ درجات ہیں کہ بعض آدمی تمنائے مدح وثنا اور اپنی شہرت کی رکھتے ہیں اور
اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ اون سے بن سکتا ہے کرتے ہیں یہان تک کہ عبادات بھی
ظاہرداری کے واسطے کرتے ہیں اور ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگوں کے
دل اپنی طرف رجوع ہوں اور ہماری تعریف میں سب لوگ رطب اللسان ہو جاوین پس ایسے لوگ ہالکین
مین داخل ہین۔ اور بعض ایسے ہین کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہین عبادات کے کرنے سے
خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اوسکے خواہان نہین تو ایسے لوگ گرتے ہوئے کنارہ پر ہین اسلیے کہ جن باتون سے
یا اعمال سے لوگون کا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہے اونکی کچھ حد مقرر نہین اسی لیے اونکا ضبط کرنا بھی نہین
ہو سکتا تو کیا عجب ہے کہ آدمی مدح وثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال نہو اور اسکو اطلاع
نہو ایسے لوگ پہلے لوگون کے قریب قریب ہین یعنی یہ لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہین۔ اور کچھ لوگ ایسے ہین
کہ وہ مدح اور ثنا کے خواہان تو نہین نہ اوسکے لیے ساعی لیکن جب اونکی تعریف ہو تو اونکے دل پر سرور آ جاتا ہے
پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے مٹا لین اور بزور اس تعریف کو برا سمجھین تو کچھ دور نہین
کہ فرط سرور انکو اوس درجہ پر پونہچاوے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس پر مجاہدہ کرکے اپنے دل مین بزور
و بتکلف آفات مدح کو سوچکر اسکی کراہت اور برائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ مین رہتے ہین کبھی خود ہار
جاتے ہین کبھی جیتتے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین تو خوش ہوتے ہین نہ رنجیدہ
لیکن تعریف اون مین کچھ تاثیر کرتی ہی ایسے لوگ باوجودیکہ پوری اخلاص نہین رکھتے تاہم اچھے ہین۔ اور
بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین تو برا جانتے ہین مگر یہ نوبت نہین ہوتی کہ مادح پر
غصہ ہون یا منع کرین۔ اور سب مین اعلے درجہ یہ ہے کہ تعریف کو برا جانکر غصہ ہو اور اظہار غضب بھی
واقعی کرے نہ یہ کہ ظاہر مین تو غصہ ہو اور دل مین اوسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی ہے
اسلیے کہ یہ یون چاہتا ہے کہ مین اخلاص اور صدق ظاہر کرون حالانکہ یہ دونون باتین اوس مین نہین
علے ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب مین بھی درجات مختلف ہین ادنے درجہ یہ ہے کہ مذمت سننے پر
اظہار غصہ ہو اور اعلے درجہ یہ ہے کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اوسی شخص سے
ہو سکے گا جو اپنے نفس کی طرف سے دل مین غصہ اور کینہ رکھتا ہوگا کہ یہ بڑا سرکش اور بہت عیبدار اور نہایت

خلاف وعدہ ہے بہت سے مکر و فریب و خبث رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اوس سے ایسا بغض کرے جیسا دشمن سے ہوتا ہے اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے سے خوش ہوا کرتا ہے اور اس شخص کا دشمن اسی کا نفس ہے تو جب اوسکی مذمت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور مذمت والے کا مشکور ہوتا ہے اور اوسکو بڑا ذکی اور ہوشیار سمجھتا ہے کہ اوسنے خوب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے حق مین ایک تشفی سی ہوتی ہے اور اوسکے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مذمت کے باعث لوگون کی نظرون سے ساقط ہو کر جاہ کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اسکے سب طرح کے حسنات مین تو آدمی قائم نہین رہ سکتا تو کیا بعید ہے کہ مذمت اوسکے ایسے عیبونکو جبر کردے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہے۔ اور اگر کوئی مرید تمام عمر اپنے نفس پر اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اوسکے نزدیک مادح اور مذمت الابرابر ہو جاوے۔ تو اوسکو ایک ایسا شغل ہو جاوے گا کہ اوسکو اور کام کی فرصت نہو اور مرید مین اور سعادت مین بہت سی گھاٹیان ہین جن مین سے ایک یہ مساوات کا حاصل کرنا ہے اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ شدید کے تمام عمر طویل مین نہین ہو سکتا

دوسری فصل ریا کے باب مین یعنے عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے مین اور اس مین گیارہ بیان ہین +

بیان اول ریا کی مذمت مین۔ واضح ہو کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور یہ بات آیات اخبار و آثار سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ اور فرمایا وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ حضرت مجاہد رض اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وے لوگ ریاکار ہین جو اس آیت مین مذکور ہوئے اور فرمایا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا اسمین اخلاص والون کی مدح مذکور فرمائی کہ سواے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ نہین کرتے اور ریا اوسکی ضد ہے اور فرمایا فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یہ آیت ایسے لوگون کی شان مین اوتری ہے جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہان ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہے آپ نے ارشاد فرمایا أَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللَّهِ يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے تین شخصون کی یعنی شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص مین مفصل مذکور ہے مروی ہی کہ خدا وند کریم ان مین سے ہر ایک کو ارشاد فرماوے گا کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ کے واسطے نہین لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ کہین تو بڑا بہادر ہے اور تو نے خدا کے واسطے

خیرات نہیں دی بلکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا کے واسطے کلام اللہ نہیں پڑھا بلکہ قاری مشہور ہونے
کے لیے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونکو ثواب نملا اور اونکے ریا نے اعمال
بیکار کر دیے۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ مَنْ رَاءَى رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ
اور ایک حدیث طویل میں یوں مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتوں کو یوں ارشاد فرماویگا کہ اس شخص نے اس
عمل سے مجکو ارادہ نہیں کیا اسکو دوزخ میں ڈالدو اور ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ اِنَّ اَخْوَفَ
مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ لوگوں نے عرض کیا کہ شرک صغر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ اَلرِّيَاءُ یعنے ریا ہے پھر فرمایا يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا
اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُنَ فِى الدُّنْيَا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمُ الْجَزَاءَ اور ایک حدیث میں فرمایا
اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
وَادٍ فِى جَهَنَّمَ اُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ اور ایک حدیث قدسی یوں وارد ہے مَنْ عَمِلَ
لِىْ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِىْ فَهُوَ لَهٗ كُلُّهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِىْءٌ وَاَنَا اَغْنَى الْاَغْنِيَاءِ عَنِ الشِّرْكِ اور حضرت
عیسے علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے روزہ رکھے تو سر اور ڈاڑھی میں تیل لگا
اور ہونٹھوں پر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نجانیں کہ یہ روزہ دار ہے اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دے
تو بائیں کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خدا تعالیٰ ثنا بھی
اسی طرح تقسیم کرتا ہے جس طرح روزی بانٹتا ہے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلًا فِيْهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ رِيَاءٍ اور حضرت عمرؓ نے ایک بار حضرت معاذؓ کو
روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا اونھوں نے کہا کہ مجکو ایک حدیث رلاتی ہے جسکو میں نے اس قبر
والے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے اِنَّ اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور ایک حدیث میں
یہ ارشاد ہے اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اور شہوت خفیہ کا مآل بھی ریائے خفی اور
ریائے دقیق پر پہونچتا ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ فرمایا کہ جس روز خدا تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ
نہوگا عرش کے سایہ میں ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائیں کو خبر نہوئی یعنی خیرات
خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہے کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہے اور ایک حدیث شریف میں
ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ریاکار تین ناموں سے پکارا جاویگا اے فاجر اے غادر اے مرائی
تیرے عمل ضائع ہوئے اور ثواب جاتا رہا جسکے لیے تو عمل کیا کرتا تھا جا اوس سے اپنی اجرت لے۔ اور حضرت
شداد بن اوس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روتے ہیں میں نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپ نے فرمایا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْكَ اَمَا اَنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ
صَنَمًا وَّلَا شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلٰكِنَّهُمْ يُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ
جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالے نے پہاڑون کو پیدا
کرکے زمین کے لیے میخین بنادی فرشتون نے آپس مین کہا کہ خدا تعالے نے کوئی چیز پہاڑ سے
زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالے نے لوہا پیدا کیا اوسنے پہاڑون کو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اوسنے
لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اوسنے آگ بجھادی پھر ہوا کو حکم ہوا اوسنے پانی کو تہ و بالا کردیا فرشتون نے
یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہے پھر کہا کہ اسکو اللہ جلشانہ سے پوچھنا چاہیے
عرض کیا کہ الٰہی تو نے اپنی مخلوق مین سے سب مین زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہے ارشاد ہوا کہ میرے نزدیک
سب مین زیادہ سخت آدم زاد کا دل ہے کہ خیرات دہنے ہاتہ سے کرتا ہے اور بائین سے چھپاتا ہے اس سے
زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی – اور حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ ایک شخص سے راوی ہین
کہ اوس شخص نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھسے کوئی حدیث بیان فرمائیے جسکو آپنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت معاذ اتنا روئے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چپ نہون گے
پھر چپ ہوئے اور کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے مجکو پکارا ای معاذ مین نے
عرض کیا لَبَّيْكَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو
یاد رکھے گا تو تجکو نافع ہوگی اور اگر یاد نہ رکھے گا اور ضائع کردے گا تو تیری حجت قیامت مین خدا تعالے کے
سامنے کچھ نہ چلے گی اے معاذ اللہ تعالے نے قبل پیدائش زمین اور آسمانون کے سات فرشتون کو پیدا
کیا پھر آسمانون کو پیدا کرکے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان معین کردیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت
عنایت فرمائی جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل مین آفتاب
کا سا نور ہوتا ہے فرشتے اپنے نزدیک اوسکو اچھا اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین
تو دربان اوس آسمان کا محافظون سے کہتا ہے کہ اس عمل کو عمل والے کے منہ پر مارو مین غیبت کا فرشتہ
ہون میرے رب نے مجکو حکم کیا ہے کہ جس شخص نے لوگون کی غیبت کی ہو اوسکو اپنے آگے نہ بڑھنے دو
پھر محافظین کوئی اور عمل صالح بندے کا لے کر جس مین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین
اور اوس عمل کو پاک اور زیادہ جانتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا دربان
کہتا ہے کہ کھڑے رہو اور اس عمل کو اوسکے مرتکب کے منہ پر مارو اوسنے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی
میرے پروردگار کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے نہ جانے دون وہ شخص مجلسون مین بیٹھکر فخر کیا کرتا تھا

پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران ہین لیکر چڑھتے ہین اور دونون آسمانون سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے ہین تو جو فرشتہ اوسپر موکل ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اس عمل کو اوس بندے کے مُنہ پر مار دو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہے کہ جس عمل مین کبر ہو اوسکو آگے نجانے دو وہ شخص مجلسون مین تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا کوئی اور عمل مثل حج و عمرہ نماز روزہ کے لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہے اور آواز کرتا ہے اوسکو لیکر جب چوتھے آسمان پر پہونچتے ہین اوسکا دربان کہتا ہے کہ اس عمل کو اوسی کی پیٹھ اور پیٹ پر مار دو مین فرشتہ عُجب ہون میرے مالک کی اجازت ہے کہ عُجب کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دو یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل مین عُجب کو دخل دیتا تھا پھر محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان تک چلے جاتے ہین اور یہ عمل دولھن کی طرح آراستہ ہوتا ہے پانچوین آسمان کا موکل کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے مُنہ پر مارو اور اوسی کی گردن پر ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون وہ لوگون سے حسد کیا کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اوسی کے موافق کام کرتا یا کوئی شخص نفل عبادت ادا کرتا یہ سبکی حسد کرتا اور اونکو برا کہتا مجھے حکم الٰہی ہے کہ اوسکے عمل کو آگے نجانے دون پھر محافظین بندے کے اور نماز و زکوۃ و روزہ حج لیکر اوپر جاتے ہین جب چھٹے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا موکل کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اسکو عامل کے مُنہ پر مارو وہ کبھی کسی انسان پر رحم نہین کرتا کیسی ہی کسی پر بلا یا ضرر آوے بلکہ ہنسا کرتا ہے مین فرشتۂ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہے کہ ایسے کے عمل کو نہ بڑھنے دون پھر محافظین بندہ کا اور عمل لیکر چڑھتے ہین اور اوس عمل روزہ نماز اور روع و اجتہاد وغیرہ مین عدگی ہی کیسی ہوتی ہے اور آفتاب کی چمک اور تین ہزار فرشتے اوسکے ساتھ ہوتے ہین اور چھون آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین تو اوسکا دربان کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو اوسکے عامل کے مُنہ پر مارو اور اوسکے اعضا پر پٹکو اور اوسکے دلپر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کے واسطے نہین کیا اوسکو مین پروردگار کے سامنے نجانے دونگا اس عامل کو بھی اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین بزرگ ہو جاوے علما مین میرا ذکر ہو شہرون مین مشہور ہو جاؤن میرے خدا کا حکم ہے کہ اوسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نجانے دون اور جو عمل کہ خدا کے واسطے نہین وہ ریا ہے اور خداے تعالے ریاکار کا عمل قبول نہین فرماتا پھر محافظین بندے کا عمل نماز و زکوۃ و روزہ و حج و عمرہ اور خلق اور حسن سکوت اور ذکر الٰہی جن مین کوئی عیب عیوب مذکورۂ بالا سے نہو لیکر اوپر چلتے ہین اور اوسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک کہ سب پردون کو قطع کرکے خداوند کریم کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہین اور اوس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خالص خدا کے واسطے کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے عمل نگران تھے اور مین اوسکے

نفس کا نگران ہون اوسنے اس عمل سے مجھکو ارادہ نہین کیا میرے سوا تھا لہذا تو اوسکو اوسپر پھیر دے اوسپر میری لعنت ہے فرشتے کہین گے کہ اوسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہین گے کہ اوسپر خدا کی لعنت اور ہماری لعنت غرض اوسکو سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اون مین ہین لعنت کرینگی حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ مین نے یہ حدیث سنکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو رسول خدا ہین اور مین معاذ ہون مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو تیرے بھائی قرآن خوان ہین اونکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اونکے ذمہ مت لگا اور اونکو برا کہکر اپنا تزکیہ مت کر اور نہ اپنے آپکو اونپر اونچا کر اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ تیری بدخلقی سے ڈرین گے اور جب کوئی دوسرا تیرے پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہے گی اور لوگون کی ہتک مت کر ورنہ قیامت مین تجھکو دوزخ کے کتے چیر ڈالین گے اللہ تعالے فرماتا ہے وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اے معاذ تجھکو معلوم ہے کہ وے کیا ہین حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرما دین کہ وے کیا ہین آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ کے کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو دانتون سے نوچین گے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری ما اور باپ فدا ہون یہ خصال جو ارشاد ہوئے انکی بجا آوری کی کسکو طاقت ہے اور اون دوزخ کے کتون سے کون بچے گا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر آسان کرے اوسکو یہ باتین کچھ مشکل نہین راوی کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رض سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اسی حدیث کے ڈر سے اکثر تلاوت مین مصروف رہتے تھے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے ایک شخص کو گردن جھکا دیکھا آپ نے فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اوٹھا کہ خشوع گردنون مین نہین بلکہ دلون مین ہے اور حضرت ابو امامہ باہلی رض نے ایک شخص مسجد مین سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تو یہ بات اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اور حضرت علی رض نے فرمایا ہے کہ ریاکار کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو سست ہو اور جب لوگون مین ہو تو خوش ہو اور جب اوسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی مذمت کرے تو کم اور ایک شخص نے حضرت عبادہ بن الصامت رض سے پوچھا کہ اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین لڑون اور نیت خدا کی بھی ہو اور لوگون کی تعریف کی ہو تو مجھکو ثواب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملے گا اوس شخص نے تین بار پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ مین شرک سے بے پرواہ ہون اور شریکون کا غنی ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رض سے پوچھا کہ ہم مین بعض آدمی نیکی کرتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ ہماری تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ خدا کا

غضب تم پر ہوا اوسنے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تو جب عمل اللہ کے واسطے کرو اوسکو اخلاص کے ساتھ کرو۔
اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ یہ کہنا چاہیے کہ یہ عمل رضائے الٰہی اور تمھاری رضا کے واسطے ہے یا رضائے
الٰہی اور رضائے اہل قرابت کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور حضرت عمر رض نے ایک شخص
کے درّہ مارا تھا پھر اوس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے اوسنے عرض کیا کہ مین نے خدا کے واسطے اور آپکی خاطر
معاف کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی کے واسطے
چھوڑ دے اوسنے عرض کیا کہ مینے صرف خدا کے واسطے چھوڑا آپ نے فرمایا کہ اب خوب ہوا۔ اور حضرت
حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ اونکے دل مین حکمت کی ایسی باتین گذرتی تھیں
کہ اگر اونکو زبان پر لاتے تو اونکو اور اونکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت کی ڈر کے مارے نہیں کہتے تھے
اور رستہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اوسکو مشہور ہو جانے کے خوف سے علٰحدہ نکرتے۔ اور مروی ہے
کہ ریاکار قیامت کو چار نامون سے پکارا جاے گا ای ریاکار۔ او زیان کار۔ او مکار۔ او بدکار جا جسکے لیے
عمل کیا ہے اوس سے اپنی اجرت لے ہمارے پاس تیرے واسطے کچھ اجر نہیں۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رح
فرماتے کہ پہلے ریا ایسے عملون سے کرتے تھے کہ بجالاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہین کہ جنکے
مرتکب نہیں ہوتے۔ اور حضرت عکرمہ رض فرماتے ہین کہ خدائے تعالیٰ بندے کو نیت پر اتنا دیگا کہ اوتنا
عمل پر نہ دیگا اسلیے کہ نیت مین ریا نہیں ہوتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ریاکار یہ چاہتا ہے کہ خدا
تعالیٰ کی تقدیر پر غالب ہو جاوے وہ خراب آدمی ہے یون چاہتا ہے کہ آدمی اوسکو نیک بخت کہین
اور وہ کس طرح کہہ سکتے ہین وہ تو خدا کے نزدیک نکمّے لوگون مین داخل ہے ایماندارون کے دلونکو لازم ہے
کہ اوسکو پہچان رکھین۔ اور حضرت قتادہ رض فرماتے ہین کہ جب بندہ ریا کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندے کو دیکھو مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے۔ اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ قاری تین قسم کے ہین
ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہون کے قاری۔ محمد بن واسع خدا کے قاریون مین سے
ہین اور حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھ لے۔ اور محمد بن المبارک
صوری رح کا قول ہے کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دنکو اہل خیر کی صورت اظہار کرنے سے وہ بہتر ہے
اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کے لیے ہے اور رات کا خالق کے لیے۔ اور ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ نیت
عمل کے عمل کا بچانا بہت سخت ہے۔ اور ابن مبارک رح نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف کعبہ کا کرتا ہے مگر ہے خراسان مین
لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجکو لوگ یون کہین کہ یہ مکہ کا
مجاور ہے حاصل یہ ہوا کہ طواف حصول شہرت کے لیے ضائع ہے اوسپر کچھ ثواب و اجر مترتب نہیں۔ اور حضرت

ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسنے مشہور ہونا چاہا اوسنے خداے تعالے کی تصدیق نہین کی

دوسرا بیان ریا کی حقیقت اور جس چیز مین کہ ریا ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہے جسکے معنے دیکھنے کے ہین اسی طرح سمعہ جو بمعنی شہرت مستعمل ہے مشتق سماع بمعنے سننے کے ہے اور ریا کا اصلی معنے یہ ہین کہ لوگون کو اچھی خصلتین دکھلا کر اونکے دلون مین منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلون مین حاصل ہونا سواے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہوسکتا ہے اور عبادات سے بھی تو بحکم عادت ریا خاص اسی صورت کا نام ہوگیا ہے جس مین طلب منزلت دلون مین عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اس سے تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہان چار چیزین ہین ایک ریا کرنے والا وہ تو عابد ہے ایک جسکے لیے ریا کرتا ہے وہ آدمی ہین کہ اونکو دکھلانا منظور ہے اور اونکے دلون مین منزلت مطلوب اور ایک جس چیز کو دکھلانا منظور ہے وہ خصلتین ہین جو ریا کار ظاہر کرنا چاہتا ہے اور ایک خود ریا ہے یعنے اون خصائل کے اظہار کا قصد اور جن چیزون مین کہ ریا کو دخل ہے وہ پانچ قسم ہین یعنی آدمی لوگون مین نمود پانچ چیزون مین کرسکتا ہے بدن اور ہیئت اور قول اور عمل اور ساتھ کے لوگ اور اشیاء خارجی۔ دنیادار بھی انھین پانچ قسمون سے نمود کرتے ہین مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا خواہان ہونا ایسے اعمال جو داخل طاعت نہین بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہے **قسم اول** بدن کی نمود۔ دین کے باب مین تو اس طرح ہے کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگون کو خیال ہو کہ یہ دین مین بہت محنت کرتا ہے اور دین کا خوف غالب ہے اور آخرت کا ڈر بہت ہے یا یہ کہ دبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہے اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار ہے اسی طرح بالون کا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہے کہ دین کا فکر بہت ہے اوس سے فراغت کنگھی کی نہین ملتی ہے یہ اسباب جب لوگون مین ظاہر ہوجاتے ہین تو لوگ انسے وہی باتین مذکورہ سمجھتے ہین اور نفس کو اونکے معلوم ہونے کی کمال خوشی ہوتی ہے اسی لیے اس خوشی کی چاہ مین اون باتون کا اظہار چاہتا ہے اور اسی کے قریب ہے آواز کی پستی اور آنکھون کا اندر کو گڑ جانا اور لبون کا پژمردہ رہنا کہ انسے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہے اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہو گئی یا بھوک کی کمی سے طاقت کم ہو گئی ہے اسی بنا پر حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگاوے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابن مسعود رض سے بھی مروی ہے اور یہ سب اسی لیے ہے کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نکرے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیادار اسکے برعکس فربہی اور صفائی رنگ اور راستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور اعضا کی قوت اور انکا متناسب ہونا ظاہر کرتے ہین **دوسری قسم** ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلاً سر کے بالون کو پراگندہ رکھنا اور مونچھ

منڈانا اور راہ مین گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے
کپڑے پہننا اور کمل کی عبا پہننا اور اوسکے دامن پنڈلیون کے قریب تک نیچے رکھنا اور آستینین چھوٹی کرنی اور
کپڑے نہ دھلانے اور اونکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب باتین اس نمود کے لیے ہین کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور
پیرو اسکے نیک بندون کا ہے اور اسیمین داخل ہے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیون کی
طرح نیلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن مین حقیقت تصوف خاک بھی نہین اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اوسکو
آنکھون پر لٹکا لینا بھی داخل نمود ہے کہ اس تمیز کے باعث سبکی آنکھ اوسپر پڑیگی اور جانا جائے گا کہ بڑی محتاط ہین
کہ راہ کے غبار سے بھی اپنی آنکھین بچاتے ہین اور اسی مین یہ بھی شامل ہے کہ بے علم آدمی عالمون کا خاص لباس
پہنے تاکہ لوگ اوسکو عالم سمجھین۔ اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہین اونکے کئی طبقات ہین بعض ایسے لوگ ہین
کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہان ہوتے ہین اسی لیے کپڑے پھٹے پرانے میلے موٹے چھوٹے
پہنتے ہین تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکو دنیا کی کچھ پروا نہین ایسے لوگونکو اگر کوئی بتکلف متوسط درجہ کے کپڑے پہنا دے
جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو اونکے نزدیک ایسا ہو کہ گویا ذبح کر ڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہے
کہ لوگ یون کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اوس طریق سے پھر گئے اور دنیا کے راغب ہوئے۔ اور بعض
لوگ ایسے ہین کہ وہ اہل صلاح اور دنیا دارون یعنے بادشاہون اور امرا اور روسا اور بڑے تجارون دونون
فریق مین مقبول ہوا چاہتے ہین پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنین تو درویش اونکو برا سمجھین اور اگر حقیر لباس
پہنین تو بادشاہون اور اہل دنیا کی نظرون مین نہ چڑھین اور اونکو منظور یہ ہے کہ دونون فریق کے نزدیک
مقبول ہون اس لیے نہایت باریک عبا اور چادرین اور رنگین پیوندکار وغیرہ تلاش کرکے پہنتے ہین اور غالب
ہے کہ اونکا لباس اور تونگرون کا قیمت مین مساوی ہوتا ہوگا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑون کی سی
ہوتی ہے اور اگر کوئی اونکو موٹا یا میلا کپڑا ابرو در پہنا دے تو مثل ذبح برا جانین اسلیے کہ بادشاہون کی
نظرون سے اوتر جاوینگے ایسا ہی اگر ریشمین یا حریری اطلس کلبدن وغیرہ پہنا دے گو یہ کپڑا بہ نسبت
اونکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اونکو اسکا پہننا نہایت گران گذرے اسلیے کہ درویش لوگ اونکو یہ جانینگے
کہ انھون نے دنیا دارون کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس مین جانتا ہے
وہ اوس سے نہ کم پہنتا ہے نہ زیادہ اگرچہ کمی بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے مارے نہ اوس سے اعلے
پہنین نہ ادنے اور تکلف کی نمود انھین نفیس کپڑون اور بڑھیا سواریون اور گھوڑون اور رنگین کپڑون اور
نفیس چادرون اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت مین بہتایت اور تجمل ظاہر کرنے مین ہے اور یہ بات
سب آدمیون مین پائی جاتی ہے کہ اپنے گھر مین موٹے کپڑے پہنتے ہین اور اگر اوسی طرح باہر مجمع مین

چلے آوین تو بہت برا جانین جبتک زینت اچھی طرح نہین کر لیتے تبتک نہین نکلتے **تیسری قسم** قول مین نمود
کرنے کی ہے۔ اسمین اہل دین کی نمود اس طرح ہے کہ ریا کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات کہنی اور
اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے مین کام آوے اور لوگون کو کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال
سلف پر معلوم ہو اور لوگون کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سب کے سامنے اچھی بات کو امر کرنا اور
بری بات سے روکنا اور بری باتون پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہون تو افسوس
ظاہر کرنا اور کلام کرنے مین آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید مین پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اسکو
خوف اور غم بہت ہے اور حدیث کو یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثون سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر
کوئی حدیث بیان کرے تو اوس مین جلدی سے خلل اور عیب بتلانا خواہ یہ کہدینا کہ یہ حدیث صحیح ہے
یا غیر صحیح تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حدیث دان ہین اور اس باب مین فاضل ہین اور کسی کے الزام دینے کو
مجادلہ اور تقریر ناحق کر بیٹھنا کہ لوگ جانین کہ علم دین مین بڑی دستگاہ ہے اسی طرح اہل دین کو قول سے
ریا کرنے کے بہت اقسام ہین کہ اونکا شمار نہین ہو سکتا مگر دنیا کے لوگ قول سے نمود اس طرح کرتے ہین
کہ اشعار اور امثال یاد کر لیتے ہین اور فصیح عبارتین اور شاذ و نادر جملے آپس مین بحث کے واسطے اور
اہل علم کے سامنے ایک عجیب فقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہین اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف
مائل کرنے کے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہین **چوتھی قسم** عمل کی نمود ہے مثلاً نمازی مین
ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا
اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدمون اور ہاتھون کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد
اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے مین ریا ہوتا ہے اور چلنے مین ملاقات کے وقت فروتنی کرنی
مثلاً آنکھین نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا یہانتک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کے لیے
تیز چلتا ہے مگر جب کوئی دیندار اوسکے سامنے آجاتا ہے تو آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر ڈال لیتا ہے
کہ ایسا نہو دیکھنے والا اوسکو جلد باز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہو جاتا ہے تو بدستور جلدی چلنے لگتا ہے
پھر کوئی دیکھ لیتا ہے تو پھر خشوع کرتا ہے اور خدا کو یاد کر کے خشوع نہین کرتا صرف انسان کی اطلاع پر
خشوع کرتا ہے کہین ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ بندہ صالح نہین ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ تنہائی کی
چال مخالف اوس چال کے ہو جو لوگون کے سامنے ہوتی ہے تو اونکو شرم آتی ہے تو وہ تنہائی کی چال مین تکلف
کرتے ہین اور بہت بنا کر چلتے ہین کہ اگر بالفرض تنہائی مین اونکو کوئی دیکھے تو چال مین تبدیل نکرنی پڑے
یکسان رفتار رہے ایسے لوگون کو یہ گمان ہے کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہین حالانکہ اونکا ریا دو چند

مضمون ہوتا ہے کہ پہلے ریا لوگون کے سامنے ہی تھا اب خلوت مین بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی مین جو اچھی رفتار
اختیار کی ہے سو اسی واسطے ہے کہ مجمع مین بھی ویسی ہی ہو کچھ خدا کے خوف اور حیا سے اختیار نہین کی — اور
دنیا والون کی نمود یون ہے کہ تبختر اور تکبر کے ساتھ چلنا اور ہاتھون کا ہلانا اور قدم قریب قریب رکھنا اور رداء اسکو
تھامے رہنا اور دونون پہلو پر ہاتھ دھرنا وغیرہ اسور جنسے جاہ و حشمت معلوم ہو **پانچوین قسم** یارون
اور ملاقاتیون سے نمود کرنی مثلا کوئی شخص سبات کا بتکلف خواہان ہو کہ فلان عالم یا عابد میری ملاقات کو
آئے تاکہ لوگ یہ جانین کہ یہ شخص بڑا دیندار ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہین یا کسی بادشاہ
خواہ حاکم کا آنا چاہے بایں غرض کہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا تبرک دین مین بڑا ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اوسکے
پاس جاتے ہین — یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اسکی ملاقات بہت سے
اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا تفاخر اور ریا اوسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے
گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تمنے کسکو دیکھا ہے مین نے اتنے مرشدون کو دیکھا اور اتنے شہرون مین
پھرا اور اتنے لوگون کی خدمت کی وغیرہ — بس جن چیزون سے لوگ ریا کرتے ہین وہ انھین پانچ قسمون مین
سے ہوتی ہین اور ہر ایک کا مطلوب یہی ہوتا ہے کہ لوگون کے دلون مین جاہ و منزلت حاصل ہو — اور بعضے لوگ
خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جانکر قانع ہو جاتے ہین مثلا بہت سے راہب اپنے معبدون سے برسون نہین نکلتے
اور بہت سے عابد پہاڑون کی چوٹی پر برسون عزلت نشین رہتے ہین اور اونکی زندگی اسی اعتبار سے ہے
کہ ہمارا جاہ لوگون کے دلون مین قائم ہے اور اگر اونکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگون کے نزدیک میری کوئی خطا
ثابت ہو گئی کہ اس معبد یا گوشہ مین اونکے عندیہ مین صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبرا دیگا اور اسپر قانع نہوگا کہ
خدا تو جانتا ہے کہ مین اس خطا سے بری ہون بلکہ اسکا شدت سے غم کریگا اور لوگون کے دلون مین سے اوس
شک کے رفع کرنے کے بیسیون حیلے تلاش کریگا باوجودیکہ یہ شخص لوگون کے مال کا طامع نہین مگر جاہ کی
محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اوسکا چسکا اسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو
اکثر جاہل آدمی اوسکے دھوکے مین آجاتے ہین — اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہین کہ صرف دلون مین منزلت
ہونے ہی پر قانع نہین ہوتے بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہین کہ لوگ ثنا و مدح کرین — اور بعضے اپنا شہرہ ملکون مین
پھیلنا چاہتے ہین تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے رجوع ہون — اور بعضے بادشاہون اور حکام کے
نزدیک شہرہ چاہتے تاکہ کسی کی سفارش اگر کرین تو قبول ہو جاوے اور لوگون کے کام ہمارے ذریعہ سے اپنے
اختیار مین آجاوین — اور عوام مین بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال و زر
ہوتے ہین گو مال وقف اور یتیمون کا مال خواہ اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکارون کے سب مین برے ہین

یہانتک بیان حقیقت ریا اور اون چیزون کا جنسے ریا ہوتا ہے تھا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور
بعض مکروہ اور بعض مباح اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ریا یعنے طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہے یا غیر عبادات سے
اگر غیر عبادات سے ہے تو اوسکا حکم طلب مال کا سا ہے یعنے صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونے کی جہت سے
حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال کے حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور وہ چیزین ناجائز ہوسکتی ہین
اسی طرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جس طرح تھوڑا مال یعنے بقدر احتیاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہے اسیطرح
تھوڑا سا جاہ یعنے جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اوسقدر یہ بھی بہتر ہے اور یہ ہی جاہ ہے جیسے حضرت
یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا تھا اِنّی حفیظٌ علیم اور جس طرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین
اسی طرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو و طغیان مین ڈالتا ہے اور خدا
کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہے اسی طرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہے بلکہ اوسکا فتنہ اشد اور بڑا ہی مال کے
فتنہ سے اور جس طرح کہ ہم یہ نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا حرام ہے اسی طرح ہمارا یہ قول بھی
نہین کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہے جبتک کہ کثرت مال و کثرت جاہ سے جب کسی چیز ناجائز کا ہو
ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال و جاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام برائیون کی ہے اور
مال و جاہ کا محبت رکھنے والا دل و زبان کے گناہون کے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب و حرص
جاہ کا زیادہ ہو جانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اوسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم اور خلفای راشدین اور علماے دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہے کہ اپنی طرف سے
اسمین ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہے گو حرام نہین اس بناپر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر
نکلتا ہے اور لوگون کے دکھلانے کے واسطے اچھے کپڑے پہنتا ہے یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا
نہین بلکہ دنیا کی چیز سے ہے اسی طرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے اور دلیل اسکے حرام نہونے کی
یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رض کے پاس جانا چاہا
تو آپ نے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانے کے وقت اپنے آپ کو بنا لیتا ہے اللہ اوسکو
اچھا جانتا ہے۔ الا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید ہوئی داخل عبادت ہے اسلیے کہ آپ کو حکم دعوت
خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلون کے مائل کرنے کا تھا اگر آپ اونکی نظرون سے گر جاتے تو آپ کے
اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے محاسن حال اونپر ظاہر کرین تاکہ اونکی نظرون مین
آپ کو حقیر سمجھا نہین عام لوگون کی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہے باطن کو کوئی نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ

سلم کی تھی اب اگر کوئی شخص لوگون کی نظرون مین آپ کو اچھا کرنا چاہے باین لحاظ کہ اونکی مذمت اور ملامت سے
بچا رہے اور اونکی توقیر وحرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہے اسلیے کہ انسان کو جائز ہے کہ مذمت سے بچے
اور اپنے یارون کے ساتھ انس سے راحت پاوے تو جب اسکو کہ یار اور حقیر سمجھینگے تو انس کبھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم
ہوا کہ جو چیزین عبادت نہین اون مین ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہے اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنے جیسے
ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اوس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح
ہوگا مثلا کوئی شخص اپنا مال غنیون کی جماعت کو دیتا ہے نہ عبادت کے طور پر نہ صدقے کے طور پر بلکہ اسلیے
کہ لوگ سخی جانین تو یہ مذموم ہے اور حرام نہین اسی طرح اور مثالین ہین — اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہے
مثلا نماز و روزہ و حج وجہاد سے تو اوس مین ریاکار کے دو حال ہین اول تو یہ کہ اوسکا ارادہ سوای ریا کے
اور کچھ نہین اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہین تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہے اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت
سے ہوتا ہے اور یہ عمل بہ نیت عبادت ادا نہین ہوا اور یہی نہین کہ صرف عبادت باطل ہو گئی اور جیسا قبل
عبادت یہ شخص تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گناہگار ہوتا ہے جیسا کہ اخبار و آیات سے
ثابت ہوتا ہے اور وجہ گناہ کی دو باتین ہین اول تو بندون سے متعلق ہے یعنے فریب دینا کہ ریاکار نے
اونکو یہ دھوکا دیا کہ وہ شخص پرہیزگار اور مخلص خدا تعالے کا ہے حالانکہ ایسا نہین اور فریب دینا تو دنیا کے
امور مین بھی حرام ہے چہ جاے کہ دین مین مثلا اگر کوئی شخص چند لوگون کا قرض ادا کرے اور لوگون سے یہ کہے
کہ مین انکو خیرات دیتا ہون تاکہ لوگ سخی جانین تو چونکہ اس مین فریب ہی ہے اسلیے گناہگار ہوگا دوسرے
متعلق خداے تعالے سے ہے وہ یہ ہے کہ جب اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو خدا سے
ہنسی ہوئی اسی واسطے حضرت قتادہ رض کی روایت مین ہے کہ جب بندہ ریا کرتا ہے خداوند کریم اپنے
فرشتون سے فرماتا ہے کہ اسکو دیکھو کیسے مجھ سے ٹھٹھول کرتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کے
پاس کوئی شخص دن بھر حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکرون چاکرون کی ہوتی ہے مگر اس نیت سے کھڑا ہو
کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام گھورنے مین آوے تو اس سے بادشاہ کے ساتھ ہنسی ہوگی کہ اوسکی نوکری
وخدمت کے لیے مستعد نہین ہوا بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک مین حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا حقارت ہوگی
کہ آدمی خدا کی عبادت کو اوسکے ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے نہ کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر اور اسی بات سے
یہی وہم ہوتا ہے کہ ایسا ریاکار بندے کو خدا کی نسبت اپنی غرضین پورا کرنے مین زیادہ قادر جانتا ہے
یا اوسکے نزدیک مقرب ہونا خداے تعالے کے نزدیک مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہے ورنہ ایسے شہنشاہ پر
دوسرے کو ترجیح کیون دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود اوسکو کیون بناتا اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہوگی

کا دسنے غلام کو شاہنشاہ کے برابر کر دیا غرض کہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہے اسیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو شرک اصغر فرمایا ہے ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہیں کسی مین زیادہ ہے کسی مین کم مگر بعض درجے بہ نسبت دوسرے کے سخت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ آگے مفصل مذکور ہوگا اور اگر ریا مین اور کچھہ نہین تو یہ بات کیا کم ہے کہ دوسرے کے لیے سواے خدا کے رکوع و سجدہ کرتا ہے اگرچہ مقصود خداے تعالے کا تقرب نہین مگر غیر اللہ تو مطلوب ہے علاوہ اسکے اگر غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہوجاتا مگر ریا سے کافر ظاہر نہین ہوتا لیکن کفر خفی مین مبتلا ہوتا ہے اس لیے کہ ریاکار اپنے دل مین لوگون کی تعظیم کرتا ہے اور یہی تعظیم مقتضی اوسکے رکوع و سجود کی ہے تو من وجہ اس رکوع و سجدہ سے اونکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت مین تعظیم الٰہی موجود نہین اور تعظیم خلق من وجہ ہے تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہوگئی مگر چونکہ اسکی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے والے کی نظر مین زیادہ ہوجاوے اور اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کین جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا کرتی ہے اسیلیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت جہالت کی بات ہے اسپر ایسا ہی شخص مائل ہوسکتا ہے جسکو شیطان نے دھوکا دیکر یہ سوجھاوے کہ نفع اور ضرر اور رزق و موت اور حال و مآل کی مصلحت بہ نسبت خدا کی بندون کے اختیار مین زیادہ ہے اسی واسطے خدا کی طرف سے منہ پھیر کر اونکی طرف دل سے متوجہ ہوجاتا ہے اور اونکا دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالے ایسے شخص کو دنیا و آخرت مین بندون کے ہی سپرد فرما دے تو اوسکے فعل کا ایک ادنے تدارک ہوجاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہین ہی نہین دوسرے کے لیے کیسے ہوسکتے ہین یہ حال تو دنیا مین ہے اسپر اوس روز کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہان کیسا ہوگا یَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا بلکہ وہان تو نفسی نفسی ہی کہینگے تو دیکھنا چاہیے کہ ریاکار کیسا جاہل ہے اپنے ثواب آخرت اور قرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع سے کیسے بدلتا ہے اور اپنے یقینی ثواب کو لوگون سے وہمی توقع کے عوض ضایع کیے دیتا ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت سے قصد ریا رکھتا ہے وہ عقلا اور نقلا خدا کے غضب مین ہے یہ اوس صورت کا بیان ہے کہ جس مین عبادت سے مراد ریاکار کی ثواب نہو الا جس صورت مین کہ ثواب اور ریا دونون مراد ہون مثلا نماز و روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگون کی ثنا دونون ہون تو یہ وہ شرک ہے جو اخلاص کے مقابل ہے اور اسکا حکم باب اخلاص مین آوے گا یہان اسقدر کافی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب اور عبادہ بن الصامت رض کے قول کے بموجب ایسی عبادت مین بھی مطلقا ثواب نہین ہوتا ۔

تیسرا بیان ریا کے درجات مین ۔ جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتین بعض سے شدید اور غلیظ تر ہین اور ریا کا اختلاف اوسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر اور اوسکے ارکان تین ہین اول خود قصد ریا دوسرے جسکے

ریا ہوتا ہے سو جسکے واسطے کرتا ہے بیجہ قصد ریا وہ حال سے خالی نہین یا اوس مین ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہے یا نہین اور اگر ارادہ ثواب ہے تو قصد ریا کے برابر ہے یا اوس سے زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے ریا کی چار صورتین ہین صورت اول جو سب مین سخت ہے یہ ہے کہ ارادہ ثواب مطلقا نہو مثلا ایک شخص لوگون کے سامنے نماز پڑھتا ہے اگر تنہا ہو تو نہین پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگون کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کا قصد صرف ریا ہی رہا ہے اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہے اسی طرح اگر کوئی زکوۃ لوگون کی مذمت کے خوف سے دیوے اور نیت ثواب نہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اوسکا بھی یہی حال ہے یہ صورت بہت بری ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ارادہ ثواب تو ہو مگر ارادہ ضعیف ہو کہ اگر خلوت مین ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا کہ اوسکے باعث وہ عمل ضرور کرتا لیکن اگر قصد ثواب مثلا نہوتا تو قصد ریا ایسا قوی تھا کہ اوسکے سبب سے عمل ضرور کرتا تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب ہے اسلیے کہ گو اسکو قصد ثواب ہے الا ایسا تو نہین کہ اوسکے سبب سے عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہے غرض یہ شخص بھی غضب الٰہی اور گناہ سے خالی نہین تیسری صورت یہ ہے کہ قصد ثواب اور قصد ریا دونون مساوی ہون مثلا اگر دونون قصد جمع ہوتے ہین تو عمل کرتا ہے اور ایک قصد ہو اور ایک نہو تو عمل کی رغبت نہین کرتا یا مثلا اوسقدر قصد اگر اکیلا ہی ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا ہوتا تو اس شخص کا حال یہ ہے کہ جتنا اسنے بگاڑا اوتنا ہی سنوارا توقع یہ ہے کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اوسی قدر ہو جسقدر عذاب ہوا اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص بھی نہین بچے گا چنانچہ اسکو ہم نے باب اخلاص مین لکھا ہے چوتھی صورت یہ کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنے لوگون کے مطلع ہونے سے اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تنہائی مین بھی عبادت کا تارک نہین ہوتا اور اگر صرف قصد ریا اکیلا ہوتا تو اوس عمل کا مرتکب نہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان مین یہ ہے کہ اصل ثواب باطل نہوگا بلکہ اوسمین سے کچھہ ناقص ہو جاوے گا یا ریا کی مقدار کے موجب عذاب ہوگا اور بقدر ثواب کے قصد کے ثواب پاوے گا آگے خدا جانے اور یہ جو حدیث شریف مین ارشاد خداوندی وارد ہے اَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْکِ اس سے مراد وہ صورت ہے کہ قصد ریا و ثواب دونون مساوی ہون یا قصد ریا غالب ہو دوسرا رکن ریا کا وہ اشیا ہین جنسے ریا ہوتا ہے اور وہ طاعات و عبادات ہین اور اس رکن کے لحاظ سے ریا کی دو قسمین ہین ایک اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول انمین سے بہت بری ہے اور اوسکے تین درجے ہین درجہ اول یہ ہے کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت سب صورتون سے بری ہے اور ایسا ریاوالا ہمیشہ دوزخ مین رہے گا اور وہ وہ شخص ہے کہ ظاہر مین کلمہ شہادت کہتا ہے اور باطن مین اوسکی تکذیب بھری ہے الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے لوگون کا حال خداے تعالے نے

برابر ہون یا زیادہ ... [illegible]

چند جا کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہہ ارشاد ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ یعنی انکا قول انکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور ایک جا فرمایا وَاِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور فرمایا يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيلًا مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین بہت تھا کہ اوسوقت بعض لوگ کسی غرض کے لیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زمانا یہ بات تو کم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہین کہ مثلا بعض لوگ ملحدون کے قول پر عمل کرکے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن مین انکار کرتے ہین یا شریعت و احکام شریعت کو رندون کے قول کے بموجب بالاے طاق سمجھتے ہین یا کسی قسم کی بدعت کے معتقد ہوتے ہین حالانکہ ظاہر مین اوسکے خلاف بیان کرتے ہین تو اس قسم کے لوگ منافق ریاکار ہین یہ لوگ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہین یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بڑھے ہین کیونکہ کافر ظاہر کے مخالف اور باطن سے کافر ہین یہ لوگ ظاہر کے موافق اور بغل کا گھونسا ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ اصل دین کی تصدیق ہے مگر اصول عبادات سے ریا منظور ہے یہ درجہ بھی خدا کے نزدیک بہت برا ہی گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہے اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا مال دوسرے کے قبضے مین ہے اوسکو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دیدو اس خوف سے کہ کہین وہ شخص مجکو برا نہ کہے اور خدا کو معلوم ہے کہ اگر یہ مال اسی شخص کے قبضے مین ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگون مین موجود ہے اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھلی حالانکہ عادت یہ ہے کہ خلوت مین نماز نہین پڑھتا یا رمضان مین روزہ رکھا مگر لوگون سے علیحدگی چاہتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کے لیے حاضر ہوتا ہے لیکن اگر خوف لوگون کے برا کہنے کا نہو تو کبھی نہ آوے یا صلہ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے کرتا ہے اپنی رغبت سے نہین کرتا تو اس طرح کے ریاکار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کو معبود نہین جانتا اور اگر کوئی اوس سے غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نکریگا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہے اور لوگون کے سامنے بجالانے سے خوش ہوتا ہی تو لوگون کے نزدیک اپنی منزلت ہونی اوسکو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور خلق کی برا کہنے کا خوف خداے تعالے کے عذاب کے ڈر سے اوسکے نزدیک زیادہ ہے لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہے تو اس طرح کا اعتقاد نہایت جہل ہے اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہے

مگر خدا کے غضب مین مبتلا ہونے کے لائق ترہے تیسرا درجہ یہہ ہے کہ نہ ایمان سے ریا کرے نہ فرائض سے بلکہ نوافل و مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گناہگار نہین ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو اون اشیا کے ثواب کی رغبت نکرے اور کسل طبیعت کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے اونکو بجالاتا ہے مثلاً نماز جماعت مین شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا اور مردے کا غسل دینا اور رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتین ریاکار لوگون کی مذمت کے خوف سے اور اونکے اچھا کہنے کی غرض سے کیا کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ اگر اکیلا ہوتا ہے تو فرائض سے زیادہ کچھہ نکرتا تو ہر چند اس درجے والا بھی برا ہے مگر پہلے کی نسبت کم ہے کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خدا تعالے کی حمد پر ترجیح دی اس بات مین تو یہ شخص بھی شریک ہے لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپکو بچایا خدا تعالے کی مذمت سے نہ بچایا تو گویا خلق کی مذمت اوسکے نزدیک خدا تعالے کے عذاب سے بڑھکر ہے اور چونکہ دوسرا شخص بھی بباعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نتھا اسلیے اس بات مین پہلے کا شریک نہین اسی بنا پر اسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادات سے تھا

قسم دوم اوصاف عبادت سے ریا کرنے کی ہے اوسکے بھی تین درجے ہین پہلا درجہ تو یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کرے اونکا اور اس غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرارت و قیام مین تخفیف کرے مگر جب لوگ دیکھتے ہون تو رکوع و سجدہ اچھی طرح کرے اور دونون سجدون مین بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنے خلوت مین خدا کے مطلع ہونے کی کچھہ پروا نہین کرتا جب آدمی اوسپر مطلع ہوتے ہین تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے چار زانو یا تکیہ لگا کے بیٹھا ہے اتنے مین اوس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ شخص تکیہ پر سے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھہ گیا تو اسکی یہ حرکت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ اسنے آقا پر غلام کو ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسی طرح جو شخص زکوۃ مین خراب اور کھوٹا مال یا جنس دینے کا عادی ہے مگر لوگ دیکھتے ہون تو اچھا مال نکالتا ہے کہ کوئی برا نہ کہے یا روزہ دار مذمت کی ڈر سے روزے مین غیبت اور فحش سے باز رہتا ہے تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہے مگر جیسا ریا اصول عبادت سے برا تھا ویسی برائی اسمین نہین — اگر ریاکار یہ عذر کرے کہ مین ریا اس جہت سے کرتا ہون کہ لوگون کی زبان غیبت پر نہ کھلے کیونکہ وہ مجھکو جب دیکھین گے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہے

اور ادھر اودھر ملتفت ہے تو ضرور برائی اور غیبت کرینگے پس اُنکو گناہ غیبت سے بچانے کے لیے مین اونکے سامنے
آہستہ اور وقار کے ساتھ پڑھتا ہون تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہے واقع مین یون
نہین ہے اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگزاری سے اگر اسمین قصور کریگا تو یہ نقصان غیبت کے نقصان سے
بڑھکر ہے پس اگر تجھکو باعث ریا دینداری ہی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور اب تو تیری
وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص ایک بادشاہ کے پاس لونڈی پیشکش کرنی چاہی تاکہ اوسکے عوض مین انعام کا مستحق ہو
یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت لنجی تجویز کرے اور اسپر طرّہ یہ کہ اگر بادشاہ اکیلا ہو تب تو
ان عیبون کی کچھہ پروا نکرے اور اگر اوسکے پاس اوسکا کوئی غلام وغیرہ موجود ہو تو اوس غلام کی مذمت کے
خوف سے پیش نکرے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ جس شخص کو غلام کا اتنا پاس ہو خود بادشاہ کا
زیادہ تر پاس کرے۔ ہان غایت باقی الباب ریاکار کی دو حالتین ہوسکتی ہین اول تو یہ کہ ریا سے صرف
منزلت اور تعریف کا خواہان ہو یہ تو قطعاً حرام ہے دوم یہ کہ یون کہے کہ اگر مین رکوع وسجدہ اچھی طرح
ادا کرتا ہون تو اخلاص کے ساتھ نہین ہوتا اور اگر اون مین تخفیف کرتا ہون تو خدا کے نزدیک نماز ناقص
ہوتی ہے اور آدمی برائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہین تو اچھی صورت بنانے سے مجھے توقع ثواب تو
نہین الا لوگون کی مذمت سے نجات ہوجاتی ہے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نماز مین بھی نقصان ہو اور
برائی بھی پلے بندھے تو اس مین بھی گونہ تامل ہے الاصوب یہی ہے کہ اس صورت مین دونون افعال ساتھ
اخلاص کرے اور اگر اوسکو اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی مین اسکی عادت ڈالے یہ نہین چاہیے کہ برائی دور
کرنے کے لیے خدا کی طاعت مین ریا بجالاوے کیونکہ اسمین جسمبت کو رہ بالاٹھول پایا جاتا ہے درجہ دوم
یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت مین نقصان نہوتا ہو مگر اوسکے کرنے سے عبادت کا
کمال اور پورا ہونا متصور ہو جیسے رکوع وسجدہ وقیام کو دراز کرنا اور ہاتھہ اوٹھاتے وقت اچھی ہیئت بنانی اور تکبیر
اولے کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور سورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ مین
زیادہ خلوت مین بیٹھنا اور کثرت سے سکوت اختیار کرنا یا زکوٰۃ دینے مین سب سے عمدہ مال چھانٹنا یا کفارہ مین بڑی
قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ باتین کہ اگر تنہا ہوتا تو ایسا نکرتا تیسرا درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل
سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول صف کا قصد کرنا اور امام کے داہنی طرف بیٹھنا وغیرہ
امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نکرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بلحاظ رکن دوم کے ہین ان مین سے بعض صورتین
بہ نسبت بعض کے زیادہ بُری ہین اور بُری سب کی سب ہین ٭

تیسرا رکن ریا کا جسکے واسطے ریا ہوتا ہے کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے خواہ

مال کی جہت سے خواہ جاہ کے لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہے اور اوسکے بھی تین درجے ہین پہلا
درجہ جو سب مین غلیظ اور برا ہے یہ ہے کہ ریا سے غرض کسی معصیت پر قابو یا نا منظور ہو مثلاً کوئی شخص عبادات
اور تقوے اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کہانے سے ریا اسواسطے کرے کہ لوگون مین امین مشہور
ہو کر اوقاف یا اداے وصیت یا یتیمون کے مال یا زکوۃ وصدقہ کی تقسیم پہ مامور ہو جاوے تو جس شے پر قابو ہو
اوسی کو رکھہ چھوڑے یا کوئی کچھہ امانت رکھدے تو اوسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے راستے مین جو مال تقسیم ہوتا ہے
وہ حوالہ ہو جاوے تو اوسکے کل خواہ جزو کو اوڑالے خواہ اوسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے
جیسے بعض آدمی صوفیون کا لباس پہنتے ہین اور ظاہر مین بہت گریہ بسکین بنے رہتے ہین اور کلام خالی وعظ
ونصیحت وحکمت سے نہین کرتے الا مقصود اونکا یہ ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا لڑکا ہمپر فریفتہ ہو جاوے تو اوس سے
بدکاری کرین اور بعض اوقات علم اور وعظ وقرآن کی مجالس مین آتے ہین اور ظاہر مین بڑے راغب ان چیزونکے
معلوم ہوتے ہین مگر اصل غرض اونکی عورتون اور لڑکون کو تاکنا ہوتا ہے یا حج کو جاتے ہین مگر مقصود یہ ہے
کہ قافلہ مین کوئی عورت یا لڑکا مل جاوے تو اسطرح کے ریاکار بہت ہی برے اسلیے کہ انھون نے خدا کی طاعت کو
وسیلہ معصیت کا بنایا اور اوسکی عبادت کو اپنا آلہ اور بضاعت فسق قرار دیا۔ اور اسی فرقہ کے قریب وہ لوگ ہین
جو کسی گناہ کے مرتکب ہوئے اور اوس مین تہمت اونکے اوپر لگی تو باوجودے کہ وہ گناہ پر مصر ہین مگر چاہتے ہین کہ
وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت لیکر انکار کر دیا اور لوگون مین مشہور
و متہم ہو گیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہو گیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کے لیے مال خیرات کرتا ہے تاکہ لوگ
یہ خیال کرین کہ جب یہ اپنا مال دیے دیتا ہے تو دوسرے کا کس طرح رکھہ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی زنا و اغلام
مین متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو سکنت اور تقوے کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہے پس یہ لوگ بھی پہلے
فرقہ کے مانند ہین گو اون سے کچھہ کم ہین۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے مقصود دنیا کے لذات مین سے کوئی
شے مباح ہو مثلاً کچھہ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح مین آجانا وغیرہ جیسے بعض
اشخاص اپنا غم اور گریہ ظاہر کرتے ہین اور وعظ ونصیحت مین مشغول رہتے ہین اسلیے کہ کوئی کچھہ خدمت
مال کی کرے یا عورتون کو رغبت ہم سے نکاح کی ہو تو پھر یا کسی معین عورت سے نکاح کرلین یا کوئی شریفزادی
نکاح مین آجاوے۔ یا جیسے کوئی اسبات کا خواہان ہو کہ کسی عالم وعابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو اوسکی سامنے
علم اور عبادت ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتین بھی ممنوع ہین اس لیے کہ خدا
کی طاعت سے لذائذ دنیاوی کا خواہان ہوتا ہے مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہے اسلیے کہ اسمین جس چیز کا
طالب ہے وہ مباح تو ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے نہ کوئی معصیت مقصود ہے نہ مال کا لینا اور نکاح کرنا

غرض ہے لیکن اظہار عبادت اسلیے ہے کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ نجانے کہ یہ شخص بھی منجملہ عوام کے ہے بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہے اور جب آدمی اوسکو دیکھتے ہین تو رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ اہل وقار سے نہین کچھ ایسا ہی ویسا ہے اسیطرح اگر کسیکو ہنسی آجاتی ہے یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہے پھر یہ خوف ہوتا ہے کہ کہین لوگ مجھکو حقیر نجانین تو اس لیے پیچھے لمبی لمبی سانس لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور رغم ظاہر کرکے کہتا ہے کہ آدمی کتنا غافل ہے اور خدا کو خوب معلوم ہے کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا صرف لوگون مین توقیر بنی رہنے کے لیے حقارت کی ڈر سے ایسا کہتا ہے یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہے تو آپ بھی اونکا ساتھ دیتا ہے تاکہ لوگ کاہل و رعامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نکرتا یا مثلاً کوئی عرفہ کے روز یا عاشورہ کو یا حرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھین کہ یہ روزہ دار نہین جب لوگونکو گمان اوسکے روزہ کا ہوتا ہے تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہے مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ نہین بلکہ یون کہتا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اسبات کا اظہار کہ روزہ دار ہے دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجکو اسبات سے احتراز ہے کہ اپنی عبادت لوگون سے بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہے پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پہنچے تو پھر خواہ مخواہ کوئی عذر صراحۃً یا کنایۃً پیش کرتا ہے مثلاً کوئی ایسا مرض اپنے آپ کو بتاتا جس مین پیاس بہت لگتی ہے اور مانع صوم ہے یا یہ کہتا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر سے روزہ افطار کر دیا اور یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہین بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاوین کہ فقط ریا کی جہت سے عذر کرتا ہے بلکہ کچھ دم لے کر اور باتون مین یہ عذر بھی سنا دیتا ہے مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ فلان شخص بڑا رفیق دوست ہے اوسکی کمال رغبت اسمین ہے کہ کوئی اوسکا کھانا کھاوے چنانچہ آج مجھسے بھی اصرار کیا اور مجھے اوسکی خاطرداری سے کھانا ہی پڑا یا یون کہے کہ میری والدہ ماجدہ نہایت ضعیف القلب ہین اونھین یہی خوف رہتا ہے کہ اگر مین ایک روز بھی روزہ رکھون گا تو بیمار پڑ جاؤن گا اسی لیے مجھے روزہ نہین رکھنے دیتین پس اس طرح کی باتین ریا کی علامتین ہین اسطرح کے مذکور جبھی زبان پر آتے ہین جب کہ ریا اندر مستحکم ہوتی ہے اور مخلص آدمی کو اسکی پروا نہین ہوتی کہ لوگ میری طرف کس طرح دیکھتے ہین اگر اوسکا دل روزہ پر راغب نہین اور خدا تعالے کو بھی اوسکا یہ حال معلوم ہے تو وہ یہ نہین چاہتا کہ جو علم خدا کو ہے اوسکے خلاف بندون کو ہو گو مکر و فریب ہی سے ہو اور اگر اوسکو رغبت روزہ کی ہے تو صرف خدا کا علم اپنے روزہ دار

ہونے پر کافی جانتا ہے اور اوسی پر قناعت کرکے دوسرون کو اوسمین شریک نہین کرتا اور کبھی عابد کے دل مین
یہ خطرہ گذرتا ہے کہ اگر اس عبادت کو ظاہر کرون گا تو لوگ میرا اقتدا کرینگے اور اسکی طرف راغب ہونگے مگر اس مین
شیطان کا فریب ہے چنانچہ اسکا بیان مع شروط آگے آوے گا یہ ہے بیان درجات ریا اور ریاکارون کا اور سب
قسم کے ریاکار غضب الٰہی مین داخل ہین ۔ اور ریا بڑے سخت مہلکات مین سے ہے اور وجہ اسکی زیادہ سخت
ہونے کی ایک یہ بھی ہے کہ اسمین ایسی آمیزشین ہین کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہین چنانچہ
حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اسمین لغزش کھا جاتے ہین جو لوگ
نفس کی آفتون اور دل کے مہلکات سے ناواقف ہین اون کا تو کچھ ذکر ہی نہین

چوتھا بیان اوس ریاے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے ۔ واضح ہو کہ ریا کی دو قسمین ہین
ایک جلی اور ایک خفی ریاے جلی وہ ہے کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب نہو ایسا ریا سب اقسام سے
کھلا زیادہ ہے یعنے یہ جلد سمجھہ مین آجاتا ہے ریاکار بھی جان لیتا ہے کہ مین نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ
وہ ریا ہے کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل تو نہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے
سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کی عادت روزمرہ تہجد پڑھنے کی ہے مگر کچھہ گرانی اور کسل کے ساتھہ
ادا کرتا ہے لیکن اگر گھر مین کوئی مہمان آگیا تو اوسے تہجد سے خوشدلی ہوئی اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے کہ اگر توقع
ثواب کی نہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت سابق کے خفی ہے اور اس سے
بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے اور باوجود اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو
اور چونکہ عمل مین اسکا کوئی اثر نہین اسلیے اسکا پہچاننا بجز علامتون کے ممکن نہین اور سب سے کھلی پہچان
اس قسم کی یہ ہے کہ اپنے عمل پر آدمیون کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہین کہ عمل مین
اخلاص کرتے ہین اور ریا کے معتقد نہین بلکہ اوسکو برا جانتے ہین اور اوس سے محترز ہوتے ہین اور اسیطرح
طاعت بجالاتے ہین لیکن جب اوس عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہین تو اونکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہے
اور محنت عبادت دل پر سے بوجھہ سا اوتر جاتا ہے تو یہ سرور ریاے خفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کہ یہ سرور مترشح
ہوا ہے اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگون کی طرف نہوتا تو اونکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا
کہ جیسے آگ پتھر مین پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح یہ ریا بھی دل مین پوشیدہ تھا کہ لوگون کی اطلاع بمنزلہ چقماق
ہوگئی اور اوسمین سے اثر فرحت و سرور کا ظاہر کر دیا ۔ پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اوسکی لذت
عابد کو معلوم ہوئی اور اوسکا تدارک نفرت سے نکیا تو یہی سرور ریا کی رگ خفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی ہے
یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی ہے اور خفیہ تقاضا کرتی ہے کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ تعریض اور

طبرانی نے بسند روایت ابو موسیٰ اشعری اس اثر کو منقول کیا ہے ۱۲

اور کنایہ سے لوگونکو اطلاع ہو جاوے اگرچہ تصریح کے ساتھ اطلاع کی طالب نہین ہوتی اور بعض اوقات ایسی
خفیہ ہوتی ہین کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونون سے متقاضی نہین ہوتی بلکہ عادات و شمائل ہی اطلاع کی خواہان
ہوتی ہے مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تھوک اور آنا آنسو اور غلبہ خواب کہ
جنسے تہجد گزاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ جس مین خواہش اطلاع ہو
نہ ظہور طاعت پر سرور مگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ جب لوگون کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کرین
اور کشادہ پیشانی اور توقیر پیش آوین اور ثناخوان رہین اور ہمارا کام کرنے مین خوش ہون اور معاملات بیع و شرا
مین ہمارے ساتھ رعایت کرین اور مجلس مین ہمکو عمدہ جگہہ دین پس اگر ان امور مین کسی سے کوتاہی ہو جاوے
تو دل پر شاق گذرے اور نفس کو نہایت بعید معلوم ہو کہ ایسا کیون ہوا تو اس صورت مین گویا اونکا نفس اپنی
حرمت تعظیم اوسی طاعت پر چاہتا ہے جسکو خفیہ ادا کیا اور اطلاع نہین کی اور اگر پہلے اوس طاعت کو نکیا
ہوتا تو پھر لوگون کا اپنے حق مین کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اس طرح کی عبادت مین صرف خدا
کے علم پر قناعت نہین پائی گئی اسلیے اس مین ایک لگاؤ ریا کا رہا جو چیونٹی کی چال سے بھی مخفی تر ہے
اور عجب نہین کہ ثواب کو حبط کرے اور اس سے بجز صدیقین کے اور کوئی نہین بچتا اور ثواب کے باطل ہونے کی
سند یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خدا تعالے قاریون سے ارشاد فرماوے گا
کہ کیا تمھارے واسطے لوگ نرخ ارزان نہین کرتے تھے کیا تمکو پہلے سلام نہین کرتے تھے کیا تمھاری حاجتین
پوری نہین کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لَا اَجْرَ لَکُمْ قَدِ اسْتَوْفَیْتُمْ اُجُوْرَکُمْ اور عبداللہ بن المبارک
فرماتے ہین کہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک سیاح درویش نے اپنے یارون سے کہا کہ بھائیو ہم نے
سرکشی کی خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند تو چھوڑ دیا مگر ہمکو یہ خوف ہے کہ جسقدر مالدارونکو
مال سے طغیان ہوتا ہے کہین اوس سے زیادہ ہمکو دین سے نہو جاوے دیکھو ہم مین سے اگر کوئی کسی سے
ملتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھہ کام کو کہین تو ہماری دینداری
کے سبب اوسکو لازم ہے کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہے تو یہ اچھا جانتا ہے کہ ہماری دینداری
کی جہت سے نرخ مین ارزان ملے یہ حال جب وہان کے بادشاہ کو معلوم ہوا تو اپنے لشکر کو لیکر درویش کی زیارت کو
چلا تمام جنگل اور پہاڑ آدمیون سے بھر گیا درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے لوگون نے کہا کہ بادشاہ وقت
آپ کی ملازمت کو آیا ہے درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے گابھے
لے آیا درویش نے اپنے گلے خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے تب مین بادشاہ نے آکر
لوگون سے پوچھا کہ تمھارا مرشد کہان ہے اونھون نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے بادشاہ نے

پوچھا کہ تم کیسے ہو اوسنے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہین اور ایک روایت مین ہے کہ اوسنے جواب مین کہا کہ خیریت سے ہون بادشاہ نے کہا کہ اس شخص مین کچھہ خیر و برکت نہین اور یہ کہکر لوٹ گیا درویش نے کہا کہ الحمد للہ کہ تو مجکو برا کہتا پھرا۔ مخلص لوگ ہمیشہ ریاے خفی سے ڈرتے رہتے ہین اور اسکے واسطے بڑی بڑی کوششین کرتے ہین اور لوگون کو دھوکا دیکر اپنے اعمال صالحہ سے ٹالدیتے ہین اور جسقدر کہ لوگ اپنی برائیان چھپانے کے حریص ہوتے ہین اوس سے زیادہ وہ لوگ اپنے اعمال صالحہ کی پوشیدگی مین حریص ہوتے ہین اور یہ سبب اسی توقع پر کرتے ہین کہ اونکے اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ رہین اور قیامت کو خداے تعالے اس اخلاص کے عوض سب مجمع کے سامنے اونکو ثواب عنایت فرماوے کیونکہ اونکو یقین ہے کہ خداے تعالے قیامت مین اعمال خالص قبول فرماوے گا۔ اور ہم لوگ اوس روز شدت سے محتاج اور بھوکے ہونگے اور اوس روز مال و اولاد اور ماں باپ بھائی کوئی کام نہ آوے گا صدیقین کو اپنی ہی پڑی ہوگی نفسی نفسی کہہ رہے ہونگے دوسرون کو کون پوچھتا ہے اور اس باب مین اونکی مثال ایسی ہے جیسے حج کرنے والے جب مکہ معظمہ کو جاتے ہین تو اپنے ساتھ کھرا اسکہ مغربی لے لیتے ہین کیونکہ وہان کے لوگون مین کھوٹا مال رائج نہین اور ضروریات کی حاجت ہر جگہہ ہوتی ہے اپنا وطن نہین نہ کوئی دوست آشنا کہ جسکے پاس پناہ لین بجز اسکے کہ اپنے پاس زر خالص ہو اور کوئی صورت دفع احتیاج کی نہین ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت مین پیش آوے گا انکا توشہ جو اوس دن کام آوے گا تقوے اور اخلاص ہے۔ غرض کہ ریاے خفی کے شعبے بے حد و شمار ہین جبتک آدمی اپنے دل مین انسان اور حیوان کے مطلع ہونے مین عبادات پر فرق سمجھیگا تب تک اوس مین ایک شاخ ریا کی موجود ہے کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اسکی پروا نہین کرتا کہ وہ موجود ہین یا غائب اسکے حال سے واقف ہین یا ناواقف پس اگر عمل مین مخلص ہوگا تو خدا کے علم پر قانع ہوکر بندون مین سے عقلا کو بھی حقیر جانے گا اور اونکی کچھہ پروا نکرے گا جیسا بچون اور دیوانون کی پروا نہین کرتا اور یہ تصور کرے گا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھہ بندون کے اختیار مین نہین جیسے کہ بہائم اور بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہین رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی ہین اگر یون نہ سمجھے گا تو آمیزش ریاے خفی سے خالی نہو گا مگر یہ بات نہین کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ اوسمین تفصیل ہے۔ اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو کسی کو نہین دیکھتے کہ اپنی طاعات کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہے یا کچھہ اچھا ہے اور کچھہ برا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سرور سب قسم کا برا نہین ہے بلکہ اوسکی پانچ قسمین ہین چار قسمین تو اچھی ہین اور ایک بری اچھی چار صورتین یہ ہین اول یہ کہ عابد کو منظور یہ تھا کہ طاعت مخفی اور ریا اخلاص رہے مگر جب خلق کو

اوسپر اطلاع ہوگئی تو اس نے یہ جانا کہ خداوند کریم لوگون پر ظاہر کردیا اور میرے احوال مین سے جو بات عمدہ تھی
اوسکی اطلاع فرمادی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہے
کہ گناہون کو چھپاتا ہے اور طاعت کو اظہار فرماتا ہے اور مین اسکے درپے تھا کہ طاعت و گناہ دونون مخفی رہین
پس اس سے بڑا کونسا لطف ہوگا کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کردیا تو اس اعتبار سے کہ خدا تعالے نے
فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور اونکے دلون مین
جگہہ ہوگئی اور اس طرح کا سرور اچھا ہے جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا
تو گویا اس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ مین خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہے
کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خدا تعالے نے دنیا مین میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسیطرح قیامت مین بھی کریگا
چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے مَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهٗ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ تو یہ سرور
اسوجہ سے ہوا کہ زمانہ آیندہ مین مقبول متصور ہونگا تیسری صورت یہ ہے کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے
یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب مین میری اقتدا کرینگے اور اسی طرح کی طاعت بجالاوینگے تو مجکو اوسکا ثواب
بڑھتا جاوے گا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہے اور لوگ اوسکی اقتدا کرتے ہین
تو اوسکو بھی انکے برابر ثواب ملتا جاتا ہے اور انکے ثواب مین سے کچھہ کم نہین کیا جاتا - اور ظاہر ہے کہ ثواب
بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہے نفع کا ہونا بیشک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہے تو اوسکو قصد اخفا کا
بھی ثواب ملیگا اور اب ظاہر ہونے سے بھی ثواب کا استحقاق ہوا چوتھی صورت یہ ہے کہ جن لوگون نے اسکی
طاعت پر مطلع ہوکر اسکی تعریف کی تو یہ اس وجہ سے خوش ہوا کہ اونھون نے مدح کرنے مین خدا کی مرضی کے
موافق کام کیا کہ اوسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ اونکے دل مائل بطاعت ہین ورنہ بعضے ایمان والے
ایسے بھی ہوتے ہین کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہین تو اوسکی حسد و مذمت کرتے ہین اور بغض رکھتے ہین اور
اوس سے تمسخر کرتے ہین ریاکار بتاتے ہین اچھا کبھی نہین کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہے کہ تعریف
کرنے سے لوگون کا حال معلوم ہوا کہ انکا ایمان درست ہے اور اس صورت مین اخلاص عابد کی علامت یہ ہے
کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کرین تو اوسکی تعریف سے بھی ویسا ہی خوش ہو جتنا اپنی تعریف سے
ہوتا ہے اور قسم مذموم یعنے پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کے دلون مین
منزلت ہوگئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست مین مجکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے
حاجات مین کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہے واللہ اعلم

پانچوان بیان اس بات کا کہ ریائے خفی اور جلی مین سے کون کون سی صورت مین عمل باطل ہوتا ہی

اور کون سی صورت مین نہین ۔ جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص کے ساتھ ادا کرتا ہے اور پھر اوس مین
ریا آجاتا ہے تو تین حال سے خالی نہین یا اوس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہے یا قبل فارغ ہونے کے
یا اوسکے ساتھ ہی پس اگر بعد فراغ صرف سرور اوس عمل کے ظاہر ہونے کا ہے بدون خود ظاہر کرنے کے
تو یہ سرور مفسد عمل نہین اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریا کے پورا ہو چکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو توقع ہے
کہ اوسکا اثر عمل پر نہ پہنچے خصوصاً ایسی صورت مین کہ عامل نے اوسکے ظاہر کرنے مین تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے
کہا ہو نہ تمنا اوسکے ظاہر ہونے یا ذکر کرنے کی ہو بلکہ اتفاقی خدائے تعالے کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہو گیا ہو
اور اس سبب سے اوسکے دل پر سوائے سرور محض اور کچھہ اثر نہوا ہو ۔ ہان اگر بدون قصد ریا عمل اخلاص پر تمام ہوا ہو لیکن
پھر عابد کو رغبت اوسکے اظہار کی ہوئی اور لوگون سے کہہ دیا اور ظاہر کر دیا تو یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار
و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبطل بھی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے جب کسی شخص کو کہتے سنا کہ مین نے کل رات
سورہ بقر پڑھی تھی تو فرمایا کہ اس شخص کا حصلہ یہی تھا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے
عرض کیا کہ مین نے تمام عمر روزہ رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا تو بعض لوگ
اس ارشاد کی وجہ یہی بتاتے ہین کہ اوسنے ظاہر کر دیا اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اوسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا
مکروہ ہے بہر صورت یہ احتمال ہے کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعودؓ کا اس بات پر دال ہو کہ اوس
شخص کا دل عبادت کے وقت نیت ریا سے خالی نتھا جسکے باعث اوسنے کہکر ظاہر کر دیا ورنہ یہ امر بعید از قیاس ہے
کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اوس سے ثواب عمل جاتا رہے بلکہ قیاس کی رو سے یہ چاہیے کہ جو عمل کر چکا اوسکا ثواب
پاوے اور بعد فراغت جو اوس عمل سے نمود کی اوسکا عذاب اوسکو ملے بخلاف اوس صورت کے کہ نماز یا عمل سے فارغ
ہونے کے پیشتر ہی اسکی نیت ریا کی طرف مائل ہو گئی ہو کہ اس صورت مین البتہ ابطال نماز خواہ عمل ہو سکتا ہے
لیکن جب عمل کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا مگر اثنائے ادا مین کچھہ ریا بھی ہو گیا تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو صرف
سرور ہی ہو جو عمل مین کچھہ تاثیر نہین کرتا اور ریا ایسا ریا ہو جسکے باعث اوس عمل کو پورا کیا چاہتا ہے پس اگر یہ
دوسری قسم کا ہے تو ثواب باطل ہو جاوے گا مثلاً ایک شخص نفل ادا کرتا ہے اوسوقت اوسکے پاس تماشائیون کا
گذر ہوا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثنائے نماز مین کوئی چیز اپنے مال مین سے
یاد آئی جسکو بھولا ہوا تھا اور اوسکی تلاش کی خواہش کی اور اگر آدمی نہوتے تو نماز توڑ کر اوسکو ڈھونڈھتا لیکن اونکی
مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت مین ثواب باطل ہو گیا اور یہ حال اگر فرض مین واقع ہو تو ایسی
فرض کو از سر نو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف مین ہے کہ اَلْعَمَلُ کَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اٰخِرُہٗ طَابَ اَوَّلُہٗ یعنی خاتمہ کا
لحاظ ضروری ہے اور ایک روایت مین ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کرے گا اوسکے عمل پیشتر کے

سلہ مسلم از روایت ابو قتادہ اور طبرانی نے بروایت اسماء بنت یزید نقل کیا ہے کہ صائم الدہر نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا اور صیغہ خطاب کے ساتھ مین نہین ملا ۱۲

سلہ عمل مثل برتن کے ہے جب اوسکا آخر اچھا ہوگا تو اول اچھا ہوگا ۱۲ ابن ماجہ بروایت معاویہ بن ابی سفیان بلفظ دیگر ۱۲

سلہ ان لفظون سے اسکی سند نہین ملی ۱۲

باطل ہوجاوینگے اور یہ روایت اس صورت مین نماز کے باب مین وارد ہے صدقہ اور قرارت پر صادق نہین اسلیے کہ صدقہ اور قرارت کی ہر ہر چیز ایک شی علحدہ ہے جس حصہ پر ریا واقع ہوگا اوسیمین کا باقی خراب ہوجاوے گا مگر گذشتہ باطل نہین ہوگا اور روزہ اور حج مثل نماز کے ہین — اور اگر ریا اسی طرح آیا ہے کہ ثواب کے لیے عمل کے پورا کرنے کا مانع نہین مثلاً اثناے نماز مین کچھ لوگ آگئے اور یہ اونکے آنے سے خوش ہوا اور اونکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنے کا قصد کیا اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت مین ریا نے عمل مین اثر کیا کہ باعث حسن کا نماز کا ہوا لیکن یہ اثر اگر اتنا غالب ہوجاوے کہ اسکے غلبہ مین اوس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر ادا کرنا معلوم نہو بلکہ قصد عبادت و ثواب اوس قصد ریا مین چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حالت ادا ہوجاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ جو شروع کے وقت کی تھی اوسمین ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی نہ پیش آوے جو اوسپر غالب ہوکر اوسکو چھپا دے — اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ عبادت فاسد نہو اسلیے کہ پہلی نیت اور اصل قصد ثواب باقی ہے گو کسی دوسرے قصد کے ہجوم سے ضعیف ہوگیا ہو — اور حارث محاسبی رح عبادت کا فاسد ہونا ایسے امر مین تجویز کرتے ہین کہ وہ اس سے بھی سہل ہے اونکا قول یہ ہے کہ جب عابد نے لوگون کی اطلاع سے صرف سرور کا قصد کیا یعنے ایسا سرور جو بجوش محبت جاہ و منزلت کے ہوتا ہے تو اس باب مین لوگون کا اختلاف ہے ایک گروہ تو اس طرف ہے کہ اس سے عمل باطل ہوگیا اسواسطے کہ اوسنے پہلے قصد یعنی اخلاص کو توڑ کر مخلوق کی حمد کی طرف میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی تمامی خاتمے ہی سے ہوتی ہے پھر حارث فرماتے ہین کہ مین تو قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہون اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہون لوگون کا اختلاف اس باب مین مجھے پہلے سے معلوم ہے الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہے تو عمل باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ دو رکعتون مین سے جب اول خدا کے واسطے ہوگئی تو دوسری ضرر نہ کرے گی اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین عمل خفیہ کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ لوگون کو اسکی اطلاع ہو مگر اونکو اطلاع ہوجاتی ہے تو مین خوش ہوتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو دو ثواب ملینگے ایک خفیہ دوسرا علانیہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت حسن بصری کی مراد ضرر سے یہ ہے کہ خطرہ مضر اور مفسد عمل کا نہین جب کسی طور کا خطرہ آجاوے تو اوس سے عمل کو ترک نکرے اونھون نے یون نہین فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے عقد ریا ہوگا تب بھی ضرر نہین کرے گا اور حدیث کی تاویل مین حارث رح نے بڑی تقریر بیان کی ہے جسکا حاصل تین وجہون کی طرف رجوع کرتا ہے اول یہ کہ حدیث مین یہ مذکور نہین کہ عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر سائل کو سرور ہوتا تھا تو احتمال ہے کہ بعد فراغت سرور ہوتا ہو — دوسری یہ کہ سرور سے مراد وہ سرور ہے جو شرعاً محمود اور عمدہ ہے جنکا بیان اوپر گذرا محبت تعریف و منزلت کا سرور مراد نہین اسلیے کہ اس رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ثواب کا ارشاد فرمایا ہے اور محبت محمدیت کے سرور پر کسی فرقہ کے نزدیک ثواب مترتب نہیں غایت یہ کہ اسطرح کا
سرور معاف فرمایا جاوے اور سپر ثواب کا قائل کوئی نہیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کہ مخلص کو تو ایک ثواب ہو اور
ریاکار کو دو ہون تیسری یہ کہ راویان حدیث حضرت ابو ہریرہ رضہ تک متصل نہیں ہین اکثر اون مین سے
اس حدیث کو ابو صالح پر موقوف کہتے ہین گو بعض لوگ مرفوع بھی بتلاتے ہین منظر برین عام حدیثین جو ریا
مین وارد ہین اونھین پر عمل کرنا بہتر ہے یہ قول حارث رح کا ہے غرض کہ اونھون نے یقینی حکم نہین لکھا بلکہ
اپنا غلبۂ ظن عمل کے باطل ہونے پر ظاہر کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ اس مقدار کا سرور کہ جسکی
تاثیر عمل مین نہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا ہو اور سرور محض اطلاع کے سبب ہو گیا ہو مفسد عمل نہین
کیونکہ اوسکی جہت سے اصل نیت منعدم نہین ہوئی اور وہی نیت عمل پر باعث رہی اور اوسی کے سبب عمل تمام ہوا
اور جو اخبار کہ ریا کے باب مین وارد ہین وہ اوسی صورت مین ہین کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو
شرکت مین وارد ہین اونسے یہ مراد ہے کہ قصد ریا مساوی قصد ثواب کے یا اوس سے غالب ہو مگر جس صورت مین
کہ قصد ریا ضعیف ہو تو ثواب صدقہ اور تمام اعمال کا بالکلیہ باطل نہین ہوتا اور نہ نماز مین فساد آنا چاہیے لیکن
اسمین یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ عابد پر نماز خالص لوجہ اللہ واجب ہوئی تھی اور خالص اوسکو کہتے ہین جسمین کسی طرح کی
آمیزش نہو پس جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہوگی تو جو امر واجب تھا وہ ادا نہوگا واللہ اعلم اور باب الاخلاص مین
اسسے زیادہ تقریر لکھی ہے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے یہ حال اوس ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت
خواہ قبل فراغ یا بعد فراغ عارض ہو۔ اب تیسری قسم کو سننا چاہیے یعنے جس مین عین نیت عبادت کے ساتھ
ہی قصد ریا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک اسی قصد پر جما رہے گا تو اس نماز کا کچھ اعتبار نہین سب کے نزدیک
اسکا قضا کرنا چاہیے اور اگر عین نماز پڑھنے مین تمام ہونے سے پہلے نادم ہو کر استغفار کرے گا اور حالت
اصلی پر رجوع کرے گا تو ایسی صورت مین تین قول ہین بعض یہ کہتے ہین کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو
شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہین ہوئی تھی تو از سر نو نیت کرنی چاہیے۔ اور بعض یہ کہتے ہین کہ ایسے
شخص کے افعال صحیح نہین ہوئے اصل نیت نماز کی باقی ہے اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہین اونکو دوبارہ
ادا کرنا چاہیے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہے اور ریا ایک خاطر قلبی کا نام ہے کہ اوس سے اصل نیت کا عقد ہونا
معدوم نہین ہوتا اور بعض یہ کہتے ہین کہ اوس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا ضرور نہین بلکہ اپنے دل مین
استغفار کرکے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اگر اخلاص سے شروع کرتا اور ریا پر
تمام کرتا تو عمل باطل ہو جاتا تھا اسی طرح یہان اوسکا عکس ہے کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل نہونا
چاہیے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ سفید کپڑے پر نجاست عارضی لگ جاوے جب وہ نجاست عارضی دور کیجاے گی

پھر حالت اصلی پر عود کریگا اور چونکہ نماز مین رکوع وسجدہ غیر اللہ کے لیے نہین ہوتا اسواسطے اگر غیر کے واسطے
سجدہ کریگا تو کافر ہوجاویگا بلکہ اوسپر ایک ریای عارضی آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال مین
ہوگیا کہ اب لوگون کی تعریف ومذمت کی کچھہ پروا نہین تو اسی وجہ سے نماز درست ہوئی ۔ اور ہمارے نزدیک
یہ دونون پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعاً مخالف ہین خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ صرف رکوع اور سجدہ کو
اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی ازسرنو کرنے کی کچھہ ضرورت نہین اسواسطے کہ اگر مثلاً رکوع اور سجدہ درست نہین ہوا
تو نماز مین افعال زائد ہوگئے جو مفسد نماز ہین پھر نماز کا نہ فاسد ہونا کس طرح ہوسکتا ہے ۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہین
کہ اگر اخلاص پر تمامی نماز کی ہوئی ہے تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہے اسواسطے
کہ ریا نیت کا مخل ہے اور احکام نیت کے مراعات شروع نماز مین بطریق اولی چاہیے پس جو صورت کہ بموجب
قیاس فقہ درست ہو یہ ہے کہ اگر باعث اوس عبادت کا صرف ریا ہے طلب ثواب سے کچھہ غرض نہین اطاعت
امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت مین شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہین ہوا اوسکے بعد جو افعال کریگا وہ
بھی درست نہونگے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا الا جب لوگون کو دیکھا تو نیت
باندھ لی یا یہ کہ اوسکے کپڑے نجس ہین مگر لوگون کے خوف سے نماز پر کھڑا ہوگیا تو یہ ایسی نماز ہے کہ اس مین
نیت ہی نہین کیونکہ نیت تو اسکا نام ہے کہ باعث دین کے حکم کو مانے یہان باعث ہی نہ قبول کرنا
حکم کا پایا جاتا ہے ہان اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہوتے تب بھی نماز کو پڑھتا مگر اونکے ہونے پر رغبت اونکے
اچھا کہنے کی بھی ہوگئی تو یہان دو باعث جمع ہوئے ہین پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور مین
ہو جن مین تحریم اور تحلیل نہین ہوتی تب تو اسنے باعث ریا کے اطاعت سے نافرمانی کی اور باعث ثواب
کے اطاعت فرمان پیمبری کی وار انجا کہ فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره واقع ہوا ہے تو اسی
جسقدر اسکی نیت صحیح ہوگی اوسقدر ثواب پاویگا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اوسقدر عذاب اور ایک کے
ہونے سے دوسری بیکار نہوگی اور اگر ایسی صورت نماز مین واقع ہوگی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد
ہوجاتی ہے تو اوسکی بھی دو صورتین ہین یا نفل مین ہوگی یا فرض مین نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہے کہ
ایک وجہ سے اطاعت اور ایک جہت سے نافرمانی پائی جاتی ہے اسلیے کہ اوسکے دل مین دو باعث موجود ہین
اور یہ کہہ نہین سکتے کہ اوسکی نماز درست نہین اور نہ اوسکا اقتدا درست ہے مثلاً کسی شخص نے نماز تراویح ادا
کی اور قرائن حال سے معلوم ہوا کہ اسکا قصد صرف حسن قرأت کو ظاہر کرنے کیلیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص
گھر مین اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو نہین کہہ سکتے کہ اسکے پیچھے نماز پڑھنی درست نہین اسلیے کہ ایسا گمان
کرنا بعید ہے بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ نماز نفل سے قصد ثواب کا ہے اور اسی قصد سے اقتدا ہے۔

اوسکی نماز بھی صحیح ہے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہے گو قصد ثواب کے ساتھ کوئی اور قصد بھی ہو جسکے سبب اوسکو گناہ ہوا ہو۔ اور اگر دو باعث نماز فرض مین جمع ہون اور دونون باعث جدا جدا مستقل نہون بلکہ دونون ملکر باعث عبادت ہوئے ہون تو اس صورت مین واجب اوسکے ذمہ سے ساقط نہو گا کیونکہ باعث وجوب کا اوسکے حق مین خالی اور بطور مستقل نہین پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہوتا تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض نہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہی اور اسمین کئی احتمال ہین ایک احتمال تو عدم جواز کا ہے کہ یون کہا جاوے کہ اسکے ذمہ واجب نماز خالص لوجہ اللہ تھی لیکن اسنے واجب خالص کا ارادہ نہین کیا اور ایک احتمال جواز ہے یعنے یہ کہین کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہے اور وہ یہان موجود ہے دوسرے باعث کا اوسمین ملجانا اوسکے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہین جیسے اگر نماز غصب کے گھر مین پڑھ لے کہ اس صورت مین البتہ اسبات کا گناہ ہے کہ غصب کے گھر مین پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے مین اطاعت پائی گئی اسیلیے فرض ذمہ سے ساقط ہوا۔ غرض کہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اوسمین احتمال بھی مختلف ہون گے لیکن جس صورت مین کہ اصل نماز مین تو ریا نہو صرف مبادرت مین ہو مثلاً کوئی شخص نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر فرض نہوتے تو صرف ریا کی جہت سے نماز کی ابتدا نکرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ پر نہین رہتا کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہے اوسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کی تعیین مین قصد ریا واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہونا بہت بعید ہے یہ اوس ریا کا حکم ہے جو عمل کا باعث ہوا کرتا ہے لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اوسکی تاثیر اتنی نہو گی کہ عمل مین اثر کر جاوے تو اوس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق معلوم ہوتا ہے اور مسئلہ واقع مین دقیق ہے اسواسطے کہ فقہا نے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہین اور جن لوگون نے اس مین غوض کر کے کچھ تصرف کیا ہے اونھون نے صحت و فساد نماز مین قوانین فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا بلکہ تصفیہ قلوب اور طلب اخلاص کے سبب اپنی خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری دانست مین قول فیصل ہے واللہ اعلم

چھٹا بیان ریا کی دوا کا اور دقت ریا اول کے علاج کا طریق۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ریا بڑی مہلک چیز ہے اس سے اعمال باطل ہو جاتے ہین خدا کے نزدیک سبب غصہ کا ہوتا ہے تو جس چیز کا حال ایسا ہو اوسکے دور کرنے کے لیے مستعد ہونا مناسب بلکہ ضروری ہے اگرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت پڑے اسلیے کہ مثل مشہور ہے کہ داروی تلخ ست دفع مرض۔ اور یہ ایسا مجاہدہ ہے کہ سب بندون کو اسکی حاجت ہوتی ہے کیونکہ لڑکا شروع مین

عقل و تمیز کم رکھتا ہے لوگون کو آنکھ سے جیسا دیکھتا ہے ویسا ہی خود بھی کرنے کی طمع رکھتا ہے جب وہ لوگونکو دیکھتا ہے
کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اسکے دل مین اس تکلف کی محبت غالب ہو کر مستحکم
ہو جاتی ہے اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اوسکو جب معلوم ہوتا ہے جب عقل کمال کو پہونچتی ہے مگر اوسوقت تک ریا اوسکی
دل مین ریشہ دوانی کر چکتی ہے اسلیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ کے اوسکا قلع وقمع نہین کر سکتا
غرض کہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سبکو اسکی احتیاج ہے اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہے اور آخر کو خفیف
و آسان ہو جاتا ہے اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اوسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کی جاوے
جنسے کہ وہ پیدا ہوتا ہے دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سر دست خطرہ ہوتا ہے اوسکو دور کیا جاوے صورت
اول یعنی بیخ کنی ریا کی اصول و اسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہے کہ اوسکے اصول و اسباب معلوم ہو دین پس
جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ و منزلت کی ہے اور اگر اوسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول
لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا
ہوتی ہین اور ریاکار کو اوبھارتی ہین چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رضی کی حدیث اسکی شاہد ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک
اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبے کے معلوم
کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہے حمیت کے معنے یہ ہین کہ اوسکو اس بات کی غیرت آتی ہے کہ خود مغلوب
ہو جاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہووے اسکو برا کہے اور رتبہ کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہے کہ لذت جاہ اور دلونمین
جگہ کرنی کی طلب کرتا ہے اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہے یعنے جہاد ان تین غرضون سے کرتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور
حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ جب دو صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اوترتے ہین اور لوگونکو اونکے
مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص فخر کرنے کے واسطے جہاد کرتا ہے اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہے
ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہے اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان
شخص شہید ہے اور شاید اوسنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون اور ایک حدیث
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَزَا لَا يَبْتَغِيْ إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوٰى اس سے بھی اشارہ
طمع کیطرف پایا جاتا ہے اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی الا رنج مذمت سے بچتا ہے
مثلا کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کر رہے ہون تو وہ بھی کچھ تھوڑا سا دیدیتا ہے
تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اوسکو حمد کی طمع نہین ہے اسواسطے کہ اون سے بڑھکر تو اور لوگ ہین بس مذمت کے خوف سے
آنا دیتا ہے یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی برا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین

کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہین لیکن جب حمد سے مایوس ہوا تو مذمت ہی کو برا سمجھا یا کوئی شخص ایک
ایسی جماعت مین ہے جو رات بھر نماز پڑھین تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتین پڑھ لیتا ہے کہ کوئی کاہل نہ کہے
حالانکہ حمد کی طمع نہین بعض اوقات آدمی لذت حمد پر تو صبر کر سکتا ہے مگر مذمت کے رنج پر صبر نہین کر سکتا اسی جہت
سے بعض شخص بے علم فتوے دیدیتے ہین اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہین پوچھتے اور دعوی حدیث دانی کا
کرتے ہین حالانکہ خاک نہین جانتے یہ سب اسی لیے ہے کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اون سے نہین ہو سکتی
غرضکہ یہی تین امور مذکورہ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہین اور اسکا علاج اس باب کے قسم اول مین مجملاً
ذکر ہو چکا ہے اب ہم ذکر اوس علاج کا کرتے ہین جو ریا کے لیے مخصوص ہے مخفی نرہے کہ انسان جو کسی شی کی
خواہش کرتا ہے تو یہ گمان کر لیتا ہے کہ وہ شی اوسکے لیے حال مین یا مآل مین بہتر اور مفید لذیذ ہے پس
اگر اوسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ گو سردست اس شی مین لذت ہی مگر آگے کو نقصان ہوگا تو اوسپر اوس شی کی رغبت
نہ کرنی سہل ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کو معلوم ہے کہ شہد مزہ دار ہے تو اوسکی رغبت کرتا ہے مگر جب جان لے
کہ اسمین زہر ملا ہے تو بیشک اوسکی طرف رغبت نکریگا اسی طرح ریا کی رغبت کے علیحدہ کرنے کا یہ طریق ہے
کہ اسکی مضرت کو پہچاننا چاہیے جب بندہ کو اسکے ضرر معلوم ہونگے کہ اسکے سبب دل کی صلاحیت جاتی رہتی
ہے اور دنیا مین توفیق اور آخرت مین منزلت سے محروم ہوتا ہے اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا
مستحق ہوتا ہے اور قیامت مین کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاوے گا او بدکار او مکار اور ریاکار
تجھے شرم نہ آئی خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا بندون کے دلون کی حفاظت کی اور
خدا کی عبادت سے استہزا کیا بندون کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض اونکے واسطے آرایش مین رہا
اور خدا کے لیے آلایش مین اونکے پاس ہوتا گیا اور خدا سے دور اونکے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نزدیک مردود
اونکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہان کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نتھا
پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندون سے اسکو حاصل ہوتا ہے مع زینت دنیاوی کے
اوس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت مین ہوگا کہ ثواب اعمال جاتا رہیگا تو اوسکے نزدیک یا نہایت
حقیر ہو جاوے گا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہین کیا عجب ہے کہ ایک ہی عمل خالص سے
پلہ حسنات جھک جاوے اور جب اوسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ مین رکھدیا جاویگا
جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاوے گا اور دوزخ مین لے پڑے گا معاذ اللہ منہا اگر ریا سے ایک ہی
عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا گو اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت بیکار
نہوتی اور نیکی مین شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نبیین اور صدیقین کے زمرہ مین حاصل ہوتا

اور ریا کے سبب اونکے درجے سے اوتر کر اور اولیا کے درجے کی جو تیون کی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو
دینی ہوا دنیا مین جدا دل پریشان ہے تا کہ لوگون کے قلوب کی رعایت کرنی پڑی اور اونکی رضامندی کی کوئی
حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اونسے خوش ہین دوسرا فریق ناخوش ہے بعضے لوگ جب انہی
ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہوتے ہین اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خدا کے غضب پر اختیار کرتا ہے خدا
تعالے خود بھی ناراض ہوتا ہے اور لوگون کو بھی اوس سے ناراض کر دیتا ہے پھر لوگون کی مدح کی جہت سے
خدا تعالے کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہے کچھہ اونکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی نہ قیامت کے
فقر و فاقہ مین اونکی تعریف کام آوے گی۔ اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہے کہ یون
جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلون کا آمادہ کرنا خدا کے قبضے مین ہے لوگ اس مین بے بس ہین رازق
سوا خدا تعالے کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے طمع رکھتا ہے وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا
اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتا ہے تو احسان اوٹھانا پڑتا ہے اور دوسرون کی نظرون مین حقیر ہونا پڑتا ہے
تو ثواب الہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلہ مین کس طرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو
ملنے کی خوشی اتنی نہو گی جتنا احسان اوٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے برا کہنے کا خوف
کرنا بھی لاحاصل ہے اونکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ ہو جاوے گا جو کچھہ اللہ تعالے نے لکھدیا ہے وہی ہوگا
نہ موت جلدی آوے گی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہے نہ خدا کے نزدیک برا ہوگا
اگر پہلے سے نیک ہے نہ اوسکا غصہ زیادہ ہوگا بندون کا حال تو یہ ہے لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا
وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا پھر اونکی برائی سے کیا ہوتا ہے اونکے اختیار مین کچھہ نہین
پس جب آفتان اسباب ریا کی اور اونکا ضرر دل مین ٹھن جاوے گا تو ریا کی رغبت بھی سست پڑجاوے گی
اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جن مین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع
کم اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہو جاوے کہ دل مین ریا کرتا ہے
اور ظاہر مین اخلاص تو سب کے نزدیک برا ٹھہرے اور یہ بات چھپی نہین رہتی خدا تعالے کبھی نہ کبھی اوسکا
بھید کھول ہی دیتا ہے اسوقت لوگون کے نزدیک بھی مبغوض ہو جاتا ہے اللہ کے نزدیک تو پہلے ہی سے تھا
اور اگر خدا کے واسطے اخلاص کرے تو خدا تعالے اوسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرما کر اونکو اسکا مسخر کر دیتا ہے
کہ اسکو محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح و ثنا کرتے ہین باوجودیکہ اونکی مدح سے کچھہ فائدہ نہین نہ اونکی برائی سے
کچھہ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک شاعر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ اِنَّ مَدْحِیْ
زَیْنٌ وَّاِنَّ ذَمِّیْ شَیْنٌ یعنے میری تعریف آدمی کی زینت ہے اور برا کہنا اوسکے حق مین عیب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے یہ شان اوس معبود کی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں یعنے خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہے اور اوسکے برا کہنے سے بے شک عیب لگتا ہے آدمی کی تعریف و مذمت سے کچھ نہیں ہوتا مثلا اگر آدمی خدا کے نزدیک برا اور دوزخی ہے تو لوگون کی تعریف سے کیا بہتری ہو جاوے گی اور اگر اوسکے نزدیک مقرب اور نیک ہے تو لوگون کی ہجو سے کون سی برائی ہو جاوے گی۔ غرضکہ جو شخص اپنے دل مین آخرت کو حاضر جانے گا اور وہان کی نعمتین پایدار اور خدا کے نزدیک بلند مراتب یاد کرے گا اوسکے نزدیک یہ اشیا خلق کی ہیچ معلوم ہون گی جن مین صدہا طرح کی کدورات ملی ہین اور ہمہ تن اوسکا دل متوجہ الی اللہ ہو جاوے گا اور ریا کی ذلت سے نجات پاوے گا اور اوسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہو گا جس سے اوسکا سینہ کھل جاوے گا اور اوس سے ایسے لطیف مکاشفات معلوم ہونگے جنسے خداے تعالے کے ساتھ انس و محبت اور خلق کی ساتھ وحشت و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظرون مین پچے اور خلق کی جگہ دل مین نہ رہے اور سبب ریا بالکل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان اور وہ امور جو پہلی قسم مین اس باب کے ہم لکھ چکے ہین علمی علاج ہے جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہے اور دواے عملی یہ ہے کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ ادا کرنے کا عادی کرے اور اونکو ایسا چھپاوے جیسا کہ برائیون کو چھپاتے ہین یہانتک کہ صرف خداے تعالے کے علم و اطلاع پر قانع ہو جاوے غیر اللہ کی اطلاع کی طلب دل مین نہ رہے۔ روایت ہے کہ ابی حفص آہنگر کے مریدون مین سے کسی نے اونکے جلسے مین دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی اونھون نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جسکو خفیہ کہنا چاہیے تھا اب سے ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت نہ دی اسی لیے کہ دنیا کی مذمت کے ضمن مین زہد کا دعوی پایا جاتا ہے بہرحال ریا کی دوا مثال خفیہ رکھنے عبادات کے اور کوئی نہین ابتداء شروع مجاہدہ مین یہ شاق معلوم ہوتا ہے لیکن جب اوسپر چند روز بزور صبر کرتا ہے تو اوسکی دشواری آسان ہو جاتی ہے اور خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندون کی تائید کرتا ہے اوسکے شامل حال ہوتی ہے دیکھو خود فرماتا ہے
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ اور وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْہَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا
تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اوسکا ہے اور دروازے کا دستک دینا بندہ کا کام ہے اور اوسکا کھولنا خدا کا کام ہے اوسی کا ہو رہنا چاہیے حتے کہ سرادقات جلال سے آواز آنے لگے ؎ قبول ست گرچہ ہنر نیستش + کہ جز ما پناہی دگر نیستش + دوسری صورت یعنی جو خطرہ ریا کا کہ اثناے عبادت مین آوے اوسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر جہاد کرکے اپنے دل مین سے ریا کا استیصال کرتا ہے اس طرح کہ طمع کو قطع کرکے قانع ہوتا ہے اور اپنے آپکو لوگوں کی نظرون سے گرا دیتا ہے اور اونکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو اوسوقت شیطان اوسکو عبادت مین خالی اور بے فکر نہین چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش کرتا ہے اور اوسکے وسوسے علیحدہ نہین ہوتے نہ ہوای نفسانی بالکل

ف ابتداء مین [illegible] ضائع نہین کرتا ثواب نیکی والون کا ۱۲
ف اور اگر نیکی ہو تو اوسکو دونا کرے اور دیوے اپنی پاس سے بڑا ثواب ۱۲

تا بود ہوا اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات کے دور کرنے کے لیے بہت ضرور ہے — اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو
سبکے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے بعد
آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور اونکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت اونکی مدح
کے لیے اور اونکے نزدیک منزلت پانے کی پیدا ہونی اسکے بعد نفس کا اوسکو قبول کرنا اور دل کا اوسکے ثبوت پر عقد کرنا تینون سے
اول کا نام تو معرفت ہے اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا
مضبوط کرنا ہے اور ان سب مین سے خطرہ اول کے دفع کرنے کے لیے نہایت قوت چاہیے کہ پیشتر دوسرے خطرے کے
ہونے کے وہ دور ہو جاوے مثلاً جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا اونکے مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اوسکو
یون کہکر دفع کرے کہ مجکو خلق سے کیا غرض ہے وہ جانین یا نجانین خداے تعالے تو جانتا ہی ہے دوسرے
کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دل مین جمی ہین اونکو یاد کرے
کہ قیامت مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑے گا اور جب اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اوسوقت اونسے
محروم ہونگا تو جس طرح کہ اطلاع خلق کے واقف ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح آفت ریا کی
معرفت سے کراہت و نفرت اوسکے مقابل ہوتی ہے رغبت تو اس بات کو چاہتی ہے کہ اسکو قبول کرنا چاہیے
اور نفرت چاہتی ہے کہ انکار کرنا چاہیے پس جو ان مین سے غالب اور قوی زیادہ ہوگی نفس اوسی کی پیروی
کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اوسکی
شہوت سے نفرت کرنا سوم انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہے پھر اوسکو ریا کا خطرہ آتا ہے
تو اوسکو قبول کر لیتا ہی اوسوقت اوسکو معرفت اور نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اسکا سبب یہ ہے کہ خوف
مذمت اور حب مدح اور ہتیلا سے حرص کے دل مین اتنی بھر جاتی ہے کہ دوسری چیز کی اوسمین گنجایش نہین رہتی
پہلے سے جو آفات ریا کے اور اوسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سہو ہو جاتی ہے اسلیے کہ دل مین کوئی جگہ
خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد
رکھتا ہے اور غصہ کو برا جانتا ہے اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم بننے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات
ایسے اسباب جمع ہو جاتی ہین جنسے اوسکا غضب بھڑک اوٹھتا ہے اور اول کا قصد بھول جاتا ہے اور دل مین
ایسا غصہ بھرتا ہے کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین پھیل جاتا ہے اسی طرح شہوت کی
حلاوت دل مین پیدا ہوکر نور معرفت کو نکال دیتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رض کے قول مین
کہ فرماتے ہین ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جہاد سے نہ بھاگینگے لیکن
کچھ موت پر نہین کی تھی مگر غزوہ حنین مین اوس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوئے یہانتک کہ آواز آئی

اسی درخت والو معاً لوٹ آئے۔ یعنی چونکہ دلون مین خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد نہ رہا جب یاد دلایا تو
یاد آیا۔ اور اکثر شہوات جو یکایک جوشزن ہوتی ہین اونکا حال ایسا ہی ہوتا ہے یعنے اون سے جو مضرت ایمان مین
ہوتی ہے اوسکو جوش شہوت مین پہچاننا بھول جاتا ہے اور جب پہچان یاد نہ رہی تو نفرت جو کہ اوسکا نتیجہ تھی وہ بھی ظہور
مین نہین آتی۔ اور کبھی یاد بھی کر لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ خطرہ اوس ریا کا ہے جسکے باعث خدا کا غضب
ہوگا مگر اوسپر شدت شہوت کے باعث اصرار کیے جاتا ہے ہواے نفسانی عقل پر غالب ہوجاتی ہے جو لذت
اوسوقت ملتی ہے اوسکو چھوڑ نہین سکتا توبہ کے واسطے لیت لعل کرتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے کہ جسکے شغل مین
یہ سوچ ہی دل پر نہ آوے۔ بہت سے عالم ایسے ہین کہ جو کلام کرتے ہین خالی ریا سے نہین ہوتا اور وہ خود جانتے
ہین مگر اصرار کیے جاتے ہین یہ اصرار اونپر زیادہ تر حجت ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے کہ ریا مہلک ہے
اور خدا کے نزدیک مذموم اوسنے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہین جبتک پہچاننے کے ساتھ اوس سے
نفرت نہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطرہ ریا کو پہچان بھی لیتا ہے اور اوس سے نفرت بھی کرتا ہے مگر باوجود
اسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہے اور اوسکے بموجب عمل کرتا ہے اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے
بہت قوی ہوتی ہے اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص بھی اپنی اس نفرت سے کچھ فائدہ نہ اوٹھاویگا اسواسطے
کہ غرض کراہت سے یہ ہے کہ فعل سے باز رکھے نہ یہ کہ من بھاوے منڈیا ہلاوے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ
فائدہ بدون اجتماع تینون امور مذکورہ سابق کے نہین ہے یعنے معرفت ریا اور اوسکو مکروہ سمجھنا اور اوس سے
انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہے اور کراہت ثمرہ معرفت کا یعنے شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمانی
اور نور علم کے ہوتی ہے اور اوسکا ضعف بقدر غفلت اور حب دنیا اور فراموشی آخرت اور قلت مبالات
خدا کے پاس کی چیزون سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور انعامات آخرت کے ہوتا ہے اور یہ سب
ایکدوسرے سے پیدا ہوتی ہین اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبہ شہوات ہے یہی سب برائیون کی جڑ ہے
اور ہر ایک گناہ کا منبع کیونکہ محبت جاہ و منزلت اور دنیاوی لذائذ کا جسکا وہ بلا ہے کہ آدمی کے دل کو لوٹ
لیتا ہے اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور حدیث اور علوم سے نہین کرنے دیتا۔ اب اگر کوئی
سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہے اور اس کراہت کی جہت سے اوسکا مرتکب بھی
نہین ہوتا لیکن باوجود اسکے اوسکی طبیعت مین میل اور محبت ریا کی پائی جاتی ہے مگر وہ اس میل و محبت کو بھی
برا سمجھتا ہے اور اوسکے بموجب عمل نہین کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند
کریم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہین دیتا اور بندہ کے اختیار مین نہین کہ شیطان کو وسوسہ نکرنے دے
یا طبیعت کو ایسا کر لے کہ اوسمین میل شہوات نرہے اسکے قابو مین صرف اتنی بات ہے کہ اپنے شہوات کا مقابلہ

اوس کراہت سے کرے جو اسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدا تعالے اور قیامت پر ہونے سے حاصل ہے جب یہ بات کرے گا تو جتنا اسکو حکم تھا ادا کرے گا اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ اصحاب رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت کی کہ ہمارے دلون پر ایسے امور پیش ہوتے ہین کہ اگر ہم آسمان سے گرائے جاوین اور پرند ہمکو اچک لین یا ہمکو آندھی اوٹھا کر کسی دور جگہہ پھینک دے تو منظور ہے مگر اونکا کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اون خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رض کو صرف وسواس تھا اوسکی کراہت لیکر گذرتی تھی وسواس کی لیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہین سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپ نے اوس کراہت ہی کو فرمایا جو وسواس کے ساتھہ ہوتی تھی اور ریا گو برا ہے مگر خدا تعالے پر وسواس کرنے کی نسبت بے شک کم ہے تو جب کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہو گیا تو ریا کا ضرر بطریق اولے دور ہونا چاہیے اور اسی طرح حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ إِلَى الْوَسْوَسَةِ اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے برا سمجھے تو وہ اگر دشمن کیطرف سے ہوگا تو تجکو مضر نہین اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اوسپر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم ہوا کہ شیطانکا وسوسہ اور نزاع نفس مضر نہین بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے نہونے پاوے اور خواطر یعنی تذکرات اور تخیلات اون اسباب کا جنسے ریا ہیجان مین آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہین اور ان خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کیطرف سے اور کراہت ایمان اور آثار عقل مین سے ہے لیکن یہان شیطان ایک اور چال مکر کی چلتا ہے کہ جب جانتا ہے کہ عابد قبول ریا کا منکر ہے اور اپنے آپ کو اوسکے قبول کرانے سے عاجز تصور کرتا ہے تو اوسکے دل مین یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیری صلاح و بہتری اس مین ہے کہ مجھسے مجادلہ مین مشغول ہو اور رد و جدال بہت دیر تک ہے اور اس سے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ ثواب اخلاص اور حضور قلب کا اوسکو نہ ملے کیونکہ شیطان کے مجادلہ اور مدافعت مین مشغول ہونا اللہ تعالی کی مناجات سے باز رہنا ہے جس سے قرب الٰہی کی منزلت مین نقصان ہوتا ہے اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے مین لوگ چار مراتب پر ہین اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اوسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اوسکو جھٹلایا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اوسکے ساتہ لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کے لیے اچھا ہے اور واقع مین نقصان ہے اسلیے کہ خدا تعالے کی مناجات اور وہ خیر جسکے درپے ہونا منظور تھا جاتی رہی راہزنون سے لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہے کہ راہزنون کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے کے لیے مضر ہے دوسرے وہ لوگ جنکو معلوم ہے کہ جدال و قتال سے سلوک مین نقصان ہوتا ہے اسی لیے صرف شیطان کی تکذیب اور دفع ہی پر

اکتفا کرتے ہین اوسکے مجادلہ مین مشغول نہین ہوتے تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب مین بھی مشغول نہین ہوتے
کیونکہ اوس مین بھی توقف ہوتا ہے گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دل مین ریا کی کراہت اور شیطان کا دروغ سمجھ
کرلیتے ہین اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہین تکذیب وخصومت سے سروکار نہین رکھتے چوتھے وہ لوگ
کہ جانتے ہین کہ جب اسباب ریا بروے کار آوین گے تو شیطان ہمارے حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اسلیے
عزم کرلیتے ہین کہ جب شیطان وسوسہ کرے تو اخلاص ومناجات اور اخفاے صدقہ اور عبادت کو اور زیادہ
کرین تاکہ شیطان جلے اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہین اور اوسکی بیخ کنی کرکے اوسکے پاس نا امید کر
دیتے ہین کہ پھر اونکے پاس نہ پھٹکے حضرت فضیل بن غزوان رح سے مروی ہے کہ کسی نے اونسے کہا کہ فلان شخص
آپکو برا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین اوس شخص کو جلاؤن گا جسنے اوسکو امر کیا ہے لوگون نے پوچھا کہ
وہ کون ہے فرمایا کہ شیطان ہے پھر فرمایا کہ الٰہی اوس شخص کو مغفرت کر جسنے مجکو برا کہا اور فرمایا کہ اس میرے کہنے سے
بے شک شیطان جلتا ہوگا کہ مین نے اوس شخص کے باب مین خدا کی اطاعت کی۔ اور جب شیطان کو بندے
کی یہ عادت معلوم ہوجاتی ہے تو اوس سے باز رہتا ہے کہ مبادا اوسکے حسنات اور زیادہ ہوجاوین۔ اور ابراہیم
تیمی رح فرماتے ہین کہ شیطان بندہ کو کسی گناہ کی طرف بلاتا ہے پس اگر اوسکی اطاعت نہین کرتا اور اوسکے
عوض کوئی خیر کیا کرتا ہے تو اوسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا کہ جب شیطان انسان کو متردد دیکھتا ہے
تو اوسمین طمع کرتا ہے اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہے تو ملول ہوکر بغض کرتا ہے۔ اور حارث محاسبی رح
نے ان چار مراتب کی بہت اچھی مثال کہی ہے کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث مین جانا چاہتے ہین
تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کرین اور ہدایت ورشد پاوین اور اونپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ کہین
ایسا نہو کہ انکو راہ حق ملجاوے پس ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف
چلنے کو کہا اوسنے انکار کیا جب اوسنے اوسکا انکار دیکھا تو اوسکو لڑائی اور تقریر مین اولجھا دیا وہ شخص اس
خیال سے کہ اسکی گمراہی کا دفع کرنا اور اس سے حجت کرنا مصلحت ہے لڑنے لگا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی تھا کہ
جتنی دیر یہان لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اوس گمراہ کے پاس کو گذرا اوسنے اوسکو بھی منع
کیا اور روکا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اوس گمراہ کو دھکا دے کر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اوسکے اسقدر
توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اوسکو بہکایا تو اوسنے ہرگز التفات نکیا اور جس چال سے
پہلے جاتا تھا اوسی طرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اوس سے بالکل منقطع ہوگئی اور جسوقت چوتھا وہان کو
گذرا اوسنے چاہا کہ گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اوس سے تیز چلنا اوسکے سامنے شروع کیا
اور سستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقاً یہ چارون شخص پھر کبھی اسکے پاس کو گذرین تو یہ اونکو حسب دستور

دوبارہ چھیڑے گا مگر جو تجھے کے پاس نہ پھٹکے گا کہ مبادا میرے چھیڑنے سے اوسکا فائدہ زیادہ ہوجاوے سو اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہے کہ کوئی اوسکے وسواس سے خالی نہین تو قبل اوسکے آنے کے اوسکا استفار کرنا اور گھات مین لگا رہنا چاہیے یا خدا تعالے پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اوسکو دور فرماوے گا یا عبادت مین مشغول ہونا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان سے ہوشیار رہنے مین تین قول ہین بعض اہل بصرہ کہتے ہین کہ زبردست عابدون کو شیطان سے بچنے کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہین اور اوسکی محبت مین مشغول اسی لیے شیطان اونسے کنارہ کرتا ہے اور نا امید ہوجاتا ہے جیسے بوڑھے عابدون کو شراب خواری و زنا کی طرف بلانے سے نا امید ہے تو تمام دنیاوی لذتین زبردستون کے نزدیک مثل شراب و زنا کے ہین گو مباح ہی ہون اور جب لذائذ دنیاوی کی محبت بالکل اون مین نہین تو شیطان کو کوئی راہ اونکے پاس آنے کی نہین اسی لیے اونکو اوسکا کچھ خوف بھی نکرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہے کہ اوس سے بچنے کے واسطے گھات مین رہنا اوس شخص کو درکار ہے جس کا یقین کم ہو اور توکل ناقص ہو جو شخص یہ یقین کرے گا کہ خدا تعالے کی تدبیر مین اوسکا کوئی شریک نہین وہ دوسرے سے کیون ڈرے گا وہ یہ جان لے گا کہ شیطان خدا کی مخلوق مین سے ایک ذلیل شخص ہے اوسپر کوئی امر موقوف نہین جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ضرر اور نفع دینا اوسی کا کام ہے عارف کو شرم آتی ہے کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اوسکو ڈرسے بے پروا کردیتا ہے اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور بصریون کا جو یہ قول ہے کہ زبردست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہین اونکو حاجت خوف نہین تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہے کیا عجب ہے کہ آدمی دھوکا کھا جاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہین رہے دوسرا شخص کیسے محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جتنے وسواس شیطانی ہون سب شہوات اور محبت دنیا کے باب مین ہون تا کہ محبت دنیا و شہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس بھی نہ آوین بلکہ وسواس خدا تعالے کی صفات اور اسما اور بدعت و گمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ مین بھی ہوتے ہین اور اسکے خطرے سے کوئی نہین بچا چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي باوجودیکہ آپکا شیطان مسلمان ہوگیا تھا اور سواے خیر کے اور کچھ نکہتا تھا پس جو شخص اپنے آپکو محبت الٰہی مین نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے مین ہے اور اشتغال محبت الٰہی انبیا علیہم السلام کیلیے شیطان سے مامون نہ رہے دیکھو حضرت آدم و حوا علیہما السلام جنت مین تھے کہ جو امن و سرور کا

مقام ہے اور خدا تعالے نے تو یہی فرمایا تھا کہ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ
فَتَشْقٰى اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى اور صرف ایک ہی درخت سے
منع کیا تھا اور سب وہان کی نعمتوں کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام میں رہ کر کید
شیطانی سے مامون نہ رہے تو غیر نبی اس دار نا پایدار منبع فتن و محن اور معدن لذائذ و شہوات ممنوعہ میں
رہ کر کیسے بچے گا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہے هٰذَا مِنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ اسی جہت سے خدا تعالے شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت میں
ارشاد ہے يَا بَنِيْ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اور اسکے آگے ارشاد ہے اِنَّهٗ
يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ تمام قرآن مجید میں ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہے
تو اوس سے مامون رہنے کا دعویٰ کس طرح ہو سکتا ہے اور جس چیز سے خدا تعالے نے پر حذر رہنے کو ارشاد
فرمایا ہے اوس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہیں اسلیے کہ اقتضا محبت سے یہ بھی ہے
کہ اوسکے حکم کو مانے اور اوسنے دشمن سے پر حذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ کفار سے پر حذر
رہنے کو فرمایا وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ
الْخَيْلِ پس جب خدا تعالے کے ارشاد کے بموجب دشمن کافر جو معلوم ہوتے ہیں اونسے حذر کرنا اہل
ایمان کو لازم آیا تو ایسے دشمن سے جو ایمان والونکو دیکھے اور خود معلوم نہو حذر کرنا بطریق اولی چاہیے
اسی بنا پر ابن محیریز فرماتے ہیں کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اوسکو دیکھتے ہوں اور وہ ہمکو نہ دیکھتا ہو تو غالبا
ہاتھ آجاوے گا اور جو ایسا ہے کہ وہ ہمکو تو دیکھتا ہے اور ہم اوسکو نہیں دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب
آجاوے اس سے اونکی مراد شیطان ہے علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کی جاوے تو اوس میں بھی
نتیجہ ہے کہ وہ اگر مار ڈالے گا اوسکے مار ڈالنے سے شہادت ملتی ہے لیکن اگر شیطان سے حذر نکیا جاوے
تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم میں ڈالنا پڑے گا غرض کہ اللہ تعالے کے ساتھ مشغول ہونے سے
یہ نہیں لازم آتا کہ جس چیز سے اوسنے پر حذر رہنے کو فرمایا ہو اوس سے اعراض کیا جاوے اس تقریر سے
دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈھال و ہتھیار بھی لیے ہیں اور لشکر بھی جمع کیا ہے خندق بھی کھودوائی ہے کسی بات
سے آپ کے توکل میں خلل واقع نہیں ہوا تو جس چیز سے خدا تعالے خود خوف و حذر کرنے کو فرماتا ہے
اوس سے خوف و حذر کرنے سے کیسے توکل میں خلل واقع ہوگا اور جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ توکل کے معنے
اسباب سے بالکل علیحدہ ہونے کے ہیں اونکی غلطی ہمنے باب توکل میں ثابت کی ہے اور ارشاد الٰہی فَاَعِدُّوْا لَهُمْ

ف یہ دشمن ہے تیرا اور تیری جورو کا سو نکلوا نہ دے تمکو بہشت سے پھر تو پڑے تکلیف میں ... نہ بھوکا ہو تو اوسمین نہ ننگا اور یہ کہ نہ پیاس کھینچے تو اوسمین نہ دھوپ ۱۲
ف اے اولاد آدم نہ بہکاوے تمکو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے ۱۲
ف وہ دیکھتا ہے تمکو اور اوسکی قوم جہان سے تم انکو نہیں دیکھتے ۱۲
ف اور ساتھ لیوین اپنا بچاو اور ہتھیار ۱۲
ف اور تیار کرو انکی لڑائی کو جو جمع کر سکو زور اور گھوڑے پالنے ۱۲

بما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل منافی توکل کے نہین بشرطیکہ دل مین اعتقاد ہو کہ ضرر و نفع و حیات و موت خداہی تعالے کے اختیار مین ہے اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت اور گمراہی خدا کے اختیار مین ہے اور اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہم نے لکھا ہے یہی قول حارث محاسبی کا بھی ہے اور یہی واقع مین صحیح ہے نور علم اسی کا شاہد ہے اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایسے عابدون کے ہین کہ جنکو علم زیادہ نہین ملا اور انکو یہ خیال ہے کہ بعض اوقات جو اونپر جوش استغراق کا آجاتا ہے ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہے پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین کیفیت حذر مین تین طرح ہین کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خدا ے تعالے نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہے تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلونپر اوسکے خوف و انتظار سے زیادہ نہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اوس سے غافل رہین گے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کر ڈالے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس حد تک کرین گے تو ظاہر ہی ہے کہ خدا کی یاد سے دل خالی ہو جاویگا اور ساری ہمت و فکر شیطان ہی پر صرف ہوگی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہے کہ سوا خدا کے اور کسی بکھیڑے مین مبتلا رہین تو اس لیے مناسب یہ ہے کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اوسکی عداوت کو بھی نہ بھولین یعنی دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اوسکو بالکل بھول جاوین تو شاید اسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان بھی نہو اور اگر صرف اوسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی ہے اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہے اور اہل تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہے کہ خدا کو بھول کر یاد شیطان ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنے کا اسلیے ہے کہ یاد الٰہی سے نہ روکے تو اوسکی یاد سب چیزون سے زیادہ دل پر کس طرح ہو سکتی ہے اسمین تو سراسر ضرر ہمارا ہے کیونکہ اسکا مآل یہ ہے کہ نور ذکر الٰہی سے دل خالی ہو پس جب شیطان ایسے دل کا قصد کرے گا اور نور ذکر الٰہی اور قوت شغل نہ پاویگا تو کچھ بعید نہین کہ جا بجا اپنے قابو مین کر لے اور سالک سے کچھ نہ بن پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اوسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ اسمین بھی شرکت ذکر الٰہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہے تو جسقدر آدمی شیطان کی یاد کریگا اوسی قدر یاد الٰہی مین نقصان ہوگا اور خدا ے تعالے کا حکم یون ہے کہ یاد صرف اسد کی رہے اور اوسکے ماسوا کو خواہ شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اسباب مین قول فیصل یہ ہے کہ بندے کو چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھے اور نفس پر اوسکی دشمنی جمالے جب اسکا خوب معتقد ہو جاوے اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی اوسکے اندر جاگزین ہو تو خدا ے تعالے کے ذکر مین مشغول ہو اور بتمام ہمت اوسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت کے پہچاننے کے بعد ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کریگا تو اسکو خبر ہو جاویگی اور اوسکا دفع کر دیگا اور خدا کے

ذکر مین مشغول ہونے سے یہ ضرور نہیں کہ وسواس شیطانی کے وقت اسکو اطلاع نہو دیکھو اگر کوئی شخص اسبات کا
خوف رکھتا ہو کہ کسی کام کے لیے بہت تڑکے اوٹھنا چاہیے نہیں تو وہ ہاتھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت سے
رات کو چند بار چونک پڑتا ہے باوجودیکہ سونے مین غافل رہتا ہے مگر چونکہ کھٹکا دل مین رہتا ہے اس لیے
چونکتا ہے تو خدا تعالے کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسواس نہین — اور اسی طرح کا دل دفع
دشمن پر قادر ہوتا ہے جس مین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہوای نفسانی مرجاتی ہے اور تاریکی شہوت
کی دور ہو کر نور علم و عقل کو فروغ ہوتا ہے غرض کہ ارباب بصیرت اپنے دلون کو شیطان کی عداوت اور گھات مین
رہنے سے واقف کر کے اوسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول نہین ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین
اور خدا کی یاد سے دشمن کی بدی ٹالتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسواس دیکھ لیتے ہین دل
کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا منظور ہو تا کہ اوسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو
شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہے اوسنے تو نجس پانی کو کنوئین ہی مین چھوڑ دیا اور جسنے کہ ذکر شیطان اور
ذکر خدا کو جمع کیا اوسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف سے اوسی کنوئین کے
اندر جاری رکھا تو اب بے فائدہ بڑی مشقت بھی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف
سے پانی نکلتا جاوے گا اور دوسری طرف سے آتا جاوے گا اور جو شخص دانا و واقف ہے اوسنے نجس
پانی کے لیے آڑ بنادی اور کوئین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہے ذرا سی دیر مین بے محنت
و کلفت سیڑھہ سے روک دیتا ہے ❁

ساتوان بیان اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین — واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ رکھنے مین
اخلاص اور ریا سے بچنے کا فائدہ ہے ویساہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگ پیروی کرین اور اونکو
رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہے کہ عمل خفیہ مین
بہت احتیاط ہے مگر اظہار مین بھی فائدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا
الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور اظہار کی دو قسمین ہین
ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کر کے کہدینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگون
کو اوس مین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہے کہ ایک انصاری رض نے سب سے پہلے ایک کیسہ زر دیا اوسکے بعد اور
لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ اَجْرُهَا وَ
اَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهُ اسی طرح سب اعمال مثلا روزہ نماز حج جہاد ہین لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب
ہے ہان غازی جب قصد نکلنے کا کرے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار کرے تاکہ اور لوگون کو نکلنے کی ترغیب ہووے

ن گر کھلا ہو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو پہنچاؤ تو تم کو بہتر ہے ۱۲
ت جو پیدا کرے اسلام مین عمدہ راہ اور پھر عمل کرے لوگ اوس پر تو اوسکا ثواب اور ثواب اوس شخص کا جو اوسکی پیروی کرے ۱۲ مسلم بروایت جریر بن عبد اللہ بجلی ۱۲

یہ افضل ہے اسلیے کہ غزا اصل مین اعمال ظاہری سے ہے اوسکا خفیہ کرنا ممکن نہین لیکن اوسپر مبادرت کرنی بوجہ اظہار کی
غرض سے نہین بلکہ صرف تحریص کی غرض سے ہے اسی طرح آدمی بعض اوقات تہجد پکار کے پڑھتا ہے تاکہ اور
گھروالے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اوسکی پیروی کرین سو حاصل یہ کہ جو عمل کہ اوسکا خفیہ بجا لانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد
اور جمعہ کے تو افضل وہمین سبقت کرنا ہے اور اظہار رغبت وسرون کی تحریص کے لیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو
اور جو اعمال کہ اونکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہے مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقہ کے اظہار سے لوگونکو ترغیب تو ہوتی ہو
مگر مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادا سے صدقہ افضل ہے اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہے اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے
نزدیک خفیہ ہی افضل ہے گو اظہار مین اقتدا و ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اوس اظہار کی نسبت افضل ہے
جس مین ترغیب و اقتدا نہو مگر جسمین اظہار مین اقتدا اور لوگونکو ہوتی ہو اوس صورت مین اظہار ہی افضل ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خداوند کریم نے
انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اونکی اقتدا کرین اور پھر باوجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور
اونکی طرف یہ گمان نہین ہوسکتا کہ دونون عمل سے جونسا افضل تھا اوس سے محروم رہے اور نیز حدیث شریف
فلہ اجرھا واجر من عمل بھا سے بھی فضیلت اظہار پائی جاتی ہے اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ عمل خفیہ کا ثواب
بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہے مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اوسکا ثواب بہ نسبت عمل خفیہ کے ستر گنا ہے
اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اسمین خلاف کی گنجایش نہین اسواسطے کہ جب دل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ اور ظاہر مین
ایک ہی صورت کے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوتی ہو وہ بے شک افضل ہوگا
عمل کے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہے پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اسکو کیا فائدہ
خود تباہ ہوجاوے گا اوس صورت مین بلا خلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہے لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے
تو اوسکو دو باتین سوچ لینی چاہیین اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہ کرے جہان یقین خواہ غلبہ ظن لوگون کی اقتدا کا
ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اونکی اقتدا اونکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضونکی
اقتدا ہمسایے کرتے ہین محلہ والے نہین کرتے بعضون کی محلہ والے کرتے ہین بازاری نہین کرتے مگر عالم
مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہین تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کرے گا تو کیا عجب ہے کہ اوسکو لوگ ریا و نفاق
کی طرف نسبت کرکے ہجو کرین اور اوسکی اقتدا نکرین تو اوسکے حق مین اظہار عمل بے فائدہ ہے اظہار بہ نیت
اقتدا اوسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکھتا ہو اور ایسے لوگون مین ہو جو اوسکی اقتدا کرین دوسری بات یہ ہے
کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ اوسمین محبت ریا خفی کی ہو اور اوسی کی جہت سے اقتدا کے بہانے سے اظہار
کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہوکر مقتدا بنجاؤن اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والون کا یہی حال ہے
بڑے زبردست مخلص ایسے نہین ہوتے اونکا وجود کم ہے تو چاہیے کہ کہین نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر

ناداشتگی مین تباہ کرے۔ ضعیف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی مین ڈھیڈھیاتا تھوڑا سا جانتا ہو اور
لوگون کو ڈوبتا دیکھکر او نپر رحم کرے اور او نکو بچانا چاہے جب وہ سب اوسکو پکڑ لین تو آپ بھی ڈوبے اور وہ بھی
ڈوبین اور پانی مین ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہے کاش ریا سے تباہ ہونے کی بھی تکلیف
ایسی ہی ہوتی تو کچھ غم نتھا اوسکا عذاب تو دائمی ہے مدتون تک رہے گا۔ اور یہ ریا ایسی بلا ہے کہ اسمین
عابد اور عالم سب لغزش کھا جاتے ہین وہ یہ چاہتے ہین کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہین
ویسے ہی ہم بھی کرین حالانکہ اونکے دلون مین قوت اخلاص نہین تو ریا کے باعث اونکے اعمال برباد ہو جاتے ہین
اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہے اور اسکا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس سے یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھسے کہے کہ عمل
خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کرلین گے تجھکو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکسان ہی ہوگا بس اگر اس سوال سے
نفس اسی بات کو چاہے کہ اس عمل مین مقتدا مین ہی ہون اور مین ہی ظاہر کرون تو معلوم کر لینا چاہیے کہ
باعث اس اظہار کا ریا ہے نہ طلب ثواب اور لوگون کی اقتدا و ترغیب خیر کیونکہ لوگون کو رغبت خیر
تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہو سکتی ہے اور اسکا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ مین زیادہ ہوگا
پھر اگر لوگون کا دکھلانا منظور نہین تو کیا وجہ ہے کہ اسکے دل کو میل اظہار عمل کا ہے۔ حاصل یہ کہ بندہ کو
نفس کے فریب سے بر حذر رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہے اور شیطان جدا گھات مین ہے اور محبت جاہ دلپر غالب ہے
اور اعمال ظاہری آفتون سے کم بچتے ہین اور سلامتی اعمال خفیہ ادا کرنے مین ہے عمل کے سالم رہنے کے برابر
کوئی چیز نہین ظاہر کرنے مین ایسے خطرے ہین کہ ہم جیسے لوگون کو اونکی برداشت و طاقت نہین تو
ہمارے لیے اور سب ضعیفون کے لیے اظہار سے خوف ہی اولے ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل سے فارغ
ہونے کے بعد اوسکو کہدے اوسکا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہے اور خطرہ اسمین بہت ہے اس لیے
کہ زبان سے کہدینا بہت سہل ہے زبان ہلاتے کچھ مشقت نہین معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو بڑا بول ہمیشہ
لذیذ معلوم ہوتا ہے اسواسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہو جاتا ہے مگر یہ اظہار قولی اگر ریا
کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہے کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے مین اثر نہین کرے گا اس نظر سے البتہ قسم
اول کی نسبت کچھ خفیف ہے اور اوسکا حکم یہ ہے کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور آدمی اوسکی
نظرون مین حقیر اور اونکی مدح و ذم اوسکے نزدیک مساوی ہون اور اظہار بھی ایسے لوگون مین کرے جنسے
توقع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت صاف اور سب آفات سے
سالم ہو اسواسطے کہ اظہار مین خیر کی ترغیب ہے اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہے اور اکابر سلف سے اسکا
اظہار منقول ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضہ کا قول ہے کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی نماز ایسی

نہین

نہین پڑھی جس مین نماز کے سوا نفس مین کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کسی ایسے جنازہ کے پیچھے نہین گیا جسمین
اوسکے سوال و جواب کے سوا کچھ اور دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اوسکو
یہی یقین کرلیا کہ حق ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ مجھے اس بات کی کچھ بھی پروا نہین ہوتی کہ مین
تونگر ہوگیا یا مفلس اسلیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہین کہ تونگری و مفلسی مین سے میرے حق مین کونسی بہتر
ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہین گذرا کہ مین نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی
دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا۔ اور حضرت عثمان رض کا قول ہے کہ جبسے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت
کی تبسے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا۔ اور شداد بن اوس رض فرماتے ہین
کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منہ سے نہین نکالا سوائے اس کلمہ کے
جو آج نکل گیا اور اوس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آؤ کہ اوسکو بھیجدین اور صبح کا کھانا منگاوین
غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہین گذرا مگر آج اتفاق ہوگیا اور حضرت ابو سفیان رہ نے نزع
کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ مین نے شروع اسلام سے آج تک کوئی گناہ نہین کیا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض نے فرمایا کہ مجھسے ایسا کبھی نہین ہوا کہ خدائے تعالے نے مجھپر کوئی حکم
قضا جاری فرمایا ہو اور مین نے اوسبات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجکو ہوائے نفسانی ہمیشہ
ایسی ہی جگہ ہوئی ہے جو خدا نے میرے مقدر مین لکھدی تھی۔ ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب
باتین عمدہ احوال کے ظاہر کرنے مین منقول ہین اور ان مین نہایت ترغیب ہے بشرطیکہ کہنے والا مقتدا ہو
اور یہی سہری کی ریاکاری ہے اگر کہنے والا ریاکار ہو۔ حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون
کے لیے بقصد ترغیب جائز ہے اور اوس مین وہی شرطین ہین جو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ پس بالا ظہار
اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہین اسلیے کہ طبیعتین تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہین یہ بات سرشت انسانی
مین داخل ہے بلکہ ریاکار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہے اور لوگون کو معلوم نہین ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہے
تو اوس سے بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہے مگر خاص اوسکے حق مین مضر ہے بہت سے مخلص ایسے ہین کہ
اونکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ اونھون نے اقتدا کسی ریاکار کی گو وہ خدا کے نزدیک ریاکار تھا مگر اوسکی اقتدا
سے دوسرونکو فائدہ ہوگیا۔ بصرے کے کوچون مین نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک روز ایسا تھا کہ تمام
گھرون مین سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب مین لکھی تو سب
لوگون نے تلاوت ترک کی اور اوسکی رغبت اورون کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا
[illegible] ریاکار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہے اور یہ بات خود

حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَبِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ[۱] تو جن ریاکارون کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہین وہ مصداق اسی حدیث کے ہین

آٹھوان بیان گناہون کے چھپانے کے جواز مین اور لوگونکو گناہ پر مطلع کرنے اور اونکی مذمت سننی کی برائی مین

واضح ہو کہ اخلاص کے باب مین اصل یہ ہے کہ باطن و ظاہر یکسان ہو جاوین جیسا کہ حضرت عمر رضنے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیشہ عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کر اوسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اوسپر آگاہ ہو جاوے تو تو اوس سے شرم نکرے۔ اور ابو مسلم خولانی کا قول ہے کہ مین کوئی ایسا عمل نہین کرتا جسپر لوگون کا مطلع ہونا برا معلوم ہوتا ہو مگر اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونا اور بول و براز کرنے مین اطلاع خلق بری معلوم ہوتی ہے لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہے ہر کسی کو نہین مل سکتا انسانکا حال یہ ہے کہ دل سے اور اعضاے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہے اور لوگون کا اوسپر مطلع ہونا برا جانتا ہے خصوص جب اوسپر وساوس شہوت کے گذرتے ہین حالانکہ خداے تعالے کو سب کچھہ معلوم ہے پس بندہ کا گناہ کو اپنے ہمجنس سے مخفی کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ریا ممنوع مین داخل ہے مگر واقع مین ایسا نہین واقع مین ممنوع یہ امر ہے کہ اپنے عیب اسلیے چھپاوے کہ لوگون کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہے اور خود ویسا نہو ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہے اور جو شخص نیک بخت ریاکار نہین اوسکو بھی اپنے عیب چھپانے چاہیین اور اگر اوسپر کوئی مطلع ہو جاوے تو اوسکو غم کرنا درست ہے اس پردہ پوشی و غم کی آٹھہ وجہین ہین اول تو یہ کہ خداے تعالے نے جو اسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اوس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اسکو اسوجہ سے غم ہوا کہ قیامت مین بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ سَتَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا[۲] سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرَۃِ اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہے دوسری یہ کہ اسکو معلوم ہے کہ خداے تعالے کو ظاہر ہونا گناہون کا برا معلوم ہوتا ہے اور اونکی پردہ پوشی محبوب ہے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنِ ارْتَکَبَ شَیْئًا مِنْ ھٰذِہِ الْقَاذُوْرَاتِ فَلْیَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰہِ[۳] تو اگرچہ گناہ کے باعث اوسنے خداے تعالے کی نافرمانی کی مگر دل مین محبت اوس بات کی رہی جو خداے تعالے کو محبوب تھی۔ اور جو چیز اوسکو بری معلوم ہوتی ہے وہ اسنے بھی بری سمجھی اور اوسپر غم کیا اوسکا منشا یہی ہے کہ ظہور معاصی کو خداے تعالے کے برے جاننے پر ایمان قوی ہو اور اس ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہو جاوے تو ایسا ہی غم ہو جیسے اپنے گناہ کے ظہور کا تیسری وجہ گناہ کے باعث لوگونکی مذمت سے رنج کرنی ہے کہ مذمت کی جہت سے دل و عقل کو غم ہوتا ہے اور اسی غم کے باعث دونون طاعت الٰہی سے باز رہتے ہین کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہے اور عقل سے نزاع کرکے اوسکو طاعت سے روک دیتی ہے مگر اس اعتبار سے چاہیے کہ جس تعریف سے کہ دل خدا کی یاد سے پھرتا ہو اوس تعریف کو بھی برا سمجھے اور رنج کرے کیونکہ جو حالت مذمت مین ہے وہی یہان ہے

[۱] یعنی اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اس دین کی بدکار آدمی اور ایسے لوگون سے جنکو بہرہ نہو ۱۲ یہ دو حدیثین ہین پہلی کو بخاری و مسلم نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے اور دوسری کو نسائی نے بروایت انس ۱۲

[۲] یعنی جو شخص کہ چھپاوے گا اللہ اوسپر دنیا مین کوئی گناہ چھپاوے گا اوسکو اوسپر آخرت مین ۱۲ اوپر گذری ۱۲

[۳] یعنی جو شخص مرتکب ہو ان پلید چیزون مین سے کسی چیز کا تو چاہیے کہ پردہ پوشی کرے ساتھ خدا کے پردہ کے ۱۲ حاکم نے مستدرک مین نقل کی ہے ۱۲

اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ ادائے طاعت کے لیے فراغ دل کی طرف رغبت کا درست ہونا
ایمان ہی سے ہوتا ہے چوتھی یہ کہ گناہون کا چھپانا اور اونکے چھپانے کی رغبت کرنی اس لیے ہوتی ہے
کہ آدمیون کی مذمت شاق معلوم ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کو ایذا پہونچتی ہے اسلیے
کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہے جیسا ضرب سے بدن کو پہونچتا ہے اور رنج کرنا اونکی مذمت کے سبب حرام نہین
نہ انسان اوسکی جہت سے گنہگار ہو البتہ گنہگار اوس صورت مین ہوتا ہے کہ نفس مذمت سے متضرر ہو کر اوسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا
مرتکب ہو بہرصورت انسان پر واجب نہین کہ خلق کی مذمت سے رنج والم نکرے ہان کمال صدق یہی ہے کہ خلق کی خواہش جاتی رہے اور اسکے
نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو یا ان بلحاظ کہ اسکو معلوم ہو کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خداے تعالی ہی
اور بندے سبکے سب عاجز ہین مگر اس طرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ
مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہے
خصوصًا جبکہ برا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خداے تعالے کے گواہ ہوتے ہین اور انکی
مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہے اور دین مین ناقص تو کس طرح
غم نہو گا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہے البتہ غم جو برا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون
نہین کرتے گویا اپنے تقوے پر تعریف چاہتا ہے اور خداے تعالے کی طاعت پر حمد کا طالب ہونا جائز نہین
اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنے ہیں اگر ایسا خطرہ دل مین آوے تو واجب
ہے کہ اوسکو برا جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے برا کہنے سے کراہت کرنا شرعی امر ہے اور مذموم نہین
اسلیے گناہ کو در پردہ رکھنا اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ آدمی محبت حمد تو
نرکھتا ہو الا مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اوسکی یہ ہو کہ لوگ مجکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلًا اکثر شاید لذت حمد سے
الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہے اور لذت نہونے سے کچھ درد نہین ہوتا
مگر مذمت باعث درد ہے پس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اوس طاعت کا ثواب اوسی وقت لے لینا ہے
اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کے مطلع ہونے کے
رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہے بلکہ یون مناسب ہے
کہ خداے تعالے کے مطلع ہونے اور اوسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس سبب سے برا جانے
کہ مذمت کرنے والے نے خداے تعالے کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیدا ہوتی ہے
اور اوسکی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی مذمت سنے جب بھی وتنا ہی رنج ہو جتنا اپنی مذمت سے ہوتا ہے
کیونکہ علت رنج دونون صورت مین یکسان ہے چھٹی یہ کہ گناہ اوسلیے پوشیدہ کرتا ہے تا کہ اظہار گناہ …

کوئی کسی طرح کی بدی نہ پونہچاوے اور یہ بات صدمہ مذمت کے علاوہ ہے اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ آدمی کے دل کو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتا ہے اگرچہ مذمت ایسا ہی شخص کرے جسکی شرسے مامون ہو مگر بعض اوقات خوف یہ ہوتا ہے کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی نفسی سبب سے شرارت کرے گا اس صورت مین جائز ہے کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے سا تین وجہ صرف حیا کا ہونا کہ یہ بھی ایک طرح کا الم ہے سوا ہے مذمت اور شرارت کی تکلیف کے۔ اور حیا ایک عمدہ عادت ہے جو شروع لڑکپن مین سن تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا ہے پیدا ہوتی ہے اوسی کے باعث اگر اوسکی بری باتون کو کوئی دیکھ لیتا ہے تو شرم کرتا ہے اور یہ ایک وصف محمود ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ[۱] اور فرمایا اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ[۲] اور فرمایا اَلْحَیَاءُ لَا یَأْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ[۳] اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْحَلِیْمَ[۴] پس جو شخص کہ فسق کرتا ہے اور اس بات کی پروا نہین کرتا کہ لوگون کو اسکا فسق معلوم ہو جاوے گا وہ فسق کے ساتھ پردہ دری اور بیشرمی کو زیادہ کرتا ہے اور اوس شخص کی نسبت برا ہے جو فسق کو چھپاتا ہے اور شرم کرتا ہے مگر حیا ریا کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے کم لوگ اوسکی تمیز کرتے ہین ہر ایک ریاکار یہی دعوے کرتا ہے کہ مین حیادار ہون اور عبادتون کو اچھی طرح ادا کرتا ہون اوسکا سبب یہی ہے کہ لوگون سے شرم آتی ہے اور یہ جھوٹ ہے بلکہ حیا ایک عادت ہے کہ طبیعت کریم سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان مین آتے ہین تو ممکن ہے کہ آدمی حیا کے باعث اخلاص کرے یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتا ہے اور اوسکا دل قرض دینے کو نہین چاہتا مگر اوسکو جواب صاف دینے سے حیا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر وہ شخص کسی دوسرے کی زبانی قرض کے لیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا نہ ریا کے باعث نہ ثواب کے باعث تو اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نکرے تو یہ کام بیحیا کا ہے حیادار یا بہانہ کرتے ہین یا قرض دیتے ہین اور دینے کی صورت مین تین حال ہین اول تو یہ کہ ریا کے ساتھ حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہے پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے تاکہ قرض خواہ تیری مدح و ثنا کرے اور نام سخاوت مین مشہور ہو یا اس سبب سے دینا مناسب ہے کہ تجکو برا نکہے اور بخل کیطرف منسوب نکرے اس صورت مین اگر دیویگا تو ریا کے باعث دے گا مگر یہ ریا حیا کے ہیجان و جوش سے پیدا ہوا ہے دوسری یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہین دے سکتا اور نفس کے بخل کے مارے کچھ قرض بھی نہین دیتا اس حال مین اسے سبب اخلاص کا ہیجان ہوا اور کہنے لگا کہ صدقہ دینے کا تو ایک ہی ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا ہے اسمین بہت ثواب ہے اور دوست کا دل خوش کرنا دوسرا علاوہ ہے اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس ترغیب سے نفس دینے پر راضی ہو گیا تو یہ شخص مخلص ہے اور اسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہے تیسری یہ کہ

[۱] حیا کل خیر ہے مسلم بروایت عمران بن حصین ۱۲
[۲] حیا ایک شاخ ہے ایمان کی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رضی ۱۲
[۳] حیا نہین لاتی مگر بہتری ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عمران بن حصین ۱۲
[۴] بیشک اللہ دوست رکھتا ہے حیا والے بردبار کو ۱۲ طبرانی بروایت فاطمہ زہرا رضی ۱۲

دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہے نہ خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اوسکی تعریف کی اسلیے کہ انمین سے اگر کوئی
بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی دیدیتا اور مفروض یہ ہے کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس اس صورت مین
صرف قرضخواہ کی شرم ہی سے دیا اگر اوسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص آتا جسکا لحاظ نکرنا پڑتا
مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اوسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہو غرض کہ اسطرح کا دینا
صرف حیا کی جہت سے ہے اور صورت حیا کی بری باتون ہی مین پیش آتی ہے جیسے بخل اور ارتکاب گناہون کا اور
ریاکار مباحات مین بھی شرماتا ہے یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو تو لوگون کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہے یا ہنس رہا ہو
تو چپ ہو جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ مین حیا کرتا ہون حالانکہ یہ حیا نہین عین ریا ہے اور یہ جو قول مشہور ہے
کہ بعض حیا اچھی نہین ہوتی بہت درست ہے اوس حیا سے وہ حیا مراد ہے جو ایسی چیزون سے ہو جو بری
نہین مثلاً لوگون کو نصیحت کرنے سے حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتون اور
لڑکون مین ہو تو اچھی ہے اور عقلا مین اچھی نہین ہے اور کبھی آدمی کسی بوڑھے کو مرتکب کسی معصیت کا دیکھتا ہے
مگر اوسکے بڑھا ہونے کے لحاظ سے اوسکو منع کرتے شرم آتی ہے اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمان کا تعظیم کرنا
خدا کا ہے یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نکرے
زبردست لوگ تو یہی کرتے ہین کہ خدا کی شرم کو لوگون کی شرم پر ترجیح کرتے ہین اور کمزورون سے یہ نہین ہوسکتا
آٹھوین یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص میری دیکھا دیکھی ایسا ہی کرے گا اور یہ وہ
وجہ ہے کہ اظہار طاعت مین جاری ہے یعنے اظہار طاعت اسی وجہ سے جائز ہے کہ اوس سے ترغیب اقتدا مقصود ہے اور یہ وجہ ائمہ اور مقتداؤن سے
مخصوص ہے مگر گناہ کے چھپانے مین یہ علت خاص نرہنی چاہیے عامی کو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے اوسکو
بھی نہین چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اسکی اقتدا کرکے ویسے ہی
ہوجاوینگے پس گناہ کے چھپانے مین یہ آٹھ عذر اور سبب ہین اور اظہار طاعت مین بجز اس عذر
ہشتم کے اور کوئی سبب نہین اور جب معصیت کے چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگون کے خیال مین متقی بنے
تو ریاکار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا اب اگر یہ پوچھو کہ پھر بندہ کو جائز ہے
کہ اپنے صالح ہونے کی جہت سے لوگون کی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اوسکو اسی جہت سے محبوب سمجھین جیسا
کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجکو ایسا عمل ارشاد
فرمائیے جس سے مجکو خداے تعالے محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مین
زہد کر خداے تعالے تیرے ساتھ محبت کرے گا اور اس نکمے مال کو لوگون کی طرف پھینک دے وہ تیرے
ساتھ محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگون کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہی اور کبھی

اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری اچھی تو اوس صورت مین ہے کہ لوگون کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اوسکی جہت
سے تصور محبت الٰہی کا اپنے ساتھ ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی بندے کو دوست کہتا ہے تو بندون کے دلون مین
اوسکو محبوب کر دیتا ہے اور مذموم وہ صورت ہی کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج وجہاد یا کسی اور طاعت معین پر
لوگ مدح وثنا کرین اور یہ اسلیے مذموم ہے کہ طاعت الٰہی پر سوائے ثواب خدا کے دوسرے عوض کا خواستگار ہوتا ہے
اور مباح یہ صورت ہے کہ لوگون کی محبت سوای طاعات اور صفات محمودہ کے سبب خواہان ہو مباحات کی محبت کا
حکم مثل محبت مال کے ہے کیونکہ دلونکا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضون کے حصول کا ہی جیسا مال کا مالک ہونا تو اوسمین کچھ قبح نہین

نوان بیان ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر مین

بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف
سے ترک کر دیتے ہین کہ اوسکے سبب سے ریاکار ہو جائین گے اور یہ اونکی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہے بلکہ
خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور نہ چھوڑنا اس تفصیل سے ہے کہ طاعات کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جن مین
خود مین کچھ لذت نہین مثلاً نماز و روزہ و حج وجہاد کہ انمین محنت و مجاہدہ ہی ہے اور لذیذ اس جہت سے
ہو جاتی ہین کہ ذریعہ لوگون کی حمد کے حاصل کرنے کا ہین اور وہ ایک لذیذ چیز ہے اور لوگون کے مطلع
ہونے پر حاصل ہوتی ہے اور ایک قسم طاعت کی وہ ہی جو خود لذیذ ہے اور وہ ایسے طاعات ہین جو اکثر بدن پر
موقوف نہین بلکہ خلق سے متعلق ہین جیسے خلافت اور قضا اور ولایت اور محتسب ہونا اور امامت نماز اور تذکیر
و تدریس اور لوگون کو مال دینا وغیرہ کہ انمین خلق کے تعلق اور لذت ہونے کی جہت سے آفت زیادہ ہے قسم اول
یعنے جو طاعتین کہ بدن کو لازم ہین اور غیر سے متعلق نہین نہ خود اون مین لذت ہے مثل نماز و روزہ اور
حج کے تو خطرات ریا اون مین تین طرح ہین اول وہ جو عمل سے پہلے آوے اور لوگون کو دکھلانے کو ابتدائی عمل کا
باعث ہو اور کوئی باعث دینی اوسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہے
اوسمین طاعت نہین بلکہ بلباس طاعت منزلت کی خواہش ہے پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے
باعث ریا کو دور کرے اور کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہین آتی کہ اوسکے بندون کے واسطے تو عمل کرتا ہے اور اوسکے لیے
نہین کرتا اور اس فہمایش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک مافات
کرے تو چاہیے کہ عمل مین مشغول ہو دوسری یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا لیکن درمیان مین
عبادت کے ساتھ خواہ اوس سے اول ریا پیش ہو گیا تو اس صورت مین عمل چھوڑنا نچاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا
تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنے نفس سے مجاہدہ کر کے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے اون علاجات سے جنکا ذکر
ہمنے کیا ہی کہ کراہت ریا کی اور اوسکے نفی سے انکار کرنا اپنے نفس پر لازم کرے تیسری یہ کہ نیت عبادت اخلاص سے ہو لیکن پھر ریا اور
اوسکے اسباب اثنائے عبادت مین طاری ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضرور ہے اور

عمل کو چھوڑنا مناسب نہیں بلکہ بزور اپنے نفس کو اخلاص کیطرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اوسی پر زور دیکے رہے
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہے کہ آدمی عمل نکرے پس اگر نمانا اور عمل شروع کیا تو ریا کی طرف کھینچتا ہے
اگر اسکو بھی نمانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہے کہ یہ عمل خالص نہیں تو ریاکار ہے اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہیں پھر
اوس سے تجھکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاوے گا یہان تک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اوسکی غرض ہوتی ہے
اور جو شخص کہ ریاکاری کی ڈر سے عمل چھوڑ دے اوسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے آقا نے اوسکو گیہون دیے جن مین
کچھہ ملا تھا اور کہا کہ اونکو صاف کرلو اور خوب صاف کرنا کہ تنکا وغیرہ کچھہ نرہے تو یہ شخص اوس سے کہ اگر مین صاف کرونگا
تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل اوس خدمت کو بجا نہ لاوے یہی حال ہے کہ اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی
چھوڑ دیا جاوے اور اسی طرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اوسکا وبال مجھپر
رہیگا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہے اسلیے کہ اول تو مسلمانون پر بدظنی کی جا سکے لیے شایان نتھی دوم یہ کہ اونکا
قول اسکو مضر نہین ثواب عبادت مفت کھوتا ہے سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ عین ریا ہے
اگر اسکو اونکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہوتا تو اونکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص اور عمل کو
اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجالانا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ غافل اور
کاہل ہے ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت برا ہے غرضکہ یہ سب شیطان کی فریب ہین کہ
جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو
پیچھا نہین چھوڑیگا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہیگا کہ اب لوگ تجکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین
بڑا مخلص ہے ایسی ایسی باتون سے بناچاری آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑیگا پھر اگر بھاگ کر کسی بل مین گھس
جاویگا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا ڈالیگا کہ کسی طرح لوگونکو خبر ہو کہ فلان شخص زاہد ہو کر بھاگ گیا ہے
اور کنارہ کشی کی تاکہ اس بات سے اونکے دلون مین تعظیم ہوجاوے غرض اوسکے فریبون سے اور کوئی صورت
نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اوسکے باعث آخرت مین ضرر ہی اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین
اوسکو برائی جاننا چاہیے اور دل مین اوسکا انکار ہی بھرا رہے اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا رہے اور کچھہ پروا وساوس کی نکرے
اور اگر دشمن خواہ طبیعت سے نزاع کریگا تو انکی نزاع کی کچھہ انتہا نہین اور اوسکے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا
اور خیرات سے محروم رہنا ہے۔ حاصل یہ کہ جب تک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہو تب تک عمل کو نچھوڑے بلکہ ریا
کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی
حمد کو اختیار کرے تو خدا کی حمد کیا تھوڑی ہے وہ دلون کا حال خوب جانتا ہے اور اگر لوگونکو دل کا حال معلوم
ہوجاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہے تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے ہوسکے کہ خدا سے شرم کرکے

اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اوسکو کہے کہ ریاکار ہے تو جان لینا چاہیے کہ وہ جھوٹا ہے بشرطیکہ دل مین ریا کی اور اوسکے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اوسکا خوف اور شرم خدا حاصل ہو اور اگر نہ دل مین برائی ریا کی ہو نہ خوف نہ شرم اور نہ عمل کا کوئی باعث دینی ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہے اوس شخص سے جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہے اسلیے کہ اوسکے ساتھ اصل قصد ثواب تو رہتا ہے۔ یہان اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہے چنانچہ روایت ہے کہ ابراہیم نخعی تلاوت کرتے تھے کہ اس عرصہ مین اونکے پاس کوئی شخص آیا اونھون نے کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم نہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہین اسی طرح ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے اور جب سکوت خوش معلوم ہو تو کلام کرے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بعض اکابر راستہ کی ایذا کی چیزین دیکھتے تھے مگر شہرت کی ڈر کے مارے اونکو نہین اوٹھاتے تھے اور بعض کو رونا آتا تھا مگر شہرت کے خوف سے اوسکو مبدل بخندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب مین وارد ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہرت کے خوف سے تو ترک عمل کی صرف چند روایتین ہین اور اسکے مقابل اظہار طاعات کی بیشمار شخصون سے موجود ہین علاوہ ازین جسقدر خوف شہرت رونے اور راستے کی ایذا کے دور کرنے مین ہے اوس سے زیادہ حضرت حسن بصری رح کے اس کلام کے وعظ مین ظاہر کرنے مین ہے باوجود اسکے کہ خود بیان فرمایا اور ان دونون باتون کو ترک نہین فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ ترک کرنا نوافل کا جائز ہے اور ہمارا کلام افضل مین ہے اور افضل یہ زبردست قادر ہوتے ہین ضعیفون کا کام نہین افضل یہی ہے کہ عمل کو تمام کرے اور اخلاص مین کوشش کرے اور درگذر نہ کرے۔ اور ارباب اعمال شدت خوف کے باعث کبھی اپنے نفسون کا علاج افضل کے خلاف سے کر لیا کرتے ہین پس اقتدا زبردستون ہی کا چاہیے۔ اور بند کرنا کلام اللہ کا جو حضرت ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے تو شاید اس غرض سے ہو کہ اوس شخص کے آنے پر موقوف کرنا پڑیگا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اوس سے باتین کرنی ہونگی تو یہ خیال کیا کہ آخر اوسکی دلداری کی یہی باتین تو کرنی پڑینگی کہ پھر دوبارہ آوے اگر تلاوت بھی اسی طرح موقوف کیجاوے کہ وہ نہ سمجھے تو اسمین ریا سے بھی بچاو ہے۔ اور رستے کی ایذا کو نہ اوٹھانا اون لوگون سے سرزد ہوتا ہے جو اپنے نفس کو آفت شہرت سے ڈرتے ہین اور یہ خوف کرتے ہین کہ اگر ہمارے پاس ہجوم لوگون کا ہوگا تو اور عبادتین جو ایذا کے دور کرنے سے بڑی ہین اونکے مانع ہونگے پس اس امر کو چھوڑنا اون عبادات کی محافظت کے باعث تھا نہ صرف خوف ریا سے اور ابراہیم تیمی کا قول جو یہ ہے کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید اونکی مراد کلام

مباح سے ہو مثل فصاحت منقوش بیانی کے حکایات وغیرہ میں جس سے عجب پیدا ہوتا ہے اسی طرح سکوت مباح سے بھی عجب ممنوع ہے تو واقع میں مآل اونکے قول کا یہ ہے کہ ایک مباح کو چھوڑ کر بخوف عجب دوسرے مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی تصریح نہیں کہ اوسکو بھی نہ کہنا چاہیے علاوہ اسکے آفت جو کلام میں زیادہ ہوتی ہے وہ قسم ثانی میں واقع اور ہم اون عبادات کا بیان کرتے ہیں جو خاص بدن انسان سے ہوتی ہوں اور خلق کا تعلق اوسمیں نہو اس قسم میں آفات زیادہ نہیں ہیں۔ پھر حضرت حسن بصری رح کا قول جو ترک گریہ اور رفع ایذا بخوف شہرت کے باب میں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ احوال اون ضعیفوں کا ہو جو افضل شی کو نہیں جانتے اور ان دقائق کو نہیں پہچانتے آپ نے اوسکو صرف آفت شہرت سے لوگوں کو ڈرانے کے لیے مذکور فرمایا ہو کہ سنکر اوسکی طلب سے باز رہیں دوسری قسم عبادات کی جو خلق سے متعلق ہے اوسمیں آفتیں اور خطرے زیادہ ہیں سب میں زیادہ خلافت اور امارت ہے پھر حکومت قضا پھر تذکیر و تدریس و فتوی پھر مال کا دینا۔ اب ہر ایک کا حال بتفصیل سننا چاہیے خلافت جو عبارت اہل اسلام کے سردار سے ہے اگر عدل و اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے لَیَوْمٌ مِّنْ اِمَامٍ عَادِلٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الرَّجُلِ وَحْدَہٗ سِتِّیْنَ عَامًا تو اس سے زیادہ کونسی عبادت ہو گی جسکا ایک دن ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہو اور دوسری حدیث میں آیا ہے اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ ثَلٰثَۃٌ اَلْاِمَامُ الْمُقْسِطُ اَحَدُھُمْ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے یہ حدیث مروی ہے ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمْ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ اَحَدُھُمْ اور حضرت ابوسعید خدری رضہ سے یہ حدیث مروی ہے اَقْرَبُ النَّاسِ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِمَامٌ عَادِلٌ غرض کہ امارت اور خلافت اعظم عبادات میں سے ہیں اور چونکہ اسمیں خطرہ بہت ہے اسی لیے متقی اس سے ہمیشہ کنارہ کرتے رہے کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہیں اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ اور اجرای حکومت کی جو لذائذ دنیاوی میں سب سے بڑھکر ہیں غالب ہو جاتے ہیں جب ولایت کی محبت ہوتی ہے تو والی اپنی حظ نفس میں کوشش کرتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی میں جو امر کہ مخل جاہ و ولایت میں ہو گو امر حق ہی کیوں نہو اوس سے درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اوسکو بجا لاوے اور تباہ ہو جاوے اور پھر ایک روز سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہو جاوے بمضمون اوس حدیث کے جو امام عادل کے بیان میں گذری وہی بڑے خطر کی جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے تھے کہ جب اس عہد میں اتنی مصیبت ہے اسکو کون لے سکتا ہے اور آپکا ارشاد صحیح ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا مِنْ وَالِیْ عَشَرَۃٍ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَغْلُوْلَۃً یَدُہٗ اِلٰی عُنُقِہٖ اَطْلَقَہٗ عَدْلُہٗ اَوْ اَوْبَقَہٗ جَوْرُہٗ اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رضہ نے بیان کیا ہی اور حضرت عمر رضہ نے حضرت معقل بن یسار کو کسی جگہ کا والی کرنا چاہا تو اونھوں نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین آپ اس باب میں مجکو مشورہ دیجئے کہ قبول کروں یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میری ہی صلاح پر کہتے ہو تو میری نزدیک بیٹھے رہو مگر میرے مشورہ کا ذکر اور کسی

ست کرنا۔ اسی طرح حضرت حسن رح روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا چاہا تو
اوسنے عرض کیا کہ آپ ہی اسکو فرمائیے کہ میرے لیے بہتر ہی یا نہیں آپنے ارشاد فرمایا کہ بیٹھا رہو۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ سے
روایت ہے کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبد الرحمن امارت کی درخواست کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست
ملیگی تو اوسکے لیے تجکو مدد دیجائیگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اوسی کا ہورہے گا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے
حضرت رافع بن عمر رض کو فرمایا کہ امارت دو شخصوں پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رض خود خلیفہ ہوئے تو حضرت رافع رض نے
کھڑے ہو کر اونکی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ نے مجکو ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب
تمام امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپ نے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہے جو شخص امارت میں عدل نکرے
اوسپر خدا کی لعنت ہے۔ اور شاید کم فہم لوگ وہ احادیث جو فضیلت امارت میں وارد ہوئی ہیں اور جو حدیثیں کہ اوس سے منع کے باب میں
وارد ہوئی ہیں اونکو ایک دوسرے کے مخالف سمجھیں گے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس باب میں حق یہ ہے کہ خواص جو دین میں زبردست ہیں
اونکو نہیں چاہیے کہ امارت سے انکار کریں اور جو ضعیف ہیں اونکو ضرور ہے کہ اوسکے گرد نہ پھریں ورنہ ہلاک ہوجاوینگے
اور زبردست دین میں وہ شخص ہے جسکو دنیا کسی طرف نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام میں کسی
ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہیں کہ دنیا میں زہد کرتے ہیں اور خلق اونکی نظروں سے ساقط ہے دنیا و
مخلوق سے بیزار ہو کر اپنی نفسوں پر زور قابض ہیں اور شیطان کی مکر کو بالکل مستاصل کردیا ہے حتے کہ وہ اون سے ناامید ہو گیا
تو اس قسم کی لوگوں کے حرکات و سکنات سب حق پر ہوتے ہیں اگرچہ حق میں اونکی جان ہی جاتی رہے پس ایسی امارت و خلافت میں انہیں لوگونکو
فضل حاصل ہوتا ہے اور جس شخص کو معلوم ہو کہ میں اس صفت کا نہیں ہوں اوسپر ولایت اختیار کرنا حرام ہے۔ اور جس شخص کو
امتحان کرنے سے معلوم ہو کہ میرا نفس امر حق پر صابر ہے اور شہوات سے ممتنع مگر ابھی تک یہ بات ہے کہ ولایت پر منصوب نہوا اور اگر ولایت
و حکومت کا مزہ چکھیگا اور جاہ کا ذائقہ اور اجرای حکم کی حلاوت پاویگا تو اوسکے بگڑ جانے کا خوف ہے اور ان امور کے بعد اپنے
معطلی بھی اوس عہدہ سے گوارا نکریگا بلکہ معطل ہونے کی خوف سے دین میں سستی کرنے لگیگا تو ایسے شخص کے حق میں علما کا اختلاف
ہے کہ اسکو ولایت کے اختیار کرنے سے گریز کرنا لازم ہے یا نہیں بعض علما فرماتے ہیں کہ ولایت سے احتراز واجب نہیں اور وجہ یہ فرماتے ہیں
کہ اسکو نفس کی طرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقبل ہے اور فی الحال تو نفس اپنا امر حق میں سچا ہے اور صحیح تحقیق یہ ہے کہ احتراز
واجب ہے اسلیے کہ نفس مکار ہے خیر و حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہے اسکا وفای وعدہ مشکل ہے اگر بالفرض وعدہ خیر یقینی
کرے تب بھی ولایت کے وقت اوسکے بدلنے کا خوف رہتا ہے اور اس صورت میں تو پہلے ہی سے متردد ہے علاوہ ازین عہدہ سے
انکار کردینا تو امر سہل ہے مگر مقرر ہو کر موقوف ہونا شاق ہے اسلیے موقوفی سے نہایت صدمہ ہوتا ہے جیسے کہ مثل مشہور ہے
کہ اوتر اشحنہ مرد کنام تو عہدہ کی بجا آوری کی بعد موقوف ہونیسے پھر دل اس سے راضی نہیں ہوتا بلکہ مداہنت اور امر حق کے
باطل کرنیکی طرف میل کرنے لگتا ہے اور اوسکے باعث قعر جہنم میں گرتا ہے مگر مرنے تک اوس عہدہ کی چھوڑنے کو

۱ طبرانی بروایت ابن عمر اور بیہقی سند میں بطریق ساوی مختلف فیہ ۲ بخاری و مسلم

ابا

دل نہیں چاہتا اگر زبردستی سے موقوف ہو جاوے تو ہو جاوے پھر موقوفی پر جنکو اس حکومت کے ساتھ محبت ہوتی ہے اونکو
کیسا عذاب و رنج ہوتا ہے ۔ بہر صورت نفس اگر خود ولایت کا مائل ہو کر آدمی کو اوسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی
ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا لا نولی امرنا من سالنا جب حال
حکم قوی او رضعیف کا معلوم ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ کا منع فرمانا حضرت رافع رضہ کو
حکومت سے اور پھر خود اوسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا متناقض نہیں ۔ اور عہدۂ قضا اگرچہ سلطنت سے کم ہے
مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اس میں بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعاً محبوب ہے اور اوسمین اگر اتباع حق ہو تو ثواب
بہت زیادہ ہے اور اگر عدول حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے
کہ قاضی تین قسم کے ہیں جن میں سے ایک جنت میں ہے اور دو دوزخ میں اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو خود
درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا ایک ہے جو لوگ
کہ ضعیف ہیں اور دنیا و مافیہا کو اونکی نظروں میں کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کریں اور جو لوگ کہ زبردست ہیں
کہ امر الٰہی میں کسی کی طعن سے نہیں ڈرتے تو وہ لوگ اس عہدے کو اختیار کریں ۔ اور جب بادشاہ ظالم ہوں اور یہ معلوم ہو
کہ جو قاضی ہو گا اوسکو اپنے کام کی بجا آوری میں اونکی خاطر کرنی پڑے گی اور بعض حقوق کو اونسے خواہ اونکے
متعلقین سے درگذر کرنا ہو گا یعنے یہ خوف ہو کہ اگر انپر امر حق کا حکم ہو گا تو ہمارا عہدہ جاتا رہیگا یا کہنا نمانینگے
تو ایسی صورت میں عہدۂ قضا کو ہرگز اختیار نکرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار کرے تو اوسکو چاہیے کہ حقوق کا
مطالبہ سلاطین اور اونکے متعلقین سے اوروں کی طرح ہو موقوفی کا عذر اس میں کارآمد نہیں کہ اپنے موقوف
ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجا آوری میں موقوف بھی ہو جاوے تو خوش ہونا چاہیے
کہ خدا نے بلا ٹالی ۔ اور اگر نفس پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق میں کچھ مضائقہ نجانے تو یہ شخص متبع
ہوائے نفس و شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا ہو گی زمرۂ ظالمون میں دوزخ کے طبقہ اسفل میں جاویگا
اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور سند ہائے عالی کا بھی یہی حال ہے یعنے جن چیزوں سے کہ جاہ
اور قدر بڑھتی ہے اونکی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کی یہ عادت تھی کہ جبتک اور سے مفر دیکھتے تھے
تب تک فتوی کو ٹالتے اور یہ فرماتے کہ حدثنا منہ سے نکالنا دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور
جو اس لفظ کو منہ سے کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو ۔ حضرت بشر رضہ نے کئی الماریاں حدیث کی دفن کر دین
اور فرمایا کہ میں روایت حدیث اسلیے نہیں کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی کرتا ہے اگر تمنا یہ ہوتی کہ میں حدیث
نکہوں تو البتہ بیان کرتا ۔ اور واعظ اپنے وعظ سے جو لوگوں کو دلپذیر تاثیر اور بیان کے لگاؤ اور اونکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اوسکے
اوسکو دلپذیر لذت حاصل ہوتی ہے جسکے برابر کوئی لذت نہیں اور جب یہ لذت غلبہ کرتی ہے تو طبیعت کو میل ہوتا ہے کہ کلام مزین الفاظ

کہنا چاہیے کہ عوام کو اچھا معلوم ہو گو باطل ہی ہو اور جس کلام کو عوام گران جانیں گو حق ہی ہو اوس سے احتراز کرے
ہی پس ہمت ہی ہمت ایسی پر مصروف کرتا ہے کہ عوام کے قلوب کی محرک باتیں کہے جنسے اونکے دلوں میں منزلت ہو اور جو
حدیث و حکمت سنتا ہے اوس سے بدین لحاظ خوش ہوتا ہے کہ اپنے وعظ میں منبر پر اسکو بیان کرونگا حالانکہ خوشی
اس بات پر مناسب تھی کہ طریق سعادت اور راہ سلوک مجھکو معلوم ہوا اول میں عمل کروں پھر اس انعام خداوندی پر
جس سے مجھکو نفع ہوا اوروں تک پونہچاؤں تاکہ میرے بھائی مسلمانوں کو بھی اس سے فائدہ ہو غرض کہ وعظ و
تدریس بھی ایسی چیز ہے جس میں خوف اور فتنہ زیادہ ہے اور اسکا حکم بھی ولایت کا سا ہے یعنی جو اس پر کو
طلب جاہ و منزلت اور تفاخر اور تکاثر کے باعث اختیار کرتا ہو اور دین کے بدلے دنیا کمانی منظور ہو تو اوسکو
چاہیے کہ ہوائے نفسانی کا خلاف کرکے وعظ کو جبتک چھوڑ دے جبتک کہ نفس پر ریاضت کرکے دین میں پکا ہو جاوے
اور اوسپر فتنہ کا خوف نہ رہے جب یہ حال حاصل ہو تو پھر کہنے لگے اب اگر کوئی کہے کہ اہل علم پر جب یہ حکم ہوا تو
علم بیکار ہو جائینگے اور چرچا جاتا رہیگا تمام خلق پر جہالت چھا جائیگی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب امارت سے منع فرمایا اور اوسپر وعید فرمائی ہے یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا
اِنَّكُمْ تَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَاِنَّهَا حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا اور فرمایا
نِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ اور ظاہر ہے کہ سلطنت اور امارت اگر نہو تو دین و دنیا کے سب کام معطل
ہو جائیں خلق میں کشت و خون پھیل جاوے امن جاتا رہے ملک اوجڑ جاویں بستیاں خراب ہو جاویں پھر ایسی چیز سے
آپ نے کیوں منع فرمایا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے بہت سے آدمی چلتے دیکھے تو اونکو مارا
حالانکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن کعب مسلمانوں کے سردار ہیں اور کلام مجید اونکو سنایا کرتے تھے مگر لوگوں کے پیچھے
چلنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسمیں متبوع پر فتنہ ہے اور تابع کی ذلت اور خود حضرت عمر منبر پر خطبہ پڑھتے اور وعظ
کہتے اور اس سے انکار نکرتے مگر جب ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ فرماویں تو میں بعد نماز صبح لوگونکو وعظ سنایا
کروں تو آپ نے اوسکو منع کیا اوسنے عرض کیا کہ آپ لوگونکو نصیحت کرنے سے روکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے
کہ کہیں تم پھولکر آسمان پر پہونچ جاوٗ اور یہ اسلیے فرمایا کہ آپ نے اوس شخص میں علامات رغبت جاہ اور قبول خلق کی دیکھیں
اور امارت اور خلافت و قضا کی لوگونکو دین میں حاجت ہوتی ہے جیسے وعظ و تدریس و فتوی کا کام پڑتا ہے مگر ہر ایک میں فتنہ و لذت
بھی ہے تو دونوں میں کچھ فرق باقی نرہا یہ کہنا کہ اسکے منع سے علم کا چرچا جاتا رہیگا تو یہ ایک غلطی ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو امارت سے منع فرمایا تو اس سے امارت تھوڑا ہی جاتی رہی بلکہ ریاست اور اوسکی محبت ایسی ہے کہ خود لوگ ہزار
تدبیروں سے اوسکی طلب و جستجو کرتے ہیں اسی طرح ریاست کی محبت علوم کا چرچا بھی ضائع نہیں ہونے دیگی بلکہ اگر بالفرض تمام
خلق قید کیجاوے اور بیڑیاں اور طوق ڈالدیے جاویں کہ وہ علوم جن سے قبول اور ریاست حاصل ہوتی ہے نہ سیکھنے پاویں

اوپر گذری ۱۲ ... حدیث کا بقیہ ہے ۱۲

تب بھی لوگ زنجیرین توڑا کر قیدی بھاگیں اور علوم کی طالب ہین علاوہ ازین خداوند کریم نے وعدہ کیا ہے کہ اس دین کو بعض ایسے
لوگون سے تائید کریگا جنکو کچھ بہرہ دین مین نہو تو کسی واعظ خاص کو فکر لوگون کا بچانا ہے اسلیے کہ خدا تعالی انکو تباہ
نکریگا بلکہ اپنے نفس کا خیال چاہیے پھر ہم کہتے ہین کہ جب کسی شہر مین بہت سے واعظ وعظ کہتے ہون تو منع سے صرف
چند لوگ باز رہین گے سب کے سب تو نمانینگے اور لذت ریاست کو نہ چھوڑین گے ہان اگر شہر بھر مین ایک ہی واعظ ہو اور
اوسکا وعظ لوگون کو مفید ہو باین لحاظ کہ وہ خوش بیان اور خوش صورت ہو اور لوگونکو یہ خیال ہو کہ یہ شخص صرف خدا کے واسطے
کہتا ہے اور تارک دنیا ہے تو ایسے شخص کو ہم منع نہین کرینگے بلکہ اوس سے کہتے ہین کہ وعظ بیان کر اور نفس سے مجاہدہ کر اور اگر وہ یہ
کہے میرا نفس قابو مین نہین تب بھی ہم یہی کہینگے کہ وعظ کہہ اور مجاہدہ کر اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ اگر وہ وعظ چھوڑ دیگا تو
آدمی سب تباہ ہو جاوینگے کوئی اوسکا قائم مقام نہین جو انکو راہ نیک بتاوے اور بالفرض اگر وہ شخص ہو البتہ وعظ کی
اسی غرض سے کرتا ہے کہ جاہ حاصل ہو تو اسکا وبال صرف اوسی پر ہے پس سب کا دین سلامت رہنا ہم کو خاص اوسکے دین کی
سلامتی سے بہتر معلوم ہوتا ہے اوس شخص کو ہم اوروں پر تصدق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شاید یہی شخص ہے جس کے حق مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ پھر واعظ ایسے ہو
کہتے ہین کہ اپنی کلام اور ظاہر صورت سے دنیا کا زاہد ہو اور لوگونکو آخرت کی رغبت دلاوے اور جو امور کہ اس زمانے کے
واعظون نے اختیار کیے ہین کہ چکنے چپڑے کلمات اور مسجع الفاظ شعرون مین ملی ہوئی بولتے ہین جنسے نہ دین کی تعظیم مقصود ہو
نہ مسلمانون کو خوف دلانا بلکہ اون سے جرات اور آرزو گناہون کی حاصل ہوتی ہین تو ایسے واعظون کو جلاوطن
کرنا واجب ہے اسلیے کہ وہ لوگ نائب دجال و شیطان کے قائم مقام ہین اور ہم ایسے واعظون کا ذکر کرتے ہین جنکا وعظ اچھا ہو
خود بظاہر اچھے ہون مگر دل مین محبت جاہ کے سوا کچھ اور مقصود نہو اور جو وعید کہ ہم نے باب العلم مین بری عالمون کے
حق مین لکھی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے فتنون سے پرہیز رہنا ضروری ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے
یون ارشاد فرمایا ہے کہ اے بری عالمو تم روزہ نماز صدقہ بجالاتے ہو اور جس کام کو لوگون کو کہتے ہو خود نہین کرتے لوگون کو
نصیحت کرتے ہو اور خود عمل نہین کرتے یہ بات بڑی خراب ہے زبان سے توبہ توبہ کرتے ہو اور ہوای نفسانی کی موجب
عمل کرتے ہو تو اس سے کیا کام نکلیگا کہ بدنکو صاف کرلیا اور دل ناپاک رہا مین سچ کہتا ہون کہ تم چلنی کی موافق مت ہو کہ
اچھا آٹا نیچے گر پڑے اور بھوسی اندر رہجاوے یہی حال تمہارا ہے کہ منہ سے حکمت کی باتین نکالتے ہو اور سینون مین کدورت بھری
اے دنیا کے بندو بھلا وہ شخص کیسے آخرت کو پاویگا جس سے دنیا کی شہوت منقطع ہو نہ اوسکی رغبت مین سچ کہتا ہون کہ تمہارے
دل تمہارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تم نے اپنی زبان کے نیچے رکھا ہے اور عمل کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری نے تمہارے آخرت کو بگاڑا
تمہارے نزدیک دنیا کا سنوارنا آخرت کے سنوارنے سے خوب ہے اگر تامل کرو تو تم سے زیادہ کوئی کمینہ نہین سچ ہے برا ہو کب تک اندھیرے
چلنے والون کو رستہ بتاؤگے اور خود حیرت والون کے ساتھ مین کھڑے رہوگے گویا ارباب دنیا سے تمہاری یہ غرض ہے

کہ وہ تمام دنیا تمہارے لیے چھوڑ دین بس کرو بس کرو تم نہین جانتے کہ اگر چراغ چھت پر رکھدیا جاوے تو گھر کی اندھیری کو لیکیا فائدہ ہی اسیطرح اگر نور علم تمہارے منہ مین ہو اور دل ویسے ہی اوجڑ و تاریک ہین تو تمکو ایسے علوم سے کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم متقی بندے نہین ہو نہ کریم آزادون کیطرح کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ دے اور منہ کے بل گرا دے پھر نتھنون کے بل اوندھے ہوجاؤ اور تمہارے گناہ تمہارے ماتھے کے بال پکڑین اور پیچھے سے تمکو علم دھکا دے اور یہی حال رہی تمکو ننگے سر اور ننگے پاؤن بادشاہ حقیقی کے سامنے لیجاوین اور روبے نیاز تمکو خطاؤن پر واقف کرکے تمہارے اعمال بد کی سزا دے انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رح نے اپنی کسی کتاب مین لکھکر کہا ہے کہ بُرے عالمون کا حال ہے وہ لوگ انسانون کے شیطان ہین اور لوگون کے حق مین فتنہ متاع دنیاوی اور رفعت شان مین رغبت کرکے اوسی کو آخرت پر ترجیح دی ہے اور دین کو ذلیل کیا ہے یہ لوگ دنیا مین بھی باعث ننگ و عیب ہین اور آخرت مین بھی زیان کا وہی ہین اب اگر کوئی کہے کہ یہ آفات تو ظاہر ہین مگر علم اور وعظ کے باب مین بھی تو بہت سی رغبتین وارد ہین یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اور فرمایا کہ اَيُّمَا دَاعٍ دَعَا اِلٰى هُدًى وَاتُّبِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهٗ اسکے سوا اور بہت سی فضائل علم کے ہین تو عالم کو یون کہنا چاہیے کہ علم مین مشغول ہو اور خلق کی ریا کو ترک کر جیسا اگر کسی شخص کو نماز مین ریا آجاتا ہی تو اوسکو کہا جاتا ہے کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اوسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہے اور اوسکا خطرہ بھی بہت بڑا ہے جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اللہ کے بندون مین سے یون نہ کہنا چاہیے کہ علم کو ترک کر دے اسواسطے کہ نفس علم مین تو کچھ آفت نہین آفت تو اسمین ہے کہ وعظ و تدریس و روایت حدیث سے دنیا ڈہونڈے او سکے اظہار کے ہو اور جب تک بھی ترک علم کو نکہنا چاہیے جبتک کہ عالم اپنے نفس مین تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی ریا سے مخلوط پاتا ہو لیکن جب اوسکا محرک سوائے ریا کے اور کچھ نہو تب البتہ اوسکے حق مین ترک اظہار مفید تر اور سالم تر ہے جیسے نفل نمازون مین اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو اونکا ترک واجب ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثنائے صلوٰۃ مین وسوسے ریا کے خطور کرتے ہون اور وہ اونکو برا جانتا ہے تو عبادت کو ترک کرنا نچاہیے اسلیے کہ آفت ریا کی عبادت مین ضعیف ہوتی ہی اور ولایات مین اور علم کے باعث مناصب عالیہ کے درپے ہونے مین بہت قوی ہے غرض یہ کہ آفت کے اعتبار سے ان اشیا کے تین مرتبے ہین اول ولایات کہ اون مین بہت بڑے آفات ہین اور سلف کے بہت سے لوگون نے اونکو بخوف آفت ترک کردیا ہے دوم نماز و روزہ و حج و جہاد انکو سلف کے زبردست اور ضعیف سب ادا کرتے رہے کسی سے ترک کرنا آفت کے خوف کے مارے منقول نہین اسلیے کہ ان مین آفات ضعیف ہین اور ادنی قوت سے دور ہوسکتے ہین اور عمل صرف خدا کے لیے ہوسکتا ہے سوم ان دونون قسمون کے درمیان کا مرتبہ ہے یعنے درپے ہونا وعظ و فتوی و روایت حدیث و تدریس کے لیے اسمین جو آفتین ہین وہ اول قسم کی نسبت کم ہین اور

یعنی البتہ یہ بات کہ ہدایت کرے خدائے تعالیٰ تیرے سبب سے کسی آدمی کو راہ دکھاوے دنیا اور اوسکی اندر کی چیزون سے بہتر ہے ۱۲ بخاری و مسلم بروایت سہل بن سعد بلفظ خیر لک من حمر النعم ۱۲ جو شخص بلاوے کسی کو ہدایت کی طرف اور لوگ اوسکی پیروی کرین تو اوسکو ثواب اوسکا اور اوسکے پیروون کا ثواب ملیگا ۱۲ ابن ماجہ بروایت انس و مسلم بروایت ابو ہریرہ بالفاظ مختلفہ ۱۲

دوسرے کی نسبت زیادہ پس نماز روزہ وغیرہ جن مین آفات کمزور ہین اوسکو تو چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف بلکہ ریا کے وسوسونکو دفع کرین۔ اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون کو رہے مناصب علم وہ دونو فرقون مین مشترک رہنی چاہیئین تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہے وہ جانتا ہے کہ عالم اور والی ایکدوسرے سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیف کے حق مین بہت بہتر ہے۔ اور یہان ایک تیسرا رتبہ ہے یعنے مال کو جمع کرنا اور مستحقون مین تقسیم کرنا اس واد و دہش اور اظہار سخا سے بھی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہے اسمین بھی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک آدمی تو مقدار قوت حاصل کرکے بیٹھ رہتا ہے اور دوسرا اسقدر قوت سے زیادہ تلاش کرکے جسقدر قوت سے بچتا ہے خیرات کردیتا ہے ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ اول شخص افضل ہے کیونکہ آپ جیسے لوگون کو معلوم تھا کہ دنیا مین پھنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہے اور زہد اسی کا نام ہے کہ دنیا کو تقرب الی اللہ کے لیے ترک کرے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر مجکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہوا کرے اور انکو مین دمشق کی مسجد کی سیڑھی پر کھڑا ہوکر تقسیم کردیا کرون تو یہ امر مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین بیع و شرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ مین اونھین لوگون مین رہون کہ جنکی شان مین یہ آیت ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ۔ اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی ایک فرقہ یہ فرماتا کہ جب دنیا کو وجہ حلال ہی کماوے اور اوس سے بچا رہے اور خیرات کردے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ عبادات نوافل مین مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہی کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹھا رہنا صدقہ دینے سے افضل ہے اسلیے کہ لینے دینے مین خدا کا دھیان نہین رہتا اور اسی کے موید حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہی کہ فرمایا ای طالب دنیا سلوک و نیکی کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ نیک ہے۔ اور ادنے بات مال کی یہ ہے کہ اوسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الٰہی سب سے بڑا اور افضل ہے یہ تو اوس شخص کے حق مین ہے جو آفات سے محفوظ رہے اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکے لیے ترک مال افضل اور عمدہ ہے اور بلا خلاف ایسے شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہے حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اوس مین نفس کو لذت ہے اون سے آفتون کا ہجوم ہوتا ہے ایسی صورتون مین مستحب یہ ہے کہ عمل کرے اور آفتون کو دفع کرے پس اگر دفع نکرسکے تو چاہیے کہ تامل و اجتہاد سے اپنے دل سے فتوے لے اور دل مین جس قدر خیر اور جس قدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچھ سمجھ مین آوے وہ کرے طبیعت کے میل سے نکرے اور اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہے اوسمین ضرر ہوتا ہے اسلیے کہ نفس سواے شر کے اور کچھ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہے اور خیر کی طرف رغبت بھی

یعنی جنکو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہین کرتی ۱۲

کم کرتا ہی گو بعض اوقات یہ بھی کچھ بعید نہیں یہ باتین ایسی ہین کہ انپر جدا جدا حکم نفی اور اثبات کا نہیں ہو سکتا
اسی لیے اونکو اجتہاد دل پر حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ جوبات دین کے لیے مناسب سمجھے اور بے کھٹکے ہو اوسکو
بجالاوے اور شکوک سے باز رہے - پھر بعض اوقات جاہل کو اس بیان سے دھوکا پڑجاتا ہے تو مال کو
توجمع کرتا ہے مگر بخوف آفت خرچ نہیں کرتا ہے اسکا نام بخل ہے اور اسمین کسیکو خلاف نہیں کہ صدقات کا تو کیا ذکر ہی مباحات مین
بھی مال کا خرچ کرنا ہی بہ نسبت جمع کرنے کے افضل ہے اور اختلاف اوس شخص کے حال مین ہے جسکو حاجت کمائی کی ہو کہ اوسکی حق مین
کونسی بات بہتر ہے کسب اور انفاق کو ترک کر کے ذکر خدا کرنا یا کسب حلال کر کے خیرات مین خرچ کرنا اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ
کسب مین بہت سی آفتین ہین لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہوا ہی اوسکو ڈیدالنا ہی امساک سی بہتر افضل ہے اب جن علامتون سے
کہ واعظ کو معلوم ہوجاوے کہ اوسکو لوگون کا دکھلانا منظور نہیں صدق واخلاص ہی باعث وعظ ہے
اونکا سننا چاہیے اول تو یہ پہچان ہے کہ اگر کوئی شخص اوس سے اچھا وعظ کہنے والا خواہ زیادہ علم والا ظاہر
ہو اور لوگ اوسکو زیادہ تر مانین تو اوسکی حسد نکرے بلکہ خوش ہو ہان اگر غبطہ کرے یعنے یہ چاہے کہ جیسا علم
اوسے ہے ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں - دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اوسکی مجلس مین
آجاوین تو جیسا پہلے سے کہتا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام مین تبدیل نکرے سب لوگون کو ایک نظر کی
دیکھے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہون اور بازار مین کوئی مجھسے آگے نہ بڑھے
اور سوا اسکے بہت سی علامتین ہین جنکا شمار طویل ہے سعید بن ابی مروان سے روایت ہے کہ مین پہلو مین حضرت
حسن بصری رح کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد مین کچھ فرماتے تھے اتنے مین دروازے سے حجاج بن یوسف مع
اپنی اردلی کے زرہ دار پر سوار اندر آیا اور مسجد مین چہار طرف دیکھنے لگا جتنا اجتماع کہ حضرت حسن رح کے
حلقہ مین تھا اور جگہہ نپایا اوسی طرف متوجہ ہوا جب قریب حلقہ کے پونہچا تو سواری سے اوتر پڑا اور حضرت حسن رح
کی طرف کو چلا جب آپ نے اوسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی
سعید کہتے ہین کہ مین نے بھی تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی تو مجھ مین اور حضرت حسن رح مین تھوڑا فاصلہ
ہوگیا اوسقدر جگہہ مین حجاج آکر بیٹھ گیا اور حضرت حسن رح جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اوسوقت
بھی کہتے رہے مین نے اپنے دل مین کہا کہ آج حسن رح کیسی کہان ہوگے دیکھون حجاج کے بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کرینگے جس سے
اوسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اوسکے رعب مین آکر کچھ کلام کم کرتے ہین مگر حضرت حسن رح نے اور دونون کے مانند ایک ہی سی گفتگو کی
یہانتک کہ کلام تمام کردیا اور کچھ پروانکی کہ کون بیٹھا ہے جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو حجاج نے اپنا ہاتھ اوٹھا کر آپکے
مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا لوگو ایسی ہی مجالس مین بیٹھا کرو اور جو کچھ وہان سنو اوسکو اپنا خلق و
عادت بنالو مجھکو حدیث شریف پونہچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مجالس الذکر ریاض الجنۃ اور ہم

مذکر کی مجلسین جنت کی باغ ہین ۱۲ بابلا عوارف مین گذری ۱۲

لوگ تو خلق کے انتظام مین مبتلا ہو گئے ورنہ ان مجالس مین ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی خوبیان
زیادہ معلوم ہین بعد اسکے حجاج نے تبسم کرکے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن رح اور حاضرین جلسہ سب اوسکی بلاغت سے متعجب ہوئے
اور فارغ ہو کر اوٹھ کھڑا ہوا تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسن رح کی مجلس مین آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا
وہان ہی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے مسلمانو خدا کے بندو تمکو تعجب نہین آتا کہ مین ایک شخص نہایت بوڑھا ہون اور جہاد کرتا ہون
گھوڑے خچر کی اور خیمہ کی سب مجھے تکلیف ہے اور میرے پاس تین سو درہم ہین جو لوگون نے دیے ہین اور میرے سات
لڑکیان ہین غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ حضرت حسن رح اور سب اونکے ساتھی اوسپر رحم کرنے لگے اور حضرت
حسن رح سر نیچے جھکائے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے سر اوٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگون سے سمجھے انھون نے
اللہ کے بندونکو اپنا غلام تصور کیا ہے اور خدای تعالی کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے لوگون سے دینار و درہم کے لیے لڑتے ہین جب
دشمن خدا جہاد کو جاتا ہے تو خود جھکی ہوئی خیمون مین رہتے ہین اور تیز سواریون پر سوار ہوتے ہین اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو
جہاد پر بھیجتے ہین تو بھوکا پیاسا پیادہ بھیجدیتے ہین اس طرح کی باتین بری بری آپ نے سلاطین کے حق مین کہین
اور اونکے عیبون مین سے کچھ فروگذاشت نکیا ایک شخص اہل شام مین کا اوٹھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جاکر کی اور بعینہ
آپ کا کلام نقل کردیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہے حضرت حسن رح ساتھ ہو لیے
اور ہمکو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی سے کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور مین نے بہت کم آپ کو
ہنستے دیکھا آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لاکر اپنی جگہہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان
فرمائی اور فرمایا کہ آپسکے پاس بیٹھنے مین بھی امانت ہے شاید تمکو یہی خیال ہوگا کہ خیانت درہم و دینار کے سوا اور کسی چیز مین
نہین حالانکہ اشد خیانت یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تمپر اعتبار کرکے کچھ ذکر کرین پھر تم اوسکو ایک آگ کے
شعلے کے پاس جاکر کہدو میرا حال یہ ہوا کہ جب اوس شخص کے سامنے یعنے حجاج کے گیا تو اوسنے کہا کہ آپ اپنی زبان کو
کوتاہ کرین یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہے تو ایسا ایسا ہوتا ہے اور جب دوسرے ہی جہاد کرتا ہے تو چنین چنان
کرتا ہے یہ باتین مت کہو ہمین اسکی کچھ پروا نہین کہ تم لوگونکو ہمپر برانگیختہ کرو اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کے
لغو جانین مگر آپکو یہ باتین کم کرنی چاہییں پھر حضرت حسن رح نے فرمایا کہ اسطرح خدا نے اوسکو دفع کیا انتہی اور ایک بار
حضرت حسن رح سوار ہو کر گھر تشریف لیے جاتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپکے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے اور فرمایا
کہ تمکو کچھ مجھسے حاجت ہے یا کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندے کے دل مین کچھ باقی
نہین چھوڑتی تو ان علامات اور انکے مانند اور نشانیون سے حال باطن کا معلوم ہوجاتا ہے اور جن
عالمون کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہون اور جلتے ہون اور انس و اعانت کا باہم
نام بھی نہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہین جنھون نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی نقصان مین بھی ہین

خداے تعالے اپنے فضل سے ہمپر رحم کرے

دسوان بیان اس باب مین کہ عبادت کو لوگون کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتا ہی اوسمین سے کونسا درست ہے اور کونسا نادرست جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگون مین شب باش ہوتا ہے کہ وہ سب تہجد کو اوٹھتے ہین یا اون مین سے بعض آدمی تمام رات نماز پڑھتے ہین اور اسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب اونکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے اوبھرا اور جتنی عبادت اسکو پہلے سے تھی اوس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا اوس روز صرف دیکھنے سے شریک نماز ہوا اسی طرح کبھی ایسی جگہہ مین جا پڑتا ہی کہ وہان کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہین تو اسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ نہوتے تو یہ شوق نہ اوبھرتا تو یہ صورت شوق و نشاط کی بگمان غالب یا معلوم ہوتی ہے اور بعضے صاحب یہی ہی کہ موافقت نکرے حالانکہ یہ حکم مطلق نہین بلکہ اوسکی تفصیل ہے اسواسطے کہ ہر ایک مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوتی ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اوسکو ادا نہین کرسکتا یا غلبہ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہان دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردہ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوئی خواہ کثرت کاروبار دوسری جگہہ مین نرہے تو اوسوقت وہ رغبت شوق اوبھر کھڑا ہوتا ہے مثلا کبھی آدمی اپنے گھر مین رہتا ہے اور بعض اسباب سے تہجد نہین پڑھ سکتا مثلا گدگدے بچھونے کے باعث نیند سر پر سوار ہے یا اپنی بیوی کی ساتھ مزے لے رہا ہے یا اہل و اقارب سے باتین کر رہا ہے یا بال بچون مین مصروف ہے یا اپنے دینے والون کا حساب کتاب دیکھ رہا ہے تو ایسا شخص جب کسی اور جگہہ جاوے گا تو یہ سب شغل اوس سے علیحدہ ہو جاوینگے جنسے اسکی رغبت الی الخیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے محرک بنانے والے پیدا ہو جاوینگے جیسے دوسرے شخصونکو دیکھیگا کہ متوجہ الی اللہ ہین اور دنیا سے منہ پھیر لیا ہے تو اونکو دیکھکر رغبت کریگا اور اوسپر نہایت شاق گذرے گا کہ خدا کی طاعت مین یہ لوگ مجھسے پیش قدم ہووین اسی بنا پر باعث دینی حرکت مین آویگا کچھ ریا کے سبب آیا وہ طاعت نہوگا - اور بعض اوقات اجنبی جگہہ مین جا کر آدمی کو نیند نہین آتی تو ایسی جگہہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہے اور گھر پر غلبہ خواب کے سبب کچھ نہین کرسکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہے اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہین ہوتا اور کبھی کبھی پڑھے تو ہوسکتا ہے تو اسی طرح کی باتین سبب شوق ہو جاتی ہین جبکہ موانع نہین رہتی اسی طرح اپنی گھر مین آدمی کو روزہ مشکل پڑتا ہی کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزین کھانے کی عمدہ موجود رہتی ہین اونکو چھوڑنے پر صبر نہین کرسکتا اور جس جگہہ وہ چیزین نہین ملتی وہان کچھ صبر دشوار نہین ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہہ حرکت مین آکر روزہ رکھوا دیتا ہے کیونکہ شہوات موجودہ عوائق و موانع روزہ کی ہین اور باعث دینی پر غالب رہتی ہین جب آدمی اون سے محفوظ رہا تو وہی باعث دینی قوی ہو جاتا ہے پس اس طرح کے اسباب کا واقع ہونا

ممکن ہے اور یہ سبب لوگون کو دیکھنے اور انکے ساتھ موافقت کرنے سے ہوتے ہین۔ اور کبھی ایسے وقت مین شیطان بھی عمل سے
روکدیتا ہے اور کہتا ہے کہ عمل مت کر تو ریاکار ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نکرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور
کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگون کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہے کہ برا نکہین اور کاہلی کی طرف منسوب
نکرین خصوصًا ایسی صورت مین کہ لوگونکو یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہے تو آدمی کا دل نہین چاہتا کہ اونکا عقیدہ
جیسا میری طرف ہے اوسکے خلاف ہو کر نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے
ایسے حال مین شیطان اور شعلا لگ دیتا ہے کہ نماز پڑھ تو مخلص ہے خاص اللہ کے واسطے پڑھتا ہے انکو دکھلانے کو
نہین پڑھتا اور گھر پر جو ہر شب نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا اون عوائق کا دور ہونا
سبب تیرے عمل کرنے کا ہے نہ لوگونکا مطلع ہونا بس یہ امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہے لیکن جب معلوم ہو جاوے
کہ محرک ریا ہی ہے تو زائد از معتاد نماز ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی رکعت کیون نہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت پر لوگون کی
تعریف کی خواہش سے گناہگار ہوتا ہے اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا اور غبطہ اور رغبت اون لوگون کی
اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اسکی پہچان یہ ہے کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض مین انکو نماز پڑھتے
اسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین انکو دیکھتا رہتا اور اپنی جگہہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت
مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نچاہتا بس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہوتے مین نفس نماز کا راغب
پایا جاوے تو موافقت لوگون کی کرنی چاہیے اسلیے کہ باعث عمل یانہین صرف امر حق ہے اور اگر خود آڑ مین وہ نفس
نماز کا پڑھنا دشوار جانے تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہے اسی طرح کبھی انسان
جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق ونشاط کرتا ہے جتنا اور روز نہین کرتا اور ہوسکتا ہے کہ اوسکا باعث یا لوگونکی
تعریف ہو یا اونکا شوق ونشاط اور توجہ الی اللہ سے اپنی غفلت دور ہو جاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگونکی
دیکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی نفس پر محبت حمد بھی آتی ہے تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے
کہ دلپر غالب ارادہ دینی ہے تو اتنی محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ محبت حمد کو برا جانکر عبادت مین
مشغول ہو اسی طرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص اونکو دیکھکر رونے لگتا ہے یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ
خدا کے خوف سے ہوتا ہے اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو نروتا مگر لوگون کے رونیکی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہے
اور بعض دفعہ جو رونا نہین آتا تو رونے کی صورت بنا لیتا ہے کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی
جہت سے یعنے جب لوگونکو روتا دیکھتا ہے اور اپنا آنسو کبھی نہین نکلتا تو اپنے نفس پر سنگدلی ہونے کا
خوف کرتا ہے اور بتکلف رونے لگتا ہے اور یہ بات اچھی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ تامل کرے کہ اگر مین
لوگون کا رونا ایسی جگہہ سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکر رونے کی

صورت بناتا یا نہین پس اگر لوگون سے پوشیدہ رہنے کی صورت مین یہ بات نہو تو معلوم ہوگا کہ یہ پسوتا صرف
اس خوف سے ہے کہ کوئی یون نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہے ایسا پسورنا ترک کرنے کے قابل ہے حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اپنا خوف خدا اس غرض سے لوگون کو مت دکھلا کہ تیری تعظیم کرین حالانکہ دل
تیرا بدکار ہو — کسی طرح چیخنا اور لمبا سانس بھرنا اور رونا ذکر کے وقت یا تلاوت کے وقت یا اور کسی وقت کبھی باعث صدق اور غم
اور خوف وندامت وحسرت کے ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کا غم واندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف
سانس بھرنی اور آہ آہ کرنے لگتا ہے اور یہ امر بہتر ہے مگر کبھی اسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ لوگ جانین
کہ یہ شخص بہت غم مین رہتا ہے — اگر محض یہی باعث ہے تو اسکا نام ریا ہی اور اگر واقع مین حزن وملال بھی ہے اور
یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو برا جانے گا اور انکار کرکے قبول نکرے تو اسکا رونا اور پسورنا درست ہے اور اگر
دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لاحاصل ہوگی اور غضب الٰہی مین گرفتار ہوگا — اور
کبھی آہ آہ کرنا اصل مین غم کے باعث ہوتا ہے لیکن اوسکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہے تو یہی زیادتی ریا
ممنوع ہے کیونکہ ابتدا صرف ریا کی راہ سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہے کہ اوس سے اپنا نفس قابو مین
نہین رہتا اور اوسی وقت وسوسہ ریا بھی پیش ہوتا ہے تو اوسکو قبول کرلیتا ہے اوسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ آواز کو
زیادہ دردناک خواہ بلند کرتا ہے یا آنسوونکو منہ پر رہنے دیتا ہے کہ کوئی دیکھے آنسو خوف الٰہی ہی سے نکلے تھے مگر
اوسکا نشان جو منہ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا — اسی طرح کبھی ذکر سنتا ہے اور خوف کے مارے
قوے ضعیف ہوجاتے ہین حتے کہ گر پڑتا ہے پھر شرم کرتا ہے کہ کوئی یون نہ کہے کہ بدون زوال عقل وحالت
شدیدہ کے کیسے گرگیا اس خیال سے تھرانے لگتا ہے اور بتکلف وجد کرتا ہے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ غشی کے باعث
گرا تھا حالانکہ گرنے کی ابتدا درست تھی — اور کبھی عقل جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے مگر جلد افاقہ ہوجاتا ہے
اوسوقت دلپر گذرتا ہے کہ لوگ یہ کہینگے کہ ایسا حال کیا ہے کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے
بہت دیر تک تھرتھراتا رہتا ہے اور ناچتا ہے تاکہ اپنا حال دیرپا ظاہر کرے — اسی طرح کبھی ضعف کے بعد جو جلد افاقہ
ہوجاتا ہے اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہے تو اسبات کا خوف کرتا ہے کہ کوئی یہ نکہے کہ یہ بیہوشی اور حال ٹھیک نتھا
ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہے اور کسی دوسرے کے سہارے سے لگتا ہے
تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہین رہ سکتا کہین چلنے مین جھک جھک پڑتا ہے اور قدم قریب قریب رکھتا ہے
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہین چل سکتا — تو یہ سب باتین شیطان کی فریب اور نفس کے وسواس مین داخل ہین جب ایسے
خطرے ہون تو اونکا علاج یہ ہے کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہوجاوین اور دل کی
بات پر آگاہ ہون تو بہت غصہ ہون اور اللہ تعالیٰ تو ہر وقت مطلع ہے اور اسکا غصہ بڑا سخت ہے حضرت

ذوالنون مصری رح ایک بار کھڑے ہوئے اور شہر آنے لگے ایک پیر جوان کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ اون مین اثر تکلف کا
معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنون رح نے فرمایا کہ ای شیخ اَلَّذِی یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ یعنی خدا تو تمھارے اس قیام کو دیکھتا ہے تکلف کی
کیا ضرورت ہے پس وہ شیخ بیٹھ گیا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے سب اعمال منافقون کے ہوتے ہین اور حدیث شریف مین
وارد ہے کہ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ اور نفاق کا خشوع یہ ہے کہ اعضا تو خشوع کرین اور دل مین خشوع نہو
اور اسی قبیل سے ہے استغفار اور استعاذہ خدائے تعالے کے غضب اور عذاب سے کہ یہ کبھی کبھی تو دل مین خوف سمائی
اور گناہ یاد کرنے اور اوس پر ندامت کرنے سے ہوتا ہے اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہے پس ایسے وساوس دل پر
قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہو کر کام سے روکتے ہین اور ایک دوسرے مین ملتے جلتے بھی ہین اس لیے
مناسب ہے کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہے اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہے تو اوسی طرح کرے جیسا
دل مین گذرا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی ڈرتا بھی چاہیے کہ شاید کچھ ریای پوشیدہ اوسمین ملا ہو جسکی اطلاع نہوئی ہو
اور عبادت کے قبول اور عدم قبول سے بھی ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اوسمین ہوا ہے یا نہین اور جب
اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہے تو اس بات سے بھی احتراز چاہیے کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آنے پاوے
اسواسطے کہ یہ بات دفعتاً آتا ہے جب کبھی آوے تو یہ دل مین سوچے کہ اللہ تعالے میرے حال کا دانا بینا ہے
اگر مین اوسکی طاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اوسکے غصہ مین پڑون گا اور وہ بات یاد کرے جو تین آدمیون
مین سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت مین عرض کی تھی جب وہ تینون آپکے پاس آئے تھے اونمین سے کہا تھا کہ اے
ایوب آپ کو معلوم نہین کہ بندہ کا عمل ظاہر جب سہی نفس کی طرف سے فریب دیا کرتا ہے چھپا رہے گا اور امر باطن جزا دیا جاوے گا
اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانین کہ مین تجھسے ڈرتا ہون
حالانکہ تو مجھسے ناخوش ہو۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس امر سے کہ لوگونکی نظر مین تو
میرا ظاہر اچھا ہو اور تجھسے الگ ہو کر تیرے لیے میرا باطن برا ہو اپنی جی مین لوگون کو دکھلاوے کی تو محافظت کرون اور تو جو
میرے حال سے مطلع ہو اوسکو بے یاد کرون لوگون کے واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے برے عمل پیش کرون
حسنات سے تو لوگونکا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لیکر آؤن اور تیرے غصہ اور ناراضی کا باعث ہون اے
پروردگار عالم ان سب باتون سے مجھکو پناہ دے۔ اور حضرت ایوب کے پاس جو تین شخص آئے تھے اونمین سے ایک نے کہا کہ
ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگتے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہین اونکے منہ سیاہ ہون
یہ ہین اقسام ریا کی بندہ کو چاہیے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تاکہ آفات سے مطلع ہو جایا کرے کیونکہ [illegible]
یہین ہے کہ ریا کے ستر دروازے ہین اور معلوم ہو چکا ہے کہ ان مین سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہین یہان تک کہ چیونٹی
کی چال کے موافق ہین اور کچھ اس سے بھی پوشیدہ تر اور ظاہر ہے کہ جو ایسی مخفی چیز ہو اوسکو بدون [illegible]

اور حفاظت کو معلوم نہین کر سکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے تو غنیمت ہے بے تلاش و جستجوی دل کے اور
بدون امتحان نفس اور تفتیش اوسکے فریبون کے توقع اونپر مطلع ہونے کی رکھنی دشوار ہے خداے تعالے سب کو
اپنے کرم و احسان سے اون آفات سے بچاوے

گیارھوان بیان اس امر مین کہ مرید پر قبل عمل اور بعد عمل اور عین عمل مین کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ سب سے بہتر مرید
کے حق مین یہ ہے کہ تمام اوقات مین اپنی طاعتون پر خداے تعالے ہی کے علم پر قناعت کرے اور علم الہی پر اوسی کو
قناعت ہوتی ہی جو خدای تعالی ہی سے خوف کرے اور اوسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع رکھے گا وہ اوسکی
اطلاع کا بھی خواہان ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اوسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیے کہ دل مین عقل و
ایمان کی جہت سے اس امر کی برائی کو لازم کرے اسلیے کہ اسکے باعث یہ ڈر ہے کہ خداے تعالے ناراض نہو جاوے اور جب ایسی
طاعتین بڑی ہی اور شاق کرے جو اور ون سے نہوسکین اوسوقت اپنی نفس کی حفاظت پر ضرور ہے اسلیے کہ ایسی حال مین
نفس کو اونکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ تیرے ان بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا ان جیسی رونے پر اگر خلق کو
اطلاع ہوگی تو تجکو سجدہ کرنے لگینگے اسلیے کہ خلق مین اور کون ہے جو ایسا کر سکے تو ایسے عمل کے چھپانے پر کیسے راضی ہے
لوگون کو تیرا مقام کیسے کھلے گا اور قدر کسطرح معلوم ہوگی اقتدا سے محروم رہینگے غرض جب یہ صورت پیش ہو
تو عابد کو چاہیے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی بڑائی کے مقابلے مین عظمت ملک آخرت اور لذائذ جنت کے جو ابد الآباد
رہینگے یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینے مین کیسا بڑا غصہ اور عذاب الٰہی ہوگا اور
عمل کا ظاہر کرنا دوسرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خدا کے نزدیک موجب تنزل ہی ثواب عمل کا بالکل کھو دیتا ہے
اور پھر نفس کو یون سمجھاوے کہ ایسے عمل کو مین لوگون کی تعریف کے بدلے مین کس طرح دیڈالون وہ لوگ تو خود عاجز
نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے ہین نہ موت پر اسی بات کو دل مین جماوے ایسا نہو کہ یاس چھا جاوے اور کہنے لگے کہ اخلاص تو
زبردستون کا کام ہے جو خلط ملط کر دیتے ہین اونکی شان ایسی کہان ہوسکتی ہے اور اس باعث سے اخلاص مین ہمت ہارے نہ کرے
بلکہ یہ جان لینا چاہیے کہ متقیون کی نسبت غیر متقیون کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہے اسلیے کہ متقیون کی اگر
نفلین جاتی رہین گی تو فرائض تو کامل ہین گے غیر متقی کے تو فرائض ہین بھی نقصان ہے اور اوسکا نقصان
نوافل ہی سے پورا ہو جاوے گا اگر نوافل درست نہوئین تو فرضون کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاوے گا غرض کہ غیر متقی کو حاجت
اخلاص کی زیادہ ہے اور تمیم داری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ قیامت کو بندہ کے حساب کے وقت
اگر فرضون مین کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہی یا نہین اگر نفل نکلے گی تو اوس سے فرض کا نقصان
پورا ہو جاوے گا ورنہ ہاتھ پاؤن پکڑ کر دوزخ مین ڈال دیا جاوے گا انتہی تو قیامت مین جو شخص خلط ملط عمل مین کرتا ہی
اوسی کو خرابی ہوگی اور ایسے ہی ہوگی کہ اوسکے فرض ناقص ہون اور گناہ کثرت سے اور گناہون کے کفارہ کی بھی

حاجت ہوگی اور جبر نقصان فرض اور کفارہ گناہ بدون نوافل میں اخلاص کیے نہیں ہو سکتا اور متقی جو نوافل میں اخلاص
کرتا ہے تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہے ورنہ اگر نفل اوسکی پاس نہ ہوگی تب بھی اتنے حسنات ضرور ہیں کہ جنسے جنت ملجاوے
اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدای تعالی کا ہر وقت دل کے ساتھ رہنا ضرور ہے تاکہ نوافل صحیح ہوں - پھر بعد فراغ عمل کی بھی یہ
خوف رہنا چاہیے تاکہ اوس عمل کو ظاہر نکرے اور لوگوں سے نہ کہے جب یہ سب باتیں کر چکے تب اس بات کا خوف چاہیے
کہ کہیں ایسا نہوا ہو کہ ریای پوشیدہ اسمین داخل ہو گیا ہو اور مجکو اطلاع نہوئی ہو اس بنا پر اپنے عمل کے قبول اور عدم قبول میں
شک کرنا ضرور ہے یعنے یہ سوچے کہ ہو سکتا ہے کہ خدای تعالی نے میری نیت خفیہ لکھ لی ہو اور اوسکے سبب مجھسے ناراض ہو کر
میرا عمل مجھپر مارے اور یہ شک اور خوف عمل کے وقت اور بعد عمل چاہیے ابتدای نیت عمل میں نچاہیے بلکہ ابتدا میں تو اسبات کا
یقین کرے کہ میں مخلص ہوں اور سوای رضای خدا کے اور کچھہ نہیں چاہتا تاکہ عمل درست ہو اور جب عمل شروع کرے پر ایک ایسا
لحظہ گذر جاوے جس میں غفلت اور نسیان ہو سکتی ہو تو اسبات کا خوف مناسب حال ہے کہ اس غفلت میں شاید کوئی شائبہ
ریا خواہ عجب کا آگیا ہو جس سے عمل باطل ہو گیا ہو مگر توقع قبول کی اغلب ہے اسواسطے کہ عمل کے اندر یا اخلاص یقینا داخل
ہوا ہے اور اسبات میں شک ہے کہ ریا کے سبب عمل فاسد ہو گیا یا نہیں تو یقینی بات کیطرف گمان غالب ہے اور اسبات کے
معلوم کرنے سے مناجات و طاعات میں بڑی لذت ہوتی ہے اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہے اور ریا میں شک ہے اور یہ شخص جو
اس شک سے بھی خوف کرتا ہے تو اسکا خوف اس قابل ہے کہ اگر وسوسہ ریا غفلت میں کبھی ہو گیا ہو تو اوسکو دور کردے - اور
جو شخص کہ لوگوں کی کار روائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الی اللہ چاہے اوسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس سے توقع ثواب کی کرے اس نظر
سے کہ جس آدمی کا کام نکل جاویگا اوسکے دل کو سرور ہوگا اور جو علم سیکھے گا اوسکے بموجب کام کرے گا یہ دونوں صورتیں ثواب کی اوسکے لیے
ہیں مگر صرف توقع ثواب ہی رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثنا خوانی کا خواہان نہو نہ طالب علم سے جسکی ضرورت
نکالی ہو اوس سے ورنہ عمل جاتا رہیگا مثلا اگر طالب علم سے توقع کی کہ پڑھائی کے عوض میرا کام خدمت کریگا یا ہمراہ میرے ساتھ چلیگا تاکہ جتھا زیادہ ہو
یا اور کسی کام میں سعی و فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اجرت لے چکا اسکے سوا اور کچھہ ثواب نملیگا - ہان اگر اسنے کچھہ نیت نکی تھی صرف قصد کیا تھا کہ جب
یہ پڑھکر علم کے بموجب کام کریگا تو مجکو بھی اتنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اوسنے اوسکو قبول کیا تو اس صورت میں ہمکو
توقع ہے کہ اوسکا ثواب باطل نہو بشرطیکہ استاد کو انتظار خدمت ہو نہ ارادہ یہانتک کہ اگر شاگرد خدمت نہ کرتا تو کچھہ بعید جانتا
اور باوجود پائے جانے ان سب شرائط کے اگلے علما پھر بھی خدمت سے حذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہے
کہ ایک عالم کنوئیں میں گر پڑے لوگ اونکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو اونھوں نے اندر سے قسم دلائی
کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے
اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے - اور شفیق بلخی رح روایت کرتے ہیں کہ میں نے
ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رح کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اونھوں نے مجکو واپس کر دیا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت

مین تو آپ سے حدیث نہین پڑھتا ہون کہ آپ پھیرے دیتے ہین اونھون نے فرمایا کہ یہ تو مین بھی جانتا ہون
مگر تمھارا بھائی مجھسے حدیث پڑھتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اوسکے لیے میرا دل اورون کی نسبت زیادہ نرم
نہو جاوے - اور ایک بار ایک شخص اونھین کی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اوس شخص کا باپ آپ کا
بڑا دوست تھا آپ اکثر اوسکے پاس تشریف لیجاتے تھے اوس شخص نے عرض کیا کہ آپکے دل مین میرے باپ کیطرف سے
کوئی بات ہے آپنے فرمایا خدا اوسکو بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا اوسکی مدح و ثنا کی اوسنے عرض کیا کہ آپ تو جانتے
ہی ہین کہ یہ مال میرے قبضے مین اوسی کے ترکے سے آیا ہی تو مین اسقدر لایا ہون کہ آپ بھی اس سے اپنی عیال کی
پرداخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کر لیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد جاؤ
اور اوس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لیجاؤ
اوسنے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے نمانا اور واپس کر دیا شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اوسکے باپ سے محبت للہ تھی تو برا
جانا کہ اوسکے مال مین سے کچھ لیوین آپ کے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکے چلا گیا مین نرہ سکا
اور آپکی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے یہ چند گنتی کے پتھر تھے اونکو واپس کیون کر دیا تمھارے
یہان کیا کنبا نہین تمکو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیون پر رحم نہین کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا
کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اور اڑاؤ تو تم اور اوسکی بازپرس ہو مجھسے - اس
بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اوسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب ہے
کہ وہ بھی ہمیشہ طالب حمد خدا اور یا اوسکے ثواب منزلت کا رہے اوستاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون مین
عزیز ہونے کا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہی کہ اگر ظاہر مین طاعت الٰہی کرونگا تو اوسکی نظر مین
رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھون گا مگر یہ خیال غلط ہے اسواسطے کہ طاعت الٰہی سے ارادہ غیر اللہ کا
کرنے سے نقصان تو اوسی وقت ہوتا ہے اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم ہے پس عمل نقد کو اوس وہمی
فائدہ کی عوض ضائع کر کے کیون نقصان اوٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہے بلکہ یون چاہیے کہ اللہ ہی کے واسطے پڑھے
اور اوسی کے واسطے عبادت کرے اور اوسی کے لیے اوستاد کی خدمت کرے اسلیے نکرے کہ اوستاد کے دل مین جگہ کی
اگر منظور ہو کہ تحصیل علم طاعت مین متصور ہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نکرین
اور نہ اپنی طاعت سے غیر خدا کو چاہین - اسی طرح جو اپنی ماباپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ ماباپ کی رضامندی
مین خدا کی رضامندی ہے اسلیے نکرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہ اونکے دل مین ہو جاوے اور اوسکو جائز نہین کہ
طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ ماباپ کے دل مین جگہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہے اور کیا عجب ہے کہ خداوند کریم اوسکا
ریا ظاہر کر دے اور ماباپ کی نظرون سے گر جاوے - اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اوسکو ہمیشہ خیال ذکر الٰہی کا

دل کے ساتھ رہنا چاہیے اور خدا تعالے کے واقف ہونے پر قناعت کرنی چاہیے اوسکے دل مین یہ بات نگذرے کہ میرے زہد کا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے اور وہ میری عظمت کرین اسلیے کہ اس سے تخم ریا مزرع سینہ مین بویا جاتا ہے یہان تک کہ عبادات کا کرنا تنہائی مین آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ لوگ اسکی تکریم کرتے ہین اور اسکی گوشہ نشینی سے واقف ہین اسلیے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے اور اوسکو خبر نہین کہ اس وجہ سے عمل تجھپر ہلکے معلوم ہوتے ہین حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ فرماتی ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی جسکا نام سمعان تھا مین اوسکے پاس اوسکے گرجا مین گیا اور اوس سے پوچھا کہ تم اس جگہہ کب سے ٹھہرے ہو اوس نے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپکی غذا کیا ہے اوسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہے مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہے اوسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دل مین ایسی کیا بات رہتی ہے کہ ایک چنا کافی ہو جاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ لوگ جو تمھاری نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادتخانہ کو آراستہ کرتے ہین اور اسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہے تو مین اوسکو اوسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اوٹھاتا ہون پس اے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اوسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت الٰہی کی وقعت ہوئی پھر اوسنے کہا کہ اسقدر بس ہے یا اور زیادہ دیکھا چاہتے ہو مین نے کہا بہت بہتر کہا کہ اس عبادتخانہ سے نیچے اوترو جب مین نیچے گیا تو اوسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے مجھے لٹکاتے دیکھ لیا ہے مین دیر مین جو گیا تو سب نصاری میرے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ میان حنیفی شیخ نے تمکو کیا دیا ہے مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہے اونھون نے کہا کہ تم اوسکو کیا کروگے اوسکے مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون اونھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لے لیے مین پھر اوس راہب کے پاس آیا اوسنے پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ اون لوگون کے ہاتھ بیچ دیے اوسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیونکو اوسنے کہا کہ تم چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین دیتے میان حنیفی یہ عزت اوس شخص کی ہے جو اوسکو عبادت نہین کرتا اور جو خاص اوسکی عبادت کرتا ہے اوسکا کیا کہنا ہے اب تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور چلنا پھرنا چھوڑ دو انتہی اور مقصود یہ ہے کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگون کے دلون مین معلوم ہوتی ہے تو تنہائی مین بھی سبب مجاہدہ ہوتی ہے مگر کبھی بندہ کو اسکی اطلاع نہین ہوتی اسی لیے ضرور ہوا کہ اوس سے پرہیز رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہے کہ آدمی اور بہائم عابد کے نزدیک ایک سے معلوم ہون اگر بالفرض لوگونکا اعتقاد اس سے پھر جاوے تو دلتنگ نہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی کراہت دل مین آوے بھی تو اوسکو فورًا اپنے عقل و ایمان سے دفع کرے حتے کہ اگر مثلا یہ شخص عبادت مین ہے اور تمام لوگ اوسپر مطلع ہو جاوین تو اونکی اطلاع سے نہ تو کچھہ خشوع اوسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور اور اگر کچھہ ایک سرور

اوسکو حاصل ہو تو یہ بات کی دلیل ہے کہ ابھی ضعیف ہے لیکن اگر اوسکے رد کرنے کی قدرت عقل و ایمان کے زور سے رکھتا ہے
اور دفع کیطرف مبادرت کرکے اوسکو مانتا ہی نہیں تو مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی سعی ضائع نجاویگی اور اگر
لوگوں کے دیکھنے کے وقت خشوع و بستگی اس نظر سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھل کھیلیں و تضیع اوقات نہ کریں
تو اسکا کچھہ مضائقہ نہیں لیکن اس صورت میں فریب ہو کا بھی ہے اسلیے کہ اظہار خشوع کی لیے نفس کی شہوت بعض اوقات
پوشیدہ ہوتی ہے مگر اوسکے اظہار کے لیے بہانہ یہ کر لیتا ہے کہ مجکو لوگوں کے ساتھ زیادہ اختلاط منظور نہیں اور اوسکے
اس دعوی کا آزمانا سہل ہے باینطور کہ تامل کرے کہ لوگوں کی بندش تو اسطرح بھی ہوسکتی ہے کہ دور کر چلنے لگوں
یا بہت ہنسا کروں یا بہت کھانے لگوں پس اگر نفس بندش کے لیے ان باتوں کو گوارا کرے تو سچا ہے اور اگر بندش
کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے غالبا اوسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ اپنی منزلت لوگوں کے دلوں میں
چاہتا ہے اور اس سے وہی بچیگا جسکے دل میں جما ہوا ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں اور عمل اسی طرح کرے کہ گویا
زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہے کوئی دیکھنے والا نہیں تو ایسے شخص کے دل میں خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی نہیں
اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ضعیف ہوتا ہے کہ اوسکا دور کرنا کچھہ مشکل نہیں ہوتا جب آدمی اس حال پر ہوتا ہے تو
لوگوں کے دیکھنے سے کچھہ متغیر نہیں ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہے کہ اگر بالفرض اسکے دو یار ہوں ایک
توانگر دوسرا مفلس تو توانگر کے آنے کے وقت نفس میں زیادہ خوشی اوسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو بشرطیکہ اور کوئی
وجہ تعظیم کی سوا توانگری کے نہو مثلا اگر توانگر عالم ہو یا متقی ہو تو اسوقت البتہ اوسکی تعظیم اس وصف خاص کی
جہت سے کرسکتا ہے توانگری کو اسمیں کچھہ دخل نہیں اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت فقرا کے
تو وہ ریاکار اور لالچی ہے ورنہ فقیروں کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہے دلپر مسکنت کی محبت ہوتی ہے
اور اغنیا کا دیکھنا اسکے برعکس ہے تو کس طرح توانگروں کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہوسکتی ہے
اور روایت ہے کہ جیسی ذلت توانگروں کو حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس میں ہوتی تھی ایسی اور جگہہ نہیں ہوتی تھی
آپ کا دستور تھا کہ توانگروں کو پچھلی صف میں بٹھلاتے تھے اور اگلی صف میں فقرا ہوتے تھے یہانتک کہ توانگر اونکی
مجلس میں تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم فقیر ہوتے - ہاں ایک صورت تعظیم غنی کی ہی کہ اوس سے قرابت ہو یا کوئی حق یا دوستی
سابقہ رکھتا ہو الا اس صورت میں بھی یہ شرط ہی کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر میں بھی پایا جاوے تو پھر غنی کو فقیر پر ترجیح ندے
اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کی نزدیک غنی سے زیادہ ہی اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم ہوگا کہ اوسکی مال کی لالچ ہے
اوسکے ساتھ ریا کرتا ہے - پھر اگر پاس بٹھلانے میں مساوات غنی اور فقیر کے سمجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں حکمت خشوع غنی کے
سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نکرے یہ امر ریائے خفی یا طمع خفی سے سرزد ہوا کرتا ہے جیسا کہ ابن سماک نے
اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہیں معلوم کیا سبب ہے جب میں بغداد میں آتا ہوں تو مجھپر حکمت کا دروازہ کھلجاتا ہے

یعنے کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہون اوسنے جواب دیا کہ لالچ سے آپکی زبان تیز ہوجاتی ہے اور واقع مین سنیے بہت کہا
توانگر کے سامنے زبان ایسی کھلتی ہے کہ ایسی فقیر کے سامنے نہین کھلتی اسی طرح خشوع بھی توانگر کے سامنے اتنا ہوتا ہے
کہ فقیر کے سامنے نہین ہوتا۔ غرضکہ شیطان کے خفیہ مکروفن اسباب مین بہت ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا اور انسان کو اون سے جبھی
نجات ملتی ہے جب کہ ماسوا اللہ کو دل سے نکالدے اور صرف نفس پر خوف مدت العمر کیا کرے اور اوسکا آگ مین جانا اسی شہوات
کے سبب جو جلد جلد بدلتے رہتے ہین پر چند روز مین علیحدہ ہوجائینگے پسند نکرے اور دنیا مین ایسی طرح رہے جیسے کوئی بادشاہ
شہوتون سے اوسکو گھیر رکھا ہوا اور لذات سب طرح کے اوسکے پاس ہین مگر اوسکے بدن مین ایسا مرض ہے کہ اگر ذرا بھی شہوات مین
قدم زیادہ دھرے تو مرجانے کا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین پرہیز کرونگا اور اون شہوات سے بچونگا تو زندگی بنی
رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اس خیال سے طبیبون اور عطارون کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو
تلخ اور بدمزہ دوا اونکے پینے کا عادی کرکے سب لذات کو ترک کرے تو ہر چند قلت غذا کے باعث اوسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا
جائیگا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز شدت پرہیز کے باعث کم ہوتی جاویگی پس جب کبھی نفس اوسکا کسی شہوت کی
تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفین مرض کی خیال مین پھر جاوینگی جنکا انجام موت ہے اور موت کے سبب سلطنت بھی جاتی رہیگی
دشمن خوش ہونگے اور اگر دوا کی سختی نفس پر ناگوار ہوگی تو اوس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہے وہ دھیان
مین آجاویگی کہ تندرست ہوکر سلطنت مین چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتو نکا
چھوڑنا اور مکروہات پر صبر کرنا ہلکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہے جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہے وہ بھی ایسی
چیزون سے جو آخرت مین مہلک ہین یعنی لذات دنیاوی سے احتراز کرتا ہے اور اونمین سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہے اور لاغری
اور پژمردگی اور وحشت اور حزن و خوف اور ترک موانست خلق سے اسلیے پسند کرتا ہے کہ اوسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں
خدا کا غضب نازل ہوکر تباہ نہو جاؤن اور یہ توقع ہوتی ہے کہ عذاب الہی سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب باتین اوسپر
آسان معلوم ہوتی ہین کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے ہوتا ہے اور اسبات کا بھی کہ سرمدی دولت پایدار
رضاے الہی کی ابد الاباد کے واسطے مہیا ہے پھر یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ خداے تعالے کریم و رحیم ہے جو لوگ اوسکی رضا جوئی
کرتے ہین اونکو مدد دیتا ہے اور عطوفت و رافت فرماتا ہے اگر وہ چاہے تو اپنے بندونکو رنج و مشقت کی پروا نرکھے
لیکن اپنی حکمت و عدل سے اونکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہے اسی واسطے یہ حکم عبادت کا صادر فرمایا
ہے پھر جب اول اول آدمی مشقت اختیار کرتا ہے تو خداوند کریم اوسکی طرف متوجہ ہوکر مدد و عنایت فرماتا ہے اور کام
کو آسان کردیتا ہے گرانی اور کسل کو دور فرماکر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کردیتا ہے پھر طاعت اور مناجات کی
وہ لذت عنایت فرماتا ہے جس سے تمام لذتین بھول جاتی ہین اور شہوات کی فنا کرنے کی طاقت دیتا ہے بلکہ خود اونکو
دبا دینے کا کفیل ہوجاتا ہے اور مدد پر مدد پہنچاتا ہے اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضایع نہین کیا کرتا

اور اپنے محبوب کی آرزو سے محروم کرے وہ خود ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین وارد ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے مین اوسکی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہون اور فرماتا ہے کہ نیک بندون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہے اور مین اونکے ملنے کا اونسے بھی زیادہ مشتاق ہون سبحان اللہ پسکر بندہ کو چاہیے کہ شروع مین اپنی کوشش اور صدق و اخلاص کر گذرے اور پھر عنقریب جو کچھ کہ خدا تعالےٰ کے جود و کرم و رافت و رحمت کے لائق ہے اوسکا تماشا کرے نظم

بر در سالک شہود و بیجانہ باش	دعوی شمعی مکن پروانہ باش	تا بہ بینے چاشنی زندگی	سلطنت یابی نہان بندگی

نوان باب کبر و عجب کی برائی مین

رباعی جبار و قدیم ہو وہ دارا جہان ؛	پس عجب اور کبر ہے اوسیکو شایان
انسان کے لیے نہین تکبر زیبا ؛	جب اوسکی سرشت ہے حدوث اور امکان

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِی وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِی فَمَنْ نَازَعَنِی فِیْھِمَا قَصَمْتُہٗ ایک حدیث مین وارد ہے ثَلٰثٌ مُھْلِکَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَھَوًی مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ پس کبر و عجب مرض مہلک ہین اور متکبر اور معجب بیمار ہین اور خدا کے نزدیک دشمن اور مبغوض ہین اسلیے اس جلد مین جسکو غرض بیان مہلکات سے ہے تو ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کہ یہ دونون بڑے خراب مہلک ہین ہم اسباب کو دو فصلون پر منقسم کرکے ایک مین ذکر کبر کا اور دوسری مین عجب کا کرتے ہین ؛

فصل اول کبر کے بیان مین متضمن بہت سے بیانون پر

بیان اول کبر کی مذمت کا ۔ کلام مجید مین اللہ تعالےٰ نے بہت جگہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہے مثلاً فرمایا سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور فرمایا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ اور فرمایا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور فرمایا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ اور فرمایا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِہِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ غرض کہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ وَلَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث قدسی بالی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مروی ہے کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ کبر یا میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے جو کوئی ان مین مجھسے نزاع کریگا اوسکو مین دوزخ مین ڈالدونگا اور کچھ پروا نکرونگا اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن رض روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض مروہ پر ملے اور وہان کچھ ٹھہرے

بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے مگر دوسرے کھڑے ہوئے روتے رہے لوگون نے سبب گریہ کا پوچھا تو آپ نے
فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرو نے مجھسے یون کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے
دل مین رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اوسکو خدا تعالے اوندھے منہ دوزخ مین ڈال دیگا اور ایک حدیث مین
یون وارد ہے کہ آدمی اپنے آپکو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہے کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہوجاتا ہے اور
جو عذاب کہ اونکو پہونچتا ہے وہی اوسکو بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن انسانون
اور جنون اور چرند پرند کو فرمایا کہ باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام
اونچے اوٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اوتارے گئے
یہانتک کہ آپکے پاون سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمھارے آقا یعنے حضرت سلیمان کے دل مین
ذرہ برابر بھی کبر ہوتا تو اوسکو جتنا اونچا کیا تھا اوس سے زیادہ زمین مین اوتار دون۔ اور ایک حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلے گی جس مین دو کان سننے والے
اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہے گی کہ مجکو تین قسم کے آدمی حوالہ ہوئے ہین
اول جبار عنید دوم وہ لوگ جو شرک کرتے ہین سوم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِیْلٌ وَّ
لَا جَبَّارٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَةِ اور ایک حدیث شریف مین صحیح ہے کہ جنت و دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے
کہا کہ مجکو متکبرین اور جبارین ملین گے جنت نے کہا کہ پھر مین نے کیا کیا ہے جو مجکو ضعیف اور افتادہ اور عاجز
لوگ ملینگے اللہ تعالی نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تجھسے جسپر مین چاہون گا رحمت کرون گا اور دوزخ کو فرمایا
کہ تو میرا عذاب ہے تجھسے جسکو چاہون گا عذاب دون گا اور تم دونون کو لوگون سے بھر دون گا۔ اور ایک
حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برا بندہ وہ ہے جو جبر و تعدی کرے اور رب برتر
جبار کو بھول جاوے اور برا بندہ وہ ہے کہ جبر کرے اور اترا وے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور برا بندہ وہ ہے
کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالاے طاق رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سرکشی
کرکے حد سے گذر جاوے اور مبدا و منتہا کی اوسکو یاد نہ آوے۔ اور ثابت نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہے آپ نے فرمایا کہ اوسکے پیچھے کیا موت نہین ہے۔ اور حضرت عبد اللہ
بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب آئی اونھون نے
اپنے دو بیٹون کو بلایا اور فرمایا کہ مین تمکو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزون کا امر کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون اور
لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان مع مافیہا اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور یہ کلمہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے
تو یہی کلمہ بھاری ہوگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور انکی چیزون کا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اوسپر رکھدیا جاوے تو

حلقہ کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہون سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ ہرایک چیز کی نماز ہے اور اسی سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ خوشحال اوس شخص کا جسکو خدا تعالیٰ اپنی کتاب سکھلاوے اور وہ جبار ہو کر نمرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ الضُّعَفَاءُ الْمَغْلُوبُونَ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ تم مین ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت مین وہ ہوگا جسکے اخلاق سب مین عمدہ ہون اور سب سے زیادہ مبغوض اور بعید وہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتاکر باچھین پھاڑ پھاڑ باتین کرے اور متکبر ہو اور ایک حدیث مین یہ روایت ہے کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیون کی سی صورت کی چیونٹیان بنکر اوٹھینگے اور لوگ اونپر پاون رکھکر چلینگے ہرایک طرح کی ذلت اونپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قید خانہ مین جسکو بولس کہتے ہین مقید ہونگے اور سب آگونکی آگ اونکو آگی دوزخیون کے نچوڑا اور پیپ کا رس پینے کو ملیگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبار و متکبر قیامت مین چیونٹیونکی صورت مین اوٹھینگے اور لوگ اونکو پامال کرینگے اسلیے کہ انھون نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا۔ اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ مین بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمھارے باپ نے مجھسے ایک حدیث اپنے باپ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ایک جنگل ہے جسکو ہبہب کہتے ہین اور خدا تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اوسمین جبار لوگ رہین پس اے بلال تم اپنے آپ کو اوسمین رہنے سے محفوظ رکھنا۔ اور ایک حدیث مین یون آرہا ہے کہ دوزخ مین ایک مکان ہے جس مین متکبرونکو ڈالکر بند کردینگے اور ایک حدیث مین فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ اور فرمایا کہ جو تین باتون سے بری ہوکر مرے گا جنت مین داخل ہوگا اول اون تین مین کبر ہے دوم قرض سوم خیانت اور آثار بھی کبر کی برائی مین منقول ہین مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نسمجھے اسلیے کہ مسلمان مین جو صغیر ہے وہ خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ اور وہب رح فرماتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا تو اوسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہے۔ اور احنف بن قیس رح مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پاون پھیلائے ہوئے تھا اور اونکو اکٹھا نہ کیا وہ جو بیٹھے تو کہین پاون سمیٹ گیا آپ نے اوسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اسکو پاون کا دبنا برا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہے کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب کی جگہہ سے دوبار نکلا ہے یعنے ایک بار جب نطفہ تھا اور ایک بار پیدائش کے وقت۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ تعجب ہے آدمی سے ہر روز ایک یا دو بار اپنے ہاتھ سے پاخانہ دھوتا ہے پھر تکبر کرتا ہے اور آسمانون اور زمین کے جبار کا مقابلہ کرتا ہے اور اس آیت مین وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کی طرف اشارہ ہے اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیہما السلام فرماتے ہین کہ جس شخص کے دل مین کسی قدر کبر آتا ہے اوسی قدر اوسکی عقل کم ہوجاتی ہے اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ اور حضرت سلمان رض سے کسی نے پوچھا کہ ایسی بدی کونسی ہے جسکے ہوتے نیکی مفید نہو آپ نے فرمایا کہ وہ کبر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رح نے منبر پر فرمایا کہ شیطان کے

[حاشیہ — جزوی:] ... عبداللہ بن عمرو ... ترمذی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور کہا ہے کہ حسن غریب ہے ۱۲ ... ابو یعلی و طبرانی ... ترمذی و ابن ماجہ بروایت ثوبان ۱۲

پاس بہت سی پھندنے او رجال ہیں منجملہ اوسکے پھندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور او سکی عطا پر فخر کرنا اور اوسکے بندون پر تکبر کرنا اور سوائے ذات خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا ہے خدا ے تعالے ہمکو دین و دنیا مین اس سے بچاوے

دوسرا بیان اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلیٰ رَجُلٍ یَجُرُّ اِزَارَہٗ بَطَرًا اور فرمایا بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْہِ اِذَا اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ فَخَسَفَ اللّٰہُ بِہِ الْاَرْضَ فَھُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْھَا اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اور فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ کی خدمت مین گیا اوسوقت عبد اللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے اونکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اپنی ازار اونچی کر مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اترا کر کھینچے گا اوسکی طرف قیامت مین خدا تعالے نہ دیکھے گا اور روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کف مبارک پر تھوکا اور اوسپر انگشت مبارک رکھکر فرمایا کہ خدا ے تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابن آدم کیا تو مجھسے بچ جاویگا مین نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب مین نے تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہے کہ زمین بھی فریاد کرتی ہے تو نے مال جوڑا اور کسی کو نہ دیا جب دم حنجرہ گردن مین پہنچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرون گا وہ وقت صدقہ کا کہان ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ صلعم نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس اور روم اونکی خدمت کرنے لگینگے اوسوقت خدا ے تعالے اونہین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے گا ۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنتا ہے اور چال مین اتراتا ہے وہ خدا کے سامنے ایسے حال مین جاویگا کہ خدا ے تعالے اوسپر غصہ ہوگا ۔ ابو بکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو پاخانہ کو جاتا تھا اور کئی کرتے ریشمی پہنے تھا جو پنڈلی پر ایک دوسرے کے اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور اونہین سے قبا کھل رہی تھی اور اوسکی چال مین تبختر پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اوسکو دیکھا اور کہا کہ تف ہے اس ناک پھلانے کمر بچکانے گردن مروڑنے پر اپنی دونون طرف دیکھتا جاتا ہے اے بیوقوف اپنی دونون طرف کیا دیکھتا ہے دونون طرف نعمتیں ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا کیا نہ اونکو زبان پر لایا نہ اونکے باب مین جو کچھ خدا ے تعالے نے حکم کیا تھا اوسکو مانا نہ جو حقوق خدا و ندی اونمین تھے اونکو ادا کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ اونکی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ پاگلون کی طرح جھک جھک پڑے یہ نہیں معلوم کہ ہر عضو مین اعضا خدا کی ایک نعمت موجود ہے اور شیطان اوس سے کھیل بنانے کو تیار ہے ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپکی خدمت مین عذر کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ مجھسے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدا ے تعالی کا ارشاد نہیں سنا کہ فرماتا ہے وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور ایکبار آپکے پاس ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپ نے اوسکو بلایا اور فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہے یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدنکو چھپا لیا اور عمل سامنے آگئے جاؤ اپنے دل کا

علاج کرو بندہ واسطے خدا کی غرض اتنی ہی ہے کہ اونکے دل درست ہون۔ اور روایت ہے کہ ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے
قبل خلافت حج کیا اونکو طاؤس رح اونکے چچا نے دیکھا کہ چال مین تکبر پایا جاتا ہے تو اپنی اونگلی آپکی پہلو مین ماری اور کہا
کہ جسکے پیٹ مین غلیظ بھرا ہوا اوسکی چال یون نہین ہوتی آپ نے بطریق معذرت اونسے فرمایا کہ چچا صاحب اس چال سے
میرا ہر ایک عضو پٹ گیا ہے جب مین نے اسکو سیکھا ہے۔ اور محمد بن واسع نے اپنے لڑکے کو اتراتے دیکھکر بلایا اور کہا کہ تجھے معلوم ہے
کہ تو کون ہے تیری ماں تو وہ تھی جسکو مین نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہے کہ خدا تعالے مسلمانون مین ویسے
بہت نکرے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پائچے لٹکائے تھا آپ نے دو تین بار فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت
بھائی ہین۔ اور روایت ہے کہ مطرف بن عبد اللہ رح نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تبختر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اے بندہ
خدا اس چال کو خدا اور رسول برا جانتے ہین اوسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہان جانتا ہون اول مین
تو نطفہ خراب تھا اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہوگا اور اب غلاظت کو لادے پھرتا ہے مہلب سنکر چلا گیا اور وہ چال
چھوڑ دی۔ اور حضرت مجاہد رضہ نے یتمطے کے معنے اس آیت مین ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى یہی فرمائے ہین کہ تبختر
کرتا ہے۔ اور اتنا تجاکہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تواضع کی فضیلت بھی لکھین

تیسرا بیان تواضع کی فضیلت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ
إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اور ایک حدیث مین یون فرمایا ہے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے
رہتے ہین اور اوسکو لگام سے روکے رہتے ہین پس اگر وہ اپنے نفس کو اونچا کرتا ہے تو وہ لگام تانتے ہین اور کہتے ہین کہ الٰہی تو
اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہے تو دعا دیتے ہین کہ الٰہی اسکو بلند کر۔ اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ
مسکنت کی حالت مین ہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اوسکو خرچ کرے اور اہل ذلت و مسکنت پر
رحم کرے اور فقہ و حکمت والون سے ملے۔ اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ انکے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا مین تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد
ملا کر لائے جب آپ نے اوسکو اوٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہے ہمنے عرض کیا کہ ہمنے تھوڑا سا شہد
اسمین ملا دیا ہے آپ نے پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا ہون اور پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ
رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَمَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ أَحَبَّهُ اللّٰهُ
اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے گھر مین کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اوسکو ایسا
مرض تھا کہ اوس سے گھن آتی تھی آپ نے اوسکو اجازت دی جب وہ اندر آیا تو آپ نے اوسکو اپنے برابر بٹھایا اور کہا کہ
کھانا کھا ایک شخص قریش مین سے اوس سے رکا اور گھن کی تو وہ شخص نہ مرا جبتک کہ اوسی سائل کے موافق اپاہج نہو گیا
اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتون مین سے جونسی چاہون پسند کرلون یا تو بندہ

اور رسول ہوون یا بادشاہ اور نبی ہوون مگر مجکو معلوم نتھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین سے دوست جبرئیل تھے مین نے اونکی طرف سر اوٹھایا اونھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کرو مین نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول ہونگا - اور حضرت موسی علیہ السلام پر خدا تعالی نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندون پر بڑائی نہ کرے اور اپنے دل مین میرا خوف ساتھ لے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو شہوات سے میرے لیے روکے - اور ایک حدیث شریف مین آپنے فرمایا کہ اَلْکَرَمُ التَّقْوٰی وَالشَّرَفُ التَّوَاضُعُ وَالْیَقِیْنُ الْغِنٰی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتی ہین کہ مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو اون لوگون کو جو دنیا مین لوگونکے درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین اپنے دل پاک کرتے ہین کہ وہ قیامت کو ایسے ہونگے جنکو دیدار الہی نصیب ہوگا - اور بعضونکا قول ہے کہ مجکو یہ روایت پونہچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدای تعالے کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہے اور اوسکی صورت اچھی بناتا ہے اور ایسی جگہہ مین رکھتا ہے جو اوسکو زیبا نہین ہوتی اور باوجود اسکے اوسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہے تو ایسا شخص خدا تعالے کے خاص بندون مین سے ہوتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ چار چیزین ایسی ہین کہ وہ اوسی کو ملتی ہین جسکو خدا دوست رکھتا ہے اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم توکل خدا پر سوم تواضع چہارم دنیا مین زہد - اور حضرت ابن عباس رضہ سے حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے خدا تعالے اوسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہے - اور فرمایا کہ تواضع بندہ کو برتری کرتی ہے پس تواضع کرو خدا تم پر رحم کریگا - اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کھانا تناول فرماتی تھے کہ اتنے مین ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اوس مین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا وہی اوسکے پاس سے کھڑا ہوجاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہاتھہ مین ایسی چیز اوٹھاوے جو اوسکے گھر والون کے کام کی ہو اور اس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو - اور ایک روز آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا بات ہے اونھون نے عرض کیا کہ عبادت کی حلاوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ فروتنی - اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جب تم میری امت کے تواضع کرنے والون کو دیکھو تو اونکے ساتھ تواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اونپر تکبر کرو کہ اون پر تکبر کرنا اونکے حق مین ذلت وخواری ہے - **آثار** حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالے اوسکی حکمت کو بلند فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ بلند ہو خدا نے تجکو بلند کیا اور جب تکبر اور تعدی کرتا ہے تو اوسکو زمین مین دھسا تا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ دور ہو خدا نے تجکو دور کر دیا پس ایسا شخص اپنی دانست مین بڑا ہے مگر لوگون کی نظرون مین حقیر ہے یہان تک کہ سور سے بھی زیادہ حقیر سمجھے ہین

اور جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اوسکے تلے ایک شخص سوتا ہی اور چمڑی کا سایہ اپنے اوپر کیا ہے چونکہ آفتاب چمڑے پر سے ہٹ گیا تھا میں نے اوسکو درست کردیا اتنے میں وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض تھے میں نے جو کچھ کیا تھا آپ سے کہدیا آپنے یہ نصیحت فرمائی کہ ای جریر دنیا میں خدا کے واسطے فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا میں خدا کے لیے تواضع کرتا ہے خدا تعالے اوسکو قیامت میں بلند کریگا ای جریر تجکو معلوم ہے کہ قیامت میں دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا کہ دنیا میں جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیر کرتے ہیں یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا۔ اور حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو اور وہ تواضع ہے۔ اور یوسف بن اسباط رح کا قول ہے کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہی اور بہت سی کوشش اور مجاہدہ سے تھوڑی سی فروتنی بس ہے۔ اور حضرت فضیل رح سے جب کسی نے تواضع کو پوچھا کہ کیا چیز ہے تو اونھوں نے فرمایا کہ امر حق کے لیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ جاہل ہی سے سنے۔ اور ابن مبارک رح فرماتے ہیں کہ اصل تواضع یہ ہے کہ اوس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیاوی میں اپنے آپ سے کم ہے اپنے نفس کو کم سمجھنا یہانتک کہ یون جاننا کہ ہمکو دنیا کی راہ سے اوسپر کچھ زیادتی نہیں اور اوس شخص کی نسبت جو نعمت دنیا میں اپنے آپ سے زیادہ ہی اپنے نفس کو برتر سمجھنا کہ دنیا کی راہ سے اوسکو کچھ فضیلت نہیں۔ اور قتادہ رض فرماتے ہیں کہ جس شخص کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہوا اور وہ اوسمین تواضع نکرے تو قیامت کو اوسپر یہ چیزیں وبال ہونگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خدا تعالے نے حضرت عیسیٰ ع پر وحی بھیجی کہ جب میں کوئی نعمت تمکو دون تو اوسکو انکسار کے ساتھ قبول کرو میں اوس نعمت کو تمپر پورا کرونگا۔ اور حضرت کعب رض کا قول ہی کہ اللہ تعالے بندے کو جو نعمت دنیا میں دیتا ہے اور وہ اوسکا شکر گزار ہوتا ہے اور خدا کے واسطے اوس نعمت سے فروتنی کرتا ہی تو اللہ تعالے اوسکا نفع اوسکو دنیا میں بھی عنایت فرماتا ہے اور آخرت میں اوسکا رتبہ بلند کرتا ہے اور اگر خدا تعالے نے کسی بندے کو نعمت دی اور اوسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا میں بھی اوسکا فائدہ اوس سے روک لیتا ہی اور آخرت میں اوسکے لیے طبقۂ جہنم کھولدیتا ہے چاہے اوسکو عذاب دے یا درگذر فرماوے۔ اور عبدالملک بن مروان سے کسی نے پوچھا کہ مردون میں بہتر کون ہے اونھوں نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود رغبت کے زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے۔ اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت میں گئے اور فرمایا کہ اس بزرگی اور شرف کے ساتھ آپ کا تواضع کرنا آپ کے خود شرف سے بہتر ہے ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپ نے فرمایا۔ پھر اونھوں نے کہا کہ ای امیر المومنین اگر خدا تعالے کسی کو جمال اور شرافت حسب اور مال عنایت کرے اور وہ اپنے جمال میں عفیف رہے اور مال سے لوگون کے ساتھ سلوک کرے اور حسب میں فروتنی کرے تو اللہ تعالے کے دفتر میں اولیاء اللہ سے لکھا جائے گا ہارون رشید نے کاغذ و دوات قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے

اونکا قول لکھ لیا۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیسون اور امیرون اور شریفونکو
دیکھا کرتے یہانتک کہ اون سے فارغ ہوکر مساکین مین آتے اور اونکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا گذر مسکینون
ہی مین ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ تو انگر اوسکو برے کپڑے مین دیکھین اسیطرح چاہیے
کہ وہ یہ بات کو بھی برا جانے کہ درویش اوسکو لباس فاخرہ مین دیکھین۔ اور روایت ہے کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح
باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ تواضع کیا ہے تواضع یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے
نکلے تو جو مسلمان راستے مین ملے اوسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو پہاڑ آپس مین ایک دوسرے سے بڑا اور اونچا ہونے لگے اور جودی نے
فروتنی کی اللہ تعالے نے اوسکو بلند مرتبہ کیا کہ حضرت نوح کی کشتی اوسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اللہ تعالے نے لوگون کے دلون کا حال معلوم کیا تو کسی مین تواضع حضرت موسی علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نپائی اسی لیے
اونکو اور سب مین سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر مین لوگون مین
نہوتا تو یقینا انپر رحمت ہوتی ہے اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم رہے ہون۔ اور یہ جملہ متقدمین سے
چلا آتا ہے کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس مین فروتنی کرتا ہے اوسی قدر خدا تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جتنا اپنے
نزدیک اونچا ہوتا ہے وہ تنا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہے۔ اور زیاد نمیری کا قول ہے کہ جس زاہد مین تواضع نہو وہ
درخت بے پھل ہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوکر پکارے کہ جو تم سب مین برا
شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھسے آگے کوئی نجا سکے سب سے اول مین ہی دوڑون البتہ جسکے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ
ٹھیکا ہی تو پہنچا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پہنچا تو اونھون نے فرمایا کہ مالک
اسی جہت سے مالک ہوا ہے۔ اور حضرت فضیل رح کا قول ہے کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہے اوسکو کبھی فلاح نہین ہوتی
اور موسی بن القاسم کہتے ہین کہ ایک بار ہمارے یہان زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو مین محمد بن مقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ
ای ابو عبد اللہ آپ ہمارے امام ہین حق تعالے سے دعا مانگیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہو تو
مین اسکو غنیمت جانون محمد بن قاسم کہتے ہین کہ مین نے پھر خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین
کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالے نے تمپر سے آندھی وغیرہ کو دور کر دیا۔ اور ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا تو
اونھون نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے اور اسطرح پوچھنا آپکی عادت مستمرہ تھی اوس شخص نے جواب دیا کہ مین حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہون
آپ نے فرمایا کہ پھر تو اسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری محبت حق تعالے منقطع کر دیگا۔ اور بعض کلامون مین اسکے
یہ بھی منقول ہے کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بیکار کر دیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہے کہ جو اپنے نفس کی کچھہ قدر جانتا ہے
اوسکو تواضع سے کچھہ بہرہ نہین۔ اور شیخ ابن شخبرف رح روایت کرتے ہین کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا اور

عرض کیا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ فقیرونکی مجلس مین اگر تونگر بتوقع ثواب خدا تواضع کرین تو کتنا اچھا ہے اور اس سے زیادہ اچھی بات یہ ہی کہ فقرا خدای تعالے پر اعتماد کیکے تونگرون پر تکبر کرین ۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ آدمی جبتک اپنے نفس کو نہین پہچانتا جب تک تواضع نہین کرتا ۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو جبتک گمان ہے کہ خلق مین کوئی مجھسے برا ہے تب تک وہ متکبر ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر تواضع کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے نہ کوئی مقام جانے اور نہ کوئی حال اور جسقدر آدمی خدای تعالے کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اوسی قدر اوس مین تواضع ہوتی ہی ۔ اور ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ جتنا مین اپنے جی مین پست اور کم رتبہ ہون اگر تمام خلق مجکو اتنا کم رتبہ کرنا چاہین تو نہین کر سکینگے ۔ اور عروہ بن الورد رح فرماتے ہین کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہی اور آدمی سوا تواضع کے سب نعمتون پر حسد کیا جاتا ہے اور اکابر کا قول ہے کہ تواضع سب قسم کے لوگون مین اچھی ہی اور تونگرون مین سب سے بہتر ہے ۔ تواضع زگردن فرازان نکوست ٭ گدا گر تواضع کند خوی اوست ٭ اور تکبر تمام خلق مین برا ہے اور فقیرون مین سب سے زیادہ برا ہے ۔ اور یہ بھی بعض اکابر کا قول ہی کہ عزت اوسی کو ہی جو خدا کے واسطے ذلیل ہوا اور برتری اوسکو ہی جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے اور مامون وہی ہے جو خدا سے ڈرے اور نفع اوسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتہ بیچدے ۔ اور ابو علی جوزجانی رح کا قول ہے کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہے پس جس شخص کو خدای تعالے ہلاک کرنا چاہتا ہے اوسکو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت سے باز رکھتا ہے اور جسکے ساتہ بہتری کرنی ہوتی ہی اوسکو یہ باتین عنایت فرما دیتا ہے تو جب کبھی اوسکے دل مین کبر کی آگ بھڑکتی ہی اوسکو خدا کی توفیق تواضع فرو کر دیتی ہی اور اگر حسد کی آگ بھڑکتی ہی تو اسکی توفیق سے خیر خواہی اوسکو بجہاتی ہے اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے قناعت اوسکو فرو کر دیتی ہے ۔ اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی مجلس مین کہتے کہ اگر یہ حدیث مروی نہوتی[1] کہ پچھلے زمانے مین سردار قوم کا اون مین ارذل ہوگا تو مین ہرگز تمکو کچھ نہ سناتا اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہے اور شاید اونکی مراد یہ ہے کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے بڑا لیتا ہے تب اوسکو پست خیال کرتا ہے اور موحد اپنے نفس کو کچھ بھی نہین سمجھتا جب اوسکا وجود ہی نہین تو پستی اور رفعت کسکی ثابت کرے ۔ اور عمرو بن شیبہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ مین صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر سوار ہے اور اوسکے آگے بہت سے غلام لوگونکو دھکے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین پھر بعد چندے میرا گذر بغداد مین ہوا اور پل کے اوپر کھڑا تھا کہ ایک شخص ننگے پاون اور ننگے سر لمبے لمبے بال لئے سامنے آیا مین نے اوسکو بغور دیکھنا شروع کیا اوسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو مین نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی مین نے مکہ معظمہ مین دیکھا تھا اور سب بیتے بتلائے اوسنے کہا کہ مین ہی شخص ہون مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو گیا اوسنے جواب دیا کہ مین نے ایسی جگہہ بلندی ظاہر کی تھی جہان لوگ انکسار کرتے ہین اوسکے عوض مین خدا تعالے نے مجکو ایسی جگہہ پست کر دیا جہان لوگ ترفع ظاہر کرتے ہین ۔ اور بعضے رح کہتے ہین کہ ہم ابراہیم رح سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ یہ فرمایا

[1] ترمذی بروایت ابو ہریرہ رض اور انکا اسناد کو بو غریب کہا ۱۲

کرتے تھے کہ جس زمانہ میں کہ میں فقیہ کوفہ کا ہوا ہون وہ برا زمانہ ہے کہ مجھسا شخص فقیہ گنا جاوے۔ اور عطاء سلمی رح
جب رعد کی آواز سنتے تو اوٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کیطرح پیٹ پکڑتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب تمپر آوی گی
اگر مین مر جاؤن تو لوگونکو راحت پہنچے۔ اور بشر حافی رح کہتے کہ دنیا دارونکے لیے یہی سلام ہے کہ اونکو سلام نکرو۔ اور ایک
شخص نے حضرت عبد اللہ بن المبارک کے لیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خداے تعالے عنایت فرماوے آپنے فرمایا کہ توقع
بعد معرفت کے ہوتی ہے یہان سری سی معرفت ہی نہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رض کے پاس ایک رئیس اہل قریش فخر
کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے تو پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہو جاؤن گا
پھر میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض
فرماتے ہین کہ ہم نے کرم کو تقوی مین پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہے
کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم وفضل سے عنایت فرماوے ۔

چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اوسکی آفت کا۔ جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو
نفس کی عادت کا نام ہے اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضا سے سرزد ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر
کہنا ٹھیک ہے اعمال تو اوس عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت موجب اعمال کی ہوتی ہے اسی واسطے جب اعضا پر
اوسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہے کہ اوسکے نفس مین
کبر ہے غرض اصل یہی ہے کہ کبر وہی ہے جو نفس کے اخلاق مین سے ایک خلق کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اپنے آپ کو
دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اوسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہے اسکے لیے کئی چیزین چاہیں
اول تکبر کرنے والا دوم جسپر تکبر کرتا ہے سوم جس چیز سے تکبر کرتا ہے اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہے کہ عجب مین
صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف
اکیلا ہی پیدا ہو تو ہو سکتا ہے کہ عجب کرے مگر متکبر نہین ہو سکتا جبتک کہ غیر کے ساتھ نہو اور اپنے نفس کو صفات
کمال مین اوس دوسرے سے برتر نسمجھے غرض کہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض اوقات
آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے مگر دوسرے کو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہے اوسپر تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا
حقیر جاننا کافی ہے اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہے مگر اپنے نفس کو اوس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہے
تو تکبر نہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا
سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبے کو غیر کے مرتبے سے بہتر سمجھے جب یہ تین باتین اوسکے اعتقاد مین ہونگی تب
کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبے سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اوس سمجھنے اور عقیدہ سے اوسمین ایک پھونک پڑتی ہے
جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی کا اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے

نفس مین ایک عزت آتی ہے اس عزت و حرکت و میلان کو خلق کبر کہتی ہین اور اس پھونک کا ذکر حدیث شریف مین
بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعُوْذُ بِکَ مِنْ نَفْخَۃِ الْکِبْرِیَاءِ[۱] اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا تھا اوس شخص کو جسنے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جاوے
اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہے یعنے اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہے اور
پھولتا ہے تو ثابت ہوا کہ کبر اوسی حالت کو کہتے ہین جو اون اعتقادات مذکورہ سے نفس مین حاصل ہوتی ہے
اور اوسی کا نام عزت اور عظمت بھی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین اِنْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ
اِلَّا کِبْرٌ مَّا ھُمْ بِبَالِغِیْہِ[۲] فرمایا ہے کہ اس سے مراد عظمت ہے کہ اونکو نہ ملیگی پس کبر کی تفسیر آپنے اوسی عظمت کو بیان
فرمایا۔ پھر یہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہے جو اوسکے ثمرات کہلاتے ہین اور اونکو تکبر کہتے ہین
یعنے جب اوسکے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جانے گا اور اوس سے دوری
چاہے گا اوسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے مین شریک ہونا ناپسند کرے گا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہ تصور کرے گا
کہ اس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلامون کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اس سے بھی زیادہ
کبر ہوگا تو اوس سے خدمت لینا بھی برا سمجھے گا اور اگر اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق سمجھا تو گا نہ ڈیوڑھی کی
خدمت کے قابل سمجھے گا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اوسکی مساوات کو اور تنگ راستون مین آگے چلنے کو اور محفلون مین
اونچا بیٹھنے کو عار جانے گا اور یہ بات کا منتظر رہے گا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اسکے کام مین اوس سے
قصور ہو جاوے گا تو بہت بعید جانے گا اور اگر دوچھ بحث و مناظرہ کرنے بیٹھے تو اوسکے جواب دینے کو ننگ جانے گا
اور اگر کبر والے کو کوئی نصیحت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر خود نصیحت و سمجھانے کو کرے تو نہایت تند مزاجی سے
کرے اور اگر کوئی اوسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والے پر نرمی نہ کرے
بلکہ شاگرد کو ذلیل و خوار سمجھے اور اوسپر احسان جتاوے اور اوس سے کار خدمت لیوے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہین
اونکو جاہل و حقیر تصور کرے غرض کہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہین بیشمار ہین اونکی گنتی کی کچھ حاجت نہین
معروف و مشہور ہین اسکا نام کبر ہے اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہے کہ اوس سے خواص لوگ تباہ ہو جاتے ہین
اور عابد و زاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے اور اسکی آفت کس طرح بڑی نہو جسکی
شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ[۳]
اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہ ہے کہ اخلاق ایماندارون کے جنت کے دروازے ہین اور کبر
و عزت کے باعث یہ سب دروازے بند ہو جاتے ہین بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اسکے باعث نصیب
نہین ہوتا مثلاً جب تک آدمی مین کچھ بھی عزت و کبر ہوگا تب تک جو بات اپنے واسطے محبوب ہے وہ دوسرے

[۱] یعنی پناہ مانگتا ہون مین تجھ سے کبریائی کی پھونک سے ۱۲ یعنی بڑائی سے گذری ۱۲
[۲] اور نہین ہے سینون مین انکے مگر غرور کہ کبھی نہ پہونچین گے اوس تک ۱۲
[۳] نہین داخل ہوگا جنت مین وہ شخص کہ اوسکے دل مین ذرہ بھر کبر ہوگا ۱۲ اوپر گذری ۱۲

کے واسطے محبوب سمجھے گا اور اسی عزت کی جہت سے تواضع جو کہ متقیون کے اخلاق کی جڑ ہی نکر سکیگا۔ اور عزت کے ساتھ کینہ ترک نکر سکیگا صدق و راستی کی مداومت نکر سکیگا ترک غضب و غصہ کے پینے پر قادر نہوگا نہ حسد ترک کریگا نہ آپ کسیکو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کریگا نہ اورون کی نصیحت پر کان دھریگا نہ لوگون کی غیبت اور حقارت سے بچیگا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بری عادت نہیں جو کبر و عزت والا اپنی عزت کے بچاؤ کے لیے اوسکی طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہیں جسکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے جسکے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور برے اخلاق کا حال یہ ہی کہ ایکدوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہین ایک بری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہوگی۔ اور کبر مین سب سے بری قسم وہ ہی جو علم سے استفادہ نکرنے دے اور امر حق کو ماننے نہ دے اور نہ اوسکا منقاد ہونے دے ایسے ہی کبر اور متکبر کی مذمت مین آیات وارد ہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ پھر فرمایا ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیون مین سے سخت عذاب اونکو ملیگا جو سرکشی مین بڑھ کر رہے ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا اور فرمایا فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُم مُّنكِرَةٌ وَهُم مُّسْتَكْبِرُونَ اور فرمایا وَيَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بعضون نے اسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ یون ارشاد ہے کہ ہم قرآن کی فہم اونکے دل سے اوٹھالینگے اور بعض تفاسیر مین یہ ہے کہ اونکے دلون کو ملکوت سے روک دینگے اور ابن جریج سے روایت ہی کہ اس سے یہ غرض ہی کہ اونکو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب نہوگا اسی جہت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ کھیتی نرم زمین مین پیدا ہوتی ہے پتھر پر نہین ہوتی اسی طرح حکمت تواضع کرنیوالے کی دل مین اثر کرتی ہے متکبر کے دل مین اثر نہین کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر نہایت اونچا کرے اور چھت تک پہنچ جاوے تو اوسی کا سر ٹوٹیگا اور جو جھکا رہیگا تو چھت سے آرام اور سایہ وہ پاویگا تو یہ مثل متکبرین کی اس بات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کس طرح محروم رہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف مین انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہے جو امر حق سے غافل ہو اور لوگونکی عیب بیان کرے

پانچوان بیان اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہے اوسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا اون مین کیا ہے۔ انسان کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم و جاہل ہی اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہے اور کبھی مخلوق پر

اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمیں ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب اقسام کبر سے نہایت برا ہی اور اسکا باعث صرف
جہالت اور سرکشی ہوتی ہے جیسے نمرود مردود نے کی تھی اپنے دل مین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑونگا
یا اور جاہلون کی حکایتین اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی دعوی خدائی کا ہوا مثلاً فرعون ملعون وغیرہ اوسنے
ایسا ہی کچھ بکا لوگون سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اس بات سے غیرت آئی کہ خدا کا بندہ ہو اور خدا
تعالے فرماتا ہے لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا اور فرمایا کہ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ
جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ
نُفُورًا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت والا اور بلند سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا متبع ہو
جو اور آدمیون جیسا ہو اور یہ امر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہے یعنے رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت سے
مدام کبر کے باعث تاریکی کی جہالت مین رہکر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین خود حق پر ہوتا ہی اور کبھی
تامل تو کرتا ہے مگر نفس طاعت امر حق اور رسولون کی نہین کرتا جیسا کہ خدای تعالی کافرون کے اقوال کلام مجید مین
نقل فرماتے ہین أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ
إِذًا لَّخَاسِرُونَ اور وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا
فِي أَنفُسِهِمْ اور وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ
اور پھر فرمایا وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اوسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب
فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اوس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لا تیری سلطنت تیرے ہی پاس رہیگی اوسنے
کہا کہ مین ہامان سے مشورہ کرلون جب اوس سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ اب تو تو پروردگار ہی لوگ تیری عبادت
کرتے ہین ایمان لانے پر تو بندہ ہوجائے گا دوسرے کی عبادت کرے گا پس اوسنے خدا تعالے کے بندہ ہونے اور
حضرت موسی کی پیروی سے انکار کیا۔ اور قریش کا قول خدای تعالے نے بیان فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ
عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ قتادہ رح کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ انھون نے
یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے انکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا انسے بڑھکر کوئی رئیس نبی کیون
نہوا خدا تعالے نے اونکے جواب مین ارشاد فرمایا أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اور دوسری جگہہ اونکا قول نقل فرمایا
لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور اونکا رتبہ مین بڑھ جانا
بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپ کے پاس کیسے
بیٹھین یہان تو یہ لوگ رہتے ہین یعنے فقیر مسلمان جو آپکے پاس موجود رہتے تھے قریش نے اونکو حقیر جانا اور اونکے پاس بیٹھنے کی

کیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ
اور وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہٗ وَلَا تَعْدُ
عَیْنَاکَ عَنْہُمْ اور کفار کا کبر یہانتک تھا کہ خدا ے تعالے اونکے تعجب کی خبر اونکے جہنم مین داخل ہونے کے بعد کی بتاتا ہے
یعنے جب اون لوگونکو نہ دیکہین گے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہین گے مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّہُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ اور
انسے مراد اون کی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین۔ بہرحال قریش کے کافرون مین
بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل رہے۔ اور
بعض ایسے تھے کہ اونکو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت اقرار نکرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَلَمَّا جَآءَہُمْ
مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ اور دوسری جگہہ فرمایا وَجَحَدُوْا بِہَا وَاسْتَیْقَنَتْہَآ اَنْفُسُہُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا اور یہ قسم
تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہے لیکن اوسکے قریب قریب ہے اسلیے کہ تکبر خدا کے حکم نماننے پر اور اوسکے رسول کے
منقاد نہونے کے لیے ہے۔ قسم تیسری بندون پر تکبر کرنا باین طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسرے کو حقیر اس وجہ سے
کسی شخص کی فرمانبرداری نکرے بلکہ اونسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اونکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ
پہلی اور دوسری قسم سے کم ہے تاہم دو وجہ سے بہت بڑی ہے وجہ اول تو یہ ہے کہ کبر اور عظمت و عزت مالک
برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہے۔ بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہے اور کسی چیز کی قدرت نہین رکھتا اسکو کب
کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کریگا تو گویا وہ صفت خاص خدا کے واسطے تھی اوسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام بادشاہی سلطان کا تاج سر پر رکھکر اوسکے تخت پر بیٹھ جاوے تو خیال کرنا چاہیے
کہ بادشاہ اوسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی رسوائی کا نشانہ بنیگا کیونکہ بڑی جرات و گستاخی و برائی کی حرکت
ہے جسکا یہ مرتکب ہوا اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت و کبریا میری چادر ہے جو اوسمین مجھسے
نزاع کریگا مین اوسکو توڑ دونگا اس سے یہی مراد ہے کہ یہ صفت خاص میری ہی ہے میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو اسمین
مجھسے نزاع کریگا وہ میری ایک صفت مین نزاع کریگا اور از انجا کہ بندون پر بڑائی کرنی اوسی کو زیبا ہے
تو جو کوئی اوسکے بندون پر کبر کریگا وہ خدا کا گنہگار ہوگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص کو حقیر جانے
اور اون سے خدمت لے اور اپنے آپ کو اون سے بہتر کرے اور جو معاملہ کہ بادشاہ اونکے ساتہ کرتا ہے وہی کرے تو یہ شخص
بھی بعض باتون مین بادشاہ کے ساتہ نزاع و شرکت کرتا ہے گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا
چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا تھا پس چونکہ تمام خلق اللہ تعالے کے بندے ہین اور اون پر کبر اور عظمت وہی کر سکتا ہے
دوسرا شخص اگر کسی بندہ پر تکبر کریگا تو البتہ خداے تعالے سے نزاع ٹھہریگا۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود
و فرعون کے نزاع مین اتنا فرق ہے جیسے اون دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ ایک صرف بادشاہ کے

خواص اور غلاموں کو اپنا غلام بنایا چاہتا تھا اور دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ جسسے کہ کبر کا عیب بڑا ہے یہ ہے کہ اسکے باعث خدا تعالے کے احکام کی مخالفت ہو جاتی ہے کیونکہ متکبر آدمی جب حق بات کسی بندے سے سنتا ہے تو تکبر کی جہت سے اوسکو مانتا نہیں بلکہ انکار کے واسطے مستعد ہوتا ہے اسلیے جو لوگ مسائل دینی میں مناظرہ کرتے ہیں تو دعوی تو یہی کرتے ہیں کہ بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہے مگر پھر انکار متکبرین کا سا کرتے ہیں اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے تو دوسرا نہیں مانتا اور اوسکے انکار و رد کا بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی دھوکے سے اسکو طرف مقابل پر مشتبہ کر دینا چاہیے اور یہ عادت کافروں اور منافقوں کی ہے چنانچہ اونکا یہ وصف کلام مجید میں موجود ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ پس جو شخص مناظرہ غلبہ کے لیے یا دوسرے کے الزام و سکوت کے لیے کرے اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہو جاوے تو غنیمت سمجھیں تو ایسا شخص اس عادت میں منافقوں کا شریک ہے اسی طرح کبر اور غیبت وعظ و نصیحت کو بھی نہیں ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید میں ارشاد ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ اور حضرت عمر رضہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ایک آدمی تو کھڑا ہو کر اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہیں اونکو کیوں قتل کرتے ہو تو متکبر نے اسکو بھی نچھوڑا جسنے اچھی بات بتائی تھی اوسکو بھی مار ڈالا اور جسنے بری بات سے منع کیا تھا اوسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ کہتے ہیں کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہے کہ جب اوس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دہنے ہاتھ سے کھانا کھا اوسنے کبر سے کہا کہ میں دہنے سے نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہیں کہ اوسکو پھر کبھی دہنا ہاتھ اوٹھانا نصیب نہوا کسی رگ میں مبتلا ہو گیا۔ غرض کہ تکبر کرنا خلق پر بری بات ہے اسکے سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہو جاتا ہے اور ابلیس کا حال جو کلام مجید میں مذکور ہے اور تکبر میں مشہور ہے وہ اسی لیے ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اوسنے کہا تھا کہ میں انسان سے بہتر ہوں اور اپنے نسب کا کبر کیا کہ مجکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ ہوا کہ خدا تعالے نے جو حکم سجدہ کا کیا اوسکو بجا نہ لایا اور ابتدا میں کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا میں خدا کے امر پر ہو گیا اسی وجہ سے ابد الآباد کے واسطے ہلاک ہوا۔ تکبر عزازیل را خوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد + پس بندو نیز تکبر کرنے سے یہ آفت جو حکم الہی کے نماننے کی آتی ہے بڑی آفت ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماس کے سوال کے جواب میں فرمایا جب اونھوں نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نفاست محبوب ہے تو یہ کبر تو

نہین آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ کبر یہ ہے کہ امر حق سے غفلت کرے اور لوگون کی عیب جوئی اور تحقیر کرے یعنے کبر سے
دو خرابیان ہین اول تو لوگون کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہین اور دوم رد کرنا امر حق کا پس
جو شخص یہ تصور کرے کہ مین دوسرے سے بہتر ہون اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر
اوسکی طرف دیکھے اور امر حق کو عمداً جانکر انکار کرے تو خلق کے معاملات مین متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت
ہو کہ خدا تعالے کے لیے خضوع کرے اور طاعت اوسکی بجالاوے اور اتباع رسل کرکے فروتنی ظاہر کرے
تو ایسا شخص اللہ تعالے کے اور اوسکے رسولون کے معاملات مین متکبر کہلاویگا

چھٹا بیان اون چیزون کا جنسے تکبر ہوتا ہے — واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہے جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے
اور نفس کو بڑا وہی سمجھتا ہے جو یہ جانے کہ اسمین کوئی صفت صفات کمال سے ہے اور کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی
دینی کی دو قسمین ہین علم اور عمل اور دنیوی کمال پانچ طرح پر ہین نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت
یارون کی اور ساتھ والون کی تو یہ سات سبب ہوئے ہر ایک کا بیان جدا جدا سننا چاہیے اول چیز تکبر کی علم
ہے اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہے اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اٰفَةُ الْعِلْمِ الْخُيَلَاءُ یعنی علم کی آفت
تکبر ہے عالم بہت جلد علم کی عزت سے متعزز بنتا ہے اور اپنے جی مین جمال و کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپکو بڑا
اور لوگونکو حقیر و جاہل جانتا ہے اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہے گویا جانور ونکو دیکھتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا
کہ مجھے پہلے سلام کرین اور اگر اتفاقاً اسکو آپ پہلے سلام کیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اوٹھکر کھڑا ہوا
یا دعوت منظور کرلی تو ان باتون کو اوس شخص پر اپنا احسان جانتا ہے اور اوسکا شکر اوسپر لازم سمجھتا ہے اور
اعتقاد کرتا ہے کہ مین نے اوسکو سرفراز کردیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق نہ تھا اور اس شخص سے تو اوسپر میری توقیر و خدمت
اس احسان کے عوض مین ضرور ہے بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہین اور وہ خود کسی کے ساتھ
سلوک نہین کرتا اور اوسکے پاس سب آتے ہین وہ کسی کے پاس نہین جاتا اوسکی بیمار پرسی سب کرتے ہین وہ کسی کی عیادت
نہین کرتا اور اگر کوئی اون مین سے اسکے ساتھ زیادہ خلا ملا رکھتا ہے تو اوس سے اپنا کاروبار کراتا ہے اور اگر اوس
کچھ خدمت مین قصور ہوجاوے تو برا جانتا ہے گویا سب اسکے غلام یا نوکر ہین اور لوگونکو سکھانا پڑھانا ایک احسان
و سلوک ہے جس سے اسکا حق اونپر ہوگیا ہے یہ حال تو دنیا کے کاروبار مین ہے اور دین مین یہ ہے کہ عالم لوگون پر
اس طرح ہو کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک لوگون کی نسبت اعلی و افضل سمجھتا ہے اور لوگون کا زیادہ خوف ہوتا ہے اپنا
اتنا خوف نہین کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی نسبت لوگون کے زیادہ کرتا ہے تو ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب
ہے اسکو عالم کسنے کہا ہے علم حقیقی تو اوس علم کا نام ہے جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو پہچانے اور خاتمہ کے خطر کو
جانے اور یہ سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الہی علما ہی سے ہے اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہے چنانچہ علاج کبر مین اسکا بیان

مذکور ہوگا اس علم سے البتہ خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم اس بات کا مقتضی ہے کہ سب آدمیون کو
اپنے آپ سے بہتر جانے اسواسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہے اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہے
اسی واسطے حضرت ابو درداؓ نے فرمایا کہ جو شخص علم میں زیادہ ہوتا ہے اوسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقع میں اونھون نے
درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور بیخوفی کیون ہوتی ہے تو اوسکی دو وجہین ہین اول تو
یہ کہ وہ شخص کسی ایسی علم مین مشغول ہو جو کہ برای نام علم ہو مگر علم حقیقی نہو یعنی وہ علم نہو جس سے خدا تعالیٰ اور اپنے
نفس کو اور خدا تعالے سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اوس سے محجاب ہونے کو سمجھے اسلیے کہ ایسے علم سے تو خوف
خدا ہی ہوتا ہے نے خوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہین چنانچہ اسد تعالے فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ
مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہین جیسے طب اور حساب اور لغت اور شعر اور نحو اور خصومات کا
فیصل کرنا اور مناظرہ کا طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انھین علوم کو سیکھتا ہے تو البتہ نفاق و کبر سے بھر جاتا ہی اور
ان علوم کو علوم کہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات کہنا مناسب ہے علم وہی ہے جس سے بندگی اور ربوبیت اور
عبادت کا طریق معلوم ہو اور اوس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے دوسرا سبب کبر کا علم سے یہ ہے کہ جب آدمی
علم شروع کرتا ہے اوسوقت اسکا باطن اچھا نہین ہوتا نفس کمینہ اخلاق بد ساتھ ہوتے ہین کیونکہ اول تہذیب
نفس اور تزکیۂ قلب کیطرف متوجہ نہین ہوتا اور عبادت مین مجاہدہ و ریاضت نہین کرتا غرض علم کے شروع تک ویسا ہی
بدجوہر رہتا ہے پھر جب علم مین داخل ہوا کوئی سا علم کیون نہو تو اوسکے دل مین علم کو اچھی جگہہ نملی اوسی خبیث جگہہ مین
علم رہا اسی واسطے اوسکا ثمرہ کبھی اچھا نہوا نہ خیر مین کچھ اثر اوسکا ظاہر ہوا۔ اور وہب بن منبہ نے اسکی ایک مثال کہی ہے
کہ علم کا حال ایسا ہے جیسا آسمان کا پانی کہ صاف اور شیرین ہوتا ہے مگر درخت اوسکو اپنی رگون سے جذب کرتے ہین
تو جیسا جس درخت کا ذائقہ ہے ویسا ہی اوس پانی کو بھی بدل لیتے ہین تلخ درخت کی تلخی زیادہ ہو جاتی ہے
اور شیرین کی شیرینی یہی حال علم کا ہے کہ لوگ جو اسکو پڑھتے ہین جیسی اونکی ہمت اور خواہش ہوتی ہے ویسا ہی
یہ علم اونکے حق مین ہو جاتا ہے متکبر کا کبر بڑھجاتا ہے اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جس شخص کی ہمت
مثلا کبر کے لیے تھی اور وہ جاہل تھا جب اوسنے علم پڑھا تو سبب کبر اوسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب
حالت جہالت مین مثلا خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اسلیے کہ اب حجت خوف کی زیادہ
مضبوط ہوگئی بہر صورت علم کبر کے بڑے اسباب مین سے ہے اسیواسطے خداوند کریم نے آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم کو ارشاد
فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ اور اپنے اولیا کی وصف مین فرمایا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ اور اسی جہت سے
حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے اور اونکے

ف۱ اللہ سے ڈرتے وہی ہین اوسکے بندون مین جنکو سمجھ ہے ۱۲ ف۲ اور اپنے بازو نیچے رکھ اونکے واسطے جو تیرے ساتھ ہون ایمان والے ۱۲ ف۳ اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیری گرد سے ۱۲ ف۴ نرم دل ہین مسلمانون پر اور زبردست ہین کافرون پر ۱۲ ف۵ ابن مبارک در زہد و رقائق ۱۲

گلون سے تجاوز نکرے گا اور دعوی کرینگے کہ ہمنے قرآن پڑھلیا ہے ہم سے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہی پھر
آپ نے اصحاب رض کیطرف توجہ فرماکر فرمایا کہ اے امت کے لوگو وہ لوگ تمھیں مین سے ہونگے اور سب وہ دوزخ کے کندے
ہونگے۔ اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ ای لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمھارے جہل کے برابر نہوں۔ اور تمیم داری نے
حضرت عمر رض سے اجازت قصون کی چاہی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہے۔ اور ایک شخص نے
آپ سے بعد نماز صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جاوے۔ اور حضرت
حذیفہ رض نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا کوئی اور امام تلاش کرلو یا اکیلے پڑھلیا کرو
اسلیے کہ تمھاری امامت کے سے میرے جی مین یہ بات گذری کہ مجھسے افضل انمین کوئی نہین۔ مقام غور ہے کہ جب
حضرت حذیفہ رض اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچینگے حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر
ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے کہ اوسکو لوگ عالم کہیں اور اوسکی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا
شخص موجود ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہے اوسکو چھوڑنا نچاہیے قطع نظر استفادہ سے اوسکا دیکھنا ہی عبادت مین
داخل ہے ہمکو تو اگر اسطرح کا شخص چین مین بھی سنائی دے تو وہان ہی اوسکے پاس جاوین کہ اوسکی برکت اور سیرت
اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ اقبال و دولت والے
تھے قرن اول و دوم مین ختم ہو چکے اس زمانے مین تو ایسے لوگ بھی کم ہین جو اس خصلت کے نہونے پر افسوس ہی کرین
اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آپکے قول مبارک سے بشارت نہ دیجاتی کہ سیأتی علی الناس زمان المتمسک
فیہ بعشر ما انتم علیہ نجا تو ہماری اعمال بد تو اسی کی مقتضی تھے کہ ہم دریای یاس و نا امیدی مین
ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رض کے اعمال کا کون کرتا ہے کاش اگر دسوان حصہ ہی ہم سے ادا ہوتا ہو
تو غنیمت جانیں۔ **ف** مترجم یہان اشک ندامت گرا کر عرض کرتا ہے کہ مصنف رحمہ اللہ اپنے وقت کا لکھتے ہیں
اور اونکے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین کسی کو کلام نہین ہم لوگ کہ انکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہے جو
انکے زمانے کو قرن اول سے نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہم سے وہ
سلوک فرماوے جو اوسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ وجاہ محمد و آلہ۔ دوسری چیز تکبر کی عمل اور عبادت ہے اور زاہد عابد
کبر اور عزت اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہین ہوتے اون سے بھی دنیا اور دین دونون مین ترشح ہوتا ہے
دنیا مین تو اسطرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس اونکو اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس اور
لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہ مین بٹھلاوین
اور ورع اور تقوی سے یاد کرین اور سب امور مین ہمکو مقدم جانین غرض کہ جو باتین کبر کی معاملات دنیا مین علما
کے حال مین لکھی ہین وہ ان مین بھی ہوتی ہین گویا عبادت کیا کرتے ہین خلق پر احسان کرتے ہین اور دین مین

اونکا کبر یون ہے کہ اپنے نفس کو ناجی خیال کریں اور لوگوں کو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کریں اور واقع میں ہلاک شدہ
وہی ہیں اگرچہ یہی صورت ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو
کہ لوگوں کو کہتا ہے کہ سب ہلاک ہوگئے تو معلوم کرو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور آپ نے اسواسطے فرمایا کہ اوسکا یہ
کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہے اور اللہ پر مغرور ہو کر اوسکے عذاب و سطوت سے نڈر ہے
اور نہ معلوم کہ اوسکو خوف کیوں نہیں لوگوں کے حقیر جاننے کی برائی کیا اوسکے ذمہ کم ہے وہی کافی ہے چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے
واسطے محبوب جانے اور خدا کی عبادت کے سبب اوسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اوسکے لیے متوقع ہو
جنکا اپنے نفس کے لیے نہ ہو تو اوس شخص میں اور عابد میں بہت فرق ہے اسلیے کہ ایسا شخص تو اس وجہ سے کہ اوسنے خدا کے
واسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوجائیگا اور عابد چونکہ لوگوں سے محترز رہا اور انکے پاس بیٹھنے سے متنفر
غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہے کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اوسکے عمل کا درجہ پاوین
اور وہ خود اونکی حقارت کے باعث عمل سے جاوے گویا کوئی عمل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک شخص تھا کثرت فساد کے باعث اوسکا نام فسادی ہوگیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل میں کثرت عبادت سے عابد مشہور
ہوگیا تھا اور یہاں تک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اوسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک روز اوسکے پاس
گذرا اور دل میں سوچا کہ یہ عابد عبادت میں مشہور ہے اور میں فسادی ہوں اگر میں اسکے پاس بیٹھ جاؤں
تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے مجھ پر رحم کرے یہ سوچکر اوسکے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ میں تو عابد ہوں اور
یہ فسادی ہے میرے پاس کیوں بیٹھا اوس سے تنگ ہوا اور کہا کہ یہاں سے اوٹھ جا خدا تعالے نے اوسوقت کے
نبی کو وحی کی کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ عمل از سر نو کریں پہلے اعمال کا یہ حال ہے کہ میں نے فسادی کو بخشدیا
اور عابد کے عمل باطل کر دیے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہوگیا اس سے معلوم ہوا
کہ خدا تعالے کو بندوں سے صرف دل کا قصہ مراد ہے پس جاہل گنہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کریگا تو اپنی
دل سے خدا کا مطیع ہے وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی نسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک
شخص بنی اسرائیل میں کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اوسوقت سجدہ میں تھا اوسنے عابد کی گردن پر پاؤن رکھا
اور کہا کہ اپنا سر اوٹھا بخدا کہ تجکو اللہ نہیں بخشیگا خدا تعالے نے اوسپر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے
اسکی نہیں بلکہ تیری مغفرت نہیں ہوگی اور اسی لیے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اون کا پہننے والا کبر میں پشمینہ پوش
کے زیادہ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اسکی فضیلت اوسکو سمجھتا ہے
اور گلیم پوش اپنی انکی فضیلت سمجھتا اور یہ آفت بھی ایسی ہے کہ کم عابد ہونگے جن میں یہ بات نہو اگر عابد کی کسی نے سبکی کی یا کچھ ایذا دی تو عا

مذکور اوسکی مغفرت دشوار جانتا ہو اور بہت ہیں تو کچھہ شک ہی نہیں ہاں کہ خدا کی نزدیک وہ مغضوب ہو گیا اور اگر وہی
شخص کبھی دوسرے مسلمان کو ایذا دی تو عابد کو اتنا برا نہ معلوم ہو اسکی وجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ
سمجھتا ہے حالانکہ اس مین کئی خرابیان ہین جہالت اور کبر اور عجب و رمغرور ہونا اسد پر اور کبھی بیوقوفی
ایسے لوگون کی یہانتک بڑھتی ہے کہ کہنے لگتے ہین کہ دیکھو اوسکا کیا حال ہوتا ہے اور اگر اتفاقا موذی پر کوئی
رنج و مصیبت آتی ہے تو اپنی کرامت سمجھتے ہین کہ خدا نے ہمارا بدلہ لیا اور یہ نہین دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار کے
اسد و رسول کو گالیان دیتے ہین اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضونکو تو مار ہی ڈالا اور بعضونکو اور تکلیفین دین مگر
خدا تعالے نے کافرون کو دنیا مین مہلت دی اور عذاب نکیا بلکہ بعضے اون مین سے مسلمان ہو گئے اور اونکو نہ دنیا مین
کچھہ تکلیف ہوئی نہ آخرت مین پس یہ جاہل متکبر سمجھتے ہین کہ ہم اسد کے نزدیک اوسکے انبیا سے زیادہ ہین کہ اپنی انبیا کا
انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کہ شاید اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہون
اور اپنے نفس کے ہلاک ہونے کی خبر رکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والون کا ہوتا ہے اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین
جیسے عطا سلمی جو آندھی چلتی یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھہ خلق کو مصیبت پہونچتی ہے وہ میری ہی سبب سے
ہے اگر عطا سلمی مرجاوے تو لوگ چھٹی پاوین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پھرتے ہوئے کہا تھا کہ مجکو توقع تھی کہ اگر
مین نہوتا تو سب پر رحمت ہوتی پس ان دو قولون مین فرق دیکھنا چاہیے کہ دانا تو اسد سے ظاہر و باطن مین ڈرتا ہی
اور اپنے نفس پر خائف ہے عمل کو ناچیز جانتا ہے اور احمق دل مین ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہے
کہ شیطان اوسکو مسخرہ بنائے رکھتا ہے پھر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان لکھتا ہے خلاصہ یہ کہ جسکا اعتقاد
یقینی اسبات پر ہو کہ مین کسی بندے سے بہتر ہون تو اوسنے اپنے سب عمل برباد کیے اسلیے کہ جہالت سب مین بڑا گناہ
ہے اور خدا سے دور کرنے کے لیے بڑی چیز ہے اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کی نسبت کرنا محض جہالت
اور بیخوف ہونا عذاب الٰہی سے ہے فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ اسی سے یہ روایت سمجھے کہ آنحضرت صلی اسد
علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا ہوا ایکروز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اسد یہی شخص ہے کہ
جسکا ذکر ہم نے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہے پس جب
اوس شخص نے آکر سلام کیا اور آپ کے اور اصحاب رض کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ تجھسے بقسم پوچھتا ہون
کہ تیرے جی مین یہ بات ہے کہ نہین کہ قوم مین مجھسے افضل اور کوئی نہین اوسنے عرض کیا کہ بیشک میرے دل مین یہی
بات ہے دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے نور نبوت سے اوسکے دل کی بات کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین
دیکھہ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہے کہ اس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچاوے اب معلوم کرنا چاہیے
کہ آفت کبر کی اعتبار سے عالم اور عابد تین مرتب پر ہین اول درجہ تو یہ ہے کہ کبر دل مین موجود ہی کہ اپنی نفس کو دوسرے سے

بہتر سمجھتا ہے مگر کوشش کر کے تواضع کرتا ہے اور ایسے افعال بجالاتا ہے جیسے وہ لوگ کرتے ہین جو دوسرونکو اپنی نسبت بہتر سمجھتے ہین تو ایسے شخص کے دل مین درخت کبر کا توجما ہوا ہے مگر اوسنے اوسکی شاخین بالکل کاٹ ڈالین ہین دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ کبر کو افعال مین بھی ظاہر کرے مثلاً اونچا بیٹھے اور ہمسرون سے آگے بڑھنا چاہے اور جو کوئی اسکے حق مین قصور کرے اوسکو برا جانے اور عالم مین ادنی بات یہ ہوتی ہے کہ ایسا رخ بدلتا ہے گویا منہ پھیر لیا اور عابد ترش رو ہوتا ہے اور یلتھے پر شکن ڈال لیتا ہے گویا لوگون سے کنارہ کش اور اونکو حقیر جانتا ہے یا اونپر غصہ ہے اور بیچارہ کو یہ خبر نہین کہ تقوے ماتھے مین نہین کہ اوسپر شکن ڈالا جاوے نہ چہرے مین ہے کہ اوسکو ترش کیا جاوے نہ رخسار مین ہے کہ اوسکو پھیرا جاوے نہ گردن مین ہے کہ اوسکو جھکایا جاوے نہ دامن مین ہے کہ اوسکو اکٹھا کیا جاوے تقوی تو دلون مین ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے[1] فرمایا کہ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا یعنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقوی یہان ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب مین زیادہ خلیق اور کثرت سے کشادہ پیشانی اور متبسم اور ملنسار تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رض فرماتے ہین کہ مجھے پڑھنے والون مین سے کشادہ رو اور خندہ پیشانی اچھے معلوم ہوتے ہین مگر جو لوگ ایسے ہین کہ تم اونکے ساتھ کشادہ پیشانی ہو کر ملو اور وہ تم سے ناک بھون چڑھا کر ملین وہ اپنے اعمال کا تمپر احسان کرین تو ایسونکی خدا تعالے مسلمانون مین کثرت نکرے اور اگر اللہ تعالی کو یہی بات پسند ہوتی تو اپنے نبی کو یہ ارشاد کیون فرماتا کہ[2] وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ تیسرا مرتبہ اون لوگونکا ہے کہ کبر اونکی زبانپر اسقدر ظاہر ہو کہ اوسکے مارے دعوی اور تفاخر و مباہات اور تزکیہ نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسرون پر علم و عمل مین غالب ہونا اختیار کرے اس فرقہ کی نسبت دوسرے مرتبہ کے لوگون کی عادات و احوال مین اثر کبر کا کم ظاہر ہوتا ہے انمین بہت ظاہر ہوتا ہے مثلاً عابد تفاخر کے مقام مین دوسرے عابد کو کہتا ہے کہ وہ کون ہے اور اوسکا عمل کیا ہے اور زہد اوسکو کہان سے ہوا تھا غرض دوسرے کے بہت سے عیب بیان کر کے پھر اپنی تعریف کرتا ہے کہ مین نے اتنے دنون سے روزہ نہین افطار کیا اور رات کو سوتا نہین ہون ایک ختم قرآن مجید کا ہر روز کرتا ہون اور فلان شخص صبح کو سو رہتا ہے اور بہت تلاوت نہین کرتا یا جو اسی قسم کی باتین ہون۔ اور کبھی اپنے نفس کے تزکیہ کا دعوی کسی اور کلام کی لپیٹ مین ہوتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ فلان شخص نے ہمکو تکلیف دینی چاہی تھی تو اوسکا بیٹا مر گیا یا مال لٹ گیا یا بیمار ہو گیا وغیرہ کہ ان مین اپنی کرامت کا دعوی ہے کہ ہم ایسے ہین اور مباہات اسطرح ہے کہ مثلاً عابد کو کسی ایسی قوم مین جا پڑے جو تہجد گزار ہون وہان خود شب بیدار رہے اور جتنی نماز پڑھا کرتا تھا اوس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوکھ کے عادی ہون تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ اونپر غالب آجاوے اور اونکو معلوم ہو جاوے کہ ہم سے زیادہ قوی ہے ہم عاجز ہین اسی طرح عبادت مین زیادتی اسی خوف سے کرتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسکی نسبت تو فلان شخص زیادہ عابد ہے اور دین مین قوی تر ہے۔ اور عالم کا تفاخر اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے مخاطب کو کہتا ہے کہ

[1] مسلم بروایت ابوہریرہ رض ۱۲ جلد دوم اخلاق نبوت مین گذری ۱۲
[2] ... اور ... یاد ... اور ... جلد ... باب ایمان ۱۲

مین ہر ایک فن جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ اور استادون مین سے فلان فلانکو مین نے دیکھا تم کون ہو اور کیا
تمہاری فضیلت ہے حدیث مین کیا سنا ہی یہ سب باتین اسلیے کہتا ہے کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو سو اوسیا بات
اس طرح ہے کہ مناظرے مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرادون آپ نہ ہارون اور رات دن ایسے ہی علوم کی تحصیل مین
بسر کرے جو علم مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا
اور احادیث کے الفاظ اور اسناد یاد کرے تاکہ ہمسرون پر عظمت و عزت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی الفاظ و اسناد ہو
تو اوسکو گرفت کرے اسلیے کہ دوسرے کا نقصان ظاہر ہو ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہے تو خوش ہوتا ہے کہ مجکو موقع
غلطی بتانے کا مل گیا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے اس خوف سے کہ کہین لوگ اوسکو میری نسبت
بڑا نجانین یہ سب باتین اخلاق و آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہے
جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اب کوئی یہ بتلاوے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہے اور یہ حدیث شریف بھی اوسکو معلوم
ہے کہ جنت مین ایسا شخص نہ جاویگا جسکے دل مین رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کس طرح اپنے نفس کو بڑا جانتا ہی اور
دوسرے پر تکبر کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اوسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہے جس مین یہ صفت نہو اور
جس مین یہ صفت نہوگی اوسمین عزت و کبر نہوگا۔ عالم اوسکو کہنا چاہیے جو یہ سمجھے کہ خدای تعالے کا بندہ کو یہ ارشاد
ہے کہ تیری قدر ہمارے یہان جبھی تک ہی جبتک تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھے اور اگر نفس کی کچھہ قدر سمجھیگا تو تیری قدر
ہمارے یہان نہوگی اور جو یہ بات نجانتا ہو اوسکو عالم کہنا جھوٹ ہے اور جو اسکو دین کی بات سمجھتا ہے اوسکو تکبر نکرنا
اور اپنے آپکو ہیچ سمجھنا لازم ہے یہ اوس کبر کا حال تھا جو علم و عمل کے سبب سے ہوتا ہے تیسری چیز تکبر کی حسب و نسب ہے یعنی جسکا
نسب شریف ہو وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہے جسکا ویسا نسب نہو گو وہ اوس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو سو اور بعض آدمی
ایسا تکبر نسب کا کرتے ہین کہ گویا دوسرونکو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور اونکے ملنے جلنے اور پاس بیٹھنے سے نفرت
کرتے ہین اور تفاخر نسب کا اونکی زبان پر رہتا ہے دوسرونکو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہے تیرا باپ کون تھا مین فلانے کا بیٹا
فلانے کا پوتا ہون تجھہ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھہ اوٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے
بولتا ہے وغیرہ اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہے کہ نسب والا اس سے خالی نہین ہوتا اگرچہ نیکبخت اور عاقل ہون
مگر بعض دفعہ اعتدال احوال کے وقت اون سے یہ ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک ہو جاتا ہی اوسوقت
یہ بات ظاہر ہوتی ہی جیسا کہ حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہی کہ اونھون نے فرمایا کہ مجھسے اور ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے تکرار ہوئی مین اوسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر
طَفُّ الصَّاعِ طَفُّ الصَّاعِ لَيْسَ لِابْنِ الْبَيْضَاءِ عَلَى ابْنِ السَّوْدَاءِ فَضْلٌ یعنے دونون پلے برابر ہین گوری
عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھہ زیادتی نہین حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ یہ سنکر مین لیٹ گیا اور

اور اوس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تو اب یکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضہ کو کسطرح آگاہ کیا جب معلوم کیا کہ یہ اپنے آپکو بہتر سمجھتے ہین اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوئی ہین اور بلال کی خطا اور زیادتی ہے اوسپر با تہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اونھون نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کسطرح اکھاڑی کہ جسپر تکبر کیا تھا اوسی سے کہا کہ اپنا تلوا میری رخسار پر مل کیونکہ اونھون نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کی نہین جاتی۔ اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت ہے کہ دو شخصون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ مین فلان شخص فلانے کا بیٹا ہون تو تو بتلا تو کون ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسی طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پرپوتا ہون اسی طرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے اوس سے کہدو کہ وہ نو کے نو دوزخ مین جاوینگے اور تو دسوان ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے مین حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہین یا خدا تعالے کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہین جو دن بھر اپنی ناک سے غلیظ کریدتا رہتا ہے۔ چوتھی چیز تکبر کی جمال ہے اور یہ اکثر عورتون مین ہوتا ہے اس سے بھی یہی ثمرہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے نقصان و عیب و غیبت زبان پر آتی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی مین نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ یونہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی۔ اور اسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر مثلاً خود چھوٹے قد کی ہوتین تو اوسکو بونی نہ کہتین تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اوسکے مقابل دوسری عورت کو چھوٹا سمجھکر بونی کہدیا۔ پانچوان امر تکبر کا مال ہے یہ بادشاہون مین خزانے کے باب مین ہوتا ہے اور سوداگرون مین مال تجارت مین اور گاؤن والون مین انھی کے باب مین اور آرایش والون مین لباس اور سواری کے باب مین۔ پس جو غنی ہوتا ہے وہ فقیر پر تکبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بھیک منگا اور مسکین ہے مین چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھ سے اچھے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہے میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہے جتنا تو سال بھر مین کھاتا ہے وتنا مین ایک روز مین دے ڈالتا ہون غرض اس طرح کی باتین اسی لیے کرتا ہے کہ تونگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہے اسلیے کہ آفت تونگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہے جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا دوسرے نے جواب دیا اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا اور پہلے

ف۱ روایت کیا ابن ابی الدنیا نے ۱۲

ف۲ ابوداؤد و ترمذی و ابن حبان بروایت ابوہریرہ ۱۲

ف۳ باب آفات اللسان مین گذری ۱۲

ف۴ پھر بولا اپنے دوسرے ساتھی سے جب باتین کرنے لگا اوس سے مین تجھ سے زیادہ ہون مال مین اور آبرو کے لوگون مین ۱۲

ف۵ اگر تو دیکھتا ہے مجھکو کہ مین کم ہون تجھ سے مال اور اولاد مین تو امید ہے کہ میرا رب دے مجھکو بہتر تیرے باغ سے اور بھیجے اوس پر ایک بھبوکا آسمان سے پھر صبح کو رہجاوے میدان چٹیل یا صبح کو ہو رہے اوسکا پانی خشک پھر نہ سکے تو اوسکو ڈھونڈ لاوے ۱۲

شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اوسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا یا لیتنی
لم اشرک بربی احدا اور اسی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم مین
نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہو جو ہمکو بھی قارون کا مال ملے چھٹا امر تکبر کا قوت و زور ہے
جس سے کمزورون پر تکبر کیا کرتے ہین ساتوان امر تکبر کا کثرت تابعین و مددگارون او شاگردون
اور غلامون او کنبے اور رشتہ والون کی ہے بادشاہ کو کثرت لشکر سے تکبر کرتے ہین اور علما کثرت
شاگردون سے۔ اور حاصل ان سب امور کا یہ ہے کہ جو نعمت کہ اوسکا کمال ہونا متصور ہوسکے گو واقع مین
وہ کمال نہو اوس سے تکبر کرنا ممکن ہے یہان تک کہ مخنث بھی اپنے ہمسرون پر تکبر کرنے لگتا ہے کہ
مین اس صنعت سے زیادہ ماہر ہون تو چونکہ وہ اسکو بھی کمال جانتا ہے اسیلیے فخر کرتا ہے کہ اوسکا فعل
موجب بربادی و عذاب کا ہے اسیطرح فاسق کبھی کثرت شراب خواری اور کثرت جماع و اغلام کا فخر کرتا ہے
کیونکہ اپنے گمان مین اسکو کمال جانتا ہے حالانکہ اوسمین غلطی کرتا ہے یہ باتین ہین کہ جنسے آدمی ایک دوسرے پر
کبر کیا کرتے ہین جسکو کوئی چیز حاصل ہے وہ اوسپر تکبر کرتا ہے جسکو کہ وہ چیز نہین حاصل ہے یا اوسکی
دانست مین اوسکی نسبت کم ہے گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اوسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم جو
اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اوس سے زیادہ جانتا ہو تو اسیلیے کرتا ہی کہ اپنی دانست مین اپنے آپکو زیادہ فاضل سمجھتا ہے

ساتوان بیان اون اسباب کا جنسے تکبر پہچان مین آتا ہی یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ کبر
خلق باطن کا نام ہے اور جو کچھ اوس سے اخلاق و افعال ظاہر ہوتے ہین وہ اوسکا ثمرہ اور نتیجہ
ہوتے ہین اون اخلاق و اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہے اور کبر صرف امر باطن ہی کا نام ہے یعنی اپنے
نفس کا بڑا جاننا اور اوسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف
ایک ہی سبب ہے جسکو عُجب کہتے ہین جسکے معنی آگے آتے ہین کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا عمل
یا کسی اور سبب سے عجب کریگا تو اپنے نفس کو بڑا جانیگا تکبر کریگا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہین
ایک تو تکبر والے ہی مین ہوتا ہے اور دوسرا اوسمین جسپر تکبر ہوا اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہے جو ان دونون
کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر مین ہوتا ہے وہ تو وہی ہے جو کبر باطنی کا سبب ہے یعنی
عجب اور جو متعلق اوس شخص سے ہے جسپر تکبر ہوتا ہے وہ حقد اور حسد ہے اور جو سبب کہ متعلق غیر سے
ہے وہ ریا ہے پس اس اعتبار سے چار سبب ہوے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا۔ عجب سے تو ظاہر ہے
کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال مین سرایت کرتا ہے اور
کینہ بعض اوقات بے عجب بھی تکبر پر لا ڈالتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ

سمجھتا ہے اگر کسی سبب سے اوسپر غصے ہو گیا ہے تو غصہ کے باعث اوسکی طرف سے دل مین کینہ
جگہ پاتا ہے اسلیے اوسکا نفس اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکے سامنے تواضع کیجیے گو اوسکے نزدیک
وہ شخص مستحق تواضع ہے جیسے اکثر رذیل آدمی حقد کے مارے کسی خاص بزرگ کے لیے تواضع نہین
کرتا اور اسی بغض سے یہ بات بھی ہوتی ہے کہ اگر امر حق اوس بزرگ کیطرف سے آوے تو نہ مانے
یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا پھرے کہ کسطرح اوس سے آگے بڑھ جاؤن گو یہ جانتا ہو
کہ مجھے استحقاق نہین اور اگر اوس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اوس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر
پیش کرے اور جو بات اپنے آپ کو نہ آتی ہو اوسکے دریافت کرنے کے لیے اوسکے پاس نہ جاوے
اور حسد کا بھی یہی حال ہے کہ اس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہے گو اوسکی طرف سے کچھ ایذا
نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے نوبت غصہ اور کینے کی پہونچے حسد کے مارے
بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہے اور نصیحت کو نہین مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے
ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے خواہ اپنے
کسی رشتہ دار سے بباعث حسد نہین پڑھتے اوس سے پھرے رہتے ہین اور اوسپر تکبر کرتے ہین
باوجودیکہ جانتے ہین کہ وہ شخص علم کی جہت سے مستحق تواضع ہے مگر حسد اونکو اس بات پر ابھارتی
ہے کہ اوس سے معاملہ متکبرون کا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اوسکے نفس کو اپنے آپ سے زیادہ
سمجھتے ہین۔ اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کی ہے یہان تک کہ آدمی ایسے شخص سے
مناظرہ کرتا ہے جسکو جانتا ہے کہ قطعاً مجھسے بہتر ہے اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی
نہین ہوتا مگر اوسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اس سے استفادہ اسلیے نہین کرتا کہ لوگ یہ
نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہے اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہے اور اگر ایک بعض
تنہائی مین اوس شخص کے پاس ہوتا تو تکبر نکرتا بخلاف اوس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے
ہوتا ہے کہ وہ خلوت مین بھی یکسان ہے اگر حاسد و محسود کے ساتھ تیسرا کوئی اور نہو جب بھی
حاسد کو اوسپر تکبر ہوگا۔ اسیطرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کر لیتے ہین اور جانتے ہین
کہ ہم اس دعوی مین جھوٹے ہین مگر تاہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین
جو اوس نسب کے منسوب ہون اور مجالس مین اونسے ترفع اور رستون مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین
اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر انکی برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین
کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہے کیونکہ یہ تو خود اونکو معلوم ہے کہ دعوی نسب

ہر چھوٹے ہیں لیکن ان افعال متکبرین کے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے ہیں صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہیں
اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہے تو اکثر اوس شخص پہ بولا جاتا ہے جو مرتکب ان افعال کا اس جہت سے ہو کہ
باطن میں کبر وعجب ہے اور لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہو اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر
کہنا صرف اسواسطے ہے کہ اوسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہیں

آٹھوان بیان۔ تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اون افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا
ظاہر ہو جاننا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع میں ہوتا ہے جیسے چہرہ پھلانا اور کن انکھیون دیکھنا اور گردن
ڈالنا اور چار زانو خواہ تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو میں بھی ہوتا ہے حتی کہ آواز میں اور بیان کرنیکی صنعت میں
پایا جاتا ہے اور رفتار چال اور نشست برخاست میں اور افعال کرنے وقت کی حرکات و سکنات میں
غرض جب ایک حال سے دوسرے میں بدلتا ہے ہر ایک میں ظاہر ہوا کرتا ہے پس بعض متکبر تو ایسے
ہوتے ہیں کہ ان سب باتون میں تکبر کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ چند چیزون مذکورہ بالا میں تکبر
کرتے ہیں اور چند میں تواضع کچھ ایک عادات کا بیان کر دیا جاتا ہے مثلاً بعضون کی یہ عادت ہوتی ہی
کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہیں یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کریں تو یہ عادت متکبرین کی ہے
حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ جسکو منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود
بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اوسکے سامنے کھڑے ہون۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضہ کے
نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپ کو دیکھتے تھے
تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہین
اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب تک کوئی پیچھے پیچھے ساتھ کا آدمی نہو تب تک
نہین چلتے یہ بھی بری عادت ہے۔ حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالے سے
دور ہو جاتا ہے جب تک کہ اوسکے پیچھے لوگ چلتے ہیں حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنے
غلامون سے پہچانے نہ پڑتے کیونکہ صورت ظاہری یعنی لباس وغیرہ میں کچھ فرق نہین کرتے تھے اونکا
اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رح کے پیچھے چلے تو آپ نے اونکو
روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل میں کچھ رہتا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بعض اوقات اصحاب رضہ کے ساتھ چلتے تو اونکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ میں چلتے
یہ امر یا تو دوسرون کی تعلیم کے لیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسوسہ اس شیطانی کبر وعجب کا
دفع کرنا منظور تھا جیسے کہ کپڑے بدن مبارک سے اثناء نماز میں اوتار کر اتھین

[illegible] ۱۲

ابو منصور دیلمی نے فردوس میں بروایت ابو امامہ نقل کیا مگر اوس کی سند میں بہت سے ضعیف راوی ہیں ۱۲

وجہون مین سے ایک کی جہت سے پرانا پہن لیا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرے
سے ملنے نجاوے کو اوسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہے یہ بھی تواضع کے
خلاف ہے - روایت ہے کہ سفیان ثوری رح رملہ مین تشریف لائے اونکے پاس ابراہیم بن ادہم
نے آدمی بھیجا کہ میرے پاس تشریف لا کر کچھ حدیث سنایئے حضرت سفیان رح تشریف لائے لیکن
لوگون نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ ان جیسے لوگون کو بھی بلواتے ہین یعنی خود جانا چاہیے تھا
اونھون نے جواب دیا کہ مین اونکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرا
شخص آکر اپنے پاس بیٹھے تو برا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہین اور تواضع اسکے برعکس ہے
چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہین کہ مین ایک بار عبد العزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو
اونکے زانو سے لگ گیا مین ذرا کنارے کو ہوا اونھون نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا
کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیون کرتے ہو جو جابرون کے ساتھ کیا کرتے ہین مین اپنے
آپ سے برا تم مین سے کسیکو نہین جانتا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مدینہ منورہ کی لونڈیون
مین سے ایک لونڈی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہان چاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھ اوس سے نہ چھڑاتے

الا خوش باش کان محبوب جان را		بہ درویشان و مسکینان سرے ہست

اور ایک عادت یہ ہے کہ بیمارون کے پاس نہ بیٹھے اور اونسے احتراز کرے یہ بھی تکبر مین داخل ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک آدمی آیا کہ اوسکے چیچک نکلی تھی اور اونمین سے پانی
بہتا تھا آپ اوسوقت مع اصحاب رض کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اوسکے
پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پاس بٹھلایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض
اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلا کر کھلاتے
اور ایک عادت یہ ہے کہ گھر مین اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اسکے خلاف ہے
روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے یہان ایک مہمان رات کو آیا اوسوقت آپ کچھ
لکھتے تھے اور چراغ مین تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرماوین تو مین اسکو درست
کر دون آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہین اوسنے کہا کہ خادم کو جگا دون
آپ نے فرمایا کہ وہ ابھی پہلی نیند مین ہے یہ کہکر آپ ہی اوٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا
مہمان نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب مین تیل لینے گیا تھا جب بھی
عمر ہی تھا اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہون مجھہ مین سے کچھ کم نہین ہوگیا اور لوگون مین سے بہتر وہی ہے

جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو۔ اور ایک عادت یہ ہے کہ اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ میں اوٹھا کر نہ لاوے متواضع آدمی ایسا نہیں کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بنفس نفیس خرید لے آتے تھے اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھ اوٹھا لاوے تو اوسکے کمال میں کچھ بٹہ نہیں لگتا حضرت ابوعبیدہ جراح جسوقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام میں لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت ابوہریرہ رض مروان کیطرف سے خلیفہ تھے میں نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیوں کا گٹھا اوٹھائے لاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ امیر کو رستہ دو اور اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہیں کہ اب تک میری آنکھوں میں گویا تصویر بندھ رہی ہے کہ حضرت عمر رض بائیں ہاتھ میں گوشت اور دہنے میں درہ لیے بازار میں گشت کرتے ہوے اپنے گھر میں داخل ہوے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی رض نے ایک درم کا گوشت خرید کر اپنی چادر میں رکھ لیا میں نے عرض کیا کہ لاسیے میں لیے چلوں آپ نے فرمایا کہ عیالدار ہی کو اسکا لے چلنا زیبا تر ہے۔ اور ایک عادت لباس پہننے کی ہے کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ ہارون راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معن رض سے بذاذت کے معنی پوچھے اونھوں نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے۔ اور زید بن وہب رح راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر رض کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار میں نکلے جو چادر کہ اوسوقت پہنے تھے اوسمیں چودہ پیوند تھے جنمیں سے بعضے چمڑے کے بھی تھے۔ اور حضرت علی رض پر جو بعضے شخصوں نے پیوند لگے چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دلمیں خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اچھا ہونا کپڑوں کا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے۔ اور طاؤس رح کہتے ہیں کہ باوجودیکہ میں اپنے انھیں دو کپڑوں کو دھو لیتا ہوں پھر بھی جب تک اوجلے رہتے ہیں میں اپنے دل کو نہیں پہچانتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمیں اگر سختی نہوتی تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد اونکا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمیں بھی عیب ہے کہ نرم ہے ورنہ بہت خوب تھا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہاں گیا آپ نے فرمایا کہ مجکو خدای تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا میں جو مرتبہ آتا گیا اوس سے اعلی مرتبے کی خواہش کرتا گیا یہانتک کہ جب سلطنت کا مزہ اوسنے چکھا

اوسنی لباس ایمان میں سے ہے ۱۲ ابوداؤد ابن ماجہ بروایت ابوامامہ بن ثعلبہ ۱۲

جو سب مراتب دنیاوی سے اعلے ہے تو اب مشتاق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا
اور سعید بن سوید رح روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور
بیٹھ گئے اوسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے جسکے گریبان مین سلمنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا
ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے آپکو سب کچھ دیا ہے
آپ پہنتے کیون نہین آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اوٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی
توانگری مین ہوتی ہے اور عفو مین افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص زینت کو خدا کے واسطے چھوڑ دے اور خدا کے لیے تواضع کی
راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اوسکے لیے سب سے عمدہ لباس
جنت کا جمع فرماویگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے
کپڑے سامان دل کے تکبر کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑونکا
نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اسکا نام ہے کہ امر حق سے
جاہل ہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دونون مین تناقض معلوم ہوتا ہے اسکی
تطبیق کسطرح ہے تو جاننا چاہیے کہ عمدہ کپڑے کچھ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین
داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ثابت بن قیس رض کے قول سے سمجھی تھی یعنی جب اونھون نے پوچھا کہ مین ایک آدمی لطافت دوست
ہون تو آپ نے جانا کہ انکا میل نظافت اور خوش لباسی کی طرف ہے اسواسطے نہین کہ دوسرون پر
تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہین کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی
ہوتی ہے اور یہ کچھ مختص عمدہ پر نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہے اور تواضع بھی ہوتی ہے اور لباس میں
متکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھین تب تو تکلف سے بنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پروا نکرے کہ
کسطرح ہون اور طالب نفاست کی علامت یہ ہے کہ ہر ایک شے مین اوسکو خوبصورتی پسند ہو
اگرچہ تنہا ہی ہو یہان تک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف
ہوے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہے کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی
سورش دل سے تکبر کا ہوتی ہے اور حدیث شریف بھی درست ہے کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین
اور نہ خوش لباسی ہمیشہ موجب کبر ہو گو کبھی مورث کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین
اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہے جسمین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت

ابونعیم در حلیہ بروایت ابن عباس اور اسکی سند مین کلام ہے ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر کے اور خدای تعالے کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور بکر بن عبد اللہ مزنی فرماتے ہین کپڑے چاہو بادشاہون کے سے پہنو مگر دلون کو خوف خدا سے نرم رکھو

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست	❁	درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

اور یہ اون لوگون کیواسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہے کہ میرے پاس کپڑے تو راہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمھارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلونکو خوف الٰہی سے نرم کرو۔ اور ایک عادت یہ ہے کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اوسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہے ہم نے باب غضب وحسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان اسقدر معلوم کر لینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق وتواضع کا سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اوسیکو دستور العمل کرنا چاہیے اور اوسی سے سیکھنا چاہیے۔ اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سعید خدری رض سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہے اسمین آپکی کیا رای ہے اونھون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کیواسطے کر اور جس چیز مین ان اشیا سے کبر یا مباہات یا ریا وشہرت آجاویگی وہ معصیت واسراف ہے اپنے گھر مین وہ کام کیا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپ کا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا ٹانکتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اوسکی عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نکرتے کہ اوسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھکر گھر لا دین توانگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنی اعلی نمازی سامنے آتا اوسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہوتا یا گورا بندہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نرکھتے اس بات سے حیا نکرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہو اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نکہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نرکھتے اور شام کا صبح کو بہت سہل کارخانہ رکھتے اور باوجود اس ہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترشرو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کی اور

اور سخاوت بے اسراف کی کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رقیق تھے ہمیشہ
گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی بد ہضمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کیطرف دراز
نکرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عایشہ رض کی خدمت مین گیا اور جو کچھ حضرت ابو سعید رض
نے مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عایشہ رض نے فرمایا کہ ابو سعید رض نے کسی بات مین
خطا نہین کی البتہ اتنی بات کوتاہی کی کہ تم سے یہ نکہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر
کھانا نہ کھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ آپ کو بہ نسبت توانگری کے زیادہ محبوب تھا
اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گذار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ خدا سے مانگتے
کہ خدا نے زمین کے اور پھل اور تمام پورب و پچھم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہوجاتا اور
اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کرکے روتی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان
فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجیے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوکے نرہین آپ جواب مین ارشاد
فرماتے کہ ای عایشہ میرے بھائی رسول اولو العزم اس سے بھی زیادہ سختیان سہکر اسی حال پر گذر گئے
اور جب خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت سا ثواب حاصل کیا مجھے
یہ شرم آتی ہے کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین اونسے کم نرہ جاؤن اسلیے تھوڑے دن صبر
کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہوا اور سب سے بہتر بات مجھے یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے
بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی پورا نہوا کہ وفات پائی بس جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
نقل ہوے اونمین سب عادات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع کی طلب ہو اوسکو
چاہیے کہ آپ کا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر اون اعمال پر
جو آپ کو پسند تھے راضی نہو تو سخت جاہل ہے آپ کو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ
تھا اسلیے عزت اور رفعت بدون آپ کی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خدا ی تعالے نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہے ہم اوسکے سوا
کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول آپ نے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل
ہونے کے وقت کسی نے آپ کی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت ابو درداء رض
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیاء کے خلیفہ
ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو خدای تعالے نے ایک گروہ کو امت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اونکے قائم مقام کر دیا ہے وہ لوگ کچھہ اورون سے زیادہ روزہ و نماز مین نہین ہوتے نہ سب کے خوبصورت ہین بلکہ صدق ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان کے ساتھہ اور اونکی خیرخواہی صرف خدای تعالے کی رضا جوئی کے واسطے کرتے ہین حالت صبر مین جزع و فریاد نہین کرتے تو اضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے ساتھہ نہین اون لوگونکو خدای تعالی نے چھانٹ کر اپنا بنا لیا ہے گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین اونکے دلون مین یقین ایسا ہوتا ہے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اونمین سے کوئی جب مرتا ہے جب خدای تعالی اوسکا نائب پیدا کر لیتا ہے اور یہہ بھی یاد کر لینا چاہیے کہ وہ لوگ کسی چیز کو برا نہین کہتے نہ کسیکو ایذا دین نہ حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیاوی کرین سب لوگون سے زیادہ تجربہ کار اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت اونکی پہچان ہے اور بشاش رہنا اونکی عادت اور رہت روی اونکی صفت ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور اونکا معاملہ جو خدا سے ہے اوسمین اونکو نہ ہوای تند پا سکے اور نہ تیز قدم بادرفتار اونکے دل خدا کے اشتیاق مین اوراوسیکے پاس کی رحمت کی طلب مین ترقی کرتے رہتے ہین اور اونکے قدم خیرات کیطرف اٹھتے رہتے ہین غرض اونکا حال یہ ہوتا ہے اُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابو دردا سے یہ حال سنا تو عرض کیا کہ مین نے آج تک کوئی وصف جو اس سے زیادہ سخت مجکو معلوم ہو نہین سنا اور مین کسطرح اس وصف کو پہونچون آپنے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل کیا چاہتا ہے تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اسواسطے کہ جب دنیا کو برا جانیگا تو آخرت کی محبت پیدا ہو گی اور جسقدر آخرت کی محبت ہو گی اوسیقدر دنیا مین زہد کریگا اور اوسیقدر وہ باتین تجکو سوجھینگی جو تیرے کام آوین اور جب خدای تعالی کو حسن طلب بندے کیطرف سے معلوم ہوتی ہے تو راستی و درستی اوسکے ساتھہ کر دیتا ہے اور کنار عصمت مین جگہ عنایت فرماتا ہے چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہمنے جو اسمین غور کیا تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو جو لذت کہ اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی رضا جوئی مین ہوتی ہے ایسی اور کسی چیز مین نہین ہوتی

ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرماوے

نوان بیان طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا - یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہے

اور کوئی آدمی اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہے صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ
علاج سے اور ادن دواؤن کے استعمال سے جو اسکی جڑ کھوتی ہین جاتا ہے اور اسکے علاج کی
دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل مین جو اسکی جڑ ہے اوسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے یہ کہ
جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہے اونکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ اوکھاڑنی ہین
اور علاج اسکا علمی ہے اور عملی اور بیدون دونون علاجون کے شفای کامل نہین ہوتی علمی علاج تو
یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اور خدای تعالی کو پہچانے اسی سے انشاء اللہ کبر زائل ہوجاوے گا
اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کماینبغی پہچانے گا تو یقین کرلے گا کہ نفس سب ذلیلون سے
ذلیل تر اور قلیل چیزون سے کمتر ہے اور اوسکے حال کے مناسب سوای تواضع اور ذلت و خواری کے
اور کچھ نہین اور جب خدای تعالے کو پہچانے گا تو جان لیگا کہ کبریا اور عظمت سوای اسکے اور کسیکو
شایان نہین پھر معرفت خدای تعالی کی اور اوسکی عظمت و مجد کی طوالت کلام چاہتی ہے کیونکہ
علم مکاشفہ کی انتہا وہی ہے اور ہر چند کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہے مگر ہم اوسمین سے اوسقدر
لکھے دیتے ہین جو تواضع کے اختیار کرنے مین کار آمد ہوا اور اوسکے لیے یہی کافی ہے کہ انسان
قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و آخرین موجود ہے
بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہے قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ
مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ

اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیان کا حال مذکور ہے اگر آدمی ان
حالات کو سوچے تو معنی آیت سمجھ مین آوین مثلاً ابتدای حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے
پردے مین نہان تھا بہت دنون ایسا ہی رہا نیستی کا شروع بھی نہین معلوم کب سے نیست تھا
اور جو چیز معدوم و نابود ہو اوس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدایش سے پہلے
ایسا ہی تھا پھر اوسکو اللہ تعالی نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ
اول مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور اونپر گوشت
و پوست چڑھایا تو ابتدای پیدایش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر
پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اوسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین ہوگیا
بلکہ اوسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے
نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے

ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی کیفیت اور شنوائی سے پہلے بہرا ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی اور توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یہی معنی ہو اتنی آیت کے مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اور دوسری جگہ جو ارشاد فرماتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ اسکے بھی یہی معنی ہیں۔ پھر پیدا کرنے کے بعد اوسپر احسان فرمایا کہ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ اسمیں اشارہ ہے اون اشیا کیطرف جو آدمی کو مدت حیات میں موت تک حاصل ہوتی ہیں اور اسیلیے فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا یعنی خدای تعالے نے انسان کو زندہ کیا اور بیشتر وہ مردہ اور پتھر تھا کہ ابتدا میں مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اوسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے سے بینا کیا اور ضعف کے بعد قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اوسکو ایسے اعضا عنایت کیے جسمیں عجائبات اور آیات ہیں پہلے اوسکو کہاں تھے اور مفلس سے توانگر کیا اور بھوکے سے شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالے نے تو کس کس تدبیر اور صورت سے اوسکو بنا کر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہے اور کیسا کھلا جاہل ہے خدای تعالی تو فرماتا ہے اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ اور دوسری جگہ فرماتا ہے وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر قابل دیکھنے کے ہے کہ اوس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے اس بلندی اور بزرگی پر پہونچایا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور پہلے لا شے محض تھا ایسی کوئی چیز نہیں جو اوس سے بھی کم ہو پھر خدای تعالے نے جو پردہ عدم سے وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے بنایا تاکہ اوسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو اور اپنی ذات پہچانے اور نعمتیں جو اوسکو عنایت فرمائیں وہ اسیلیے کہ اوس سے رب کو پہچانے اور اوسکی عظمت و جلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اوسکی شان کو زیبا ہے اسیواسطے احسان کے مقام میں ان نعمتوں کا ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ اور دوسری جگہ اول اوسکی خست کو ارشاد فرمایا

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر اپنا احسان ذکر فرمایا کہ فَخَلَقَ فَسَوّٰى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى تا کہ اوسکا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف ایجاد سے موجود ہو گیا پس جس شخص کا حال یہ ہوا اور اوسکی ابتدا سے پیدایش اسطرح اوسکو اترانا اور کبریا اور فخر و تکبر کیسے جائز ہے وہ تو واقع مین سب سے کمترین چیز اور سب کم زور سے کم زور تر ہے ہان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اوسکے سب کام اسیکے سپرد رہتے اور اپنے اختیار سے ہمیشہ کو زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہو جاتا اور اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اور طرح ہے کہ اتنی ہی زندگی مین امراض مہلک اور بڑی بڑی بیماریان اور مختلف آفتین مسلط کر دی ہین اور اسیکے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک دوسرے کی ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہے خواہ انسان چاہے یا نچاہے راضی ہو یا خوش مثلاً بھوک پیاس مرض اور موت سب کے سب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین آدمی کو کچھہ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا اختیار نہین نہ خیر و شر کا اختیار ہے بہت سی چیزونکو چاہتا ہے کہ مجھے معلوم ہون مگر اونسے جاہل رہتا ہے اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہے تو بھول جاتا ہے بعض چیزون کو بھولنا چاہتا ہے تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین مصروف کرنا چاہتا ہے تو بے اختیار وسواس و فکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اوسکا نفس اپنے قابو مین ہے ایسی چیز کا آرزو مند ہوتا ہے کہ اوسمین ہلاک ہو جاوے اور بعض اشیا کو برا سمجھتا ہے لیکن اوسمین زندگی ہوتی ہے کھانون کو لذیذ جانتا ہے حالانکہ وہی باعث سوء ہضمی ہو کر ہلاک کرتے ہین اور دوا کو بدمزہ جانتا ہے اور وہ اوسکو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھہ چھین جاوین یا اعضا کو فالج مار دے یا عقل جاتی رہے اور جان نکل جاوے اور سب آرزوئین بالائی طاق رہجاوین پس آدمی بیچارہ مجبور ہے اگر کوئی چھوڑ دے تو رہے اور اوچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہے کہ نہ اپنے اوپر قابو ہے نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہے یہ درمیان کا حال ہوا اسکو تامل کرنا چاہیے اور انجام اور فرودگاہ آخری موت ہے جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہے ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ یعنی انسان سے روح چھینی جاوے گی اور سننا اور دیکھنا اور علم و قدرت

ف۱ بھلا نہ تھا ایک بوند منی کی جو ٹپکائی جاوے پھر تھا لہو کی پھٹکی ۱۲

ف۲ پھر اوسنے بنایا اور ٹھیک کر اوٹھایا پھر کیا اوسمین جوڑا نر اور مادہ ۱۲

اور حس و ادراک و حرکت سب سلب کیے جاوینگے تو جیسا ابتدا میں جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاویگا
اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہے گی پھر مٹی میں رکھا جائیگا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک
ہو جاویگا جیسا اول میں نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلینگے اور اونکے اجزا بکھرینگے ہڈیاں سڑ کر پاش پاش
ہو جاوینگی کیڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھوں کے ڈھیلوں سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکیں گے
تو رخسار کو چاٹینگے اسیطرح سب کی صفائی بتا دینگے تو سارا بدن کیڑوں کے پیٹ میں جائیگا اور اوس وقت
مردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے آدمی اوسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور بھاگے
اور سب سے بہتر اوسکے احوال میں سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے تو اب گلنے اور سڑنے کے
بعد خاک ہو جاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا کہ
گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتوں تک نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد
چھوٹ جاتا بلکہ یہاں تو ایک اور شامت لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزاء متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے
نکلے گا تو دیکھے گا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوئے ہیں اور زمین بدلگئی ہے
پہاڑ اوڑے اور دھر مارے پھرتے ہیں ستارے اندھے ہیں آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا
اور کڑے فرشتوں نے آگھیرا ہے دوزخ جدا چلاتی ہے جنت کو دیکھکر مجرموں کو حسرت آتی ہے نامۂ اعمال
کھلے ہیں اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اوسوقت پوچھیگا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات میں
جسپر تو راضی اور نازاں اور متکبر تھا تجھپر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اوسمیں
لکھے جاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ
اسمیں موجود ہے تو بھولگیا تو کیا ہوا خدا تعالے نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے
کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے
زہرہ آب ہوگا حالانکہ ابھی نامۂ اعمال کو دیکھا نہ ہوگا جب اوسکو دیکھیگا تو کہیگا ہای افسوس اس کتاب میں تو
چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثُمَّ اِذَا شَآءَ
اَنْشَرَہٗ اب غور کا مقام ہے کہ جسکا یہ حال ہو اوسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اوسکو ایک لحظہ خوشی کرنی
بھی نہ چاہیے اترانا اور تکبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذ اللہ آخر کا
حال کھلجاوے تو اوسوقت عجب نہیں کہ اپنے تئیں کتا یا سور بنانا پسند کرے کہ اونکے ساتھ خاک ہو کر
نہ خطاب سنے نہ عذاب سہے اور واقع میں اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی
اس سے کہیں اشرف اور اطیب ہے اسواسطے کہ وہ اول میں بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہو جاویگا

حساب و عذاب سے علیحدہ رہیگا علاوہ ازین کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی اونسے
بھاگتا نہیں اور اگر دنیا دار کسی بندہ گناہگار کو دوزخ مین دیکھپاوین تو اوسکی صورت ہیبتناک
اور وحشت دیکھکر چیخ مارین اور اگر اوسکی ہوا انکو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہوجاوین اور
اگر اوسکے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گرجاوے تو مردار سے زیادہ سڑجاوین
پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کسطرح کرتا ہے اور اپنے نفس کو کچھہ شئے فرض کرکے اوسکی کیو
فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگر خدا معاف کردے اور یہ نوبت نہونے پاوے تو
اور بات ہے الا تاہم معاف کرنے مین تو شک ہی ہے اور گناہگار ہونا یقینی ہے کونسا بندہ ہے
ایسا ہے جسنے گناہ نہ کیا ہو اور مستحق عقوبت اوسکے سبب نہو مگر یہ کہ خداہی تعالی معاف فرماوے
اور حسن ظن اوسکے فضل وکرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے۔
فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حکم
سلطانی سے قیدخانے مین مقید کردیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب
لوگون کے سامنے سزا ملے گی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہین
اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کریگا یا حالت فی الحال مین اپنی جان کی فکر مین ڈوبا رہیگا یہی حال بندونکا
ہے کہ گناہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا اونکے لیے قیدخانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم
نہین کہ روبکاری کے روز کیسی بنیگی تو جو شخص اسطرح تامل کریگا اوسکو یہی رنج و خوف اور رقت
کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اوکھڑ جاتی ہے۔ اور علاج عملی یہ ہے کہ
علانیہ تواضع خدا کیواسطے کرے اور سب لوگون کے ساتھہ تواضع کرنے والون کے سے اخلاق
برتے جیسے کہ ہم نے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور
شریف تھا یہان تک کہ روایت آئی ہے کہ آپ زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون
بندون ہی کیطرح کھانا کھاتا ہون۔ اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے کسینے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون
نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ مین غلام ہون جسدن آزاد ہونگا اوس روز نیا کپڑا پہنونگا اس
آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہے اور تواضع کے معلوم ہونے کے بعد اوسکے تمامی عمل سے
ہوتی ہے اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتے تھے اونکو ایمان اور نماز دونوکا
حکم ہوا اسلیے کہ اونکو تواضع اور فروتنی بڑی معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسیکے ہاتھہ مین سے کوڑا گرتا تو
اوٹھانے کیواسطے نہ جھکتا اور اگر جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اوسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم

بن حزام رض نے اول اول بیعت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ
کھڑے کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے پکے عابد اور کامل ہوئے
غرضکہ اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم
ہوا تاکہ اونکا تکبر ٹوٹے اور دلون مین تواضع گھر کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہے
کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو جو دین کا ستون کہتے ہین
اسکی بہت سی وجہین ہین اونمین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسمین حد درجہ کی تواضع موجود ہے اور
نماز کا حکم تمام خلق کو بھی اسلیے ہوا ہے کہ اسکے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو
چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان لی تو جو فعل کہ اونکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اوسکے خلاف کرے
یہانتک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسلیے دل مین اچھے اخلاق جبھی آتے ہین جب علم و عمل دونون
ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ
اور ارتباط مخفی ہے اسلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہو — دوسری صورت اوس تکبر کا
بیان جو سات سببون مذکورہ سابق سے ہوتا ہے باب ذم جاہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور
عمل کا نام ہے اور جو چیز انکے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہے وہ کمال وہمی ہے اس لحاظ سے
عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہے اسلیے فی الجملہ کمال حقیقی اوسکو علم کا موجود ہے مگر ہم طریق علاج علمی و عملی
ساتون سبب کا ذکر یہان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جسکو تکبر ہوا اوسکو دو باتین جاننی
چاہیین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہے اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی یعنی جو
نہو کر ذات مین جو ہیر تو کیا حاصل ہو یون کہنا ❊ کہ آبا تجھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے
پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہے اگر خود صفات خسیس رکھتا ہے تو اونکی خست کو دوسرے کا کمال
کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کی نسب سے تکبر کرتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھہ مین ہے
اور تو تو میری پیشاب کا کیڑا ہے تجھے شرف کہان سے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے
پیشاب سے پیدا ہو اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے
بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہے اوسکے پیشاب کے
کیڑے کو کچھ شرف دوسرے کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہے کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے
اور باپ اور دادے کو خیال کرے اوسکا باپ تو ایک نطفۂ ناپاک ہے اور دادا مٹی اور خاک
ذلیل ہے چنانچہ خداے تعالے نے اس نسب کو قرآن مجید مین بتلا دیا ہے جیسا کہ فرمایا

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ
پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہے اور پھر اوسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہان تک کہ
سیاہ اور بودار ہوگئی ہو وہ تکبر کیسے کرتا ہے جسکی طرف اوسکی نسبت ہے وہ تو سب مین ذلیل ہے
جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہے اور کالی کیچڑ سے زیادہ بدبودار اور پیشاب سے زیادہ
ناپاک ہے پس اگر خاک کیطرف آدمی کی نسبت بعید ہے تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ
وہ نطفہ یا مضغہ ہے اوسکے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اور اگر اوسکے لحاظ سے
رفعت ہی ہوتی ہو تو جو اوسکی اصل ہے وہ خاک ہے اوسکو بھی رفعت نہین جب باپ مین رفعت
نہ داوے مین تو اولاد مین کہان سے آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری
اور علیحدہ نطفے سے ہوا تو نہایت درجے کا برا ہے اسلیے کہ جو اسکی اصل ہے وہ تو پانون تلے ملی جاتی ہے اور
جس سے پیدا ہوا ہے وہ اگر بدن کو لگ جاوے تو دھویا جاتا ہے پس جو شخص اس نسب حقیقی کو سمجھا ہوگا وہ تکبر نکریگا

ز خاک آفریدت خداوند پاک	پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اور بعد اس معرفت اصل اور اوسکے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص
اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہے اور اوسکے باپ نے اوس سے کہدیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے
اوسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شائبہ نہین
یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہے اور اس دعوی کو خوب برہان و حجت سے اوسکو سمجھا دیا کہ اوسکے
دلمین کچھ شبہہ باقی نرہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب اوس شخص کو کچھ غرور نسب کا نرہیگا
بلکہ اپنے تئین سب آدمیون سے حقیر ہو جاویگا اور اس اپنی ذلت کا ایسا دھیان دلمین رکھیگا
کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالائے طاق ہوگا یہی حال دانا و بصیر شخص کا ہے جب اپنی اصل کو سوچتا ہے
اور جانتا ہے کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرتا اسلیے کہ مثلا اگر اسکا باپ بھنگی یا حجام
یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپ کو کمینہ سمجھتا اسوجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اوٹھاتا تھا
یا خون مین ہاتھ تر رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق
اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھے گا دوسرا سبب کبر کا جمال ہے اور اوسکی دوا یہ ہے کہ اپنے باطن کو عاقلون
کیطرح دیکھے اور بہائم کیطرح ظاہر حال کو معاینہ نکرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی فضیحتین معلوم ہونگی
جنسے جمال کا کبر گر جاویگا مثلا تمام اعضا مین آدمی کی پلیدی بھری ہے پیٹ مین براز ہے اور مثانے
مین پیشاب اور ناک مین رینٹھ اور موہنہ مین تھوک اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد [illegible]

فوقیت کی ... اور نسل ... ان کی ... اوسکی اولاد ... [illegible]

بھیا اور بغل مین بدبو ہے اور باوجود اسکے دن مین ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے
اور ہر روز ایک یا دو بار پیٹ کی بلا اتارنے کو پاخانے مین جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ اوسکا
دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسیواسطے ہے تاکہ ہر وقت اسکو
دھیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال تو حیات کا ہے اور ابتدائی خلقت جس سے ہوئی ہے
وہ معلوم ہی ہے کہ نطفہ اور خون حیض سے ہے اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی
پشت سے جب ماں کے پیٹ مین گیا اور رحم مین جو خون حیض کی جگہ ہے رہا اور ایک بار جب ماں کے
پیٹ سے دنیا مین آیا چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض ہمکو خطبے مین
ہمارے نفسون کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہ سے دو بار نکلے ہو اور اسی بنا پر
طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا تھا کہ یہ چال اوس شخص کی نہین جسکے پیٹ مین
غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہے۔ اور اگر ایام حیات مین ایک دن بھی اپنے
بدن کی صفائی اور غسل نکرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہو جاوے جیسے چوپایون مین ہوتی ہے
کہ وہ کبھی اپنے آپ کفیل اپنے صفائی کے نہین ہوتے۔ پس جب آدمی تامل کرے کہ مین پلید
پیدا ہوا اور پلید یون ہی مین رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلید ہی ہو جاونگا تو اپنے جمال کو باعث
فخر نسمجھے گا وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہے کہ ظاہر مین ہرا ہرا معلوم ہوتا ہے اور اصل ناپاک ہے یا جنگل کا
گلزار ہے کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور کچھ دنون بعد تنکا تنکا ہوا مین اڑا پھرتا ہے۔ اور اگر
بالفرض حسین آدمی کا جمال ویسا ہی ہوتا اور ان سب خرابیون سے مبرا تب بھی اوسپر واجب تھا کہ
اپنے جمال سے بدصورت پر تکبر نکرتا اسلیے کہ بدصورت کی بدصورتی اوسکے اختیار مین نہ تھی کہ اوس سے
بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی اوسکے اختیار مین ہے کہ اوسکی تعریف کیجاوے اور اب تو
جمال کو کچھ قیام ہی نہین ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہے کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی
اور سبب سے زائل ہو جاتا ہے اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ خوبصورت آدمی انھین اسباب سے
بدصورت ہو گئے ہین تو ان باتون کو جاننا اور اکثر سوچنا دل مین سے جمال کے کبر کو اوکھاڑ دیتا ہے
پانچوان سبب تکبر کا زور و قوت ہے اسکا علاج یہ ہے کہ جو مرض اور بیماریان آدمی پر مسلط ہین اونکو
تامل کرے کہ اگر ایک رگ مین بھی درد ہو جاتا ہے تو سب عاجزون سے بدتر ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے

	دگر عضوہا را نماند قرار		چو عضوے بدرد آورد روزگار

اور یہ بھی [illegible] سکتا اور اگر کچھ [illegible]

گھس جاوے یا چیونٹی کان مین چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا پاؤن مین لگ جاوے تو عاجز کر دے ایک دن کے بخار مین مدت کا زور جاتا رہتا ہے پس جس شخص سے تحمل کانٹے کا نہو سکے اور مچھر اور چیونٹی کی تاب نلاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نہ ٹال سکے اوسکو چاہیے کہ اپنی قوت کا فخر نکرے اور اگر بالفرض انسان طاقت ور بھی ہو تو گدہے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے زبردست نہوگا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جسمین بہائم بڑھکر ہون چوتھا سبب توانگری اور کثرت مال ہے اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر تکبر کرنا بھی شامل ہے اور انمین سے ہر ایک چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین اسواسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اوسکی ذات سے خارج ہین اور یہ قسم تکبر کی سب سے بری ہے اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا تکبر کرتا ہے تو اب اگر گھوڑا مر جاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہجاویگا اور جو شخص بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر متکبر ہے اور اپنے آپ مین کوئی وصف نہین رکھتا اوسنے اپنے کام کی بنیاد اوس دل پر رکھی ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہے یعنے بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر رہتا ہے گاہ بسلامے برنجند و گاہ بدشنامے خلعت دہند اگر ذرا سی بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپ کو ذی عزت سمجھتے تھے وہ سب سے ذلیل ہو جاتے ہین اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اوسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہے مثلا جو توانگری کا تکبر رکھتے ہین اگر تامل کرین تو کفار مین اونسے زیادہ زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہے ایسے شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہے ایسے فضل پر کہ جسکو چور ایک لحظے مین چرا لے اور مالک ذلیل و مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین اور جو ذات مین داخل ہین اونکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس اون پر فخر کرنا عین جہالت ہے اور یہ بھی بات قابل غور ہے کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اوسکی ملک نہین ہو سکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی کے اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین اور نہ چاہے تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام مملوک ہے کہ کسی چیز پر اسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے اوسکا کبر ضرور ہی دور ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص عاقل اپنی قوت و جمال اور مال و دولت اور حریت اور استقلال اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و حشم کا فخر کرتا ہے اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے

کسی منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہے کیونکہ اسکے مان باپ اوسکے مملوک تھے
اور حاکم نے بطور اطلاع مالک کو خبر کردی اور مالک نے آکر اوسپر بھی قبضہ کرلیا اور تمام اوسکا مال لے لیا
اور وہ باوجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہے کہ کہین ان اموال مین افراط و تفریط کرنے اور اصل مال کا
اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو مین تقصیر کیون کی اور اسپر اور مصیبت یہ کہ وہ شخص ایسے
گھر مین بند کیا جاوے کہ جہان سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہون کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرے
اب اوسکا حال یہ ہوگیا کہ نہ تو اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہے تو بھلا
ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قدرت و ثروت اور قوت و کمال کا فخر کریگا یا اپنے دل مین ذلیل و
خفیف ہوگا یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے نفس کو ایسا ہی جانتا ہے کہ نہ مین مالک اپنی
گردن کا ہون نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے لیے
سانپ بچھو سمجھتا ہے کہ ہر دم اونسے خوف ہلاک ہونے کا ہے پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و قدرت پر کبر
نہین کرنے کا کیونکہ اوسکو تو معلوم ہے کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہے نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی
کی ذات سے خارج ہون اونکے علاج کا طریق یہی ہے اور یہ طریق علم اور عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی
نسبت آسان ہے اسلیے کہ علم و عمل نفس کے دو کمال ہین اور نفس کا خوش ہونا اونسے زیبا ہے مگر اونسے
تکبر کرنے مین ایک طرح کی خفیہ حماقت ہے جسکا ہم ذکر کرتے ہین چھٹا سبب تکبر کا علم ہے اور وہ بڑی آفت
اور بڑے امراض مین سے ہے جسکا علاج سہل نہین بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہے اسواسطے کہ
علم کی قدر خدا تعالی کے نزدیک اور بندون کے نزدیک بڑی ہے اور اسکی قدر مال و جمال سے اور سب
چیزون سے بڑھکر ہے بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ نہین اگر علم اور عمل اونکے ساتھ نہون اور اسی واسطے
حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ علم کی طغیانی مثل مال کی طغیانی کے ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین
کہ جب عالم لغزش کھاتا ہے تو اوسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہے پس چونکہ فضائل علم کے
شریعت مین اس کثرت سے ہین اسلیے عالم آدمی سے نہین ہوسکتا کہ اپنے آپ کو جاہل سے بڑھکر
نجانے اور اس کبر کے دور کرنے کے لیے اوسکو دو باتون کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالی کی
حجت اہل علم پر مستحکم تر ہے اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا ہے کہ عالم سے اوسکا دسوان حصہ
بھی برداشت نہین کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھکر خدا تعالی کی نافرمانی کرے اور علم کا حق ادا
نکرے اوس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور یہین لکھا حدیث شریف مین ہے کہ قیامت کے روز
عالم بلایا جاویگا اور دوزخ مین ڈال دیا جاویگا اوسکی انتڑیان نکل پڑینگی اور اوسکو ایسا چکر دینگے جیسے

جیسا گدھا چکی پھرا تا ہے دوزخی اوسکے گرد جمع ہو کر پوچھینگے کہ تیرا کیا حال ہے کہیگا کہ مین دوسرون کو نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسرون کو منع کرتا تھا اور خود اوسکا مرتکب تھا اور خداوند کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہے چنانچہ فرمایا مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا اس آیت سے علماے یہود مراد ہین اور بلعم بن باعورا کے حال مین فرمایا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا یہانتک کہ فرمایا فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی اوسنے شہوات زمین کو پسند کرکے ہمیشہ اوسپر رہنا چاہا اور اوسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہے وہ کسی صورت مین شہوت نہ چھوڑیگا۔ پس عالم کو یہی خطر کافی ہے کونسا عالم ہے جسنے اتباع شہوت نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہے جسنے ایسی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہ ہوا ہو تو جب عالم کے دل مین بہ نسبت جاہل کے اپنی قدر زیادہ معلوم ہو اوسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑی ہے ویسی ہی دوسرے کی نسبت مجھے اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے دونون باتین ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئین اور عالم کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کو دشمنون کی کثرت سے اپنے جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے اور سیاست کیا جاوے تو اوسوقت یہی تمنا کرتا ہے کہ اگر فقیر ہوتا تو خوب ہوتا اسیطرح بہت عالم قیامت مین اسی بات کی آرزو کرینگے کہ کسیطرح جاہلون ہی کی طرح بچ جاوین معاذ اللہ منہا غرض یہ خطر مانع تکبر ہے اسلیے کہ اگر دوزخی ہے تب تو سور بھی اوس سے بہتر ہے تو تکبر کس بات کا کرتا ہے عالم کو چاہیے کہ اپنے جی مین صحابہ رضہ سے بھی بڑھکر ہو دیکھو اونمین سے بعض فرماتے تھے کہ کاش میری مان مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اوٹھاتے اور کہتے کہ اگر مین یہ تنکا ہوتا تو خوب ہوتا اور بعض فرماتے کہ اگر مین پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا جو میرا ذکر ہی دنیا مین نہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپ کو پرند اور خاک سے بہتر سمجھتے تھے اور جب عالم خطر عاقبت کا فکر زیادہ کریگا تو بالکل کبر جاتا رہیگا اور اپنے نفس کو سب خلق سے برا جانیگا اور اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ مثلا کسی غلام کو اوسکے آقا نے چند باتون کا حکم دیا اوسنے اونکو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کر دیے اور بعضو نمین نقصان کر دیا اور بعضون مین شک ہے کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہین پھر اوسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے آقا نے ایک ایلچی بھیجا ہے اور تجکو اس مال و متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلا بلیجے کہ اپنے

کہاوت اوپر کی عمر لادی توریت بظاہر اور معانی اوسکے مضمون سے خالی جیسی کہاوت کہ گدھے کی پیٹھ پر بستہ کتابین ۱۲

اور سنا او نکو احوال اوس شخص کا کہ نہ

دروازے کے باہر دھوپ کی گرمی مین بہت دیر تک ڈالے رکھیگا اور جب تیرا خوب ناک مین دم آجاویگا
تب تیرا حساب دیکھیگا اور سب کام تھوڑے اور بہت کی بازپرس ہوگی بعد اوسکے تجھکو حکم ایک تنگ
قیدخانے مین قید کرنے کا دیا جاویگا کہ ہمیشہ عذاب مین رہے اور ایک دم راحت نپاوے اور اوس
غلام کو بھی معلوم ہے کہ میرے آقا نے اپنے بہت سے غلامون کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور
بعضون کو معاف بھی کر دیا ہے مگر معلوم نہین کہ مین کونسے فرق مین ہون پس جب یہ اندیشہ اوسکے سر پر
سوار ہوگا تو نفس بالکل پژمردہ اور ذلیل ہوجاویگا اور غم اور خوف کریگا عزت و کبر بالکل جاتا رہیگا کسی پر تکبر
کرنا تو کیا معنی سب کے ساتھ تواضع سے پیش آویگا کہ شاید میری سفارش تکلیف کے وقت کرین یہی حال
عالم کا ہے کہ جب تامل کرے کہ مین نے کتنے حکم خدا کے تلف کر دیئے اور اعضاے ظاہری سے کیسے کیسے
گناہ کیے اور باطن مین حسد و حقد و ریا و عجب و نفاق وغیرہ جدا موجود رہے اور آیندہ نہ معلوم کہ انجام
کیا ہوگا اور بازپرس کے وقت کسطرح صورت رستگاری ہوگی تو بیشک کبر جاتا رہیگا دوسری بات عالم کے
سوچنے کی یہ ہے کہ اوسکو معلوم ہے کہ کبر خدا کے سوا اور کسیکو زیبا نہین اور اگر مین تکبر کرونگا تو خدا کے
نزدیک مغضوب ٹھہرونگا خداے تعالی میری تواضع ہی محبوب جانتا ہے چنانچہ اوسکا ارشاد حدیث
قدسی مین ہے کہ بندے کی قدر میرے نزدیک جبھی تک ہے جب تک کہ اپنے نفس کی قدر نجانے اور
اگر اپنے نفس کی قدر جانیگا تو میرے یہان اوسکی قدر نہین تو ضرور ہے کہ اگر نفس سے ایسا ہی کام
لیا جاوے جو خداے تعالی کو پسند ہو اور اس بات کا تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا اور اوسکو یقین ہو کہ یہین
کوئی خطا نہین کی مثلاً اگر ممکن ہو کہ آدمی گناہ نکرے تب بھی یہ تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا اسی تامل سے
انبیا علیہم السلام کا تکبر زائل ہوا کیونکہ اونکو یقین تھا کہ جو شخص خداے تعالی سے کبریائی مین نزاع کرتا ہے
خداے تعالی اوسکو توڑ دیتا ہے اور خداوند کریم کا حکم ہے کہ اپنے نفسون کو حقیر جانو تو تمھاری عزت ہمارے
یہان ہو غرضکہ یہ تامل بھی آدمی کے لیے بیشک باعث تواضع ہے۔ اب اگر کوئی پوچھے کہ جو شخص
عالم اور عابد ہو وہ فاسق اور بدعتی کے لیے تواضع کیسے کرے اور اپنے نفس کو اوسکی نسبت کم
کیسے سمجھے خدا کے نزدیک جو مرتبہ علم و عبادت کا ہے اوسکا انکار کیسے ہو سکتا ہے اور یہ کیسے
ممکن ہے کہ علم کا خطر تو اوسکے دل پر گذرے اور فسق و بدعت کا جو قطعی زیادہ ہے وہ دل پر نگذرے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا امکان خاتمہ کی فکر کرنے سے ہو سکتا ہے بلکہ اس لحاظ سے اگر کافر کو
دیکھے تو اوس پر بھی تکبر نہین ہو سکتا اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایمان لاوے اور ایمان ہی پر اوسکا خاتمہ ہو
اور عالم گمراہ ہو کر کافر مرے اور بڑا وہی ہے جو آخرت مین خدا کے نزدیک بڑا ہو اور جو شخص خدا کے

نزدیک دوزخی ہوا اور اوسکو معلوم نہوا اوس سے تیرہ میں کتا اور سور بہتر ہیں دیکھو حضرت عمر رضی
کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر میں
اللہ تعالی نے اونکو ایسا اسلام عنایت فرمایا کہ سوا حضرت ابوبکر رضی کے اور سب سے بہتر ہوے پس بندونکو
انجام کار پر نظر نہیں ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہیں اور تمام فضائل دنیاوی
خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان ہے کہ کسی پر
تکبر نکرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل میں یہ کہے کہ اسنے تو جہالت کے باعث خدا تعالی کی نافرمانی
کی اور میں نے جان بوجھکر نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو
یون کہے کہ یہ مجھسے زیادہ جانتا ہے میں اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر عمر میں بڑے کو
دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اسنے مجھسے پہلے اللہ کی اطاعت کی ہے میں اسکی برابر نہیں ہو سکتا اور اگر
چھوٹے کو دیکھے تو یہ تصور کرے کہ میں نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون
اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے معلوم نہیں شاید اسکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ
کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ مجھے میرے اختیار میں تو نہیں جیسے کہ ابتدا سے ہدایت
میرے قبضے میں نتھی غرض فکر خاتمہ سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنی یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا
اسی میں ہے کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزیں جو دنیا میں ہیں اور
جنکو کچھ قیام نہیں انمیں کچھ کمال نہیں اور ہر چند خطر خاتمہ کا متکبر میں اور جس پر تکبر کرتا ہے اوس میں
مشترک ہے مگر ہر ایک پر یہی لازم ہے کہ تمام ہمت اپنے نفس کی طرف مشغول ہو اور اپنے خاتمے کا
خوف کرے دوسرے کے خوف میں مشغول ہونا نچاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی ہمیشہ ہی
بدظن ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہے مثلا اگر بہت سے لوگ
قید میں ہون اور اونسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن مارنے کا حکم ہوا ہو
تو اونکو اس بات کی مہلت نہوگی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو تردد میں سب یکسان ہیں بلکہ
ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہیں ہونے دیتا گویا ساری مصیبت
اور خطر ایک ہی کے سر ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہے کہ بدعتی اور فاسق سے بغض للہ رکھو
اور تمہاری تقریر سے اونکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہے تو ان دونون باتون کا جمع
ہونا ضدین کا جمع ہونا ہے پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اکثر لوگون پر مشتبہ
ہو جاتی ہے کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے میں کبر نفس اور علم و

ورع کا غرور بھی شامل ہو جاتا ہے بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جہان
اونکے برابر کوئی فاسق بیٹھا اوسکو اپنے پاس سے ہٹا دیتے ہین اور کنارہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان
کرتے ہین کہ ہم نے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین یہ امر کبر باطن کی جہت سے شروع ہوا
جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل و رفساوی کا گذر چکا ہے اور وجہ شبہ ہونے کی یہی ہے کہ مطیع آدمی پر تکبر
کرنا تو ظاہر ہے کہ برا ہے اور اوس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہے مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا
معلوم پڑتا ہے کہ گویا خدا کیواسطے غصہ کیا ہے اور چونکہ غصہ خدا کیواسطے کرنا بہتر ہے اسواسطے بدعتی
اور فاسق پر کبر باوجود بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہے علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہے
اوسپر تکبر بھی کرتا ہے اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہے پس کبر اور غضب ایکدوسرے کے موجب ہوتے ہین
اور ایسے باہم مختلط ہین کہ انمین تمیز سوای توفیق یافتگان کے اور کسیکو نہین ہو سکتی پس اس مخمصے سے
نجات کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اونکو امر معروف اور بری بات سے
منع کرے تو تین باتین دل مین اوسوقت موجود ہونی چاہیین اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد
ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی آنکھون مین حقیر ہو جائے دوسرے یہ کہ جس بات سے
اپنے آپ کو فضیلت ہے یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اوسکو یہ خیال کرے کہ خدای تعالی
کے انعام و احسان سے مجھمین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اوس
باعث بڑا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہو سکتا ہے
کہ میرا خاتمہ برا ہوا اور اوس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر رکھنے سے تکبر
محفوظ رہیگا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولی
اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نہ چاہیے کیونکہ اوسکا حکم ہے کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفس
کے لیے مت کرو پھر غصہ مین یہ نہ سمجھے کہ مین بچ جاؤنگا اور یہ بدعتی ہلاک ہو جاویگا بلکہ اپنے نفس پر خوف
خفیہ گناہون کا جو خدای تعالی کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور اوسکے خاتمے کا حال
بھی معلوم نہین - اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کیواسطے
غصہ کرے وہ اوسپر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اوسکے رتبہ سے بڑھکر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے
ایک لڑکا اور ایک غلام ہے بادشاہ نے غلام کو لڑکے پر متعین کردیا ہے کہ اسکی حفاظت کرنا اور
جو حرکت خلاف ادب کرے اوسپر مارنا اور نامناسب فعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے
آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہے کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالائق کام کرے گا

اوسپر غصہ ہوگا اور منع کریگا اور مار یگا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہے کہ اوسنے حکم
کیا تھا اور اوسکی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہے اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بری لگتی ہے
یہ سب کچھ ہے مگر اوسپر تکبر نہیں کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ آقا کے سامنے جو اوسکا
رتبہ ہے وہ میرا کہاں ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہے اور تکبر اور چیز غصے کے لیے تکبر اور
ترک تواضع ضروری نہیں اسیطرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت میں
خدا کے نزدیک او نہین کی قدر زیادہ ہو اگر تقدیر میں اونکا خاتمہ اچھا لکھا ہے اور میری تقدیر میں
برا خاتمہ ہے جسکی مجھے خبر نہیں ہاں غصہ اوپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خدا تعالی کا حکم ہے اور
محبت الٰہی اسکی مقتضی کہ جو فعل اوسکی مرضی کے خلاف جس کسی سے سرزد ہوا اوسپر غصہ کرے اور
چونکہ اون شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت میں اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہے تو اس نظر سے
اونکے ساتھ تواضع کرے۔ دانا عالمون کا بعض اسیطرح ہوتا ہے کہ اوسمین خوف اور تواضع ملے
ہوتے ہیں اور مغرور اسکے برعکس ہین وہ اپنے نفس کیواسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین
اور انجام کا حال معلوم نہین واقع میں اونکو بڑی غلطی ہوئی ہے۔ تو جو لوگ گناہگار یا معتقد
بدعت ہین اونسے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور غلطی دور ہونے کا یہ طریق ہے۔ ساتوان سبب عبادت
اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے دل میں
تمام خلق کے ساتھ متواضع ہونا لازم کرے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ
رکھتا ہو اوسپر تو کسی صورت سے تکبر کرنا نہین چاہیے اسلیے کہ علم کی فضیلت بہت ہے چنانچہ
خدا تعالی فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي
اسیطرح بہت روایات اسباب میں ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علماء باعمل کی ہے
عالم فاجر کی فضیلت نہین پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ تمکو معلوم نہین إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
اور جسطرح یہ ہوسکتا ہے کہ علم کے سبب عالم سے بازپرس ہو اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ علم عالم کی نجات کا
وسیلہ اور اوسکے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین احادیث سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر
عابد آدمی سے پوشیدہ ہے اوسکو معلوم نہین ہوسکتا کہ عالم کا علم اوسکے حق میں کیسا ہوگا لہذا
اوسکو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو
عابد سے اچھا سمجھانے اسواسطے کہ گویا باعتبار حدیث فضیلت عالم کی اوسکو فضیلت ہے مگر اس

عتبار سے کہ خاتمے کا حال مشکوک ہے اس امر کا بھی احتمال ہے کہ عالم نزع کے وقت ایسا ہو جاوے
کہ ایک ہی گناہ کے سبب اوسکا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی برا ہو اور یہ اوس گناہ کو
خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا
خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف ضرور ہے اور اسیکا اونکو حکم ہے
دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہیں اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا ہے اور دوسرے کیواسطے
رجا اور انھیں باتوں سے تکبر سے بچا رہیگا۔ یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہے اور غیر عالم کی دو قسمیں ہیں
ایک تو مستور الحال اور ایک ظاہر حال جن لوگوں کا حال اپنیر منکشف نہیں اونپر بھی تکبر نچاہیے کیونکہ
شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہوں اور عبادت زیادہ کرتے ہوں اور خدا کے ساتھ محبت
زیادہ رکھتے ہوں اور جن لوگوں کا حال کہ عابد پر ظاہر ہے پس اون پر تکبر جبھی کر سکتا ہے جب یہ معلوم ہو
کہ اوسنے تمام عمر میں اون لوگوں کی نسبت گناہ کم کیے ہیں اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہوں کی نہ
اپنے گناہوں کی معلوم ہو سکتی ہے نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہیں
غیر ممکن ہے اور اسیلیے تکبر کرنا بھی بیجا ہے۔ ہاں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص نے ہماری نسبت
گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہیں مثلاً اگر کسیکو دیکھا کہ اوسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ
اوسکا گناہ سخت ہے مگر باوجود اسکے تکبر نچاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور
خیانت اور اعتقاد باطل اور وسوسہ خدا کی صفات میں یا اور اسیطرح کا گناہ سب اسکے نزدیک
بہت سخت ہیں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ عابد آدمی کے باطن میں کوئی ایسا گناہ ہو جاوے جس سے
وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت
للہی یا خوف یا تعظیم کے برروی کار آوے جو عابد میں نپائی جاوے اور خدای تعالی اوس طاعت کے
بدلے اوسکے گناہ معاف فرماوے اور اسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اوس فاسق کو اپنے نفس سے
بدتر سمجھا اور پھر دیکھے بہر حال فاسق کے بہتر ہو جانے میں امکان پایا جاتا ہے اور عابد کا برا ہو جانا
ایک احتمال ضعیف و بعید ہے لیکن احتمالات بعید جو اپنے مضر ہوں اونکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے اور
بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسلیے دوسرے کے حال کا فکر نہ چاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق میں خوفناک
اوسیکا فکر چاہیے کیونکہ اپنا گناہ دوسرا تو کوئی اوٹھانے سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا
عذاب ہلکا پڑیگا۔ ایسی باتیں سوچنے سے طبیعت تکبر کیطرف سے ہٹ جاتی ہے اور اپنے نفس کو
دوسرے سے بہتر نہیں سمجھتی۔ وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہے

جب اوسمین دس خصلتین ہوتی ہین اونمین سے نو بیان کرکے دسوین کو فرمایا کہ دسوین خصلت سے بزرگی کی پشتی ہوجاتی ہے اور بول بالا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سب آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اوسکے نزدیک آدمی دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو اوس سے افضل اور اعلی ہین اور ایک وہ جو اوس سے کمتر و ادنی ہین تو اوسکو دونون فرقون کے ساتھ تواضع چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہوجاؤن اور اگر کسی برے کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پاوے اور مین ہلاک ہوجاؤن اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو جو اوسکے حق مین اچھی ہے اور مین نجانتا ہون یا کوئی اور عمدہ عادت ہو کہ جسکے باعث اللہ تعالی اسپر رحم کرے اور توبہ قبول فرماوے اور اسکا خاتمہ اچھا ہو اور میری نیکی ظاہری ہے یہ میرے حق مین اچھی نہین اور جو طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہے اوسمین ہوسکتا ہے کہ کوئی آفت آگئی ہو جس سے اوسکا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اسطرح پیش آویگا تب اوسکی عقل پوری ہوگی اور اپنے وقت کا سردار ہوگا انتہی پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہوسکتا ہے اور قلم تقدیر بھی اوسکی شقاوت پر چل چکا ہے اوسکو تو کسی حال مین تکبر کرنا ہی نچاہیے اگر کسکو غلبۂ خوف ہوتا ہے تو ہر ایک شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے اور فضیلت اسیکا نام ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد ایک پہاڑ پر جا رہا اوسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جاکر اپنے لیے دعا کرا عابد اوسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہے اوسنے کہا کہ مین دن کو روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہون اور اوسمین سے کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہے مگر ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نکرے دوسری بار پھر خواب مین اوسکو حکم ہوا کہ موچی سے جاکر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہے جب آکر دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر پڑتا ہے مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین ہلاک ہوجاؤنگا تب عابد نے کہا کہ اسیوجہ سے یہ شخص مقبول ہے - اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ یعنی طاعات تو بجالاتے ہین مگر اونکے قبول ہونے کا بڑا خوف رکھتے ہین اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور فرمایا اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ اور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک ہین اور ہمیشہ عبادت مین مصروف اونکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین ہے يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ پس جب خوف اور حذر

جاتا رہتا ہے جبھی کبر سوجھتا ہے اور خاتمہ کے وقت غلبہ بیخوفی کا آپ کُھل جاتا ہی کبر کرنا ہی دلیل بیخوفی کی ہے اور کبر اور بیخوف ہونا دونون مہلک ہین اور تواضع دلیل خوف کی ہے جو باعث نجات ہے اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے دل مین کبر رکھتا ہو اور لوگون کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر مین اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اوتنی بھلائی اعمال سے نہو گی یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جاننا ظاہر کبر کو دل سے دور کرتا ہے انکے سوا اور کسی چیز سے نہین جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہے اور جھوٹا دعوی برائت کا کبر سے کرتا ہے جب کوئی بات آپڑتی ہے تو اپنی طبیعت ہی پر آجاتا ہے اور اپنے وعدے کو بھول جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کے لیے کافی نہین بلکہ اوسکا پورا کرنا عمل سے چاہیے اور پہچان کبر کی مواضع مین متواضعون کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہین مگر پانچ امتحانون سے اوسکے باطن کا حال معلوم ہوجاتا ہے پہلا امتحان یہ ہے کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ مین مناظرہ ہو اور اوسوقت طرف مقابل کی زبان پر امر حق جاری ہو پس اگر اس امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا مشکور رہونا اور بیان حق پر اوسکی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی مجھ مین کبر چھپا ہوا ہے اوسوقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج مین مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو اوسکی خست یاد دلاوے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سواے خداے تعالی کے اور کسی کی شان کے شایان نہین اور علاج عملی اسطرح کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہے اوسکو بزور قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد و ثنا طرف مقابل کی کرے اور اوسکا شکر گذار ہو کہ آپنے خوب بات نکالی مین اس سے غافل تھا خداے تعالی آپ کو جزاے خیر دیے غرضکہ دانائی کی بات مومن کی گمہوئی چیز ہے جب اوسکو پاوے تو جس شخص کے بتلانے سے ملے اوسکا شکر گذار ہو جب اسطرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اوسکی سرشت ہو جاویگی اور دل پر امر حق کا قبول کرنا گران نرہیگا ۔ اور جب تک آدمی کو اپنے ہمسرون کی تعریف گران گذرے جب تک کبر موجود ہے اور اگر تنہائی مین تو گران نہین معلوم ہوتی مجمع مین تعریف کرنا شاق ہوتا ہے تو اس صورت مین کبر تو نہین مگر ریا ہے اوسوقت ریا کا علاج کرے جیسا ہمنے پہلے لکھا ہے کہ لوگون سے طمع منقطع کرے اور دلکو یہ بات یاد دلاوے کہ اوسکا نفع اسیمین ہے کہ خود اوسمین کوئی کمال ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسطرح کی اور باتین جو ہمنے ریا کے علاج مین لکھی ہین سوچے اور اگر تنہائی اور مجمع مین دونون مین شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونون ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہو جانے سے کچھ فائدہ نہین جب تک کہ دوسرے سے بھی نہ بچے اسلیے دونونکا علاج چاہیے

کیونکہ دونون مرض مہلک ہین دوسرا امتحان یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے ساتھ محفلون مین
جمع ہو اور اونکو اپنے اوپر ترجیح دے اور اونکے پیچھے پیچھے چلے اور صدر جگہہ مین اونسے نیچے بیٹھے اگر یہ بات
نفس پر شاق ہو تو متکبر ہے اسپر مواظبت تکلف کرے یہان تک کہ اس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے
اس سے کبر بھی جاتا رہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطان کا فریب بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جوتیونکے
پاس بیٹھتا ہے یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی ارذل قوم کو بٹھلا دیتا ہے اور جانتا ہے کہ مینے
تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہے اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے
اور وہم کرتے ہین کہ ہمنے باوجود استحقاق کے اپنی جگہہ چھوڑ دی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار
تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے مگر اونسے دبا ہوا بیٹھے
اسطرح کا بیٹھنا کبر کی برائی دل سے نکالڈالتا ہے تیسرا امتحان یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اوسکو
قبول کرے اور رفقا اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہے کیونکہ
یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور اونپر بہت بڑا ثواب ہے پھر جو نفس اِنسے نفرت کرتا ہے
تو بجز اسکے کہ خبث باطنی ہے اور کوئی وجہ نہین ہے ایسی صورت مین اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو
اور جو معارف کہ ہمنے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین اون سب کو یاد کرے چوتھا امتحان
یہ ہے کہ اپنی اور اپنے گھر والون اور دوستون کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو
نمانے تو کبر ہے پھر اگر تنہائی مین شاق نہ گذرے تو ریا ہے بہر صورت کبر اور ریا دونون امراض دلی
مہلک ہین اگر اونکا تدارک نکیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگون نے دل کا علاج تو
بالکل چھوڑ دیا اور بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نکرین اونکو موت بیشک
آویگی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہین مل سکتی چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ[۱]
اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رض نے ایکبار ایک لکڑیون کا
بوجھہ اوٹھایا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ آپکے یہان تو غلام اور چاکر تھے جو یہ کام کرد
آپنے فرمایا کہ البتہ مین نے اپنے نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپکی ہمت کو
دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی کرلیا کہ سچا ہے یا جھوٹا اور
ایک حدیث شریف[۲] مین ہے کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہے
پانچوان امتحان یہ ہے کہ کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس اونپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین
ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رح رات کو ٹاٹ پہنتے تھے

[۱] [illegible]

[۲] [illegible]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اونٹ کو باندھے اور اون کا کپڑا پہنے وہ کبر سے بری ہے اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پہ کھانا کھاتا ہون اور اون کا کپڑا پہنتا ہون اور اونٹ کو باندھتا ہون اور کھانے کے بعد اونگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے پھرے وہ مجھسے نہین اور روایت ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ جمعہ مین اسواسطے حاضر نہین ہوتے کہ اونکے پاس کپڑے ویسے نہین آپنے صرف ایک عبا پہنکر لوگونکو نماز پڑھائی ۔ غرض یہ کہ جگہ ایسی ہوتی ہین کہ انمین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہوجاتے ہین جو خاص مجمع سے ہے اوسکا نام ریا ہے اور جو تنہائی مین ہو اوسکا نام کبر ہے اسکو خوب جان لینا چاہیے اسواسطے کہ جو شخص کو نہین جانیگا اوس سے نہین بچیگا اور جس کو نہ پاویگا اوسکا علاج مین نہ آویگا

دسوان بیان تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا ۔ جاننا چاہیے کہ اور اخلاق کے اس خلق کے بھی تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کیطرف کو جھکتا ہوا ہے اوسکا نام تکبر ہے اور ایک درجہ کمی کیطرف کو مائل ہے اوسکا نام خست و ذلت ہے اور درجہ اوسط کا نام تواضع ہے اور عمدہ یہ بات ہے کہ درجہ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ پہونچے کیونکہ خدا تعالی کے نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑھنا چاہتا ہے وہ متکبر ہے اور جو اونسے پیچھے رہنا چاہتا ہے وہ متواضع ہے متواضع مشتق وضع بمعنی رکھنے سے ہے یعنی اپنی قدر پہلی کسیقدر رکھدینے والا اور عالم اگر کسی موچی کیواسطے اپنی جگہ چھوڑ دے پھر اوسکے وقت اوسکی جوتیان سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے جاوے تو اوسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہے یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہے ہر ایک ذی حق کو اوسکا حق دینا چاہیے اسطرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہے یا جو شخص اپنے رتبے کے قریب ہو اور بازاری کے لیے عالم کی تواضع اسیقدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہو کر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ دعوت کرے تو قبول کرے اوسکی حاجت مین حتی الوسع سعی کرے اوسکے لیے متکبر ہو جاتے اپنے آپکو اوس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اوسکی نسبت زیادہ خائف رہے اوسکو نظر حقارت سے نہ دیکھے کیونکہ اپنا اور اوسکا خاتمہ معلوم نہین ۔ حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کے لیے اپنے برابر والون اور کمتر والون سے تواضع کیا کرے تاکہ عمدہ تواضع کا عادی ہو کر آسان ہوجائے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم ہوگا تب خلق تواضع اسمین ہوجاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کریگا تو متکلف کہلاویگا متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق وہی ہوتا ہے جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور

[illegible]

[illegible]

اگر سہولت اس درجے کو پہونچے کہ اپنی قدر کی رعایت مشکل پڑجاوے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جاوے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے اس صورت مین تجھے ایک اپنے نفس کو برتری دینی چاہیے یہان تک کہ درجہ وسط حاصل ہولیسلیے کہ ایماندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہین اور درجہ وسط جسکو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے اس خلق اور اخلاق مین بہت باریک ہے مگر مائل ہونا اسکی طرف یعنے خوشامد کیطرف بہ نسبت زیادتی یعنی تکبر کے جانب کے آسان ہو جیسے مال مین اسراف کیطرف مائل ہونا بخل کی نسبت لوگون کے نزدیک اچھا ہی حد سے زیادہ اسراف ورحد سے زیادہ بخل دونون مذموم ہین اور ایک دوسرے سے برائی مین بڑھکر ہین اسیطرح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم ہین اور ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ برا ہے اور بہتر میانہ روی ہی اور سب امور کو انکے درجہ ہی جگہ مین رکھنا جیساکہ شریعت و عادت حکم دے اب اخلاق کبر و تواضع کو اسیقدر پر کفایت کرتی ہین

فصل دوم بیان عجب مین اس فصل مین پانچ بیان ہین **بیان اول** عجب کی مذمت عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا اسکو سبیل انکار ذکر فرمایا ہے کہ تعجب اچھا نہ تھا اور فرمایا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا اس آیت مین کفار پر قلعون و شوکت سے عجب کرنے کا انکار ہے اور فرمایا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کیطرف رجوع کرتا ہے اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس عمل مین خطا ہے اوسپر عجب کرتا ہے جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ اور حضرت ابو ثعلبہ رضہ سے اثناء ذکر آخر اس امت مین ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہوای نفسانی کا اتباع اور اہل رائے کی خود رائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہوجائیو۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ دو باتون مین تباہی ہے ایک نا امید ہونا اور دوسرے عجب۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتون سے ملتی ہی ایک طلب و کوشش دوسرے مستعد ہونا اور نا امید آدمی سعی و طلب نہین کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ مین سعید ہون اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل اور امر محال کو کوئی طلب نہین کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہے اسلیے اوسکی تحصیل سے باز رہتا ہے اور نا امید کے نزدیک سعادت کا ملنا محال ہے اسلیے عاجز ہے اسلیے حضرت ابن مسعود رضہ نے ان دونون کو مہلک بتایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ ابن جریج اسکے معنی یون فرماتے ہین کہ

جب آدمی کوئی امر نیک کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا۔ اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکوکار ہین اور یہی معنی عجب کے ہین۔ جنگ احد مین حضرت طلحہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے کہ آپ محفوظ رہین اور تیری ضرب لگے یہان تک حضرت طلحہ کی ہتھیلی زخمی ہوئی چونکہ اونسے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر فدا کر دیا تھا اس نظر سے اونکی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی اونکے اس عجب کو حضرت عمر رض نے فراست سے معلوم کرکے فرمایا کہ جب سے طلحہ رض کی اونگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہے تب سے اونمین عجب معلوم ہوتا ہے اور شوریٰ کے وقت جب حضرت ابن عباس رض نے حضرت عمر رض سے ذکر حضرت طلحہ رض کا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اوس شخص مین بڑی نخوت ہے تو مقام غور ہے کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان پتا ہے۔ مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر مین رات بھر سونے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہون تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَخَشِيْتُ عَلَيْكُمْ مَا هُوَ اَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ الْعُجْبُ الْعُجْبُ اس حدیث مین آپ نے عجب کو سب گناہون سے بڑا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے اسلیے انکا حال ایسا ہوگیا تھا کہ انکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپکے پیچھے دیکھتا رہا آپنے سلام پھیر کر اوس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کر کیونکہ ابلیس خبیث نے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اوسکا مآل جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اور حضرت عائشہ رض سے کسی نے پوچھا کہ آدمی برا کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى من یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے کے بڑے جاننے کا ہے اور کسی عمل کا بڑا جاننا یہی عجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعاً برا ہے

دوسرا بیان عجب کی آفت کے ذکر مین - از انجا کہ حسب مذکورۂ بالا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہے اسلیے عجب سے کبر پیدا ہو کر اوس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین تو بندون کے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھیے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہونکا بھول جانا کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے اب کچھ پروا نہین رہی کہ اوسکی تلاش کرون تو نسیا منسیا کر دیتا ہے اور اگر کسی گناہ کو یاد کرتا ہے تو اوسکو صغیرہ جانتا ہے اوسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہے کہ یہ تو معاف ہو جاویگا۔ اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور انپر

خوش ہونا اور اونکے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اوسی کی توفیق و
قدرت سے یہ عمل کیا ہے پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہے تو اوسکی آفات سے اندھا
ہو جاتا ہے اور جو شخص آفات اعمال کو نہ جانے اوسکی اکثر سعی ضائع ہو جاتی ہے مثلاً اعمال ظاہری
اگر پاک و صاف و خالص از آمیزش نہوں تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اوسیکو ہوتی ہے
جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنے رب پر مغرور ہوتا ہے اور عذاب الٰہی سے مامون
جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہے اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہے یعنی وہ عمل کہ
خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور عطایا میں سے ہیں اونکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے اور اسی
عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد و ثنا و تزکیہ کرتا ہے اور جب اپنی رای اور عمل و عقل پر عجب ہوتا ہے
تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہے اپنی ہی رای پر اصرار کرتا ہے اپنے سے
زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہے اور اکثر رای خطا ہی پر عجب کرکے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے
کہ یہ بات ہمارے دل میں گذری اور اگر دوسرے کے دل میں آتی تو خوش نہ ہوتا اسیوجہ سے اصرار
اور تکبر کرتا ہے اور کسی نصیحت و وعظ والے کی بات نہیں سنتا بلکہ دوسروں کو جاہل کیطرح دیکھتا ہے
اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہے اگر یہ رای امر دنیاوی میں ہوتی ہے تو تکمیل مرام سے محروم رہتا ہے
اور اگر امر دینی میں خصوصاً عقائد میں ہو تو اوس سے ہمیشہ کیواسطے تباہ ہوتا ہے اور اگر اپنی رای پر
اعتماد نہ کرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کرنیکے واسطے علماء دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور
اہل بصیرت سے پوچھتا تو حق تک پہنچ جاتا غرض اسطرح کی خرابیاں عجب سے ہوتی ہیں اور اسلیے
عجب کو مہلکات میں سے جانتے ہیں اور سب میں بڑی آفت عجب کی یہ ہے کہ آدمی اس گمان سے
کہ میں مطلب کو پہونچ گیا اور بے پروا ہو گیا سعی میں سستی کرتا ہے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ [illegible]
تیسرا بیان عجب اور نازکی حقیقت اور اوسکی تعریف واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف میں ہوتا ہے
جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال میں جانتا ہے اوسکی دو حالتیں ہیں
اول تو یہ کہ اوس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھن جانے یا متغیر ہونے کا خوف اوسکو لگا ہو تو ایسی حالت
میں آدمی معجب کہلاویگا دوسرے یہ کہ اوسکے زوال کا تو خائف نہیں مگر چونکہ اوسکو نعمت من جانب اللہ
جانتا ہے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے تو ایسا شخص
بھی معجب نہیں اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہے جسکا نام عجب ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو خوف زوال ہو
اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال و رفعت خدا تعالیٰ کی نعمت و عطا ہے بلکہ اس وجہ سے

اطمینان وفرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے اور میرا ہی وصف ہے اور مین نے ہی اسکو پیدا کیا ہے
ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت من جانب اللہ ہے جب وہ چاہیگا چھین لے گا
تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہے کہ نعمت کو بڑا جانے
اور اوسپر مطمئن ہو اور اوسکا منعم کیطرف منسوب ہونا یاد نہ رکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ
کرے کہ نفس مین یہ جمجاوے کہ خدا پر میرا حق ہے اور اوسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہے کہ اپنے عمل کی
پاداش مین مجھے دنیا ہی مین توقع بڑائی کی ہے اور بعید ہے کہ مجھے کوئی آسیب پہونچے جیسا اور
بدکارونکو ہوتا ہے تو اس حالت کا نام ادلال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہے گویا عجب کیا کرتا ہے
اپنے نفس کا نازبردار خدا کو سمجھتا ہے اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوتی ہے کہ آدمی کسیکو کچھ چیز دیتا ہے
اور اوسکو بڑا کام سمجھتا ہے اور اوسپر احسان کرتا ہے اس بات سے تو صرف عجب ہوتا ہے لیکن اگر
اس سلوک کے بدلے مین اوس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اوس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر
اوسکی حاجتون مین تنہا ہی نکرے تو اس بات کو بعید جانے تو اسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضی
اس آیت کی تفسیر مین ولا تمنن تستکثر فرمایا ہے کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین ہے
کہ نماز ناز کرنے والے کی اوسکے سر سے اونچی نہین اوٹھتی اور اگر آپ ہنسے اور اپنی خطا کا مقر ہو
تو اس بات سے بہتر ہے کہ روے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ ادلال کا مرتبہ عجب کے بعد ہے
ادلال وہی کریگا جو عجب کریگا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف
نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہے اسمین یہ شرط نہین کہ توقع جزا کی
بھی ہو اور ادلال بے توقع جزا کے نہین ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب
قبول نہوئی تو دل مین برا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر ادلال کرنے والون مین ہوگا کیونکہ فاسق کی
دعا نہ قبول ہونے سے تعجب نہین کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہے یہ ہے بیان

عجب اور ادلال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

چوتھا بیان عجب کے مجمل علاج مین جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہے کہ جو اوسکا سبب ہو
اوسکی ضد سبب کے مقابل کیجاوے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہے اسلیے اوسکا علاج
وہ معرفت ہوگی جو اوس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو ایسے فعل سے ہوتا ہے جو بندے کے
اختیار مین ہو جیسے عبادت اور صدقہ اور عزت اور خلق کی سیاست و اصلاح یا ایسی چیزون سے
ہوتا ہے جنمین اوسکو اختیار نہو جیسے جمال اور قوت اور نسب وغیرہ اور انکی صورت اول مین

زیادہ عجب ہوا کرتا ہے بہ نسبت دوسری کے اسلیے ہم اوسکی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ آدمی
جو ورع اور تقوی اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہے تو دو اعتبار سے یہ عجب ہو سکتا ہے
ایک تو یہ کہ معجب اوس عبادت وغیرہ کا محل ہے اور ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اوسنے کیا ہے
اور اوسکی قدرت و اختیار سے ظہور مین آیا ہے پس اگر اعتبار اول سے عجب ہے تو محض جہالت ہے
اسواسطے کہ محل اور مکان کو کچھہ دخل ایجاد اور تحصیل عمل مین نہین وہ ایک مطیع و مسخر چیز ہے کہ دوسرے
کے قابو مین رہتی ہے تو ایسی چیز پر کسطرح عجب کرتا ہے جسکا اختیار اپنے ہاتھ مین نہین اور اگر دوسرے
اعتبار سے عجب کرتا ہے یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادے پر منحصر تھا اور میرے اختیار و قدرت
سے کمال کو پہونچا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جن سے عمل
پورا ہوا کہان سے میرے پاس آئے پس اگر یہ سب چیزین خدا کی نعمت سے ہین کہ بلا کسی سابقہ حق
اور وسیلے کے عنایت ہوئی ہین تو چاہیے کہ عجب خدا کے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جنے ایسا
انعام کیا جسکا یہ مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ و سابقہ کے دوسرے بندون پر اوسکو ترجیح دے مثلا اگر بادشاہ
اپنے غلامون کو دیکھے اور اونمین سے ایک کو خلعت دے اور اوسمین نہ کوئی وصف ہو نہ جمال
نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اوس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجھکو
بخشی اور اورون پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال بندہ پروری ہے اور اپنے نفس پر عجب کرنا
بے معنی ہے اوسکو ہرگز نہ چاہیے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا
عادل ہے ظلم نہین کرتا نہ بے سبب تقدیم و تاخیر کسیکی کرتا ہے اگر اوسنے مجھہ مین کوئی صفت اچھی
نہین سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ وہ صفت جو تجھہ مین ہے وہ
بادشاہ کی عطا سے ہے کہ تجھی کو عنایت کی اور کسیکو نہین دی یا کسی اور شخص کیطرف سے ہے
اگر وہ عطا سلطانی ہی ہے تو تجھکو عجب کرنا نچاہیے بلکہ اوسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلا پہلے
تجھکو گھوڑا دیا تو تونے عجب نکیا جب اوسنے مثلا غلام دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے
پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگون کے پاس گھوڑا نتھا اسواسطے
اونکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اوسی نے دیا ہے اسمین کیا فرق ہوا کہ دونون اکٹھے
دیدیتا یا ایک پہلے دیا ایک پیچھے جب ہر ایک اوسکی دہش ہے تو تجھکو چاہیے کہ اوسکے فضل و کرم کا
عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ وصف دوسرے کی عطا ہے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اوس پر عجب
کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا مین سے نہین مگر یہ بات دنیا کے بادشاہون مین ہو سکتی ہے بادشاہ حقیقی کی

مقابل نہین بن سکتی وہ تو سب چیزون کا پیدا کرنے والا ہے موصوف و صفت سب اوسیکی ایجاد سے
ہین مثلاً اگر آدمی عبادت پر اسوجہ سے عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ
مجھکو محبت الٰہی تھی تو ہم پوچھتے ہین کہ تیرے دل مین محبت کس نے پیدا کی ہے تو ضرور یہی کہے گا کہ
خدا نے پیدا کی ہے تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونون خدا کی نعمتین ہین کہ تجھکو بے استحقاق اور بے وسیلے
عنایت فرمائین تو عجب اوسکی نعمتون پر چاہیے کہ اول اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اوسمین
صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت
کو جمال پر اور تونگر کو مال پر عجب کرنا بیمعنی ہے کیونکہ سب نعمتین اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہین اور اوسکا جوہر
صرف ان نعمتون کا محل ہے اور وہ بھی اوسیکے فضل و جود سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے ہین
اوسپر توقع ثواب کی رکھتے ہین تو اگر وہ کام ہمارا نہین تو ثواب کی توقع کیسی ہے اگر وہ کام بسبیل اختراع
خدا کا مخلوق ہے تو ہمکو ثواب کیون ملتا ہے اور اگر وہ ہمارا ہے اور ہماری قدرت سے ہوا تو اوسپر
ہم عجب کیون نہ کرین اور سے کیسے بھول جائین تو اسکا جواب دو طرح پر ہے ایک جواب تو حق صریح ہے
اور دوسرے مین کچھ مسامحت ہے حق صریح تو یہ ہے کہ آدمی اور اوسکی قدرت و حرکت اور ارادہ اور سب
چیزین خدا کی مخلوق اور اختراع کی ہوئی ہین تو جب کبھی جو عمل کرتا ہے خواہ نماز پڑھتا ہے یا خاک پھینکتا ہے
تو وہ نہین کرتا بلکہ خدا کرتا ہے چنانچہ اسکی تصدیق وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ
مین موجود ہے اور یہی بات درست ہے اہل دل کو اسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ آنکھ کے دیکھنے سے
بھی زیادہ ہے اول خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا پھر اوسکے اعضا کو پھر اعضا مین قوت اور قدرت
اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اوسکے لیے پیدا کیے اور ارادے کو پیدا کیا اگر آدمی چاہے کہ ان چیزون
مین سے کوئی خود اپنے نفس مین سے دور کرے تو نہین کرسکتا پھر اعضا مین حرکات پیدا کین وہ
بھی اپنے اختراع سے بنائین اونمین کچھ شرکت انسان کی نہین مگر اتنی بات ہے کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو
بترتیب پیدا کیا مثلاً حرکت جب پیدا کی جب عضو مین قوت پیدا کر چکا اور دل مین ارادہ اور ارادہ جب
پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اوسوقت پیدا کیا جب اوسکا محل یعنی دل پیدا کر لیا تو یہ ترتیب
جو خدا تعالیٰ نے پیدائش کے باب مین رکھی کہ ایک چیز کو دوسرے کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال
ہوتا ہے کہ مین خود موجد اپنے عمل کا ہون اور حالانکہ یہ غلطی ہے اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے
پیدا کیے ہوے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہے باب الشکر مین لکھی ہے اسلیے کہ یہ مضمون اوسی جگہ کے
مناسب تھا جسکی طبیعت چاہے وہان دیکھے اب ہم دوسرے جواب کو جسمین تھوڑی سی مسامحت ہے

یعنی تو نے نہین پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲

لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ آدمی اگر یہ جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہان سے آئی
عمل کا ہونا بدون وجود عامل اور خود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہین ہو سکتا اور یہ سب چیزین
خداے تعالیٰ کی طرف سے ہین آدمی کی جانب سے نہین اگر عمل قدرت ہی سے ہوا ہے تو قدرت صرف
بطور کنجی کے ہے اور وہ خدا کے قبضے مین ہے جب تک کنجی نہین ملے گی انسان عمل کسطرح کریگا کیونکہ
عبادات سعادت کے خزانے ہین اور اونکی کنجیان قدرت اور ارادہ اور علم مین جو خداے تعالے کے اختیار
مین ہین فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ مین نظر پڑین جسکی کنجی کسی محافظ کے
پاس ہے پس اگر اوسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہوگے تو لینا تو کیا معنی اشرفی
وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کر دے تو بہت سہولت سے اشرفیان نکال سکوگے
کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لیلین اب ہم پوچھتے ہین کہ محافظ نے جو تمکو کنجی حوالہ کی اور قفل
مسلط کر دیا اور اختیار مین چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر
عجب کروگے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کروگے ہمین تو شک نہین کہ محافظ کے ممنون احسان
ہوگے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی تو محنت چندان نہین سب معاملہ کنجی ملنے پر تھا۔ اسیطرح جب قدرت
دی گئی اور ایکا ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت مین آئے اور موانع اور عوائق دور
ہوے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فروگذاشت کیا گیا تب مطیع کو
عمل کرنا آسان ہوا اور باعث کا حرکت مین آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب
من جانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیاری نہ تھی پس تعجب ہے کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکے
سبب سے یہ سب کچھ ہوا اوسکے فضل وجود پر عجب نکرے کہ اوسنے کسطرح اوسکو فاسقون پر ترجیح دی
کہ اون پر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا اونکے لیے دوست اور صحبتی برے برے
ٹھہراے اور اس سے دور رکھے اونکے واسطے اسباب شہوات و لذات مہیا کیے اور اس سے
علیحدہ رکھے اونسے خیر کے باعث علیحدہ رکھے اور اسکے لیے مہیا کیے یہانتک کہ اونکی شر کی ہو بھی
اور اسکی خیر کی اور باایں ہمہ یہ باتین جو کین تو کوئی وسیلہ سابقہ اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم
فاسقون کیطرف سے نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اوسکے فضل سے ہے
اور گناہگار کو جو بعد اور شقاوت ملی وہ بھی اوسکے عدل سے تو جب آدمی اس حال کو جانکر عجب
کرے تو بڑے تعجب کی بات ہے پھر جس عمل پر کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہے اوسکے لیے بھی
خداے تعالیٰ ایک ایسا شوق اوسمین پیدا کر دیتا ہے کہ اوسکے خلاف نہین کر سکتا تو اگر واقع مین انسان ہی

کسی فعل کا فاعل ہے تو گویا مضطر ہو کر اوس فعل کو کرتا ہے اسی جہت سے شکر و احسان اوسیکو سزاوار ہے جسنے انسان مین شوق اوس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور باب توحید و توکل مین بیان کیا جاویگا کہ اسباب و مسبب مسلسل ہین اور اونسے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہے کہ جس شخص کو خدا تعالی نے عقل مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم توانگر کے حال سے تعجب کر کے کہتا ہے کہ باوجودیکہ مین عاقل و فاضل ہون خدا نے مجکو ایک دن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل و جاہل ہے اسکو اتنی نعمت دنیا کی عنایت کی اور یہ اوسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہے کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اوس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خدا تعالی اسکو رزق اور مال دونون دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ الٰہی تونے اوسکو دونون چیزین دین مجھکو دونون سے محروم رکھا مجکو بھی دونون خواہ ایک دی ہوتی اوریہی طرف اشارہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول مین جب اونسے کسینے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ عاقل مفلس رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر عجب یہ ہے کہ فقیر عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہے اگر اوس سے کہا جاوے کہ تیرا دل چاہے تو اپنی عقل و مفلسی کا اوسکی جہل و توانگری سے عوض کر لے تو اسکو ہرگز نہ مانے گا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالی کی نعمت اوسی پر زیادہ ہے پھر تعجب کیون کرتا ہے اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہے تو تعجب کی راہ سے کہتی ہے کہ میرا ایسا جمال تو بے زینت رہے اور یہ بھونڈی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ مال کے عوض اوسکو خوبصورتی عنایت ہوئی اور اگر اوس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال و افلاس کو اختیار کر یا بدصورتی اور توانگری کو تو جمال ہی کو پسند کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت الٰہی اوسپر بڑھکر ہے اور جو شخص مفلس دانا و عاقل ہو کر اپنے دل مین کہے کہ الٰہی تو نے دنیا سے مجھے کیون محروم رکھا اور جاہلون کی مرحمت کی تو اوسکا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی بادشاہ کسیکو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے کہ جہان پناہ مجکو آپ غلام کیون نہین دیتے میرے پاس تو گھوڑا ہے بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا تجھے نہ دیتا تب تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نہ کرتا فرض کرے کہ مین نے تجھے گھوڑا نہ دیا کیا میری ایک نعمت کہ دوسری کا ذریعہ کرتا ہے کہ میری ہی نعمت کو دوسری کیواسطے حجت گردانتا ہے اسطرح اوہام جاہلون کو ہوا کرتے ہین اور اون سب کا منشا جہل ہے اور یہ وہم اسطرح جاتا ہے کہ یقینا جان لے

کہ بندہ اور اوسکے عمل اور اوصاف سب من جانب اللہ نعمت ہین اور بے استحقاق سے ملے ہین اس علم سے
عجب اور ادلال جاتا رہتا ہے اور خضوع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل ہونے کا دل مین سماتا ہے
اور جو اسطرح سمجھیگا وہ اپنے علم و عمل پر عجب نکریگا اسواسطے کہ جانیگا کہ سب من جانب اللہ ہین اور
اسیواسطے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین فخریہ عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی
نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین سے شب بیدار نہو اور نہ کوئی روز ایسا آتا ہے کہ کوئی اونمین سے
روزہ دار نہو اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی عابد
آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خداے تعالے نے اونپر وحی بھیجی کہ یہ باتین اونمین
کہان سے ہین جو میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے اوپر نہوتی تو تجھکو کچھ طاقت نہوتی
اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑونگا حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ
گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کیطرف نسبت کرکے فخر بیان کیا یہان
تک کہ خداے تعالی نے اونکو اونکے نفس پر چھوڑدیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک
روایت مین ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھسے
دعا مانگتے ہین بطفیل حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا کیونکر [illegible] ارشاد ہوا کہ مین نے
اونکو جانچا تو اونہون نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان کرے تو مین بھی صبر کرونگا ابھی ضمنًا
ادلال اونمین اوس وقت پایا جاتا ہے حکم ہوا کہ مین نے اونکا امتحان جو لیا تھا تو نہین بتایا تھا کہ کس
چیز مین امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کس مہینہ اور کس دن مین لونگا اور تجھے کہے دیتا ہون کہ اسی
برس اور اسی مہینے مین کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے باب مین لونگا بچا رہنا پھر جو کچھہ اس معاملے
مین آپ سے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہے - اسیطرح جب حنین کی لڑائی مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی قوت و کثرت پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی
کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسون پر چھوڑ دیے گئے اور انجام یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید مین
ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ اور ابن عیینہ رح روایت کرتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام
نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجھکو اس بلا سے امتحان کیا ہے میرے اوپر جب کوئی
واقعہ گذرا ہے تو مین نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہے پس ایک ابر مین سے دس ہزار
[illegible] بات تجھکو کہان سے حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے

سر پر ڈالکر عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تجھی سے عنایت ہوئی اول بھولے ہوئے سے نکلے پھر رجوع کرکے اپنے صبر کو منسوب خداے تعالیٰ کی طرف کیا اور اسی سے خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَازَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا اور حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب رضؓ کو جو سب لوگوں سے افضل تھے فرمایا کہ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ یُّنْجِیْہِ عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضؓ باوجود صفاے اعمال و قلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس ہیں یا پرند ہوتے تو خوب تھا پس بصیرت والے سے اپنے عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہ ہونا بہت بعید ہے یہ علاج عجب کا جس کا [illegible] اور جب [illegible] غالب ہو جاتا ہے تو خوف سلب نعمت کا اوسکو عجب نہیں کرنے دیتا بلکہ جب کافروں اور فاسقوں کو دیکھتا ہے کہ بلا کسی گناہ سابق اونسے نعمت ایمان و طاعت چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کرکے کہتا ہے کہ جس ذات کو یہ پروا نہیں کہ بے گناہ محروم کردے اور بدون وسیلہ عنایت کرے اوسکو اسکی کہاں پروا ہے کہ دیکر لیلے ایسا اکثر ہوا ہے کہ مومن مرتد ہو گیا اور اسیطرح شخص فاسق ہو کر خاتمہ اچھا نہ ہوا اسطرح خیال [illegible] اسکے [illegible] میں عجب آنے نہ دیگا واللہ اعلم

پانچواں بیان اون چیزوں کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہے اور جدا جدا ہر ایک کا علاج

واضح ہو کہ جن اسباب سے تکبر ہوتا تھا اونہیں سے عجب بھی ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب ایسی چیز سے بھی ہوتا ہے جس سے تکبر نہیں ہوتا مثلاً اپنی رائے اغلاط سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی معلوم ہوتی ہے اس لحاظ سے جن چیزوں سے عجب ہوتا ہے وہ آٹھ قسم ہیں اول یہ کہ اپنے جمال اور صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا اور متعلقات بدن پر عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی پر التفات کرکے بھول جاوے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال میں ہے اور علاج اوسکا وہی ہے جو ہم نے جمال کے باعث کبر ہونے کے باب میں لکھا ہے یعنی اپنی ابتدا اور انتہاے امر کی ناپاکیوں کو سوچے اور سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہو گئے اور قبروں میں اونکے بدن ایسے بدبو ہو گئے کہ طبیعت کو اونسے نفرت ہو گئی ہے

خاک اونھوں کا بستر ہوا اور سر کے نیچے پتھر ہے ۔۔ آہ وہ شکلیں پیاری پیاری کیسے چاؤ سے پلیاں تھیں

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جنکا حال قرآن مجید میں خداے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً اور جسطرح عوج اپنی قوت پر اعتماد کرکے ایک پہاڑ کو اوٹھا کر چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پھینک دے کہ سب اوسکے تلے دب جائیں مگر خداے تعالیٰ کے

حکم سے چند پرندون نے جنکی چونچ نرم ہوتی ہے اوس پہاڑ مین اسطرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اوسکی
گردن کا طوق بنگیا - اور کبھی ایماندار بھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے
مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مین ایک رات مین سو عورتون کے پاس جاونگا اور لفظ انشاء اللہ نکہا
اسکے پاداش مین جو اُنکا ارادہ تھا یعنی لڑکے کا ہونا اوس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داود علیہ السلام
کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب کے
باعث آدمی لڑائیون مین گھس جاتا ہے اور اپنی جان کو خرابی مین ڈالدیتا ہے اور جو شخص اوسکی ایذا
کے درپے ہوتا ہے مار پیٹ مین سبقت کرتا ہے اور اس عجب کا علاج وہی ہے جو ذکر ہوا یعنی یہ
سمجھے کہ ایکدن کی بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہو جاتی ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا تعالیٰ عجب کے
باعث کوئی ادنیٰ آفت مجھپر مسلط کر دے اور زور و زور کرنے تیسرے یہ کہ اپنی عقل و کیاست پر عجب
کرے کہ بہت دقیقہ رس اور دنیا و دین کی مصلحتون کو خوب سمجھتا ہون اور اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ
اپنی رائے پر اصرار کرنے لگتا ہے اور جو شخص اوسکی رای کے خلاف کہے اوسکو جاہل تصور کرتا ہے
اور کسی سے مشورہ نہین لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی رای کے سامنے
اونکی حاجت نہین سمجھتا ہے بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مبداء فیاض سے
اسکو عقل عطا ہوئی ہے اوسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنیٰ مرض میرے دماغ مین ہو جاوے
تو وسواس و جنون ایسا ہو جاویگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر مین عقل پر عجب کرون اور شکر خدا بجا
نہ لاؤن تو کیا بعید ہے کہ عقل سلب ہو جاوے اور چاہیے کہ اپنی عقل اور علم کو کم نہ سمجھے کہ مجھکو کچھ تھوڑا ہی
آتا ہے گو زیادہ ہی پڑھا ہوا اور یہ جانے کہ جتنا لوگون کو معلوم ہے اوسقدر مجھے معلوم نہین تو جو
بات اور لوگون کو بھی نہین معلوم ہو اوس سے تو بطریق اولیٰ جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بھی واقفی اور
نقصان کی تہمت لگانے اور احمقون کا حال دیکھے کہ اپنی عقلون پر کیسے عجب کرتے ہین اور لوگ
اونپر ہنستے ہین تو خوف کرے کہ کہین مین بھی ویسا ہی نہون اور مجھے نہ معلوم ہو اسواسطے کہ جس
شخص کی عقل مین قصور ہوتا ہے اوسکو اپنا قصور کبھی نہین معلوم ہوتا اسیلیے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار
عقل کو پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپ کو معلوم نہین ہوسکتی اور
دشمنون سے معلوم ہوگی نہ دوستون سے کیونکہ جو شخص موںہہ دیکھی بات کہتے ہین وہ تعریف کرینگے
اس سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اوسکے گمان مین جو بات اوسکے نفس مین بہتر ہوگی اور عجب کے
باعث نفس کی جہالت سمجھا جائیگا جو سمجھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدون کو عجب ہوتا ہے

اور خیال کرتے ہین کہ شرف نسب اور آباء کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہو جاویگی اور بعض یہ
خیال کرتے ہین کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہین اور اوسکا علاج یہ ہے کہ یون جانے کہ جب مین نے
افعال اخلاق مین اپنے بڑون کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ مین اونکے درجے کو پہونچ گیا تو یہ
جہالت ہے اور اگر اونکی پیروی کا دعوی ہے تو اونمین عجب کہان تھا اونمین تو خوف در اپنے آپ کو
حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت کرنی وغیرہ باتین تھین اور اونکو شرف طاعت اور علم
اور عمدہ خصلتون سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو تمکو بھی وہی شرف حاصل کرنا چاہیے جو اونمین تھا ورنہ
نسب مین تو آخر جنکی اولاد مین اپنے اکابر تھے اونکی اولاد مین بہت سے قبائل ایسے ہین جو ایمان خدا
اور روز جزا پر نہین رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی برے ہین چنانچہ اللہ تعالے
فرماتا ہے قلہ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى یعنی تمھارے نسبون مین کچھ فرق نہین
سب کی اصل ایک ہی ہے پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا پھر فرمایا
کہ شرف تقوی سے ہے نہ نسب سے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپنے یہ جواب ارشاد
نفرمایا کہ جو میری نسل مین ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے زیادہ اوسکی تیاری
کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ تھی کہ حضرت بلال رض نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث
بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اوسوقت یہ حکم ہوا
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالی نے
تم لوگون کا کبر دور کر دیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنا ہے - اور ایک حدیث شریف مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت قریش قیامت مین اور اعمال تو لوگ نہین لاوینگے
تم لوگ دنیا کو اپنی گردنون پر لاد کر لاؤگے اور محمد محمد پکاروگے مین بھی ایسا ہی جواب دونگا یعنی تم سے
مونہہ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف میل کروگے تو تمکو نسب قریش مفید نہوگا
اور جب یہ آیت اوتری وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ آپ نے سب کو ایک ایک کرکے پکارا
یہان تک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبد المطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے
واسطے آپ عمل کرو بیشک جانو کہ مین تمکو کچھ خدا سے بچا نہ دونگا تو جو شخص ان باتون کو جانیگا اور تصور کریگا
کہ جسقدر تقوی کرونگا اوسیقدر شرف پاؤنگا اور میرے بزرگون کی عادت بھی تواضع کی تھی تو ضرور
تواضع اور تقوی مین اونھون کی اقتدا کریگا ورنہ اپنے نسب کو اپنی زبان حال سے برا کہے گا -

۳۳ ابو داؤد و ترمذی بروایت ابوہریرہ

طبرانی بروایت عمران بن حصین بسند ضعیف

کیونکہ منسوب تھے اچھے لوگون کیطرف ہوگا اور تواضع اور تقویٰ اور خوف مین اون جیسا نہوگا تو گویا فرع
کے بُرا ہونے سے اصل کی بُرائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس
قول کے کہ مین تمکو خدا سے کچھ نہ بچاونگا حضرت فاطمہ رض اور حضرت صفیہ رض سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم
دونون کو مجھسے قرابت ہے اوسکا حق ادا ہونگا اور قوم سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع
رکھتے ہو اور عبد المطلب کی اولاد توقع شفاعت نکرین تو ان دونون حدیثون سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت مین اپنے قرابت والون کو خاص کرینگے اور یہین لحاظ سیدون کو
بھی توقع سفارش ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہے اور کہتا ہے

ے لبت جنبان پے شفاعت ما		منگر بر گناہ و طاعت ما

اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا ہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپکی شفاعت کا متوقع ہو
لیکن خدا کے غضب مین اگر مبتلا ہوا تو پھر کسیکو اوسکی شفاعت کی اجازت نہین شفاعت کے اعتبار
سے گناہ کی دو قسمین ہین ایک تو ایسے گناہ جو موجب غضب الٰہی کے ہین اونکی شفاعت کے لیے
اجازت نہوگی اور ایک اوس قسم کے گناہ ہین جو شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دنیوی
بادشاہون کے یہان ہوتا ہے کہ بعض خطا مجرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اوسپر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے
اوسوقت جتنے مقرب ہین درگاہ ہین اونکو مجال سفارش نہین ہوتی اسیطرح بادشاہ حقیقی کے یہان بھی بعض گناہ ہونگے
شفاعت کی باعث جنکا اٹھائیگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن نہو سکیگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا
یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی اور فرمایا مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ اور فرمایا وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَہٗ
اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ اور فرمایا فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِیْنَ اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی مین
شفاعت منظور ہوگی اور کسی مین نہوگی تو خوف کرنا واجب ہوا اور اگر سب گناہون کی شفاعت ہو سکتی
تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ زہرا اپنے لخت جگر رض کو گناہ سے
منع نفرماتے بلکہ اونکو اجازت دیدیتے کہ دنیا مین جتنا چاہو لذات و شہوات سے بہرہ اوٹھالو پھر
آخرت مین اونکی شفاعت کرکے لذت آخرت بھی کامل کروا لاتے خلاصہ یہ کہ تقویٰ کو چھوڑکر توقع شفاعت
گناہون مین ڈوبا رہنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی مریض پیٹ بھرکر بدپرہیزی کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب نامی
اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہے اور یہ محض جہالت ہے
اسواسطے کہ طبیب کی کوشش ہمت سے بعض امراض دور ہو سکتے ہین کل نہین ہو سکتے تو اوسکے
بھروسے پر پرہیز کا چھوڑنا نچاہیے طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبۂ مرض کے وقت کارگر نہوتا ہے

طبرانی اور اوسط و بیہقی در شعب روایت ابن عباس اور دونون سندین ضعیف ہین

پر وقت اثر نہین ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ عنایت شفاعت کرنے والون کی خواہ انبیا ہون یا علما
قریبون اور اجنبیون کے حق مین ایسی ہی ہے کہ کبھی منظور رہو اور کبھی نہو اس سے بخوف و حذر رہنا چاہیے
دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اونکا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا
کرتے تھے کہ ہم چوپائے ہوتے تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال اور صفائے
دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اپنے واسطے وعدہ جنت سُن چکے تھے
اور شفاعت آپکی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نکیا اور نہ خوف و خشوع
اونکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو اونمین سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہے
پانچوین یہ کہ ظالم سلاطین کے نسب سے عجب کرے یا اپنے آپ کو اونکے اعوان مین سمجھکر عجب کرے
اور دین اور علم کے نسب سے نہ کرے تو یہ عجب بھی نہایت درجے کی جہالت ہے اور اوسکا علاج یہ ہے
کہ اونکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھ اون ظالمون نے اللہ کے بندون پر ظلم کیا اور اللہ کے دین مین فساد
مچایا اوسکے باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہین اور اگر دوزخ مین اونکی صورت نظر پڑے
اور اونکی بدبو اور پلیدی سونگھائی دے تو پھر دیکھنے والا اونکو ایسا برا سمجھے کہ کبھی اونکی طرف نسبت
اپنے آپ کو نہ کرے بلکہ جو اونکی طرف اوسکو منسوب کرے اوسکو بھی برا جانے ایسے اوسکی نظرون مین ذلیل و حقیر
ہوجاوین اور اگر قیامت کے روز کا اونکا حال اوسپر کھلجائے کہ جن جن پر اونھون نے ظلم کیا تھا وہ لوگ
اونکو لپٹے ہوئے ہین اور فرشتے اونکے سر کے بال پکڑے ہوے اوندھے منہ جہنم مین لیے جاتے ہین
اور بندون پر ظلم کرنے کی جہت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی مین مبتلا ہین تو خدا سے پناہ مانگے
اور سمجھے کہ سوا اوسکے کی قرابت منظور ہے ان لوگون کی منظور نہین غرضکہ ظالمون کی اولاد کو
چاہیے کہ اگر خدا تعالی اونکو ظلم سے بچا دے تو اوسکا شکر کرین کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر
اونکے آبا مسلمان تھے تو اونکے لیے استغفار پڑھین ایسے لوگون کے نسب سے عجب کرنا محض جہالت ہے
چھٹے یہ کہ آدمی اس وجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہین جیسے
کہ کفار نے کہا تھا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا یا جیسا اہل اسلام نے غزوہ حنین مین کیا کہا تھا کہ آج
کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اسکا علاج وہی ہے جو ہم کبر مین لکھ آئے ہین کہ اپنا ضعف اور
اونکا دھیان کرے اور جانے کہ سب بندے عاجز ہین اپنی جانون کیواسطے کچھ نفع
و ضرر کا اختیار نہین رکھتے اور خدا تعالی فرماتا ہے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ
علاوہ اسکے اس قسم عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہو جاوینگے قبر مین تنہا

ذلیل و خوار جائیگا نہ کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا نہ باپ نہ بیٹا نہ یگانہ نہ بیگانہ بلکہ وہ خود ہی جا کر اوسکی نعش کو خاک میں سانپ اور بچھو اور کیڑوں کے حوالہ کر دینگے اور ایسے اڑے وقت میں اونسے کچھ کام نکلیگا اور اسیطرح قیامت کے میدان میں بھی پاس سے کھسک جاوینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ پس ایسے لوگوں سے کیا فائدہ ہے کہ جب شدت کی حاجت اونکی طرف ہوگی جبھی جدا ہو جاوینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اونپر عجب کیسے آتا ہے قبر میں اور قیامت میں اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور اللہ کے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو تعجب ہے کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آئے اور جو ذات کہ اوسکے نفع و ضرر اور موت و حیات کی مالک ہو اوسکو بھول جائے ساتویں یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خداوند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہے اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس ایک فقیر آکر بیٹھا اوسنے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ اوسکا افلاس تجھے لگ جاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہے اور علاج اوسکا یہ ہے کہ مال کی آفتوں کو اور اوسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کیطرف اونکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال صبح آتا ہے شام جاتا ہے اسکی کچھ اصل نہیں بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہیں اور اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا میں کہ آدمی لباس پہنکر تکبر کرتا ہے اور دل میں خوش ہوتا ہے یکایک امر الہی زمین کو ہوتا ہے وہ اوسکو نگل جاتی ہے اور قیامت تک دھستا چلا جاتا ہے اسمیں اشارہ ہے کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر رض روایت کرتے ہیں کہ میں ہمراہ رکاب جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف میں داخل ہوا آپ نے فرمایا کہ ای ابوذر اپنا سر اوٹھا میں نے سر اوٹھا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہی تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا پھر جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پرانے کپڑے پہنے ہوے ہے آپ نے فرمایا کہ ای ابوذر یہ شخص خدا کے نزدیک تمام زمین سے بہتر ہے۔ حاصل کہ ایسی روایتیں اور وہ باتیں جو ہم نے باب ہذا اور باب ذم دنیا اور باب ذم مال میں لکھی ہیں اونسے حقارت اغنیا کی اور شرف فقرا کا خدا کے نزدیک صاف ظاہر ہے پس ایماندار سے کسطرح ہو سکتا ہے کہ اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اوسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ حقوق مال کے ادا کرنے میں کہیں قصور نہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہے کہ نہیں موقع پر صرف کیا ہے کہ نہیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ عجب کیا کرتا ہے اوسکا مآل تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہیں آٹھویں یہ کہ اپنی رای غلط پر

عجب کرے چنانچہ اللہ تعالی ایسے ہی شخص کے حال مین فرماتا ہے اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا
اور دوسری جا ارشاد ہے یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
غلط رای پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے مین ہوگا اور یہ ایسی بلا ہے کہ اس سے پہلی قومین
برباد ہوگئین کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک یہی جانتا ہے کہ مین ہی خوب جانتا ہون
اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہے اور جتنے اہل بدعت و ضلالت ہین سب اپنی بدعت و ضلالت پر
اسلیے مصر ہین کہ اپنی راے پر عجب کرتے ہین اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہین کہ جس بات
کیطرف آدمی کی خواہش اور شہوت اغلب ہو اوسکو اچھا جانے اور اپنے گمان مین اوسکو حق سمجھے
اور اس عجب کا علاج اور ونکی نسبت سخت تر ہے اسلیے کہ جسکی راے غلط ہے وہ اپنی رای کی غلطی
سے ناواقف ہے اگر واقف ہو تو اوسکو ترک کرے پس جس بیماری ہی کو نہین جانتا اوسکا علاج کیسے
کریگا اسلیے اسکا علاج بہت مشکل ہے مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہے کہ جاہل کو اوسکی جہل سے
مطلع کرکے اوس سے دور کرے ہان اگر وہ اپنی جہالت پر بھی معجب ہوگا تو عارف کی کب سنیگا بلکہ
اوسکو بھی الزام لگاویگا کیونکہ اوسپر خدای تعالی نے ایک بلا کو مسلط کردیا ہے جو موجب اوسکی بربادی
کی ہے اور وہ اوسکو نعمت جانتا ہے تو اسکا علاج کیسے ہوسکتا ہے اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد
مین سبب سعادت جانتا ہے اوس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی رای کو تہم
جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اوسکے دھوکے مین نہ آئے جب تک کوئی دلیل
کتاب اللہ اور حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمین سب شرطین دلیلون کی ہون اسکی مؤید و معاون
نپائے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور اونکی شرطین اور مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہین
اسکے واسطے طبیعت کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید و حدیث کا روزمرہ
مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور مدام درس و تدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے
ہوتے بھی بعض امور مین انسان سے غلطی کا خوف موجود ہے اسلیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم مین
مستغرق نکرسکے اوسکے لیے یہ بہتر ہے کہ مذاہب کی باتون پر کان نہ دھرے اور نہ اونمین خوض کرے
صرف یہ اعتقاد کرے کہ خدای تعالی ایک ہے اوسکا کوئی شریک نہین اور نہ کوئی اوسکے مانند ہے وہی
سنتا دیکھتا ہے اور اوسکا رسول مقبول برحق ہے جو کچھ اوسنے خبر دی وہ سچ ہے اور طریقہ سلف کو
اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث مین ہین ان سے بے بحث و تکرار اور بدون سوال و تفصیل
[illegible]

مسلمانون سے بشفقت پیش آوے اور اگر مذاہب اور بدعتون مین خوض کریگا اور عقائد مین تعصب کا
پابند ہوگا تو اسیطرح ہلاک ہوجاویگا کہ اوسکو خبر بھی نہوگی یہ تو اوسکا حال ہوا جو شخص علم کے سوا اور
چیزون مین اپنی زندگی مین مصروف ہو لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہیگا تو اوسکے لیے
اول مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہے اور اسمین طول بہت کھنچ جاتا ہے اکثر مطالب مین یقین
اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہے سواے زبردست لوگون کے جو نور الٰہی سے موید ہوتے ہین
اور کی قدرت نہین کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ اب بہت کمیاب ہین خداے تعالے
ہر گمراہی سے بچاوے اور جہال کے خیالات سے بھی پناہ دے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ
اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

دسوان باب غرور یعنی مغالطے کی مذمت مین

رباعی

ہین جو کہ حیات دنیوی پر مغرور — بے شک ہے دماغ عقل مین اونکے فتور
مرنے پہ کھلیگا اونکو یہ راز نہان — چکھینگے مزا جبکہ بپاداش قصور

جاننا چاہیے کہ آدمی کیواسطے ہوشیار و چوکنا رہنا مفتاح سعادت ہے اور غرور و غفلات مین رہنا
کلید شقاوت بندون پر خداے تعالی کی نعمت ایمان و معرفت سے زیادہ نہین اور نہ کشادگی سینہ
کے سوا کوئی اور چیز اوسکی طرف وسیلہ اور کفر و معصیت سے بڑھکر کوئی برائی نہین اور نہ کوئی سبب
سواے نابینائی دل اور جہالت کے اونکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل ایسا عنایت ہوا ہے جسکی
شان مین یہ آیت ہے كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ
اور غفلت والون کے دل کی یہ کیفیت ہے كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ
فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ
ہوشیارون کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے واسطے اونکے دل کھولدیتا ہے
اور غافل اور مغرورون کو بصیرت نہین دیتا وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہون وہ لوگ ہواے
نفسانی اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہین بہر حال چونکہ غرور سب شقاوتون کی اصل
اور منبع مہلکات ہے اسلیے بیان کرنا اوسکی راہون کا اور تفصیل اون حالات کی جنمین غرور
کثرت سے آتا ہے ضروری ہے تاکہ مرید بعد اونکے پہچاننے کے اونسے احتراز کرے اسیواسطے

ظاہر امور کو اچھا جانکر اونکے باطن سے غافل رہتے ہین اور اثنا ہی بیان ہین وجہ اونکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ یہ امر زائد از حد شمار ہے الا مثالون سے ایسی تنبیہ ہو سکتی ہے کہ سکی حاجت نہ رہے اور گروہ مغرورجا فلو تکے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول علما صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور اونکی غفلت و غرور کی وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر اونپر زیب و زینت کرتے ہین اور اوسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس باب مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتے ہین یا خدا کیواسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول اور جاہ کی ہوتی ہے اور بعض لوگ مہم کو چھوڑ کر دوسرے کام مین مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑ کر پوست کیطرف متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کیطرف ہو غرض اسطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل فرقون اور بیان کرنے مثالون کے توضیح اونکی نہین ہو سکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اوسکی حقیقت و تعریف اور مثالین بیان کرینگے بعد علما کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہے دو بیانون پر

بیان اول غرور کی مذمت اور اوسکی حقیقت اور مثالین

واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کے لیے کافی ہین اول فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ دوسری وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَفِطْرُهُمْ كَيْفَ يَغْبِنُوْنَ سَهَرَ الْحَمْقٰى وَاجْتِهَادَهُمْ وَلَمِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ صَاحِبِ تَقْوٰى وَيَقِيْنٍ اَفْضَلُ مِنْ مِّلْءِ الْاَرْضِ مِنَ الْمُغْتَرِّيْنَ اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ غرضکہ جو کچھ علم کی فضیلت اور جہل کی مذمت مین وارد ہے وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہے اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہے کیونکہ جہالت اسکا نام ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہے مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کے لیے مغرور فیہ اور مغرور بہ بھی چاہیے پس جبکہ اعتقاد کی شے موافق مرضی نفسانی کے ہو اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر اڑ جاوے اور واقع مین وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جو جہل کہ اس وہمی دلیل سے حاصل ہوگا اوسکو غرور کہتے ہین پس تعریف

غرور کی یہ ہوئی کہ شیطان کے شبہہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جائے جو ہوائے نفسانی کے موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی نکمے شبہے سے حال یا مآل میں خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہے اور اکثر آدمیوں کا یہی حال ہے کہ اپنے نفسوں کے لیے بہتری کا گمان رکھتے ہیں حالانکہ اونکا گمان بہتری غلط ہے اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہیں گو اونکے اقسام غرور جدا ہیں اور درجات بھی مختلف یہان تک کہ بعضوں کا غرور بعض کی نسبت ظاہر تر اور شدید تر ہوتا ہے اور سب میں سخت تر دو غرور ہیں ایک تو کافرون کا اور ایک گنہگارون اور بدکارون کا اب ہم ان دونون کی مثالیں لکھتے ہیں جس سے انکے غرور کی حقیقت معلوم ہو

مثال اول کافرون کے غرور کی اونمیں سے بعض تو ایسے ہیں جنکو حیات دنیا نے مغرور کر رکھا ہے اور بعضون کو شیطان نے حیات دنیاوی سے جنکو مغرور کر رکھا ہے اونکا قول یہ ہے کہ نقد بنسبت ادہار کے بہتر ہے اور دنیا نقد ہے اور آخرت ادہار تو اس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری اوسکو اختیار کرنا چاہیے اور اونکا یہ بھی قول ہے کہ دنیا یقینی ہے اور آخرت موہوم اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہے شک کیواسطے یقین کو چھوڑنا بیجا ہے یہ شعر انہیں کے حسب حال ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے	اب تو آرام سے گذرتی ہے

اس طرح کی دلیلیں سب نکمی ہیں اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہیں جسنے کہا تھا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ اور ان لوگون کا حال خدا تعالی فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور اس طرح کے غرور کا علاج یا تو سچے ایمان ہی سے ہوتا ہے یا دلیل و حجت کی ضرورت ہوتی ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ خدا تعالی کے ان اقوال کو سچا جانے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ اور وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ اور وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ اور فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انکی خبر بہت سی جماعتوں کو کفار سے پہونچائی تو معاً زمرۂ اسلام میں داخل ہوے اور آپ کو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض کرتے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہیں کہ کیا خدا تعالی نے آپ کو رسول کر کے بھیجا ہے آپ فرماتے کہ ہان وہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہے غرور کے حیطے سے خارج ہے بلکہ اونکی تصدیق ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہے یعنی جب وہ کہتا ہے کہ مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہے تو لڑکا سچ جانتا ہے گو وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کسو وجہ

بات کا جاننا بہتر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وجہ اوس قیاس کے فاسد ہونے کی معلوم ہو جاوے
جو شیطان نے گڑھ کر دل مین جما دیا ہے کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہے اور اوسی
سبب کو دلیل جانتا ہے اور کل دلیلین ایک قسم کی قیاس ہوتی ہین جو نفس مین آتی ہین اور باعث
اطمینان نفس ہوتی ہین گو اوس شخص کو معلوم نہو اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اوسکو علما کے
طور پر بیان کیجیے اب اس مثال مین جو قیاس مذکور ہے اوسمین دو جملے ہین ایک تو یہ ہے کہ دنیا
نقد اور آخرت اودھار ہے یہ جملہ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
اسمین دھوکا ہے یہ جملہ درست نہین بلکہ اگر نقد اور اودھار مقدار اور مقصود مین برابر ہون تب البتہ
یہ جملہ درست ہے اور اگر نقد بہ نسبت اودھار کے کم ہے تو اودھار ہی بہتر ہے دیکھو یہی مغرور کافر
تجارت مین ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہے کہ اوس سے دس اودھار ملینگے تب نہین کہتا کہ نقد بہ نسبت
اودھار کے بہتر ہے مین اس ایک کو کیون ضائع کرون اسیطرح اگر مرض مین طبیب عمدہ کھانون اور
میوون سے منع کرے تو اوسیوقت مرض کے خوف سے چھوڑ دیگا حالانکہ اونکی لذت نقد ہے
اور تکلیف مرض کبھی زمانہ آئندہ مین ہوگی اور سوداگر خشکی اور تری مین مصیبتین سہتے اور رنج اوٹھاتے
ہین تاکہ آئندہ کو راحت اور نفع ملے اور کسیکے خیال مین نہین آتا کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
حاصل یہ کہ تا فی الحال مین اگر دس ملین تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہونگے اب اگر مدت دنیا اور مدت
آخرت مین نسبت دیکھو تو کچھ نسبت ہی نہین مثلاً انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہے اور اس عمر کو
اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کروڑوین حصے کے برابر بھی نہین ہوتی تو اگر ایک دنیا کو
چھوڑے تو آخرت مین لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی
لذت مین سب طرح کی کدورت اور رنج و مصیبت ہین اور آخرت کی لذت صاف و پاک [illegible]
بہر صورت یہ کہنا کہ نقد اودھار سے بہتر ہے یہی غلطی کا مقام اور دھوکا ہے اور اس غلطی کی وجہ یہی
ہوئی کہ جیسا لوگون سے سنا ویسا ہی یقین کرلیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہین کہ نقد اور اودھار
اگر مقدار و مقصود مین برابر ہون تب نقد بہتر ہوتا ہے اور اوسوقت شیطان ایک اور قیاس جماتا ہے
کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہے اور آخرت مشکوک ہے یہ قیاس پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہے
کیونکہ اوسکے دونون جملے بے اصل ہین مثلاً جملہ اول یقین بہتر ہے شک سے یہ جبھی ہے جب دونون
مساوی ہون ورنہ ظاہر ہے کہ سوداگر مشقت تو یقینا کرتے ہین اور نفع مشکوک ہوتا ہے اور طالب علم
تحصیل علم مین محنت یقینا کرتا ہے اور فضل و علم کو مرتبہ پہونچنا امر مشکوک ہے اور شکاری تلاش شکار مین

گشت یقینا کرتا ہے اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہے اور بیمار بد مزہ دوا کا ذائقہ تو یقینا پاتا ہے اور شفا مین شک ہوتا ہے غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط مین داخل ہین وہ سب اسیطرح کے ہین کہ امر مشکوک کے لیے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہے تاجر کہتا ہے کہ اگر مین تجارت نکرون اور مصیبت نہ اوٹھاؤن تو بڑا نقصان ہوا اور بھوکا رہون سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہے اور فائدہ بہت ہے اسیطرح مریض کہتا ہے کہ ضرر تلخی و بدمزگی دوا کا تھوڑا ہے بہ نسبت اوس خوف کے جو مجکو مرض سے ہے کہ اسکا انجام موت ہے پس اس بنا پر جو شخص آخرت مین شک ہی رکھتا ہے اوسپر بحکم احتیاط واجب ہے کہ یون کہے کہ زندگی کے چند روز صبر کر لینا میرے حق مین اچھا ہے اون امور کی نسبت جو آخرت مین لوگ کہتے ہین کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے معاملات جھوٹ ہوے تو مجھے کیا نقصان ہوا ایک چند روز زندگی کی عیش جاتی رہیگی ازل سے اب تک بھی تو مین ایسا ہی تھا کہ عیش کرتا تھا مین جانونگا کہ معدوم ہی رہا اور اگر معاملات اخروی سچ ہوے تو ابدالآباد تک آگ مین جلونگا اسکی برداشت نہین ہو سکے گی چنانچہ حضرت علی رضہ نے کسی ملحد سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر یہ سچ ہے تو ہمارا اور تیرا دونون کا کچھ ضرر نہین اور اگر ہمارا قول درست ہے تو ہم نجات پاوینگے اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول آپنے اسلیے نہین کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت مین شک تھا بلکہ اوس ملحد کی فہم کے موافق تقریر فرمائی تھی اور اوسکو سمجھا دیا کہ اگر تجکو آخرت کا یقین نہین تو بڑے مغالطے مین ہے۔ اور دوسرا جملہ قیاس مذکور کا یہ ہے کہ آخرت مشکوک ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ آخرت ایمان والون کے نزدیک یقینی چیز ہے اور اوسکا یقینی ہونا دو چیزون سے معلوم ہوتا ہے ایک تو ایمان اور تصدیق اور انبیا اور علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہے اور یقین آخرت کا آجاتا ہے اور عوام اور اکثر خواص کا یقین اسیطرح کا ہوتا ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار اپنے مرض کی دوا نہین جانتا اور تمام طبیب به معالج اسبات پر متفق ہین کہ اسکی دوا فلانی بوٹی ہے تو بیمار کو سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور اونکو سچا جانیگا اونسے اس باب مین دلیل طبی نہین پوچھیگا بلکہ اونکے صرف کہنے کا یقین و اعتماد کر کے وہی دوا شروع کریگا اور اگر کوئی سودائی یا مدہوش اطبا کے قول کو جھوٹا بتاوے حالانکہ مریض خود تو اس حال سے جانتا ہے کہ اطبا اول تو گنتی مین اس مدہوش سے زیادہ ہین دوسرے فضل و علم مین بڑھکر ہین تیسرے تجربہ طبی اونکو حاصل ہے اور یہ شخص علم طب خاک نہین جانتا تو ظاہر ہے کہ اطبا کے قول کے سامنے اوسکا قول نمانیگا اور نہ اونکے قول کو اوسکے بہکانے سے جھوٹا جانیگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اوسکی جہت سے سست کریگا اور اگر بالفرض اوسکے قول کا اعتماد کر کے اطبا کے قول کو چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش اور مغرور ہو جاویگا۔ اسیطرح جو شخص ان لوگون کو دیکھتا ہے

جو آخرت کے مقر اور مخبر ہیں کہ یہ فرماتے ہیں کہ سعادت اخروی کے حاصل ہونے کے لیے دوا نافع تقوی ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ تمام خلق میں سے بہتر ہیں اور بصیرت و معرفت و عقل میں سب سے اعلی رتبہ رکھتے ہیں یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر میں تمام اقسام خلق کو انہیں لوگوں کا کہنا مانتے ہیں البتہ جن لوگوں کے اوپر شہوات کا غلبہ ہے اور اونکے نفس تمتع دنیاوی پر مرتے ہیں وہ اونکا کہنا نہیں مانتے اس نظر سے کہ اونکو شہوات کا چھوڑنا بہت شاق ہے اور اپنے منہ سے کیسے کہیں کہ ہم دوزخی ہیں اسواسطے آخرت کے منکر ہوے اور انبیا کو جھٹلایا تو جس طرح بچے کے کہنے یا کسی مدہوش کے کہنے سے اطمینان قلبی قول اطبا پر دور نہیں ہوتا تھا اسیطرح ایسے غبی لوگوں اور بندہ شہوات کا انکار بھی انبیا اور اولیا اور علما کے قول کے سچا ہونے میں کچھ خلل انداز نہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہے یعنی اس سے غرور بھی دفع ہوتا ہے اور ایسا پکا یقین ہے کہ عمل پر بھی برانگیختہ کرتا ہے اور آخرت کے یقینی معلوم ہونے کی دوسری چیز انبیا کیواسطے تو وحی ہے اور اولیا کے لیے الہام اور یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا تو صرف حضرت جبریل علیہ السلام سے سنکر بطور تقلید جان لیا جیسا کہ ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سنکر جان لیا ہے اور اس سے یہ لازم آئے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ نے حضرت جبریل ع سے سنا فرق کچھ نہیں جیسے معرفت آپکی تھی ویسی ہی ہماری ہے حالانکہ یہ بات نہیں تقلید کو معرفت نہیں کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام ہے اور انبیا جو عارف کہلاتے ہیں اونکی معرفت اسطرح ہے کہ اونکے لیے حقیقت اشیا کی جس طرح پر اصل میں ہیں جوں کے توں کھول دیجاتی ہے اور وہ اون اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھتے ہیں جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہیں تو وہ جو کچھ خبر دیتے ہیں دیکھکر بیان فرماتے ہیں صرف سننے اور تقلید کی خبر نہیں ہوتی مثلا اون پر حقیقت روح کی منکشف ہوتی ہے کہ وہ امر الہی ہے اور امر الہی سے وہ غرض نہیں جو مقابل نہی کے ہے اسلیے کہ وہ کلام کے اقسام میں ہے اور روح کلام نہیں اور امر سے غرض شان بھی نہیں تاکہ اوس سے یہ لازم آئے کہ روح مخلوق خدا کی ہے کیونکہ مخلوق ہونا تو تمام مخلوق میں پایا جاتا ہے روح کی تخصیص کیا ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونوں اللہ ہی کے ہیں الا جو چیزیں کہ مقدار اور کمیت رکھتی ہیں وہ تو عالم خلق میں داخل ہیں اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں جو مقدار پر صحیح بن سکتے ہیں اور جو چیز موجود کہ کمیت اور مقدار سے مبرا اور پاک ہے وہ عالم امر میں داخل ہے

اور اوسکو بعض روح یعنی راز روح سے تعبیر کرتے ہین اور اوسکے ذکر کی اجازت نہین اسلیے کہ اوسکے سننے سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہے جیسے راز شب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہی اور جب نفس کو پہچان لیتا ہی تو خدا کو پہچان لیتا ہی اور نفس اور خدا کی معرفت سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہی کہ روح انسانی اپنی طبیعت او سرشت کی رو سے امر ربانی ہی اور اوسکا عالم جسمانی مین آنا ایک امر عجیب ہے اس عالم مین اوسکا اوترنا اوسکی مقتضای طبیعت اور ذات سے نہین ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی ہے جو اوسکی ذات مین داخل نہین اور یہ امر عارض وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو پیش ہوکر معصیت کہلایا اور اونکو جنت سے اوتارا حالانکہ جنت اونکی ذات کے مقتضا کے بموجب اونکین کو سزاوار تھی کیونکہ جنت قرب الٰہی مین ہے اور آدم باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضای طبع اور ذات کے قرب ربانی کیطرف ہونا چاہیے بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اوسکو مقتضای طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس اور خدای تعالے کو دونون کو بھول جاویگا اور اپنے نفس پر ظالم ٹھیریگا کیونکہ ایسے لوگون کو یہ حکم ہوتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ فاسقون کے معنی یہ ہین کہ جو اونکا مقتضای طبع اور گمان استحقاق تھا اوس سے خارج ہوجاتے ہین یہ لفظ مشتق ہے فسق سے جسکے معنی لغت مین اصل سرشت سے تجاوز کرنے کے بھی آتے ہین اور یہ باتین گلدستہ گلزار اسرار ہین عارفون ہی کے دماغ سے انکی خوشبو کے شائق ہین اور بعضون کو تو اونکے الفاظ سننے سے جاڑا چڑھتا ہے اسلیے کہ یہ باتین اونکو مضر پڑتی ہین جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بری معلوم ہوتی ہے یا آفتاب کی روشنی شپرہ کو بری لگتی ہے۔ اور بہتر قلبی سے عالم ملکوت تک کا منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہے اور جسکو یہ راز کھلے اوسکو ولی اور عارف کہتے ہین اور یہ رتبہ آغاز مقامات انبیا کا ہے اور مقامات اولیا کا انتہا سے رتبہ ہے تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہے اب ہم اصل مدعا کیطرف رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یعنی یہ جملہ کہ آخرت مشکوک ہے اوسکو یا تو یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدہ باطن سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان جب اپنی گفتگو اور عقائد سے خدای تعالے کے احکام بلف کردیتے ہین اور شہوات و معاصی مین مبتلا ہوکر اعمال صالحہ ترک کردیتے ہین تو وہ بھی اس مغالطے مین کافرون کے شریک ہوجاتے ہین کیونکہ اونھون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہان اتنی بات ہے کہ اصل ایمان کے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے

ترجمہ اور مت ہو ویسے جنھون نے بھلادیا اللہ کو پھر اوسنے بھلادیے اونکو اونکے جی

تاہم اونکے مغرور ہونے میں کچھ شبہ نہیں اسواسطے کہ گو اونکو اعتراف ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے
لیکن چونکہ میل دنیا کیطرف کیا اور اوسیکو اختیار کیا اسلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہیں
جب تک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ
وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ اور إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ اور احسان کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ اور ایک آیت یہ ہے
وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ غرضکہ تمام کتاب اللہ میں وعدہ
مغفرت متعلق ایمان اور عمل صالح دونون سے ہے صرف ایمان ہی پر نہیں تو جو لوگ کہ دنیا پر
مطمئن ہو کر خوش ہوتے ہین اور اوسکی لذات مین ڈوبے رہتے ہین اور مرنے کو برا جانتے ہین
اس نظر سے کہ یہ سب لذتین چھوٹ جاینگی نہ اسوجہ سے کہ آگے کو ہم پر کیا معاملہ گذریگا ایسے لوگ
دنیا کے مغالطے مین ہین خواہ کافر ہون یا مسلمان اب ہم وہ باتین کافرون اور گناہگارون کی
مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کہتے ہین لکھتے ہین کافرون کا مغالطہ تو خدا سے یہ ہے کہ اون مین سے
کچھ لوگ اپنے دلون مین خواہ زبان سے کہتے ہین کہ اگر واقع مین خدا تعالےٰ قیامت برپا فرمایگا
تو غیرون کی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے دو شخصون کے سوال وجواب مین
ایک کا قول نقل فرمایا ہے وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا
اور خلاصہ اس قصے کا بموجب تفسیر کے یہ ہے کہ اون دونون شخصون مین سے کافر آدمی نے ایک محل
ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار
لگاکر شادی کی اور دوسرا شخص ایماندار اوسکو ہر ایکبار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تونے ایسا مکان
مول لیا جو جاتا رہیگا جنت کا مکان مول کیون نہ لیا جو کبھی نہ فنا ہوتا تیرا یہ باغ بھی فنا ہو جاویگا
باغ جنت پایدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ نوکر چاکر بیبی سب مر جاوینگے اور جنت کی حورین
اور غلمان فنا پذیر نہیں وہ کافر ہر ایک بات مین یون جواب دیتا کہ جنت ہے کہان جو کچھ اوسکا
حال لوگ کہتے ہین وہ سب جھوٹ ہے اور اگر بالفرض جنت ہوگی تو مجھے جنت مین اس سے بہتر
ملیگا اسیطرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید مین منقول ہے کہ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا
اوسکے جواب مین ارشاد ہوا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا كَلَّا اور خباب ابن ارت
کہتے ہین کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا مین تقاضا کرنے کو گیا مگر اوسنے نہ دیا مین نے کہا کہ
مین آخرت مین لے لونگا اوسنے جواب دیا کہ میری بھی وہان مال اور اولاد ہوگی اوسمین سے تیرا قرض بھی

مجھکو ملنا ہے مال اور اولاد ۱۲

کیا جھانک آیا ہے غیب کو یا لے رکھا ہے رحمن سے پیمان قرار کوئی نہیں ۱۲

ویدو بیگا تب یہ آیت اوتری أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا اور دوسری
آیت مین ارشاد ہے وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ
قَائِمَةً وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ غرض اسطرح کی باتین اوس مغالطے کی
ہین جو اللہ تعالے سے متعلق ہے اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہے کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس
اپنے قیاسون مین سے لاکھڑا کرتا ہے مثلاً اول وہ لوگ اپنے اوپر دنیا دی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر
آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی یعنی جو ظلم و زیادتی کہ
دنیا مین ہوئی اوسکا کوئی جلد پرسان نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدای تعالی
نے اونکا قول نقل فرمایا وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ اوسکے جواب مین ارشاد ہوا
حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ بعض اوقات ایمان والون کو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقرا سے
خستہ حال گرد آلودہ ہین تو اونکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا اور
ہم پر نہین کیا اور نیز کہتے ہین کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شی ہوتی تو ان حقیر لوگون کو ہم سے پہلے نہ ملتی غرض
جو قیاس کہ شیطان اونکے دل مین ڈالتا ہے اوسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا مین
ہم پر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہے اوسکو محبت ضرور ہوتی ہے اور جسکو محبت ہوتی ہے وہ
آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو زمان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہی ہے کہ خدای تعالی
احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سے جانتا ہے یعنی یہ تصور کرتا ہے کہ اگر مین خدا کے نزدیک
ذی رتبہ اور محبوب نہین تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جملے مین ہے کہ جو محسن ہے وہ محبت
رکھتا ہو نہین بلکہ اس جملے مین ہے کہ انعام خداوندی دنیا مین جہان ہے اسی مغالطے کے باعث
دھوکا ہو گیا اور اسنے جانا کہ مین خدا کے نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اوسکی دلیل ایسی چیز کو
سمجھ لی کہ جو بزرگی پر دلالت نہین کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل ذلت و خواری کی ہو
اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہے اور
دوسرے سے نہین جس سے محبت کرتا ہے اوسکو کھیلنے سے منع کرے اور مکتب مین بٹھلائے رکھے
اور وہان سے اوٹھنے نہ دے تاکہ ادب و قاعدہ اوسکو خوب معلوم ہو جاوے اور میوہ جات و لذیذ
کھانے جو اوسکو مضر ہون اونکو اوسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اوسکو نافع ہون اونکو پلاوے
اور دوسرے غلام کو جس سے محبت نہین مہمل چھوڑ دے کہ جہان چاہے وہان سے کھیلے کودے
مکتب مین نہ جاوے جو چاہے سو کھاوے پس یہ دوسرا غلام اگر یہ تصور کرے کہ مین اپنے آقا کی نزدیک

محبوب و بزرگ ہون اسلیے کہ مجکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دیدیا ہے تو یہ محض حماقت اور
مغالطہ ہے اسیطرح چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہین اور اللہ سے دور کرتے ہین تو
خدای تعالی اپنے محبوب بندے کو اونسے بچا لیتا ہے جیسے بیمار کو اوسکے گہر والے محبت ہی کی راہ
کہانا پینا بعض اوقات نہین دیتے اور یہ روایتین آثار کی اول گذر چکین ہین کہ ارباب بصیرت سلف مین
ایسے تہے کہ جب اونپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہوگیا ہے جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا
اور دنیا کو موجب غضب الٰہی اور اوسکی بے اعتنائی کا اپنے اوپر سمجہتے تہے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ
خوب ہوا یہ صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور پر جب دنیا آتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے
نزدیک بڑا ہون اور جب چلی جاتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک حقیر ہون چنانچہ
قرآن مجید مین ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ
اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا
یعنی یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اونکا گمان غلط ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ خدای تعالی نے لفظ
کلا سے دونون کو جہوٹا کردیا یعنی جسکو اکرام سمجہا نہ وہ میرا اکرام ہے اور جسکو اہانت سمجہا ہو
نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہے جسکو طاعت کے باعث مین بزرگی دون خواہ وہ غنی ہو
یا فقیر اور ذلیل وہ ہے جسکو مین گناہ کے باعث حقیر کرون خواہ دولتمند ہو یا گداگر اور اس
مغالطے کا علاج یہ ہے کہ بہتات و دولت کے دلائل کو بصیرت سے یا تقلید سے پہچانے اسطرح
اسطرح کہ یہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کیطرف ملتفت ہونا کیسے خدای تعالے سے دور کردیتا ہے
اور اونسے علیحدہ رہنے سے کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور یہ بات مقامات اولیای عارفین
مین الہام سے معلوم ہوتی ہے اسکا اگر بیان کیا جاوے تو ذکر اسکا مکاشفہ مین جا پڑتا ہے جو علم
معاملہ کے مناسب حال نہین اور تقلید کے طور پر معلوم کرنا یون ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب پر
ایمان لاوے اور اوسکے رسول کو سچا جانے اور خدای تعالے ایسے لوگون کا یہ حال بیان فرماتا ہے
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور فرمایا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ
حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اسکی تفسیر مین لکہا ہے کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہین ہم اونکو نعمت زیادہ
دیتے ہین تاکہ اونکا مغالطہ اور زیادہ ہو اور فرمایا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ
بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ اور فرمایا اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا اور فرمایا
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور اسکے سوا اور

بہت سی آیات قرآنی واحادیث مین اونکا حال موجود ہے پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا
اوسکو دھوکا نہوگا اسواسطے کہ منشاء اس غلطی کا یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اوسکی صفات سے مغرور آدمی
جاہل ہے اور جو شخص اللہ تعالی کو پہچان لیتا ہے وہ اوسکے عذاب سے بیخوف نہین ہوتا اور نہ
اسطرح کے خیالات فاسدہ سے دھوکا کھاتا ہے وہ اپنے مدنظر حالات فرعون وہامان وقارون اور
سلاطین روی زمین کے رکھتا ہے کہ اونکو اللہ تعالے نے ابتدا مین کسطرح کا عروج دیا پھر سب کو
تباہ وبرباد کردیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید مین جابجا ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا يَأْمَنُ
مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا وَ
مَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ اور فرمایا إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا پس جیسا کہ وہ غلام جسکو آقا نے چھوڑ رکھا ہے اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر استدلال
نہین کرسکتا کہ میرا آقا مجھی کو زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آقا نے یہ امر اوسکی تخریب تعذیب
کے لیے کیا ہو بادجود اسکے کہ آقا نے اوس غلام کو اپنے عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہین دی تو
اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب مین کب درست ہوگا اوسنے تو جابجا اپنے کلام مین ارشاد بھی فرمادیا ہے
کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اور نعمت دینا اور عذاب کرنا ان لوگون کے حق مین اچھا نہین پھر اگر کوئی
خدا کے عذاب سے بیخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا منشاء ہوسکتا ہے اور اس مغالطے کا منشا یہی
ہوا کہ دنیا کے نعمت کے ملنے سے مغرور کو یہ علم ہوا کہ خدا کے نزدیک میرا مرتبہ ہے حالانکہ احتمال
یہ بھی ہے کہ یہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہواے نفسانی کے موافق نہ تھا اسواسطے
اسکو نہ مانا جو اوسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اوسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل مین رہا کہ
دنیا مین نعمت ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطہ عاصی
ایماندارونکا ہے کہ کہتے ہین خدا تعالی کریم ہے اور ہمکو اوسکے عفو کی توقع ہے اور اسپر اعتماد کرکے
اعمال بھی چھوڑ دیتے ہین اور اس اپنی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیا ہے اور جانتے ہین
کہ رجا کرنی دین مین عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اوسکی رحمت سبکو پہونچے گی اوسکا
کرم عمیم ہے بھلا اوسکے دریاے رحمت کے سامنے بندون کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد اور
ایماندار ہین بذریعہ ایمان اوس سے توقع رکھتے ہین اور بعض اوقات اونکے رجا کی دلیل یہ ہوتی ہے
کہ ہمارے آباء واجداد نیکبخت اور عالی رتبہ تھے جیسے سید کہ اپنے نسب پر مغرور ہین اور خوف د
تقوی وورع مین اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہین کہ ہم خدا کے نزدیک اپنے

باپ دادون کی نسبت کر بھی بزرگ ہین کیونکہ اونکے آبا تو باوجود ورع اور تقوی کے خائف رہتے تھے
اور یہ لوگ باوجود فسق و فجور کے بےخوف ہین اور نہایت درجے کا دھوکا ہے انکے دلون مین شیطان نے
یہ مغالطہ ڈالا ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اوسکی اولاد سے بھی محبت رکھتا ہے اور چونکہ
اللہ تعالی تمھارے اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تمکو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ
ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار
کرین اور دعا مانگی کہ رب اِنَّ ابنی مِن اَھلی ارشاد ہوا یا نوح اِنّہ لیس مِن اھلِکَ اِنّہ عملٌ غیرُ صالح
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے واسطے دعا مانگی مگر نامنظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور اونکے لیے استغفار کرین
زیارت کا حکم ہو گیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب قبر پر تشریف لے گئے تو محبت
مادری کی جہت سے بیٹھے ہوے روتے رہے غرضکہ ان لوگون کو ایک دھوکا ہی دھوکا خدا کے ساتھ ہے
کیونکہ اللہ تعالی مطیع سے ساتھ محبت کرتا ہے اور گناہگار کو برا جانتا ہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اوسکی
اولاد گناہگار کے باعث اوسکو برا نہین جانتا ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث اوسکے گناہگار
بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی بیشک پہونچیگا
مگر اصل یہی ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزرَ اُخریٰ اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی
جہت سے مجھے نجات ہو جاویگی وہ ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے
میرا پیٹ بھی بھر جاویگا اور اوسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور اوسکے عالم ہونے سے
مین بھی عالم ہو جاؤنگا اور اوسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہو جاویگی حالانکہ یہ
کوئی امر متصور نہین ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی فرض عین ہے اوسمین بیٹے کی عوض باپ
کافی نہوگا اور خدا کے یہان ثواب تقوی ہی پر ملیگا اوس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ سے
بھاگیگا البتہ جس شخص پر غضب الہی زیادہ نہوگا اور اوسکے لیے سفارش کی اجازت بھی ہوجاویگی
تب سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باب کبر و عجب مین گذرا اگر یہ کہو کہ
گناہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور ہم اوسکی رحمت کے متوقع ہین تو اسمین غلطی کیا ہے
یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی
کلام سے بہکاتا ہے جو ظاہر مین مقبول ہوا اور باطن مین مردود اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہوتا تو دل
فریب مین کیون آجاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ اوپر

حدیث مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرمان بردار کرکے مابعد موت کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو ہوای نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزوئین کرے تو واقع مین یہ صورت تمنا اور آرزوی بے عمل کی ہے جسکو شیطان نے نام بدلکر رجا اور توقع کہدیا اور اوس سے جاہلون کو فریب دیدیا حالانکہ رجا کی شرح خدای تعالے یون فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ یعنی رجا کرنے کے لائق یہ لوگ ہین کیونکہ کلام مجید مین ثواب اجرت کو آخرت اور جزاے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کوئی شخص کریم ہوا اور وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرائے اوس سے زیادہ دیوے وہ اگر کسی مزدور کو برتن مانجنے کیواسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنون کو توڑ تاڑ برابر کرے پھر اسباب کا منتظر ہوکر بیٹھ رہے کہ اجرت دینے والا کریم ہے وہ اجرت دے ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ بجز اسکے کہ مغرور اور بیوقوف کہین اور کیا کہین گے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے معنون مین تمیز نہین کرتے۔ حضرت حسن رح سے کسینے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہین کہ ہم اللہ سے توقع رکھتے ہین اور عمل نہین کرتے آپنے فرمایا کہ یہ اونکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے اوسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتی ہین کہ ایک رات مین سجدے مین اس زور سے گیا کہ میرے دونون آگے کے دانت ٹوٹ گئے کسی نے مجھے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہین یعنی اسلیے عمل نہین کرتے مسلم رح نے جواب دیا کہ رجا یہ ہرگز نہین جس چیز کی رجا ہوتی ہے آدمی اوسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہی اوس سے بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسیکو توقع اولاد کی ہے حالانکہ ابھی تک نکاح نہین ہوا یا نکاح ہوا مگر نوبت ہمبستری کی نہین آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسیطرح جو شخص اللہ تعالی کی رحمت کا متوقع ہوا اور ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نکیے ہون یا اعمال صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہون تو وہ بھی خیال خام مین مبتلا ہے ہان جسطرح نکاح کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف و رجا دونون ہون کہ خدای تعالے لڑکے پیدا ہونے مین اپنا فضل کرے اور رحم یا در سے آفات دور رکھے اور ہان بھی سلامت رہے تو یہ دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیون کو چھوڑ دے اور قبول نہونے کا خوف کرے اور یہ کہ کہین عمل نیک کو دوام نہو یا کہین خاتمہ برا نہوا اور اس بات کی

پیشانی قریب ہی کردی ۱۲

ترجمہ ۲ جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ مین وہ امیدوار ہین اللہ کی مہر کے ۱۲

ترجمہ ۳ اور تمکو پورے بدلے ملینگے دن قیامت کے ۱۲

ترجمہ ۴ بدلا اوسکا جو کرتے تھے ۱۲

توقع ہو کہ خدا تعالی قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کے وقت بچاوے اور خاتمہ توحید پر ہو
اور دل کو خواہش شہوات سے تمام عمر حفاظت مین رکھے حتی کہ گناہون کیطرف اوسکا میلان ہی نہو
تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے اور انکے سوا سب لوگ خیال خام مین پڑے ہین قیامت کے دن جب
عذاب آ گھیریگا تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اوسوقت کہینگے رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ یعنی ہمنے یقین کر لیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کہیتی
بدون جوتنے بونے کے نہین ہوتی اسیطرح ثواب اخروی بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا
تو ہمکو اب دنیا مین بھیجدے کہ ہم نیک عمل کرین ہمکو تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہے جو تو نے
کہہ رکھا تھا کہ وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی اور اوراسی مضمون کے آیات
یہ بھی ہین کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ یعنی کیا تمکو پیغمبر نے سنا نہین دیا تھا
کہ اللہ کا طریق بندون مین اسیطرح جاری ہے اور ہر ایک نفس کو اوسکے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا
وجہ ہوئی کہ تم اللہ تعالی کے باب مین مغالطہ کہا گئے سننے سمجھنے کے بعد کیسے دھوکے مین رہے
اوسوقت جواب دینگے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فَاعْتَرَفُوْا
بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بھی ہے ایک صورت تو
یہ ہے کہ جو گناہگار کہ مرتا پا گناہ ہو جب اوسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہے
کہ تیری توبہ مقبول نہوگی اور اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ رحمت الہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے
حال مین واجب ہے کہ مایوسی کو دور کرکے رجا کرے اور یاد کرے کہ خدا تعالی کریم ہے توبہ قبول
کرتا ہے اور توبہ ایک طاعت ہے جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف
مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّکُمْ یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہ
ارشاد ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے
ساتھ کرے تو اوسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرنیکے
رکھنی سراسر خام خیالی ہے مثلاً ایک شخص بازار مین ہے اور اوسپر جمعہ کا وقت تنگ ہو گیا اور اوسکو
دلمین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ تو اب ملنے کا نہین تو کیون جاتا ہے
لیکن اسنے شیطان کا قول نمانا اور جمعے کیواسطے دوڑ گیا اور اوسکو امید ہے کہ جمعہ مل جاویگا تو
بیشک یہ شخص راجی اور متوقع ہے اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہ تمنا کی کہ امام سے جمعہ

دیر کریگا یا کسی دوسرے کیواسطے متوسط وقت تک ٹھہرا رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کریگا تو ایسا شخص
مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہ ہے کہ نوافل اور فضائل سے اسکا نفس قاصر ہے اور صرف فرائض پر
اکتفا کرتا ہے اور اپنے نفس کیواسطے متوقع نعمت آلہی کا ہے اور اون اشیا کا جنکا وعدہ خدا تعالیٰ نے
نیک بندون کے لیے کیا ہے یہان تک کہ اس توقع کے سرور سے ایک مزہ عبادت کا جوش کرے
اور اسکو نوافل پر متوجہ کرے اور یہ مضمون یاد آوے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ
صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ اس آیت تک کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ
تو ایسی صورت مین پہلے رجا سے تو نا امیدی جو مانع توبہ ہے ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری رجا سے
سستی جو مانع نشاط اور تہیہ عبادت ہے جاتی رہتی ہے حاصل یہ کہ جو توقع کہ توبہ پر یا تہیہ عبادت پر
برانگیختہ کرے اوسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف
ناحق کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہے مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کرکے عمل مین مشغول ہو
اوسوقت شیطان نے یہ سوجھایا کہ تو اپنے نفس کو کیون عذاب دیتا ہے اور ایذا اوٹھاتا ہے تیرا
رب تو کریم اور غفور ہے اور اس شخص نے اس وسوسے سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہ غرور مین
داخل ہے ایسے حال مین بندے پر واجب ہے کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خدا کے غضب
اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈراوے اور کہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ گناہون کا بخشنے والا اور
توبہ کا قبول کرنے والا ہے مگر اوسکا عذاب بھی بہت سخت ہے اور باوجودیکہ وہ کریم ہے لیکن
کافرون کو ابدالاباد تک دوزخ مین رکھیگا گو اونکے کفر سے کچھ اوسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور
مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اوسنے اپنے بندون پر دنیا مین مسلط کیا ہے اوسکو قدرت ہے کہ ان
چیزون کو اون سے دور کرے جس ذات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہے اور اوسنے حکم
اپنے عذاب سے ڈرنے کا بھی کیا ہے تو پھر کیسے خوف نکیا جاوے اطمینان کی صورت کیا ہی غرضکہ
خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہے جو آرزو ایسی ہو کہ اوس سے عمل پیدا ہو اشتغال کا
شہوتی ہو اوسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کیطرف متوجہ
ہین اور خدا تعالیٰ کیطرف سے مونہہ پھیرے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی وجہ ہی
کہ اونکو تمنا اور غرور ہے جسکو رجا سمجھے ہوے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین
جو خبر دی ہے کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہے ایسا ہی
دیکھا جاتا ہے پہلے زمانے کے لوگ تو عبادتون پر مداومت کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے لیکن

خوف بھرا رہتا تھا باوجودیکہ رات بھر اللہ کی طاعت مین کاٹ دیتے اور تقوی اور شبہات سے
احتیاط اور شہوات سے کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی مین اپنے نفسون کے لیے روتے
اور اس زمانے کا حال دیکھو تو ہر زبان پر ہر لحظہ رنگے دیگر ست کا مضمون ہے کہ گو گناہون پر پڑے
ہوے ہین اور دنیا مین ڈوبے ہوے اور خدا سے اعراض کیے ہوے تسپر بھی خوش اور بیخوف
اور مطمئن ہین کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالی کے کرم پر اعتماد رکھتے ہین اور اوسکے فضل اور عفو و مغفرت
کے متوقع ہین گویا اونکا دعوی یہ ہے کہ ہمکو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہے کہ اوس قدر
انبیا اور صحابہ اور سلف کے اکابر صلحا کو بھی معلوم نہوا یہ نہین سمجھتے کہ اگر صرف تمنا سے کار برآری
ہوتی اور ادنی سی بات سے حاجت پوری ہو جاتی تو یہ لوگ کیون اتنا ڈرتے اور خوف حزن مین پڑے رہتے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	✣	صد سال مے توان بتمنا گریستن

یہان تو رونے کے سوا کچھ اور بھی چیز ضرور ہے اور ہمنے اسکی تحقیق باب خوف و رجا مین لکھی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رض روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ
لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ جیسا بدن پر کپڑے پرانے ہو جاتے ہین اسیطرح اوس وقت مین قرآن
پرانا ہو جاویگا سب باتین لوگون کی سراسر طمع ہونگی اور اوسکے ساتھ خوف بالکل نہوگا اگر کوئی کچھ
نیکی کریگا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہے گا کہ یہ مجھسے معاف کر دیجاویگی اس
حدیث مین آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف
دلانے والی آیتون سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدا تعالی نے نصاری کا ذکر فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد کیا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا
اور اسکے معنی یہ ہین کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہین اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہین یعنی
اپنے شہوات دنیا کے طالب ہین خواہ حلال ہون یا حرام اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهٖ جَنَّتَانِ اور فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ قرآن مجید مین اول سے
آخر تک تحذیر و تخویف بھری ہے اگر فکر کرنے والا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہو اوسمین تامل کرے
تو بجا ہے کہ اوسکا غم بڑھ جاوے اور خوف زیادہ ہو جاوے اور کچھ متصور نہین مگر لوگون کا
یہ حال ہے کہ گھاس ہی کاٹتے چلے جاتے ہین خیال کرتے ہین تو مخارج حروف کا اور کسرہ اور ضمہ
اور نصب پر کرتے ہین اور اشعار کیطرح پڑھتے ہین معانی کیطرف التفات کا قصد کبھی نہین
کرتے نہ اوسکے مضامین پر عمل کرین عالم کیواسطے اس سے زیادہ غرور اور خام خیالی کیا ہوگی

یہان تک وہ حملے مذکور ہوے جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کے لیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور
غرور کا فرق بھی بیان کر دیا گیا اور اسکے قریب غرور اون لوگون کا ہے جو طاعت و معصیت دونون
کرتے ہین مگر معصیت زیادہ کرتے ہین اور توقع مغفرت کی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا نیکیون ہی کا
پلہ جھکیگا گو بدی کے پلہ مین بدیان زیادہ ہون اور یہ نہایت جہالت ہے۔ بعض لوگ چند درم حلال و
حرام کے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا اور شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت
زیادہ ہوتا ہے اور شاید یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر اونکو اسپر تکیہ ہوتا ہے اور
یہ گمان ہے کہ اگر ہزار درم حرام کے پیدا کرین اور دس درم حرام سے یا حلال سے خیرات کر دین تو یہ
نیکی اور وہ بدی مساوی ہین اور یہ کیسی بڑی جہالت ہے اگر ایک پلے مین دس درم رکھین اور
دوسرے مین ہزار اور دونون برابر ہو جاوین یا ہلکا پلہ بھاری کو اوٹھا دے تو اونکا قول بھی درست
ہو سکتا ہے اور بعض یہ تصور کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے
کہ وہ لوگ برائیون کی تو شمار نہین کرتے اور نہ اونکی تلاش کرین مگر نیکی کرنے کو یاد رکھتے ہین مثلاً
ایک شخص دن مین سو بار استغفر اللہ یا سبحان اللہ کہتا ہے پھر مسلمانون کی غیبت و ہتک کرتا ہے اور
تمام دن ایسی ہی باتین بکتا رہتا ہے جنسے خداے تعالی خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو جب
کہیگا یہی کہیگا کہ مین ایک تسبیح استغفار رہا اور کلمے کی پڑھتا ہون اس بات سے غافل ہیگا کہ دن بھر کیا
بکتا رہتا ہون اور اگر دن بھر کی اور لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سو گنی یا ہزار گنی ہو جاوین حالانکہ
کرام کاتبین نے وہ سب لکھ لی ہین اور اللہ تعالی نے ہر کلمہ لغو کے پیچھے عذاب کا وعید فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد ہوا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے
ثواب کی سوچ رہتی ہے اور اسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنے والون اور جھوٹون اور چغل خورون
اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ وارد ہے اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی بھگتنی پڑیگی
یہ مغالطہ نہین تو کیا ہے اور یاد رکھو کہ کرام کاتبین اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرتے اور
تسبیح و تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اوسوقت اپنی ضروری باتون کو بھی نہ بولتا اور اب جن باتون کو مساوی
تسبیح کے سمجھتا ہے اونسے بھی زبان بند کر لیتا ہے اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو
بڑی شرم کی بات ہے کہ آدمی ایک دو پیسے کے بچاؤ کیواسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے
ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نکرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہے کیونکہ ہمکو
وہ کام کرنا پڑا کہ اگر اوسمین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق

اور مغرور ہوتے ہین تو جو شخص مضامین قرآنی کو سچ جانتا ہے اوسکے یہ عمل نہین ہوتے ہمکو خدای تعالی
ناشکری اور کفران سے بچاوے اوسکی ذات اس قابل ہے کہ اوس سے خوف اور حذر کیا جاوے جو لوگ
ایسی غفلت و غرور کو مسلط کرنے پر قادر ہے کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگون کو تنبیہ
اور عبرت نہین ہوتی اور جھوٹی آرزوون اور شیطان و نفس کے بہانون پر تکیہ کرکے مغرور بن رہے ہین

دوسرا بیان مغرورون کی چارون صنفون کے فرقون کا حال اور اسمین چار فصلین ہین

فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقون کا حال ومنہین سے ایک فرقہ وہ ہے جو علوم شرعی اور
عقلی کو خوب سیکھتے ہین اور اونمین تعمق اور شغل آشنا کرتے ہین کہ اعضای ظاہری کے درپے مطلق نہین
ہوتے ہین اور نہ اونکو گناہون سے روکتے ہین اور نہ طاعت بجا لاتے ہین اونکو اپنے علم کے باعث مغالطہ
پڑگیا ہے اور اس خیال مین ہین کہ ہم خدای تعالی کے نزدیک ذی رتبہ ہین اور علم کے باعث ہم ایسے ہوگئے ہین
کہ خدای تعالی ہم جیسون کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگون کے حق مین ہماری شفاعت سنیگا اور ہمسے ہماری
بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہون اور خطایا کی نکریگا اور واقع مین اونکو دھوکا ہے اسلیے کہ اگر نظر بصیرت
دیکھین تو معلوم کرین کہ علم دو طرح کے ہین ایک علم مکاشفہ یعنی خدا کو اور اوسکی صفات کو پہچاننا جسکا نام
اصطلاح مین معرفت ہے اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال اور حرام کا اور نفس کے اخلاق مذمومہ اور
عمدہ کا اور کیفیت اونکے علاج کی اور برے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ تو یہ دوسری قسم علم کی
یعنی علم معاملہ اسلیے تحصیل کرتے ہین کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علت غائی عمل نہوتی تو یہ نکمے ہوتے
اور جس علم سے کہ مقصود عمل ہوتا ہے وہ عمل ہی اوسکی قیمت ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی مرض مین
مبتلا ہے اور اوسکی دوا ایک معجون مرکب چند اجزا سے ہے جسکو بجز طبیب حاذق کے اور کوئی نہین جانتا
اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش مین نکلا اور اوسکو تلاش کرکے اوسکے پاس گیا طبیب نے اوسکو
دوا بتلائی اور اوسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور پیدا ہونے کی جگہ اور جہان سے ملتی ہے وہ مقام اور
کیفیت اونکے کوٹنے اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور معجون بنانے کی سب مفصل بیان کردی مریض نے
اوسکو سیکھکر خوشخط نسخہ لکھ لیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اوسکو دیکھنا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے
بیمارونکو دیا مگر آپ کبھی بناکر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اوسکی بیماری کچھ کم ہوجاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز
لکھے اور ہزار آدمیون کو بتلاوے جو سب کے سب شفا پاوین اور ایک رات مین ہزار بار پڑھ لیا کرے
تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری مین کمی نہ پڑیگی ہان اگر کچھ پیسا خرچ کرکے دوا مول لے اور اوسکا
معجون بناسکتا اور جیسطرح استعمال سکھلایا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اوسکی [illegible] پرہیز کرکے [illegible]

کرتا رہے اور وقت معینہ پر سب شرطون کے ساتھہ کھاتا رہے تب توقع شفا کی ہوسکتی ہی اور اوسمین بھی احتمال ہے کہ شفا نہو اور جب بالکل دوا نہ کھاوے اور سمجھے کہ شفا ہوجاویگی تو خام خیالی ہے ایسے ہی جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل نہ کرے اور گناہون کو جان لے اور اجتناب نکرے اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نکرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے اور اونکے ساتھہ متصف نہو تو وہ مغرور ہے کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا[ف۱] یہ نہین فرمایا کہ فلاح اوس شخص کو ہے جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہوا اور اوسکو لکھکر لوگون کو سکھلاوے یہان شیطان ایک اور دھوکا پیش کرتا ہے کہ اس مثال سے اور تحصیل علم سے کچھہ سروکار نہین یہ تو صحیح ہے کہ دوا کا جاننا مرض کو دور نہین کرتا مگر علم کی تحصیل قرب الٰہی اور ثواب کے لیے ہوتی ہے وہ علم سے حاصل ہے چنانچہ فضائل علم مین اخبار وارد ہین پس اگر آدمی بیچارہ بیہوش ہوا تو اس دھوکے مین آجاتا ہے کیونکہ یہ نفس کی مراد کے موافق ہے اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر دانا صاحب تمیز ہوتا ہے تو شیطان کو یہ جواب دیتا ہے کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہے اور جو وعید کہ بدکار عالمون کے باب مین وارد ہے جو اپنے علم پر نہین کرتے اوسکو بھولائے دیتا ہے دیکھہ تو خدا ہی تعالی فرماتا ہے فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ[ف۲] اور مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا[ف۳] تو کتے اور گدھے کے مشابہ ہونے سے اور کونسی رسوائی بڑھکر ہے اور حدیث شریف مین ہے[ف۴] کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہوئی وہ خدا ہی تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے اور فرمایا[ف۵] کہ عالم دوزخ مین ڈالا جاویگا اور اوسکی آنتین نکل پڑینگی اور جیسے گدھا چکی گھماتا ہے اسطرح اونکو آگ مین چکر دیگا اور فرمایا[ف۶] سب مین برے لوگ عالم بے عمل ہین اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہے کہ اوسنے نہ پڑھا اگر خدا کی مرضی ہوتی تو پڑھجاتا مگر عالم کی سات بار خرابی ہے یعنی اس جہت سے کہ اوسکا علم اوسپر حجت ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[ف۷] کہ سب لوگون سے زیادہ عذاب قیامت مین اوس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے نفع نہوا ہو یعنی عمل نکیا ہو تو یہ روایات اور اور روایتین جو باب علم مین علماء آخرت کی علامات کے بیان مین ہمنے لکھے ہین حد شمار سے زیادہ ہین مگر اتنی بات ہے کہ یہ روایتین عالم بدکار کی مرضی کے موافق نہین اور فضائل علم اوسکے مطلب کے ہین اسلیے شیطان اونکو اوسی کیطرف جھکاتا ہے اور یہ نہایت مغالطہ ہے کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اوسکی مثال یہی ہے جو ہمنے لکھی ہے اور اگر ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہے اوسی نے علماء بے عمل کی

ف۱ مراد کو پہونچا جس نے اسکو ستھرا کیا ۱۲

ف۲ تو اوسکی کہاوت جیسے کتا ۱۲

ف۳ کہاوت اونکی جنپر لادی گئی توریت پھر نہ اوٹھائی اونھون نے جیسے کہاوت گدھے کی ۱۲

برائی بھی کمی ہے اور یہ کہ اوسکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہے تو پھر اوس امر کا
معتقد ہونا کہ مین خیر پر ہون باوجودیکہ بازپرس خدای تعالی کی بھی مجھی سے زیادہ ہے عین غرور ہے اور
جو شخص علم مکاشفہ کا مدعی ہے کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہے اور علم کا تارک ہے
اور اوامر و نواہی کو بجا نہین لاتا اوسکو بہت سخت مغالطہ ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص
بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اوسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل اور طول
عرض اور عادت و نشست کو جانے مگر یہ نہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی مبغوض
اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناخوش یا ان باتون کو بھی جان لیا مگر اوسکی ملازمت خدمت کا
جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اوسکے غصے کا ہوتی ہین اور لباس اور ہیئت اور حرکات سکنات
و گفتگو جو اوسکو محبوب ہین اون سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اوسکا مقرب اور
خاص ہونا چاہا اس ذریعے سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت اور
سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ کو ناپسند تھین اونمین آلودہ رہا
اور اوسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب و خاص بننا خیال خام ہے ہان اگر بالفرض یہ باتین
نجانتا اور صرف بادشاہ کو اور اوسکے محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب و خاص
ہوجاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی کرتا ہے اور شہوات کی پیروی معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے
خدا کی معرفت صرف برای نام جانی ہے پوست ہی پر قناعت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا کو
حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا دلمین ہوتا اور تقوی کرتا۔ یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی عاقل آدمی
شیر کو پہچانے اور پھر اوس سے نہ ڈرے اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھسے
ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام اور رنگ اور شکل کو
جانتا ہے اور ڈرتا نہین تو اوسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خدای تعالی کو
پہچانتا ہے وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اوسکی صفت یہ بھی ہے کہ عالم کے لوگون کو تباہ کرے اور
کچھ پروا نہ کرے اور یہ کہ اوسکے قبضہ قدرت مین انسان بھی ہے کہ اگر اوسکو اور اوس جیسے ہزارونکو
ہلاک کرے یا ابدالآباد عذاب مین رکھے تو اوسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور اوسکو کچھ
رحم آویگا اور نہ افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اوسنے فرمایا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ
اور شروع کتاب آسمانی زبور کا ہے کہ خوف خدا سب حکمتون کی جڑ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ خوف خدا کے لیے علم کافی ہے اور اوسمین مغالطہ کھانے کے لیے جہل بس ہے اور ایک شخص نے

ف اللہ سے ڈرتے وہی ہین اوسکے بندون مین جو سمجھ ہے ١٢

حضرت حسن رح سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اوسکا جواب دیا اوسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے
آپ نے فرمایا کہ تونے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے فقیہ اوسکا نام ہے جو رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے
اور دنیا کا تارک ہوا اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہے کہ فقیہ وہ ہے کہ مدارات کرے اور کسی سے خصومت
نکرے اور اللہ تعالی کی حکمت کو پھیلا دے اگر کوئی اوسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نمانے تب بھی شکر کرے
اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کو سیکھے اور اوسکے صفات مین سے یہ
جانے کہ کونسی چیز اوسکو محبوب ہے اور کونسی اوسکے نزدیک مکروہ اور اوسیکا نام عالم ہے جسکو خدا بہتری دینا
چاہتا ہے اوسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے اور جو ایسا نہوا اوسکو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہر کی طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون کے تارک ہین مگر اپنے
دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اونمین وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور
طلب ریاست اور علو اور اپنے ہمسرونکو ایذا دینی اور شہرون اور بندون کے درمیان شہرت طلب کرنی
وغیرہ نیست و نابود کرین اور بعضون کو تو اتنی بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ صفات برے ہین اسیواسطے
اونکے مرتکب ہوتے ہین اور کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپ نے فرمایا
کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا وہ جنت مین نہ جاویگا اور حسد
نیکیون کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا
پانی ساگ کو اور سوا ان روایات کے اور بہت سی احادیث اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین
جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل بھولے
ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نکیا ہو خدا ہی تعالی تمھاری صورتون
اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہے صرف اعمال کی تو خبرداری کی اور دلونکی نہ کی
حالانکہ اصل دل ہی ہے اور نجات اسکی سلامتی پر منحصر ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ
بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے گھورے کے اندر ریختہ کنوان ہو کہ ظاہر مین تو
چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ رہتی ہین
اور اونکے اندر مردار ہین یا اندھیری کوٹھڑی جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر اوسپر بہت چاندنا ہے
مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کے لیے دروازہ مکان کا تو خوب مزین کردے اور
گھر کے اندر خس و خاشاک بھرا رکھے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی غلطی ہے اور اس سے بھی زیادہ قریب کی
مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی اگ آیا جس سے کھیت بگڑ جاوے

اوسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت نولاویگا اور اس گھاس کو جڑ سے اوکھاڑ دیگا تو کھیت درست ہوجاویگا
اسنے جڑ سے تو نہ اوکھاڑا گھاس کی پتیان اور سر نوچنا شروع کیا اور جڑین مضبوط ہوتی گئین اور
پھوٹتی گئین یہان تک کہ کھیت مین کچھ واجبی ہی پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین
جو دل کے اندر ہین اگر آدمی دل کو اونسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاوے گا
بہت سی آفتون مین سے کچھ بچ رہے تو بچ رہے بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسیکو خارش ہو
اور طبیب نے اوسکو دوا لگانی کی اور پینے کی بتائی کہ ملنے سے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اوسکی جڑ
جاتی رہیگی مریض نے صرف لگانے کی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا
جس سے مادہ خارش زیادہ ہو تو اوسکی خارش کبھی نہ جاویگی گو کتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر
موجود ہے جب وہ جاتی رہے تو یہ بھی جاتی رہے اور ایک فرقہ اور ہے جو ان اخلاق باطنی کا علم بھی رکھتے ہین اور
جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے گمان کرتے ہین
کہ ہم مین یہ باتین نہین اور ہم اللہ تعالی کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزون سے آزماوے
یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان کی پھر اگر ان لوگون سے آثار کبر
اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی
خواہش اور شرف علم کا ظاہر کرنا اور خدا کے دین کو مدد دینی اور مخالفون کو اور بدعتیون کو
ذلت دینی ہے اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو اعدائے دین ہنسینگے اور
بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور اون مغرورون کو یہ معلوم نہین کہ اونکا
دشمن تو واقع مین شیطان ہے جس سے خدای تعالی نے ڈرایا ہے اور وہ انکی ان حرکات پر خوب
ہنستا ہے اور انکو مسخرہ بناتا ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی نصرت
کیسی کی تھی اور کافرون کو کیسی ذلت دی تھی اور آپکے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے
اور فقر اور مسکنت پر کیسے قائم تھے یہان تک کہ جب شام مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر گھٹیا لباس کا اعتراض
لوگون نے کیا تو آپنے فرمایا کہ ہم لوگون کو خدای تعالی نے اسلام سے عزت دی ہے ہم دوسری
چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرور دین کی عزت عمدہ لباس اور باریک و
حریری اور ریشمی کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہی
اسیطرح اگر کسیکو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو جو اوسکی اور بات نہ مانے براہ حسد کچھ
کہتا ہے تو یہ نہین جانتا ہے کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہے کہ یہ غصہ خدا کیواسطے ہی

اور منکر کا جواب یہ ہے جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہین مانتا اور اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی نہین کرتا تاکہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور عالم کی برائی کرے یا اور کسیطرح کی اوسکے ساتھ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی مجھے ایسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہے یا نہین تاکہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہے یا اپنے نفس کیواسطے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہے تو اپنے آپ خوش ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہے نہ خدا کے واسطے۔ اسیطرح جو شخص اپنے اعمال و علوم سے ریا کرتا ہے اور اوسکو وسوسہ ریا کا دل مین گذرتا ہے تو کہتا ہے کہ مین ریا تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم و عمل سے یہ ہے کہ لوگ میری اقتدا کرین اور اونکو دین کی راہ ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا تو لوگ اگر کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا سے ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہے کسیکے ہاتھ پر ہو جیسے کسیکے بہت سے خادم بیمار ہون اور اوسکو اونکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ اونکا علاج یہ شخص کرے یا کوئی دوسرا کرے اور اوسمین بھی شیطان ایک پیچ لگاتا ہے اور یون سوجھاتا ہے کہ جب لوگ میری سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجکو ہوگا تو مین خوش ہون تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے مانتے ہین یہ تصور اپنے نفس مین کر لیتا ہے حالانکہ خدا تعالی کو دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اگر اوس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجکو خاموش رہنے اور علم کے خفیہ رکھنے مین بنسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہے اور اسکے ساتھ ہی اوسکو قید کرکے زنجیر ونمین جکڑ دیا جاوے تو ضرور ایسے بہانے کریگا کہ قید خانے کو کسیطرح ڈھا کر اور زنجیرین توڑ کر اوسی جگہ جاوے جہان اسکی وعظ و تدریس کے باعث اسکی ریاست چمکے۔ اسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس جاکر اونسے دوستی پیدا کرتا ہے اور اونکی ثنا کرتا ہے اور تواضع اور انکسار بجالاتا ہے جب اوسکو یہ بات دل مین گذرتی ہے کہ ظالم بادشاہون کے واسطے فروتنی حرام ہے تو شیطان اوسکو مغالطہ دیتا ہے کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہے جب تجھے اونکے مال کی طمع ہو تیری غرض یہ ہے کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کرکے اونسے ضرر دور کرے اور شر اعدا سے تو بھی بچا رہے اور خدا کو اوسکے دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اسکا مقصد یہ نہین جو یہ دعوی کرتا ہے اگر یہی مراد ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہو کر تمام مسلمانون کی سفارش کرتا اور اوسکی سفارش منظور ہوتی

تو یہ شخص او س سے نہ جلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہوجاوے تو کچھ عجب نہین کہ یہ شخص بادشاہ کے سامنے اوس پر جھوٹ لگاوے اور اوسکے عیب بتاوے اور کیا کیا نہ کر گذرے اور بعضون کا غرور اسدرجے کو پہونچتا ہے کہ بادشاہون کا مال لے لیتا ہے اور جب دھیان آتا ہے کہ یہ مال حرام ہے تو شیطان یہ سوجھاتا ہے کہ یہ مال لاوارث ہے اور وہ مسلمانون کی بہتری کیلیے ہوتا ہے اور تو مسلمانون کا امام اور عالم ہے تجھسے دین قائم ہے تجکو بمقدار حاجت اُسمین سے لے لینا درست ہے تو اس مغالطے سے تین باتون مین دھوکا کہاتا ہے اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہے اسلیے کہ صریح اوسکو معلوم ہے کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانون اور اپنی ظلم وسے لیتا ہے اور جن لوگون سے لیا ہے وہ خود زندہ ہین یا اونکی اولاد و ورثہ موجود ہین غایت یہ کہ مثلاً دس آدمیون سے سو دینار لیے تھے وہ سب خلط ملط ہو گئے ہین تو اس مال کی حرمت مین کیا شبہہ ہے اوسکو یہ سمجھنا کہ مال لاوارث ہے نہایت بیجا ہے بلکہ واجب ہے کہ اونکے مالون کو دیدے گو ایک چیز دوسری مین ملگئی ہو دوسرا اوسکا اسمین ہے کہ اپنے آپ کو دین کی بہتری اور قیام کا موجب سمجھا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہون کے مال کو حلال جانتے ہین اور طلب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر متوجہ ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگون کی نسبت بہت زیادہ ہین جو دنیا مین زہد کر کے متوجہ الی اللہ ہون اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام و قوام دین متین اسلیے کہ دین کا امام وہی گنا جاتا ہے جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہو اور اللہ کیطرف توجہ کامل جیسے انبیا علیہم السلام اور صحابہ رض اور علماء سلف تھے اور دجال اوسکو کہتے ہین جس سے سب معاملات مذکورہ بالا اولٹے ہون تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہو اگر دجال نہین تو کون ہے وہ اپنی ذات مین اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھتا ہے اور شاید اوسکے مرنے سے لوگون کو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیات کے اور اوسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہے کہ برا عالم ایسا ہے جیسے بہتے پانی کے منہ پر پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کھیتون کو نفع ہو اور ہرچند اقسام غرور اہل علم کے اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الا اسقدر نمونہ از خروارے ہمنے تھوڑے سے لکھدیے اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے علم بھی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور معصیت ظاہری سے بھی بچے اور اخلاق نفس اور اوصفات قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ کے درپے ہو کر اسمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہو جاوے اور اسیلیے دل مین ان چیزونکی جڑین ظاہر کی کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور ہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ مکر شیطانی اور فریب نفسانی

ایسے رہگئے جنکا معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اونکو اونکی اطلاع نہوئی اسواسطے اونکو ویسا ہی
چھوڑ دیا اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھیت نولانا چاہے اور اوسمین جابجا پھر کر
جہان جہان گھاس نظر آئے اوسکو جڑ سے اوکھاڑ دے مگر جن روئیدگی کے سر ابھی تک زمین سے
نکلے ہی نتھے اور اسنے خیال کرلیا کہ سب نکل آئے یا بعضے بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس
کی جڑون مین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر پھیلگئی تھین اسکی نظر مین نہ آئین تو اسکو تو یہی خیال ہوگا
کہ مین نے سب گھاس اوکھاڑ ڈالی حالانکہ وہان غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے اون جڑون نے
پھیلکر کھیتی کی جڑون کو بگاڑ دیا۔ اسیطرح عالم بھی کبھی سب باتین کرتا ہے مگر خفیہ دقائق کیطرف توجہ
نہین کرتا مثل بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی جمع و ترتیب و تحسین الفاظ و تصنیفات
کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین خدا کو ظاہر کرنا اور
اوسکی شریعت کو پھیلانا ہے اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہے کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور
لوگ سب طرف سے اکثرت سے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح و ثنا مین باتین کھلین
اور حاجات و اغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادہ کیواسطے گرد جمع رہین اور جب
ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگا کر سنین اور ہمکو مرحبا کہین یا جب ہماری گفتگو سنین
تو اوسکی تصدیق کے واسطے سر ہلادین یا رقت کرین یا چلّانے مین ہوجاوین اور اس بات سے
خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفیدین بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خصوصیت
حاصل ہے کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا
نہ اس نظر سے کہ کچھ دین کی جہت سے درد کیا ہو بلکہ اپنے آپ کو خاص اور ممتاز سمجھکر عوام کے
عیب بیان کرنے اور سوا اوسکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ اونکے علم و عمل کی ہوسکتی ہین
اور ظاہرا زندگی اوس بچارے مغرور کی در پردہ اوسی حکومت و امارت اور توقیر اور لوگون کے
تعریف پر منحصر ہے اگر آدمیون کے دل اس سے پھر جاوین اور اوسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے
زاہد نہ سمجھین تو کیا عجب ہے کہ اوسکا دل تشویش مین پڑے اور اوس سے درد وظیفہ بھی کچھ
نہ بن پڑے اور ہر ایکطرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نفس کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب
چھپانے کیواسطے جھوٹ بھی بولدے۔ اور کچھ بعید نہین کہ جو شخص اسکے زہد و تقوی کا معتقد ہو
اوسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے کو جتنا اوسکا اعتقاد ہے اوتنا خود مین نہو اور اگر کوئی کم درجہ کا
شخص زیادہ تقوی رکھتا ہے اور بد معتقد کا معتقد ہو تو اس سے دلتنگ رہتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنے یار وکمین سے

ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور اوسکی وجہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ اسکو فضل و ورع زیادہ ہے اسلیے
اوسکی زیادہ تعظیم کرتا ہوں حالانکہ وجہ اوسکی درحقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اطاعت اور فرمان برداری
زیادہ کرتا ہے اور اوس سے کام بہت نکلتا ہے اور تعریف و توصیف زیادہ کرتا ہے خدمت کا زیادہ
حریص ہوتا ہے یہی وجہ اوسکی تعظیم زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفادہ
کرتے ہین اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہے تو عالم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ تاثیر میرے اخلاص و صدق
کی اور حق علم کے ادا کرنے کی ہے اور اسی گمان سے خدا کا شکر کرتا ہے کہ اوسنے میری زبان سے
لوگون کو یہ فائدہ پہونچایا اور اس امر کو باعث عفو گناہ اور کفارہ سئیات سمجھتا ہے اور ابھی تک اپنی
نیت کی خبر نہین کہ درست ہے یا نہین اور یہ ہوسکتا ہے کہ اگر ایسے ہی ثواب کا وعدہ اوسکو سنایا جاوے
بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اوسکی خواہش نہوے گا کیونکہ
اس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود ہے اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر
درست ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ بنی آدم مین سے جو اس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے
پناہ مین آگیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑگیا۔ اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین
بہت کوشش کرتا ہے اور اس خیال مین ہے کہ مین خدا تعالی کا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگون کو اوس سے
فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہے کہ تصنیف عمدہ کی جہت سے میرا نام پھیل جاویگا اگر یہ غرض نہین تھی پھر جو
کوئی دوسرا شخص اوس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹادے اور اپنا نام اوسکی جگہ لکھدے تو مصنف پر ناگوار کیون
گذرتا ہے باوجودیکہ اوسکو یہ معلوم ہے کہ ثواب اس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون
شخص مدعی اسکا مصنف نہین ہے اور کبھی تصنیف مین آپ ہی اپنی تعریف صراحۃً بڑی لمبی چوڑی ساتھ ذکر کرتا ہے اور کبھی ضمناً
تعریف اپنی کرتا ہے اسطرح کہ کسی دوسرے پر طعن و اعتراض کرتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا مرتبہ
دوسرے سے بڑھکر ہے حالانکہ اعتراض اور طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسیکی عبارت مین
کچھ غلطی فاحش پاتا ہے تو اپنی کتاب مین اوس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والے کے لکھتا ہے اور اگر
عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہے تاکہ کوئی یہ سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہے یا تو سب عبارت کو
بعینہ چورا کر درج کردیتا ہے یا اوسمین کچھ تصرف و تبادل کرکے نقل کرتا ہے جیسے کوئی شخص کپڑا چورا کر
اوسکی قبا بنوالے کہ چوری کا نہ معلوم ہو۔ اور کبھی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ الفاظ کتاب کے
مزین اور مسجع ہون اور ترتیب بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہے اور اپنے گمان مین
یہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اوسکا بنانا ہے تاکہ لوگون کو جلد نافع ہو

حالانکہ اوسکو یہ خبر نہین کہ بعض حکما نے تین سو ساٹھ جلدین حکمت مین لکھی تھین اوس وقت کے نبی کو حکم الٰہی ہوا کہ اوس سے کہدو کہ تونے اس کلام فضول سے تمام زمین بھر دی مین اسمین سے کچھ بھی قبول نہین کرتا۔ اور بعض اوقات اس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک کو یہی گمان ہوتا ہے کہ میرا نفس عیوب قلبی اور خفیہ برائیون سے بچا ہوا ہے اور جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہین اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہے تو ہر ایک اس بات کو تاکتا ہے کہ میرے ساتھ آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھ اگر اپنے ساتھ والے بہت پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے گو جانتا ہو کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہے پھر جدا ہو کر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کردیتے ہین تو غیرت وحسد آپسمین ہونے لگتی ہے اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور اوس سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول اوسکے دل پر نہایت شاق گذریگا پھر دیسے اوسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اوسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا نہ اوسکی ثنا کہیگا باوجودیکہ معلوم ہے کہ دوسرے عالم کے پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کے لیے جاتا ہے شاید اوس عالم کی جماعت مین رہنے سے اوسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو پہلے عالم کی جماعت مین کوئی آفت اوسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اوس عالم کے دل سے نہین جاتی۔ اور جب یہ اوس مین حسد شروع ہوتی ہے اور اوسکو ظاہر نہین کرسکتا تو بہانہ کرکے اوسکے دین اور ورع مین طعن اور اعتراض کرتا ہے کہ کسطرح اوسپر غصہ آوے اور جانتا ہے کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کیواسطے کرتا ہون نہ اپنے نفس کے لیے۔ اور اگر محسود کے عیب اسکے سامنے ذکر ہون تو اونسے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی تعریف کرے تو اوس سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اوسکی برائی سننے سے ترش رو ہوتا ہے کہ کوئی جانے کہ مسلمانون کی غیبت اسکو اچھی نہین معلوم ہوتی اور باطن مین اوسکے عیب سننے سے راضی اور خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حاصل یہ کہ اسطرح کی باتین خفیہ عیب مین داخل ہین جنکو بجز دانا لوگون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا اور نہ بدون بڑے ہمتون کے اونسے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفون کو اونسے بچنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات ہے کہ ادنیٰ درجہ آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے عیوب کو پہچانے اور اونکو برا سمجھکر اونکی اصلاح مین کوشش کرے جب خدا ہی تعالیٰ کسی انسان کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو اوسکے نفس کے عیب سوجھا دیتا ہے اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہو اور بدی کو برا جانے تو توقع ہے کہ اوسکا حال اچھا ہوا اور اوسکی اصلاح جلد ممکن ہو بہ نسبت اوس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم وعمل سے خدا پر

احسان جتاوے اور گمان کرے کہ سب لوگون سے بہتر مین ہی ہون خداے تعالی ہمکو غفلت و غرور سے
پناہ مین رکھے اور اس بات سے بھی بچاوے کہ مخفیہ عیوب کو پہچانکر اونکی اصلاح نکرین یہان تک بیان
مغالطہ اون لوگون کا تھا جنھون نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا عمل کی جہت سے عمل مین کوتاہی کی
اب ہم اون لوگون کا غرور لکھتے ہین جو علوم مین سے ایسے ہی علوم پر قانع ہین جو ضروری نہین اور
علوم ضروریہ کو چھوڑکر غیر ضروریہ ہی پر مغرور رہین یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپ کو بے پروا
سمجھتے ہین یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہین وہ اسی علم غیر ضروری مین جانتے ہین اونمین سے
ایک فرقہ تو وہ ہے جو علم فتوی حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق مین
جاری ہوتے ہین اوسکو سیکھتے ہین اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہین اور اوسکو علم مذہب جانتے ہین
اور اسکی تحصیل مین اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کر دیتے ہین نہ تو اعضاے ظاہری کے در پے ہوتے ہین
کہ اونکی حفاظت کرین مثلاً زبان کو غیبت سے روکین اور پیٹ کو حرام سے اور پانون کو بادشاہون کے
یہان جانے سے اسطرح سب اعضا کو اونکے اعمال بد سے بچا دین اور نہ دل کی حفاظت کرین کہ اوسکو کبر
اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے علیحدہ کرین تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور رہین اول باعتبار عمل کے
دوم باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہین اور یہ کہ ایسے لوگون کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی بیمار نسخہ مرض کا لکھکر اوسکو پڑھتا اور لوگون کو بتانا شروع کرے بلکہ اونکی مثال
ایسی ہے جسکو علت بواسیر یا یرقان کا روگ ہوا اور اوسکے باعث قریب مرگ ہو جاوے اور حاجت اس
مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اوسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اوسکو پڑھتا ہے باوجودیکہ
جانتا ہے کہ مین مرد ہون مجکو کبھی حیض یا استحاضہ نہوگا لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بیماری اکثر عورتون کو
ہوا کرتی ہے شاید کوئی مجھسے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہے اسطرح فقیہ بیچارے پر بھی محبت دنیا
اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا و تمام مہلکات غالب ہین اور کیا بعید ہے کہ موت توبہ سے
پہلے ہی آ دباوے اور اوسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال مین ملے کہ وہ اوسپر ناراض ہو
پھر اگر یہ شخص انکا علاج تو نکرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات
اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اوسکو حاجت نہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی
ہو تو اور مفتی بہت ہین تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہے کہ اسمین جاہ و ریاست
اور مال حاصل ہوتا ہے اور شیطان نے اسکو مغالطہ مین رکھا ہے مگر اسکو خبر نہین کیونکہ یہ اپنے دل مین
یہ گمان کرتا ہے کہ مین اپنے دین کے فرض مین مشغول ہون اور یہ نہین جانتا کہ اگر بالفرض اوسکی

نیت بھی درست ہو اور جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ میں مشغول ہونا اور فرض عین کو
اوٹھا رکھنا گناہ ہے اگر فقہ کو خدا ہی کیواسطے سیکھتا ہے تب بھی اپنے اعضاے ظاہری اور دل کے باب میں
جو امور فرض عین ہیں اونسے غافل ہے اور غرور باعتبار علم کے یہ ہے کہ اسنے صرف علم فتاوی
تحصیل کیا اور اسیکو علم دین جانا علم قرآن و حدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہے
کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے اخبار کے ناقل ہیں روایات کو یاد کر لیتے ہیں اور نیز علم تہذیب اخلاق اور
علم معرفت جس سے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہے اور بصورت خوف و ہیبت اور خشوع و
مسکنت کا ہوتا ہے اور تقوی اور احتیاط کا باعث اوسکو بھی ترک کر دیا اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ
بیخوف و مطمئن ہو کر خدا پر تکیہ ہے کہ خدا ہم پر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اوسکے دین کے ستون ہیں
اور اگر ہم علم فتاوی نہ سیکھیں تو حرام حلال کیسے معلوم ہوں غرضکہ ایسا شخص علم مقصود و ضروری کو
چھوڑ دیتا ہے اور غلطی میں رہتا ہے وجہ اوسکی غلطی کی یہ ہے کہ شرع میں تعریف اور تعظیم فقہ کی
سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہے جس فقہ کی تعریف شرع میں ہے وہ وہ علم ہے جس سے خدا تعالے
اور اوسکی صفات کی جو باعث خوف و رجا ہیں معرفت ہو اور اوسکی علامت غالی یہ ہے کہ دل ہمیشہ خائف رہے
اور تقوی کیا کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ سے وہی
علم مراد ہے جس سے خوف حاصل ہو اور وہ یہ علم نہیں ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہے اسواسطے کہ
اس علم کا مقصود مال کا بچانا اور شروط معاملات بجا لانا اور بلاؤں سے بدنوں کا محفوظ رکھنا اور قتل و
ضرب کا دفع کرنا ہے حالانکہ مال خدا کی راہ میں صرف ذریعہ ہے اور بدن سواری اور علم مقصود یہ ہے
کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیاں جنکو صفات مذمومہ کہتے ہیں طے ہو جاویں کیونکہ
بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہیں اگر انھیں میں ملوث مر جاویگا تو خدا تعالے
سے محجوب رہیگا۔ پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی
راہ حج میں چلنے کی عوض مشک اور موزہ سینے پر اکتفا کرے۔ ہر چند اگر یہ چیزیں نہوں تو حج
نہایت دشوار ہے مگر صرف اونھیں پر اکتفا کرنے سے تو نہ حاجی ہو سکتا ہے نہ راہ حج میں پہنچ سکتا ہے
اور ہمنے اسکی تفصیل باب علم میں لکھی ہے اور بعض لوگ ایسے عالموں میں سے صرف فقہ کے
وہ مسائل جنمیں خلاف ہے سیکھتے ہیں اور سوا تحصیل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل و اسکات
کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کے لیے امر حق کو نہ ماننے کی اور کوئی بات نہیں سیکھتے اونکو رات دن

ارباب مذاہب کے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیوب کی تلاش رہتی ہے اور طرح طرح کے جملے
اور فقرے ایذا رسان ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان مین سے درندہ تصور کرنا چاہیے
انکا مقصود حماقت ہے اور علم کا قصد صرف اسلیے کرتے ہین کہ اقران و امثال پر فخر کے لیے کام آوے
اور جس علم کی حاجت مباہات مین نہین دیکھتے ہین مثلاً علم قلب اور صفات مذمومہ کو مٹا کر اونکی عوض
صفات حمیدہ کو حاصل کر کے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور انکا نام علمی باتین اور
واعظون کی گفتگو رکھ چھوڑا ہے علم تحقیق اونکے نزدیک وہی ہے جس سے وہ بحث کرنے والون کے
جدال کی تفصیل معلوم ہو یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوی سے بھی کچھ بڑھ چڑھکر ہین اسلیے کہ وہ فرض
کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم مین مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہین بلکہ سب دقائق جدال
کی فقہ مین بدعت ہین انکا سلف سے منقول نہین باقی رہین دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور
حدیث مین موجود ہین طریق مناظرہ اور اوسکے حیلے سب بدعت ہین اور صرف اظہار غلبہ اور
مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اسطرح بحث ہوا کرے حاصل یہ کہ یہ فرقہ
بھی مغرور ہے اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم
کلام اور مناظرہ اسلیے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے
جواب دین یہ لوگ ہمہ تن اسمین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھے اور طریق
مناظرے کا اور اونکے ساکت کرنے کا سیکھے اسی غرض کیواسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کر لیتے ہین
اور ایسے لوگون کے بہت سے فرقے ہین اونکا اعتقاد یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان
کے نہین ہوتا اور جب تک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھے اور علم کلام کی دلیلین ہر عقیدون کی
نہ جانے جب تک ایمان صحیح نہین ہوتا اور اونکو یہ بھی گمان ہے کہ کوئی شخص ہمسے زیادہ خدا تعالی
کو نہین پہچانتا نہ اوسکے صفات کا عارف ہے اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہین اور ہمارا علم
نہین جانتا وہ بے ایمان ہے اور اونمین کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہے بہرحال اس قسم کے
لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہے جو خلاف حدیث کیطرف بلاتا ہے
اور فرقہ محق وہ ہے جو سنت و حدیث کیطرف داعی ہے مگر غرور و مغالطہ دونون مین ہے
فرقہ گمراہ مین غرور اس جہت سے ہے کہ اپنی گمراہی سے غافل ہے اور اپنے نفس کی نجات اوسمین
سمجھتے ہے اور اسطرح کی بہت جماعتین ہین کہ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہین اور وجہ انکی گمراہی کی یہ ہوئی
کہ انھون نے اپنی رائے کو متہم نہ جانا اور دلیلون کی شرائط اور اوسکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی جہت سے

جو دلیل واقع مین تھی اوسکو شبہہ سمجھ لیا اور جو اصل مین شبہہ تھا اوسکو دلیل مان لیا - اور فرقہ محق کا غرور اس لحاظ سے ہے کہ اونھون نے جدال و بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی چیزون مین سے جانا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ جب تک کوئی بحث و تلاش ہماری سی نہین کریگا تب تک اوسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا اور رسول کو بدون کسی بحث و دلیل کے سچا جانتے وہ مومن یا کامل الایمان نہین نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے اونھون نے اپنی تمام عمر تحصیل جدال و مقالات اور رد خرافات اور اعتراضات اہل بدعت مین بسر کی اور نفسون اور دلونکی خبر نہ لی یہان تک کہ وہ ایسے اندھے ہو گئے کہ گناہ ظاہری اور خطاء باطنی کو نہ دیکھ سکے سبحان اللہ اونکا یہ قول ہے کہ جدال و بحث مین مصروف رہنا افضل اور اولیٰ ہے موجب قرب الٰہی ہے مگر چونکہ علیہ اور ریا کی لذت اور مخالف کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست مین حمایت دین خدا کی بڑائی دل مین سمائی ہوئی ہے تو اسیواسطے چشم بصیرت نہین ورنہ قرن اول کا حال دیکھتے کہ جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہین اونھون نے بہت سے اہل بدعت اور بہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانہ تیر خصومت و جدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور اعضا کی تجسس ہی سے اس بحث و تکرار کی فرصت نہ ملی بلکہ کبھی گفتگو تک کی ہان جس جگہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہو جاوے اور جب کسی گمراہ کو گمراہی پر اصرار کرتے دیکھا تو اوس سے روگردانی کی اور چھوڑ دیا اور خدا کے لیے اوس سے بغض رکھا یہ گیا کہ اوس سے تمام عمر وحشت مشت رکھی ہو بلکہ اکابر سلف کا قول ہے کہ سنت کیطرف بلانا امر حق ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ اس بلانے مین جدال نکیا جاوے چنانچہ ابوامامہ باہلی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہے وہ گمراہ نہین ہوتی جب تک کہ جدال اونمین نہ پیدا ہو - اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض کے پاس تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت مین مصروف تھے آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ ایسے غصے کبھی نہ ہوئے تھے منہ سرخ ہو گیا گویا چہرہ مبارک مین انار کے دانون کی سرخی دکھتی تھی اور اوسوقت یہ فرمایا

اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَنْ تَضْرِبُوا كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ اُنْظُرُوا اِلٰى مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ فَاعْمَلُوْا وَمَا نُهِيْتُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا غرضکہ صحابہ رض کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ حجت اور جدال مین سب سے زیادہ بہتر تھے پھر اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت والوں پر مبعوث ہوئے تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجالس مجادلہ مین اسواسطے نہین بیٹھے کہ کسیکو

الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے
اعتراض کیجیے البتہ اونسے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا جو اون لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ
بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے اونکا دل پریشان ہوتا اور طرح طرح کے اعتراضات و شک واقع
ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہو سکتے تھے اور یہ بات نہین کہ خدانخواستہ آپ اونکے مجادلے سے
عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رض کو کیفیت جدل و الزام کی تعلیم نکر سکتے تھے
مگر اصل یہ ہے کہ دانا اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہین ہوتے اونکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روی زمین کے
لوگ نجات پاوین اور ہم ہلاک ہون تو اونکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ
ہلاک ہو جائین تو ہمکو اونکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین اور ہم پر مجادلہ اتنا چاہیے جتنا صحابہ رض کو
یہود و نصاریٰ سے اور دوسری علت والون سے ہوا اونھون نے کچھ اپنی تمام عمر اونکی مجادلات کی تحریر مین
ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اوس بات سے غافل رہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے
علاوہ ازین جس بات مین کہ ہم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اوسمین ہم کیون خوض
کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور
خصومت سے اوسکی بدعت اور زیادہ بڑھجاتی ہے اس صورت مین ہمکو اون مخالفون کے ساتھ بحث و
تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اوسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت
کیواسطے چھوڑ دے اور یہ ایسے حال مین ہے کہ فرض کرلین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی
اور جس حال مین کہ ممانعت اس سے وارد ہے تو جدال سے کسیکو سنت کیطرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہوکر
دوسرے کا طالب ہونا ہے تو بطریق اولی ہمارے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس کے درپے ہو کر اوسکے
صفات کو دیکھین کہ کونسے کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسکو ناپسند پھر اوسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور
مبغوض کے گرد نہ پھرین اور ایک فرقہ اور ہے جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور اون سب مین اعلے
رتبہ اون لوگونکا ہے جو اخلاق نفس اور صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و
اخلاص و صدق وغیرہ کی خوب بیان لوگون کو سناتے ہین اور اونکو یہ دھوکا ہے کہ از انجا کہ ہم ان صفات کو
بیان کرتے ہین اور لوگون کو انکی تعلیم کرتے ہین تو ہم اول ان صفات سے متصف ہین حالانکہ خدا کے
نزدیک اونمین ان صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام
مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہی ہے انکو کیا ترجیح ہے مگر غرور انکا بڑا سخت ہے کیونکہ یہ اپنے
نفس پر بہت عجب کرتے ہین اونکو یہ گمان ہے کہ جتنا ہمنے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی

اوتنی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہمنے محبت مین تیجہ پیدا کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی اور
اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہو گئے اور خفیہ عیب نفس کے پہچانے تو اونسے بری ہوے اور
اگر ہم مقرب الٰہی نہوتے تو خدا ہی تعالیٰ ہمکو معنی قرب و بعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت
اس راستے کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے ایسے خیالات خام
سے جانتا ہے کہ مین خائف ہون حالانکہ دراصل بیخوف ہے اور جانتا ہے کہ مین رجا رکھتا ہون اور اصل مین
غرور رکھتا ہے اور اپنی دانست مین راضی بقضاے الٰہی ہے مگر حقیقت مین نہین اور بزعم خود متوکل ہے
لیکن واقع مین عزت وجاہ ومال واسباب پر تکیہ رکھتا ہے اور اپنے گمان مین مخلص ہے اور در واقع
ریاکار ہے بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہے تو اثناے بیان مین اخلاص نہین کرتا اسطرح ریا کا ذکر
کرتا ہے تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسکی مراد یہی ہے کہ لوگونکا میری طرف یہ اعتقاد
ہوجاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہان سے سوجھتے اور زہد دنیا کا بیان بھی
اسلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ شدت سے اوسکا حریص ہے غرضکہ بظاہر لوگون کو اللہ کیطرف بلاتا ہے
اور خود اوس سے بھاگتا ہے اور اونکو خوف خدا دلاتا ہے آپ مامون ہے دوسرونکو یاد الٰہی کو کہتا ہے
خود بھولا ہوا ہے غیرونکو خدا سے قریب کرتا ہے اور اپنے آپ دور ہوتا ہے ترغیب اخلاص کی دیتا ہے
اور خود غیر مخلص ہے صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہے اور اپنے آپ اونسے موصوف ہے لوگون کو
خلق سے روگردان کرتا ہے اور آپ سب سے زیادہ اوسکا حریص ہے جس جگہ بیٹھکر لوگون کو خدا کیطرف
بلاتا ہے اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اوسپر باوجود وسعت کے تنگ ہوجاوے کہتا ہے
کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہے لیکن اگر کوئی اوسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اوسکے پاس جاوے اور
اوسکے ہاتھون بہتری کو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جلجاوے اور اگر اوسکے سامنے کوئی شخص کسیکی
اوسکے ہمسرونمین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اوسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو
بڑا غرور ہے اور انکا آگاہ ہونا اور راہ راست پر آنا بھی دشوار ہے کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور
اخلاق بد کی نفرت جب ہوتی ہے جب اون اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور
ان لوگون کو اگرچہ اوسپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے اونکو
عمل سے روکدیا پھر کس چیز سے اونکا علاج کیا جاوے اور کونسی چیز سے اونکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی
باتین تو وہ خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہوسکتی ہے
کہ اونکو جو دعوی ہے کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اسکا امتحان اونکو بتلا دیا جاوے

کراوسپر اپنے نفسونکا تجربہ کرلین وہ یہ ہے کہ مثلاً اونکو دعوی محبت الٰہی کا ہے تو سوچین کہ ہم نے
خدا کی محبت کے باعث کونسی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑدی ہین اور خوف الٰہی کا جو دعوی ہے اس
خوف سے کونسی چیزون سے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعوی ہے تو قدرت پاکر کونسی چیز خدا کیواسطے
ترک کی ہے اور خدا کے ساتھہ انس کا دعوی ہے تو بتاوین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوتی ہے اور
خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے ان امور مین سے کچھہ بھی نہین ہوا بلکہ جب مریدون کو حلقہ باندھے
گرد دیکھتے ہین تو دل مین حلاوت کامل پاتے ہین اور اگر تنہا ہوکر خدا کے واسطے بیٹھین تو وحشت
ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہین کہ کہین محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اوسکے سوا
دوسرون سے الفت حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسون کا امتحان ان صفات سے کرتے ہین اور
طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہین یہ نہین کہ صرف ظاہر کی بناوٹ پر قانع ہوجاوین بلکہ خدا سے عہد مستحکم
کرتے ہین اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہین اور جو لوگ مغالطے مین ہین وہ اپنے نفسون کو اچھا
جانتے ہین مگر قیامت کو حال کھلے گا تب فضیحت ہونگے بلکہ دوزخ مین ڈالے جاوینگے اور اونکی انتڑیان
نکل پڑینگی اور ا ونکو اسی طرح چکر دینگے جیسا گدھا چکی پھراتا ہے چنانچہ اس
مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیے ہوگا کہ خود نصیحت و دیگرے را نصیحت کو اپنا دستور العمل
کیا تھا اور وجہ ان لوگون کے مغالطے کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلون مین کسیقدر ہیولا ان اشیا یعنی
محبت و خوف خدا اور رضا بقضا کے پاتے ہین اور پھر اون امور مین منازل عالیہ کے بیان کرنے کی
قوت بیانیہ امین ہوتی ہے تو انکو یہی گمان ہوتا ہے کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الٰہی کے بیان
کرسکتے ہین اور ہمکو خدا ہی تعالی نے انکا علم دیا ہے اور لوگون کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہے
یہ سب اسی جہت سے ہین کہ ہم ان اوصاف سے موصوف ہین اور اونھون نے یہ نہ سمجھا کہ ثانیا
کلام کا ہوتا ہے اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہے اور معرفت سیکھنے سے
ہوتی ہے تو ان باتون مین سے کسی سے یہ نہین لازم آتا کہ بولنے والا اون صفات کے ساتھہ
موصوف بھی ہو اور عام مسلمانون مین اور اسطرح کے عالم مین کیا فرق ہے محبت و خوف نہ اونمین ہے
نہ اسمین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم مین ہے اوس سے کام نہین چلتا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کے
باعث زیادہ تر مبغوض ہوا اور خلق کیطرف میل ظاہر کرے اور دل مین محبت الٰہی برائے نام رہجاوے اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کرسکے
کہ دوسرے مریض نہ کرسکین اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ وجوہات و منافع

مرض اور دوا کے بیان کر سکین یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے تو اس کہنے سے بیماری مین کیا فرق ہوگا
جیسے او ربیمار ہین ویسا ہی یہ بھی ہے فرق صرف علم مین ہے کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہے
پس صرف صحت کی تعریف جانکر اپنے آپ کو تندرست سمجھنا عین جہالت ہے اسیطرح محبت و
خوف الٰہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہے اور اونکے ساتھ متصف ہونا اور چیز
جو ان دونون کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی مین ہے۔ یہ حال او ن واعظون کا ہے جنکے بیان مین کچھ
عیب نہین یعنی طریق اونکے وعظ کا ایسا ہی ہے جیسا قرآن و حدیث اور حضرت حسن بصری رح وغیرہم کے
وعظ کا ڈھنگ ہے اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے وعظ کے طریق واجبی سے عدول کیا ہے
اور اب کے سب واعظ اسیطرح کے ہین شاید شاذونادر جنکو خدا ہی تعالیٰ نے بچایا ہو ایسے ہون مگر ہم کسیکو
نہین جانتے شاید اطراف بلاد مین کہین ہون اس قسم کے واعظون کا یہ دستور ہے کہ لوگون کو انوکھی بات
سنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتین بے سروپا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج
ہون بیان کرتے ہین اور بعض لوگ الفاظ مزین اور مسجع کہتے ہین اور دلیل مین اشعار وصال اور
فراق کے پڑھتے ہین اس غرض سے کہ اونکی وعظ مین لوگ بہت سا چیخین اور حال کرین گو اغراض
فاسدہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانون مین شیطان ہین خود بھی گمراہ ہوے اور اورونکو بھی گمراہ کیا
سیدھا راستہ چھوڑ دیا پہلے فرقے نے گو اپنے نفسونکی اصلاح نہ کی تھی و لیکن اونکی اصلاح کی تھی وعظ اور کلام صحیح بیان
کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہین کہ اونکو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہین اور اسکا نام رجا بتلاتے ہین
اونکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرات گناہون کی ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے خصوص
اوس حال مین کہ واعظ اچھے کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت مین اسکی
ہئیت سراپا دلیل ہے اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہے تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنی وعظ
سے کرتا ہے وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہے بلکہ بتامل دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہین بہتون کو گمراہ ہی کرتا ہے
اور وجہ اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو صرف زاہدون کے کلام اور اونکے
اقوال مذمت دنیا مین جو ن کے تون یاد کر لیتے ہین اور بدون اونکے معنی سمجھنے کے اور ونسے کہتے ہین
بعضے تو منبرون پر چڑھکر بیان کرتے ہین اور بعضے مسجدون مین اور بعضے بازارون مین اپنے
ساتھیون کو سناتے ہین اور اونمین سے ہر ایک کو یہی گمان ہے کہ جب ہم مین اور بازاریون اور
سپاہیون مین اتنا فرق ہو گیا کہ ہمکو یہ اقوال زاہدون اور اہل دین کے یاد ہین اور ان لوگونکو
نہین تو اسقدر سے ہمارا مطلب حاصل ہے اور مغفرت الٰہی ہمارے حال کے شامل اور عذاب اخروی سے

بھی باہر ہی رہینگے کو اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے نہ بچاوین غرضکہ نجات کیواسطے انکے نزدیک یاد
کرنا کلام اہل دین کا کافی ہے اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہے
اور ایک فرقا وہ ہے جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور بہت سے روایات کے جمع کرنے
اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے مین بسر کرتے ہین ایسے عالم کی ہمت اسمین مصروف رہتی ہے
کہ شہرون مین گشت کرے اور بہت سے محدثین سے استفادہ کرے تاکہ یہ کہہ سکے کہ مجکو روایت
فلان فلان شخص سے ہے اور جو سند میرے پاس ہے وہ اور کسیکے پاس نہین ان لوگون کا مغالطہ
کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ ان لوگون کا حال ایسا ہے جیسا کہ کوئی کتابین اپنی بغل مین لیے پھرے
لیے پھرنے سے کچھ عالم نہین ہو جاتا اسیطرح یہ لوگ بھی معانی سنت کیطرف اپنی توجہ نہین کرتے
بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور بزعم خود اسیقدر کافی سمجھتے ہین حالانکہ انکا علم ناقص ہے
دوسری وجہ یہ کہ جب معانی حدیث کے نہ سمجھینگے تو اوسپر عمل کیسے کرینگے اور بعضی احادیث کو سمجھتے بھی
ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس پہچاننے سے وہ علم جو اونپر فرض عین ہے یعنی معرفت علاج
قلب کی اوسکو چھوڑ بیٹھے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور اونمین سے اونچی سند کی تحصیل مین
مصروف رہتے ہین حالانکہ انمین سے انکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جسپر کہ اس زمانے کے
لوگ کرتے ہین یہ ہے کہ حدیث شریف کے سننے کیلیے جو جو شرط چاہیے اوسکو بھی بجا نہین لاتے
اور یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ صرف سننے سے اور کوئی فائدہ نہین تو الفاظ حدیث کے
معین ہونے کا تو فائدہ ہے جب الفاظ معین ہو جاوین تب اوسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اور
سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہے اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اول سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا
اوسکو دوسرون مین منتشر کرنا۔ ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی پھر
اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نہ کیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہو کہ وہان حدیث
ہو رہی ہے اور اوستاد تو سوتے ہین لڑکا جو کھیل مین مصروف ہے باوجود اسکے اوس لڑکے کو
سند حدیث کی سننے کی لکھ جاتی ہے جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس بات کے درپے ہوتا ہے کہ کوئی مجھسے آکر سنے
اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہے تو وہ بھی اکثر غافل ہو کر کان نہین دھرتا خواہ باتین کرتا ہے
یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہے یہان تک کہ اوستاد جو حدیث بیان کر رہا ہے اگر کچھ الفاظ مین تغیر بھی
کر دے تو اسکو خبر بھی نہو اور نہ اوسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور جہالت کی ہین اسلیے کہ اصل حدیث
کے باب مین یہ ہے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اور جیسا

یاد ہوا اوسیطرح روایت کرے یعنی روایت بعد حفظ کے ہوتی ہے اور حفظ بعد سننے کے اور اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہو سکے تو صحابہ یا تابعین سے سنے انسے سننا بھی ایسا ہے جیسا آنحضرت
سے یعنی غرض سننے سے یاد کرنا ہے تاکہ جون کی تون دوسرون سے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اوسی
طور پر ہو کہ جیسا سنا ویسا ہی یاد کیا یہان تک ایک حرف کی تبدیل نہونے پاوے اور اگر کوئی شخص دوسرا
اوسمین کچھ تبدیل کردے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اوسکی غلطی معلوم ہو جاوے پھر حفظ حدیث
کے دو طور ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دوہرا لیا کرے جیسے اپنا اور روزمرہ
کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کرلیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت
صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتے کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اسکو نہ لگے اور حفاظت
خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب
پڑیگی کیا عجب ہے کہ اوسمین کچھ تغیر ہو جاوے اور چونکہ خود اوسکی حفاظت نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی
نہوگا کہ کسی دوسرے نے اسمین کچھ بدل دیا غرضکہ حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین
محفوظ ہو یا کتاب مین لکھی ہوئی ہو کہ جب اوسکو دیکھین تو جو کچھ اوستاد سے سنا ہے اوسکا دھیان
آجاوے اور اوسمین تبدیل و تحریف کا خوف نرہے پھر جس صورت مین کہ مثلاً تم نے حدیث نہ دلمین
یاد کی نہ کتاب مین لکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر اوستاد کے پاس سے مفارقت کی اور
اتفاقاً اوسی اوستاد کی وہی کتاب حدیث کہین نظر پڑی جسمین احتمال ہے کہ شاید کچھ تبدیل ہو گئی ہو یا
تمنے اور روایت سنی ہو اور اوسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب اوستاد سے
پڑھی ہے کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تم نے سنا ہے وہ اس کتاب کے موافق ہی یا مخالف
شاید تمھارا سننا اوس سے ایک ہی دو کلمے مین مخالف ہو بہر صورت تمھارے پاس کوئی قطعی دلیل
نہین جس سے اختلاف یہان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل مین یاد ہے نہ تم نے
اوستاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھ رکھا ہے تو بدون ان دونون باتون کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ مین نے
بھی سنا ہے حالانکہ خداے تعالے فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اس سے معلوم ہوا
کہ جو لوگ اس زمانے مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب فلان اوستاد سے پڑھی ہے اگر اونمین یہ
شرط مذکورۃ بالا موجود نہین تو اونکا دعوی جھوٹ ہے اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہے کہ تمام
کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہوتی جاوے کہ اگر بالفرض اوسمین کچھ تبدیل
ہو تو فوراً معلوم کرلے اور جب یہ صورت جواز کی نکلی کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا لکھتا

سب کے سب پڑھنے مین داخل گنے جاوین تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیرخوار یا مجنون
مجلس حدیث مین ہو تو اوسکا سننا بھی معتبر چاہیے بالغ ہونے کے بعد خواہ ہوش مین آنے کے پیچھے
اوسنے اور لوگ سند کرین حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہے اسکا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ شیرخوار
تو بات کو نہ سمجھتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے اسلیے اوسکا سننا بھی معتبر نہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لڑکا
کھیل رہا ہے اور غافل آدمی جو لکھنے مین مشغول ہے وہ کب سمجھتا اور یاد کرتا ہے اور اگر کوئی جاہل جرأت
کرکے کہے کہ شیرخوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہے تو اوسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پھر پیٹ کے بچے کا
سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ پیٹ کا بچہ آواز نہین سنتا اور شیرخوار سنتا ہے
تو یہ فرق مفید نہین ہے اسواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہے کچھ آواز کے سننے سے نہین
دوسرون سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہین اسطرح کے
سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ مین نے بڑا ہوکر یون سنا ہے کہ لڑکپن مین
ایک ایسی مجلس مین حاضر ہوا تھا جسمین حدیث ہوا کرتی تھی اور اوسکی آواز مجکو پہنچتی تھی مگر مین نہین
جانتا کہ وہ کیا تھی تو اسمین تو شک نہین کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہے اور جسقدر اسمین
کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص کا حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے
محض ناواقف ہے تب البتہ سننا طفل شیرخوار کا بھی معتبر ہوسکتا ہے کہ صوت مبہم دونون کو پہنچتی ہے
اور یہ نہایت جہل ہے علاوہ ازین باخذ سماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ فرماتے ہین
نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا اب ہم پوچھتے ہین کہ جس شخص کو یہ خبر نہین
کہ کیا سنا ہے وہ ادا کسطرح کریگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہے اور ہمین اس زمانے کے لوگ
مبتلا ہین اگر لوگ احتیاط اور جستجو کرین تو ایسے ہی شیخ پاوینگے جنھون نے لڑکپن مین ایسی ہی غفلت کے
ساتھ حدیث کو سنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمین حاصل ہے اسواسطے بیچارون کو یہ ڈر ہے
کہ سننے مین یہ شرط لگانے سے کہین حلقہ کم نہوجاوے اور جاہ مین خلل پڑے اور نیز وہ حدیثین جو اس
شرط سے سنی ہونگی وہ بھی کم ہوجاوینگی بلکہ کیا عجب ہے کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہونا پڑے
اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرالی کہ حدیث کے سننے مین صرف یہی شرط ہے کہ آواز سنے گو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اسمین
کیا بیان ہے حالانکہ اس باب مین اونکا قول معتبر نہین کیونکہ سماع کی تعریف داخل اونکے علم مین نہین
یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہے جنھنے جو شرائط لکھے ہین وہ اصول فقہ کی کتابون سے بموجب صحیح
غرض یہ کہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے اور اگر بالفرض احادیث کو شرائط کے ساتھ ہی سنکین تب بھی

۱ تازہ کرے اللہ اس شخص کو جس نے گفتگو سنی اور اوسکو یاد رکھا جیسی سنی تھی ویسے بیان کی ۱۲ اصحاب سنن نے بروایت زید بن ثابت و ترمذی و ابن ماجہ نے بروایت ابن مسعود

مغرور ہین اسلیے کہ صرف حدیث کی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین اور روایات کے جمع کرنے مین عمر ضائع کرتے ہین ایک ضروریات دین اور معرفت معانی حدیث سے غافل رہتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ مقصود علم حدیث سے بھی سلوک راہ آخرت ہے اور کیا عجب ہے کہ اسکے لیے ایک ہی حدیث عمر بھر کو کافی ہو چنانچہ بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس حدیث مین حاضر ہوے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی الخ مِن حُسنِ اِسلَامِ المَرءِ تَركُهٗ مَا لَا يَعنِيهِ وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ مجھے اسیقدر کافی ہے پہلے اتنا ہو لون تو دوسری سنونگا پس جو لوگ غرور سے بھاگتے ہین اونکا سننا ایسا ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم نحو اور شعر اور لغت مین مشغول ہو کر مغالطے مین پڑے اور اپنی دانست مین مغفور ہین اور دلیل پیش کرتے ہین کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہے اور ان دونون کا مدار علم لغت اور نحو پر ہے اسی وجہ سے اپنی عمر دقائق نحو اور فن شعر اور معرفت لغت مین تلف کرتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل مین ضائع کرے اور سمجھے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہین رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہے اور اگر عقل ہو جانے کہ اصل خط اور املا ضروری کا لکھنا کافی ہو اسقدر چاہیے کہ پڑھا جا وے اور زیادہ مقدار کافی سے تجاوز کرنا ہے اسیطرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جان لے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہے جو اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق مین ضائع کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی کی تحقیق مین تلف کیے فرق صرف اتنا ہے کہ احکام شریعت زبان عربی مین ہین تو عربی کے لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاوین اور اسیقدر نحو کا سیکھنا بھی کافی ہے جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اوسمین اتنا تعمق و مشغولی کرے کہ کسی حد پر بس نکرے تو محض فضول ہے جسکی کچھ حاجت نہین۔ پھر اگر انھین علوم پر اکتفا کرکے معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نکرے تو شدت سے مغرور ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح مین بسر کرے اور اسی پر کفایت کرے تو ظاہر ہے کہ یہ غلطی ہی ہے اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہین حروف بمنزلہ ظروف اور آلہ کے ہین پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اوس پیالہ کی درستی مین صرف کرے جسمین پینا منظور ہے تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہے اسیطرح اہل نحو اور لغت دانون اور ادیبون اور قاریون کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم مین ایسے مستغرق ہو کہ جو علوم اونپر فرض عین ہین اونکو نہ سیکھین خلاصہ یہ کہ سب مین عمدہ مغز تو عمل ہے اور عمل کا جاننا

بمنزلہ پوست کے ہے اور یہ بھی باعتبار اوس چیز کے جو اسکے اوپر ہے مغز ہے یعنی معرفت عمل کے
اوپر کا پوست الفاظ کا سننا اور بعد اوسکے یاد کرنا ہے اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیز کی
مغز ہے اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہے اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہے اور
سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہیں اور جو شخص کہ ان پوستون میں سے کسی پر قانع ہے وہ
مغرور ہے لیکن اگر ان پوستون کو ذریعہ اور سیڑھی نیل مرام کی سمجھے اور ہر ڈنڈے پر بقدر حاجت
چڑھکر آگے بڑھجاوے یہانتک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل
اور جوارح سے واقع میں حقیقت عمل کا طالب ہے اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہے اور اعمال کی
درستی اور اونکو آمیزش آفات سے صاف کرنے میں عمر بسر کرتا ہے اور تمام علوم شرعیہ میں مخدوم
اور مقصود بھی یہی بات ہے اور سب علوم اوسکے خادم اور وسیلے اور پوست اور منازل ہیں
اور جو شخص مقصد تک نہیں پہونچا وہ نقصان میں ہے خواہ پاس کی منزل میں ہو یا دور کی اور
چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ سے ہیں اسواسطے جو انکو سیکھتا ہے اوسکو مغالطہ ہوجاتا ہے مگر علم طب
اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق معلوم نہیں ہوتے تو اونکو عالمون کو
یہ اعتقاد تو نہیں ہوتا کہ انسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ جسنے علم سیکھا ہے اسی نظر سے ایسے علوم
سے غرور بھی کمتر ہوتا ہے بہ نسبت اوس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہے اسلیے کہ
علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہیں جیسے پوست مغز کی شرکت میں اچھا کہا جاتا ہے لیکن عمدہ تر
بالذات وہی ہے جو سب سے اعلی ہے اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہیں تو اسوجہ سے کہ اوس سے
اول قسم تک پہونچ سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھکر اوسمیں تفوق
حاصل کرے وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو فن فقہ میں بڑا مغالطہ کھاتے ہیں وہ یہ
گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہوتا ہے ویسا ہی حکم خدای تعالی کے یہان بھی
ہوگا اسی لحاظ سے لوگون کے حق نہ دینے کے لیے حیلے بنانے اور الفاظ مبہم کی بڑی بڑی تاویلیں
کین اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہوکر اوسمیں خطائیں کین اور یہ امر از قبیل خطا فی الفتوی ہے جو
اکثر واقع ہوتی ہے مگر یہ قسم ایسی ہے کہ سوا عمدہ داناؤن کے اوسمیں سب پھسلگئی ہے ہم انکو توہمات
کی کچھ مثالیں لکھے دیتے ہیں مثلاً یہ لوگ فتوے دیتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کردے
تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہ ہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہے کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ
سے برائی کرتا ہے یہانتک کہ وہ سب باتون میں تنگ ہوکر اوسکی بدخلقی سے نجات چاہنے کیواسطے

اوسکو پھر معاف کر دیتی ہے کہ کسیطرح عذاب سے چھٹی پاؤن تو اگرچہ اوسنے معاف تو کر دیا مگر بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور خدای تعالی فرماتا ہے آیت فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَرِيْئًا معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات آدمی دل سے کرے اوسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہے لیکن نفس کو برا معلوم ہوتا ہے اسیطرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی جب ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف کرنے کی مقابل ہوتی اور یہ صورت کہ جب وہ باتون مین اوسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار کر لیا یہ واقع مین ڈانڈ ہے کہ اپنے نفس پر جبر کر لیا ہان اتنی بات ہے کہ دنیا کا قاضی دلون کے حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسلیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہے اور عورت بظاہر مین کوئی زبردستی نہین ہوتی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر خداوند کریم قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے دربار ہوگا اوسوقت یہ امر محسوب اور مفید نہ پڑیگا اسیطرح جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضای نفس لیا جاوے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نکر سکے اور اوسکو دے یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگون کی مذمت کا خوف اور مال کے جانے کا رنج دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہوکر دونون مین سے آسان کو اختیار کر لیا یعنی رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسکو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اسمین اور ڈانڈ مین کیا فرق ہے کیونکہ ڈانڈ مین یہی ہوتا ہے کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن کو ضرب سے ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہے اسواسطے مال دیدیا جاتا اسیطرح یہان حیا اور ریا کا شبہ ہوا اوس جگہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہے تو بہرحال اسمین باطن کی ضرب ہے اور ڈانڈ مین ظاہر کی ضرب خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہبہ کو دیکھکر حکم مالک کا کر دیتا ہے اسلیے کہ اوسکو دل کا حال معلوم نہین اسیطرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسیکو کچھ دیدے کہ اوسکی زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اوسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہے اسطرح جو مال لیا جاوے سب حرام ہے دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے مین کیا مذکور ہے کہ بعد اسکے کہ خدای تعالے نے اونکا قصور معاف فرمایا اونھون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح نبٹیگا حکم ہوا کہ اوس سے معاف کرا لے وہ شخص مر گیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے پتھر مین اوسکو

ف اگر دو امر ہین ... ہو جائین ... دل کی خوشی سے ... تو وہ حلال اور ...

پکارا آپ نے پکارا کہ ای اوریا اوسنے کہا کہ حاضر ہون ای نبی اللہ آپ نے مجکو جنت مین سے بلا لیا کیا
ارشاد ہے آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھ کچھ برائی کی ہے تو معاف کر دے اوسنے جواب دیا کہ
مین نے معاف کی آپ اسی معاف کرنے پر تکیہ کر کے واپس ہو گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے
آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی اوریا سے کیا تھا یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اونھون نے
کہا کہ اب پھر جا کر قصور کو مفصل اوس سے کہو پھر آپ نے آکر اوسکو پکارا اوسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے
کہا کہ مین نے تیری کچھ خطا کی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین نے بخشی اوسکو معاف نہین کر دی آپ نے فرمایا کہ تو نے
پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہے آپ نے تمام قصہ
اوسکی عورت کا سنایا پھر اوسکا جواب کچھ نہ آیا آپ نے فرمایا کہ ای اوریا تو جواب نہین دیتا اوسنے
عرض کیا کہ ای نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپکا معاملہ خدا کے سامنے نمٹیگا
حضرت داؤد علیہ السلام نے از سر نو رونا اور چیخنا شروع کیا یہان تک کہ خدای تعالی نے اونسے وعدہ کیا
کہ قیامت کو مین اوس سے قصور معاف کرا دونگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون رضای
نفس بخشنے کا کچھ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضای نفس بدون بتلائے معلوم نہین ہوتی
تو اسطرح معاف کرنے اور ہبہ مین بھی رضای نفس جبھی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاوے
اور اوسوقت خود اوسکے ذات مین سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ حالت اضطرار مین
کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہو جاوے اور انہین فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہے کہ جب مال پر سال
پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کر دے اور جب اوسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ
شوہر کو بخشدے تاکہ زکاۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دینگے کہ زکوۃ ساقط ہوئی مگر ہم اونسے
یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمہاری یہ غرض ہے کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکوۃ کا جاتا رہا تو یہ حکم درست ہے
اسواسطے کہ اونکی نظر ظاہر ملک پر ہے اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہے کہ وہ شخص قیامت کی باز پرس
سے بھی بچ رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مال اوسکا ہوا ہی نہ تھا یا جیسا کوئی بیع و شرا بطور تجارت
کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی ناواقفیت فقہ دین اور سر زکوۃ سے ہے کیونکہ زکوۃ
اسواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک مہلک چیز ہے جیسا کہ
حدیث شریف مین تین مہلک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہے اور صورت مفروضہ مین اوس شخص کا
فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہے پہلے سے ایسا نہ تھا پس جس چیز کو اسنے باعث اپنی نجات کا
سمجھا کہ زکوۃ نہ دینی پڑے وہی باعث اسکی بربادی کا ہوا خداے تعالی کو اسکے دل کا حال معلوم ہے

کہ مال کی محبت وحرص گھٹتا ہے اور حرص مین اس درجے کو پہونچ گیا کہ بخل کے دور کرنے کے لیے
حیلے ڈھونڈھتا ہے یہی جہالت وغرور ہے اور ایک توہم ان فقہا کا یہ ہے کہ خدا تعالی نے نفقہ
وغیرہ کے مصالح کیواسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہے مگر یہ لوگ حاجت مین اور شہوات اور
تمنا و فضول مین فرق نہین کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوتی دیکھتے ہین اوسکو حاجت سمجھتے ہین
حالانکہ یہ اونکی غلطی ہے بلکہ دنیا جو بندونکی حاجت کیواسطے مخلوق ہوئی ہے اوسکے یہ معنی ہین کہ جسقدر
عبادت اور سلوک راہ خدا مین کام آوے اوسقدر اوسکو مباح ہے پس جسقدر سے آدمی دین اور عبادت مین
استعانت کرے تو وہ حاجت مین داخل ہوگی اور اوسکے سوا سب فضول اور شہوت کہلاویگی خلاصہ
یہ کہ فقہا کی اسطرح کے توہمات اگر ہم ذکر کرین تو اونکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طویل سمجھکر
صرف مشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھدین جنسے معلوم ہو کہ انکے توہمات اس قسم کے ہوتے ہین

دوسری فصل ارباب عبادت وعمل کے غرور مین یہ لوگ بھی چند فرقے ہین بعضونکو نماز
اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید مین اور بعضون کو حج مین بعضون کو جہاد مین بعضون کو زہد مین
مغالطہ ہوتا ہے اسیطرح جو جسطرح کا عمل کرتا ہے وہ اوسمین خالی غرور سے نہین البتہ دانا آدمی
مغالطہ نہین کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہین غرضکہ انمین ایک قسم ایسا ہے جو فرائض کو چھوڑکر
نوافل اور مستحبات مین مشغول ہوتے ہین اور کبھی مستحبات مین ایسا مستغرق ہوتے ہین کہ نوبت افراط
و اسراف کی پہونچ جاتی ہے مثلاً بعضے لوگون پر وضو مین وسوسہ غالب ہوجاتا ہے تو اوسمین حد سے
زیادہ مبالغہ کرتے ہین یہانتک کہ جو پانی شریعت کی روسے پاک ہو اوسمین بھی انکو خیال
رہتا ہے اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب تصور کرتے ہین اور اکل حلال کا ذکر آوے
تو اوسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہین بلکہ بعض اوقات حرام محض کھا لیتے ہین حالانکہ
اگر پانی کی احتیاط کو کھانے مین استعمال کرتے تو صحابہ رض کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے
جیسا کہ حضرت عمر رض کے حال مین ہے کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو
کرلیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہے لیکن کھانے مین اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزین
بھی چھوڑ دیتے تھے اس خوف سے کہ حرام مین مبتلا نہون پھر ان لوگون مین سے بعض اشخاص
پانی بہانے مین اسراف کرتے ہین حالانکہ اوس سے ممانعت قطعی ہے اور بعضون کو اتنا وہم ہوتا ہے
کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہے خواہ وقت نکل جاتا ہے اور اگر وقت ہو بھی تب بھی انکی
غلطی مین کچھ شک نہین اسلیے کہ اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی

اپنی کے اسراف سے مغرور ہوگا اور اسراف بھی نکرے تو عمر عزیز کو ایسی شے مین ضائع
کرنا جسمین بہت وسعت ہے خام خیالی ہے مگر کیا کیا جائے کہ شیطان لوگون کو بڑے عمدہ طریق سے
عبادت سے باز رکھتا ہے اور جب تک کسی چیز کو عابد کے دل مین جما نہین دیتا کہ یہ عبادت ہے
تب تک اوسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اسطرح کے خیالات سے اونکو اللہ سے دور کرتا ہے اور ایک
فرقہ اور ہے جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہے اوسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست
کرے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہے کہ جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجائے اور اگر تکبیر نماز کی
کہہ بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہے اور کبھی اللہ اکبر کہنے مین وسوسہ کرتے ہین اتنا
کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدلجاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہے پھر
تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ خدا کے
نزدیک اچھی بات ہے کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کے لیے اتنی مشقت اٹھاوین
اور ایک فرقہ اور ہے کہ اونپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہے وہ
ہمیشہ تشدید وغیرہ اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کیا کرتے ہین
ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اوسیپر فکر کرتے ہین اور معنی قرآن اور اوسکی نصیحتون اور
اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت برا مغالطہ ہے اسلیے کہ خدا تعالی نے
خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہے جیسی وہ لوگ روزمرہ گفتگو کرتے ہین پھر اونکی
بناوٹ سے کچھ کی کھلنے آتی ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا
کہ بادشاہ کے حضور مین جاکر اسکو بجنس ادا کردیا جب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے
مین مخارج حروف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون کو جبایا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس
بات کی خبر نہ تھی کہ پیام کا مضمون کیا تھا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کسطرح ہوا کرتی ہے
تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب سرزنش کرا کر پاگل خانے مین بھجوا دیا جائے اور کس بات کو لائق ہے
اور ایک فرقہ اور ہے جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کھاتے ہین گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین
اور بعض اوقات ایک دن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دل مین
طرح طرح کی آرزوئین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑھتے ہین معانی کیطرف تو توجہ ہی نہین تاکہ اونکی زجر و توبیخ
اور وعظ سے کچھ اثر دل مین ہو اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے
اور عبرت کے مضامین سے خوف پیدا ہو یا اور کوئی مقصود تلاوت سے حاصل ہو تلاوت قرآن مین

ہے جتنے لکھے ہیں اونمین سے کوئی حاصل ہوا اور اس پڑھنے پر پھر یہ گمان ہے کہ مقصود قرآن کے اوتارنے سے یہی ہے کہ سینہ میں گنگناٹ اوسکا رہے معنی سمجھ مین نہ آوین تو نہ آوین اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان مت کرنا غلام نے اوس رقعے کے سمجھنے کیطرف اور اوسکے بموجب عمل کرنے پر توجہ نہ کی بلکہ اوس رقعہ کے یاد کرنے پر کفایت کی تو ظاہر ہے کہ اسنے عدول حکمی اپنے آقا کی کی مگر رقعے کو بہت نغمہ اور آواز بلند سے دن میں سو دفعہ پڑھتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اوسکو یہ گمان ہو کہ یہ رقعہ اسیلیے آیا تھا تو صریح مغالطہ ہے ہان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بھول نجاوے یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہے کہ معنی پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہے کہ اوسکے بموجب عمل کرے اور فائدہ اوٹھاوے۔ اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہے تو تلاوت سے لذت پاتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہے اور اوسکے کلام سننے کی ہے حالانکہ یہ لذت صرف آواز کی ہے اگر اسی درد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھیگا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اسکو مغالطہ اسی جہت سے ہوا کہ دل میں تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت و معانی کی ہے یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہے جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی برابر روزے رکھتے ہین یا ایام متبرک میں روزہ رکھتے ہین مگر اپنی زبانون کو غیبت سے اور دلون کو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے اور کلام کو بیہودگی سے نہیں بچاتے دن بھر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپکو بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہے اوسکو او نہیں کرتے نفل کے طالب ہوکر اوسکو بھی جیسی چاہیے ویسی نہیں ادا کرتے اور یہ صریح دھوکا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے کو جاتے ہین تو حقوق اور دیون لوگون کے نہیں دیتے بے اجازت مان باپ کے اور بدون زاد حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی بہ صورت فرض حج کے اوسکے بعد کرتے ہین راستے مین نماز اور فرائض کو ضائع کرتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور لوگون سے چندہ ساقط اسلئے جاتے ہین اور اثناء راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہیں کرتے بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے راستے میں رفیقون کو دیتے جاتے ہین اور غرض اس دینے سے ریا اور شہرت ہوتی ہے اسکے ذمہ دوہرا گناہ ہوتا ہے کہ اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے ریا مین خرچ کیا پھر گھر پر جو آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا خزانہ ہوتا ہے پیشتر حج کرنے سے اونکو دور نہیں کر لیتے اور باینہمہ اسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے

اور ایک فرقہ اور ہے جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور نہی منکر
کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسیکو خیر کیواسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور
ریاست کے طور پر کہتے ہین اور اگر خود اونسے ارتکاب کسی امر بد کا ہوجاوے اور کوئی شخص اعتراض
کرے تو غصہ ہوکر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض کرنے ہوا اور بعضون کا یہ دستور
ہوتا ہے کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر آتا ہے اوسکو سخت و سست کہتے ہین
اور اس سے غرض ریا اور ریاست ہوتی ہے اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہوجاوے
تو اوسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کیواسطے
اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اونکے پیچھے اگر اذان کہدے تو اوسپر قیامت ٹوٹ پڑے اور
کہین کہ ہمارا حق تونے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون خلل دیا اسیطرح بعض اوقات کفالت امامت
کرتے ہین اور اوسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین اسی
نظر سے اگر کوئی غیر شخص جو اونکی نسبت متقی اور عالم ہو امامت کیلیے بڑھجاوے تو اونکو برا معلوم
ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی وجہ سے کہ وہین
پڑجاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین اونکے دل وطنون مین
پڑے ہوے ہین اور ہر ایک روشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور ہے
اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخریہ کہتا ہے کہ مین اتنے برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہے
کہ یون کہنا برا ہے تو زبان سے فخر کو چھوڑ دیتا ہے مگر دل مین چاہتا رہتا ہے کہ لوگون کو حال معلوم
ہوجاوے پھر کبھی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اسکو دین
اور جب اسیطرح کچھ پیدا کر لیتا ہے تو بخل کرتا ہے اور اوسکا جی نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بھی بطور
خیرات دیڈالے تو اس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند دوسرے مہلکات جمع ہوجاتے ہین کہ
اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو اونسے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی کہے کہ مجاور مکہ
ہے ایسی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی
مغالطے مین ہے حاصل یہ کہ جو عمل خواہ عبادت ہے اوسمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اسکے
آفات کی راہون سے ناواقف ہے اور اوسپر اعتماد بہتری کا رکھتا ہے وہ واقع مین غلطی پر ہے اور
آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہو سکتی مثلا غرور نماز کی مداخل کو مفصل
باب نماز مین بیان کرینگے اور حج اور زکوٰۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین اون ابواب مین

لینگی جنہین ہمنے ان اشیا کا ذکر کیا ہے یہان غرض یہہ ہے کہ مجمل اشارہ ان ابواب کے ذکر کیطرف ہوجائے
اور ایک فرقہ اور ہے جو مال مین زہد کرتے ہین اور خوراک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہین اور
گھرون کی عوض مسجدون مین جا رہتے ہین اپنے گمان مین زاہدون کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے مگر باوجود
اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہین خواہ علم سے یا وعظ سے یا صرف زہد سے تو ایسے لوگون نے
اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز مین جا پھنسے اسلیے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہے اگر یہ لوگ
جاہ کے تارک ہو کر مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اب تو مغالطے مین پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا
کہ ہم زاہد ہین حالانکہ یہ نہین جانتے کہ دنیا کسکو کہتے ہین اور یہ کہ اوسکی تمام لذتون کا انتہائی درجہ ریاست ہے
اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہے وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد
سے موصوف ہوتا ہے - اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے
مگر مغرور اس صورت مین بھی رہتا ہے اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے اغنیا کو سخت و سست کہتا ہے
اور اونکو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کیواسطے اونکی نسبت زیادہ ثواب کا
متوقع ہے اور کچھ اور دل کی خباثتین اپنے اندر رکھتا ہے اور اوسکو معلوم نہین اور اگر کبھی اوسکو
کوئی شخص مال دیتا ہے تو اس خوف سے نہین لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا کہے کہ
یہ مال حلال ہے ظاہر مین لے لو تنہائی مین واپس کر دینا تو نفس پر لوگون کی مذمت کے خوف سے لینا
شاق ہو گا گو زہد مین کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگون کی ثنا کا خواہشمند ہے
جو کہ دنیا کی لذات مین سے سب سے زیادہ لذیذ ہے اور مدعی زہد فی الدنیا کا ہے حالانکہ مغرور ہے
علاوہ ازین بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہے اور اونکو فقرا پر ترجیح دیتا اور جو اپنا معتقد اور
ثناگو ہے اوسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہے اوس سے نفرت
کرتا ہے اسطرح کی سب باتین شیطان کے دھوکے اور فریب ہین - اور عابدون مین کچھ لوگ ایسے
ہوتے ہین کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہین اور اعضاے ظاہری سے بہت کام لیتے ہین مثلاً
دن رات مین ہزار رکعت نماز پڑھتے ہین اور ایک ختم قرآن کرتے ہین اور ان باتون مین سے کسی مین
رعایت دل کی نہین کرتے کہ اوسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کرین یا تو اس سبب سے
کہ انکو مہلک نہین جانتے اور اگر جانتے بھی ہین تو اپنے نفس کے مہلک نہین سمجھتے اور یا اس سبب سے
کہ اپنے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہین کہ گو یہ چیزین نفس کی مہلک ہین مگر ہم مغفور ہین اور ہم سے
احوال دل کا مواخذہ نہو گا اور یا یہ بھی جانتے ہین کہ مواخذہ ہو گا مگر گمان کرتے ہین کہ ہمارے

اعمال ظاہری کی بدولت نیکیوں کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب ہی خیالات ہین اصل یہ ہے کہ متقی کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیار کی ایک عبادت ان جیسوں کے پہاڑ کی برابر اعمال ظاہری سے افضل ہے پھر یہ مغرور باوجودیکہ لوگون کے ساتھ کج خلق اور سخت ہے اور باطن کا ملوث ریا اور محبت ثنا سے خالی نہین جب کوئی اوسکو کہتا ہے کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہے اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی نسبت مین لوگون کا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگونکو میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہے جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہے اور کوئی تہجد وغیرہ سے اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنے کا حریص ہوتا ہے اور اس حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادای فرض سے ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ خیرات مین ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہے مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض معین ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہے اور دوسرا نہین جاتا اور دو نفلین ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہے اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ رکھنا ضرور ہے اگر ترتیب کا خیال نکریگا تو مغالطے مین پڑیگا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ گناہ بھی ظاہر ہے اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہے کہ کونسی طاعت کوکس پر مقدم کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور یہ وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اوسکو اوس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جسکو کوئی دوسرا ادا کردے اور فرض عین مین سے بھی جو مہتم تر ہے اوسکو پہلے ادا کرے اوسکے بعد وہ ہو جو اوسکی نسبت کم ہے اور جو قضا ہونے والا ہو اوسکو اول ادا کرے اوس سے کہ قضا نہو جیسے مان کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ کسیٔ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپنے فرمایا اپنی مان سے اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپ نے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد کس سے احسان کرون آپنے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا اَدْنَاکَ فَاَدْنَاکَ یعنی جو سب سے قریب ہو اوس سے اوسکے بعد جو اوس سے قریب ہو اس سے معلوم ہوا کہ صلہ

بخاری من حدیث ابی ہریرۃ ۱۲

ترمذی و حاکم من روایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ ۱۲

رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اور
اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اوس سے شروع کرے اسیطرح جسکے پاس
اتنا مال ہو کہ خدمت والدین اور حج کو کفایت نکرے وہ براہ مغالطہ حج کرتا ہے حالانکہ خدمت والدین
حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین مہم تر ہے بہ نسبت حج کے - اسیطرح اگر ایک شخص نے
کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفاے وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہے کہ قضا
ہوجاویگا تو اس صورت مین ایفاے وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہے گو وہ بھی بذات خود طاعت ہے
اسیطرح اگر کسیکے کپڑے پر نجاست لگ گئی اوسکے واسطے ماں باپ و گھر کے لوگون کو سخت و
کہنے لگا تو مغالطہ ہے ہرچند نجاست بھی بری ہے اور ماں باپ کا ایذا دینا بھی برا اگر اونکی ایذا سے
پرہیز کرنا زیادہ مہم ہے بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اسطرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات
دوسری کے مقابل ہے یا ایک طاعت دوسری کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ نہ رکھنا
مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ نہایت دقیق باریک ہے کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مین طاعت
کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ مہم اور ضروری تھی اوسکو ترک کرنے سے
یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی - اور اسی قبیل سے ہے مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اوس
شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہوا ہو جو اعضاے ظاہری اور
قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اون مسائل کا جاننا ہے جنسے دوسرے کا کام نکلے
تو اون مسائل کا جاننا جو اسکے دل کے کارآمد ہین بیشک مناسب تر ہے مگر یہ محبت ریاست اور
جاہ اور لذت مباہات اور غلبۂ اقران آدمی کو اندھا کر دیتے ہین اسی جہت سے مغالطے مین
پڑتا ہے اور جانتا ہے کہ مین دین کا امر ضروری کر رہا ہون

تیسری فصل صوفیون کے مغالطے مین ان لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتا ہے اور
انکی بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ انمین وہ ہے جو حال کے صوفی ہین اونکا دستور ہے
کہ سچے صوفیون کیطرح اپنا لباس و ہیئت اور الفاظ اور آداب و رسم اور اصطلاحات بنالیتے ہین
اور ظاہر حالات مین اونکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت
اور نماز اونھین کیطرح بجا لاتے ہین مصلون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈالکر متفکرون کیطرح
بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرتے ہین بہت آہستہ کرتے ہین غرض جتنی
شمائل اور صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہے سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اونکو

مغالطہ ہوتا ہے کہ ہم بھی صوفی ہو گئے لیکن اجسکو بچا لیتا ہے وہ دھوکے مین نہین آتا ظاہری
صورت تو صوفیون کی اختیار کرتے ہین مگر اپنے نفسون پر مجاہدہ اور ریاضت اور دل کی حفاظت اور ظاہر و باطن کو خفی اور جلی
گناہون سے پاک نہین کرتے جو صوفیون مین اعلی درجے کی باتین ہین اگر یہ سب باتین ہم کر گذرین تب بھی ہمین نہین کہہ سکتا
کہ اپنے آپکو صوفیون مین شمار کرین اور بڑا بول بولین پھر جبکہ ان باتون کے گرد بھی نہ پھرین اور نہ اپنے نفسون سے کبھی اسکے
طالب ہوئے ہون بلکہ حرام اور شبہات اور بادشاہون کے مال پر گرتے ہون اور ایک ایک کوڑی اور پیسہ اور روٹی کے ٹکڑے پر
جان دیتے ہون اور ذرا ذرا سی بات پر حسد کرتے ہون اور بسا اوقات اگر کوئی ذرا سی مخالفت اونکی کسی مطلب مین کرے تو ایک
دوسرے کی ہتک عزت کے روادار ہون تو ایسے صوفی کہلانیکے اور ان لوگون کا مغالطہ ظاہر ہے اور اونکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑھیا سنے کہ دلیرون اور بہادرون کے چہرے لکھے جاتے ہین اور اونکے
واسطے جاگیرین مقرر ہوتی ہین تو اوسکو بھی شوق جاگیر لینے کا دامنگیر ہوا سکے لیے ایک زرہ پہنا اور
سر پر خود رکھے اور جو اشعار کہ میدان کارزار مین گردان اور جوش جرأت کیواسطے پڑھتے ہین اونکو
کسی سے سیکھے اور جسطرح پہلوان معرکہ جنگ مین اکڑتون سے چلتے ہین وہ بھی دریافت کرلے
غرض تمام اونکے خصائل اور گفتگو اور حرکات وسکنات سیکھ کر لشکر مین جاوے کہ دلیرون مین نام لکھا جاوے
جب وہان پہونچے تو افسر محکمہ کو حکم ہو کہ اسکا زرہ وخود اتار کر سب اعضا درست دیکھ لو اور کسی پہلوان سے
کشتی کراؤ تاکہ معلوم ہو کہ کتنی جرأت اسمین ہے جب جبکہ لباس ظاہری اوتارا جاوے تو معلوم ہو کہ
ایک بڑھیا کمزور جس سے اچھی طرح زرہ وخود بھی نہ چل سکے موجود ہے اوسوقت اوس سے کہا جاوے
کہ تو بادشاہ سے ہنسی کرنے آئی تھی کہ سب لوگون مین اوسکی ہوا اور فضیحت مین آجاوے پھر اوسکو
حکم دیا جاوے کہ اسکو پکڑ کر ہاتھی کے پانون مین ڈلوادو کہ ہڈی پسلی سب پس ڈالے یہی حال اون
لوگون کا جو ظاہر مین لباس صوفیون کا رکھتے ہین قیامت مین اوس بڑے بادشاہ کے سامنے
پیش ہونگے جو لباس ظاہری اور گدڑی کو نہین دیکھتا اور دل سے سروکار رکھتا ہے اور ایک فرقہ
اور ہے جو اس پہلے فرقے کی نسبت زیادہ مغالطے اور غرور مین ہین اونکو یہ شاق معلوم ہوتا ہے
کہ کپڑے گھٹیا ہون اور صوفی بننے کو بھی دل چاہتا ہے اور بدون لباس صوفیون کے صوفی بن
نہین سکتے اسواسطے اونھون نے حریر اور ریشم تو چھوڑ دیا مگر نفیس مرقع اور عمدہ عمدہ خوط کپڑے اور
رنگین مصلے تلاش کیے اور کپڑے ایسے پہنے جو ریشمی سے بھی قیمت مین زیادہ ہون اور جان لیا کہ
صرف کپڑا رنگنے اور پیوند لگانے سے صوفی ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ کپڑے صرف اسواسطے رنگے کہ
اونکو ہمیشہ میل کے باعث دھونا نہ پڑے اور چونکہ اکابر سلف پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے نیا نہ تھا اسلیے

اونھون نے بھی پیوند لگا پہنا مگر اپنے عمدہ مخطط کاٹ کاٹ کر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے
لوگون کے مشابہ ہو گئے ان لوگن کی خامی سب مغرورون سے بڑھکر ہے اسلیے کہ نفیس نفیس
کپڑے پہنتے ہین اور لذیذ کھانے کھاتے ہین خوب مزے اوڑاتے ہین حکام ظالم کا مال لیتے ہین
اور ظاہری گناہون سے بھی نہین بچتے باطن کا تو کیا ذکر ہے اور پھر صوفی کے صوفی بنے ہوئے ہین
اور اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہین۔ ان لوگون کی شر خلق مین بھی پھیلتی ہے کیونکہ جو انکی پیروی
کرتا ہے تباہ ہوتا ہے اور جو پیروی نہین کرتا اوسکا عقیدہ سب صوفیون کیطرف سے ڈھیلا ہو جاتا ہے
سب کو وہ ایسا ہی جانتا ہے اور سچے صوفیون کی نسبت بھی انکی کیفیت کو دیکھنے سے زبان طعن
کھولتا ہے اور یہ سب انھین لوگون کی شامت اور شرارت سے ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم معرفت کے مدعی ہین اونکو دعوی ہے کہ ہم سب مقامات و حالات سے عبور کر چکے ہر وقت
مشاہدہ حق مین رہتے ہین اور قرب الہی مین پہونچے ہوئے ہین حالانکہ ان باتون کے صرف نام
اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہین لیکن چند مین خرافات قیاس اہل معرفت کی سیکھ لیتے ہین اور انھین کو
گاتے پھرتے ہین اور خیال کرتے ہین یہ باتین سب اگلون اور پچھلون کے علم سے اعلی ہین اور یہ ہین نگاہ
فقہا اور مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہین عوام بیچارے کس گنتی مین ہین
یہان تک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہہ اپنا کام چھوڑکر چند روز اونکی صحبت مین رہتا ہے اور وہ باتین واہی
سیکھتا ہے تو وہ بھی اونکو کہتا پھرتا ہے اور جانتا ہے کہ جو کچھ مین کہتا ہون سب حق کی رو سے کہتا ہون
اور بڑے راز دنیا کی باتین سنتا ہون عابدون اور علما کو کچھ حال نہین جانتا عابدون کو تو کہتا ہے
کہ یہ لوگ محنتی اور مزدور ہین اور علما کے باب مین کہتا ہے کہ یہ باتون کی جہت سے خداے تعالی سے
محجوب ہین اپنے آپ کو دعوی کرتا ہے کہ خدا رسیدہ اور مقرب ہون حالانکہ خدا کے نزدیک یہی لوگ
منافق اور بدکار ہین اور اہل دل کے نزدیک احمق اور جاہل کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا
نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتین سیکھ کر
یاد کر لین اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی مین مبتلا ہوے
احکام کو ترک کرکے سب حلال و حرام کو برابر سمجھا اونمین سے بعض یہ کہتے ہین کہ خداے تعالی ہمارے
عمل سے بے پروا ہے پھر اپنے نفس کو تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہے کہ لوگون کو
حکم ہے کہ لوگ شہوات اور محبت دنیا سے پاک کرین مگر یہ بات محال ہے بجز اسکے ناممکن کا حکم
دیا گیا ہے اور اس دھوکے مین وہ آئے جنکو تجربہ نہو ہم نے تو امتحان کرکے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہے

اور اس احمق کو یہ خبر نہین کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہے تو اوس سے یہ مراد نہین کہ
اونکو جڑ سے اُکھاڑ دین بلکہ یہ حکم ہے کہ اونکو ایسا دبا دین کہ ہر ایک اونمین سے تابع حکم شرع اور عقل کا
ہو جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اعمال ظاہری کا توکچھ اعتبار نہین خداے تعالی دلون کو دیکھتا ہے اور
ہمارے دل خدا کی محبت مین شیفتہ و فریفتہ ہین اور معرفت مین کمال کو پہونچ گئے بدن سے تو ہم
دنیا کے کام کرتے ہین اور دل آستانہ لامکان کے معتکف ہین ہم مین جو شہوات کی پابندی ہے
تو ظاہری کے اعتبار سے ہے دل کے اعتبار سے نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ ہم لوگ عوام کے رتبے سے
بڑھ گئے ہین ہمکو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہین اور چونکہ ہم لوگ معرفت مین قوی ہین تو
شہوات ہمکو راہ سلوک سے نہین روک سکتین اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو یہ لوگ انبیا علیہم السلام کے
درجے سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین اسلیے کہ اونکو ایک ہی خطا مانع سلوک تھی اوسکے واسطے برسون
گریہ وزاری اور نوحہ و اشکباری متواتر کرتے تھے۔ ان لوگون کی قسمین جو اپنے آپ کو آزاد اور مشابہ
صوفیون کے سمجھتے ہین بہت ہین اور بنا سب کے مغالطے کی یہی ہے کہ شیطان کے وسوسے مین
آجاتے ہین اسلیے کہ بدون علم کے پڑھے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے مجاہدے مین لگ جاتے ہین
حالانکہ اقتدا علم کی کرنی چاہیے ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ✽ اور ایک فرقہ اور ہے جو
ان لوگون سے بھی بڑھکر ہے وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہین او طلب حلال مین سعی کرتے ہین اور
دل کے دربی رہتے ہین یہان تک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی
ہوتے ہین مگر نہ اون مقامات کی حقیقت کو جانتے ہین نہ شروط و علامات و آفات پہچانتے ہین
بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہین کہ ہم عاشق خدا اور اوسکے فریفتہ دام محبت ہین اور شاید
انھون نے خداے تعالی کے باب مین ایسے خیالات باندھ لیے ہون جو عجب نہین کہ بدعت ہون
یا کفر ہیں محبت قبل معرفت کرنے لگتے ہین پھر اسپر طرہ یہ ہے کہ بعض کام ایسے کرتے ہین جو خداے تعالی
کو برے معلوم ہین مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی
شرم سے نہ کرنے اور اگر علیحدہ ہوتے تو خداے تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر یہ نہین جانتے
کہ یہ بالکل خلاف محبت ہین بعض لوگ قناعت اور توکل پر عمل کرتے ہین اور جنگلو مین بے زاد
و توشہ پھرتے ہین تاکہ دعوی توکل ٹھیک اُترے لیکن یہ نہین جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہے
سلف کے اکابر و صحابہ رضہ سے منقول نہین حالانکہ وہ لوگ انکی نسبت توکل کو زیادہ جانتے تھے
اونھون نے یہ نہین سمجھا کہ جان کو خطرے مین ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہے بلکہ وہ لوگ توشہ

لیکن خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشے پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگون کا یہ دستور ہے کہ کھانا بغیر
زاد نہیں لیتے مگر کسی اور سبب سے اپنا جی بچا کر لیتے ہین خدا پر توکل جب بھی نہین کرتے غرضکہ منجیات
کے جتنے مقامات ہین اونمین مغالطہ بھی ہوتا ہے جس سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہین اور منین آفات کا
آنا ہم نے جلد چہارم مین بیان کیا ہے یہان کچھ ضرورت لکھنے کی نہین اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اونھون نے غذا ہی کے باب مین اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہے یہان تک کہ غذا مے حلال ہی
کھاتے ہین مگر سوا اس ایک خصلت کے دل اور اعضا کو اور خصائل کا پابند نہین کرتے اور بعض
اشخاص اپنے کھانے مین اور لباس و مکان مین تو حلال نہین ڈھونڈھتے اور چیزون مین بہت
اسکی کاوش کرتے ہین اور بیچارے کو یہ خبر نہین کہ خدا مے تعالے اپنے بندون سے تو صرف حلال
غذا سے راضی ہے اور نہ اس بات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نکرے بلکہ خدا ے تعالی کی
رضامندی کیواسطے سب طاعات کا بجالانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے
کہ تھوڑی سی بات سے کام نکل جاویگا وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت
مدعی ہین اور صوفیون کی خدمت کے درپے چند لوگون کو جمع کرکے تبکلف اونکی خدمت کرتے ہین
اور اس خدمتگذاری کو اپنی ریاست و مال کا جال بنا رکھا ہے بظاہر تو خدمت کرتے ہین اور
غرض اونکی یہ ہے ظاہر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر دراصل مخدوم و متبوع بننا
چاہتے ہین اونکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈھتے ہین۔ پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کرکے
اونکی خدمت کرتے ہین تاکہ خدمتگذاری مین نام مشہور ہو اور بہت سے تابع ہو جاوین بعضے لوگ
بادشاہون کا مال لیکر صوفیون کو کھلاتے ہین اور بعضے اوس مال کو راہ حج مین اونپر صرف کرتے ہین
اور جانتے ہین کہ ہماری غرض صرف ان لوگون کی خدمت ہے حالانکہ ان سب کا باعث ریا اور
شہرت ہوتی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خدا ے تعالی کے احکام جیسے ظاہر و باطن ہین اور کچھ
بجا نہین لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہین اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج مین
صرف کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسجد بنوانے اور اوسپر استرکاری پاخانے کی
کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہے اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق
اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہوکر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور
ہر حال مین عیوب کے جویان رہکر اونکی آفات مین نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین
یہ عیب ہے اور اگر اسکو عیب جاننے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہے اور اسکے عیب ہونے

اگر توجہ کرے تو یہ بھی عیب ہے اسیطرح گفتگو کی مسلسل بیان کرتے ہین اور ان چکنی باتون مین اوقات
ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور اونکے علاج کی تحریر مین ہے اوسکی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اوسکی آفات کی تلاش مین ہے اور راہ حج کو طے
نکرے تو اس سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہے جو اس سے آگے بڑھگئے ہین
اور سلوک طریق بھی شروع کر دیا ہے اور ابواب معرفت اونپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے
مبادی سے اونکے مغز مین خوشبو پہونچتی ہے تو اوس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اوسکی غرابت سے
تعجب کرتے ہین اسیواسطے اونکے دل اوسکی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہجاتے ہین کہ یہ دروازہ ہم پر
کیسے کھلا اور دوسرون پر کیون بند ہے اور یہ مغالطہ ہے اسواسطے کہ خدای تعالی کی راہ کے عجائبات کی
کچھ انتہا نہین اگر سالک ہر عجیبات پر ٹھہر جاوے اور اوسیکا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاوے اور اوسکے دروازے کے
صحن مین ایک باغ دیکھے جسمین ایسے غنچے اور پھول ہون جو اسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور کھڑا ہوکر اونکا
تماشا کرے یہانتک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہو جاوے تو عجائبات پر توقف کرنا اور اونکی سیر
تامل کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہے چنانچہ مولانا روم رح فرماتے ہین **شعر**

ای برادر بے نہایت درگہیست	ہرچہ بروی میرسی بروی مایست

اور ایک فرقہ اور ہے جو اس سے بھی کچھ آگے نکل گئے ہین یعنی جو انوار وعطایا کہ اونپر راستے مین
فائز ہوتے ہین اونپر توجہ نہین کرتے اور نہ اونسے اظہار فرح وسرور کرکے اوسجگہ توقف کرتے ہین
بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہانتک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اوس حد پر جا لگے ہین
جسکا نام قرب الی اللہ ہے اور یہان اگر یہ گمان کہ ہم واصل الی اللہ ہوگئے توقف کیا اور دھوکا کھایا
کیونکہ خدای تعالے کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پران پردون مین سے پہونچتا ہے
اوسکو گمان ہوتا ہے کہ مین خدا رسیدہ ہوگیا اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین خدای تعالی اسطرح ارشاد فرماتا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارونکو
تو آپ کم سنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو بہت سے ہین علاوہ ازین
نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کسطرح
مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اس کوکب سے ایک نور اون

انوار ہین کا ہے جو اللہ جل شانہ کے حجاب سالکین کے راستے پر ہین اور خدای تعالی تک پہونچنا
بدون ان حجابون کے طی کیے ممکن نہین اور ان نور کے حجابون مین سے بعضے بڑے ہین اور
بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی مین سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہے اسلیے چھوٹے حجاب کے لیے
کوکب کو استعارہ کر لیا اور اجرام نورانی مین سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہے اس تحقیق کے
بعد آیت کے معنی سننے چاہیین کہ موجب اس آیت کریمہ کے وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور کے بعد نور آتا گیا اور
جو نور اول ملا اوسکو معلوم کیا کہ یہین پہونچ گیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اوسکے بعد اور کچھ ہے اوسپر
ترقی کی اور اسیطرح ترقی کرتے چلے گئے یہانتک کہ حضرت وہی حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول
شمار ہوا اوسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہے جب اوسکو بھی باوجود عظمت جلال کے
اوج کمال پر نہ پایا اور اوسپر نقصان و ہبوط سے خالی نظر نہ آیا تو فرمایا لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ اِنِّيْ
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور سالک طریق معرفت کو کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے اور ان حجابون مین سے کسی پر توقف کر دیتا ہے
اور بعض اوقات حجاب اول ہی پر ٹھہر جاتا ہے اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان
ہے وہ نفس ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہے یعنی ایک نور ہے خدای تعالی کے انوار سے
جسکو سر قلب کہتے ہین اور جسمین حقیقت حق کی تمام کمال جلوہ افروز ہوتی ہے یہانتک کہ
تمام عالم کی گنجایش اوسمین ہو جاتی ہے اور سب پر محیط ہو جاتا ہے اور صورت کل کی اوسمین [illegible]

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے | میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے

اور اس حالت مین اوسمین نہایت درجے کی چمک ہو جاتی ہے کیونکہ دوسرا سب کا سب جیسا کہ
واقع مین ہے ویسا ہی اوسمین ظاہر ہو جاتا ہے اور شروع مین اوسکی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک
فانوس او سیر سرپوش کیطرح رہتا ہے مگر جب خدای تعالی کے نور کی تجلی اوسپر ہوتی ہے
تو وہ چمک پڑتا ہے اور دل کا حال کھل جاتا ہے ایسے وقت مین جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہے
اگر وہ اپنے دل کیطرف التفات کرتا ہے تو اوسمین اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہے کہ حیران
ہو جاتا ہے بلکہ کبھی اوسی حیرانی مین کلمہ انا الحق زبان سے نکل جاتا ہے اور اگر پھر اوسکو کچھ
راز نہین کھلتا تو اسی مغالطے پر جم جاتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار
مین سے ایک ادنی ستارے سے ہو گیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہے

اور واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہے اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہے
دونون ایک صورت کی ہوجاتی ہین مثلاً جو شی رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہے آئینے کا رنگ بھی
ویسا ہی نظر آتا ہے یا شیشہ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز بھر دو تو شیشہ اوسی رنگ کا معلوم ہوگا
اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک اور
تجلی اونمین زیادہ ہے تو مغالطے سے اونھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے
یا پانی مین دیکھکر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسکے اندر ہے اور اوسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے
تو معذور دکھلاویگا۔ اور طریق معرفت کے طے کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اونکے بیان کو
دفتر چاہیے اور جب تک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نکھی جاوے تب تک اسکا بیان بھی نہین ہوسکتا
اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہے کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے اسکو بھی ذکر
کرنا مناسب نتھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہے اوسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین
اور جو نہین چلتا اوسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال ضرر کا ہے اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہے
جو سمجھ مین نہین آتی اوس سے حیرت پیدا ہوتی ہے لیکن اتنا فائدہ ہے کہ جس غلطے مین وہ رہتا ہے
اوس سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ امر معرفت کو جو اپنے خیال فاسد اور ذہن مختصر اور
عقل قاصر مین ایک ادنی بات سمجھتا ہے ان حالات کے سننے سے یقین کر لیتا ہے کہ واقع مین یہ امر
بہت بڑا ہے اور نیز اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہے تو اوسکا بھی یقین ہو جاتا ہے
اور جسکو مغالطہ قوی ہوتا ہے وہ ہر حال مین یکسان ہے جیسا پہلے نہین مانتا تھا اب بھی نہین مانتا

چوتھی فصل ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر انکے بھی بہت فرقے ہین ایک فرقہ وہ ہے جو
مسجدون اور مدرسون اور سراؤن اور پلون کی تعمیر کے حریص رہتے ہین یعنی ایسی چیز اونکے
بنانے کی جنکو سب لوگ دیکھین اور اون عمارات پر اپنا نام کندہ کراتے ہین تاکہ ہمیشہ اونکی یادگار
رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہونا جانتے ہین
حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے
بناتے ہین جو ظلم اور غصب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے
خدا کے غضب کے سزاوار ہوئے کہ مال حرام کمایا دوسرے اسوجہ سے کہ اوسکو اپنی ریا و شہرت کے لیے
اڑایا اونپر واجب تھا کہ اوس مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اوسکو تحصیل کر کے خدا کے گناہگار ٹھہرے
تو یہ چاہیے تھا کہ توبہ کر کے خدا کیطرف رجوع کرتے اور یہ مال مالکان مال کو حوالہ کرتے خواہ اصل مال

یا اصل نہ رہتا تو اوسکا بدلہ دیدیتے اور اگر مالک نہ ملتا تو اوسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث بھی نہ ملتا تو اوس مال مسلمان کو سب سے ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہے کہ مساکین کو بانٹنا اوس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو نہین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا اور سے لوگون کو معلوم ہوجاوے تو وہی عمارت بنالین اور کوئی شہرت اونکے ہاتھہ سے لگے اس سے معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ حریص ہین کچھہ اسواسطے نہین کہ بقاے خیر چاہتے ہون بلکہ اونکی غرض ریا اور نیکنامی اور محبت ثنا ہے اور جانتے ہین کہ انکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو انیر کندہ ہے وہ بھی بنا رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص اور خیر کا کام ہے حالانکہ اگر اونسے کہا جاوے کہ ایک روپیہ خرچ کرو مگر جس جگہ خرچ کرو وہان اپنا نام نہ لکھو تو ہرگز نفس قبول نہ کرے اور دشوار جانے اور خدای تعالی سب کچھہ جانتا ہے خواہ نام لکھا ہو یا نہین اگر لوگون کو دکھلانا نہ منظور رہوتا صرف خداہی کے لیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال وجہ حلال سے پیدا کرکے مسجدون مین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین ہین دو جہت سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات ایسے شخص کی پڑوس مین یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ اونسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے اور مسجدون کے بنانے سے اونکو دینا افضل ہوتا ہے مگر اونکو جو مسجدون مین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ عمارت لوگون پر ظاہر ہوتی ہے اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہے کہ مسجدون پر جو نقش و نگار کرتے ہین وہ ممنوع ہے اور نمازیون کا دھیان اوس سے بٹتا ہے نظر اونھین پر پڑتی ہے اور مقصود نماز سے فروتنی اور دل کا حاضر ہونا ہے اور جب دل نقش و نگار مین ہوا تو ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش و نگار کرنے والے کے ذمہ رہیگا اور وہ اس خیال مین ہے کہ مین امر خیر کرتا ہون یہ میرے لیے وسیلہ رضای الٰہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا کی ناراضی کا مستحق ہوا اوسکو گمان ہے کہ مین خدا کی اطاعت کرتا ہون اور اوسکے حکم کو بجالاتا ہون اور واقع مین نقش و نگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ مسجدون مین یہ کیفیت دیکھکر اپنے گھرون کو ایساہی فرش کرین اور اسکا وبال بھی اوسی شخص کی گردن پر رہے حاصل یہ کہ مسجد اسواسطے ہوتی ہے کہ اومین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو۔ حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے اونمین سے ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ مجھہ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا

اوسی جگہ معبد یقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس درجے پر کی کہ اپنے جاننے سے گویا مسجد کو آلودہ
سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہے یہ نہین کہ مسجد کو مال حرام سے یا دنیا کے مزخرفات سے
لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا۔ اور حواریون نے ایکبار حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہے آپنے فرمایا کہ ای میری امت مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالے
اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والون کے گناہ کے باعث سب کو برباد کرے گا
اللہ کے نزدیک نہ سونے چاندی کی کچھ قدر ہے اور نہ ان اینٹون کی قدر جو تمکو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ
اوسکے نزدیک سب سے محبوب چیز نیکبخت دل ہین اونسے اللہ تعالی زمین کو آباد کرتا ہے اور جب
نیکبخت نہین رہتے تو اونہین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدون کو ملمع کرو اور قرآنون کو چاندی سونا پہناؤ تو
اوسوقت تم پر تباہی آویگی۔ اور حضرت حسن رح سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ
مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھ اونچا
بنائیو اور ملمع اور نقش مت کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے کہ جو بات بری تھی اوسکو اچھا سمجھکر
اوسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر
اس خیرات کیواسطے ایسا موقع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے بھی ایسون کی
تلاش کرتے ہین جو شکرگزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور چھپی خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی
فقیر اونسے کچھ لیکر چھپاوے تو اوسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا اوٹھاتے ہین
کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود
نے فرمایا ہے کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ انکو بہت سا
مال ہوگا اسواسطے سفر کرنے کو کچھ دشوار نجانتے ہونگے حج سے جو پھرینگے تو محروم اور لٹے پھٹے
آوینگے یعنی ثواب خاک نہ ملیگا آپ تو سواری پر جنگل و ریگستان مین پھرتے ہونگے اور اونکے پڑوسی
محتاج ہونگے کہ انکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے
پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مین آپ سے رخصت ہونے آیا ہون آپ کو جو کچھ فرمانا ہو
آپ بھی فرماوین آپ نے پوچھا کہ حج کیواسطے تیرے پاس کیا ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار درم آپ نے
فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہے سیر کرنا منظور ہے یا شوق خانہ خدا کا ہے یا رضامندی اللہ تعالی
کی اوسنے عرض کیا کہ مجکو رضاء الہی منظور ہے آپنے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجکو رضاے الہی ان

وہ ہزار درہمون کے خرچ سے ملجاوے اور تجکو یقین بھی ہوجاوے کہ خدا کی رضا بیشک ہوئی
تو تو کریگا اوسنے کہا البتہ آپنے فرمایا کہ توجا اوران درہمون کو دس آدمیون کو دیدے قرضدار
کو دے جو اپنا قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیالدار کو
دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرے
اور اگر تیرا دل اس بات پر ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام مین سے دے تو ایک ہی کو دیدینا
اور یہ ہمنے اسلیے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ٹالنا
اور کم قدر کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سو حجون سے افضل ہین تو اب جا کر جیسا ہمنے کہا اوسکے
بموجب اس روپیہ کو تقسیم کر دے ورنہ جو دل مین ہو وہ کہدے اوس شخص نے کہا کہ میرا دل تو سفر ہی
چاہتا ہے پس حضرت بشر رح نے تبسم فرمایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مال جب تجارات اور
شبہات سے اکٹھا ہو جاتا ہے تو نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اوسکے لیے اعمال صالحہ
ظاہر کیا کرتا ہے مگر خدای تعالی نے قسم کھالی ہے کہ متقیون کے اعمال کے سوا اور کسیکا عمل قبول
نہین کریگا اور ایک فرقہ اور ہے کہ بخل کے مارے مال کو جمع کرتے ہین عبادات ایسی کرتے ہین جنمین کچھ خرچ
نہ ہو مثلا دنکو روزہ رکھنا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہین اسلیے کہ بخل جو
مہلک چیز ہے اونکے دلون پر حاوی ہے اول اونپر اوسکا قلع قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتین کہ
وہ کرتے ہین اونکی کچھ حاجت نہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کسیکے کپڑون مین سانپ گھس جاوے
اور وہ قریب ہلاکت کے ہو لیکن اطمینان سے تسکین صفرا کے لیے سکنجبین بنا رہا ہو اب سمجھیے جسکو سانپ
کاٹ لیگا اوسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رح سے کسی نے کہا
کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ جو اوسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اوسنے
چھوڑ دیا جو دوسرون کے لائق بات تھی وہ اختیار کی اوسکو شایان تھا کہ بھوکون کو کھانا کھلاتا اور
مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہے اوسکی نسبت یہ داد و دہش بہتر تھی اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اونپر بخل اسقدر زیادہ ہے کہ مال مین سے سوا زکوۃ کے اور کچھ نہین دیتے پھر مال زکوۃ بھی ایسا
برا اور نکما دیتے ہین کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کرین اور فقیرون مین سے ایسے فقیرونکو دیتے ہین
جو اونکی خدمت کرین اور انکے کاروبار مین پھرا کرین یا آگے کو اونسے کسی خدمت کے محتاج ہون
یا کوئی کسیطرح کی غرض اونسے نکلے یا ایسونکو دیتے ہین جو کسی بڑے شخص کی سفارش لیکر آیا ہو اور اونکو
اسلیے دیتے ہین کہ ہماری قدر اوس بڑے آدمی کی نظرون مین ہوجاوے کہ ہمنے اوسکا کام کر دیا

وہ بھی ہمارے کام میں دریغ نکرے تو یہ باتین سب کی سب نیت کی مفسد اور عمل کی تباہ کرنیوالی
ہین اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ مغرور ہے اور اوسکو گمان یہ ہے کہ مین اللہ تعالی کا مطیع ہون حالانکہ بدکار
وگناہگار ہے کہ خدا کی عبادت پر غیر سے عوض چاہتا ہے اسطرح کی باتین مال والون کے مغالطون کی ہین
اور یہ بھی زائد از شمار ہین الا جنس مغالطے کی تنبیہ کے طور پر کچھہ لکھدی گئین اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ
عوام خلق اور مالدارون اور فقرا مین سب مین اوس قسم کے لوگ ہوتے ہین وہ وعظ کی مجالس مین
آنے ہی کو اپنی نجات کیواسطے کافی و وافی اعتقاد کرتے ہین اور مجالس وعظ مین آنا ایک قسم عادت مقرر
کرلی ہے اور یہ گمان ہے کہ صرف وعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اوسپر عمل نکرین اور یہ اونکا
خیال خام ہے اسلیے کہ مجلس وعظ کو جو فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ اوس سے آدمی کو رغبت
خیر کی ہوتی ہے اگر یہ بات کسی مجلس مین نہو تو اوسمین کچھہ بزرگی نہین اور رغبت اسیواسطے اچھی ہے
کہ اوس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہے اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پر آمادہ نکیا تو ایسی
رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز کسی اور چیز کیواسطے مطلوب ہوتی ہے اگر وہ دوسری چیز اوس سے نہو
تو اول چیز کو لیکر کیا کرے۔ اور کبھی واعظ کی زبانی جو فضیلت مجلس وعظ کی سنتے ہین اور رونیکا ثواب
گوش زد ہوتا ہے تو صدا لیے مین پڑے ہین اور عورتون کیطرح رونے لگتے ہین اور کبھی کوئی کلام خوف کا
سنتے ہین تو اس سے زیادہ اور کچھہ نہین کرتے کہ ہاتھہ پر ہاتھہ مار کر کہتے ہین کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدا پناہ دے
یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ اور اپنے گمان مین جو کچھہ کرتے ہین وہ سب اچھا کرتے ہین حالانکہ مغالطہ
صریح ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار حکیمون کے مطب مین جایا کرے اور جو کچھہ وہان گذرے
اوسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانون کے ذکر اوس سے
کیا کرے تو اس سے نہ تو مریض کا مرض جاویگا نہ بھوکے کی بھوک اسیطرح طاعات کے اوصاف سننے
اور عمل نہ کرنے سے خدا کے نزدیک کچھہ فائدہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی مین
کچھہ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدلجاوین اور خداے تعالی کیطرف بتوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہو جاوے
اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اوسکے حق مین اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اوسکو
آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلط فہمی ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھہ تم نے مغالطے کی
وجہین لکھی ہین یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی خالی نہین اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہے اور
اس سے آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہے کیونکہ اتنی طاقت کسی مین نہین ہے کہ ان آفات خفیہ سے
بچے تو ضرور ہے کہ نا امید ہو کر بیٹھہ رہیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ انسان اگر کسی چیز مین ہمت باندھے تو

البتہ اوس چیز کو بڑا بھی جانتا ہے اور ناامید بھی ہوتا ہے اور راہ وصول کو دشوار گذار سمجھتا ہے
لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شی کی کرتا ہے تو غرض تک پہونچنے کے لیے اپنی فکر دقیق سے
بڑی باریک باتین اور خفیہ راہین نکال لیتا ہے مثلاً اگر اوڑتے جانور با وجود فاصلے کے اوتارنا
چاہے تو اوتار سکتا ہے یا مچھلی کو سمندر کی تہ مین سے اونچا نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہی یا پہاڑ مین سے
چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال سکتا ہے یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو
کر سکتا ہے یا درندون اور ہاتھیون اور دوسرے بڑے جانورون کو مطیع بنایا چاہے تو بنا سکتا ہی
یا سانپ و اژدہا کو پکڑ کر کھیلنا چاہے تو ہوسکتا ہے کہ اونکو پکڑ کر زہر مہرہ اونکے اندر سے نکال لے
یا اگر چاہے کہ توت کے پتون سے ریشم منقش بنجاوے تو تدابیر سے بنا سکتا ہے یا مقدار ستارون کی
اور اونکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے ذریعے سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت
کر سکتا ہے غرضکہ آدمی تدبیرین نکالنے مین استاد ہے ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان جدا بنالیتا ہے
اور ہر شی سے جدا کام لیتا ہے مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے پرند و
شکار کا لیتا ہے اور ان اشیا کو اسیلیے اپنے قابو مین رکھتا ہے مچھلی کے شکار کو جال بناتا ہے غرض
بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیرین آدمی کی بہت سی ہین اور یہ سب تدبیرین صرف اسلیے کی ہین
کہ اوسے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطلب کے لیے مدد ملے پس اگر اوسکو امر آخرت پیش آوے اور
صرف ایک ہی کام ہو یعنی دل کا سیدھا کرنا تو اوسوقت اس کام سے عاجز ہوکر کہنے لگے گا کہ
یہ امر محال ہے اور کسکو قدرت ہے کہ ایسا کرے نہین بلکہ انسان کی ہمت کے سامنے محال نہین
اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگاوے چنانچہ مشہور ہے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہے علاوہ ازین سلف کے صلحا اس کام سے عاجز
نہوے اور جنھون نے اونکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اس سے نہ ہارے اب بھی جو شخص سچا
ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہوگا بلکہ جتنی محنت کہ لوگون کو دنیاوی تدابیر کے
پیدا کرنے مین اور اوسکے اسباب کے درستی مین لگتی ہے اوسکا دسوان حصہ بھی اس شخص کو
نہین ہوتی - اور مغالطے سے بچنے کے لیے تین باتین آدمی مین ضرور چاہیین عقل اور علم اور
معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور اصلی خلقی ہے جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرتا ہی
اصل پیدائش مین آدمی کی ہوشیاری اور دانائی یہی ہے اور حمق اور غباوت بھی یعنی آدمی میں

مغالطے کی نہیں کر سکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضرور ہے اگر انسان شروع پیدایش سے ایسا نہوگا تو اوسکا حاصل کرنا ممکن نہیں البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ جب اصل عقل موجود ہے تو تجربہ وغیرہ سے اوسکو زور دے سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بنیاد سعادت کی عقل و کیاست ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے[۱] تَبَارَكَ الَّذِي قَسَمَ الْعَقْلَ بَيْنَ عِبَادِهِ اَشْتَاتًا اِنَّ الرَّجُلَيْنِ لَيَسْتَوِيْ عَمَلُهُمَا وَبِرُّهُمَا وَصَوْمُهُمَا وَصَلَاتُهُمَا وَلٰكِنَّهُمَا يَتَفَاوَتَانِ فِي الْعَقْلِ كَالذَّرَّةِ فِيْ جَنْبِ اُحُدٍ وَمَا قَسَمَ اللّٰهُ لِخَلْقِهٖ حَظًّا هُوَ اَفْضَلُ مِنَ الْعَقْلِ وَالْيَقِيْنِ[۲] اور حضرت ابو درداء رض سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گزار اور حج اور عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ وجہاد فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتین بجا لاتا ہو اوسکا درجہ قیامت مین خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپنے ارشاد فرمایا کہ اوسکو ثواب بقدر عقل ملیگا اور حضرت انس رض فرماتے ہین[۳] کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی اور بہت اوسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اوسکی عقل بتاؤ کہ کیسی ہے کیونکہ بیوقوف اپنی حماقت کے باعث بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہے اور قیامت کے روز لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین[۴] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے ہوتا تو اوسکی عقل کا حال پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ ہونہار ہے اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے کہ وہ بہر کر رسیدہ نہوگا۔ اور ایک دفعہ جو ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپسے کسی نے کیا آپنے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہین آپنے فرمایا کہ جس درجے پر تم گمان کرتے ہو وہان تک وہ شخص نہین پہونچے گا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا بھی ایک نعمت خدا کی ہے جو اصل پیدایش مین رکھدیتا ہے اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے جاتی رہتی ہے تو پھر اسکا تدارک نہین ہو سکتا دوسری بات رفع مغالطہ کیلیے معرفت ہے اور اوس سے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہے اپنے نفس کا اور خدای تعالی کا اور دنیا کا اور آخرت کا اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہے اور اس عالم مین مسافر ہے اور شہوات بہیمی اجنبی اور اوسکی طبیعت کے موافق صرف معرفت خدای تعالی اور اوسکا دیدار ہے اور اس کا

---

[۱] حکیم ترمذی در نوادر بروایت طاوس مرسلا بسند ضعیف ۱۲

[۲] خطیب در تاریخ و مالک و ابن محبر در کتاب العقل بروایت ابو درداء ۱۲

[۳] باب العلم مین گزری ۱۲

[۴] حکیم ترمذی در نوادر و بیہقی در شعب الایمان [illegible] ۱۲

[illegible]

جانتا بدون معرفت نفس اور معرفت رب کے نہین ہوسکتا اوسکے جاننے کیواسطے جو کچھ ہمنے باب محبت اور بیان عجائبات دل اور باب تفکر اور باب شکر مین لکھا ہے اوس سے مدد لے کیونکہ اون ابواب مین وصف نفس اور جلال کبریا کے اشارات مذکور ہین جنسے تنبیہ فی الجملہ ہوجاتی ہے اور کمال معرفت اوسکے بعد ہے اسلیے کہ وہ علوم مکاشفہ مین سے ہے اور ہمنے اس کتاب مین صرف علم معاملہ کو لکھا ہے اور معرفت دنیا و آخرت کے لیے اون باتون سے مدد لے جو باب مذمت دنیا اور باب ذکر موت مین لکھی ہین تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کو آخرت سے کچھ نسبت ہی نہین جب ان چارون کو پہچان لیگا تو خدای تعالی کی معرفت کے باعث تو دل مین محبت الٰہی جوش کریگی اور آخرت کی معرفت سے شدت رغبت اوسکی طرف پیدا ہوگی اور دنیا کے پہچاننے سے اوسکی طرف سے روگردانی حاصل ہوگی اور سب سے زیادہ ضروری کام اوسکی نظرون مین وہی ہوگا جو خدا تک پہنچاوے اور آخرت مین کام آوے اور جب یہ ارادہ غالب ہوگا تو سب باتون مین اوسکی نیت درست ہوگی اگر کھانا کھاویگا یا قضای حاجت کو جاویگا یا اور کوئی کام کریگا سب سے مقصود یہی ہوگا کہ سلوک راہ آخرت پر مدد ملے اور اس درستی نیت سے مغالطہ دور ہوجاویگا جسکا منشا خواہش اور میل دنیا اور جاہ اور مال کا ہے اسلیے کہ انھین چیزون سے نیت بگڑتی ہے اور جب تک دنیا اوسکے نزدیک آخرت کی نسبت محبوب ہوگی اور خواہش اپنے نفس کی رضاے الٰہی کی نسبت محبوب ہوگی تب تک چھٹنا مغالطے سے ممکن نہین اور جب دل پر خدا کی معرفت اور اپنے نفس کی معرفت کے باعث جو کمال عقل کے سبب ہوتی ہے محبت الٰہی غالب ہوگی تو ایک تیسری چیز کی اور حاجت ہوگی یعنی علم اس بات کا کہ راہ خدا کو کسطرح طی کرنا چاہیے اور اللہ سے نزدیک کرنے والی اور دور کرنے والی چیزین کونسی ہین اور رستے کے آفات اور مہلکات اور گھاٹیان کونسی ہین اور ان سب باتون کو ہمنے اس کتاب مین لکھا ہے مثلاً جلد اول مین شروط عبادت اور اوسکی آفات لکھے ہین شروط کی رعایت رکھنی چاہیے اور آفات سے احتراز کرنا ضروری سمجھے اور جلد دوم مین اسرار معاملات اور جن چیزون کی طرف آدمی مضطر ہے اونکو لکھا ہے اونکو قواعد شرع کے بموجب عمل مین لاوے اور جس سے مستغنی ہو اوس سے اعراض کرے اور اس جلد مین وہ باتین ہین جو خدا کی راہ مین موانع ہین یعنی صفات مذمومہ نفاق کے اپنی صفت مذموم کو جانے اور اوسکے علاج کا طور دریافت کرے اور جلد چہارم مین صفات محمودہ ... تو اوسکے عوض مین

اچھی صفت پیدا کرے جب ان سب باتون کو جان لیگا تب ممکن ہے کہ جو اقسام مغالطہ کہ ہمنے لکھے ہین
اونسے بچ سکے اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ محبت الٰہی دل پر غالب ہو اور محبت دنیا دل سے اتر جاوے
یہان تک کہ ارادہ مستحکم ہو جاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہو سکتی ہے جب وہ باتین جو ہم نے
لکھی ہین اونکو پہچانے۔ یہان ایک اور بات جاننے کی ہے کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد
آدمی پر ایک اور خوف باقی ہے وہ یہ ہے کہ اسوقت شیطان اسکو فریب دیکر اس بات کا آمادہ
کرتا ہے کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی اوسکو دوسرونکو
بتلانا چاہیے کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب اور اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہے
اور تمام کدورتون سے دل کو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا ہے اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہے
اور خلق سے طمع منقطع کرکے اونکی طرف التفات نہین کرتا اور سواے خدا کے اور اوسکے ذکر و مناجات
کے لذت کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اوسکے بہکانے سے عاجز
ہوتا ہے کہ دنیا کی طرف سے اگر اوسکو بہکاوے تو اوسکی اطاعت نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے
اوسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اونکے دین کے سمجھانے کیواسطے اونکو نصیحت کر
اللہ تعالی کیطرف اونکو بھی بلا اوسوقت بندۂ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہے تو اونکو
اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور دین مین بہرے اور اندھے پاتا ہے مرض سب پر
غالب ہے اور اونکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اونکا علاج کرے سب مرنے کے قریب ہین اس حال کے
دیکھنے سے اوسکو رحم آتا ہے کیونکہ اسکے پاس وہ دوا یعنی معرفت ہے جس سے اونکو راہ راست پر
لاسکتا ہے اور اونکی گمراہی ظاہر کرکے راہ سعادت بتلا سکتا ہے اور اس بتلانے مین کچھ محنت و
مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسیکو کوئی بڑا مرض ہو جسکی
تکلیف کی برداشت نکر سکے اور اوسکے مارے رات بھر بے چین اور دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا
حس و حرکت شدت درد کے سبب کچھ نکر سکے اور اوسکے علاج کو آسان چٹکلا بے دام اور بے محنت
کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اوسکو استعمال کرکے اچھا ہو جاوے رات کو
اچھی طرح سونے لگے اور دن کو آرام و آسایش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہو جاوے
اور تندرستی کی لذت بعد اوس تکلیف کے کام جان مین پہنچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے
اپنے ہم جنسون کو دیکھے کہ اونکو بھی وہی مرض ہے جو اوسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور
مضطرب رہتے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہے تو جو دوا اسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے

اور کہے کہ مین انکو بہت سہل تدبیر سے چند روز مین اچھا کر سکتا ہون اور رحمت اور شفقت کے بارے
یکدم کی تاخیر اونکے علاج مین نکرے ایسا ہی بندہ مخلص جب اوس رتبہ پر پہونچ جاتا ہے اور امراض
دلی سے شفا پاتا ہے اور لوگون کو دیکھتا ہے کہ اونکے دل مریض ہین اور علاج نہایت مشکل کہ
اوس سے عاجز ہین اور یہ ہلاک و تباہ ہوا چاہتے ہین اور مجکو انکا علاج کرنا سہل ہے تو خودبخود اوسکی
ذات مین سے ایک پکا ارادہ اونکی نصیحت کرنے کا پیدا ہوتا ہے اور اس بات پر شیطان اور اشتعال
دیتا ہے کہ شاید اسی بہانے اوسکو رسے ڈالے جب وہ شخص نصیحت مین مشغول ہوتا ہے تو شیطان کا
منصوبہ بن پڑتا ہے کہ اول اوسکو ریاست کیطرف بلاتا ہے مگر نہایت پوشیدہ کہ چیونٹی کی چال سے بھی
زیادہ خفی ہو اور اوس شخص مخلص کو خبر نہونے پاوے جب یہ سلسلہ جنبانی دل مین اوسکے ہونے لگتی
تو پھر بناوٹ اور زینت کیطرف بلاتا ہے کہ اچھے اچھے الفاظ اور نغمات اور حرکات استعمال کرنے
چاہئیین اور لباس و صورت مین تکلف کرنا چاہیے جب ان باتون پر لا ڈالتا ہے تو آدمی اوسپر
ہجوم کرتے ہین اور اوسکی توقیر و تعظیم بادشاہون سے بھی زیادہ کرتے ہین کیونکہ اپنے امراض کا شافی
اوسکو جانتے ہین کہ صرف رحمت اور شفقت کے باعث بے طمع علاج کرتا ہے اسیواسطے اوسکو ماں باپ
اور اقارب سے بھی زیادہ محبوب جانتے ہین اور اپنے مال و تن سے اوسکی خدمت مقدم سمجھتے ہین
اور اوسکے سامنے مثل نوکر و غلام کے ہوجاتے ہین اور محفلون مین سب پر ترجیح دیتے ہین اور بادشاہون
اور سلاطین سے زیادہ مانتے ہین اس معاملے سے اوسکی طبیعت پھول جاتی ہے اور نفس کو وہ
راحت و لذت ملتی ہے کہ اوسکا کیا کہنا ہے اوسکے سامنے سب لذتین گرد جانتا ہے پس باوجود ترک
دنیا کے اوسکی سب سے بڑی لذت دین جا پڑتا ہے اسوقت شیطان موقع پاکر اپنا ہاتھ اوسکے دل کیطرف
بڑھا دیتا ہے اور اوسکو ایسے ہی کام مین لگاتا ہے جسمین وہ لذت باقی رہے اور نفس کے شیطان کیطرف
جھکنے کی پہچان یہ ہے کہ اگر مثلاً کسی بات مین اوس شخص سے غلطی ہوجاوے اور لوگون کے سامنے
کوئی اوسپر انکار و اعتراض کرے تو غصہ کریگا اور اگر دل مین اس غصے کو برا سمجھے تو فوراً شیطان
سوجھاتا ہے کہ یہ غصہ اللہ کیواسطے ہے کیونکہ اگر مریدون کا اعتقاد تجھپر درست نہوگا تو خدا کی راہ
غلطی پر رہ جاوینگے اسی سے مغالطہ کھا جاتا ہے اور کبھی اس خوف کے سبب سے غیبت کرنے لگتا
یعنی جس شخص نے اعتراض کیا تھا اوسکی غیبت کرتا ہے جو حرام ہے حالانکہ اوسکے کہنے کیواسطے
الفاظ حلال بہت سے ہین اوسکو نہین کہتا اور کبر مین مبتلا ہوجاتا ہے جو امر حق سے اعراض کرنے
اور اوسپر متکبر ہونے کا نام ہے اور پہلے خطرات سے بھی احتراز کرتا تھا اسیطرح اگر کسی موقع پر

نس پڑتا ہے یا بعض وظائف مین سستی کرتا ہے تو نفس کو اضطرار ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ
لوگون کو اسکی خبر ہو جاوے اور میری توقیر جاتی رہے اس خیال سے استغفار کرتا ہے اور اونچی
اونچی سانس لیتا ہے اور کبھی اعمال و وظائف اونکے دکھلانے کو بڑھا دیتا ہے اور شیطان
دل مین ڈالتا ہے کہ یہ باتین تو اسواسطے کرتا ہے کہ لوگ خدا کی راہ سے سستی نکرین اور تیرے اس
عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا ہے اصل مین
نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا موجب ہوا ہے اور اسی جہت سے
یہ لوگ کبھی اوس جیسے دوسرے شخص کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھ درد نہین آتا بلکہ اوسکو
اچھا سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور اگر اوسکے ہمسرون مین سے کسیکی طرف لوگون کے دل
مائل ہون اور اوسکے کلام کی تاثیر اوسکی نسبت زیادہ ہو تو اسپر نہایت شاق گذرے پس اگر
اسکو شوق و لذت ریاست نہین تو دوسرے کی ہونے کو غنیمت کیون نہین جانتا اسلیے کہ اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے چند یارون کو کوئین مین گرا ہوا دیکھے اور اوسکے منہ پر
کوئی سل کھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث دہان
دوڑے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے اوسکا سرکانا مشکل ہے اب اگر کوئی
دوسرا شخص آکر اوسکی مدد کرے کہ اوس پتھر کا ہٹانا اسپر سہل ہو جاوے یا خود وہ شخص اپنا آپ
ہٹا اوسکو ہٹا دے تو اس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے
یارون کو اوس قید سے نجات ہو جاوے وہ حاصل ہو گئی اسیطرح نصیحت کرنے والے کی
غرض ... کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اس امر مین اوسکا معین و مددگار ہو
... غرض کا ہو تو برا ماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے
... اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون برا مانتا ہے غرضکہ شیطان کے
... تی ہے جب یہ بات بھی آدمی مین ہو جاتی ہے تب تو شیطان دل کو برے
طرف بلاتا ہے اور اعضاے ظاہری سے فاحش خطائین کرا کر تباہ کرتا ہے
... کا راہ پر آکر گمراہ ہو جانا بہت مصیبت ہے معاذ اللہ منہا اب باقی رہی یہ بات
... مین درست ہے تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف للہ لوگون کی
... ات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اس باب مین میرا معین و مددگار ہو
... ہدایت پر آجاوین اور لوگون کے مال و ثنا خوانی سے طمع بالکل قطع کر دے

اور اونکی تعریف و مذمت کو یکسان جانے اور خدا کے نزدیک اگر اچھا ہے تو اونکی مذمت کی کچھ پروا نکرے اور اگر اوسکے نزدیک سزاوار حمد نہین تو خلق کی تعریف سے خوش نہو اور سب لوگون کو ایسی نظر سے دیکھے جیسے ساوات کو یعنی کسی پر تکبر نکرے اور سب کو اپنے آپسے بہتر سمجھے اسلیے کہ خاتمے کا حال معلوم نہین یا جیسے بہائم کو دیکھتے ہین یعنی جسطرح بہائم کو دیکھنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اونکے دل مین اپنی جگہ ہو اور نہ اونکے دیکھنے کی پروا ہوتی ہے کہ وہ ہمکو کسطرح دیکھین اور اسیلیے اونکے سامنے کچھ حاجت زینت اور تکلف کی نہین ہوتی مثلاً چوپائے کے چرانے والے کو یہ غرض ہوتی ہے کہ اونکی نگاہبانی چرا اور درندون سے کرے یہ نہین ہوتی کہ وہ مجکو تاکین اسیطرح سالک کو چاہیے جب تک سب لوگون کو چوپائون کیطرح خیال نکریگا یعنی جیسا اونکا دیکھنا مقصود نہین ہوتا ویسا ہی آدمیون کا دیکھنا مقصود سنجانے گا تب تک اونکی اصلاح مین مشغول ہونے سے سالم نہ بچیگا بلکہ بعض اوقات اونکو تو اصلاح پر لاویگا اور اپنے آپ بگڑ بیٹھیگا جیسے شمع کہ اور ونکو روشنی دیتی ہے اور اپنے آپ جلتی جاتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ اگر وعظ کا کہنا اوسیوقت پر منحصر کیا جاوے جب واعظ کو یہ درجہ جو اوپر مذکور ہوا حاصل ہوجاوے تو دنیا وعظ سے خالی ہوجاویگی اور دل خراب ہوجاوینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ لیکن اگر لوگ دنیا کی محبت نکرین تو تمام عالم درہم برہم ہوجاوے اور سب کارخانے ابتر ہوجاوین اور دل اور بدن سب ہلاک ہوجاوین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ دنیا کی دوستی مہلک ہے اور اسکو مہلک بیان کرنے سے بہت لوگون کے دل سے اوسکی دوستی نہین نکلیگی صرف چند لوگ اوسکی محبت چھوڑینگے جنکے چھوڑنے سے دنیا ویران نہوگی اسیواسطے آپ نے حق خیرخواہی ملحوظ رکھی اور ادا کیا کہ جو کچھ اوسمین خطرہ تھا اوسکو بیان فرمادیا اور اسکے چھوڑ دینے کے خوف خطرسے ذکر کو ترک نہین فرمایا کیونکہ اس بات پر اعتماد کلی تھا کہ اسکے شہوات مہلک جو خدا تعالی نے اپنے بندون پر مسلط کر رکھے ہین وہ اونکو کشان کشان دوزخ کیطرف لے آوینگے اور اللہ تعالی کا یہ قول سچا ضرور ہوگا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ جب یہ صورت ہے تو واعظون کی زبان ریاست کی محبت کے باعث کبھی بند نہوگی اور اگر کوئی اونسے کہے کہ وعظ محبت ریاست کے لیے حرام ہے اوسکے کہنے سے وعظ ترک نکرینگے جیسے تمام لوگ شراب خواری اور زنا اور چوری اور ریا اور ظلم اور دوسرے گناہ نہین چھوڑتے حالانکہ خدا اور رسول کا فرمانا برابر سنتے ہین کہ سب گناہ حرام ہین پس آدمی کو اپنے نفس کا

پھر اپنے نفس پر اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کہین کوئی صفت ذمیمہ دل کے صفات سے مثل محبت دنیا اور ریا اور بدخلقی اور مغالطے وغیرہ سے مجھسے دور ہوئے کو رہ نگئی ہوا ور مین اوس سے غافل رہا ہون اور اس بات کا خوف ہر دم سکھے کہ کہین یہ حال جو اب حاصل ہے چھین نجاوے اور کسی وقت خدا کے عذاب اور رضا تے کے اندیشے سے غافل نرہے اور یہ اندیشہ ایسا ہے کہ اس سے چھٹکارا اور نجات بدون پل صراط کے اوترے نہین ملتی چنانچہ روایت ہے کہ شیطان کسی پیر اولیاء اللہ مین سے اونکی نزع کے وقت کہ کچھ سانس اونکا باقی تھا ظاہر ہوا اور کہا کہ میان صاحب تم مجھسے نکل گئے اونھون نے فرمایا کہ ابھی تک تو نہین نکلا یعنی خاتمہ بخیر ہو لے تو یقین سمجھے مجھسے نکل گیا ہوا اور اسی لیے اکابر فرماتے ہین کہ آدمی سب تباہ کار ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہونے والا ہین مگر عامل اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین مگر مخلص اور مخلص بھی بڑے خطر پر ہین اس قول سے معلوم ہوا کہ مغرور سب تباہ کار ہین اور مخلص جو غرور سے بھاگتے ہین وہ بھی خطر پر ہین اسی جہت سے خوف و احتیاط اولیاء اللہ کے دل سے کبھی جدا نہین ہوتی اور چونکہ اعتبار خاتمے پر ہے اسلیے خدا ہی تعالی سے ہم دعا مانگتے ہین کہ حسن خاتمہ نصیب فرماوے آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین جلد ثالث تمام ہوئی اسکی بعد جلد رابع کا ترجمہ انشاء اللہ شروع ہوگا

تاریخ ختم ترجمہ جلد ثالث از مترجم

ہوا جب کہ آوازۂ ختم ترجمہ
نکالا جودت طبع احسن کو فوراً
کہا اسنے تو ترجمے سے ہوئے فارغ
۱۲۸۱ ۱۲۸۲

تو دل کو ہوئی فکر تاریخ کی (؟)
کیا پھر [illegible] ابیاے ابرو
یہ تاریخ لکھے + جلد ثالث بار دو
۱۲۸۱ ۱۲۸۱

الحمد للہ اولا و آخرا

خیال چاہیے لوگون کا مجھکو اپنے آپ کو کیا ضرور ہے بقول شخصے کہ قاضی جی کیون دبلے کہ شہر کا
اندیشہ ہے اللہ تعالی کے کارخانے عجیب ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیون کو بگاڑ کر بہت سے لوگونکی
اصلاح کرتا ہے اور خود فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالی اس دین کو ایسے لوگون سے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ
دین مین نہو پس یہ خوف البتہ ہے کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہوجاتی ہے کہ یہ بات
کہ واعظ باعث ریاست اور محبت دنیا کو مد نظر رکھین یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت ریاست کی
اپنی زبانین روک لین یہ کبھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف ہو کر اپنے
نفس کی اصلاح مین مشغول ہوا اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق و اخلاص کی شرطین
اوسمین ملحوظ رکھے تب بھی اوسے ایک بہت بڑا خوف درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان اسوقت
اوس سے کہتا ہے کہ تو نے مجھکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث مجھسے بچگیا بہت سے
اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا ہی صابر ہے اور خدا کے نزدیک
تیرا بڑا رتبہ ہے اسلیے کہ تجھکو اتنی قوت دی کہ مجھکو مغلوب کرلیا اور جو جو چھل مین نے تجھپر چلائے سب تو
سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطان کی سنکر سچ جانتا ہے اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہے
تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہے اور یہی سب مین بڑا مہلک ہے اور سب گناہو
اور اسکا مغالطے شیطان کا مقولہ ہے کہ ای ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھسے چھوٹ گیا
تو جان لے کہ جہالت سے میرے پھندے مین آ پڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نہ کرے اور
شیطان کے دھوکے مین نہ آوے اور جانے کہ یہ رتبہ مجھکو خدا ہی تعالی کیطرف سے ہے میری طرف سے
نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ کہ توفیق الہی اور اوسکی مدد شامل حال
ہو اسلیے کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور [illegible] قلیل ہے جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر
کہ یہ اپنے آپ اوسپر قادر نہین ہوا بلکہ خدا ہی تعالی کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی
ایک اور خوف اوسکو باقی ہے وہ یہ کہ کہین خدا کے فضل پر مغرور ہو کر اوسکے کرم پر تکیہ نکر بیٹھے اور
اوسکے عذاب سے مامون ہو جاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور
کسیطرح کے فتور و انقلاب سے خوف نہ کرے یعنی صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اوسمین
خوف عذاب نہ ملاوے [illegible] جو شخص خدا ہی تعالی کے عذاب سے بیخوف رہتا ہے وہ قطعاً زیانکار
ہوتا ہے اسلیے [illegible]